تاریخ اسلام

ابو نعیم عبدالحکیم

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

عرب کی جغرافیائی حالت

عرب ایک جزیرہ نما ہے۔ جو براعظم ایشیا میں ہندوستان کی مغربی جانب واقع ہے۔ اس کے شمال میں شام جنوب میں بحر ہند مشرق میں خلیج فارس اور بحر عمان۔ مغرب میں بحیرۂ قلزم۔ آبنائے سویز اور بحیرۂ روم ہے رقبہ تقریباً ۱۲ لاکھ مربع میل اور آبادی تقریباً ایک کروڑ ہے۔ چار پانچ لاکھ مربع میل کا رقبہ ریگستان اور بے آباد علاقے نے گھیر رکھا ہے۔ ربع خالی سب سے مشہور ریگستان ہے۔ جگہ جگہ پہاڑوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ لیکن سرسبزی و شادابی کا نام تک نہیں۔ عراق، شام، یمن اور حجاز نسبتاً زیادہ ہرے بھرے اور زرخیز ہیں۔ چلچلاتی دھوپ پڑتی اور بدن کو جھلس دینے والی لُو چلتی ہے۔ کھجور یہاں کی مشہور پیداوار ہے۔ زیادہ تر باشندے خانہ بدوشی کی حالت میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

عرب کی قدیم قومیں

عرب قدیم زمانے سے سام ابن نوحؑ کی اولاد کا گہوارۂ حیات رہا ہے مورخین نے اسے تین طبقوں پر تقسیم کیا ہے:۔ (۱) عرب بائدہ (۲) عرب عاربہ اور (۳) عرب مستعربہ۔ عرب بائدہ سے وہ لوگ مراد ہیں، جو سب سے (قدیم) زمانے میں عرب کے اندر بود و باش رکھتے تھے۔ عاد و ثمود اسی طبقے سے متعلق تھے اس قدیم ترین طبقے کی تاریخ پر لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ عرب عاربہ یا قحطانی یمن کے نواح میں آباد تھی۔ حمیری اور ازدی اس کے مشہور قبیلے تھے ... ہوئی تھی۔ عنقت و عصمت اور

قائم کیں۔ جن کی مٹتی ہوئی یادگاریں اب تک کھنڈروں کی صورت میں پائی جاتی ہیں۔ اور زبانِ حال سے ان کی عظمت و جبروت کی افسانہ خواں ہیں۔ یمن میں ساتویں صدی عیسوی تک قحطانی سلاطین کی حکومت کا پرچم لہراتا رہا۔ عرب مستعربہ سے مراد بنو عدنان یا اولادِ اسمٰعیل ہے۔ یہ لوگ باہر سے آکر عرب میں آباد ہوئے۔ اس لئے ان کا یہ نام رکھا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کو عرب کی دینی تاریخ کا مبدا سمجھنا چاہیئے۔ ان کی مادری زبان فارسی تھی۔ پہلی بیوی کا نام سارہ تھا جن کے بطن سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے۔ دوسری بیوی ہاجرہ فرعون حاکم مصر کی بیٹی تھیں۔ جن کے شکم سے حضرت اسمٰعیلؑ کی ولادت ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے پہلے صاحبزادے حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ کو ساتھ لے کر عرب میں آباد ہو گئے۔ اور فرمانِ الٰہی کے مطابق حضرت آدمؑ کے زمانے کی بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر شروع کر دی۔ دیوار کے ذرا بلند ہو جانے پر حضرت ابراہیمؑ نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنا شروع کر دیا۔ اسی جگہ کو مقامِ ابراہیمؑ کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے ارشاد پر حضرت اسمٰعیلؑ حضرت جبریلؑ کی قیادت میں حجرِ اسود لے آئے جسے حضرت ابراہیمؑ نے امتیاز کے لئے مقامِ رکن پر رکھ دیا۔ یہی حجرِ اسود ہے۔ جسے طواف کے وقت بوسہ دیا جاتا ہے۔

بنی جرہم اور عمالقہ مکہ اور اس کے قرب و جوار میں آباد تھے۔ ان میں سے بعض لوگ حضرت اسمٰعیلؑ پر ایمان لے آئے۔ جرہم کے سردار مضاض کی بیٹی سے حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ بیٹے ہوئے ان کی نسل بڑھتے بڑھتے حجاز بھر میں پھیل گئی۔ پہلے کعبے کی تولیت ان کے بیٹے نابت کو ملی۔ پھر بنی جرہم نے اس پر قبضہ کر لیا۔ آلِ اسمٰعیلؑ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ لیکن بنی جرہم سے اتنی بڑی ذمہ داری کا کام سنبھالا نہ گیا۔ وہ غرور و نخوت کے جوش میں بے اعتدالیوں پر اتر آئے۔ آلِ اسمٰعیلؑ کی قوتِ برداشت نے جواب دے دیا۔ اور وہ دوبارہ کعبہ پر قابض ہو گئے۔ ہوتے ہوتے سلسلہ عدنان تک پہنچا۔ یہ ایک مشہور تاریخی شخصیت ہے۔ عدنان کی اولاد نے بہت ترقی کی۔ ربیعہ اور مضر کے مشہور قبائل اسی کی نسل سے تھے۔ مضر کی شاخ کنانہ میں فہر بن مالک ... قریش کے مورثِ اعلیٰ ہیں۔ فہر کا لقب قریش تھا۔ اس لئے اس کی نسل کو ... پشت میں قصی جیسا تاریخی اور نامور شخص پیدا ہوا۔ اس نے قبائل

قریش کو کُلے بلوا کر حجاز کے گوشے گوشے میں اقتدار کا پھریرا اڑایا۔ ۴۸۰ء میں قصی کا انتقال ہو گیا۔ اور مکّہ کی حکومت اس کے بیٹے عبداللہ کے حصے میں آئی۔ عبداللہ نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ تو اس کے پوتے اور بھائی عبد مناف کے بیٹے حکومتِ مکّہ کے لئے لڑنے مرنے پر تُل گئے۔ آخر ثالثوں نے فیصلہ کیا۔ کہ عبد مناف کے بیٹے عبد شمس کو پانی بہم پہنچانے۔ ٹیکس وصول کرنے اور حاجیوں کی میزبانی کے فرائض تفویض کئے جائیں۔ عبدالدار کے پوتوں کے کندھوں پر فوجی نظم و نسق۔ کعبے کی حفاظت اور دارالندوہ کی نگرانی کا بار ڈالا جائے۔ کچھ عرصے کے بعد عبد شمس نے عنانِ حکومت اور زمامِ حقوق اپنے چھوٹے بھائی ہاشم کے ہاتھ میں دے دی۔ عبد شمس کے بیٹے امیہ کو اپنے چچا ہاشم کا یہ اقتدار و عروج خارِ پہلو بن گیا۔ اور اس نے ہاشم کو دعوتِ مقابلہ دی۔ شرط یہ تھی کہ ہارنے والا جیتنے والے کو پچاس اُونٹ بطور تاوان دے اور مغلوب دس سال تک جلاوطنی کے طریق پر مکّہ سے باہر رہے۔ منصف نے ہاشم کو فاتح قرار دیا۔ امیہ نے اسے پچاس اُونٹ دیئے۔ اور خود دس سال کے لئے شام میں سکونت اختیار کی۔ ہاشم نے اس خوشی میں اہلِ مکّہ کو شاہانہ دعوت دی۔ بس یہیں سے بنی امیہ اور بنی ہاشم کی مشہور تاریخی عداوت کا آغاز ہوتا ہے۔ جس نے فرزندانِ توحید کے ساغرِ اتحاد میں زہر گھول دیا۔ اور ان کا شیرازۂ تنظیم منتشر ہو کر رہ گیا۔

اسلام سے پہلے عرب کی مذہبی و اخلاقی حالت

ظہورِ اسلام سے قبل عرب میں بُت پرستی۔ ستارہ پرستی اور آتش پرستی کا رواج تھا۔ خانۂ کعبہ بُت پرستی کا مرکز تھا۔ جس کے اندر تین سو ساٹھ بُت رکھے تھے۔ ہر قبیلے کا بُت جُدا تھا۔ ہبل، لات، منات، عزّیٰ، نائلہ، یعوق، نسر زیادہ مشہور بُت تھے۔ جن کے آگے سجدہ کیا جاتا تھا۔ اور دُعائیں مانگی جاتی تھیں۔

یعوق، یغوث اور نسر ستاروں کے نام ہیں۔ جن سے عربوں کی ستارہ پرستی پر روشنی پڑتی ہے۔ سُورج، چاند، مشتری، سہیل اور عطارد کی پُوجا بڑے زور شور سے کی جاتی تھی۔ بعض قبیلوں میں آگ کی بھی پرستش کی جاتی تھی۔

عربوں کی اخلاقی حالت پستی کی انتہائی گہرائیوں میں پہنچی ہوئی تھی۔ عفت و عصمت اور

Marfat.com

تہذیب و شرافت کے الفاظ شرمندۂ معنی نہ تھے۔ شراب اور جُوا روزمرہ کے محبوب مشغلے تھے پانی بھرنے اور گھوڑے بڑھانے پر تلواریں نکل آتی تھیں۔ انتقام لینے میں بہت سخت تھے اگر کوئی شخص جیتے جی دشمن سے انتقام نہ لے سکتا۔ تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کر جاتا۔ اور اولاد بدلہ لیتی۔ چوری، ڈاکہ اور فسق و فجور طبیعت ثانیہ بنا ہوا تھا۔ ایک مرد جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر لیتا۔ لڑکی کا پیدا ہونا سخت منحوس جانتے، اور اسے پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔

ضعف اعتقاد اور رسم و رواج

توہم پرست اور ضعیف الاعتقاد حد سے زیادہ تھے بھوت پریت کے قائل تھے۔ کسی کام کے کرنے یا کرانے کے لئے تیروں سے فال لیتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اگر انسان کسی بیماری والے مقام میں جائے۔ تو وہاں کے دروازے پر کھڑا ہو کر گدھے کی بولی بولے۔ اس پر بیماری کچھ اثر نہ کرے گی۔ اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں، تو وہ کسی شریف معقول مرد کی لاش کو اچھی طرح پامال کرے۔ اس کے بچے جینے لگیں گے۔ وہ سمجھتے کہ جن خرگوش سے خوف کھاتا ہے۔ لہٰذا اس سے محفوظ رہنے کے لئے خرگوش کی ہڈی گلے میں ڈال لیتے۔

بڑے بڑے گھرانوں میں بھی بہت سی فضول اور احمقانہ رسمیں جاری تھیں۔ بیاہ شادی کے موقع پر تو لغو رسموں کا وہ طوفانِ بے تمیزی برپا کیا جاتا کہ حیا اور تہذیب ان کی بے دانشی کا ماتم کرتیں۔ کسی شخص کے مر جانے پر اس کے عزیز و خویش اپنے سر کے بال نوچ نوچ کر بُرا حال کر لیتے۔ عورتیں سوگ کے طور پر اپنا سر منڈواتیں۔ تیسرے دن، سوا مہینے پر، ششماہی اور برسی پر اُجرت دے کر نوحہ خواں عورتیں بلوائی جاتیں، اور انھیں کھانا کھلایا جاتا۔

آج بھی یہی جہالت موجود ہے

Marfat.com

دوسرا باب

ولادتِ نبویؐ عرب کے گوشے گوشے میں جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ضلالت کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ کفر کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ شرک کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا کہ دفعتاً مکدر فضا سے عصیان و طغیان کے بادل چھٹنے لگے۔ شب دیجور کی سیاہی کافور ہونے لگی۔ اور ستارہ سحر آفتاب رشد و ہدایت کا پیغام لانے لگا۔ غرض اپریل ۵۷۱ء کی فصل گل میں ۹ ربیع الاول دوشنبہ کو رحمتِ عالمین کے سدا بہار گلزار میں ایک گل سرسبد شگفتہ ہوا جس کی روح افزا خوشبو سے دُنیا کا کونا کونا مہک اٹھا۔ عبداللہ کی بیوی حضرت آمنہ کی گود ہری ہوگئی۔ بوڑھے اور غم زدہ دادا عبدالمطلب کا غنچۂ اُمید کھل گیا۔ سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا۔ ماں نے فرشتے کے کہنے پر بیٹے کا نام احمدؐ رکھا لیکن دادا نے ساتویں دن عقیقہ کر کے پوتے کو محمدؐ کے نام سے موسوم کیا۔ قریش نے حیران ہو کر عبدالمطلب سے دریافت کیا۔ کہ خاندانی دستور کے خلاف اس غیر مروّج نام رکھنے کا کیا سبب ہے۔ عبدالمطلب نے جواب میں کہا۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا پوتا دُنیا بھر میں مدح و ستائش کا شایاں قرار پائے۔ روایت ہے کہ عین آپ کی پیدائش کے وقت قصر نوشیرواں کے در و دیوار لرز اٹھے۔ اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ اور استخر کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔

بچپن ولادت کے بعد سات دن تک ابولہب بن عبدالمطلب کی آزاد کی ہوئی لونڈی ثویبہ نے آنحضرتؐ کو دُودھ پلایا۔ اس کے بعد شرفائے مکّہ کے دستور کے مطابق دادا نے پوتے کو بنی سعد کی ایک دایہ حلیمہ کے سپرد کر دیا۔ حلیمہ نے دو سال تک آپ کو اپنا دُودھ پلایا۔ اور چار سال تک اپنے گھر میں رکھ کر پرورش کی۔ پھر حلیمہ نے یہ امانت حضرت آمنہ کو واپس کر دی۔ جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی، تو آپ کی والدہ اپنے عزیزوں سے ملنے کے لئے مدینہ گئیں۔ ایک ماہ کے بعد واپسی پر مقام ابوا میں حضرت آمنہ کا انتقال ہو گیا۔ اور چھ سال کے یتیم و معصوم بچے کے سر سے ماں کا سایہ بھی اٹھ گیا۔ عبدالمطلب کو یتیم پوتے کے ساتھ محبت

Marfat.com

نہیں۔ عشق تھا۔ وہ آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے لیکن دو ہی سال کے بعد جب آپ نے گلشنِ زندگی کی آٹھویں بہار دیکھی۔ تو دادا نے بھی سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اور آپ ان کی محبت سے بھی محروم ہو گئے۔ آٹھ سال

ابو طالب کی پرورش اور شام کا پہلا سفر

عبدالمطلب نے دنیا چھوڑنے سے پہلے اپنے نہایت عزیز پوتے کو اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کر دیا۔ اور وصیت کرتے وقت خاص طور پر کہا۔ کہ اپنے اس بھتیجے کو آنکھ کا تارا سمجھتے ہوئے اس کی تربیت میں ذرا غفلت نہ کرنا۔ ابوطالب کو یتیم بھتیجے کے ساتھ غیر معمولی محبت تھی۔ اور وہ آپ کو اپنے بچوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ ابوطالب تاجر تھے۔ آنحضرتؐ بارہ سال کے ہوئے۔ تو ابوطالب نے تجارت کی غرض سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف جانے کے لئے رختِ سفر باندھا۔ وہ اپنے پیارے اور نوعمر بھتیجے کو راستے کی تکلیف کے خیال سے ہمراہ نہ لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن آنحضرتؐ جدائی کے تصور سے بیتاب ہو کر ان کے ساتھ لپٹ گئے۔ اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ ابوطالب نے مجبور ہو کر آپ کو ساتھ لے لیا جب قافلہ بصریٰ کے مقام پر پہنچا۔ تو ایک عیسائی راہب بحیرا نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جن کا ذکر توریت اور انجیل میں آیا ہے۔ بحیرا نے ابوطالب کے پاس جا کر کہا۔ کہ اپنے اس بھتیجے کو آگے نہ لے جاؤ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہودی کسی قسم کی شرارت کریں۔ میں ان میں نبی آخرالزماں کی تمام علامتیں دیکھ رہا ہوں۔ ان کی پوری طرح حفاظت اور نگرانی کرو۔ ابوطالب نے بحیرا کی باتیں سن کر وہیں جلد جلد اپنا مال بیچ ڈالا۔ اور مکہ کی طرف لوٹ آئے۔

ایک جنگ میں شرکت

عربوں کی جنگ جوئی شہرۂ آفاق تھی۔ معمولی باتوں پر تیغ زبان سے کام لیتے لیتے شمشیر زنی پر اتر آتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ عکاظ کے میلے پر یونہی باتوں باتوں میں قبائل قیس اور قبائل کنانہ میں جنگ چھڑ گئی۔ قریش حق پر تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اس میں شرکت فرماتے ہوئے ان کا ساتھ دیا۔ آپ نے اس جنگ فجار میں اپنے چچوں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیئے۔ لیکن خود کسی سے نبرد آزما نہ ہوئے۔

تجارت

جب آنحضرتؐ کے گل کدۂ حیات میں جوانی کی بہار آئی۔ تو آپ نے کسب معاش

Marfat.com

کے لئے تجارت کا خاندانی اور پاکیزہ شغل اختیار کرنے کا عزم فرمایا۔ چچا ابو طالب نے آپ کے اس ارادے کو پسند کیا۔ اور آپ نے تجارتی قافلوں کے ساتھ مالِ تجارت لے جاکر فروخت کرنے کا کام شروع کر دیا۔ آپ کو خوب نفع ہوا۔ اور دُور دُور تک آپ کی امانت۔ دیانت اور حسن معاملہ کی دھوم مچ گئی۔

شام کا دوسرا سفر قریش کی ایک دولت مند اور نیک سیرت بیوہ حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کا تجارتی کاروبار بہت وسیع تھا۔ انھوں نے آنحضرتؐ کے تجربے اور دیانت کی شہرت سُن کر عام نرخ سے دُگنے معاوضے پر اپنا مال تجارت شام لے جانے کے لئے آپ سے درخواست کی۔ آپ اسے شرف قبول بخشتے ہوئے عازم شام ہو گئے۔ اور سامان کی فروخت میں معقول نفع حاصل کیا۔ اسی طرح آپ متعدد مرتبہ حضرت خدیجہؓ کا سامان لے کر شام۔ یمن اور بحرین کی طرف گئے۔ اور ہر مرتبہ آپ کو معتدبہ نفع ہوا۔

شادی حضرت خدیجہؓ کو اپنے وسیع کاروبار کے سلسلے میں ایک شریف النفس اور امین و دیانت دار شوہر کی ضرورت تھی۔ مکّہ کے شرفا میں سے کون تھا، جو اس سعادت کا آرزومند نہ تھا۔ مگر انھوں نے آنحضرتؐ کو سب پر ترجیح دیتے ہوئے ایک خاتون کے ذریعے سے آپ کی خدمت میں شادی کی درخواست کی۔ آپ نے منظور فرمالی۔ اور ابو طالب نے بھی اس رشتے کو پسند کیا۔ ابو طالب نے پان سو طلائی درہم پر خطبۂ نکاح پڑھا۔ اس وقت آنحضرتؐ کا سنِ مبارک ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

حلف الفضول یہ ایک عہد تھا۔ جو زمانۂ ماضی میں بعض عربوں کے درمیان اس طرح قرار پایا تھا۔ کہ ہم ظالم کو ناک چنے چبوا کر مظلوم کی دادرسی کریں گے۔ اور اس طرح صفحۂ ہستی سے ظلم وستم کا نام ونشان تک مٹا کر رکھ دیں گے۔ چونکہ تمام معاہدین کے ناموں میں "فضل" کا لفظ شامل تھا۔ اس لئے اس عہد یا حلف کا نام حلف الفضول پڑ گیا۔

جنگِ فجار کے بعد آنحضرتؐ کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کو خیال آیا۔ کہ اس پرانے مگر معقول عہد کو پھر تازہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ انھوں نے بعض حضرات کو طلب کر کے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر ایک اجلاس منعقد کیا۔ جس میں تمام حاضرین نے بالاتفاق حلف اٹھایا کہ ہم ظالم کا

Marfat.com

مقابلہ اور مظلوم کی حمایت کریں گے۔ اس حلف میں آنحضرتؐ نے بھی جوان دلوں کم سن تھے، شرکت فرمائی۔ اب آنحضرتؐ گلزار شباب میں گامزن تھے۔ آپ نے فساد و جنگ کے انگاروں کو امن و صلح کے پھولوں میں تبدیل کرنے کے لئے ایک انجمن قائم کی جس میں بنو ہاشم، بنو المطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم شامل ہوئے۔ اس انجمن کے ہر رکن کو یہ عہد کرنا پڑتا تھا کہ :۔

(۱) میں زبردست کو زیر دست پر تشدد کرنے سے روکوں گا (۲) فتنہ و شر کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر ملک میں امن و سکون قائم کروں گا (۳) غریبوں اور درماندوں کی پشت پناہ بنوں گا۔ اور (۴) مسافروں کی حفاظت کو اپنا اہم فرض سمجھوں گا۔ اس انجمن نے نہایت سرگرمی سے کام کیا اور ہمدرد مخلوق اصحاب کی یہ جمعیت بے یار و مددگار عوام کے مزرع خشک کے لئے باران رحمت ثابت ہو کر ہر طرف فوائد و منافع اور اطمینان و آشتی کے موتی برسانے لگی۔

نبوت کا آغاز قدرت کا قاعدہ ہے کہ نسیم روح افزا موسم گل کا پیغام لاتی ہے۔ اُودی اُودی گھٹا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بارش کی خوش خبری سناتی ہے۔ صبح صادق کا دھندلکا طلوع آفتاب کی پیش گوئی کرتا ہے۔ اسی طرح جوں جوں آنحضرتؐ کا سن شریف بڑھتا اور نبوت کا وقت نزدیک آتا جاتا تھا، آپ کے عام حالاتِ زندگی میں خاص تبدیلیاں پیدا ہوتی جاتی تھیں۔ جب آپ نے اپنے گلشنِ حیات کی انتیسویں بہار دیکھی تو دنیا کی نقش آرائیوں سے آپ کی طبیعت ہٹ کر حقیقت منتظر کی دید کے لئے بیتاب رہنے لگی۔ قلب پاکیزہ جلوت سے نفور ہو کر خلوت پر مائل ہونے لگا۔ گاہے گاہے ایک روشنی سی نظر آیا کرتی جس سے آپ پر سرور و انبساط کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ تنہائی میں قدرت باری تعالیٰ کے اسرار و رموز پر غور و خوض فرمایا کرتے اور حمد و تسبیح میں مصروف رہتے۔ عمر کے ساتھ ساتھ شوقِ خلوت نشینی بھی بڑھتا جاتا تھا۔ آپ ستو اور پانی ساتھ لے کر مکہ کے باہر غار حرا میں تشریف لے جاتے اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ اسی اثنا میں خواب کے ذریعے سے آپ پر اسرارِ الٰہی ظاہر ہونے لگے۔ رات کو جو کچھ خواب میں نظر آتا۔ صبح کو وہ من وعن پورا ہو جاتا۔ چند سال تک فیضانِ ربانی کا یہ سلسلہ بتدریج تیزی رفتار سے بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ سن شریف چالیس کو پہنچ گیا، اور نبوت و رسالت کا آفتاب عالم تاب خاکدان تیرہ کے گوشے گوشے میں

Marfat.com

نورِ توحید کی تجلیاں برساتا ہوا طلوع ہو گیا۔ مسلسل ریاضت و مراقبہ سے قلب اطہر الہام و وحی کی برداشت کے لئے تیار ہو گیا۔ تو ایک دن غارِ حرا میں آپ کو فرشتہ نظر آیا، جو آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ اقراء (پڑھ)۔ فرمایا۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ پھر فرشتے نے آپ کو زور سے بھینچنے کے بعد چھوڑ کر کہا۔ اقرأ۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اسی طرح فرشتے نے آپ کو تین دفعہ پکڑ کر زور سے بھینچنے اور چھوڑنے کے بعد ہر مرتبہ یہی کہا۔ آخری بار فرشتے نے کہا۔

اقرأ باسم ربك الذی خلق (اپنے رب کا نام پڑھ جس نے پیدا کیا)۔

یہ کہتے ہی فرشتہ تو غائب ہو گیا۔ لیکن آپ جلال الٰہی کی خوف افزا کیفیت کے زیر اثر گھر تشریف لائے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے کہا۔ مجھے کمّل اُڑھا دو۔ انھوں نے تعمیل ارشاد کی کچھ دیر کے بعد طبیعت میں سکون پیدا ہو جانے پر آنحضرتؐ نے سارا واقعہ بیان کیا حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلّی دی۔ اور اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انھوں نے کیفیت سن کر کہا "یہ تو وہی ناموس ہے، جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ کاش میری پیری شباب میں تبدیل ہو جاتی اور میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔ اور میں آپ کی خدمت کرتا"۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ آخر ایک دن ذات باری تعالیٰ کی بارگاہ معلّیٰ سے ارشاد ہوا۔ یاایھا المدثر قم فانذر (اے چادر اوڑھے ہوئے اُٹھ اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا) پھر وحی کا سلسلہ بدستور جاری ہو گیا۔

خفیہ تبلیغِ اسلام

تبلیغ کا حکم پاتے ہی آنحضرتؐ نے اس کے تمام پہلوؤں پر بخوبی غور فرما کر پہلے اپنے خاص اعزہ و احباب کو توحید کی دعوت دی۔ چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ پہلی خاتون تھیں جو آپ پر ایمان لائیں۔ حضرت علیؓ نے نوعمروں میں، حضرت زیدؓ نے غلاموں میں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مخلص دوستوں میں سب سے اوّل آپ کی دعوتِ حق پر لبیک کہا حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت بارسوخ تھے اور ان کا حلقۂ احباب بڑا وسیع تھا ان کے اثر اور مخلصانہ و والہانہ جدوجہد سے حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اسلام قبول کیا۔ یہ خبر مشہور ہو جانے پر اس روحانی بجلی کی لہریں اکثر سعید الفطرت لوگوں کے دلوں

Marfat.com

میں دوڑنے لگیں۔ چنانچہ حضرت ابوسلمہؓ، حضرت حباب بن ارثؓ، حضرت عثمان بن مظعونؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت قدامہ بن مظعونؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمیرؓ، حضرت ارقمؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت فاطمہؓ ہمشیرہ حضرت عمر بن الخطابؓ، زوجہ حضرت سعیدؓ اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب وغیرہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور شمع توحید کے پروانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہو گئی۔ اسی طرح تین سال تک اسلام کی تبلیغ خفیہ طور پر خاموشی سے ہوتی رہی۔ لیکن آنحضرتؐ ساری دنیا کے لئے نبی اور داعی حق بن کر آئے تھے۔ اور آپ کا فرض اہلِ عالم کو علانیہ دعوتِ اسلام دینا تھا۔ اس لئے حکم الٰہی نازل ہوا کہ "فاصدع بما تؤمر" (تجھے جو کچھ حکم دیا گیا ہے۔ اسے کھول کر سنا دے)۔

علانیہ تبلیغ اس حکم کی تعمیل میں آنحضرتؐ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قبائل قریش کو پکارا۔ آواز سن کر لوگ جوق در جوق چلے آئے۔ آپ نے سوال کیا۔ "اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک بھاری لشکر تم پر حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے۔ تو کیا تم یقین کرو گے؟" سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔ "ہاں۔ ہم نے تمھیں ہمیشہ سچ ہی بولتے سنا ہے"۔ فرمایا۔ "تو اچھا سنو میں تمھیں متنبہ کرتا ہوں۔ کہ اللہ پر ایمان لے آؤ۔ ورنہ اس کا سخت عذاب تمھیں تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔" یہ خلاف امید اور اپنے عقائد کے برعکس بات سن کر لوگ طنز کی ہنسی ہنستے ہوئے منتشر ہو گئے۔ اور طرح طرح کی باتیں بناتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔

چند روز کے بعد آپ نے اپنے عزیزوں کو ایک دعوت میں طلب کیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "دیکھو میں تمھارے لئے وہ چیز لے کر آیا ہوں جس سے تمھارے دونوں جہان سنور جائیں گے۔ بتاؤ اس مشکل مہم کو انجام دینے میں کون میرا ہاتھ بٹائے گا؟" یہ سنتے ہی گویا سب کو سانپ سونگھ گیا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اتنے میں حضرت علیؓ نے اٹھ کر کہا "اگرچہ میری آنکھیں آئی ہوئی ہیں۔ کم سن اور کمزور ہوں۔ پھر بھی میں آپ کا ساتھ دوں گا۔" اس پر سب نے قہقہہ لگایا۔ اور تمسخر اڑاتے ہوئے لوٹ گئے۔

قریش کی مخالفت آغوشِ اسلام میں آنے والے گروہ میں سے بعض لوگ تو غلام تھے اور بعض بے مددگار ہونے کے باعث نہایت کمزور۔ مشرکین مکہ نے ان

Marfat.com

نو مسلموں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھیں شدید جسمانی تکلیفیں دینی شروع کیں حضرت بلال حبشیؓ کے آقا امیہ بن خلف کو جب ان کے قبولِ اسلام کا حال معلوم ہوا۔ تو کبھی انھیں گرم ریت پر لٹا کر سینے پر گرم پتھر رکھوا دیتا کبھی مشکیں کس کر تازیانے لگواتا۔ بھوکا رکھتا۔ گردن میں رسی باندھ کر لڑکوں سے کہتا کہ اسے مکّہ کے گلی کوچوں اور باہر پہاڑیوں میں گھسیٹتے پھرو اور خوب پیٹو۔ حضرت بلالؓ (ع) ہزاراں مرحبا گویم بلائے کز حبیب آید کے مصداق ان تمام ایذاؤں کو برداشت کرتے اور احد احد کا نعرہ لگائے جاتے۔ حضرت عمارؓ۔ ان کے والد حضرت یاسرؓ اور والدہ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے نہایت سخت سزائیں دیں۔ بلکہ حضرت سمیہؓ کو نیزہ مار کر شہید ہی کر دیا حضرت زنیرہؓ کو انتہائی شدّت سے زدوکوب کرتے ہوئے اندھا کر دیا۔ غرض اکثر غلاموں اور لونڈیوں کو ایسی ایسی ہولناک اور وحشیانہ سزائیں دی گئیں۔ کہ ان کے تصور ہی سے انسان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ لیکن اسے اسلام کا معجزہ کہیے۔ کہ کفار اپنی پوری قوتیں صرف کر دینے کے باوجود کسی ایک نو مسلم کو بھی اللہ کے دین سے برگشتہ نہ کر سکے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ۔ حضرت سعد بن وقاصؓ۔ حضرت زبیر بن العوامؓ حضرت ابوذر غفاریؓ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت خباب بن ارثؓ بھی اسی پُرخطر منزلِ عشق کے رہ نورد ہونے کے سبب زہر گداز عذاب و عقوبت کا شکار بنے۔

اب خود آنحضرتؐ کے ساتھ مشرکوں کی گستاخیوں اور سنگ دلانہ ایذا رسانی کا حال سنئے۔ کبھی تو بدبخت قریش آپ کے راستے میں جہاں آپ کو رات کے وقت گزرنا ہوتا۔ کانٹے بچھا دیتے۔ کبھی مکان پر پتھر برساتے اور کبھی گھر کے اندر گندگی پھینک دیتے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن معیط نے گلوئے مبارک میں چادر ڈال کر اسے بل دیتے ہوئے اس زور سے کسا۔ کہ سانس رُکنے لگا۔ یہ خبر سُن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ دوڑے آئے اور عقبہ کو پرے ہٹایا۔ اس پر کفار حضرت صدیقؓ سے الجھ پڑے اور انھیں بری طرح پیٹا۔ ایک مرتبہ اسی عقبہ نے ابوجہل کے کہنے سے اونٹ کی اوجھڑی لاکر نماز کی حالت میں پشت مبارک پر رکھ دی کبھی کہا جاتا کہ آپ شاعر ہیں۔ جادوگر ہیں۔ کاہن ہیں۔ مجنون ہیں۔ قریش مکّہ نے آنحضرتؐ کو ستانے اور شدید سے شدید تکلیف پہنچانے میں کوئی کمی نہ کی۔ لیکن ان کی اذیت رسانی کا ہر پتھر اس کوہ عزم و ثبات اور ہمت و تحمّل کی بنیان مرصوص کے ساتھ ٹکرا کر خود ہی ریزہ ریزہ ہو جاتا۔

Marfat.com

کفار کی ترغیب و تحریص اور اس کا حشر

آخر کفار نے مایوس ہو کر ترغیب و تحریص سے کام لینا شروع کیا۔ اور عتبہ بن ربیعہ کو قاصد بنا کر آنحضرتؐ کے پاس بھیجا۔ عتبہ نے مصالحانہ طریق سے نرم انداز بیان میں حضورؐ سے کہا "تم اور تمہارا خاندان دونوں شریف اور معزز ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر قوم کے اندر فتنہ برپا کرنے سے تمہارا مدعا کیا ہے۔ کہو کیا چاہتے ہو؟ مال و دولت؟ اگر اس کی ضرورت ہے، تو ہم سیم و زر کا مینہ برسا کر تمہیں سب سے زیادہ دولت مند بنا دیں گے۔ کسی اونچے گھرانے کی پری تمثال لڑکی سے شادی؟ اگر یہی خواہش ہے۔ تو ہم ابھی اسے پورا کئے دیتے ہیں۔ حکومت اور بادشاہی؟ اس عروس آرزو سے ہم آغوش کرانے کے لئے بھی ہم ہر وقت اور ہر طرح حاضر ہیں۔" آنحضرتؐ کے دل پر دنیوی ترغیب کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اور جواب میں آپ نے سورہ حم کی تلاوت شروع کر دی۔ عتبہ سن کر مسحور ہو گیا۔ اور (ع) شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے۔ کے مصداق ناکام واپس جا کر قریش سے کہا۔ "محمدؐ کو کچھ نہ کہو۔ ان کو انھیں کے حال پر چھوڑ دو۔ انھوں نے جو کلام پڑھ کر سنایا۔ وہ نہ جادو ہے نہ شاعری۔ کچھ اور ہی چیز ہے۔ میں نے اس سے موثر کلام آج تک نہیں سنا۔" قریش نے ان کی بات نہ مانی اور معاملہ وہیں کا وہیں رہا۔

ابوطالب سے قریش کی شکایت

عتبہ کی ناکامی پر چند اکابر قریش کا ایک وفد آنحضرتؐ کے چچا ابوطالب کے پاس پہنچا۔ انھوں نے وفد کی شکایت سننے کے بعد معقول جواب دے کر اسے واپس کر دیا۔ لیکن دوسرے دن پھر یہ لوگ وہاں پہنچے۔ ابوطالب نے ان کے سامنے آنحضرتؐ کو طلب کیا۔ اور دو بدو بات چیت ہونے لگی۔ وفد کے ارکان نے عتبہ کی کہی ہوئی باتیں دہرائیں۔ لیکن آنحضرتؐ نے جواب میں قرآن عزیز کی چند آیات پڑھ دیں۔ معززین قریش جل بھن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے ابوطالب کو بھی مقابلے کے لئے چیلنج دے گئے۔ ابوطالب نے آنحضرتؐ سے کہا۔ بیٹا! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو، کہ میں اٹھا نہ سکوں۔ میں قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بتوں کو برا کہنا چھوڑ دو۔ یہ سن کر آنحضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ کیونکہ بظاہر یہی چچا ان کی آخری امیدگاہ تھے۔ پھر بھی حضورؐ نے ضبط سے کام لیتے ہوئے جی کڑا کر کے فرمایا "خدا کی قسم، اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند

Marfat.com

لاکر رکھ دیں تو بھی میں اس فرض کو ترک نہیں کر سکتا"۔ اس کے بعد آپ اپنے پیارے اور دل کے سہارے چچا سے یہ کہتے ہوئے اُٹھ کر چل دیئے۔ کہ "میں اپنا فرض انجام دینے سے اس وقت تک باز نہیں رہ سکتا۔ جب تک اس کی تکمیل نہ ہو جائے۔ یا میں اس راہ میں خود ہی ختم نہ ہو جاؤں"۔ اس جواب سے ابو طالب کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اور انھوں نے حضورؐ کو واپس طلب کر کے کہا "اچھا بیٹا! جو چاہو کرو۔ میں آخر دم تک تمھارا ساتھ نہ چھوڑوں گا"۔

حضرت امیر حمزہؓ کا قبول اسلام

ایک دن آنحضرتؐ کوہ صفا کے دامن میں تشریف فرما تھے۔ کہ اتفاق سے ابوجہل ادھر آنکلا۔ اس نے آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہنے کے بعد پتھر مار کر آپ کو مجروح کر دیا حضورؐ چپ چاپ گھر چلے آئے۔ ابوجہل کی لونڈی نے آنحضرتؐ کے چچا امیر حمزہؓ کو جو عرب کے ایک نامور بہادر، جنگ جُو اور پہلوان تھے، اور شکار سے واپس آ رہے تھے۔ یہ سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ حضرت حمزہؓ کو آنحضرتؐ سے غیر معمولی محبت تھی۔ یہ واقعہ سُن کر وہ آگ بگولا ہو گئے۔ اور ابوجہل کو تلاش کیے اس کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ وہ خون میں نہا گیا۔ پھر حضرت حمزہؓ آنحضرتؐ کے پاس جا کر کہنے لگے۔ "بیٹا تمھیں خوش ہونا چاہیئے۔ میں نے ابوجہل سے تمھارا انتقام اس زور شور سے لیا ہے کہ وہ عمر بھر یاد رکھے گا"۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "چچا جان! میں تو جب خوش ہوں گا کہ آپ مسلمان ہو جائیں"۔ حضرت حمزہؓ اسی وقت کلمہ پڑھ کر غلامانِ رسولؐ میں شامل ہو گئے۔ جس سے مسلمانوں کی چھوٹی سی بلاکش جماعت کو بڑا بھاری سہارا مل گیا۔ اس کے دست و بازو کمزور سے قوی ہو گئے اور کفار کے جوشِ مخالفت کی آگ ایک حد تک ٹھنڈی پڑ گئی۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

حضرت امیر حمزہؓ کے قبولِ اسلام کی خبر رؤسائے قریش کے خرمنِ دل پر برقِ بے اماں بن کر گری جس سے ان کی آتشِ عناد اور بھی شعلہ افروز ہو گئی۔ حضرت عمرؓ بھی جن کی پہلوانی، جنگ جوئی اور بہادری کے جھنڈے عرب کے گوشے گوشے میں گڑے ہوئے تھے۔ دوسرے اکابر قریش کی طرح اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی شدید مخالفت میں پیش پیش تھے۔ ایک دن کفار کی مجلس گرم تھی۔ ہر ایک آنحضرتؐ کو شہید کر دینے کی ڈینگیں مار رہا تھا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بول اٹھے "اے گروہ قریش سُنو! میں وعدہ کرتا ہوں

کر تنہا اس فتنے کے بانی محمد (صلعم) کا سر قلم کر کے اپنی قوم کو اس مصیبت سے نجات دلاؤں گا"۔ یہ سُن کر ابو جہل کی باچھیں کھل گئیں۔ بولا۔ "عمرؓ اگر تم نے یہ مہم سر کر لی۔ تو سو اونٹ اور ہزار اوقیہ چاندی بطور نذر پیش کروں گا۔ حضرت عمرؓ ایفاء عہد کی غرض سے شمشیر برہنہ ہاتھ میں لئے آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلے۔ راستے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ملے۔ پوچھا۔ "عمرؓ یوں تیغ بکف کدھر جا رہے ہو"۔ بولے۔ "محمد (صلعم) کو قتل کرنے کے لئے"۔ حضرت سعدؓ نے کہا "پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی تو خبر لو۔ وہ دونوں اسلام قبول کر چکے ہیں"۔ حضرت عمرؓ یہ چبھتا ہوا فقرہ سُنتے ہی غیظ و غضب میں بھرے بہن کے گھر کو روانہ ہوئے۔ فطرت مسکرا کر زبان سکوت سے گویا ہوئی۔ کہ عمرؓ کے راستے کی یہ تبدیلی اس کی تقدیر کی تبدیلی ہے"۔ بہن کے گھر پہنچتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بہنوئی سے گتھم گتھا ہو گئے۔ اور مار مار کر کچومر نکال دیا۔ بہن چھڑانے آئی۔ تو اسے بھی زدوکوب کیا۔ آخر بہن نے ہمت و جرأت سے کہا۔ "عمرؓ! جو چاہو کرو۔ ہم تو مسلمان ہو چکے" حضرت عمرؓ نے کہا۔ "اچھا مجھے وہ کلام تو سُناؤ۔ جو تم دونوں ابھی پڑھ رہے تھے۔ اور میں نے گھر میں قدم رکھتے ہی تمہاری آواز سُن لی تھی"۔ حضرت عمرؓ نے جب قرآن کریم کی آیات سُنیں۔ تو ان پر گویا جادو کر دیا گیا۔ وہ بُت سے بن گئے۔ اور آنسو تھے کہ مسلسل آنکھوں سے بہہ رہے تھے تھوڑی دیر کے بعد اسی طرح شمشیر بدست آنحضرتؐ کی طرف چلے۔ لیکن اب اس شمشیر کا خم سر تسلیم کے خم کا ترجمان تھا۔ حضورؐ اس وقت دارِ ارقم میں مقیم تھے۔ حضرت عمرؓ نے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ صحابہ کرامؓ اس حالت میں دروازہ کھولنے سے ہچکچائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "ہچکچاہٹ کس لئے۔ دروازہ کھول دو"۔ حضرت امیر حمزہؓ بولے۔ "ہاں ہاں اسے اندر آنے دو۔ نیک نیتی سے آیا ہے۔ فبہا۔ ورنہ ایک ہی وار سے اسی کی شمشیر عریاں اس کے گلے میں حمائل کر دی جائے گی"۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ اور حضرت عمرؓ اندر آئے۔ آنحضرتؐ نے ان کا دامن جھٹک کر فرمایا۔ "کہو عمرؓ! کس لئے آئے ہو"؟ عرض کی۔ "مسلمان ہونے کے لئے"۔ آنحضرتؐ نے وفورِ شادمانی سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ساتھ ہی صحابہ کرامؓ نے اس زور سے اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ کہ آس پاس کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ سبحان اللہ!

آسمان شجاعت کے درخشاں ستارے یعنی حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے دائرہ اسلام

میں داخل ہوجانے سے مسلمانوں کی قلیل و بے کس جماعت کو بڑی بھاری تقویت حاصل ہوگئی۔ حضرت عمرؓ نے کھلم کھلا اپنے مسلمان ہوجانے کا اعلان کیا۔ اور شمع رسالت کے پروانے جو چھپ چھپ کر اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرتے تھے، اب کھلے بندوں حرم میں فریضۂ نماز ادا کرنے لگے۔

حبشہ کی ہجرت

اب مشرکین مکہ نے مسلم آزاری کی رفتار تیز سے تیز تر کردی۔ اور سرزمین حرم میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے انھیں حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ۵ بعثت میں گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا چھوٹا سا قافلہ عازم حبشہ ہوگیا۔ کفار نے تعاقب کیا، مگر بے سود۔ حبشہ کا عیسائی حاکم نجاشی شریف النفس اور بے تعصب تھا۔ مسلمانوں کو وہاں پہنچ کر قدرے سکون و اطمینان نصیب ہوا۔ اس پر مسلمان یکے بعد دیگرے ہجرت کرکے حبشہ جانے لگے۔ قریش کو بھلا یہ کب گوارا تھا۔ چنانچہ انھوں نے تیغ مظالم کو اور آب دے کر مسلمانوں پر زیادہ صبر آزما مصیبتوں کے پہاڑ توڑنے شروع کردئے اور عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو تحفے دے کر حبشہ بھیج دیا۔ کفار کے ان سفیروں نے نجاشی کے درباریوں کا دل مٹھی میں لے کر نجاشی سے استدعا کی۔ کہ ہمارے بعض غلاموں نے برگشتہ ہوکر اپنا موروثی مذہب ترک اور ایک اور نیا دین اختیار کیا ہے۔ اور وہ یہاں بھاگ آئے ہیں۔ اس لئے انھیں ہمارے سپرد کیا جائے۔ نجاشی نے ان مہاجر مسلمانوں کو بلاکر پوچھا۔ "تم نے کون سا نیا مذہب اختیار کیا ہے"؟ اس پر حضرت جعفرؓ نے یوں تقریر شروع کی:۔

"اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل اور بتوں کے پجاری تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ سیاہ کار تھے۔ قطع رحم اور ہمسایوں سے بدسلوکی ہمارا وتیرہ تھا۔ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" ہم نے اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ اس اثنا میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں میں سے ایک ایسے شخص کو ہمارے لئے رسول بناکر بھیجا جس کی صداقت، امانت، دیانت، شرافت اور خاندان سے ہم لوگ بخوبی واقف ہیں۔ اس نے ہمیں بتوں کی پوجا سے ہٹاکر خدائے واحد کا پرستار بنایا اور ہدایت کی، کہ سچ بولیں۔ امانت و دیانت سے کام لیں۔ صلہ رحمی کریں۔ خوں ریزی اور لوٹ مار سے باز آئیں۔ پاک دامن عورتوں

Marfat.com

پر بہتان نہ لگائیں۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی پابندی کریں۔ ہم نے اس رسول پر ایمان لاکر اس کی اطاعت کی، اور تمام برُے کام چھوڑ دئے۔ بس یہ وجہ ہے کہ ہماری قوم ہم سے بگڑ گئی۔ اور ہمیں گوناگوں تکلیفیں پہنچائیں۔ ہم مجبوراً ہجرت کرکے یہاں آپ کی پناہ میں آگئے۔"

نجاشی نے ہمہ تن گوش ہوکر یہ تقریر سُنی۔ پھر بولا۔" ذرا وہ کلام ربانی تو سناؤ، جو تمہارے رسول پر نازل ہوا ہے"۔ حضرت جعفرؓ نے کھیٰعص کے شروع کی آیات سنائیں۔ جن سے نجاشی اور اس کے تمام درباری پیکر رقت بن گئے۔ نجاشی نے کہا۔" واللہ اس میں اور عیسیٰؑ کے کلام میں ایک ہی رنگ ہے۔" اب قریش کے سفیروں نے دوسرا رنگ بدلا۔ نجاشی سے کہنے لگے " یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کو بھی اچھا نہیں سمجھتے"۔ حضرت جعفرؓ فوراً بول اٹھے۔" غلط ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ" حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے، اس کے رسول اور اس کی روح ہیں"۔ نجاشی نے کہا۔" تم سچ کہتے ہو۔ انجیل میں بھی یہی لکھا ہے"۔ نجاشی نے سفیرانِ قریش کو کورا جواب دے دیا۔ اور ان کے تحفے واپس کرکے انھیں ناکام لوٹا دیا۔

کچھ عرصے کے بعد حبشہ میں رہنے والے مہاجرین نے قریش مکہ کے مسلمان ہوجانے کی خبر سُنی۔ اور اسی بنا پر مکہ واپس چل دئے۔ پاس پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط ہے۔ مہاجرین میں سے بعض نے تو حبشہ کی جانب مراجعت کی۔ اور اکثر مکہ میں داخل ہوکر کسی نہ کسی کی پناہ میں آگئے لیکن ان لوگوں نے اور مسلمانوں کو ساتھ لے کر پھر حبشہ کا رُخ کیا۔ اسے حبشہ کی دوسری ہجرت کہتے ہیں۔

شعب ابی طالب

جب قریش نے دیکھا کہ ان کی انتہائی تشدد آفرینیوں اور ظلم آرائیوں کے باوجود اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ آئے دن اس کا حلقہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ تو انھوں نے ایک مجلس مشاورت منعقد کرکے فیصلہ کیا کہ اتمام حجت کے طور پر پہلے ابوطالب سے کہا جائے۔ وہ محمدؐ کو ہمارے سپرد کردیں۔ اگر وہ نہ مانیں، تو ان سے شادی بیاہ، میل ملاقات وغیرہ ہر قسم کے تعلقات توڑ کر مکمل معاشری مقاطعہ کردیا جائے۔ قریش نے ایک عہدنامہ مرتب کرکے اس پر دستخط کئے۔ اور اسے

Marfat.com

پوری طرح نباہنے کے لئے قسمیں کھائیں۔

ابوطالب جو اپنے بھتیجے کے سچے عاشق تھے۔ یہ کڑی شرط کیونکر مان سکتے تھے۔ چنانچہ وہ مجبوراً سینے پر صبر کی سل رکھ کر اپنے تمام افراد خاندان کے ہمراہ مکہ کے نزدیک ایک گھاٹی میں جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور تھی۔ چلے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد رسد کا سامان ختم ہوگیا اور مسلمانوں پر مصیبت و عسرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ فاقوں پر فاقے انھوں نے سہے۔ درختوں کے پتے انھوں نے کھائے۔ سوکھا چمڑا بھون کر انھوں نے چبایا۔ مگران کے پائے استقامت میں سر مو فرق نہ آیا۔ آخر بنی ہاشم کے بعض قریبی عزیزوں کی رگ حمیت پھڑک اٹھی۔ اور انھوں نے اس قبیلے کی مظلومیت پر ترس کھا کر عہدنامہ چاک کر دیا۔ محصور و مصیبت زدہ مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔۔۔ وہ پورے تین سال تک مصائب و حوادث کے آتشیں سمندر میں تیرنے کے بعد ساحلِ امن پر اُترے۔ اور مکہ پہنچ کر اپنے اپنے گھروں میں قیام پذیر ہوگئے۔

معراج اور نماز

اسی سال آنحضرتؐ کو معراج ہوئی۔ حضورؐ براق پہ سوار ہو کر مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے۔ وہاں سے آسمان کی طرف پرواز کر کے حضرت جبرئیلؑ کی وساطت سے تمام افلاک کی سیر فرمائی۔ بعض انبیاؑ سے ملاقات کی۔ بہشت و دوزخ کا معائنہ کیا۔ اور مقام محمود میں، پہنچ کر ذات باری تعالےٰ کے بے حجاب دیدار اور ہم کلامی کے یگانہ شرف سے بہرہ یاب ہوئے۔ اسی معراج کے دوران میں پانچ وقتوں کی نماز فرض ہوئی۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

شعب ابی طالب سے نکلے اور قدرے اطمینان کا سانس لئے ابھی تھوڑے دن گزرے تھے کہ آنحضرتؐ کے محبوب چچا ابوطالب نے اسّی سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس سے تقریباً دو مہینے بعد سنہ ۱۰ نبوی میں آپ کی اخلاص کیش و جان نثار حرم محترم حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔ گویا ایک ہی سال میں حضورؐ کے دو مخلص محسن اور ظاہری سہارے دنیا سے اُٹھ گئے۔

مختلف قبیلوں میں تبلیغِ اسلام

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کے بعد قریش اور بھی کھل کھیلنے اور زیادہ سے زیادہ بے باکی و شدت سے

ساتھ ایذا رسانی پر تُل گئے۔ مکہ والوں سے مایوس ہو کر آنحضرتؐ زید بن حارث کو ساتھ لے کر طائف تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے رؤسا کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن وہ سنگ دلی، سرکشی اور ظلم وستم کا طوفان برپا کرنے میں اہل مکہ سے بھی چار قدم آگے نکلے۔ ان ظالموں نے لونڈوں اور بدمعاشوں کو حضورؐ کے پیچھے لگا دیا۔ جو تالیاں بجاتے، بکواس کرتے، اینٹیں برساتے، ڈھیلوں اور پتھروں کی لگاتار بارش سے سارا جسم مبارک اور خصوصاً پنڈلیاں لہولہان ہو گئیں۔ اسی حالت میں آپ نے مایوس ہو کر مکہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ وہاں مطعم بن عدی نے آنحضرتؐ کو اپنی ضمانت اور پناہ میں لے لیا۔ آپ کی ہمت بڑھ گئی، اور آپ نے مکہ کے قرب وجوار میں رہنے والے مختلف قبیلوں میں جا کر مشرکوں کو توحید کا پیغام سنایا۔ بنی کندہ، بنی عبداللہ اور بنی حنیفہ کی قیام گاہوں میں بھی تشریف لے گئے۔ لیکن موخر الذکر قبیلے کے ظالم افراد عرب بھر میں سب سے بُری طرح آپ کے ساتھ پیش آئے۔ باہر سے آنے والے مسافروں اور حج کے دنوں میں مختلف ممالک کے قافلوں کی اقامت گاہوں پر جا کر آپ نے اسلام پیش کیا۔ بنی عامر، بنی محارب، بنی شیبان، بنی کلب، مرہ، فزارہ، ذہل، غسان، عذرہ، سلیم، حارث، عبید وغیرہ قبائل میں بھی حضورؐ نے تبلیغ اسلام فرمائی۔ ابوجہل اور ابولہب ہر جگہ آپ کے ساتھ ساتھ لگے پھرتے۔ اور لوگوں کو آپ سے بدگمان کرتے ہوئے آپ کی باتیں سُننے سے منع کرتے تھے۔ ان حالات میں ایک روز آنحضرتؐ رات کے وقت مکہ سے کچھ فاصلے پر عقبہ تشریف لے گئے۔ وہاں ایک جگہ چند آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ پاس گئے تو چھ آدمی تھے۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ قبیلہ خزرج کے آدمی ہیں، جو مدینہ حج کرنے آئے ہیں۔ آپ نے انھیں پیغام حق سنا کر قرآن عزیز کی آیات تلاوت فرمائیں۔ وہ لوگ مسحور ہو کر نہایت حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اور اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اس واقعے سے اسلام کی تاریخ کا نیا باب شروع ہوتا ہے۔ یہ سعید الفطرت مومنین یہیں سے مدینہ واپس چلے گئے۔ اور وہاں پہنچتے ہی دعوت وتبلیغ شروع کر دی۔ جس سے تھوڑے ہی دنوں میں مدینہ کے در و دیوار سے اسلام کی نورانی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگیں۔

عقبہ کی پہلی اور دوسری بیعت | ۱۲ سنہ نبویؐ میں بھی حالات رو بہ اصلاح نہ ہوئے

Marfat.com

قریش کی دشمنی حسب سابق زوروں پر تھی۔ آنحضرتؐ کو ان چھ مخلص نومسلموں کا بہت زیادہ خیال تھا۔ جنھوں نے مدینہ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کر رکھا تھا۔ اسی فکر و خیال کی حالت میں حج کا مہینہ آگیا۔ اور آپ ایک روز عقبہ جاکر مدینہ کے قافلے پر نظریں دوڑانے لگے۔ اتفاق سے وہی نومسلم نظر آ گئے۔ انھوں نے بھی آنکھ اٹھا کر دیکھا۔ اور فرط محبت وعقیدت سے آگے بڑھ کر دست بوس ہوئے۔ اب کے یہ بارہ آدمی تھے۔ اور اوس وخزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے ان بارہ اصحاب نے آنحضرتؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اسے عقبہ کی پہلی بیعت کہتے ہیں۔ حضورؐ نے ان حضرات کی درخواست پر مصعب بن عمیرؓ کو مبلّغ کے طور پر ان کے ساتھ کر دیا۔

مصعبؓ مدینہ پہنچے تو وہاں کے رئیس سعد بن زرارہ کے یہاں قیام کیا۔ پھر اسی جگہ کو تبلیغ اسلام کا مرکز بنا کر مدینہ کے کوچہ و برزن کو اسلام کے نور سے لبریز کر دیا اور یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا کا فردوس نگاہ منظر سامنے آگیا۔

۱۳ھ نبویؐ کے ذی الحجہ میں مصعب بن عمیرؓ بہتر مردوں اور دو عورتوں کا قافلہ لے کر عازم مکہ ہوئے۔ آنحضرتؐ اس قافلے کے ورود مکہ کی خبر پاکر حضرت عباسؓ کو جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے، ساتھ لئے وادیٔ عقبہ میں تشریف لے گئے۔ اس قافلے میں بعض غیر مسلم بھی تھے جو اسلام کو اچھا سمجھ کر مسلمانوں کو ہمدردی کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت عباسؓ اور آنحضرتؐ نے تقریریں فرمائیں۔ اور سارے کا سارا قافلہ بیعت کی سعادت سے مشرف ہوا۔ یہ عقبہ کی دوسری بیعت کہلاتی ہے۔

Marfat.com

ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری
لسید صاحب حمید

تیسرا باب

مدینہ کی طرف ہجرت

اس بیعت کے بعد قریش نے مسلمانوں پر ستم آرائیوں کا شکنجہ اور کس دیا۔ یہاں تک کہ ان پر عرصۂ حیات تنگ کر کے مکّہ میں ان کا قیام غیر ممکن بنا دیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمان رفتہ رفتہ مکّہ سے نکل کر کثیر تعداد میں مدینہ پہنچ گئے۔ اور آنحضرتؐ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ یا چند غریب و کمزور مسلمان باقی رہ گئے۔ قریش یہ سب کچھ دیکھتے اور دانت پیس پیس کر رہ جاتے تھے۔ ان حالات سے ان کی چھاتی پر سانپ لوٹ گیا۔ اور وہ رات دن اسی فکر میں رہنے لگے کہ کسی نہ کسی طرح اس نئے دین کے داعی ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ چنانچہ اس اہم امر کا فیصلہ کرنے کے لئے قریش کے چیدہ چیدہ سرداروں نے دارالندوہ میں مجلس مشاورت منعقد کی۔ اس چڑیا گھر میں بڑے بڑے جگادریوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنی شروع کیں۔ کسی نے کہا۔ محمدؐ کو پا بجولاں کر کے ایک کمرے میں بند کر دو۔ کوئی بولا انھیں ہمیشہ کے لئے دیس نکالا دے دو۔ آخر ابوجہل کی طرف سے پیش کی ہوئی یہ قرارداد بالاتفاق منظور کی گئی، کہ ہر قبیلے سے ایک ایک بہادر چن لیا جائے۔ اور یکبارگی ہر طرف سے محمدؐ کو حلقے میں لے کر تلواروں کا مینہ برساتے ہوئے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اس تجویز کو لباسِ عمل پہنانے کے لئے کافی رات گزر جانے کے بعد کفّار نے آنحضرتؐ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اور آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگے۔

ادھر علیم حقیقی نے وحی کے ذریعے سے آنحضرتؐ کو قریش کی سازش سے آگاہ کر کے ہجرت کا حکم نازل فرمایا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو بلا کر اہلِ مکّہ کی تمام امانتیں ان کے سپرد کیں۔ اور فرمانِ الٰہی کے مطابق فرمایا: میں مدینہ جا رہا ہوں۔ تم میرے پلنگ پہ میری چادر اوڑھ کر سو رہنا، اور صبح

ہی ہر امانت اس کے مالک کے حوالے کر کے تم بھی مدینہ چلے آنا۔ رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں آنحضرتؐ گھر سے نکلے۔ مٹھی بھر خاک لے کر اس پر دم کیا۔ اور کفار کی طرف پھینک دی۔ اس طرح آپ دشمنوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالتے ہوئے بے خوف ہو کر صاف نکل گئے۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ان کے دیدہ و دل انتظار یار میں فرش راہ تھے۔ اسی وقت دونوں عازم سفر ہوئے۔ اور مکہ سے تین چار میل دُور غار ثور میں جا کر چھپ رہے۔ تین دن تک وہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام روزانہ بکری کا دودھ دے آتا۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ دن بھر کفار مکہ کی نقل و حرکت دیکھتے رہتے۔ اور رات کو آکر تمام حالات بتا دیا کرتے۔ ان کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کھانا تیار کر کے پہنچا جاتیں۔

اِدھر کفار کی آنکھیں کھلیں، تو انھوں نے حضرت علیؓ پر آنحضرتؐ کا گمان کیا۔ اور بیتابی سے انتظار کرنے لگے کہ آپ کب باہر تشریف لاتے ہیں۔ جب حضرت علیؓ سو کر اٹھے، اور فجر کی نماز کے لئے باہر نکلے، تو کفار حیران و پریشان ہوئے، اور انھیں ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ کر چھوڑ دیا۔ پھر آنحضرتؐ کی تلاش میں تگ و دو کرنے لگے۔ آخر ناکام و نا اُمید ہو کر اعلان کر دیا کہ جو شخص محمدؐ کو گرفتار کر کے لائے گا، اسے سو اونٹ دئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں بہت سے لوگ آپ کو ڈھونڈنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ آخر سراغ لیتے ہوئے غار ثور کے بالکل پاس ہی پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اندر سے ان لوگوں کے پاؤں دیکھے اور آوازیں سنیں، تو گھبرا کر بولے "حضورؐ! کفار تو یہاں بھی آپہنچے"۔ فرمایا "مطلق نہ ڈرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے"۔ غرض کفار مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ اور آنحضرتؐ نے اطمینان سے عبداللہ بن اریقط کو جو غیر مسلم ہونے کے باوجود ایک قابلِ اعتماد شخص تھا اور جسے دلیل راہ مقرر کر کے دو اونٹنیاں تیار رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اطلاع دے دی۔ کہ اونٹنیاں لے کر دامنِ ثور میں پہنچ جاؤ۔ اس نے تعمیل ارشاد کی اور دونوں یار غار وہاں سے نکلے۔ القصوا اونٹنی پر آنحضرتؐ۔ دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیقؓ مع خادم عامر کے اور اونٹ پر عبداللہ بن اریقط سوار ہوا۔ اور چار آدمیوں کا یہ چھوٹا سا قافلہ ایک غیر معروف راستے سے عازم مدینہ ہوا۔ آنحضرتؐ نے اونٹنی پر سوار ہوتے ہی مکہ کی جانب ایک حسرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے فرمایا۔ مکہ! تو مجھے دنیا کے تمام شہروں سے پیارا ہے

Marfat.com

لیکن تیرے باشندے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے"۔ قریش کا ایک نامور بہادر سراقہ کسی شخص کے پتہ بتانے پر انعام کی طمع میں ہتھیار سجا کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور بتائے ہوئے راستے پر گھوڑا سرپٹ دوڑا کر ہوا ہوگیا۔ قریب پہنچ کر سراقہ کے گھوڑے نے لگاتار ٹھوکریں کھائیں۔ اور سراقہ ہر دفعہ زمین پر آ رہا۔ آخری مرتبہ تو گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ ڈر گیا کہ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے۔ چنانچہ وہ گرفتاری کا خیال چھوڑ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچا اور معذرت طلب کرتے ہوئے امان نامہ عنایت فرمانے کی درخواست کی۔ آنحضرتؐ نے عامر سے ایک تحریر لکھوا کر اسے دے دی۔ اور تیزی سے قطع مسافت کرنے کے لئے آگے بڑھے۔

آٹھ دن کی مسلسل جادہ پیمائی کے بعد رہ نوردان محبت کے میر کارواں آنحضرتؐ مدینے سے دو میل اِدھر قبا کے قریب پہنچے۔ اہلِ مدینہ بیتابی سے حضورؐ کے منتظر تھے۔ ہر روز صبح شہر سے باہر آکر انتظار کرتے اور دوپہر تک راستہ دیکھنے کے بعد لوٹ جاتے۔ ایک دن اسی طرح انتظار کرکے واپس جا چکے تھے۔ کہ ایک یہودی جو اتفاقاً اس وقت اپنے مکان کی چھت پر چڑھا ہوا تھا بلند آواز سے بولا۔ "عرب والو! جس کے انتظار میں تم بے چین تھے، وہ آپہنچا"۔ یہ سنتے ہی قبا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور تکبیر کے فلک پیما نعروں سے فضائے آسمانی گونج اٹھی۔ آنحضرتؐ نے قبا میں پہلی منزل کی اور کلثوم بن ہدم کو میزبانی کا فخر بخشا۔ انصاری گروہ در گروہ خدمت نبویؐ میں حاضر ہونے لگے۔ دو ہفتے تک آپ یہاں مقیم رہے۔ اور ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ تاریخ اسلام میں اس مسجد کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔

خوش قسمت تھے وہ لوگ جنھوں نے حضورؐ کا دیدار کیا۔
یا ہے کاش ہم بھی ان میں شامل ہوتے

مدینہ میں داخلہ

اس کے بعد آنحضرتؐ عزم فرمائے مدینہ ہوئے۔ بنی سالم کے محلے میں جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ خیر مقدم کے لئے مدینہ کا شہر امنڈ آیا تھا۔ انصاریوں کے قبائل ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ جب کوکبۂ رسالت وارد مدینہ ہوا تو شہر بھر میں مسرت و انبساط کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ عورتیں چھتوں پر چڑھ کر خوشی کے گیت گاتے اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دف بجا بجا کر استقبال کا ترانہ الاپنے لگیں۔ ہر قبیلہ حضورؐ کا شرف میزبانی حاصل کرنے کے لئے بیقرار تھا۔ کہ ناقۂ نبویؐ حکم الٰہی کے مطابق خود بخود حضرت ابوایوب انصاریؓ

کے مکان کے پاس پہنچ کر ٹھہر گیا۔ آنحضرتؐ ناقے سے اُترے۔ اور اسی مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ سات مہینے تک آپ یہیں اقامت فرما رہے۔ اسی وقت سے سن ہجری شروع ہوتا ہے۔

مسجد کی تعمیر

آنحضرتؐ کی قیام گاہ کے پاس دو یتیم لڑکوں کی غیر آباد افتادہ زمین تھی۔ لڑکوں کے رشتہ دار و سرپرست معاذ بن عفراء نے حضورؐ کا ارادہ معلوم کر کے مسجد کے لئے یہ زمین بے قیمت نذر کرنی چاہی۔ مگر آپ نے اصرار سے قیمت ادا فرما کر صحابہؓ کی معیت میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر فرمائی۔ جس کی دیواریں گارے سے۔ ستون کھجور کے تنوں سے۔ اور چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے تیار کی گئی۔ پاس ہی غریب مسلمانوں کے رہنے کے لئے صفّہ کے نام سے ایک چبوترہ بنایا گیا۔ بعد میں ازواج مطہرات کے لئے حجرے تعمیر کئے گئے۔ مسجد کی تکمیل کے بعد باجماعت نماز کا اہتمام کیا گیا۔ اور حضرت عمرؓ کی تجویز کے مطابق اذان کے طریق پر عمل ہونے لگا۔

مہاجرین اور انصار میں بھائی چارا

مدینہ میں وارد ہو کر آنحضرتؐ نے سب سے پہلے اس امر اہم کی طرف عنانِ توجہ منعطف فرمائی۔ کہ شہر میں امن و امان قائم کر کے باشندوں کے درمیان محبت و اخوت کے تعلقات استوار کئے جائیں۔ ایک طرف تو آپ کو یہ خیال تھا کہ مہاجرین اہلِ مدینہ کے لئے ناقابلِ برداشت بوجھ ثابت نہ ہوں۔ دوسری طرف یہ بھی محسوس ہو رہا تھا، کہ مہاجرین نے محض دین قیمؔ کی خاطر گھر بار، رشتہ دار اور مال و دولت چھوڑ کر مدینہ کو اپنا مسکن بنایا ہے۔ کہیں ان کی دل شکنی نہ ہو لہٰذا آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم کر کے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ یہ دینی بھائی چارا حقیقی بھائی چارے سے بڑھ گیا۔ انصار نے مہاجر بھائیوں کے باب میں ایسے خلوص، ایسے ایثار اور ایسی مہمان نوازی کا ثبوت دیا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ انھوں نے مہاجرین کو اپنی ہر چیز اور ہر کام میں برابر کا شریک بنا لیا۔ یہاں تک کہ بعض انصار نے جن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے عقد میں دے دی۔ مہاجرین بھی انصار کے لئے

Marfat.com

بار خاطر ثابت نہ ہوئے۔ بلکہ انھوں نے محنت مزدوری، دکانداری اور تجارت شروع کردی اور اپنا بار معاش آپ اٹھانے لگے۔

آنحضرتؐ کو یہود مدینہ کی طرف سے خطرات تھے۔ کیونکہ انصار کے مقابلے میں وہ نمایاں حیثیت اور اثر و اقتدار کے مالک تھے۔ اس لئے آپ نے ان سے ایک معاہدہ کرلیا۔ جس کی اہم شرائط یہ تھیں کہ فریقین تیسرے فریق کے ساتھ جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ اور صلح میں بھی یکساں شریک ہوں گے۔ البتہ مذہبی جنگ پر اس شرط کا اطلاق نہ ہوگا۔ قصاص اور فدیہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ یہودی قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف امان نہ دیں گے۔ مدینہ کے اندر قتل و خون حرام ہوگا۔

اسی سال یعنی سلہ میں حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا۔ اور زکوٰۃ فرض قرار دی گئی۔

صفحہ ۵۷ پڑھیے

اب تک مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے قبلہ بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اسلام جیسے عالی شان مذہب کے لئے ایک خاص و مابہ الامتیاز قبلے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک سال چار مہینے کے بعد شعبان سلہ میں حکم الٰہی کے مطابق کعبہ ابراہیمی ملت خلیلی کا قبلہ قرار پایا۔ اور رمضان کے روزے فرض کردئے گئے۔

غزوات

Contents

کفار مکہ کی مخالفت

مکہ میں کفار کی ناکامی ان کے سمندِ انتقام کے لئے تازیانہ بن گئی۔ چنانچہ وہ دن رات اسی ادھیڑ بن میں رہنے لگے۔ کہ کس طرح آنحضرتؐ اور مسلمانوں کو قتل و تباہ کیا جائے۔ ادھر حضورؐ بھی اس متوقع خطرے کو پوری طرح محسوس فرما چکے تھے۔ اس دوران میں مکہ کے ایک رئیس کرز بن جابر نے مدینہ کی چراگاہ پر دھاوا کرکے بہت سے اونٹ لوٹ لئے۔ علاوہ بریں کفار مکہ نے خفیہ طور پر عبداللہ بن ابی اور یہود مدینہ سے خط و کتابت کرکے انھیں مسلمانوں کے خون کا پیاسا بنادیا تھا۔

(1)

غزوہ بدر قریش نے جنگ کی تیاری مکمل کرکے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے باگ اٹھائی۔ ابوجہل

Marfat.com

ایک ہزار جانباز بہادروں کی زبردست فوج لے کر جس میں سات سو اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے بڑے کرّوفر کے ساتھ مکّے سے روانہ ہوا۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے صحابہ کرامؓ کو طلب فرما کر ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ مہاجرین اور انصار، دونوں نے پُرجوش، پُرخلوص اور سرفروشانہ جذبات سے لبریز تقریریں کیں۔ انصار کے نمائندہ حضرت سعد بن معاذؓ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان کفار کی تو ہستی ہی کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔ جب حضورؐ کو پورا اطمینان ہو گیا۔ تو رمضان سنہ ۲ھ میں تین سو تیرہ مجاہدین کی مٹھی بھر جماعت کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام بدر پر آئے تو معلوم ہوا کہ کفار پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر قابض ہو چکے ہیں۔ مسلمانوں نے ایک چشمے کے قریب ڈیرے ڈالے صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کے لئے ایک مختصر سی جھونپڑی بنا دی۔ آپ رات بھر عبادت کرتے اور دُعا مانگتے رہے۔ صبح کو فوج کی ترتیب درست کر کے بارگاہ ایزدی میں التجا کی۔ "اے خدا اپنا وعدہ پورا کر۔ اگر آج تیرے یہ چند مخلص و جاں نثار بندے فاتحانہ طریق پر زندہ و سلامت نہ رہے۔ تو پھر قیامت تک تیری پرستش کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔"

۱۷ رمضان المبارک سنہ ۲ھ کو لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ رسم عرب کے مطابق کفار کی فوج میں سے عتبہ، شیبہ اور ولید میدان میں نکلے۔ اور مقابلے کے لئے اسلامی لشکر سے تین شخص طلب کئے چنانچہ انصار کے تین بہادر عوفؓ، معوذؓ اور عبداللہؓ آگے بڑھے۔ عتبہ نے ان سے نام وغیرہ پوچھ کر آنحضرتؐ سے کہا۔ ہمارے مقابلے کے لئے قریش میں سے مہاجرین کو بھیجو۔ اس پر حضرت حمزہؓ، حضرت عبیدہؓ اور حضرت علیؓ مقابلے کو نکلے۔ جنگ آزمائی ہونے لگی۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے اپنے حریفوں کو ایک ہی وار میں ختم کر دیا۔ شیبہ کے مقابلے میں حضرت عبیدہؓ مجروح ہوئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عام جنگ ہونے لگی۔ دونوں طرف سے خوب خوب بہادری کے جوہر دکھائے گئے۔ لیکن آخر کفار نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ اور مسلمانوں نے علَمِ فتح بلند کیا۔ کفار کے ستّر آدمی مقتول اور نوّے اسیر ہوئے اور مسلمانوں میں سے صرف چودہ صحابہؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جن میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے ابو جہل کا سر کاٹ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ

Marfat.com

نے خدا اور رسولؐ کے اس سب سے بڑے دشمن کا سر دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اللہ اکبر

قیدیوں سے سلوک

مدینہ پہنچنے پر آنحضرتؐ نے اسیرانِ جنگ کفار کو صحابہؓ میں تقسیم کر کے حکم صادر فرمایا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ اس پر صحابہؓ نے پوری طرح عمل کیا۔ خود کھجوریں کھائیں اور قیدیوں کو کھانا کھلایا۔ ضرورت مندوں کو کپڑے بھی دیئے۔ اس کے بعد حضورؐ نے مسجد نبویؐ میں اسیروں کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے رائے دی۔ کہ قیدیوں کی گردن ماردی جائے۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کو کچھ مالی فائدہ پہنچے اور ان کے جنگی سازوسامان میں اضافہ ہو سکے۔ ممکن ہے کہ سعید الفطرت قیدیوں کو قبول اسلام کا شرف حاصل ہو جائے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد بڑھ جائے۔ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے سے اتفاق فرمایا۔ اور فدیہ لے کر سب قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ جو قیدی زرِفدیہ ادا نہ کر سکتے تھے۔ لیکن لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ انھیں حکم دیا گیا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو۔ تمھیں آزاد کر دیا جائے گا۔

اسی رمضان المبارک کے اواخر میں صدقہ فطر واجب ہوا۔ عیدالفطر و عیدالاضحیٰ کی نمازیں اور قربانی مقرر ہوئی۔ آنحضرتؐ نے اپنی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح سوا سو روپے کی زرہ کے مہر پر حضرت علیؓ سے اور دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ سے کیا۔ حضرت فاطمہؓ کا جہیز ایک چارپائی، ایک چمڑے کے گدے، ایک چھاگل، دو چکیوں اور دو مٹی کے گھڑوں پر مشتمل تھا۔

(2)

غزوۂ سویق

غزوۂ بدر میں قریش کے متعدد بڑے بڑے رئیس موت کے گھاٹ اُتارے گئے تھے۔ اس لئے ان کے دلوں میں انتقام کی آگ پورے زور سے بھڑک اٹھی۔ چنانچہ اس جنگ سے دو مہینے بعد ابوسفیان جو قریش کی مسندِ ریاست پر متمکن تھا۔ دو سو سواروں کا دستہ لئے چھپ چھپا کر مدینہ پہنچا۔ اور سلام یہودی سے وہاں کے پوشیدہ راز معلوم کرنے کے بعد عریض پر حملہ کر کے حضرت سعید بن عمروؓ انصاری اور ان کے ایک حلیف کو شہید کر دیا۔ آنحضرتؐ کو خبر ہوئی تو مسلمانوں کو ہمراہ لے کر اس کے

Marfat.com

تعاقب میں نکلے۔ مگر ابوسفیان مع سواروں کے بھاگ چکا تھا۔ کفار بھاگتے ہوئے ستوؤں کے تھیلے راستے میں پھینکتے گئے۔ مسلمان تھوڑی دور تک تعاقب کرنے کے بعد لوٹ آئے۔ ستو کو عربی میں سویق کہتے ہیں۔ اس لئے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے مشہور ہوا۔

(3) غزوۂ اُحد

کفار کی آتشِ انتقام ابھی فرو نہ ہوئی تھی۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے باپ اور بھائی کو بدر کے میدان کارزار میں خاک و خون میں تڑپا دیا گیا تھا۔ اس نے اپنے شوہر کو غیرت دلائی۔ اس طرح جن لوگوں کے قرابت دار رزم گاہ بدر میں واصل جہنم ہو گئے تھے۔ انھوں نے ابوسفیان کے جذبات مشتعل کرنے میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں۔ اس پر ابوسفیان آگ بگولا ہو گیا۔ اور نہایت زور شور سے جنگ کی تیاری کرنے لگا۔ قریش کے نے پورا سال لڑائی کی زبردست تیاریوں میں صرف کر دیا۔ اور مدینہ کے یہودی اور منافق بھی ان کی پشت پناہ بن گئے۔ چنانچہ کفار کے سپہ سالار اعظم ابوسفیان کی سرکردگی میں تین ہزار جنگ جو بہادروں کا لشکرِ جرار مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ آنحضرتؐ کو خبر ہوئی۔ تو صحابۂ کرام کی ایک مجلس مشاورت طلب فرمائی۔ اکثر مہاجرین اور انصار نے بالاتفاق اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ شہر کے اندر ہی رہ کر مدافعت کی جائے۔ لیکن پُرجوش نوجوان کہتے تھے کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ اس پر حضورؐ ایک ہزار کی فوج کو لے کر مدینہ سے نکلے۔ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر واپس چلا آیا۔ اور عذر لنگ یہ تراشا، کہ ہماری رائے پر عمل نہیں کیا گیا۔ غرض آنحضرتؐ سات سو کی اس مٹھی بھر جمعیت مجاہدین کو ہمراہ لے کر غروب آفتاب سے کچھ پہلے جبل احد کے دامن میں پہنچ گئے۔ کفار کی فوج بھی وہاں ڈیرے ڈالے پڑی تھی۔ حضورؐ نے پہاڑی کو پس پشت رکھ کر صف آرائی کی۔ رات طرفین نے خاموشی سے بسر کی۔ اگلے روز ۱۵ شوال ۳ھ کو قلزم جنگ میں طوفان برپا ہوا۔ پہلے کفار کی طرف سے ابو عامر میدان میں آیا۔ اور بولا۔ "مدینہ والو! مجھے پہچانتے ہو؟" انصار نے جواب میں کہا۔ "بدکار! ہم تمھیں اچھی طرح پہچانتے ہیں"۔ اس کے بعد قریش کا علم بردار طلحہ آگے بڑھ کر طنزیہ پکارا "کیا کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے دوزخ میں بھیج دے۔ یا میں اسے بہشت میں پہنچا دوں"۔ حضرت علیؓ نے ایک ہی وار سے اسے جہنم واصل کر دیا۔ اس پر دونوں طرف سے تلواروں کی بجلیاں کوندنے لگیں۔

Marfat.com

اور خدنگ و سناں کا مینہ برسنے لگا۔ حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت ابو دجانہؓ نے ایسے ایسے بہادرانہ کارنامے انجام دئے، کہ مشرکین کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ حضرت حمزہؓ ہر طرف وار کرتے اور کفار کی صفوں کو الٹتے پلٹتے ہوئے دُور تک نکل گئے۔ کہ وحشی نامی ایک غلام نے چھپ کر آپ پر نیزے کا وار کر کے شہید کر دیا۔ مشرکین کے بارہ علم بردار ایک دوسرے کے بعد دوزخ کا ایندھن بنائے گئے۔ آخری علم بردار صواب کے مقتول ہونے پر کسی کو جھنڈا اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور کفار کے قدم کچھ اس طرح اکھڑے کہ پھر نہ جم سکے۔ مشرکوں کو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں نے فتح کے جوش میں لوٹ مار شروع کر دی۔ یہاں تک کہ تیر اندازوں کا وہ دستہ بھی جسے آنحضرتؐ نے پہاڑ کے پیچھے گھاٹی کی حفاظت کے لئے متعین فرما کر حکم دیا تھا۔ کہ دوسرا حکم ملنے تک یہ جگہ نہ چھوڑنا۔ دشمن کے فرار کا نظارہ کرنے اور تعاقب میں شریک ہونے کے لئے اپنے مقررہ مقام سے ہٹ گیا۔ خالد بن ولید نے موقع پاتے ہی سو سواروں کا دستہ لے کر پشت سے حملہ کر دیا۔ اُدھر سے عکرمہ بن ابو جہل نے بھی دھاوا بول دیا۔ ابو سفیان بھی اپنے بھگوڑے ساتھیوں کو جمع کر کے لوٹا۔ اس طرح کفار کی یاس آس میں بدل گئی۔ ٹوٹی ہوئی ہمت بندھ گئی۔ اور وہ نئے ولولے اور نئے جوش سے حملہ آور ہوئے۔ مسلمان اچانک حملوں کے اس بڑھتے ہوئے طوفان کی تاب نہ لا سکے اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ مسلمان سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ اور کفار نے ہر طرف سے انھیں گھیر لیا۔ تیروں اور تلواروں کی بارش ہونے لگی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ آنحضرتؐ بھی چند صحابہؓ کے ساتھ دشمنوں میں گھر گئے۔ رسالت کا چاند صرف بارہ ستاروں کے جھرمٹ میں چمک رہا تھا۔ پروانے توحید کی شمع کے گرد طواف کرنے لگے۔ اتنے میں ابن قمیہ نے مسلمانوں کے علم بردار حضرت مصعبؓ بن عمیر پر جو کسی قدر حضورؐ کے ہم شکل تھے۔ حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔ کفار میں افواہ پھیل گئی۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم شہید ہو گئے۔ مشرکین یہ خبر سُن کر خوشی سے جامے میں پھولے نہ سمائے۔ اور جوشِ مسرت سے اُچھلنے کودنے اور ناچنے لگے مسلمانوں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ جس کسی نے سُنا اپنی جگہ سُن ہو کر رہ گیا۔ حضرت عمرؓ انتہائی شکستہ دلی کے عالم میں تلوار ہاتھ سے پھینک کر بولے۔ "اب لڑ کر کیا کریں گے"۔ ابن نضرؓ

انصاری نے جواب دیا "اب جی کر کیا کریں گے"۔ اور کفار پر وار کرتے ہوئے عروس شہادت سے ہم آغوش ہو گئے۔ اس دوران میں اچانک کعب بن مالکؓ نے حضورؐ کو دیکھا اور اچھی طرح پہچان کر پکار اُٹھے۔ مسلمانو! مبارک ہو۔ رسول اللہ صلعم زندہ وسلامت ہیں۔ یہ نوید رُوح افزا سُن کر مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔ سوکھے دھانوں پانی پڑا۔ ٹوٹے ہوئے دل جُڑ گئے۔ اور عاشقانِ رسولؐ پروانہ وار جان نثار کرنے کے لئے حضورؐ کے گرد جمع ہو گئے۔ اب کفار نے بھی حملوں کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی۔ اور پورے زور سے آنحضرتؐ پر ٹوٹ پڑے۔ حضورؐ کے شیدائیوں نے آپ کو حلقے میں لے لیا۔ اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے بنیان مرصوص بن کر کھڑے ہو گئے۔ چراغ رسالت کے کتنے ہی پروانے ایک ایک کر کے قربان ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہؓ پشت کفار کی طرف اور منہ آنحضرتؐ کی جانب کر کے کھڑے ہو گئے اور تیروں کی بے پناہ بارش کو پیٹھ پر روکتے رہے۔ حضرت طلحہؓ نے قریش کی تلواروں کے وار ہاتھ کو ڈھال بنا کر روکے۔ مشرکین کا ریلا تھمنے ہی میں نہ آتا تھا۔ کہ یکایک ابن قمیہ نے بڑھ کر آنحضرتؐ پر تلوار کا وار کیا۔ خود کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں گڑ گئیں۔ کچھ دیر کے بعد کشت و خون کا بازار ذرا سرد ہوا۔ تو حضورؐ صحابہ کرامؓ کی ایک مختصر جماعت کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔

ابو سفیان ایک اُونچی جگہ چڑھ کر پکارا۔ "کیا محمد (صلعم) یہاں ہیں"؟ آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جواب دینے سے روک دیا۔ پھر ابو سفیان نے باری باری حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو آواز دی۔ جب کوئی نہ بولا۔ تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں اور جوشِ مسرت سے بولا "سب قتل ہو گئے"۔ حضرت عمرؓ کو تاب ضبط نہ رہی۔ بلند آواز سے بولے۔ او دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں۔ اور تو ذلیل ہو گا۔ یہ سن کر ابو سفیان نے ہبل کی جے کا نعرہ لگایا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے ایما سے جواب میں کہا۔ "اللہ بزرگ اور برتر ہے"۔ ابو سفیان بولا۔ "عزیٰ بُت ہمارا ہے۔ تمہارا نہیں"۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ "اللہ ہمارا والی ہے۔ تمہارا والی نہیں"۔ اس کے بعد قریش شکستہ دل ہو کر لوٹ گئے۔

اس جنگ میں ۶۵ انصار اور ۴ مہاجرین شہید ہوئے۔ کفار نے مقتولین بدر کے جوشِ انتقام میں بعض شہدا کی لاشوں کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے۔ ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے

صفحاولیہ کی لاش

Marfat.com

حضرت حمزہؓ کی لاش کی سخت بے حرمتی کی۔ اور ان کا جگر کاٹ کر چبا گئی
اس کے بعد مسلمان مدینہ واپس آ گئے۔ ہر گھر میں سوگ اور ماتم سے ایک قیامت برپا تھی۔ آنحضرتؐ کو اپنے چچا حضرت حمزہؓ یاد آتے اور آپ کا جی بھر آتا۔

اسی سال حضرت حسنؓ ابن حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ آئین وراثت نازل ہوا۔ اور قرار پایا کہ مشرکہ عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح جائز نہیں۔

مختلف لڑائیاں

محرم ۴ھ میں قطن کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد نے طلحہ اور سلمہ کی سرکردگی میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ آنحضرتؐ نے ڈیڑھ سو غازیوں کا ایک دستہ ابوسلمہ کی کمان میں مقابلے کے لئے روانہ فرمایا۔ لیکن دشمن بھاگ گیا۔ چند دن کے بعد سفیان بن خالد ہذلی کو بھی مدینہ پر حملے کا شوق چرّایا۔ حضورؐ نے اس کی گوشمالی کے لئے عبداللہ بن انیسؓ کو بھیجا۔ انھوں نے سفیان کا سر کاٹ کر آنحضرتؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔

صفر ۴ھ میں ابوبرار سردار بنی کلاب نے اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لئے کچھ آدمی بھیجنے کے متعلق آنحضرتؐ سے درخواست کی۔ آپ نے ستر آدمی روانہ فرمائے۔ دشمن نے دھوکے سے عمرو بن امیہ کے سوا باقی سب کو شہید کر دیا۔ آنحضرتؐ کو اس خبر سے سخت صدمہ ہوا۔

اس مہینے میں قبیلہ عضل و قارہ کے سات اشخاص نے مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ سے عرض کی کہ ہمارے سارے قبیلے نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ انھیں دین کی تعلیم دینے کے لئے چند آدمی بھیج دیجئے۔ حضورؐ نے دس معلّمین بھیج دئے۔ کفار کے دو سو آدمیوں نے انھیں گھیر لیا۔ اور بعد میں شہید کر دیا۔

اسی سال حضرت حسینؓ ابن حضرت علیؓ پیدا ہوئے۔ ام المومنین حضرت زینبؓ، حضرت علیؓ کی والدہ اور آنحضرتؐ کے ۶ سالہ نواسہ عبداللہ بن عثمانؓ نے وفات پائی۔ آنحضرتؐ نے عبد اسلام مخزومی کی بیوہ حضرت ام سلمہؓ سے نکاح کیا۔ شراب حرام ہوئی۔

(۶) غزوۂ بنی نضیر

عمرو بن امیہؓ نے بنی عامر کے دو شخصوں کو دشمن سمجھ کر قتل کر دیا۔ قبیلہ بنی نضیر بنی عامر اور مسلمانوں کا حلیف تھا۔ اس لئے آنحضرتؐ خون بہا

Marfat.com

طلب کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لے گئے۔ بنی نضیر نے یوں تو ادائے خون بہا میں شرکت کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن خفیہ طور پر آنحضرتؐ کو شہید کرنے کی سازش کر کے عمرو بن محاسن کو اس کام پر مامور کیا کہ قلعے پر چڑھ کر ایک بھاری پتھر آنحضرتؐ پر لڑھکا دیا جائے۔ حضورؐ کو وحی کے ذریعے سے اس سازش کا علم ہو گیا۔ اور آپ بچ کر واپس چلے آئے۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ نے معاہدے کی تجدید کا مطالبہ فرمایا۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اور لڑائی پر تل گئے۔ آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اور انھوں نے ناکام رہ کر مدینہ سے جلا وطن ہونے کے بعد خیبر اور شام میں سکونت اختیار کر لی۔

جنگ نہیں ہوئی

غزوۂ ذات الرقاع کچھ عرصے کے بعد اس قسم کی خبریں مشہور ہونے لگیں کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور ایک نخلستان میں جمع ہیں۔ آنحضرتؐ جمادی الاولیٰ ۴ھ میں چار سو صحابہؓ کی معیت میں ان کے مقابلے کو نکلے۔ لیکن وہ معرکہ آرا ہوئے بغیر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ جنگ نہیں ہوئی

غزوۂ بدر ثانی منافقین مدینہ نے قرارداد اُحد کے مطابق ابوسفیان سے باصرار کہا۔ کہ مسلمانوں سے جنگ کرنی چاہئے۔ مسلمان بھی تیار تھے۔ چنانچہ آنحضرتؐ ڈیڑھ ہزار صحابۂ کرامؓ کا لشکر لے کر بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ اب کے حضرت علیؓ علم بردار ہوئے۔ ابوسفیان دو ہزار کی فوج لے کر مکہ سے چل پڑا۔ لیکن عسفان میں پہنچ کر اسے اسلامی لشکر کی تعداد معلوم ہوئی۔ تو قحط سالی کا بہانہ بنا کر مکہ واپس چلا گیا۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے بھی مدینہ کی جانب مراجعت فرمائی۔ جنگ نہیں ہوئی

غزوۂ دومۃ الجندل ربیع الاول ۵ھ میں آنحضرتؐ کو اطلاع ملی۔ کہ اکیدر حاکم دومۃ الجندل مدینہ پر دھاوا کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے حضورؐ نے اس سرچشمۂ فتنہ کو شروع ہی سے بند کرنے کا عزم فرما لیا۔ تاکہ اس کے بڑھ کر قیامت بن جانے کا احتمال نہ رہے۔ اکیدر کے لشکر جرار کا مقابلہ کرنے کے لئے آنحضرتؐ نے ایک ہزار غازیان سرباز کی فوج لے کر دومۃ الجندل کی طرف باگ اٹھائی۔ اور منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے دشمن کی چراگاہ کے پاس پہنچ گئے۔ اکیدر لشکر اسلام کی اس ناگہانی چڑھائی کی خبر سنتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ

Marfat.com

گیا۔ اور آنحضرتؐ اطمینان حاصل کرنے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

غزوۂ بنی مصطلق

شعبان ۵ھ میں اطلاع ملی۔ کہ بنی مصطلق کا رئیس حارث بن ضرار مدینہ پر حملے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اور اس نے متعدد قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ آنحضرتؐ نے تحقیق و تصدیق کے بعد مسلمانوں کو فی الفور مدافعت کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔ لشکرِ اسلام کوچ کرتا ہوا چشمۂ مریسیع کے کنارے کے پاس پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اُدھر حارث کی فوج نے بھی اسی چشمے کے دوسرے کنارے پر ڈیرے ڈالے۔ پہلے حضرت عمر فاروقؓ نے ارشادِ نبویؐ کے مطابق حریف کے سامنے اسلام پیش کیا۔ اس نے شدت کے ساتھ انکار کیا۔ اس پر دونوں طرف سے حرب و ضرب کے شعلے بھڑکنے لگے۔ حضرت ابو قتادہؓ نے کفار کے علم بردار کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔ یہ دیکھ کر دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور وہ یک لخت بھاگ نکلا۔ حریف کے دس آدمی ہلاک اور چھ سو گرفتار ہوئے۔ بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ واپسی میں منافقوں کی ریشہ دوانیوں سے بعض مہاجرین اور انصار میں ٹھن گئی۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو کھل کھیلنے اور بحث میں چنگاری ڈالنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عمرؓ آگ بگولا ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ سے اس کی گردن اُڑا دینے کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے اجازت نہ دی۔ عبداللہ کے بیٹے کو خبر ملی۔ تو آنحضرتؐ کی خدمت میں گزارش کی۔ کہ اگر آپ کو میرے باپ کا قتل منظور ہے۔ تو مجھی کو حکم دیجئے۔ کہ میں ان کا سر قلم کر دوں۔ آنحضرتؐ نے تسلی دے کر فرمایا۔ میں ان کی جان نہیں لوں گا۔ بلکہ رفق و مدارا سے پیش آؤں گا۔

واقعۂ افک

اس سفر میں ایک قابلِ ذکر واقعہ پیش آیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہمراہ تھیں ایک پڑاؤ پر لشکرِ اسلام ٹھہر گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ رفع حاجت کے لئے گئیں۔ اس اثنا میں لشکر نے کوچ کا نقارہ بجایا۔ ام المومنینؓ کا اونٹ بھی مع محمل روانہ ہوا۔ آپ واپس آئیں۔ تو قیام گاہ کو خالی پا کر ہکا بکا رہ گئیں۔ صفوان بن معطلؓ جن کے ذمے یہ فرض عائد تھا۔ کہ سارے قافلے کی روانگی کے بعد قیام گاہ کا بخوبی معاینہ کر کے عازم سفر ہوا کریں پیچھے سے نمودار ہوئے۔ انھوں نے قیام گاہ کا معاینہ کیا۔ تو ام المومنینؓ کو دیکھ کر بھونچکا سے رہ گئے۔ خود اونٹ سے اُتر کر انھیں اس پر بٹھایا۔ اور لشکر کے ساتھ جا ملے۔ جتنے منہ اتنی

Marfat.com

ں۔ منافقین کی زبان کون پکڑ سکتا تھا۔ اوچھے کو ٹھیلنے کا بہانہ ہو گیا۔ ام المومنینؓ پر وہ بہتان
ے، کہ خدا کی پناہ۔ آنحضرتؐ تردّد و سکوت سے سب کچھ سنتے رہے۔ آخر ایک مہینے کے
ر خدائے قدوس کی بارگاہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاک دامنی اور بے گناہی کا حکم نازل ہوا
دشمن عرق ندامت میں غرق ہو گیا۔ اور آنحضرتؐ نے اطمینان کا سانس لیا۔

غزوۂ احزاب

جب سے بنی نضیر نے مدینے سے جلاوطن ہو کر خیبر اور شام میں بود و باند اختیار کی۔ وہ مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور شر انگیزیوں میں نہایت
ر فتاری سے گرم عمل رہے۔ اور بہت سے قبائل کو مسلمانوں کے خون کا پیاسا بنا دیا۔ آخر
فار کے لشکر کی تعداد چوبیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اور ابو سفیان کو سپہ سالار اعظم مقرر کیا گیا۔
ب آنحضرتؐ کو دشمن کی اس بھاری فوج کے مدینہ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے
ک مجلس مشاورت منعقد فرمائی۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کے مطابق مدینہ کے
ر ایک خندق کھود کر شہر میں قلعہ بند ہوتے ہوئے مدافعت کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب کفّار کا
شکر خندق کے پاس پہنچا۔ تو بھونچکا سا ہو کر ٹھٹک گیا۔ دشمن کے سواروں نے خندق عبور
نے کے لئے ناکھ سر مارا، لیکن ناکام رہے۔ ایک دفعہ عمر عبدود دو تین اور بہادروں کے
اتھ ایک ایسی جگہ سے جہاں خندق قدرے کم چوڑی تھی۔ گھوڑے کو ایڑ لگا کر اندر آ گیا۔
رب گیر شہرت رکھنے والا بہادر عمر بن عبدود مقابلے کے لئے للکارا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر
سے جہنم رسید کر دیا۔ باقی ڈر کر بھاگ گئے۔ دن بھر طرفین سے تیروں کی بارش ہوتی رہی۔ تقریباً
یک مہینے تک محاصرہ جاری رہا۔ قلعہ بند مسلمان تو ناوکِ مصیبت اور خدنگِ بلا کا شکار تھے
ہی۔ خود کفار کی کمر ہمت ٹوٹ ٹوٹ جاتی تھی۔ کیونکہ چوبیس ہزار نفوس کے لئے رسد کا سامان
بہم پہنچانا کچھ منہ کا نوالہ نہ تھا۔ مسلمانوں کے پاس اشیائے خوردنی کے فقدان کا یہ عالم ہو گیا کہ
فاقوں پر فاقے گزرنے لگے۔ ایک دفعہ کسی صحابیؓ نے بھوک کی بیتابی کا اظہار کرنے کے لئے
اپنے پیٹ پہ بندھا ہوا پتھر دکھایا۔ آپؐ نے شکم مبارک سے کرتا اٹھایا۔ تو وہاں دو پتھر بندھے
ہوئے تھے۔ ان تمام جاں گسل حالات کے باوجود مسلمانوں کی ہمت۔ استقلال۔ عزم اور
خودداری کی یہ کیفیت تھی۔ کہ جب کفار نے ان کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ وہ دب کر صلح

Marfat.com

کرلیں - تو ان کے پائے ثبات میں ذرا لغزش پیدا نہ ہوئی - اور انھوں نے بھپرے ہوئے
کی طرح نفی میں سر ہلا دیا۔ ہمت مرداں مدد خدا۔ جبّار و قہّار ذات باری تعالیٰ کو امتِ محبو
کی یہ ادائے اولوالعزمی پسند آئی - اور اس نے تیز و تند آندھی کا طوفان برپا کر کے مشرکوں کے
اکھاڑ ڈالے - انؔ کے ڈیروں کی آگ بجھ گئی - اور انھوں نے بدفالی سمجھتے ہوئے راتوں را
راہ فرار اختیار کی۔ آنحضرتؐ کو کفار کی طرف سے بالکل اطمینان ہوگیا۔ اور مسلمان خدا کا ش
ادا کرتے ہوئے ہنسی خوشی مدینہ میں داخل ہوئے ۔

بنی قریظہ کا حشر

بنی قریظہ اپنے معاہدے پر قائم نہ رہے۔ غزوۂ احزاب
کفار کے فرار کے بعد مسلمانوں کا رسوائے عالم دشمن حیّی بن اخط
بنی قریظہ کے قلعے میں چلا گیا۔ اور ان کے جذبات کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کر کے شع
تقریر سے ان کی آتشِ انتقام کو ہوا دی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے مدینہ میں برائے نام قی
کر کے بنی قریظہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ جب مسلمان ان کے قلعے کے قریب پہنچے
بنی قریظہ آنحضرتؐ کی شان میں مغلظات بکنے لگے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔
پچیس دن تک برابر جاری رکھ کر ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔ بنی قریظہ چوکڑی بھول
آخر مجبوراً انھوں نے ہار مان کر ہتھیار ڈال دئے۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ ہم اس شرط پر سپر ڈا
ہیں۔ کہ ہمارا معاملہ فیصلے کے لئے سعد بن معاذؓ کے سپرد کر دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے منظ
فرمایا۔ حضرت سعدؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ بنی قریظہ کے تمام مرد موت کے گھاٹ اُتار د
جائیں۔ بیوی بچے گرفتار کر لئے جائیں۔ اور ان کے سامان کو مال غنیمت سمجھ کر اس پر قبضہ
لیا جائے۔ اگرچہ بنی قریظہ نے اس فیصلے پر سخت ناک بھوں چڑھائی۔ لیکن قول ہار چکے
اور فیصلہ حکم تورات کے مطابق تھا۔ لہٰذا انھیں طوعاً و کرہاً اسے تسلیم کرنا پڑا۔ صحیح روایت
ہے۔ کہ اس غزوے میں چار سو یہودی قتل کئے گئے ۔

متفرق واقعات

آنحضرتؐ کی پھوپھیری بہن حضرت زینبؓ آپ کے غلام اور متب
حضرت زیدؓ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھیں۔ لیکن اختلاف مزا
کے باعث دونوں میں نبھ نہ سکی۔ حضرت زیدؓ نے طلاق دینی چاہی۔ آنحضرتؐ نے

پایا۔ مگر حالات اصلاح پذیر نہ ہوئے۔ آخر طلاق دے دی گئی۔ آنحضرتؐ نے حضرت زینبؓ کی تالیف قلب اور خصوصاً اس خیال کو دور کرنے کے لئے کہ متبنّیٰ کی بیوی سے نکاح درست نہیں۔ انھیں اپنے حبالۂ نکاح میں لے لیا۔

اسی سال عورتوں پر پردہ فرض کیا گیا۔ اور اس کے متعلق یہ حکم الٰہی نازل ہوا۔ کہ "شریف خواتین گھر سے باہر جائیں، تو چادر اوڑھ کر، منہ چھپا کر، سینے پر دوپٹہ ڈال کر۔ چلنے میں ناز و انداز کا اظہار نہ کریں۔ پردے کی آڑ سے بولیں۔ آواز میں تصنع نہ ہو"۔ عورتوں پر بہتان باندھنے والوں کے لئے حد جاری کرنے کا حکم صادر ہوا۔ پانی مہیا نہ ہونے کی حالت میں تیمم کی اجازت دی گئی۔ صلوٰۃ خوف کا حکم آیا۔

ذی قعدہ ۶ھ میں آنحضرتؐ نے عمرہ کا عزم فرمایا۔ اور چودہ سو مجاہدین کو ہمراہ لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ احرام باندھا گیا۔ اور قربانی کے ستر اونٹ ساتھ لے لئے گئے۔ قریش کو تسلی دینے کے لئے کہ مسلمانوں کی یہ آمد جنگ وغیرہ کی نیت سے نہیں۔ مسلمانوں کو حکم دے دیا گیا کہ کوئی شخص ہتھیار لگا کر نہ چلے۔ تلوار بھی میان کے اندر کر لی جائے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ نے قریش کا حال معلوم کرنے کے لئے ایک شخص کو جاسوس بنا کر آگے بھیجا۔ اس نے واپس آکر اطلاع دی۔ کہ قریش نے آپ کے مقابلے کے لئے بڑی بھاری فوج اکٹھی کر لی ہے۔ وہ آپ کو کعبے میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ آنحضرتؐ نے مجاہدین کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ قریش نے خالد بن ولید کو ایک دستۂ فوج دے کر مسلمانوں کی مزاحمت کے لئے بھیجا۔ خالد بن ولید مسلمانوں کی ناگہانی آمد سے پریشان ہو کر واپس چلے گئے۔ اور قریش سے کہا۔ مسلمان تو آ گئے۔ آنحضرتؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا۔

صلح حدیبیہ مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے رئیس بدیل نے آنحضرتؐ کے پاس آکر آپ کے آنے کی وجہ دریافت کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ قربانی کے اونٹوں اور ہمارے احرام بستہ ہونے پر نظر ڈالو۔ بدیل نے واپس جا کر قریش سے کہا۔ محمدؐ تم سے جنگ کرنے کو نہیں آئے۔ صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ قریش کے بعض لوگوں نے کہا۔ ہم نہیں عمرہ کے لئے بھی نہیں آنے دیں گے۔ پھر قریش نے ایک اور رئیس حلیس کو بھیجا۔ وہ قربانی کے

اونٹ دیکھ کر راستے ہی سے واپس چلا گیا۔ اور کہا مسلمان صرف خانۂ خدا کی زیارت کو آ
قریش نے اسے باتوں میں اڑاتے ہوئے کہا۔ خواہ کچھ ہو مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے
سن کر حلیس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بولا، اگر تم یونہی عند کرکے مسلمانوں کو بیت اللہ کی
سے روکو گے۔ تو میں اپنا جتھا ساتھ لے کر تم سے جنگ کروں گا۔ اب قریش کے بھی حوا
درست ہوئے۔ اور انھوں نے منتیں کرکے حلیس کے غصّے کی آگ ٹھنڈی کی۔

بیعت رضوان

آنحضرتؐ نے خراش بن امیہؓ کو قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیج
ہمارے آنے کا مقصد جنگ نہیں۔ بلکہ زیارت کعبہ اور ادائے قربا
قریش نے جو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ خراش کو قتل کر دینا چاہا۔ لیکن حلیس وغیرہ نے انھیں
لیا۔ قریش کے سرکش نوجوانوں کی ایک جماعت مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھی مسل
نے اسے گرفتار کر لیا۔ لیکن آنحضرتؐ کے ایما سے چھوڑ دیا۔ آپ نے حضرت عمر فاروقؓ
قریش کے پاس بھیجنا چاہا۔ لیکن حضرت فاروقؓ کی اس تحریک پر کہ ان کا جانا خطرے سے
نہیں۔ ان کی جگہ حضرت عثمانؓ کو بھیجنا بہتر ہوگا۔ کیونکہ ان کے اپنے قبیلے کے بہت سے با
آدمی وہاں موجود ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو بطور سفیر قریش کے پاس بھیجا۔ انھوں نے آپ کو
روک لیا۔ واپسی میں دیر ہو جانے سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی۔ کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو
گئے۔ آنحضرتؐ نے یہ خبر سن کر فرمایا۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم اس قتل کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے
آگے نہ بڑھائیں گے۔ چنانچہ حضورؐ نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہ کرامؓ سے جانثا
کی بیعت لی۔ یہ نہایت اہم بیعت تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے
کے بعد معلوم ہوا کہ شہادت کی افواہ جھوٹی تھی۔

قریش نے جب دیکھا کہ مسلمان تو لڑنے مرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ تو ان کا مفسدہ پرو
بھی صلح کی طرف مائل ہو گیا۔ اور ان لوگوں نے عروہ بن مسعود کو معاملہ طے کرنے کے لئے آنحضو
کی خدمت میں بھیجا۔ عروہ نے حاضر ہوتے ہی کہا۔ محمدؐ! تمھارے دشمن قریش تعداد میں
زیادہ ہیں اور تمھارے مقابلے کے لئے پوری طرح لیس ہیں۔ تمھارے ساتھی تمھیں اکیلا چھو
منتشر ہو جائیں گے۔ اور قریش کے حملے کی تاب نہ لاسکیں گے۔ تمھیں اپنی جان تک کے

پڑ جائیں گے۔ اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے عروہ کو نہایت دندان شکن جواب دیا۔ عروہ کے لبوں پر مہر سکوت لگ گئی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "ہم جنگ کی غرض سے نہیں۔ بلکہ عمرہ کی غرض سے آئے ہیں۔ لیکن اگر کفار آمادۂ جنگ ہیں۔ تو اس خالق ذوالجلال کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس وقت تک ان سے نبرد آزما ہوں گا۔ جب تک میری گردن سر سے جدا نہ ہو جائے۔ یا خدا اپنا فیصلہ صادر نہ فرمائے۔" یہ سن کر عروہ قریش مکہ کے پاس واپس گیا۔ اور کہا "اے گروہ قریش! تمھیں صلح کرتے ہی بن پڑے گی۔ محمدؐ کے ساتھیوں کو ان کے ساتھ اس قدر محبت اور عقیدت ہے کہ میں نے شاہانِ روم و ایران کے دربار میں بھی یہ بات نہیں دیکھی"۔

اس کے بعد قریش کو مصالحت کی سوجھی۔ اور انھوں نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ اس نے قریش کی ہدایت کے مطابق صلح کی حسب ذیل شرطیں پیش کیں۔ جنھیں آنحضرتؐ نے منظور فرمایا۔

(۱) مسلمان اس سال نہیں۔ بلکہ اگلے سال آکر عمرہ کریں گے۔ غیر مسلح ہوں گے۔ البتہ تلواریں جو میان میں بند ہوں گی۔ ساتھ لا سکیں گے۔ اور مکہ میں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں گے۔

(۲) صلح دس سال کے لئے ہوگی۔ اس دوران میں دونوں فریق امن و آشتی سے رہیں گے۔

(۳) عرب کے قبیلے اس امر کے مجاز ہوں گے۔ کہ وہ جس فریق کے چاہیں ہم عہد اور حلیف ہو جائیں۔

(۴) اگر مکہ کا کوئی شخص مدینہ چلا جائے گا۔ تو اسے واپس مکہ بھیج دیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ آجائے گا۔ تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

چوتھی شرط صحابہ کرامؓ کو سخت ناگوار گزری۔ اتفاق دیکھئے کہ ابھی معاہدہ تحریر و تسوید ہی کا مرحلہ طے کر رہا تھا کہ خود سہیل کے بیٹے ابوجندلؓ جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور اس جرم میں ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ کسی طرح بھاگ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ سہیل انھیں دیکھ کر بولا۔ "دیکھو محمدؐ! یہ ایفائے عہد کا پہلا موقع ہے"۔ حضورؐ نے فرمایا "ابھی تو معاہدے کی کتابت ہی ہو رہی ہے"۔ سہیل جھٹ بول اٹھا۔ "تو بس ہم صلح نہیں کرتے"۔ آنحضرتؐ نے نہایت اچھے انداز میں سہیل کو سمجھایا۔ مگر اس کے سر پر تو جن سوار تھا۔ وہ نہ مانا۔ آخر

Marfat.com

مجبوراً آنحضرتؐ نے ابوجندلؓ کو سہیل کے سپرد کر دیا۔ اور سہیل انھیں مارتا پیٹتا اپنے ساتھ لے گیا۔ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد آنحضرتؐ اور مسلمانوں نے قربانی کے اونٹ ذبح کئے۔ احرام کھولا اور حجامت بنوائی۔

خزاعہ اور بنو بکر میں دیرینہ دشمنی تھی۔ اس صلح نامہ کے بعد قبیلہ خزاعہ آنحضرتؐ کا اور قبیلہ بنو بکر قریش مکہ کا حلیف ہو گیا اور آنحضرتؐ اور قریش کی طرح ان دونوں قبیلوں میں بھی صلح ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ کے خیال میں یہ صلح ایک طرح کی شکست تھی۔ کیونکہ اس کی بعض شرائط انھیں اس لئے سخت ناپسند تھیں۔ کہ ان سے مسلمانوں کے دبیل اور کمزور ہونے کی بو آتی تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے سورۂ فتح نازل کر کے اس صلح کو فتح مبین قرار دیا۔ انا فتحنالک فتحا مبینا۔ اور بعد کے واقعات نے روشن دلائل سے ثابت کر دیا۔ کہ یہ صلح واقعی فتح مبین تھی۔ اس صلح کے بعد حرب وضرب کے شعلے ٹھنڈے ہو کر امن وامان کا مینہ برسا۔ اور صرف دو سال کے اندر مسلمانوں کی تعداد دگنی ہو گئی۔

چوتھی شرط جسے خاص طور پر شکست کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ نتائج کے لحاظ سے ظفر و کامرانی کی ہم عنان ثابت ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ایک نومسلم ابوبصیرؓ کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مکہ سے مدینہ چلے آئے۔ قریش نے واپس کرنے کے لئے دو آدمی بھیجے۔ آنحضرتؐ نے ایفائے عہد کے طور پر ابوبصیرؓ کو ان دونوں آدمیوں کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ راستے میں ابوبصیرؓ نے ایک کو تو جہنم رسید کر دیا۔ دوسرا ڈر کے مارے مدینہ بھاگ آیا۔ اور آنحضرتؐ کے پاس فریاد لایا۔ ابوبصیرؓ نے حضورؐ سے عرض کی۔ کہ آپ نے مجھے مکہ والوں کے سپرد کر کے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اب میں جانوں اور میرا کام۔ یہ کہہ کر وہ ایک ساحلی مقام عیص میں اقامت گزیں ہو گئے۔ مسلمانان مکہ کا نخل تمنا بارآور ہوا۔ اور وہ بھاگ بھاگ کر عیص میں جمع ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ان کا ایک زبردست گروہ بن گیا۔ قریش کا جو قافلۂ تجارت ان کے پاس سے ہو کر گزرتا۔ وہ لوگ چھاپہ مار کر اسے لوٹ لیتے۔ قریش یہ دیکھ کر چوکڑی بھول گئے۔ اور ان کی تجارت دم توڑنے لگی ناچار انھوں نے نہایت منت وسماجت سے آنحضرتؐ کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ چوتھی شرط سے ہماری توبہ۔ اب جو مسلمان مکہ سے مدینہ جائے گا۔ ہم اس کی واپسی کے لئے نہیں کہیں گے

Marfat.com

براہ کرم ابوبصیرؓ کے گروہ مقیم عیص کو اپنے پاس مدینہ میں بلا بھیجئے۔ آنحضرتؐ نے قریش کی درخواست کو شرف قبول بخش کر اس گروہ کو مدینہ واپس بلا لیا۔ اور قریش کی جان میں جان آئی۔

بادشاہوں کو اسلام کی دعوت

اب قدرے سکون و اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد آنحضرتؐ نے مختلف بادشاہوں کے نام خطوط بھیج کر انھیں اسلام کی دعوت دی۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے مکتوب رسولؐ نجاشی شاہ حبش کے ہاتھ میں دیا۔ وہ پڑھتے ہی مسلمان ہو گیا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں گوناگوں تحفے ارسال کئے۔ اسی طرح ہرقل قیصر روم۔ خسرو پرویز شاہ ایران۔ مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ۔ منذر شاہ بحرین ہوزہ شاہ یمامہ۔ حارث غسانی شاہ دمشق۔ حرث حمیری شاہ یمن اور شرجیل بن عمرو والی بصریٰ کے پاس علی الترتیب حضرت دحیہ کلبیؓ۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ۔ حضرت علاء بن الحضرمیؓ۔ حضرت سلیط بن عامریؓ۔ حضرت شجاع بن وہبؓ۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی اور حضرت حارث بن عمیرؓ کی وساطت سے تبلیغی خطوط بھیجے۔

ہرقل قیصر روم نے سفیر کا بڑا احترام کیا۔ ابوسفیان کو طلب کر کے اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے باب میں بعض باتیں دریافت کیں۔ ابوسفیان کے صحیح جواب سن کر قیصر نے آنحضرتؐ کی صداقت کو تسلیم کیا۔ اور کہا " اگر میں اس پیغمبر تک پہنچ سکتا۔ تو اس کے پاؤں دھو دھو کر پیتا"۔ قیصر کے یہ الفاظ اس کے بطریقوں کے دل پر تیر بن کر لگے۔ اور وہ حکومت کی ہوس میں اسلام کی گراں بہا دولت سے تہی دامن رہ گیا۔ خسرو پرویز شاہ ایران نے آپ کے مکتوب کو چاک کر ڈالا۔ آنحضرتؐ نے یہ خبر سُن کر فرمایا۔ خسرو کی سلطنت اسی طرح پارہ پارہ کر دی جائے گی۔ چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ مقوقس شاہ مصر نے آپ کے مکتوب کو سر آنکھوں پر رکھا۔ اور سفیر کے ساتھ نہایت تعظیم و تکریم کا سلوک کیا۔ جواب میں ادب و عقیدت سے لبریز ایک عریضہ تحریر کیا۔ اور خلعت، خچر اور دو لونڈیاں تحفۃً بھیجیں۔ شرجیل والی بصریٰ نے آگ بگولا ہو کر سفیر کو شہید کر دیا۔

اسی سال اکابر قریش میں سے دو جلیل المرتبت شخص خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن العاصؓ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ جس سے دین اللہ کو بڑا زور و قوت اور استحکام حاصل ہوا۔

Marfat.com

غزوۂ خیبر

آنحضرتؐ یہ سمجھے۔ کہ اب کفارِ مکہ کی طرف سے سکون اور فراغت حاصل ہو گئی لیکن مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ اور ہی گل کھلا ہوا ہے۔ اور خیبر میں یہودی مسلمانوں کے مقابلے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ نے جلاوطن ہونے کے بعد خیبر ہی کو مسکن بنا لیا تھا۔ انھوں نے خیبر کے یہودیوں کو جی بھر کر مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ مکہ کے بعد اب خیبر ہی وہ سب سے بڑا مرکز تھا۔ جہاں سے مسلمانوں کے خلاف بغض و عناد کی آگ کے شعلے بھڑک کر فلک بوس ہو رہے تھے۔ یہودیوں کے رئیس سلام بن ابی الحقیق نے اپنے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے کام لے کر عرب کے مشہور قبیلہ غطفان اور اس کے قرب و جوار کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف یکجا کر لیا۔ اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے زبردست تیاریاں کر کے ایک لشکرِ جرار اکٹھا کر لیا۔ خیبر میں یہودیوں کے چھ قلعے تھے۔ محرم سنہ ۷ھ میں آنحضرتؐ نے سولہ سو مجاہدین کے ساتھ خیبر کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ تو یہودیوں کے دو نامور بہادروں مرحب اور یاسر نے میدان میں نکل کر مبارز طلبی کی مسلمانوں کی طرف سے حضرت علیؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ آگے بڑھے۔ حضرت علیؓ نے مرحب کو اور حضرت زبیرؓ نے یاسر کو دوزخ کا ایندھن بنایا۔ یہودیوں نے سوچا کہ ہم میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ قلعہ بند ہو گئے۔ جیش اسلام نے سب سے پہلے قلعہ ناعم پر چڑھائی کی۔ اور اسے فتح کر لیا۔ پھر قلعہ قموص پر دھاوا کیا۔ اسے بھی تسخیر کر لیا۔ اس لڑائی میں صفیہ بنت حیی گرفتار ہوئیں۔ اور حضرت وحیہؓ کے حصے میں آئیں۔ اس پر لوگوں نے اعتراض کیا۔ آنحضرتؐ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر وہ زوجیت رسولؐ سے مشرف ہوئیں اس کے بعد قلعہ مصعب بن معاذ اور خیبر کا چوتھا قلعہ بھی مسخر کر لیا گیا۔ اب صرف دو قلعے باقی رہ گئے۔ وطیح اور سلالم۔ لیکن یہاں کے یہودیوں نے محاصرے سے سخت ہراس زدہ ہو کر اس شرط پر اطاعت قبول کر لی۔ کہ انھیں نصف پیداوار لے کر ان کی زمینوں پر قابض رہنے دیا جائے۔ غزوۂ خیبر میں ۹۳ یہودی مقتول اور ۱۵ یا ۲۰ مسلمان شہید ہوئے۔

فتح خیبر کے بعد بھی یہودی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ چنانچہ زینب بنت الحرث زوجہ سلام بن مشکم نے آنحضرتؐ کی دعوت کرتے ہوئے ایک بھنی ہوئی زہر آلود سالم بکری آپ

Marfat.com

کے سامنے رکھی۔ آپ نے اس کی ہڈی سے معلوم کر لیا۔ کہ اس میں زہر کی آمیزش ہے۔ حضورؐ نے اسے چکھتے ہی تھوک دیا۔ لیکن آپ کے شریکِ طعام حضرت بشرؓ بن براء جو اس کا کچھ گوشت کھا چکے تھے۔ جاں بر نہ ہو سکے۔ زینب کو اس ہولناک جرم کا اقرار کر لینے پر قصاص کے لئے وارثانِ بشرؓ کے سپرد کر دیا گیا۔ مگر وہ قبولِ اسلام کے باعث قتل ہونے سے بچ گئی۔

اسی موقع پر گدھا، خچر، جنگل کے درندے اور پنجوں والے پرندے حرام قرار دیئے گئے
باز، چیل وغیرہ
متعہ بھی حرام ٹھہرایا گیا۔

فدک۔ وادی القریٰ۔ تیما خیبر سے واپسی پر تھوڑی دُور ایک مقام فدک تھا۔ وہاں کے یہودیوں نے خود جان کی امان طلب کی۔ جو دے دی گئی۔ اور فرمانِ الٰہی کے مطابق فدک کو خدا و رسولؐ کا مال قرار دیا گیا۔ وہاں سے غازیانِ اسلام وادی القریٰ کی طرف بڑھے۔ یہودیوں نے ان پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ تو یہودیوں کا محاصرہ کر لیا گیا۔ انھوں نے یہودِ خیبر کی طرح نصف بٹائی پر اطاعت قبول کر لی۔ اس آویزش میں آنحضرتؐ کے غلام حضرت مدعمؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ وادی القریٰ کے ایک قریبی مقام تیما کے یہودیوں نے بھی اہلِ وادی کی تقلید کی۔

ادائے عمرہ ذی قعدہ سنہ ۷ھ کے آغاز میں آنحضرتؐ دو ہزار مجاہدین کو ہمراہ لے کر ادائے عمرہ کے لئے عازمِ مکہ ہوئے۔ اور صلح نامہ حدیبیہ کی ایک شرط کے مطابق تمام اسلحہ اتار کر اور صرف ایک تلوار حمائل کئے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔ اکثر مشرکینِ مکہ اس نظارہ کی رنج آفرینی سے محفوظ رہنے کے لئے ان دنوں شہر کے باہر گھاٹیوں میں چلے گئے۔ آنحضرتؐ نے تین دن وہاں قیام فرما کر عمرہ ادا کیا۔ اور مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

غزوۂ موتہ آنحضرتؐ نے حارث بن عمیرؓ کے ہاتھ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں والیِ بصریٰ کے نام ایک خط ارسال فرمایا تھا۔ حارثؓ موتہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں کے حاکم نے بلاوجہ انھیں گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ یہ خبر سن کر آنحضرتؐ کو سخت صدمہ پہنچا۔ مگر اس وقت یہودیوں کے برسرِ فساد ہونے کے باعث اس طرف توجہ نہ ہو سکی۔ اب کے ان کی طرف سے فراغت ہوئی۔ حضورؐ نے جمادی الاولیٰ سنہ ۸ھ میں حاکمِ موتہ کی سرزنش

کے لئے حضرت زید بن حارث کی سرکردگی میں تین ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ زیدؓ کے شہید ہونے پر جعفرؓ بن ابی طالب سردار ہوں۔ ان کی شہادت پانے پر عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں۔ وہ بھی شہید ہو جائیں، تو فوج اپنا سردار آپ انتخاب کرے۔ حاکم موتہ کو مسلمانوں کی تیاریوں کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ ایک لاکھ نفوس کا لشکرِ جرار لے کر میدان میں نکلا مسلمانوں کو کچھ اضطراب اور پریشانی ہوئی۔ اور انھوں نے باہم مشورہ کیا۔ کہ آنحضرتؐ سے بذریعۂ خط استصوابِ رائے کر کے آپ کے حسب فرمان عمل کیا جائے۔ لیکن حضرت عبداللہؓ بن رواحہؓ نے یہ کہہ کر انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ کہ "تم لوگ عروسِ شہادت سے ہم آغوش ہونے کے لئے آئے ہو۔ اس لئے اٹھو اور دین اسلام کی بے پناہ قوت کے بل بوتے پر اللہ پر توکل کر کے کفر کی لرزا دینے والی طاقت کے ساتھ ٹکرا جاؤ۔ اس کے نتیجے میں یا تو ہمیں فتح حاصل ہو گی یا شہادت۔ اور دونوں صورتوں میں ہم شاہد آرزو سے ہم کنار ہو جائیں گے"۔

حضرت عبداللہؓ کے یہ شجاعت آفریں الفاظ گویا جادو کی چھڑی تھے۔ جن کے سنتے ہی غازیانِ سرباز کے رگ و پے میں شوقِ شہادت اور جوشِ ظفر کا ایک سمندر موج زن ہو گیا۔ موتہ کے میدان میں دونوں فوجوں کی مٹ بھیڑ ہوئی۔ اور ایک لاکھ کفار کے مقابلے میں تین ہزار فرزندانِ توحید نے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ ارشادِ نبویؐ کی تعمیل میں حضرت زیدؓ علم ہاتھ میں لئے مشرکین کی صفوں کو چیرتے اور انھیں فنا کے گھاٹ اتارتے ہوئے۔ بہت دُور نکل گئے۔ یہاں تک کہ وہ کفار کے نرغے میں آ کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفرؓ نے آگے بڑھ کر علمِ اسلام سنبھالا۔ اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ لڑتے لڑتے ان کے دونوں ہاتھ کٹ کر الگ ہو گئے۔ لیکن جھنڈا نہ گرنے دیا۔ اور اسے گردن سے لگا کر سینے سے تھامے رہے۔ اسی حالت میں جامِ شہادت نوش کیا۔ اس پر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا۔ یہ بھی خلعتِ شہادت سے مشرف ہوئے۔ تو فوج نے بالاتفاق حضرت خالد بن ولیدؓ کو امیر منتخب کیا۔ اور انھوں نے علم سنبھالتے ہی مسلمانوں کو غیرت دلا کر ان کے دلوں کو از سرِ نو جوشِ شہادت سے لبریز کر دیا۔ ٹوٹی ہوئی ہمتیں بندھ گئیں۔ حضرت خالدؓ نے ایسی خوش اسلوبی سے صف آرائی کی۔ اور اس بے جگری سے کفار کے لشکرِ جرار پر پے در پے

Marfat.com

حملے کئے۔ کہ ان کے چھکے چھڑا دئے۔ رومیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے کچھ دُور تک تعاقب کیا۔ اور کسی قدر مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اس جنگ میں صرف بارہ مسلمان شہید اور بے شمار کفار جہنم رسید ہوئے

فتح مکہ

حضرت خالد بن ولیدؓ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے سیف اللہ کے خطاب سے نوازا گیا۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت سے آنحضرتؐ کو بے حد رنج و افسوس ہوا۔ اور بے اختیار آپ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ غزوۂ موتہ کے ایک مہینے بعد قبیلۂ قضاعہ اور قبیلۂ جہینہ کو مغلوب کیا گیا۔ ۸ھ میں بنی بکر حلیف قریش صلح حدیبیہ کی شرائط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بنی خزاعہ حلیف اہلِ اسلام پر شب خون مار کر رات کو سوتے میں انھیں قتل کرنے لگے۔ قریش نے بنی بکر کو امداد دی۔ بنی خزاعہ نے آنحضرتؐ سے فریاد کی۔ حضورؐ نے ان کی ڈھارس بندھاتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہم ضرور تمھاری امداد کریں گے قریش نے اپنی بدعہدی کے ہولناک نتائج پر غور کرنے کے بعد ابو سفیان کو مدینہ بھیجا۔ کہ جا کر نئے سرے سے صلح کی شرطیں طے اور استوار کرے۔ آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ ابو سفیان نے مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ، حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ سے علیحدہ علیحدہ گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن جواب نہ پا کر سخت مایوس و شرمندہ ہوا۔ آخر حضرت علیؓ کے فرمانے پر مسجد نبویؐ میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے تجدید معاہدہ کا اعلان کر کے واپس چلا گیا۔ مکہ پہنچنے پر قریش نے اسے مذاق و استہزا کا نشانہ بنا کر کہا۔ معاہدے کہیں یوں بھی قرار پایا کرتے ہیں۔

ابو سفیان کے چلے جانے کے بعد آنحضرتؐ نے مکہ پر حملہ کرنے کے لئے زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ اور رمضان المبارک ۸ھ میں دس ہزار مجاہدین کو ہمراہ لے کر مکہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ غازیانِ سرباز نے منزل بہ منزل بڑھتے ہوئے مکہ سے چار کوس ادھر مرالظہران میں ڈیرے ڈال دئے۔ اور رات کے وقت ارشاد نبویؐ کی تعمیل میں ہزار ہزار کے دستوں نے علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے پڑاؤ میں آگ روشن کی۔ اس مقام پر لشکر اسلام کے خیمہ زن ہونے کی خبر گڈریوں کے ذریعے سے مکہ پہنچی۔ تو قریش نے ابو سفیان، بدیل بن

Marfat.com

ورقاء اور ابن حزام کو تحقیق و تصدیق کے لئے بھیجا۔ ابوسفیان نے قریب پہنچ کر دیکھا کہ ہر طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ انتہائے تحیر سے اس پر سکتے کا سا عالم طاری ہو گیا۔ کہ مسلمانوں نے اتنی بڑی فوج کیوں کر جمع کر لی۔ حضرت عباسؓ نے جو آنحضرتؐ کے دُلدل پر سوار ہو کر اس غرض سے عازم مکہ ہوئے تھے۔ کہ قریش کا کوئی ذمہ دار آدمی ملے۔ تو اسے حملہ کی خبر دار کر کے قبول اسلام کی ترغیب دیں۔ ابوسفیان کی آواز پہچان کر اسے اپنے پاس بلایا۔ اور حق رفاقت ادا کرتے ہوئے اسے امان دینے کے لئے آنحضرتؐ کی خدمت میں لے چلے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ پایا۔ تو غصے سے آگ ہو گئے۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہؐ اجازت دیجئے۔ کہ اس کافر کو جہنم رسید کر دوں۔ لیکن حضرت عباسؓ نے بیچ بچاؤ کر کے اس کی جان بخشی کرا دی۔

حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ کے حسب فرمان ابوسفیان کو رات بھر اپنے خیمے میں رکھا اور صبح کو وہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اللہ اکبر! وہ اٹھا ہوا سر اور وہ اکڑی ہوئی گردن جو بارگاہ ایزدی میں بھی خم نہ ہوتی تھی۔ شہنشاہ کونینؐ کے آستانہ عالیہ پر خم ہو گئی۔ العظمۃ للہ! وہ ابوسفیان جو اسلام کا بہت بڑا دشمن۔ عرب کے بہت سے قبیلوں میں دین اللہ کے خلاف آتش عناد و انتقام بھڑکانے والا اور خود محبوب خداؐ کو شہید کر دینے کی سازش میں شریک تھا۔ اس کے سیاہ نامۂ اعمال کو رحمۃ للعالمینؐ نے آب عفو و کرم سے دھو ڈالا۔ صرف جان بچانے کے لیے مسلمان ہوا۔

اس کے بعد غازیانِ اسلام کے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر نے مکہ کا رخ کیا۔ ابوسفیان آنحضرتؐ کی تجویز مبارک کے مطابق ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر جیش اسلام کا نظارہ کرنے لگا۔ جوں جوں وہ اسلامی لشکر کو قبیلہ بہ قبیلہ پرچم توحید بلند کئے گزرتے دیکھتا تھا۔ اس پر رعب اور ہیبت طاری ہوتی جاتی تھی۔ ابوسفیان نے مکہ پہنچ کر منادی کرا دی۔ کہ جو شخص خانہ کعبہ یا میرے گھر میں پناہ لے گا۔ اسے کوئی خطرہ نہیں۔ جب آنحضرتؐ نے دیکھا۔ کہ اب سے آٹھ سال پہلے جس محبوب سرزمین سے وہ انتہائی بے سروسامانی اور کس مپرسی کی حالت میں حسرت کی نگاہ ڈالتے ہوئے نکلے تھے۔ آج اسی میں شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ فاتحانہ

Marfat.com

داخل ہو رہے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ قریش نے فرزندانِ توحید کا لشکر جرار دیکھا۔ تو وہ مبہوت و خوف زدہ ہو گئے۔ اور ان کی تاب مقابلہ شل ہو کر رہ گئی۔ آنحضرتؐ دھوم دھام سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اور اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں اماں لے گا۔ یا سپر ڈال دے گا۔ یا گھر کا دروازہ بند کر لے گا۔ اسے پناہ دی جائے گی۔ حضورؐ پہلے خانہ کعبہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور اس کے تین سو ساٹھ بتوں کو گرا کر باہر پھینکوا دیا۔ پھر بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر شکرانہ کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد باب حرم پر کھڑے ہو کر اکابر قریش کے روبرو حسب ذیل شرک پاش۔ الحاد شکن اور کفر برانداز خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کے مخاطب عربوں کے علاوہ تمام اہل عالم تھے :-

"اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے عاجز بندے کی اعانت کی۔ اور تمام گروہوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانے والے کسی شخص کے لئے جائز نہیں۔ کہ وہ مکہ کی سرزمین کو خون سے آلودہ کرے۔ یا اس میں کسی سرسبز درخت کو کاٹے۔ میں نے عہد جاہلیت کی تمام رسمیں اور رواج پامال کر کے رکھ دئے ہیں۔ لیکن کعبہ کی مجاوری اور حاجیوں کو آب زمزم پلانے کا انتظام حسب سابق قائم رکھا جائے گا۔ اے جماعت قریش! اب خدا نے جاہلیت کے غرور اور نسب پر اترانے کی ممانعت کر دی ہے۔ تمام انسان آدمؑ کی نسل سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ ان اللہ علیم خبیر۔	لوگو! میں نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ۔ مگر اللہ کے

نزدیک شریف وہ ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اللہ دانا اور باخبر ہے :

خطبہ کے بعد آنحضرتؐ نے قریش کے مجمع پر نظر دوڑائی۔ ان میں سب کے سب اسلام اور

Marfat.com

پیغمبر اسلامؐ کے بدترین دشمن اور ایسے خطرناک مجرم تھے۔ کہ ہر شخص کم از کم دار و رسن کی سزا کا مستوجب تو ضرور تھا۔ حضورؐ نے ان کی طرف نگاہ اٹھاکر ہراس آفریں لہجے میں سوال کیا۔ "جانتے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والا ہوں؟" قریش بیک آواز بول اٹھے۔ "آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھتیجے ہیں۔ اس لئے ہمیں آپ سے بھلائی کی امّید ہے"۔ رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا۔ لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ "آج تم پر کوئی ملامت اور بازپرس نہیں۔ جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو"۔

خطبے سے فراغت پانے کے بعد آنحضرتؐ نے کوہ صفا پر بیٹھ کر مردوں سے بیعت لی۔ اور حضرت عمرؓ آپ کے حسب ارشاد عورتوں سے بیعت لینے لگے۔ حضورؐ نے پندرہ دن تک وہاں قیام فرمایا۔ پھر حضرت معاذؓ بن جبل کو نومسلموں کی تعلیم کے لئے مامور فرماکر مدینہ واپس تشریف لائے۔

غزوۂ حنین

فتح مکّہ کے بعد آنحضرتؐ نے قرب و جوار مکّہ کے مشہور بتوں اور بت خانوں کی شکست و ریخت کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجنے شروع کئے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت عمرؓو بن العاص اور حضرت سعدؓ بن زید کی سرکردگی میں اسلامی دستوں نے بہت سے معروف و غیر معروف بتوں اور صنم کدوں کو توڑ پھوڑ کر پیوند زمین کر دیا۔ عرب کے ان قبائل نے جو نہ قریش کے حلیف تھے۔ نہ مسلمانوں کے۔ جب دیکھا کہ مکّہ فتح ہو گیا۔ اور مختلف قبیلے فوج در فوج اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ تو خیال کیا کہ اب وہ تو کہیں کے نہ رہے۔ مسلمان یقیناً ان پر حملہ کرکے ان کا تیا پانچا کردیں گے۔ چنانچہ ان میں سے دو مشہور جنگجو قبیلوں ہوازن اور ثقیف نے اپنے متعدد ہم خیال قبیلوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرتے ہوئے پوری طرح آمادۂ جنگ کرکے اپنے گرد جمع کر لیا۔ آنحضرتؐ کو کفار کی اس زبردست فوج کا علم ہوا۔ تو عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا۔ انھوں نے واپس آکر عرض کی۔ کہ خبر صحیح ہے۔ اس پر آنحضرتؐ یکم شوال ۸ھ کو بارہ ہزار مجاہدین کا عظیم الشان لشکر ہمراہ لے کر بڑے شکوہ و تجمل سے حنین پہنچ گئے۔ بعض مسلمان اس جاہ و حشم اور پر عظمت ساز و سامان پر اترا کر کہنے لگے۔ کہ آج کون سی طاقت ہمیں مغلوب کر سکتی

Marfat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ تکبر پسند نہ آیا۔ اور مسلمان دشمن کے اچانک حملے اور تیروں کی بارش سے منتشر ہونے لگے۔ آنحضرتؐ کے پاس صرف مٹھی بھر جان نثار رہ گئے۔ تو آپ نے پُر جلال آواز سے فرمایا۔ "میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں۔" پھر حضرت عباسؓ نے فرمان نبویؐ کے مطابق شمع رسالت کے پروانوں کو بلند آہنگی سے پکارا۔ آواز سنتے ہی غازیان سرباز ادھر دوڑے اور اس شدت و جوش کے ساتھ کفار پر ٹوٹ پڑے۔ کہ وہ سراسیمگی کی حالت میں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ قبیلہ ثقیف کے ایک دستے نے کسی قدر استقلال دکھایا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد بھی چوکڑی بھول گیا۔ اور راہِ فرار اختیار کی۔ اس جنگ میں کفار کے بڑے بڑے جنگ جُو اور بہادر لوگ فنا کے گھاٹ اُتارے گئے۔ اور بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بھگوڑے دشمنوں کی ایک جماعت اوطاس میں اور دوسرا گروہ نخلہ میں پناہ گزیں ہوا۔ آنحضرتؐ نے ان کے تعاقب میں فوجی دستے روانہ کیے۔ مسلمانوں نے دونوں جگہ کفار کے چھکے چھڑا کر انہیں بھگا دیا۔ دشمنوں کا کمان دار اعظم مالک بن عوف بھاگ کر طائف چلا گیا تھا۔ وہیں قبیلہ ثقیف کے بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ اور اہلِ طائف نے ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دیئے۔ آنحضرتؐ نے جنگ کے تمام قیدی اور مال غنیمت جعرانہ بھیج کر طائف کا عزم فرمایا۔ اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ بیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔ لیکن دشمن سپر انداز نہ ہوا۔ آخر آپ نے جعرانہ تشریف لا کر مال غنیمت تقسیم فرمایا اور نو مسلم اہل مکہ کو جن میں اکثر قریش تھے۔ دلجوئی کی غرض سے زیادہ حصہ عنایت کیا۔ اس پر بعض نوجوان انصار شکایت کے لہجے میں کہنے لگے۔ کہ سر بکف اور کفن بدوش ہو کر دشمن کی صفوں کو اُلٹنے اور کشتوں کے پشتے لگانے والے ہم اور مال غنیمت حاصل کرنے والے قریش۔ آنحضرتؐ کو اس شکایت کی خبر ملی۔ تو آپ نے انصار کو ایک جگہ جمع کر کے اس کی تصدیق کرنی چاہی۔ حضورؐ کے استفسار پر اکابر انصار نے عرض کی۔ ہماری فہمیدہ اور روشن دماغ جماعت کے کسی فرد نے ایسا نہیں کہا۔ البتہ بعض نوجوانوں اور خام کاروں نے اس قسم کی باتیں کی ہیں۔ آنحضرتؐ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہی میں مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے توسّط سے تمہیں

ہدایت بخشی۔ تمہارا شیرازہ منتشر اور نااتحادی میں زہر گھل گیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے میری وساطت سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم تنگ دست تھے۔ اللہ تعالےٰ نے میرے ذریعے سے تمہیں سیم و زر میں کھیلنے کی توفیق ارزانی فرمائی"۔ انصار ہر ارشاد نبویؐ پر عرض کرتے جاتے تھے۔ کہ" بے شک ہم پر اللہ اور اس کے رسولؐ کا بڑا بھاری احسان ہوا"۔

آنحضرتؐ نے فرمایا۔" نہیں۔ تم جواب میں کہہ سکتے ہو۔ کہ ہر کس و ناکس نے تجھے جھٹلایا۔ لیکن ہم نے تیری تصدیق کی۔ سب لوگوں نے تجھے چھوڑ دیا۔ لیکن ہم نے پناہ دی۔ تُو نادار تھا۔ ہم نے تیری مدد کی"۔ اور میں جواب دیتا جاؤں گا۔ کہ" بے شک تم سچے ہو۔ مگر کیا تمہیں یہ پسند نہیں۔ کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں۔ اور تم محمدؐ کو ساتھ لے کر گھر جاؤ"؟

اس معجزانہ تقریر کا سننا تھا۔ کہ انصار بے اختیار اشک بار ہو گئے۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ بھیگی ہوئی ڈاڑھیوں سے ستارے برسنے لگے۔ یک بارگی بے ساختہ درد بھرے لہجے میں بول اٹھے۔" ہمیں محمد صلعم کے سوا کچھ نہیں چاہئے"۔ پھر حضورؐ نے فرمایا:" اگر انصار اور دوسرے لوگ الگ الگ راستوں پر چلیں۔ تو میں انصار کے راستے پر گام زن ہوں گا۔ اے خدا! انصار اور ان کے لڑکوں پر رحمت نازل کر"۔ یہ سُن کر انصار اس قدر خوش ہوئے۔ کہ زبان اور قلم دونوں اس کے بیان سے قاصر ہیں۔ پھر آپ نے انصار کو اس طرح سمجھایا۔ کہ" اہلِ مکّہ نے ابھی ابھی اسلام قبول کیا ہے۔ میں نے انھیں محض دلجوئی کے خیال سے زیادہ مال دیا۔ ورنہ ان کا حق زیادہ نہیں"۔

آنحضرتؐ نے جعرانہ سے مکّہ آکر عمرہ ادا کیا۔ اور ۲۴ ذیقعد ۸ھ کو مع صحابہ کرامؓ مدینہ واپس تشریف لائے۔ اسی سال حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی ولادت ہوئی۔ اور صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال ہوا۔

مشرکینِ مکّہ جو کفر و شرک کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مار رہے تھے۔ عرب کے گوشے گوشے سے ایمان و توحید کے نور سے منوّر ہونے کے لئے خود بخود کھچ کھچ کر مدینہ آنے اور فوج در فوج دین اللہ میں داخل ہونے لگے۔ ۹ھ کے آغاز ہی میں عرب سے اس قدر وفد آ آکر خلعت اسلام سے مزیّن ہوئے۔ کہ اس سال کا نام ہی عام الوفود پڑ گیا۔

غزوۂ تبوک

جنگ موتہ کی شکست نے رومیوں کے دل میں آتشِ انتقام کا جہنم بھڑکا دیا تھا۔ اور وہ موقع کی تاک میں تھے۔ رومی حکومت کے ماتحت شام میں غسانی بادشاہ حکمران تھا۔ رومیوں نے اسے اس مہم پر مقرر کیا۔ ہرقل نے غسانی فرمانروا کی درخواست پر چالیس ہزار کی فوج عظیم اس کے پاس بھیجی۔ اور خود بھی ایک لشکر جرّار لے کر عقب سے روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو قیصر روم کی ان عظیم الشان تیاریوں کا علم ہوا تو آپ نے تمام مسلم قبائل کو مقابلے کے لئے لیس ہونے کی دعوت دی۔ عرب کے گوشے گوشے سے مجاہدین اسلام کے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر نے دیارِ حبیبؐ کا رُخ کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں مدینہ کے در و دیوار شمع توحید کے اَن گنت پروانوں کی طواف گاہ بن گئے۔ آخر رجب ۹ھ میں آنحضرتؐ تیس ہزار غازیانِ جانباز کی فوج ظفر موج لے کر عازم شام ہوئے۔ اور تبوک پہنچ کر بیس روز تک وہاں قیام کیا۔ ایلہ کا حاکم یوحنا قبول اطاعت کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے ادائے جزیہ کی شرط پر اس کی درخواست منظور کرلی۔ جربا اور آذرخ کے باشندوں نے بھی جزیہ ادا کرنے کا اعتراف کر کے صلح نامہ حاصل کیا۔ لیکن دومۃ الجندل کے عیسائی حاکم اکیدر بن عبدالملک نے سرکشی پر کمر باندھ لی۔ اس لئے آنحضرتؐ نے اس کی گوشمالی اور گرفتاری کے لئے حضرت خالدؓ بن ولید کو چار سو بہادروں کے ایک دستے کے ساتھ روانہ کیا۔ اکیدر اپنے بھائی حسان کے ساتھ نیل گائے کے شکار میں مصروف تھا۔ کہ حضرت خالدؓ نے انھیں گھیر لیا۔ انھوں نے مقابلہ کیا۔ لیکن بے سود۔ حسان مارا گیا۔ اور اکیدر کو گرفتار کر کے حضرت خالدؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اکیدر نے قبول اطاعت اور ادائے جزیہ کا اقرار کر کے جان بچائی۔ اور قلعے میں پہنچ کر ۸۰۰ گھوڑے، ۲۰۰۰ اُونٹ، ۴۰۰ نیزے، اور ۴۰۰ زرہیں دربارِ حضورؐ میں ہدیۃً ارسال کیں۔ سرحد شام کے حکمرانوں کو مطیع و منقاد بنا کر آنحضرتؐ اطمینان سے مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

مدینہ پہنچتے ہی پھر وفود کی ریل پیل شروع ہوئی۔ اور ہر وفد شرف اسلام سے مشرف ہونے کے ساتھ ہی انعام اور دینی تعلیم کے لئے معلّم ساتھ لے کر واپس جانے لگا۔

ذیقعدہ ۹ھ میں آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر تین سو مسلمانوں کا ایک قافلہ ان کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ اس کے بعد سورۂ برأت کی چالیس آیتیں نازل ہوئیں۔ جن میں اس ارشاد باری کا اعلان تھا۔ کہ اب مشرکین خانۂ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ کوئی شخص برہنگی کی حالت میں حج نہیں کر سکے گا۔ اور مشرکین کے ساتھ آنحضرتؐ کے تمام معاہدے کفار کی عہد شکنی کے سبب آج سے چار ماہ بعد باطل متصور ہوں گے۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو یہ حکم دے کر روانہ کیا۔ کہ حج کے بعد قربانی کے دن یہ آیتیں سب کو سنا دینا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سنت ابراہیمیؑ کے مطابق حج کے ارکان ادا کئے۔ اور حضرت علیؓ نے سورۂ برأت کی چالیس آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ اسی سال حج فرض قرار پایا۔ اور یہ فریضہ مسلمانوں کے ذریعہ انجام پذیر ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو مناسک حج سکھائے۔ اسی سال زکوٰۃ فرض کی گئی اور سود حرام کر دیا گیا۔

صفحہ 58 پڑھیے ؟

تبلیغ اسلام

سنہ ۱۰ھ کے آغاز سے آخر تک مختلف مقامات سے وفود کے آنے اور قبائل عرب کے مشرف بہ اسلام ہونے کا سلسلہ متواتر جاری رہا۔ بعض وفود کے نام یہ ہیں :- تمیم، مزینہ، اسد، مرہ، فزارہ، عبس، سعد بن بکر، ثعلبہ، محارب، بنی البکاء، عقیل بن کعب، کلاب، باہلہ، کنانہ، اشجع، عامر بن صعصعہ، ہلال بن عامر، سلیم، عبد قیس، ثقیف، ربیعہ، حنیفہ، تغلب، بکر بن وائل، مرہ، شیبان، طے، صدف، کندہ، زبید، بلی، سعد، ہذیم، سلامان، عذرہ، نہد، جرم، جہینہ، کلب، حارث بن کعب، غسان، ازد، بجیلہ، ہمدان، نخع، دوس، اشعریین، خثعم، مہرہ، اسلم، جذام، حمیر۔

غرض چند ہی سال میں عرب کا گوشہ گوشہ نور اسلام سے جگمگانے لگا۔

خطبۃ الوداع

۲۶ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ کو آنحضرتؐ حج بیت اللہ کا عزم فرما کر مدینے سے مکے کی جانب روانہ ہوئے۔ مہاجرین و انصار اور دیگر سارے عرب کی ایک بھاری جمعیت ہمرکاب تھی۔ ۴ ذی الحجہ کو مکہ میں ورود فرما ہوئے۔ اور لوگوں کو مناسک حج سکھانے کے بعد عرفات میں ایک خطبہ کے دوران میں فرمایا۔

"لوگو! جو کچھ میں کہوں۔ غور سے سنتے جاؤ۔ شاید میں اس کے بعد یہاں تم سے نہ

سکوں۔ اس دن اور اس مہینے کی طرح تم پر ایک دوسرے کے جان و مال بھی حرام ہیں۔ امانتیں مالکوں کو لوٹا دو۔ دوسروں پر ظلم روا نہ رکھو۔ تاکہ تم بھی ظلم کا نشانہ نہ بنو۔ سُود حرام ہے۔ شیطان کی اُمّیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اب یہاں اس کی پرستش نہیں کی جائے گی۔ لیکن معمولی امور میں اس کی اطاعت جاری رہے گی۔ اس لئے تم شیطان کی فرمانبرداری سے بچو۔ لوگو! جس طرح تم عورتوں پر حق رکھتے ہو۔ عورتیں بھی تم پر حق رکھتی ہیں۔ عورتوں پر احسان کرو۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ (۱) کتاب اللہ (۲) سنّت نبویؐ۔ جب تک تم کتاب و سنّت کو اپنا معمول بہ بنائے رکھوّ گے۔ گمراہی سے محفوظ رہو گے۔ مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ کسی ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرّف کرنا روا نہیں۔ ایک دوسرے پر مشق ستم نہ کرو۔

" ہاں جاہلیت کے تمام رسم و رواج میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ لوگو! بلاشبہ تمھارا پروردگار اور باپ ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر۔ سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی بڑائی نہیں۔ لیکن خوفِ خدا کی وجہ سے۔ غلاموں کے ساتھ برابر کا برتاؤ کرو۔ تمھارے غلام! تمھارے غلام! اپنی اور ان کی خوراک پوشاک یکساں رکھو۔ اللہ نے ہر حق دار کو وراثت کے رو سے اس کا حق دے دیا۔ اب وارثوں کے لئے وصیّت ناجائز ہے۔ لڑکا اس شخص کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو۔ زناکار کے لئے پتھر ہے۔ اور اس کا حساب اللہ کے ذمّے ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی اور نسب سے ظاہر کرے۔ اور جو غلام اپنے آپ کو اپنے آقا کے سوا کسی اور کے ساتھ منسوب کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ عورت کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں۔ قرض ادا کیا جائے۔ مانگی ہوئی چیز لوٹائی جائے۔ عطیہ واپس کیا جائے۔ ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے"

اس خطبے کے بعد آنحضرتؐ نے لوگوں سے پوچھا۔" خدا تم سے میری نسبت دریافت کرے گا۔ تو کیا جواب دو گے؟" سب نے بیک آواز عرض کی۔" ہم کہیں گے۔ آپ نے احکام الٰہی ہم تک پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔" حضورؐ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر تین بار فرمایا۔" اے خدا! تو گواہ رہنا۔" عرفہ کے دن جب آنحضرتؐ مکّہ ہی میں تھے۔ یہ آیت

Marfat.com

نازل ہوئی :۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناہ ۔ آج ہم نے تمہارا دین مکمل کردیا۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی۔ اور تمہارے لئے مذہب اسلام کا انتخاب کیا

حج سے فراغت پاکر آنحضرتؐ عازم مدینہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ نے وفات پائی۔

وصال تکمیل دین اور اتمام نعمت کے ارشاد ربانی کے بعد آنحضرتؐ کی بعثت کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے محبوب اپنے محب کے پاس جانے کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ محرم ۱۱ھ میں حضورؐ کو بخار آیا۔ اور روز بروز افاقے کے بجائے اس میں شدت ہوتی گئی۔ ۲۶ صفر ۱۱ھ کو بیماری میں کسی قدر تخفیف ہوئی۔ تو آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو جنگ روم کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ حضرت اسامہؓ نے مدینہ سے ایک کوس آگے جرف میں قیام کیا۔ اور حضورؐ کی علالت کے باعث کوچ نہ کرسکے۔ آپ نے بھی ان کے قیام جرف کو نامناسب قرار نہ دیا۔ بعض لوگوں نے حضرت اسامہؓ کی کمان داری پر لب اعتراض وا کیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

" اگر تم اسامہؓ کی سالاری فوج پر معترض ہو۔ تو اس کے باپ کی سالاری پر بھی زبان تعریض دراز کر چکے ہو۔ واللہ وہ اس منصب کا حق دار اور مجھے سب سے زیادہ پیارا تھا اور اب اس کے بعد یہ سب سے زیادہ پیارا ہے"۔

بیماری آئے دن بڑھتی چلی گئی۔ آنحضرتؐ نے ازواج مطہراتؓ سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد باہر تشریف لاکر ایک خطبہ کے دوران میں فرمایا:" اللہ سے ڈرو۔ وہ تمہیں ہدایت دے۔ میں تمہیں اس کے سپرد کرتا ہوں۔ میں تمہیں جنت کی بشارت دینے والا، اور جہنم سے ڈرانے والا ہوں۔ تکبر چھوڑ دو۔ جنت ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو تکبر نہیں کرتے اور فتنہ و فساد کے مرتکب نہیں ہوتے۔ عاقبت کی بہتری پرہیزگاروں کے لئے اور تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ مجھے میرے قریبی عزیز غسل دیں۔ میری میت میری قبر کے کنارے رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو جا

تاکہ فرشتے مجھ پر نماز پڑھ لیں۔ پھر جماعت در جماعت مجھ پر نماز پڑھنا۔ پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں۔ پھر عورتیں"۔

آنحضرتؐ بیماری کی حالت میں بھی آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں نماز پڑھاتے رہے۔ لیکن جب زیادہ کمزور ہو گئے۔ اور چلنے پھرنے کی سکت نہ رہی۔ تو حضرت ابوبکرؓ کو امام مقرر فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے معذرت کرتے ہوئے عرض کی۔ کہ وہ رقیق القلب ہونے کے باعث یہ فریضہ انجام نہ دے سکیں گے۔ آپ یہ اہم خدمت حضرت عمرؓ کے سپرد فرمائیں لیکن حضورؐ نے اپنا پہلا فیصلہ بحال رکھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ برابر امامت کا فرض ادا کرتے رہے۔ بخاری اور مسلم کی ایک متفقہ روایت ہے۔ کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ کو بلا کر حضرت صدیق اکبرؓ کے لئے خلافت نامہ لکھوانا چاہتے تھے۔ لیکن پھر اسے ضروری قرار نہ دیتے ہوئے فرمایا۔ "مسلما[redacted] ابوبکرؓ کے سوا کسی اور کو منتخب نہ کریں گے۔ رضائے الٰہی بھی یہی ہے"۔

بیماری کے آخری دنوں میں ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "قلم دوات اور کاغذ لاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں۔ جس کے باعث تم گمراہی سے بچے رہو گے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "بیماری کی اس شدت میں حضورؐ کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینی چاہیے۔ ہمارے لئے قرآن عزیز ہی کافی ہے۔ اس پر صحابہؓ میں اختلاف ہوا۔ آخر متفقہ فیصلے کے بعد آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "بس مجھے اسی حالت پر چھوڑ دو۔ میں جس مقام پر ہوں، وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو"۔ تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ نے سب کو طلب کر کے یوں وصیت فرمائی:۔

"وفود کو انعام سے خوش کیا کرو۔ جزیرۃ العرب سے مشرکوں کو نکال دو۔ اسامہؓ کی فوج کو ضرور روانہ کر دینا۔ انصار کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ ان کی غلطیوں کو نظر انداز کر دینا۔ اپنی صحبت میں ابوبکرؓ سے افضل کسی کو نہ سمجھنا"۔

اس کے بعد پھر مرض کی شدت ہو گئی۔ اور آپ پر غشی کا عالم طاری ہو گیا۔ قدرے سکون ہونے پر حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ "وہ جو پانچ چھ دینار تمہارے پاس ہیں،

Marfat.com

انھیں خدا کی راہ میں خیرات کردو۔" پھر حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی۔ کہ "نماز اور متعلقین سے باخبر رہنا۔"

۱۲ ربیع الاول سلہ دوشنبہ کو فجر کی نماز کے وقت آنحضرتؐ باہر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ امامت کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ آداب و تعظیم کے خیال سے پیچھے ہٹنے لگے تو حضورؐ نے روک دیا۔ اور داہنی جانب بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ ایک مختصر وعظ ارشاد فرما کر اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ جوں جوں افق سے آفتاب ابھرتا جاتا تھا۔ کائنات کے مطلع پر ظلمت کی بدلیوں کے دھبے سے بن بن کر مٹتے اور مٹ مٹ کر بنتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد حالت نازک ہونے لگی۔ اس عالم میں حضرت عائشہؓ سے مسواک لے کر دانتوں پر پھیری۔ پانی کا برتن پاس رکھا تھا۔ اس میں ہاتھ ڈال کر چہرے پر پھیرتے جاتے اسی اثنا میں تین دفعہ بل الرفیق الاعلیٰ (بس اب وہی رفیق درکار ہے) فرمایا۔ اور اسی رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت ابوبکرؓ کی بصیرت و فراست

وصال کے دن حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کو افاقہ کی حالت میں اور خوش وخرم دیکھ کر آپ کی اجازت سے اپنے گھر چلے گئے تھے۔ اس لئے انتقال کے وقت موجود نہ تھے۔ اس سانحہ ہوش ربا کو جس نے بھی سنا۔ وہ حواس باختہ ہو گیا۔ حضرت عمرؓ جوش محبت اور فرط عقیدت کے باعث ایسی خبر سن ہی نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ وہ از خود رفتگی کی حالت میں تلوار کو بے نیام کر کے کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ جو شخص کہے گا۔ کہ رسول اللہ صلعم انتقال فرما گئے ہیں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ بھی آپہنچے۔ اور لوگوں کے شور و غل کی پروا کئے بغیر سیدھے حجرۂ مبارک میں چلے گئے۔ چہرۂ پرنور کو غور سے دیکھ کر جبین مبارک کو چوما، اور روتے ہوئے کہا:۔

"میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ بے شک وہ موت جو آپ کی تقدیر میں لکھی تھی آپ پر طاری ہو گئی۔ اس کے بعد ہرگز کوئی موت نہیں آئے گی۔ واللہ آپ پر دو موتیں وارد نہیں ہو سکتیں۔"

Marfat.com

باہر آکر دیکھا، تو حضرت عمرؓ غیظ و غضب میں ویسی ہی باتیں کہہ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ سے فرمایا۔"بس خاموش رہو۔ اور بیٹھ جاؤ"۔ انھوں نے از خود رفتگی کے عالم میں کچھ پروا نہ کی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے الگ مسلمانوں کو جمع کر کے ایک بصیرت افروز اور فراست آموز تقریر کے دوران میں فرمایا:۔

"لوگو! اگر تم محمد صلعم کی پوجا کرتے تھے۔ تو وہ بے شک وفات پا گئے۔ اور اگر خدا کی پرستش کرتے تھے۔ تو بے شک وہ زندہ ہے۔ اور کبھی نہیں مرے گا۔"

پھر یہ آیت پڑھی :۔

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیه فلن یضر الله شیئاً و سیجزی الله الشاکرین ۔	اور محمدؐ صرف ایک رسول تھے۔ ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر محمدؐ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنی پہلی حالت کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے۔ اور جو شخص حالت کفر کی طرف لوٹ

جائے گا۔ وہ اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور عنقریب اللہ تعالےٰ اسلام پر استقلال سے قائم رہنے والوں کو جزا دے گا۔

اس معجزانہ تقریر کا یہ اثر ہوا۔ کہ حیران و ششدر صحابہؓ کی نظروں سے حجاب اٹھ کر انھیں اطمینان ہو گیا۔

تجہیز و تکفین میت رسولؐ کو غسل وغیرہ دینے کا شرف حضرات علیؓ، عباسؓ، فضلؓ بن عباسؓ، قثمؓ بن عباسؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ کو نصیب ہوا۔ اب یہ حل طلب مسئلہ سامنے آیا۔ کہ آنحضرتؐ کو دفن کہاں کیا جائے۔ بعض مسجد کا نام لیتے تھے۔ اور بعض مکان کا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے۔ فرمایا۔ میں نے رسولؐ اللہ کا یہ ارشاد خود حضورؐ ہی کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ کہ "نبی وہیں دفن کیا جاتا ہے، جہاں اس کا انتقال ہو"۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ نے حضرت عائشہؓ کے حجرۂ مبارک میں گورکنی کی سعادت حاصل کی۔ اور بغلی لحد نے ہاتھ پھیلا کر درج نبوت کے اس گوہر یکتا کو آغوش میں لے لیا۔ بے شمار مردوں، عورتوں اور لڑکوں نے باری باری سے علیحدہ علیحدہ نماز جنازہ ادا کی۔ اس لئے بہت

دیر ہو جانے کے باعث ۱۴ ربیع الاول سہ شنبہ کو رسم تدفین عمل میں لائی گئی۔

ازواج و اولاد

آنحضرتؐ نے صرف پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں ایک چہل سالہ بیوہ خاتون سے کی۔ باقی دس شادیاں جوانی ڈھل جانے کے بعد مختلف مصلحتوں کی بنا پر کیں۔ صحیح گیارہ شادیاں

حضرت خدیجہؓ

خدیجہؓ نام، طاہرہ لقب، معزز قریشی خاندان سے اور دولت مند تھیں۔ پہلے شوہر ابوہالہ بن زرارہ کے انتقال پر عتیق ابن عائذ سے اور اس کی وفات پر آنحضرتؐ سے عقد ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ کے سوا باقی اولاد انھیں کے بطن سے ہوئی۔ آنحضرتؐ کو ان سے اس قدر محبت تھی۔ کہ ان کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔ ہجرت سے کئی سال پہلے مکہ میں انتقال ہوا۔

حضرت سودہؓ

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ایک اور بیوہ خاتون سودہؓ بنت زمعہ سے عقد کیا۔ انھوں نے مع اپنے پہلے شوہر سکران بن عمرو کے مسلمان ہو کر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ وہاں سے واپسی کے چند روز بعد سکران نے وفات پائی۔ اور اس کی بیوی کو آنحضرتؐ کی زوجیت کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں انتقال ہو گیا۔

حضرت عائشہؓ

حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ انھیں سنہ بعثت میں آنحضرتؐ کے ساتھ عقد کی سعادت حاصل ہوئی۔ نہایت ذہین، فہیدہ اور علم و فضل میں ممتاز تھیں۔ عورتیں ان سے نسوانی مسائل سیکھتی تھیں۔ اور نامور صحابہؓ اہم مسئلوں میں مشورہ لیتے تھے۔ ۵۷ھ میں انتقال کیا۔

حضرت حفصہؓ

حضرت عمرؓ کی صاحبزادی اور بیوہ تھیں۔ ان کے پہلے شوہر خنیس جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کے عقد میں آئیں طبیعت کی ذرا تیز تھیں۔ ۴۵ھ میں وفات پائی۔

ام المساکین حضرت زینبؓ

زینبؓ نام، ام المساکین کنیت۔ یہ اس لئے مشہور ہوئیں۔ کہ فقیروں اور محتاجوں سے فیاضانہ سلوک

Marfat.com

کرتی تھیں۔ پہلے شوہر حضرت عبداللہؓ بن جحش نے غزوۂ احد میں جامِ شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کی حرم محترم بننے کا فخر نصیب ہوا۔ نکاح سے صرف دو تین مہینے بعد تیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔

حضرت امّ سلمہؓ ام سلمہؓ کنیت اور اصلی نام ہند تھا۔ پہلے شوہر عبداللہ بن عبدالاسد نے جنگ احد میں شہادت پائی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کی شمع خانہ بنیں۔ علم و فضل میں حضرت عائشہؓ سے دوسرے درجے پر تھیں۔ ۶۱ھ میں چوراسی سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوئیں۔

حضرت زینبؓ رسول اللہؐ کی پھوپھیری بہن تھیں۔ ان کے پہلے شوہر آنحضرتؐ کے غلام حضرت زیدؓ بن حارث تھے۔ لیکن میاں بیوی میں نباہ نہ ہو سکنے کے باعث طلاق ہوگئی۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے ان سے نکاح فرمایا۔ نہایت پرہیزگار اور سخی تھیں۔ ۲۰ھ میں ترپن سال کی عمر پاکر انتقال کیا۔

حضرت جویریہؓ حارث بن ضرار کی بیٹی اور قبیلہ بنی مصطلق کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ پہلا شوہر سافع ابن صفوان ایک جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تو یہ گرفتار ہوکر حضرت ثابتؓ انصاری کے حصے میں آئیں۔ پھر جوشِ غیرت سے بیتاب ہوکر آنحضرتؐ کی خدمت میں داستانِ مصیبت عرض کرتے ہوئے امداد چاہی۔ حضورؐ نے ان کی مرضی سے حضرت ثابتؓ کو مقررہ رقم ادا کرکے ان کے ساتھ عقد کرلیا۔ ۵۰ھ میں جب انکی عمر پینسٹھ سال کی تھی۔ وفات پائی۔

حضرت ام حبیبہؓ رملہ نام، ام حبیبہؓ کنیت۔ پہلا شوہر عبیداللہ بن جحش اسلام قبول کرنے کے بعد عیسائی ہوگیا۔ اور بیوی سے قطع تعلق کرلیا۔ اس کے بعد یہ آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔ ۴۴ھ میں انتقال کیا۔

حضرت میمونہؓ حارث کی بیٹی تھیں۔ پہلے شوہر مسعود بن عمرو الثقفی سے طلاق پاکر ابو درہم بن عبدالعزیٰ سے عقد کیا۔ ان کی وفات کے بعد آنحضرتؐ کی سلک ازواج میں منسلک ہوئیں۔ ۵۱ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت صفیہؓ زینبؓ نام، صفیہؓ عرف۔ پہلے یہودیہ تھیں۔ باپ رئیس اور ماں رئیس زادی تھیں۔ پہلے شوہر سلام بن مشکم یہودی نے طلاق دے دی۔ تو کنانہ بن ابی الحقیق کے عقد میں آئیں۔ کنانہ غزوۂ خیبر میں قتل ہوگیا۔ اور خود گرفتار ہوگئیں۔ پہلے حضرت دحیہ کلبیؓ کے حصے میں آئیں۔ پھر آنحضرتؐ کے ازدواج کی زینت سے مزین ہوئیں۔

ہ رسول اللہ صلعم کی اولاد کی تعداد چھ تھی۔ دو صاحبزادے حضرت قاسمؓ اور حضرت ابراہیمؓ اور چار صاحبزادیاں۔ حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت کلثومؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ دو اور صاحبزادوں حضرت طیبؓ اور حضرت طاہرؓ کا نام بھی بعض روایات میں درج ہے حضرت قاسمؓ نبوت سے دس بارہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ لیکن بچپن ہی میں وفات پاگئے حضرت ابراہیمؓ ۸ھ میں پیدا ہوئے اور صرف سوا دو مہینے کے بعد انتقال کرگئے۔

حضرت زینبؓ کا عقد ان کے موسیرے بھائی ابوالعاص کے ساتھ ہوا۔ ۸ھ میں صاحبزادہ علیؓ اور صاحبزادی امامہؓ کو یادگار چھوڑ کر وفات پائی۔

حضرت رقیہؓ کا نکاح اسلام سے پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ ہوا۔ اسلام کے بعد ابولہب نے طلاق دلوادی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے عقد میں آئیں۔ جنگ بدر کے زمانے میں انتقال کیا۔

حضرت ام کلثومؓ ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کے عقد میں آئیں۔ لیکن ابولہب نے انھیں بھی طلاق دلوادی۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال پر حضرت عثمانؓ سے نکاح ہوا۔ ۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا۔ آنحضرتؐ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ حضرت علیؓ نے ان کے جیتے جی دوسری شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ تو آنحضرتؐ کو سخت رنج پہنچا۔ اس پر حضرت علیؓ نے یہ خیال چھوڑ دیا۔ اور ان کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کیا۔ ۱۱ھ میں وصال نبویؐ سے چھ مہینے بعد انتقال کیا۔ ان کے تین بیٹے تھے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت محسنؓ، اور دو بیٹیاں حضرت ام کلثومؓ، حضرت زینبؓ۔

Marfat.com

سیرت النبیؐ

انسان کی عظمت کا بہترین معیار اخلاق و عمل ہے۔ تاریخ عالم کے اوراق ایک ایک کر کے اُلٹ جائیے۔ عام مصلحین سے انبیاءؑ تک کی سیرت پر ناقدانہ نظر ڈالیے۔ اور دیکھیے کتنے بزرگ ایسے نکلتے ہیں۔ جو صرف محراب و منبر ہی پر جلوہ گر ہو کر لوگوں کو خُلق عظیم کا درس نہ دیتے۔ بلکہ خلوت میں بھی اس کا عملی نتیجہ بن جاتے تھے۔ آپ کو نگر کے معلم امی صلی اللہ علیہ وسلّم کے سوا جو پکار پکار کر لم تقولون مالا تفعلون کہتے تھے۔ کوئی بزرگ ایسا نہ ملے گا۔ جس کی زندگی کا ایک بھی واقعہ اس کے ارشادات زریں کی تائید میں پیش کیا جا سکے۔ مختصر یہ کہ (اگر چلتا پھرتا اور بولتا چالتا قرآن دیکھنا ہو) تو حضرت رسول کریمؐ کی ذات گرامی کو دیکھ لو۔ آپ کی سیرت یکسر قرآن تھی۔ مشہور الہامی کتابیں اپنے اپنے رسول کے اقوال زریں سے لبریز ہیں۔ لیکن کیا ان میں سے ایک بھی قول اپنے مبلغ کے عمل کی شہادت دے رہا ہے۔ اب قرآن عزیز کو دیکھئے۔ کہ کس طرح اپنے داعیٔ حق کے باب میں ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہے:۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اے محمدؐ! تم اخلاق کے بڑے درجے پر ہو

اب اس شہنشاہ کونین اور رحمۃ للعالمین صلعم کے فقید المثال اخلاق عظیمہ پر جو خدا کے بعد کائنات کی سب سے بڑی ہستی ہے۔ اجمالی روشنی ڈالنے کے لئے عنوانات کے ساتھ ساتھ ان کا بیان اور جزئی واقعات سپرد قلم کئے جاتے ہیں:۔

حسنِ خُلق

ایک دفعہ آنحضرتؐ درۂ کوہ میں اونٹ پر سوار جا رہے تھے۔ عقبہؓ بن عامر صحابی ہمراہ تھے۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا۔ "آؤ سوار ہو جاؤ"۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ کہ ایسی بے ادبی تو مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آنحضرتؐ نے دوبارہ فرمایا۔ اب انھوں نے محسوس کیا۔ کہ انکار کرنا تعمیلِ ارشاد کے خلاف ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ اتر پڑے۔ اور وہ سوار ہو گئے۔

حسنِ معاملہ

ایک مرتبہ کسی سے اُونٹ مستعار لیا۔ واپسی پر اس سے بہتر اونٹ دیا۔ اور فرمایا۔ "سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو ادائے قرض میں خوش معاملگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے"۔

Marfat.com

ایک دفعہ کسی سے پیالہ قرض لیا۔ اتفاق سے وہ کھویا گیا۔ تو اس کی قیمت ادا فرمائی۔

عدل وانصاف ایک مرتبہ خاندان مخزوم کی کسی عورت نے چوری کی۔ لوگوں نے اسے سزا سے بچانے کے لئے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کے ذریعے سے کہ حضورؐ انھیں بہت محبوب رکھتے تھے۔ بارگاہ نبویؐ میں معافی کے لئے درخواست کرائی۔ آپ نے نہایت طیش میں آکر فرمایا۔ "بنی اسرائیل کو اسی چیز نے تباہ کیا۔ کہ وہ غریبوں کو سزا دیتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے تھے"۔

سخاوت ایک دفعہ کوئی شخص خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا۔ اور آپ کی بکریوں کا ریوڑ دُور تک پھیلا ہوا دیکھ کر سوال ~~کیا~~ (بھیک) کیا۔ آنحضرتؐ نے تمام کی تمام اسے دے دیں وہ اپنے قبیلے میں جاکر کہنے لگا۔ "مسلمان ہو جاؤ۔ محمدؐ ایسے سخی ہیں۔ کہ انھیں تنگ دست ہو جانے کی کچھ پروا نہیں"۔ انتہا یہ ہے۔ کہ زندگی بھر کسی کے سوال پر لب مبارک "نہیں" کے لفظ سے آشنا نہ ہوئے۔

ایثار ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ کی صاحبزادیاں اور حضرت فاطمۃ الزہرؓا جو آپ کو اولاد میں سب سے زیادہ عزیز تھیں۔ حاضر خدمت ہوئیں۔ اور عسرت و تنگ دستی کا حال کہہ کر عرض کی۔ کہ فلاں غزوے کی کنیزوں میں سے ایک دو ہمیں عنایت فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے"۔

مہمان نوازی ایک دفعہ کوئی کافر مہمان ہوا۔ آنحضرتؐ نے اسے ایک بکری کا دودھ پلایا۔ لیکن وہ سیر نہ ہوا۔ ہوتے ہوتے وہ سات بکریوں کا دُودھ پی گیا۔ اور آپ خندہ پیشانی سے پلاتے چلے گئے۔

گداگری سے نفرت اگر کوئی شخص شدید ضرورت کے بغیر سوال کرتا۔ تو مزاج اقدس پر بہت گراں گزرتا۔ اور فرماتے۔ "اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا لاکر فروخت کرے۔ اور عزت و آبرو سے پیٹ پالے۔ تو سوال کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہے"

قبیصہ نام ایک صاحب جو قرض کے باعث تنگ دست تھے۔ خدمت نبویؐ میں آکر سائل ہوئے۔ آنحضرتؐ نے وعدہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا۔ "اے قبیصہ! سوال کرنا

صرف تین شخصوں کے لئے جائز ہے۔ (۱) جو مقروض ہو۔ لیکن ضرورت پوری ہو جانے پر اسے یہ عادت ترک کر دینی چاہیے (۲) جس کا سرمایہ کسی اچانک حادثے کی نذر ہو گیا ہو۔ مگر جب حالت قدرے درست ہو جائے۔ تو گداگری چھوڑ دے۔ (۳) جو بھوکا ہو۔ اور محلّے کے تین معتبر آدمی شہادت دیں۔ کہ وہ فاقے سے ہے۔ ان حالات کے سوا جو شخص مانگ کر کھاتا ہے۔ وہ حرام کھاتا ہے"۔

صدقے سے پرہیز آنحضرتؐ نہ خود صدقہ و زکوٰۃ قبول کرتے تھے۔ اور نہ اسے اپنے خاندان کے لئے روا رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امام حسنؓ نے صدقے کی ایک کھجور مُنہ میں ڈال لی۔ حضورؐ نے ڈانٹ کر کہا۔ "کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا"۔ پھر اسے اُگلوا دیا۔

تحفے قبول کرنا آنحضرتؐ احباب سے اس لئے تحفے قبول فرمالیا کرتے تھے۔ کہ اسے ازدیاد محبت کا بہترین ذریعہ قرار دیتے تھے۔ بادشاہوں کے تحفے بھی روا نہ فرمایا کرتے تھے۔

تحفے دینا آنحضرتؐ تحفے بھیجنے والوں کو خود بھی صلے کے طور پر تحفے دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ذی یزن حاکم یمن نے حضورؐ کی خدمت میں ایک گراں قیمت حلّہ بھیجا۔ آپ نے قبول فرمانے کے بعد خود بھی اسے ایک قیمتی حلّہ ارسال فرمایا۔

احسان نہ اٹھانا آنحضرتؐ کبھی کسی کا احسان نہ اٹھاتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں تعمیر مسجد کے لئے زمین کی ضرورت پیش آئی۔ مالکوں نے عرض کی بیفت نذر ہے۔ مگر حضورؐ نے قیمت ادا فرمائی۔

تشدد سے احتراز ایک دفعہ کسی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر گزارش کی مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے۔ سزا کے لئے حکم صادر فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ نماز سے فراغت ہوئی۔ تو اس نے دوبارہ وہی عرض کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "کیا تم نے نماز ادا نہیں کی؟ کہا، "ادا کر لی"۔ فرمایا۔ "تو بس خدا نے تمہارا گناہ بخش دیا"۔

ترکِ دُنیا کی ناپسندیدگی ایک دفعہ کسی صحابیؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! میں ایک غار دیکھ آیا ہوں جس میں قدرتی آب و دانہ موجود ہے۔ چاہتا ہوں، کہ دنیا چھوڑ کر وہاں چلا جاؤں۔ اور ساری زندگی عبادت الٰہی میں گزار دوں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ "میں دنیا میں یہودیت یا عیسائیت لے کر نہیں آیا۔ بلکہ آسان ابراہیمیؑ مذہب لے کر آیا ہوں"۔

مدح و تعریف ناپسند تھی ایک دفعہ مسجد میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے محجن ثقفیؓ سے اس کا نام وغیرہ دریافت فرمایا۔ محجنؓ نے نام عرض کرنے کے ساتھ ہی اس کی حد سے زیادہ تعریف کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "دیکھو کہیں یہ نہ سُن لے۔ ورنہ برباد ہو جائے گا۔" یعنی غرور اسے ہلاک کر دے گا۔

سادگی اور بے تکلفی جیسا کھانا سامنے آتا، کھا لیتے۔ جیسا موٹا جھوٹا کپڑا مل جاتا۔ پہن لیتے۔ جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔ غرض آپ کی زندگی سادگی اور بے تکلفی کی تصویر تھی۔

تکلف اور امارت سے احتراز ایک دفعہ اپنی عزیز ترین صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا طلائی ہار دیکھ کر فرمایا۔ "کیا تم یہ پسند کرو گی۔ کہ لوگ کہیں۔ پیغمبر زادی کے گلے میں آگ کا ہار ہے"۔

مساوات ایک دفعہ سفر میں کھانا تیّار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ہر صحابیؓ نے ایک ایک کام تقسیم کر لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جنگل سے لکڑیاں میں لاؤں گا۔ صحابہؓ نے ہر چند عرض کی۔ کہ ہم خادموں کے ہوتے ہوئے آپ تکلیف نہ فرمائیں لیکن ارشاد ہوا۔ کہ "میں اپنے آپ کو تم سے ممتاز نہیں کرنا چاہتا۔ خدا کے نزدیک ایسا بندہ پسندیدہ نہیں"۔

تواضع اپنا کام آپ کرتے۔ جُوتا ٹوٹ جاتا، تو خود ہی گانٹھ لیتے۔ کپڑا پھٹ جاتا تو خود ہی سی لیتے۔ مفلس سے مفلس اور ادنٰے سے ادنٰے آدمی بھی بیمار ہو جاتا تو اس کی خبرگیری کرنے تشریف لے جاتے۔

Marfat.com

ایک دفعہ کوئی شخص کسی کام کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ لیکن رعب نبوت سے تھر تھر کانپنے لگا۔ فرمایا۔ "گھبراتے کیوں ہو۔ میں فرشتہ نہیں۔ عام آدمیوں کی طرح میری ماں بھی ایک قریش عورت تھی۔ جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔"

تعظیم اور انتہائی تعریف سے روکنا
آنحضرتؐ فرمایا کرتے "جس طرح عیسائی اپنے پیغمبر کی مدح میں مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ میری تعریف اس طرح نہ کیا کرو۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔"

ایک دفعہ کوئی صاحب دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ باتوں میں کہنے لگے۔ "جو خدا چاہے اور جو آپ چاہیں"۔ فرمایا۔ کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ کہو۔ "جو خدا اکیلا چاہے"۔

شرم و حیا
آنحضرتؐ دوشیزہ لڑکیوں سے بھی زیادہ شرمیلے اور شرم و حیا کے پیکر تھے۔ حمام میں نہانے سے منع فرماتے۔ پھر صرف مردوں کو چادر باندھ کر نہانے کی اجازت دے دی۔

عزم و ثبات
رسول اللہؐ کے مرقع زندگی میں جگہ جگہ عزم و ثبات کی چلتی پھرتی تصویریں نظر آتی ہیں۔ جنگ احد میں صحابہؓ نے آنحضرتؐ کے طلب مشورہ پر حملہ کرنے کی رائے دی۔ لیکن حضورؐ کے مسلح ہو جانے کے بعد حملے سے ہاتھ روک لینے کا خیال ظاہر کیا۔ ارشاد ہوا۔ "پیغمبر زرہ پہن کر اتار نہیں سکتا۔"

شجاعت
شجاعت میں آنحضرتؐ کا کوئی حریف نہ تھا۔ بڑے بڑے بہادر آپ کی تیغ شجاعت کا لوہا مانتے تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں اچانک شور اٹھا کہ غنیم آ گیا۔ لوگ مقابلے کو نکل آئے۔ لیکن سب سے آگے آنحضرتؐ تھے۔ اور جلدی میں زین کسے بغیر برہنہ پشت گھوڑے پر سوار ہو کر ہر جگہ دیکھ بھال کر آئے۔ پھر لوگوں کو تسلی دی کہ کوئی خطرہ نہیں۔

سچ بولنا
یوں تو سچ بولنا اور پیغمبری لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن یہاں صرف دشمنوں کی زبان سے آنحضرتؐ کی راست گفتاری کی ایک دو شہادتیں درج کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

ع جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے۔

نبوت کا دعوےٰ کرنے کے وقت قریش مکہ نے حضورؐ کو نعوذ باللہ مجنوں کہا، شاعر کہا، کاہن کہا۔ لیکن کاذب نہیں کہا۔

اور تو اور ابوجہل جیسے جانی دشمن نے کہا تو یہی کہا۔ "محمدؐ! میں تمھیں جھوٹا تو نہیں کہتا۔ لیکن تمھارے دعوے کے دلائل کو صحیح نہیں سمجھتا۔"

وعدہ پورا کرنا نبوت سے قبل کا ذکر ہے۔ کہ ایک دفعہ عبداللہ بن ابی الحمساء نے رسول اللہؐ سے کچھ معاملہ کرنے کے بعد کہا۔ "آپ یہاں بیٹھئے۔ میں ابھی واپس آکر حساب بے باق کر دوں گا۔" عبداللہ کو دوسری مصروفیتوں میں اپنا وعدہ یاد نہ رہا۔ تین دن کے بعد آکر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضورؐ وہیں تشریف فرما ہیں۔ ارشاد ہوا۔ کہ میں تین دن سے یہاں بیٹھا تمھارا انتظار کر رہا ہوں۔"

زہد و قناعت بس ارشاد ربانی کی روشنی میں کہ "قیامت میں نعیم سے سوال ہوگا۔" آنحضرتؐ دنیا کی نعمتوں سے احتراز فرماتے تھے۔ اکثر فاقے سے رہتے تھے۔ رات کو بارہا ایسا اتفاق ہوتا۔ کہ آپ مع اہل و عیال بھوکے سو رہتے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ کہ "آدمی کو صرف انھیں چیزوں کا حق ہے۔ ایک گھر، ایک کپڑا، روکھی سوکھی روٹی اور پانی۔"

عفو و حلم ایک دفعہ آنحضرتؐ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ ایک بدو حصول نیاز کے لئے حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مسجد ہی میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگ آناً فاناً اسے سزا دینے کے لئے جمع ہو گئے۔ ارشاد ہوا۔ کہ "اسے چھوڑ دو۔ اور پانی کا ایک ڈول ڈال کر بہا دو۔ خدا نے تمھیں مشکل کے لئے نہیں۔ بلکہ سہولت کے لئے بھیجا ہے۔"

دشمنوں سے درگزر دشمنوں سے بدلہ لینے کا سب سے بڑا موقع وہ تھا۔ جب آنحضرتؐ نے مکہ فتح کیا۔ اس تقریب پر وہ سب لوگ سامنے تھے۔ جنھوں نے کینہ خواہی کے مجنونانہ جوش میں آپ پر اذیت و ظلم کی بجلیاں گرانے میں تمام قوتیں صرف کر دی تھیں۔ لیکن رحمۃ للعالمینؐ نے انھیں یہ کہہ کر چھوڑ دیا:۔

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء۔ تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ آزاد ہو۔

کفار کے ساتھ سلوک

ابوبصرہ غفاریؓ کفر کی حالت میں بمقام مدینہ رسول اللہؐ کے مہمان ہوئے ۔ رات ہوئی ۔ تو تمام بکریوں کا دودھ پیتے پیتے ختم کردیا ۔ آنحضرتؐ خاموش رہے ۔ اور گھر کے سب لوگوں نے فاقہ کیا ۔

یہودیوں اور عیسائیوں سے سلوک

ایک دفعہ چند یہودی بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہوئے ۔ اور السلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تمھیں موت آئے) کہا ۔ حضرت عائشہؓ نے طیش میں آکر انھیں درشت جواب دیا ۔ لیکن حضورؐ نے روکتے ہوئے فرمایا ۔ " عائشہؓ بدزبانی نہ کرو ، نرمی کرو ۔ خدا کو ہر بات میں نرمی پسند ہے ۔ "

ایک دفعہ نجران کے عیسائی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۔ تو آپ نے ان کی خاطرداری کرکے انھیں مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا ۔ بلکہ ان کے اپنے رواج کے مطابق مسجد میں عبادت کرنے کی بھی اجازت عطا فرمائی ۔ مسلمانوں نے انھیں منع کرنا چاہا ۔ تو آپ نے روک دیا ۔

غریبوں پر شفقت

ایک دفعہ آنحضرتؐ نے دعا میں فرمایا ۔ " اے خدا ! مجھے غریب زندہ رکھ ، غریب اٹھا ، اور غریبوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر ۔ " حضرت عائشہؓ نے عرض کی " یا رسول اللہؐ یہ کس لئے " ؟ ارشاد ہوا ۔ " اس لئے کہ غریب امیروں سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے ۔ " پھر فرمایا " عائشہؓ ! کسی غریب کا سوال رد نہ کرنا ۔ خواہ ذرا سا چھوارا ہی کیوں نہ ہو ۔ وہی دے دینا ۔ خالی ہاتھ نہ لوٹانا ۔ "

دشمنوں کے لئے دعائے خیر

غزوۂ احد میں جن دشمنوں نے آپ پر پتھروں ، تیروں اور تلواروں سے قاتلانہ حملے کئے ۔ ان کے حملوں کو آپ نے اس دعا کے حربوں سے روکا ۔ کہ :-

اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون ۔ اے اللہ ان لوگوں کو ہدایت دے ۔ کہ یہ نادان ہیں ۔

بچوں سے محبت اور شفقت

رسول اللہ صلعم بچوں کے ساتھ نہایت محبت کرتے اور ان پر شفقت فرماتے تھے ۔ ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں ۔ " ایک دفعہ بچپن میں میں نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز ادا کی ۔ نماز پڑھ کر

حضورؐ گھر کو روانہ ہوئے۔ میں بھی ساتھ چلنے لگا۔ ادھر سے کچھ اور لڑکے بھی آ گئے۔ آنحضرتؐ نے سب لڑکوں کو اور مجھے پیار کیا"۔ آنحضرتؐ کا ابر شفقت مسلم اور غیر مسلم سب بچوں پر یکساں برستا تھا۔

غلاموں پر مہربانی

خواجۂ دو جہاںؐ غلاموں پر بہت مہربان تھے۔ اور فرمایا کرتے۔ "یہ تمہارے بھائی ہیں۔ انھیں اپنے برابر کھلاؤ، پلاؤ اور پہناؤ"۔ کسی شخص نے بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کی۔ "یا رسول اللہ صلعم! میں غلاموں کو کے مرتبہ معاف کروں"۔ حضورؐ نے دو دفعہ چپ رہنے کے بعد فرمایا۔ "ہر روز ستر مرتبہ"۔

عورتوں کے ساتھ سلوک

اسلام کے سوا کسی مذہب نے عورتوں کی حق رسی نہیں کی۔ آنحضرتؐ مستورات کے لئے آیۂ رحمت بن کر نازل ہوئے اور ان کے حقوق مقرر فرما کر انھیں قدر و منزلت کے اعتبار سے مردوں کے برابر کر دیا۔

ایک دفعہ بعض مستورات نے دربار نبوتؐ میں حاضر ہو کر استدعا کی کہ وعظ سننے اور مسائل دریافت کرنے کی غرض سے مردوں سے الگ ہمارے لئے ایک دن مخصوص فرما دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے ان کی درخواست منظور فرمالی۔

حیوانوں پر رحم

مدت سے عرب میں حیوانات کو طرح طرح کے جور و تشدد کا تختہ مشق بنایا جاتا تھا۔ رحمۃ للعالمینؐ نے تمام مظالم موقوف کرا دئے۔ ایک دفعہ راستے میں کسی گدھے کا داغا ہوا چہرہ نظر پڑا۔ تو فرمایا۔ "جس شخص نے اس کا چہرہ داغا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہے"۔

عام رحمت

ایک دفعہ کوئی صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور کسی کے حق میں بددعا کرنے کے لئے استدعا کی۔ رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا۔ "میں دنیا میں لعنت کے لئے نہیں۔ بلکہ رحمت کے لئے بھیجا گیا ہوں"۔ ذات باری تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ:۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ اے محمدؐ! ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

رقتِ قلب

ایک صحابی مصعب بن عمیرؓ قبول اسلام سے پیشتر اپنے امیر والدین کے پروردۂ ناز تھے۔ مسلمان ہو جانے پر ماں باپ ان کے دشمن ہو گئے۔ ایک دفعہ وہ

Marfat.com

رند لگے ہوئے کپڑے پہنے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ یہ دل گداز نظارہ دیکھ کر حضور کی
کھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

بار پرسی اور ماتم پرسی بیمار پرسی میں مسلم وغیر مسلم، یگانہ وبیگانہ، دوست و دشمن کا امتیاز نہ تھا۔ ایک دفعہ کوئی یہودی غلام بیمار ہوا۔ تو آنحضرت اس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔

ایک مرتبہ کسی حبشی نے جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ انتقال کیا۔ لوگوں نے حضور کو
طلاع نہ دی۔ ایک دن اس کا حال دریافت کرنے کے بعد اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی۔

ش طبعی آنحضرت نہایت خوش طبع اور شگفتہ مزاج تھے۔ ظرافت میں انتہائی پاکیزگی پائی جاتی تھی۔ ایک صاحب نے دربار رسول میں حاضر ہو کر کوئی
داری عنایت فرمانے کے لئے درخواست کی۔ فرمایا۔ "میں تمھیں اونٹنی کا بچہ دوں گا۔" عرض
۔ "یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔" ارشاد ہوا۔ کہ "کون سا اونٹ ہے۔ جو
ٹنی کا بچہ نہیں ؟"

لاد سے محبت آنحضرت کو اپنی اولاد سے غیر معمولی محبت تھی۔ حضرت فاطمہ جب خدمت اقدس میں آتیں۔ تو حضور کھڑے ہو جاتے۔ پیشانی پر
سہ دیتے۔ اور اپنی جگہ بٹھاتے۔

ایک دفعہ آپ کسی دعوت میں تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت امام حسین راستے میں
یل رہے تھے۔ آپ نے انھیں پکڑ کر سینے سے چمٹا لیا۔ اور فرمایا۔ "حسین میرا ہے۔ اور میں
ن کا ہوں۔"

حضرت امام حسن کو گود میں اٹھا کر ان کے منہ میں منہ ڈالتے اور فرماتے "الٰہی! میں
سے چاہتا ہوں۔ اور اسے بھی چاہتا ہوں۔ جو اسے چاہے"۔

Marfat.com

دوسری جلد

خلافتِ راشدہ

۱۲ھ سے ۱۳ھ تک

خلافتِ راشدہ کا حصہ تقریباً 28 سالوں پر مشتمل ہے

12 ھ سے 40 ھ تک

TAHIRA

Asif

Marfat.com

چوتھا باب

خلافتِ راشدہ

اسلامی خلافت

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دو قسم کے نبی مبعوث کیے (۱) معلّم نبی مثلاً حضرت موسیٰؑ اور (۲) بادشاہ نبی مثلاً حضرت سلیمانؑ۔ معلّم نبی کا جانشین کوئی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ نبوت کا کام ختم کر جاتا ہے۔ نبی پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس لئے اگر اس کا کوئی جانشین ہو۔ تو اس پر بھی وحی نازل ہونی چاہئے۔ پھر دونوں میں کوئی فرق نہ ہوا۔ پہلا نبی اسی وقت واصل بحق ہوتا ہے۔ جب وہ فرائضِ نبوت پوری طرح انجام دے چکتا ہے۔ اس کے وصال کے بعد فوراً ہی اس کے جانشین یعنی دوسرے نبی کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن بادشاہ نبی کے انتقال پر فرائض نبوّت کی بجا آوری کے لئے تو واقعی اس کا کوئی جانشین نہیں ہوتا۔ البتہ امورِ سلطنت میں جانشین کا ہونا ناگزیر ہے۔ سرورِ کائنات فخرِ موجودات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ نبی تھے۔ کیونکہ وہ نبی اور ختم الرسل ہونے کے علاوہ ایک مکمل و بہترین مجموعۂ قوانین بھی لے کر آئے تھے۔ لہٰذا وصال حضورؐ کے بعد امور سلطنت میں آپ کے جانشین یا خلیفہ کا ہونا قطعاً لابدی تھا۔ چنانچہ مہمات حکومت میں آنحضرتؐ کے جانشین ہوئے۔ ان میں صرف چار اصحاب ایسے نکلے جو بلاواسطہ حضورؐ کے فیضِ تربیت سے بہرہ یاب ہونے کے باعث اپنی حکومت و سلطنت کو شہنشاہ کونینؐ کی حکومت و رسالت کے زیادہ سے زیادہ مشابہ رکھنے کے قابل ہوئے۔ انھیں چار یاروں کی حکومت و سلطنت یعنی خلافت کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ

سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۱۳ھ تک

تذکرۂ صدیق رضؓ

عبد اللہ نام، ابو بکر کنیت اور صدیق عتیق لقب تھا۔ قحافہ کے بیٹے اور قریش کے معزز خاندان بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔ چھٹی پشت پر آپ نسب میں آنحضرتؐ سے مل جاتے ہیں۔ خوں بہا اور تاوان کا فیصلہ جو بنی تمیم سے متعلق تھا۔ آپ ہی کیا کرتے تھے۔ قبول اسلام سے پیشتر ذریعۂ معاش تجارت تھا فطرتاً نیک دل ہونے کے باعث زمانۂ جاہلیت میں بھی پاک باز تھے۔ اور آپ کا دامن کردار مروجہ برائیوں کے داغوں سے مبرا تھا۔ تمول نے حسن اخلاق کے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔ اور آپ قریش کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔

حضرت ابو بکرؓ عمر میں آنحضرتؐ کے تقریباً برابر اور بچپن کے رفیق تھے۔ اکٹھے کھیلتے اور اکٹھے ہی اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اس لئے دونوں ایک دوسرے کے اخلاق شناس اور سیرت آگاہ تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب رسول کریمؐ نے سب سے پہلی دفعہ دعوتِ اسلام دی۔ تو آپ نے بلا تامل اس کی تصدیق کی۔ اس کے صلے میں آپ کو "صدیق" کا امتیازی لقب عطا ہوا۔ آپ کو آنحضرتؐ سے انتہائی محبت بلکہ عشق تھا۔ تبلیغ اسلام کی سنگلاخ وادیوں اور دشوار گزار بیابانوں میں آپ حضورؐ کی قوتِ بازو بن گئے۔ جب کبھی موقع ملا خدمت اسلام کے راستے میں اپنا سارا مال و زر قربان کر دیا۔ اور گھر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے سوا کچھ نہ رکھا۔ سچ یہ ہے۔ کہ آپ آنحضرتؐ پر جان چھڑکتے تھے۔ اور حضورؐ کی عزت و آبرو کو اپنی عزت و آبرو سمجھ کر اپنا سب کچھ نثار کر دینے کو سعادت عظمیٰ جانتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی سر بکف جدوجہد سے فرزندان توحید کی فہرست میں بڑی بڑی ہستیوں کے ناموں کا اضافہ ہوا۔ نبی اکرمؐ آپ کے اس بے نظیر ایثار کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے، اور فرمایا کرتے۔ کہ جان و تن کے اعتبار سے میں ابو بکرؓ سے زیادہ کسی کا مرہون منت نہیں۔"

Marfat.com

یہ حقیقت سب پر بے نقاب تھی۔ کہ آنحضرتؐ کی نیابت کے لئے جن غیر معمولی محاسن کی ضرورت ہے۔ وہ سب سے زیادہ حضرت ابوبکرؓ میں پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہی اس منصب کے لئے موزوں ترین و مستحق ترین شخص ہیں۔ کبھی کبھی ایسے مواقع بھی پیش آجاتے تھے۔ جو زبان حال سے اس شرف کے لئے آپ کے انتخاب کی تائید کردیتے تھے۔ باقی رہا یہ سوال کہ آنحضرتؐ نے متعدد موقعے میسر آنے کے باوجود صریحاً کسی کو اپنا جانشین کیوں مقرر نہ فرمایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ایسا کرنا اسلام کے جمہوری نظام کے خلاف تھا۔ اور آپ کو دانش گاہ نبوت کے فارغ التحصیل صحابہؓ کے علم و نظر پر پورا اعتماد تھا۔ کہ وہ اسلامی نظام کو بہترین طریق پر قائم رکھیں گے۔ اور اس میں کسی قسم کا نقص یا خلل واقع نہ ہونے دیں گے۔

سقیفۂ بنی ساعدہ اور بیعت خلافت

وصال نبویؐ کے موقع پر ادھر حضرت ابوبکرؓ نے مجمع کے سامنے ایک مختصر و جامع تقریر فرما کر حضرت عمرؓ کا جوش ٹھنڈا کیا۔ اُدھر یہ افسوس ناک اطلاع ملی۔ کہ انصار سقیفۂ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے موقع شناسی سے کام لے کر تجہیز و تکفین کے لئے حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کو وہاں چھوڑا۔ اور خود حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو ساتھ لے کر سقیفۂ بنی ساعدہ میں پہنچ گئے۔ وہاں نزاع و اختلاف کا بازار گرم تھا۔ انصار کہہ رہے تھے۔ کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہونا چاہئے ایک مہاجرین میں سے۔ اس پر بڑی بحث ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہایت تحمل اور نرمی سے انصار کو سمجھا کر ایک برجستہ تقریر کی۔ جس سے مجلس کا رنگ بدل گیا۔ آخر خود حضرت بشیرؓ انصاری نے آنحضرتؐ کا یہ ارشاد بیان کرکے کہ الائمۃ من القریش انصار کو خاموش کردیا۔ اس حدیث جمیل نے معجزانہ قوت سے جھگڑے کا بہترین فیصلہ کردیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ کہ یہ عمرؓ بن الخطاب اور ابوعبیدہؓ موجود ہیں۔ ان میں سے جس کو چاہو۔ بیعت کے لئے منتخب کرلو۔ اس پر ان دونوں صاحبوں نے کہا۔ "نہیں۔ اس بلند ترین منصب کے سب سے زیادہ اہل حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ جو رسول اللہ کے یار غار تھے۔ اور جنہیں حضورؐ نے زندگی ہی میں امامت نماز کے لئے اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔" اس کے بعد سب سے پہلے حضرت عمرؓ

نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ دیکھ کر ہر طرف سے مسلمانوں کے گروہ کے گروہ ٹوٹ پڑے۔ اگلے دن مسجد نبویؐ میں عام بیعت لی گئی۔ اس سے فارغ ہو کر آپ نے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

"لوگو! میں تمہارا امیر بنایا گیا ہوں۔ حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں۔ اگر میں نیک کام کروں۔ تو تمہارا فرض ہے۔ کہ میری اطاعت اور امداد کرو۔ اور اگر غلط راستے پر چلوں۔ تو یہ بھی تمہارا فرض ہے۔ کہ مجھے سیدھے راستے پر چلاؤ۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تمہارا کمزور شخص بھی میرے نزدیک طاقتور ہے۔ جب تک میں دوسروں سے اس کا حق نہ دلوا دوں۔ اور تمہارا طاقتور شخص بھی میرے نزدیک کمزور ہے۔ جب تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں۔ جہاد کو نہ چھوڑنا۔ جو قوم جہاد ترک کر دیتی ہے۔ خدا اسے ذلیل کر دیتا ہے۔ اور جو قوم بدکاری میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ خدا اس پر مصیبت نازل کر دیتا ہے۔ جب تک میں خدا اور رسولؐ کی اطاعت کروں۔ تم میری اطاعت کرو۔ اور جب نافرمانی کروں۔ تو میرا ساتھ چھوڑ دو۔ کیونکہ اس صورت میں تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔"

حضرت علیؓ کی بیعت میں توقف

حضرت علیؓ نے صرف اس شکایت کی بنا پر چالیس دن تک بیعت نہ کی۔ کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے وقت ان سے کیوں مشورہ نہیں کیا گیا۔ اس دوران میں ایک دن ابو سفیان نے مدینہ آ کر یہ کہتے ہوئے ان کے جذبات کو مشتعل کرنا چاہا۔ کہ آپ کے ہوتے ہوئے ابوبکرؓ کو خلافت کیونکر مل سکتی ہے۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس کی چالاکی بھانپ کر اسے تلخ جواب دیا۔ اور اسی وقت حضرت ابوبکرؓ کے پاس جا کر کہا۔ "میں آپ کی خلافت سے انکار نہیں کرتا۔ البتہ یہ بات ہے۔ کہ ہم رسول اللہؐ کے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں۔ اس لئے ہم اس امارت کو اپنی حق تلفی خیال کرتے ہیں۔ مگر بایں ہمہ اگر آپ سقیفہ بنی ساعدہ میں ہمیں بھی بلوا لیتے۔ تو ہم بھی سب سے پہلے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتے۔" حضرت ابوبکرؓ نے آبدیدہ

ہو کر فرمایا۔ ذات باری تعالےٰ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مجھے رسول اللہؐ کے عزیزوں سے سلوک کرنا اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ محبوب و مرغوب ہے۔ میں سقیفہ میں بیعت کے لئے تھوڑا ہی گیا تھا۔ میرا مقصد تو مہاجرین اور انصار کا جھگڑا چکانا تھا۔ اور بس۔ لیکن لوگوں نے خود بخود متفقہ طور پر مجھ سے بیعت کرلی۔ اگر میں اُس وقت بیعت لینے کو معرض التوا میں ڈال دیتا۔ تو یہی خطرہ دوبارہ زیادہ قوت سے پیدا ہو جانے کا قوی احتمال تھا۔ پھر آپ تو اس وقت تجہیز و تکفین کا نہایت ضروری کام انجام دے رہے تھے میں آپ کو کیونکر بلواتا"۔ اس گفتگو سے حضرت علیؓ کی پوری تسلی ہوگئی۔ اور بھرے مجمع میں حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

طوفان ارتداد اور حضرت اسامہؓ کی مہم

حضرت ابوبکرؓ کے لئے خلافت استرِ رعن کی مالا ثابت ہوئی۔ اِدھر آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔ اُدھر قبائل عرب میں ارتداد کا طوفان امڈ پڑا۔ ساتھ ہی ملک کے گوشے گوشے سے نبوت کے جھوٹے مدعیوں نے حشرات الارض کی طرح سر نکالا۔ اس پر مستزاد یہ کہ لشکر حضرت اسامہؓ کی روانگی کا نہایت اہم کام درپیش تھا۔ اس اثنا میں یہ خبریں بھی تیروں کی طرح برسنے لگیں۔ کہ دشمن کی طرف سے مدینہ پر حملہ کرنے کی زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں کے سامنے آفات و مصائب کے پہاڑ کھڑے ہوگئے۔ لیکن محبوب خداؐ کے یار غار نے اس نازک موقع اور ہولناک وقت پر ایسی ہمت، عزم، صبر، استقامت، بصیرت اور تدبر سے کام لیا جس کی سب سے اعلےٰ سند انھیں دانش گاہ نبوت سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ رنگ دیکھ کر صحابہؓ نے ابوبکرؓ سے عرض کی۔ کہ حالات حاضرہ کی نزاکت کے پیش نظر اسامہؓ کی مہم کو ملتوی کر دینا مناسب ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ارادے پر چٹان کی طرح قائم رہ کر ذوق یقین کی بخشی ہوئی قوتِ گویائی سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔ "قسم ہے اس قادر مطلق کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر مدینہ میں ایسا ہو کا عالم ہو جائے۔ کہ درندے مجھے تنہا پاکر پھاڑ کھانے کو دوڑیں۔ تو بھی میں لشکر اسامہؓ کی روانگی کو ہرگز ہرگز نہیں روک سکتا۔ کیونکہ اس کی روانگی کے لئے آنحضرتؐ نے

Marfat.com

حکم دیا تھا"۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے لشکر روانہ کیا۔ اور پیدل اسے رخصت کرنے کے لئے مدینہ سے باہر تک تشریف لے گئے۔ آپ نے رخصت کے وقت حضرت اسامہؓ کو یوں نصیحت فرمائی۔ کہ "خیانت نہ کرنا، جھوٹ بولنے سے بچنا، وعدے کی خلاف ورزی نہ کرنا، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو جان سے نہ مارنا۔ ہاتھ پاؤں، ناک کان نہ کاٹنا پھل والے درخت کو نقصان نہ پہنچانا۔ کھانے کی ضرورت کے سوا کسی جانور کو یونہی ذبح نہ کرنا۔ لوگوں کو نرمی سے اسلام کی دعوت دینا۔ ملاقات کے وقت حفظ مراتب کا خیال رکھنا۔ کھانا کھانے سے پہلے خدا کا نام لینا۔ یہود و نصاریٰ کے راہبوں سے تعرض نہ کرنا۔ انجام امور کے وقت احکام رسولؐ میں کمی بیشی نہ کرنا۔ اور کفار سے خدا کے نام پر۔ خدا کی راہ میں جنگ کرنا۔"

مقام جرف سے لوٹتے وقت حضرت ابوبکرؓ نے مزید کہا۔ "اجازت ہو۔ تو میں عمرؓ کو مدد اور مشورے کے لئے اپنے پاس رکھ لوں"۔ حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی۔

حضرت اسامہؓ کا مجاہد لشکر دزدن و بلقا میں پہنچ کر رومی فوج کے ساتھ معرکہ آرا ہوا۔ اور چالیس دن کے بعد فتح و ظفر کے پھریرے اُڑاتا ہوا بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی لے کر مدینہ واپس آیا۔ وقت کی نزاکت، پیچیدگی اور ہولناکی کے پیشِ نظر حضرت ابوبکرؓ کی یہ جہاد آرائی بظاہر قرین مصلحت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن نتائج کے اعتبار سے نہایت مفید ثابت ہوئی۔ ممالک خارجہ پر قوتِ اسلام کی ہیبت چھا گئی۔ اور مرتدوں اور باغیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔

فتنۂ ارتداد کی بیخ کنی

بعض آزاد منش اور مطلق العنان نو مسلموں نے جو ابھی کیف اسلام سے بخوبی ذوق آشنا نہ ہوئے تھے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ انکار دوسرے مادیت پسند قبائل کے سمند آرزو کے لئے تازیانہ ہو گیا۔ اور اس آگ کی چنگاریاں اُڑ اُڑ کر عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گئیں۔ اس ہولناک فتنے کو قیامت بننے سے پہلے آغوشِ لحد میں سُلانے کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ لیکن ان کے تحیر و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب

Marfat.com

بعض صحابہؓ نے یہ رائے دی۔ کہ ان مرتدین کو کفار کا ہم رنگ و ہم پہلو سمجھ کر ان کے خلاف ایسا جہاد نہ کرنا چاہیے۔ یہ ناقابل قبول مشورہ سن کر حضرت ابوبکرؓ پر جلالی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور فرمایا۔ "اگر کوئی شخص زکوٰۃ کا ایک جانور یا ایک دانہ بھی دینے سے انکار کرے گا۔ تو خدا کی قسم میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔"

اس سلسلے میں مرتدین کے وفود نے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر زکوٰۃ معاف کر دینے کی استدعا کی۔ لیکن امیر المومنینؓ نے صاف جواب دے دیا۔ اس پر لوگ جنگ و پیکار کا بازار گرم کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عاملین صوبہ کے نام ہدایت نامے اور سرداران قبائل کے نام خطوط ارسال فرمائے۔ نواح مدینہ میں مرتدین کی ایک جماعت حملہ کرنے پر تل گئی۔ اور موقع پاتے ہی عبس اور بنی ذبیان نے اکٹھے ہو کر دھاوا بول دیا۔ لیکن مسلمانوں نے بہادری سے مقابلہ کر کے ان کے چھکے چھڑا دیے۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ اسی طرح باقی منکرین زکوٰۃ بھی مغلوب ہو گئے اور فتنۂ ارتداد پیوند زمین ہو گیا۔

مدعیانِ نبوت کا قلع قمع

اب حضرت ابوبکرؓ نے جھوٹے نبیوں کا تیا پانچا کرنے پر کمر باندھی۔ جس فتنہ انگیز گروہ نے بے شمار آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا کر بڑی بھاری جمعیت قائم کر لی۔

حضرت خالدؓ بن ولید نے طلیحہ پر حملہ کر کے اس کے پیروؤں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور تیس آدمیوں کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا۔ طلیحہ نے راہ فرار اختیار کر کے شام کا رخ کیا۔ اور اپنے قبیلے کے داخل اسلام ہونے کے بعد خود بھی مسلمان ہو گیا۔

عکرمہ نے جلد بازی سے کام لے کر مسیلمہ کے ساتھیوں بنی حنیفہ پر چڑھائی کر دی۔ لیکن وہ ناکام رہے۔ اس پر امیر المومنینؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو اس مہم پر روانہ فرمایا مسیلمہ کا لشکر چالیس ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ اور اسلامی فوج میں صرف تیرہ ہزار مجاہدین تھے۔ مسیلمہ کے سپہ سالاروں رجال اور محکم نے لشکر اسلام پر نہایت زبردست حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بنیان مرصوص بن کر اس زلزلہ انداز حملے کو روکا۔ پھر عزم بلند اور ہمت عالی سے کام لیکر

Marfat.com

اس بے جگری سے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ کہ اسے بھاگتے ہی بنی۔ مسیلمہ وحشی بن حرب کے ہاتھ سے جہنم رسید ہوا۔ اور اس کی مدعیۂ نبوت بیوی سجاح نے راہ گریز اختیار کی۔ اس خونریز جنگ میں دشمنوں کے ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ اور مسلمانوں میں سے ایک ہزار کے قریب مجاہدین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ جن میں بہت سی تعداد حافظین قرآن کی تھی۔

عمان میں لقیط بن مالک نے نبوت کا دعوےٰ کرکے دور و نزدیک کے بہت سے لوگوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کرلیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حذیفہؓ بن حصن، عرفجہؓ بن ہرثمہ اور عکرمہؓ بن ابی جہل کو است لقیط کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ یہ سن کر لقیط نے شہر وبا میں اسلامی لشکر کے مقابلے کے لئے صف آرائی کی۔ آغاز جنگ میں مسلمانوں کا پلہ کمزور رہا۔ لیکن آخر انھوں نے دشمن کو بری طرح پسپا کرکے شاندار فتح حاصل کی۔ لقیط کے دس ہزار آدمی تہ تیغ اور چار ہزار گرفتار ہوئے۔

اسود عنسی کے گروہ میں پھوٹ کی وبا پھوٹ پڑی۔ اور وہ نشے کی حالت میں اپنے ساتھی قیس بن مکشوح کے ہاتھ سے مارا گیا۔

روم اور ایران روم اور ایران کی دو زبردست سلطنتیں عرب کی دیرینہ دشمن تھیں۔ وصال نبوت کے بعد جب عرب کے اطراف واکناف میں ارتداد کے باعث بدامنی اور افراتفری کا عافیت سوز طوفان امڈ پڑا۔ تو روم اور ایران نے گھی کے چراغ جلائے۔ اور موقع شناسی نے بڑھ کر ان کے کان میں کہا۔ "حکومت عرب کا تختہ الٹ کر اسے تہس نہس اور نیست و نابود کرنے اور اس ہلاکت بار خطرے سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جانے کا یہی وقت ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا چاہئے۔" چنانچہ ہرقل قیصر روم نے شام میں اور اردشیر حکمران ایران نے عراق میں فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے انتہائی تدبر اور مآل اندیشی سے کام لے کر پہلے ہی مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی سرکردگی میں ایک دستۂ فوج عراق کی طرف روانہ کر رکھا تھا۔ اب مثنیٰ نے امیرالمومنین سے عراق پر حملہ آور ہونے کی باقاعدہ اجازت حاصل کرکے استدعا کی۔ کہ حضرت خالدؓ بن ولید کو ان کی امداد کے لئے بھیج دیا جائے۔

چنانچہ حضرت خالدؓ نے جو مدعیان نبوت اور مرتدین کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد ابھی واپس نہ ہوئے تھے۔ خلیفۂ وقت کے حسب فرمان راستے ہی سے فوجوں کا رُخ عراق کی طرف پھیر دیا۔ اور ابلہ میں حضرت خالدؓ اور مثنیٰ دونوں آکر مل گئے۔

جنگ ذات السلاسل

دربار ایران کی طرف سے عراق کے صوبہ حفیر کا حاکم ہرمز نام ایک بہادر مقرر تھا۔ حضرت خالدؓ نے ہرمز کو ایک خط ارسال کرتے ہوئے لکھا۔ کہ "یا تو مسلمان ہو جاؤ، یا جزیہ دو۔ ورنہ تمھیں ایک ایسی سرباز جماعت سے رزم آرا ہونا پڑے گا۔ جو موت کی ایسی ہی دلدادہ ہے۔ جیسے تم زندگی کے۔" ہرمز نے یہ خط تو دربار ایران میں بھجوا دیا۔ اور خود حضرت خالدؓ کے مقابلے کو بڑھا۔ لشکر اسلام ایرانی فوج کے مقابل میں خیمہ زن ہوا۔ حضرت خالدؓ نے میدان میں نکل کر مبارز طلبی کی۔ اُدھر سے ہرمز جھومتا جھامتا نکلا۔ ایک دوسرے پر وار کرنے کے بعد دونوں بہادر گتھم گتھا ہو گئے آخر حضرت خالدؓ ہرمز کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ اور اپنے حریف کا سر کاٹ لیا۔ اس پر ایرانی فوج یک بارگی آگے بڑھی اور دونوں لشکروں میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ اگرچہ ایرانیوں نے اپنے پاؤں میں زنجیریں ڈال لی تھیں۔ کہ میدان کارزار سے بھاگنے نہ پائیں۔ لیکن پھر بھی انھیں عربوں کے بے پناہ حملوں کی تاب نہ لاسکنے کے باعث زنجیریں توڑ کر بھاگتے ہی بنی۔ اور اسلامی فوج کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔

جنگ قارن

ہرمز کے ذریعے سے حضرت خالدؓ بن ولید کے خط کی اطلاع دربار ایران میں پہنچی۔ تو اردشیر نے ایک مشہور جنگ جو سردار قارن کے زیر کمان بھاری فوج ہرمز کی حمایت کے لئے بھیج دی۔ قارن کو مذار میں ہرمز کی پٹی ہوئی فوج ملی۔ تو اسے فتح کا سبز باغ دکھا کر وہیں ٹھہرا لیا۔ حضرت خالدؓ بھی اطلاع ملنے پر مذار پہنچ گئے۔ اور طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ لشکر اسلام نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور ایرانی شکست فاش کھا کر بھاگ گئے۔ اکثر نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ ایرانیوں کے تیس ہزار آدمی فنا کے گھاٹ اترے۔ جن میں قارن، انوش جان، قباد اور دوسرے بڑے بڑے افسر شامل تھے۔

جنگ اولجہ

اس تباہی خیز شکست کی خبر دربار ایران میں پہنچی۔ تو اردشیر غم و غصہ سے

Marfat.com

عل ورآتش ہوگیا۔ اور فوراً ایک نامور جنگ جو اندرزگر کے زیر قیادت لشکر جرار روانہ کیا۔ یہ لشکر اولجہ پہنچا، تو ایک اور بہادر بہمن جاذویہ کی سرکردگی میں دوسرا زبردست لشکر بھیجا۔ حضرت خالدؓ بھی اطلاع پاکر مقابلے کے لئے یہاں آگئے۔ آن کی آن میں حرب وضرب کے شعلے بلند ہونے لگے۔ اور چشم زدن میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ایرانیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کا سردار اندرزگر معرکۂ کارزار میں پیاس کی شدت سے مرگیا۔ بہمن جاذویہ نے اُلیس میں قیام کیا۔ اور شکست خوردہ ایرانی بھی وہاں پہنچ کر اس کی فوج میں مل گئے۔ اس جنگ میں بہت سے عیسائی عربوں نے بھی شامل ہوکر ایرانیوں کی مدد کی تھی۔ اور کثیر التعداد عیسائی مارے گئے تھے۔ اس لئے جوشِ انتقام میں تمام عیسائی قبائل ایرانی فوج میں شریک ہو گئے۔

جنگ اُلیس

حضرت خالدؓ کو خبر ملی۔ کہ ایرانیوں اور عیسائیوں کی ایک فوج گراں اُلیس میں جمع ہوکر مسلمانوں پر حملہ کرنے والی ہے۔ تو وہ بھی سازوسامان جنگ سے لیس ہوکر اُدھر روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر کشت وخون کا بازار گرم کیا۔ ایرانیوں اور عیسائی عربوں کی متفقہ فوج کے دھوئیں اُڑادیئے۔ اور پلک مارنے میں دشمن کے ستر ہزار آدمی خاک وخون میں تڑپنے لگے۔

جنگ حیرہ

اس کے بعد حضرت خالدؓ امغیشیا پر حملہ کرکے حیرہ پہنچے۔ اور اس کا محاصرہ کرکے اہلِ شہر کو ناک چنے چبوائے۔ وہاں کے سردار نے دو لاکھ درہم سالانہ خراج ادا کرنے کی شرط پر صلح کرلی۔ اسلامی عسکری قوت اور حضرت خالدؓ کی اخلاقی تلوار سے مرعوب ہوکر مضافات حیرہ کے باشندوں نے بھی بیس ہزار درہم سالانہ خراج قبول کرکے راہ صلح اختیار کی۔ اور دجلہ تک کے سارے علاقے پر پرچم توحید لہرانے لگا۔

جنگ انبار

حیرہ میں حضرت خالدؓ کو اطلاع ملی۔ کہ انبار میں ایرانیوں نے شیرزاد کے زیر کمان ایک زبردست لشکر جمع کیا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے انبار کی جانب کوچ کیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا۔ کہ ایرانی فوجیں قلعے میں پناہ گزیں ہیں۔ حضرت خالدؓ نے محاصرہ کرلیا۔ ایرانیوں نے دمدمے سے تیر برسانے شروع کردیئے۔ مسلمانوں نے ترکی بہ ترکی

Marfat.com

جواب دیا۔ اور ایرانی حواس باختہ ہو گئے۔ آخر شیرزاد نے ہتھیار ڈال کر صلح کر لی۔

جنگ عین التمر

انبار کا معرکہ سر کرتے ہی وہیں حضرت خالدؓ کو خبر ملی۔ کہ مہران بن بہرام چوبین نے بھاری ایرانی فوج اور عقبہ بن ابی عقبہ نے ایک زبردست جمعیت عرب کے ساتھ عین التمر میں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے انبار کی عنانِ نظام زبرقان بن بدر کے ہاتھ میں دے کر خود عین التمر کی راہ لی۔ وہاں پہنچے تو پہلے عقبہ مقابلے میں آیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے گرفتار کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر اس کی ساری فوج نے راہ فرار اختیار کی۔ مہران بن بہرام نے یہ سُنا۔ تو وہ قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عقبہ کی مفرور فوج نے قلعے میں پناہ لی۔ حضرت خالدؓ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور عیسائی عربوں نے سپر ڈال دی۔

جنگ دومۃ الجندل

ان دنوں حضرت عیاض بن غنمؓ دومۃ الجندل میں وہاں کے عربی عیسائی قبائل سے برسرِ پیکار تھے۔ اس شہر میں دو حاکم تھے۔ (۱) اکیدر بن عبدالملک اور (۲) جودی بن ربیعہ۔ ان دونوں نے مسلمانوں سے صف آرا ہونے کے لئے قرب و جوار کے تمام عیسائی قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ زبردست مہم تنہا حضرت عیاضؓ کے بس کی نہ تھی۔ اس لئے انھوں نے حضرت خالدؓ سے امداد طلب کی۔ وہ فوراً مدد کو آ پہنچے۔ اکیدر نے حضرت خالدؓ کا نام ہی سُن کر جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا اور جودی کو بھی لڑائی سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ لیکن وہ نہ مانا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اسے حضرت خالدؓ نے گرفتار کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ جس نے مقابلہ کیا۔ اسے تہ تیغ کر دیا گیا۔ اور جس نے پناہ مانگی اسے پناہ دے دی گئی۔

جنگ حصید

ایرانیوں نے دیکھا۔ کہ حضرت خالدؓ بن ولید تو حیرہ سے چلے ہی گئے ہیں۔ اب اس پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ حیرہ کے عیسائی عربوں نے بھی جوشِ انتقام میں پوری طرح جنگ کی تیاری کر لی۔ دو مشہور ایرانی سردار زرمہر اور روزبہ عرب فوج کو ساتھ لے کر حصید کی طرف روانہ ہوئے۔ اُدھر قعقاعؓ اور ابولیلیٰؓ بھی اسلامی فوج کے ایک ایک حصے کی کمان سنبھال کر حصید پہنچ گئے۔ اور طرفین میں خوں ریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے دونوں ایرانی سرداروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور ان کی بے شمار فوج کو گاجر مولی کی

Marfat.com

طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ جو بھاگ کر بچ گئے۔ انھوں نے خنافس پہنچ کر دم لیا۔ جہاں ایک نامور ایرانی سپہ سالار بہبوذان بھاری فوج لئے ہوئے خیمہ زن تھا۔ ابولیلیٰؓ نے ان بھگوڑوں کا تعاقب کیا۔ تو بہبوذان نے خوف زدہ ہو کر مصیخ کی راہ لی۔ وہاں ہذیل عربوں کا لشکر جرار لئے ہوئے پڑا تھا۔

جنگ مصیخ حضرت خالدؓ بن ولید نے قعقاعؓ اور ابولیلیٰؓ کو فرمان بھیجا۔ کہ الگ الگ راستوں سے اپنی اپنی فوج لے کر مصیخ پہنچ جاؤ۔ اور خود بھی ایک اور راستے سے وہاں پہنچ گئے۔ آن کی آن میں آتش جنگ کے شعلے آسمان کی خبر لانے لگے۔ غازیان اسلام نے کفار کی بڑی بھاری جمعیت کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔ ہذیل اور ربیعہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ حضرت خالدؓ نے ربیعہ کے تعاقب میں تو قعقاعؓ اور ابولیلیٰؓ کو بھیجا۔ اور خود ہذیل کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوئے۔ ان بھگوڑوں میں مقابلے کی تاب کہاں تھی۔ آخر یہ دونوں مع کثیر التعداد ہمراہیوں کے مارے گئے۔ اس دوران میں ہلال بن عقبہ نے رضافہ میں مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست فوج جمع کر لی۔ یہ سن کر حضرت خالدؓ نے رضافہ کی طرف باگ اٹھائی۔ کفار کا لشکر ڈر کے مارے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔ اور رضاب اور فراض پہنچ کر اطمینان کا سانس لیا۔ یہ دونوں مقام نہایت اہم تھے۔ اور یہاں فارس، شام اور عرب کی سرحدیں ملتی تھیں۔

جنگ فراض فراض میں ایک طرف ایرانیوں، رومیوں اور عربوں کی سہ گانہ متحدہ طاقتیں جمع تھیں۔ اور دوسری طرف وحدہٗ لاشریک کہنے والے تنہا مسلمان۔ درمیان میں دریائے فرات ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ دشمنوں کی تین متحدہ فوجیں نشہ پندار، شراب نخوت، اور مستی رعونت میں شرابور دریا کو عبور کر کے اس پار چلی آئیں۔ پیہم سفر اور مسلسل جنگ سے تھکا ہوا اکیلا اسلامی لشکر اپنے سے دس گنی تازہ دم تین فوجوں کے ساتھ ساحل پر جنگ آزما ہوا۔ سرباز اور مئے جہاد سے سرشار مسلمان اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ توحید کی شمشیر خارا شگاف سے تثلیث کا بت ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ دشمن کی سہ گانہ فوجوں کو شکست فاش ہوئی۔ اور پیچھے دریا اور آگے اسلامی لشکر حائل ہونے کے باعث

Marfat.com

بالا خانے پر جا کر لوگوں سے فرمایا "میں نے اپنے کسی رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ صاحب الرائے حضرات کے باہم مشورے سے عمر فاروقؓ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ کیا تم اس انتخاب پر صاد کرتے ہو"؟ سب نے کہا "بے شک۔ ہم آپ کے اس حسن انتخاب کی داد دیتے اور تائید کرتے ہیں"۔ پھر آپ نے فرمایا "تمھیں چاہیے۔ کہ عمر فاروقؓ کا کہنا مانتے ہوئے اس کی اطاعت کرو"۔ سب نے اطاعت کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت فاروقؓ کو یوں وصیت کی :-

"اے عمرؓ! میں نے تمھیں رسول اللہؐ کے اصحاب پر اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے ظاہر و باطن ڈرتے رہنا۔ اے عمرؓ اللہ تعالےٰ کے بعض حقوق ہیں۔ جو رات سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھیں وہ دن میں قبول نہیں کرے گا۔ اسی طرح بعض حقوق دن سے علاقہ رکھتے ہیں۔ جنھیں وہ رات میں قبول نہیں کرے گا۔ اللہ تعالےٰ نفلوں کو قبول نہیں فرماتا۔ جب تک فرائض ادا نہ کئے جائیں۔ اے عمرؓ! قیامت میں جن کے نیک اعمال بھاری ہوں گے۔ وہی فلاح پائیں گے۔ اور جن کے اعمال صالحہ کم ہوں گے وہ مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔ اے عمرؓ! فلاح و نجات کی راہیں قرآن حکیم پر عمل کرنے اور حق کی پیروی سے ملتی ہیں۔ اے عمرؓ! کیا تم نہیں جانتے۔ کہ ترغیب و ترہیب اور انذار و بشارت کی آیتیں قرآن کریم میں ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہیں۔ تاکہ مومن خدا سے ڈرتا اور مغفرت طلب کرتا رہے۔ اے عمرؓ! جب قرآن عزیز میں اہل نار کا ذکر آئے۔ تو دعا کرو۔ کہ اے اللہ! تو مجھے ان میں شامل نہ کرنا۔ اور جب اہل جنّت کا ذکر آئے۔ تو دعا کرو۔ کہ اے اللہ! تو مجھے ان میں شامل کر۔ اے عمرؓ! جب تم میری ان وصیتوں پر عمل کرو گے۔ تو مجھے گویا اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے"۔

اس وصیت سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا "بیت المال کا جو قرض میرے ذمے ہے۔ اسے ادا کر دینا۔ مسلمانوں کے مال میں سے ایک لونڈی اور دو اونٹنیاں میرے پاس ہیں۔ اگر ان کے علاوہ کوئی اور چیز بھی نکل آئے۔ تو وہ سب کچھ عمرؓ کے پاس

Marfat.com

بھجوا کر بیت المال میں داخل کرا دینا۔ میرے جسم ہی کے کپڑے کو دھو کر کفن دینا۔" غرض ۲۲
۲۳ جمادی الاخریٰ کی درمیانی شب کو جو سہ شنبہ کی شب تھی۔ دو سال تین مہینے دس دن خلافت
کرنے کے بعد ۶۳ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔ رات ہی کو تجہیز و تکفین کی گئی۔ حضرت فاروق
اعظمؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور خواجۂ کونینؐ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے انتقال کی خبر موج برق کی طرح مدینہ بھر میں پھیل گئی۔ کوچہ و بازار میں کہرام مچ گیا۔ جگہ جگہ صف ماتم بچھ گئی۔ اور وصال نبویؐ کی یاد تازہ ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے سُنا۔ تو بے اختیار اشک بار ہو گئے۔ اور اسی حالت میں آپ کے مکان پر پہنچے۔ پھر دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا:۔

"اے ابو بکرؓ! اللہ تم پر رحم کرے۔ واللہ تم ساری اُمت میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور ایمان کو اپنی سیرت بنایا۔ تم سب سے زیادہ صاحب یقین، سب سے زیادہ غنی اور سب سے زیادہ رسول اللہؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ سب سے زیادہ مددگار اسلام اور بہی خواہ انام تھے۔ تم خُلق، فضل، ہدایت میں آقائے نامدارؐ سے قریب تر تھے۔ خدا تمہیں اسلام اہل اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی طرف سے بہترین جزا دے۔ تم نے حضورؐ کی تصدیق کی۔ جب دوسروں نے تکذیب کی۔ اور اس وقت غم گساری کی۔ جب دوسروں نے بخل سے کام لیا۔ جب لوگ تائید و اعانت سے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے۔ تم نے کھڑے ہو کر نبی کریمؐ کی امداد کی۔ اللہ نے تمہیں اپنے کلام میں صدیقؓ کہا (والذی جاء بالصدق وصدق بہ) تم اسلام کے سہارے اور کفار کو بھگانے والے تھے۔ نہ تمہاری حجت بے راہ اور نہ بصیرت کمزور تھی۔ تم نے کبھی بزدلی کا اظہار نہ کیا۔ تم پہاڑ کی طرح مستقل مزاج تھے تیز و تند ہوائیں نہ تمہیں اکھاڑ سکیں، نہ ہلا سکیں۔ تمہارے متعلق ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ ضعیف البدن قوی الایمان، منکسر المزاج، خدا کے نزدیک عالی مرتبہ، زمین پر بزرگ، مومنوں میں بڑے ہیں نہ تمہارے سامنے کسی کو لالچ ہو سکتا تھا، نہ خواہش۔ کمزور تمہارے نزدیک طاقت ور اور طاقت ور کمزور تھا۔ حتّٰی کہ کمزور کا حق دلا دو اور طاقت ور سے حق لے لو۔"

حضرت عمر فاروقؓ نے وفات کی خبر سن کر فرمایا۔" اے خلیفۂ رسول اللہؐ! تم نے ا

بعد قوم کو کڑی تکلیف دے کر مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ تمھاری گرد کو بھی پہنچنا مشکل ہے۔ میں تمھاری برابری کا دم کیونکر بھر سکتا ہوں؟

ازواج و اولاد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی چار بیویاں تھیں۔ (۱) حضرت قتیلہؓ (۲) حضرت ام رومانؓ (۳) حضرت اسماء بنت عمیسؓ اور (۴) حضرت حبیبہؓ بنت خارجہ۔ پہلی سے حضرت عبداللہؓ اور حضرت اسماءؓ۔ دوسری سے حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عائشہؓ۔ تیسری سے حضرت محمدؓ اور چوتھی سے حضرت ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔

نظامِ خلافت

ملکی نظام اسوۂ حسنۂ رسولؐ کے کامل متبع حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں تمام ملکی معاملات عہد نبویؐ کے نظام پر قائم رہے۔ صحابۂ کرامؓ کی مجلس شوریٰ تمام ضروری امور کو انجام دیتی تھی۔

جزیرۃ العرب آٹھ صوبوں پر منقسم تھا۔ (۱) مکہ (۲) مدینہ (۳) طائف (۴) صنعا (۵) نجران (۶) حضرموت (۷) بحرین اور (۸) دومۃ الجندل۔

حکام کا انتخاب اور نصیحتیں آپ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر انھیں بزرگوں کو مامور فرماتے تھے۔ جنھوں نے دانش گاہ نبویؐ سے فضیلت کی سند حاصل کی تھی۔ مکہ، طائف، صنعا اور زبید کی عنان نظام عہد رسالت کی طرح علی الترتیب عتابؓ بن اسید، عثمانؓ بن ابی العاص، مہاجرؓ بن ابی امیہ اور زیادؓ بن لبید کے ہاتھ میں رہی نئے افسر اسی اصول کے مطابق منتخب کئے جاتے تھے۔ اور تعین کے وقت امیر المومنین انھیں نہایت اہم فائدہ مند نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ولیدؓ بن عقبہ محصل صدقات سے فرمایا:۔

"ہر وقت اور ہر جگہ خدا کا خوف رکھو۔ جو ایسا کرتا ہے۔ خدا اس کے لئے ایک ایسی سبیل اور اس کی روزی کا ایسا وسیلہ پیدا کر دیتا ہے۔ جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔ جو خدا سے ڈرتا ہے۔ خدا اس کے گناہ کم اور

Marfat.com

اجر دگنا کر دیتا ہے۔ لاریب بنی نوع انسان سے ہمدردی بہترین تقویٰ ہے۔
تم خدا کے ایسے راستے میں ہو۔ جس میں کمی بیشی اور ایسی چیزوں سے غفلت کی گنجائش نہیں۔ جن میں مذہب کی پختگی اور خلافت کا تحفظ پوشیدہ ہے۔ لہٰذا کاہلی اور تغافل نہ کرنا۔"

اسی طرح یزیدؓ بن ابی سفیان سے جب وہ شام کی مہم پر جا رہے تھے۔ فرمایا۔
"اے یزیدؓ! تمھاری رشتہ داریاں ہیں۔ شاید تم انھیں اپنی امارت سے فائدہ پہنچاؤ۔ اصل میں یہی سب سے بڑا خطرہ ہے۔ جس سے میں ڈرتا ہوں رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ جو شخص مسلمانوں کا حاکم مقرر ہو۔ اور ان پر کسی کو استحقاق کے بغیر صرف رعایتاً افسر بنا دے۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور خدا اس کا کوئی عذر اور فدیہ قبول نہ فرمائے گا۔ حتیٰ کہ اسے دوزخ میں بھیج دے گا۔"

مالی نظام آمدنی کے ذرائع یہ تھے۔ (۱) زکوٰۃ (۲) عشر (۳) جزیہ اور (۴) غنیمت اگرچہ اس طریق سے کافی روپیہ جمع ہو جاتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قیام خزانہ کی ضرورت محسوس نہ کی۔ کیونکہ پہلے اس روپے سے دینی ضروریات پوری کر لی جاتیں۔ پھر جو کچھ بچ جاتا۔ وہ عام مسلمانوں میں بلا امتیاز تقسیم کر دیا جاتا۔ چنانچہ پہلے سال دس دس اور دوسرے سال بیس بیس درہم تقسیم کئے گئے۔ کسی شخص نے اس مساوات پر صدائے احتجاج بلند کی۔ تو فرمایا۔ "بزرگی اور بلند پایگی کو رزق کی کمی بیشی سے کوئی واسطہ نہیں۔"

خلافت کے آخری دنوں میں آپ نے بیت المال کے لئے ایک مکان بنوایا تھا لیکن اس میں نہ کبھی کوئی رقم جمع کی گئی۔ اور نہ اس کی حفاظت کی ضرورت پیش آئی۔ ایک دفعہ کسی نے بیت المال کے لئے کوئی محافظ مقرر نہ کرنے کی وجہ دریافت کی۔ تو فرمایا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ قفل ہی کافی ہے۔ بالعموم روپے کی تقسیم کے بعد بیت المال میں جھاڑو پھروا دی جاتی ہے۔ چنانچہ وفات کے بعد بیت المال کا جائزہ لینے پر صرف ایک درہم پایا گیا۔

فوجی نظام زمانۂ نبوت میں تو یہ صورت تھی کہ جب کبھی ضرورت پیش آتی۔ مسلمان

Marfat.com

جوق در جوق جہاد کے لئے جمع ہو جاتے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لشکرِ اسلام کو دستوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر دستے کا ایک علیحدہ کمان دار اور ان سب پر ایک کماندارِ اعظم مقرّر کیا۔ چنانچہ حملۂ شام کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح، حضرت خالدؓ بن ولید، حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان اپنے اپنے دستے کے سپہ سالار اور حضرت ابو عبیدہؓ سپہ سالارِ اعظم تھے۔ فوجوں کی روانگی سے پہلے عہدہ داروں کو نصیحتیں فرماتے تھے۔ چنانچہ فوج شام کے حکام سے فرمایا:۔

"تمھیں ایسے لوگ ملیں گے۔ جنھوں نے اللہ کی عبادت کے لئے زندگی وقف کر رکھی ہے۔ ان سے مزاحم نہ ہونا۔ کسی بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرنا۔ پھل والے درختوں کو نہ کاٹنا۔ کسی آباد جگہ کو برباد نہ کرنا۔ اُونٹ اور بکری کو بے فائدہ ذبح نہ کرنا۔ نخلستان کو نذرِ آتش نہ کرنا۔ مال غنیمت میں غبن سے بچنا اور بزدلی کا ثبوت نہ دینا۔"

بیت المال میں فوجی مصارف کی مد علیحدہ تھی۔ یہ رقم اسلحہ اور بار برداری کے جانوروں کی خرید پر صرف کی جاتی تھی۔ جہاد کے گھوڑے اور اونٹ پالنے کے لئے خاص چراگاہیں مقرّر کی گئی تھیں۔

ذمّی عہدِ نبوتؐ میں ذمیوں کے جو حقوق متعین تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے وہی قائم رکھے۔ اور نئے ذمّیوں کو بھی انھیں حقوق سے بہرہ یاب کیا۔ چنانچہ حیرہ کے عیسائیوں کو یہ حقوق دیئے گئے:۔

"ان کے گرجے اور خانقاہیں گرائی نہ جائیں گی۔ اور نہ کوئی ایسا محل مسمار کیا جائے گا جس میں وہ جنگ کے دوران میں قلعہ بند ہوتے ہیں۔ ناقوس بجانے کی اجازت ہوگی۔ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے انھیں منع نہیں کیا جائے گا۔"

جزیہ بہت کم لیا جاتا تھا۔ اور بہت سے ذمّیوں کو معاف بھی کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ حیرہ کے ایک ہزار باشندوں کو جزیہ معاف تھا۔ اور باقیوں سے دس دس درہم سالانہ

وصول کیا جاتا تھا۔ مفلس اور اپاہج ذمیوں کا کفیل بیت المال تھا۔

علم و فضل حضرت ابوبکر صدیقؓ زندگی بھر آنحضرتؐ کے فیض رفاقت سے مالا مال رہنے کے باعث امور شریعت میں سب سے زیادہ باخبر اور اسرار و رموز اسلام کے بہترین نبض شناس تھے۔ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ تمام اسلامی امور میں کامل دسترس رکھتے تھے خصو قرآن فہمی کے اعتبار سے تو صحابہ کرامؓ میں آپ کا کوئی حریف نہ تھا۔ علم نسب میں آپ کا پا نہایت بلند تھا۔ علم تعبیر میں یکتا تھے۔ فصاحت تقریر آپ کے آئینۂ کمال کا بے بدل جوہر تھ

دین کا تحفظ آپ نے دین کی حفاظت کے لئے صحابۂ عظامؓ کا محکمۂ افتا قائم کر رکھا تھا جو بات عہدِ رسالت میں نہ ہوئی ہو۔ اسے کبھی نہ ہونے دیتے تھے پیاد حدیث کے باب میں نہایت احتیاط اور تحقیق و تدقیق سے کام لیتے تھے۔

قرآن کی تدوین آپ نے کتابی صورت میں قرآن کو مدون کر کے ایک بہت بڑا کارنا انجام دیا۔ چونکہ لڑائیوں میں حافظِ قرآن صحابہؓ کی کثیر تعداد نے جام شہ نوش کیا۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں قرآن کا ایک بڑا حصہ ضائع ہی نہ ہو جا چنانچہ ان کے مشورے اور مسلسل اصرار سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کا وحی نبویؐ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے نہایت محنت و کاوش سے قرآن کو کتا صورت میں مدون کر دیا۔

معاشرت خلافت سے پہلے آپ کا ذریعۂ معاش تجارت تھا۔ لیکن اس کے بع گوناگوں اہم ذمہ داریوں کے باعث یہ شغل قائم نہ رہ سکا۔ اور حضرت عمرؓ کے اصرار پر بیت المال سے معمولی گزارے کے لئے روزینہ مقرر کرا کے ہمہ تن اسلامی ا قومی خدمت کے لئے وقف ہو گئے۔ بیت المال میں جو کچھ آتا۔ اسے غریبوں اور ناداروں میں بانٹ دیتے۔ ہمسایوں اور محلہ والوں کا کام اپنے ہاتھ سے کر دیتے محلے کی لڑکیاں بکریاں لے کر آ جاتیں۔ آپ خوشی سے بکریوں کا دودھ دوہ دیتے لوگوں میں اس طرح مل جل کر بیٹھتے۔ کہ کسی کو پتہ نہ چلتا۔ خلیفہ کون ہیں۔

Marfat.com

سیرت الصدیق

حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرتؐ کے نقش قدم پر گامزن ہونے کے باعث مکارم اخلاق کا مجسمہ تھے۔ قلب میں رقت، طبیعت میں نرمی، تواضع اور خاکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دور جاہلیت میں بھی آپ کا دامن کردار مروجہ برائیوں سے تر نہ ہوا۔ بالعموم قائم اللیل اور صائم النہار رہتے تھے۔ نماز کے دوران میں آپ پر بے حد رقت طاری ہو جاتی۔ دنیا کی ہر چیز سے درس عبرت لیتے۔ طیور کے چہچہے سن کر فرماتے "پرندو! تمہاری زندگی قابل رشک ہے۔ نہ دنیا کی خبر نہ عقبیٰ کا خوف۔ کاش میں پرندہ ہوتا۔ کہ قیامت کے حساب کتاب سے تو بچا رہتا"

شجاعت

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ سب سے بہادر شخص کون ہے؟ سب نے بالاتفاق آپ ہی کا نام لیا۔ فرمایا "نہیں۔ پھر سوچ کر بتاؤ"۔ لوگوں نے عرض کی، ہمیں علم نہیں"۔ فرمایا۔ "سب سے بہادر ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ غزوۂ بدر میں ہم نے رسول اللہؐ کے لئے ایک سائبان بنا کر پوچھا۔ آنحضرتؐ کو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہاں کون رہے گا۔ خدا کی قسم ہم میں سے کوئی شخص آگے بڑھ کر لبیک کہنے کی جرأت نہ کر سکا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ شمشیر برہنہ علم کر کے کھڑے ہو گئے اور مشرکین کے حملے کو روکنے کے لئے دیوار آہن بن گئے"۔

سخاوت

آپ انتہا درجے کے سخی تھے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔ کہ "جتنا نفع مجھے ابوبکر صدیقؓ کے مال سے پہنچا ہے۔ اور کسی کے مال سے نہیں پہنچا"۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اسی حالت میں عرض کی "میں کیا اور میرا مال کیا۔ سب کچھ آپ ہی کا صدقہ ہے"۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروقؓ نے جنگ تبوک کے چندے کے سلسلے میں فرمایا۔ "آنحضرتؐ نے ہمیں ایثار مال کے لئے حکم دیا۔ تو میں نے اس میدان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے گوئے سبقت لے جانے کا عزم صمیم کرتے ہوئے آدھا مال تصدق کر دیا۔ آنحضرتؐ نے استفسار فرمایا۔ "اپنے بیوی بچوں کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے" عرض کی "باقی آدھا"۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سارے کا سارا مال لے کر آ گئے۔ رسول اللہؐ نے ان سے بھی وہی بات دریافت فرمائی۔ انھوں نے جواب میں عرض کی۔ کہ میری بچوں کے لئے اللہ

Marfat.com

اور اس کا رسول کافی ہیں۔" اس پر میں نے کہا۔ "واقعی میں کبھی کسی بات میں بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بازی نہ لے جاسکوں گا۔"

Marfat.com

پانچواں باب

حضرت عمر فاروق رض

۱۳ھ سے ۲۳ھ تک

تذکرۂ فاروق رض

عمر رض نام، ابو حفص کنیت اور فاروق لقب تھا۔ خطّاب کے بیٹے اور قریش کے معزز قبیلہ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آٹھویں پشت پر آپ کا سلسلۂ نسب آنحضرت ؐ سے مل جاتا ہے۔ عہدِ جاہلیت میں بھی آپ کا خاندان ممتاز محترم تھا۔ سفارت اور تصفیۂ مقدمات جیسے اہم کام آپ ہی کے خاندان سے متعلق تھے بچپن میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ پھر پہلوانی، سپہ گری، شہ سواری اور نسب دانی کی تعلیم حاصل کی۔ تجارت کے معزز پیشے سے کسب معاش کرتے تھے۔ قبول اسلام سے پہلے عکاظ کے مشہور میلے میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ اور عرب کے بہترین پہلوانوں میں شمار ہوتے تھے۔ بعثت نبوی ؐ کے وقت قریش کے تعلیم یافتہ آدمیوں کی تعداد صرف سترہ تھی ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ دوسرے اکابر قریش کی طرح اسلام اور اہلِ اسلام کے بانی دشمن تھے۔ بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہو جانے کا حال سنتے ہی انھیں مار مار کر بے ہوش کر دیا۔ پھر بہن سے قرآن سنا تو کلام پاک کے اعجاز نے ان کے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ اور دربار نبوت میں حاضر ہو کر سعادت اسلام سے مشرف ہوئے۔ اس وقت مسلمان مردوں کی تعداد چالیس اور پچاس کے درمیان تھی۔ لیکن نہ ان میں کھلم کھلا اسلام کے اظہار کی جرأت تھی۔ اور نہ انھیں کھلے بندوں نماز پڑھنے کی ہمت ہی پڑتی تھی حضرت عمر رض مسلمان ہوئے تو نقشہ ہی پلٹ گیا۔ اور انھوں نے بے دھڑک کعبے کے اندر جا کر نماز پڑھی۔ اس پر آنحضرت ؐ نے فاروق کا لقب عطا فرمایا۔

Marfat.com

ہجرت کا حکم مل جانے پر سب مسلمانوں نے چھپ چھپ کر ترک وطن کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ تیغ عریاں عَلم کئے اور تیر وکمان لئے ہوئے خانۂ کعبہ میں آئے۔ اور سات دفعہ طواف کرنے کے بعد نماز ادا کی۔ اور پھر قریش کے ایک ایک سردار سے للکار کر کہا "جسے اپنی بیوی کو رانڈ اور بچوں کو یتیم کرنا منظور ہو۔ وہ میرے مقابلے کو نکلے"۔ لیکن شیر کی گرج سُن کر بڑے بڑے بہادر مشرکین کا زہرہ آب ہوگیا۔ اور انھیں سانپ سونگھ گیا۔ کسی کو روکنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

ہجرت کے بعد حضرت عمرؓ نے ہر جنگ میں رسولؐ اللہ کے ساتھ رہ کر دادِ شجاعت دی غزوۂ بدر میں اپنے عزیزوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ جنگ تبوک میں فرمودۂ نبویؐ پر لبیک کہتے ہوئے نصف مال اسلام کی راہ میں صرف کردیا۔ ایک معتبر راویِ حدیث کا بیان ہے۔ کہ جب سے حضرت عمر فاروقؓ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اسلام ایک بااقبال آدمی کی طرح ہوگیا۔ کہ قدم قدم پر ترقی کرنے لگا۔

خلافت اور فتوحات

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو حضرت عمر فاروقؓ اورنگِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ۲۲ جمادی الاخریٰ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مثنیٰ بن حارثہ سے حالات سننے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو طلب کرکے حسب ذیل حکم دیا تھا:۔

> "مجھے اُمید واثق ہے۔ کہ میں آج ہی دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ میری وفات کے بعد تم کل کا دن ختم ہونے سے قبل مثنیٰ کے ساتھ لوگوں کو جنگ پر بھیج دینا۔ تمھیں کوئی مصیبت تمھارے دینی کام اور اللہ کے حکم سے غافل نہ کرنے پائے۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کے وصال کے بعد کیا کیا تھا۔ حالانکہ وہ شدید ترین مصیبت تھی۔ جب شام فتح ہو جائے۔ تو عراق والوں کو عراق کی طرف واپس بھیج دینا۔ کیونکہ وہ لوگ امور عراق ہی کو بخوبی طے کرسکتے ہیں اور عراق ہی میں انھیں ہر قسم کی آسائش میسّر ہے"۔

حضرت عمرؓ کی سریر آرائی کے وقت شام اور عراق میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اس لئے

Marfat.com

آپ نے سب سے پہلے اس فرض کے انجام دینے پر توجہ مبذول کی۔ اس سلسلے میں اس مجمع کے سامنے جو عرب کے تمام علاقوں کے مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ جہاد پر ایک پُرجوش تقریر کر کے لوگوں کو شرکت کے لئے اُبھارا۔ لیکن ایک شخص بھی آمادہ نہ ہوا۔ انھوں نے صبر و استقامت سے کام لے کر تین دن تک وعظِ جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر چوتھے دن مہرِ سکوت ٹوٹی۔ اور ابو عبید ثقفیؓ نے اپنے آپ کو جہادِ عراق کے لئے پیش کیا۔ ان کے بعد تمام مسلمان آمادۂ جہاد ہو گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے ابو عبیدؓ ہی کو سالار فوج بنا کر مثنیٰؓ بن حارثہ کے ساتھ عراق کی مہم پر روانہ کیا۔ مثنیٰؓ کو حیرہ پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ ایرانیوں نے اہلِ عراق کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر سارے ملک میں آگ لگا دی ہے۔ منظّم و مسلّح ٹڈی دل ایرانی فوج خراسان کے حاکم اور نامور بہادر رستم کے زیرِ کمان میدان کارزار میں کُودنے کے لئے پر تول رہی ہے۔ اور سواد و حیرہ کے ناظم جنگ کے خونیں سمندر میں تیرنے کے لئے اشارے کے منتظر ہیں۔ رستم کو مثنیٰؓ کے حیرہ پہنچنے کی خبر ملی۔ تو اس نے ایک بھاری فوج حیرہ کی طرف۔ دوسری زبردست جمعیت سپہ سالار نرسی کے زیر سرکردگی کسکر کی جانب اور تیسرا لشکر جرّار نامور سردار جابان کے ماتحت نشیبی فرات کی سمت روانہ کیا۔ نمارق میں ابو عبیدؓ اور جابان کے درمیان مٹ بھیڑ ہوئی۔ اور ایک خون ریز جنگ سے مسلمانوں نے ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایرانی مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے۔ جابان کو اسلامی فوج کے مشہور بہادر مطر بن نفضہ نے گرفتار کر لیا۔ لیکن اس نے دو غلام دے کر رہائی حاصل کر لی۔ اور اپنی مفرور فوج میں پہنچ کر دم لیا۔ اب یہ پٹی ہوئی فوج نرسی کے پاس کسکر میں پہنچی۔

جنگ کسکر

کسکر میں نرسی تیس ہزار جنگ آزمودہ فوج کے ساتھ ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ اب جابان کی شکست خوردہ فوج بھی وہاں پہنچ گئی۔ اُدھر سے رستم نے بھی مشہور بہادر جالینوس کے زیر قیادت سرفروش جنگ جوؤں کا دل بادل نرسی کی مدد کے لئے بھیجا۔ مگر یہ لشکر ابھی راستے ہی میں تھا۔ کہ ابو عبید نے سقاطیہ کے مقام پر نرسی کے مقابلے میں بساطِ جنگ آراستہ کر دی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ طرفین نے پورے زور سے دادِ شجاعت دی۔ لیکن آخر نرسی اپنے حریف سعدؓ بن عبید کے حملے کی تاب نہ لا سکا۔ اور

Marfat.com

راہِ فرار اختیار کی۔ سردار کو پسپا ہوتے دیکھ کر فوج بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئی۔

فتح باقشیا

جالینوس نرسی کی خبر شکست سن کر باقشیا میں ٹھہر گیا۔ ابو عبیدؓ نے وہاں پہنچ کر اس پر حملہ کیا۔ لیکن وہ مات کھا کر بے اوسان بھاگا اور مدائن پہنچ کر دم لیا۔

جنگ فرات

جالینوس کی شکست اور فرار کی خبر ایران کے دربار اور دارالحکومت میں برقِ غضب بن کر گری۔ اور مدارالمہام رستم غم و غصہ سے سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔ چنانچہ اس نے امرائے سلطنت کے مشورے سے ماہر جنگ اور نامور سپہ سالار بہمن جادویہ کو تین ہزار فوج، تین سو جنگی ہاتھی اور ضروری ساز و سامان دے کر عربوں سے انتقام لینے کے لئے روانہ کیا۔ اور ایرانیوں کا متبرک نشان فتح درفش کاویانی بھی ساتھ کر دیا۔ بہمن جادویہ نے دریائے فرات کے ساحل پر قس ناطف میں چھاؤنی ڈالی اور ابو عبیدؓ نے دوسرے کنارے پر مروحہ میں فوج اُتاری۔ اب دونوں سپہ سالاروں میں یہ گفت و شنید ہوئی۔ کہ کس طرف کی فوج دریا کو عبور کر کے اس پار جائے۔ آخر ابو عبیدؓ دوسرے سرداروں کی رائے کے خلاف فرات سے اس پار چلے گئے۔ اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔ ایرانی فوج کی سب سے اگلی صف ہاتھیوں کی تھی۔ ان فیل سواروں نے اسلامی فوج پر تیروں کا مینہ برسا دیا۔ مسلمان حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ تو ان کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گئے۔ ابو عبیدؓ نے حکم دیا کہ پیدل ہو کر حملہ کرو۔ مسلمان گھوڑوں سے اُتر کر بپھرے ہوئے شیروں کی طرح حملہ آور ہوئے۔ ہاتھیوں کی سونڈیں تلواروں سے کاٹ ڈالیں۔ اگلے پاؤں پر تلواریں مار کر ہاتھیوں کو گرایا۔ اور ان کے سواروں کو تہ تیغ کیا۔ لڑائی کی گرما گرمی انتہائی شدت پر پہنچی ہوئی تھی۔ کہ یکایک ایک جنگی ہاتھی ابو عبیدؓ پر پل پڑا۔ انھوں نے نہایت مستعدی سے تلوار کا وار کر کے اس کی سونڈ کاٹ ڈالی لیکن ہاتھی نے اسی حالت میں آگے بڑھ کر ان کے سینے پر پاؤں رکھ دیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد سات بہادر یکے بعد دیگرے علم سنبھال کر حور شہادت سے ہم آغوش ہوئے۔ آخر مثنیٰ نے علم ہاتھ میں لے کر مدافعت کی۔ لیکن مسلمان دل شکستہ ہو چکے تھے۔ اس

Marfat.com

وہ پسپا ہونے لگے۔ پیچھے دریا تھا۔ جس کی شور انگیز موجوں نے بہت سے مسلمانوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس جنگ میں چار ہزار مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اور چھ ہزار ایرانی مارے گئے۔

جنگ بویب

حضرت عمرؓ کو مسلمانوں کے اس بھاری نقصان کی خبر سن کر بے حد رنج ہوا چنانچہ انھوں نے جوشِ انتقام میں خاص اہتمام سے جنگ کی زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔ اور ایک تازہ دم لشکرِ جرار مرتب کر کے محاذ پر بھیج دیا۔ مثنیٰؓ نے خود بھی ایک نئی فوج تیار کر لی۔ دربارِ ایران میں مسلمانوں کی ان تیاریوں کی خبر پہنچی۔ تو رستم نے مہران ہمدانی کی سرکردگی میں بارہ ہزار بہادروں کی چیدہ فوج مقابلے کے لئے روانہ کی۔ اسلامی لشکر ساحل فرات پر بویب میں جمع ہوا۔ اور مہران بھی دریا کی دوسری طرف خیمہ زن ہو گیا۔ اب کے مہران اپنی زبردست فوج کے ساتھ دریا کو عبور کر کے اس پار صف آرا ہوا۔ ایرانیوں نے حملے میں پہل کی۔ مسلمانوں نے جواب دیا۔ پھر دونوں فوجیں گتھ گئیں۔ اور آن کی آن میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر ایرانیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور انھیں بھاگتے ہی بنی۔ مثنیٰؓ نے پل توڑ دیا۔ جس سے بے شمار ایرانی تلوار کے گھاٹ اتر گئے۔ اور بہت سے دریا میں غرق ہو گئے اس جنگ سے سورد سے دجلہ تک کے سارے علاقے پر مسلمانوں کا پرچمِ حکومت لہرانے لگا۔

ایرانیوں کا جوشِ انتقام

ایرانی فوجوں کی اس شکست فاش اور ہولناک تباہی و بربادی کی خبر دارالسلطنت ایران میں پہنچی۔ تو ملک بھر میں قیامت برپا ہو گئی۔ اور ہر متنفس جوشِ انتقام میں دیوانہ ہو گیا۔ امرا و رؤسا نے پوران دخت کو تخت سے اتار کر شاہی خاندان کے ۱۲ سالہ نوجوان یزدجرد کو سریر آرا کیا۔ مسلمانوں کی قوت کو توڑنے اور پراگندہ کرنے کے لئے ایران کی تمام جماعتیں جو ایک دوسرے کے خلاف تھیں۔ متفق و متحد ہو کر ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئیں۔ ایرانیوں نے نئے سرے سے زبردست تیاریاں کر کے تمام قلعے مضبوط کر لئے۔ اور چھاؤنیوں کو فوجوں سے بھر دیا۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے یہ چال بھی چلی۔ کہ سازش کی چنگاری سے تمام مفتوحہ علاقوں میں بغاوت

Marfat.com

کی آگ بھڑکا دی۔ جس سے بہت سے علاقے مسلمانوں کی اطاعت سے منحرف ہو کر ایرا...
کا کلمہ پڑھنے لگے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی تیاریاں

حضرت فاروق اعظمؓ کو ان حالات کی اطلاع... تو انھوں نے پہلے مثنٰی کے نام حکم بھیجا۔ کہ عرا... اور مدینہ کے درمیان آدھے راستے سے اُدھر رہنے والے ربیعہ اور مضر کے قبیلوں کو بلا... ایک زبردست فوج تیار کرو۔ اور خطرناک علاقے کو چھوڑ کر عرب کی سرحد پر ہٹ آؤ۔ پھر تما... عمال حکومت کے نام ہر قبیلے سے جہاد کے لئے آدمی دینے کے احکام صادر کئے۔ وہاں... دیر تھی۔ ملک کے گوشے گوشے سے غازیانِ اسلام جوق در جوق آنے شروع ہوئے... چند ہی روز کے بعد مدینہ کے میدان میں فرزندانِ توحید کا بے پایاں سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگ... حضرت عمرؓ نے بطریق احسن فوج مرتب کی۔ اور سپہ سالاری کی باگ خود ہاتھ میں لے کر روا... ہونے لگے۔ حضرت علیؓ کو طلب کر کے مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ اور خود فوج کے سا... روانہ ہو کر چشمۂ ضرار پر قیام کیا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ آپ کا خود میدانِ جنگ میں جانا منا... نہیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک جلسہ طلب کر کے مشورہ کیا۔ تو کثرت رائے امیر المومنینؓ کی طرف... لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں اس رائے کے خلاف ہوں۔ اس... کہ کسی سردار کو جنگ میں شکست ہو۔ تو امیر المومنینؓ آسانی سے اس کا مداوا کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر... خدا نہ خواستہ خود امیر المومنین کو میدانِ کارزار میں کوئی حادثہ پیش آجائے۔ تو اس کا تدارک مشکل... ہو جائے گا۔ اب تمام اکابر صحابہؓ کو جمع کیا گیا۔ حضرت علیؓ بھی مدینہ سے بلوائے گئے۔ اور... بالاتفاق قرار پایا۔ کہ حضرت فاروق اعظمؓ خود تشریف نہ لے جائیں۔ اس کے بعد سپہ سالار... انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا۔ تو قرعۂ فال حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے نام پڑا۔ حضرت عمرؓ نے... سعدؓ کو سپہ سالار اعظمؓ بنا کر مناسب ہدایات دینے کے بعد بیس ہزار فوج کے ساتھ روانہ... کیا۔ اس لشکر میں تین سو بیعت الرضوان کے صحابی اور ستر شریکِ بدر اصحاب تھے۔ حضرت... سعدؓ ابھی منزل شراف میں تھے۔ کہ انھیں حضرت عمرؓ کا یہ فرمان ملا۔ "قادسیہ کی طرف قدم... بڑھاؤ۔ اور وہاں پہنچ کر یوں مورچہ بندی کرو۔ کہ آگے فارس ہو اور پیچھے عرب کے پہاڑ...

Marfat.com

حضرت سعدؓ حکم کی تعمیل میں قادسیہ پہنچ گئے۔ اور دو مہینے تک ایرانی لشکر کی آمد کا انتظار کیا۔

مدائن سے ایرانی لشکر کی روانگی

قادسیہ میں اسلامی لشکر کے قیام کی خبریں پایۂ تخت ایران میں پہنچیں۔ تو یزدجرد شاہ ایران نے اپنے وزیر جنگ رستم کو حکم دیا۔ کہ تو خود ایک عظیم الشان لشکر لے کر عازم قادسیہ ہو۔ اور عربوں کو ہمیشہ کے لئے بے دست و پا کر دے۔ رستم ڈیڑھ لاکھ سرباز بہادروں کی جرّار فوج لے کر روانہ ہوا۔ جو زبردست جنگی سامان سے لیس اور نشۂ انتقام میں چُور تھی۔ حضرت سعدؓ نے ایرانیوں کی بے پناہ جنگی تیاریوں کے متعلق خلیفۂ وقت کو اطلاع دی۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ دشمن کی کثرت فوج اور اسلحۂ جنگ کی زیادتی سے ہرگز خوف نہ کھاؤ۔ توکل کرتے ہوئے اللہ ہی سے مدد مانگتے رہو۔ اور لڑائی سے پہلے اتمام حجت کے طور پر چند موزوں ترین آدمیوں کی سفارت تبلیغ اسلام کے لئے دربار ایران میں بھیجو۔

اسلامی سفارت

حضرت سعدؓ نے حضرت عاصمؓ بن عمر اور گیارہ دوسرے حضرات کو جو سب کے سب خطیب، جہاں دیدہ، بارعب اور بہادر تھے۔ مدائن کی طرف روانہ کیا۔ دربار ایران میں پہنچ کر انھوں نے یزدجرد کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے کہا۔ "ہم روئے زمین سے شرک کا نام و نشان مٹانے اور توحید کا کلمہ پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اللہ کے اس دین میں داخل نہیں ہونا چاہتا۔ تو وہ جزیہ دے۔ اور اگر ان دونوں باتوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ تو جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔" یہ سن کر یزدجرد آگ بگولا ہو گیا۔ اور نہایت حقارت آمیز لہجے میں بولا۔ کہ اگر سفیروں کا قتل کرنا روا ہوتا۔ تو تم میں سے ایک بھی بچ کر نہ جا سکتا۔ پھر اس نے مٹی کی ایک ٹوکری منگوا کر رئیس وفد کو دیتے ہوئے کہا۔ "لو ہماری زمین میں سے اپنا حصہ لیتے جاؤ"۔ حضرت عاصمؓ یہ ٹوکری کندھے پر اٹھا کر ارکان وفد کے ساتھ واپس چلے آئے۔ اور حضرت سعدؓ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ایران کی فتح مبارک ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اس سرزمین کی مٹی ہمیں عطا فرمائی ہے۔" حضرت سعدؓ نے خوش ہو کر کہا۔ "یہ نیک فال ہے"۔

رستم کو مسلمانوں کی غیر معمولی بہادری کا خوب تجربہ تھا۔ اس لئے وہ جنگ شروع کرنے

Marfat.com

میں لیت و لعل سے کام لے رہا تھا۔ مدائن سے قادسیہ تیس چالیس کوس دُور تھا۔ لیکن رستم چھ مہینے کے عرصے میں وہاں پہنچا۔ یزدجرد رستم کو پیغام پر پیغام بھیج کر تقاضا کر رہا تھا۔ کہ جلد عربوں سے مقابلے میں صف آرا ہو کر انھیں تہس نہس کرو۔ لیکن رستم پھونک پھونک کر قدم رکھتا اور چاہتا تھا کہ لڑائی کے بغیر ہی کام بن جائے۔ چنانچہ اس نے حضرت سعدؓ کو لکھا۔ کہ اپنے کسی سفیر کو بھیج دو۔ تاکہ اس کے ساتھ صلح کی گفتگو کی جائے۔ حضرت سعدؓ نے حضرت ربعیؓ بن عامر کو روانہ کیا۔ رستم نے نوشیروانی تجمّل و شکوہ کی نمائش کرنے کے لئے تختِ زرّیں بچھوا کر ٹھاٹھ سے دربار منعقد کیا۔ حضرت ربعیؓ تیر کی نوک سے قالینوں کے فرش میں سوراخ کرتے ہوئے بڑی بے تکلفی کے ساتھ رستم کے برابر جا بیٹھے۔ درباریوں نے سخت چیں بہ جبیں ہو کر اسلامی سفیر کو تخت سے اُتارنے کا قصد کیا۔ لیکن رستم نے انھیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔ پھر حضرت ربعیؓ نے خود ہی تخت سے اُتر کر بیش قیمت فرش کو پھاڑ ڈالا۔ اور خالی زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "تمھارا یہ دیبا و حریر اور قالینوں کا گراں بہا فرش ہماری نظروں میں ہیچ ہے۔ ہمارے لئے زمین کا قدرتی فرش ہی کافی ہے"۔ اس کے بعد رستم نے حضرت ربعیؓ سے دریافت کیا۔ کہ "آخر اس لڑائی سے تم چاہتے کیا ہو؟" انھوں نے فرمایا۔ "ہم ظلم اور کفر کو مٹا کر انصاف اور اسلام کو قائم و روشن کرنا چاہتے ہیں۔ جو شخص ہماری بات مان کر اس پر عمل کرے گا۔ اس سے ہم تعرض نہیں کریں گے جو ہم سے متصادم ہو گا۔ ہم اس سے ٹکرا جائیں گے۔ یا تو اسے جہنم رسید کر کے فتح کا جھنڈا لہرائیں گے یا خود شہید ہو کر بہشت میں گھر بنا لیں گے۔ اگر تم جزیہ ادا کرنے پر رضامند ہو گے تو ہم تمھاری حفاظت اور مدد کریں گے"۔ یہ سن کر رستم نے کہا۔ "اچھا ہم ان باتوں پر غور و بحث اور مشورہ کریں"۔ حضرت ربعیؓ واپس چلے آئے۔ پھر رستم کے پیغام بھیجنے پر دو سفیر اور یکے بعد دیگرے روانہ کئے گئے۔ تیسرے سفیر حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے رستم نے بڑی لمبی چوڑی گفتگو کرنے کے بعد لالچ دلانے کے طور پر کہا۔ "شاید تم نے بھوک سے تنگ آ کر جنگ کرنے کی ٹھانی ہے۔ ہم تمھارا پیٹ بھرنے اور ضرورتیں پوری کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ حضرت مغیرہؓ نے جواب میں فرمایا۔ "بے شک ہم مفلس تھے۔ لیکن اللہ نے ہمیں میں سے اپنا ایک رسولؐ بھیجا۔ جس کی پیروی سے ہماری فلاکت دُور ہو کر قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اس نے ہمیں

Marfat.com

اور مسلمان تکبیر کے فلک پیما نعرے لگاتے ہوئے اس میں داخل ہوئے۔ اب حضرت سعد رضؓ نے مدائن پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن درمیان میں دجلہ حائل تھا۔ اور ایرانیوں نے پُل توڑ دینے کے علاوہ کشتیوں کا بھی نام و نشان نہ چھوڑا تھا۔ ساحل پر آئے، تو یہ رنگ دیکھا۔ اس کے علاوہ ساحل کی دوسری طرف ایرانی فوج مزاحمت کے لئے تیار تھی۔ حضرت سعدؓ نے اللہ کا نام لے کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور ساتھ ہی باقی مجاہدین بھی دجلہ میں اتر گئے۔ آدھا راستہ طے کرنے پر ایرانیوں کی طرف سے تیر پر تیر برسنے لگے۔ لیکن غازیانِ اسلام نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اور حریفوں کو قتل و جرح کا تختۂ مشق بناتے ہوئے ساحلِ مقصود پر پہنچ گئے۔ ایرانی ان کی صورت دیکھ کر حیرت و استعجاب کے دریا میں غوطے لگاتے ہوئے "دیواں آمدند، دیوانہ آمدند" کہتے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یزدجرد نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ اور حضرت سعدؓ صفر ۱۶ھ میں جمعہ کے روز فاتحانہ داخل مدائن ہوئے۔

قصر ابیض میں تخت کسریٰ کی جگہ منبر رکھ کر جمعہ کی نماز پڑھی گئی یہ پہلا جمعہ تھا۔ جو پایۂ تخت ایران میں ادا کیا گیا۔ مدائن کا خزانہ بیش بہا جواہرات، سیم و زر کے انباروں، نادر روزگار عجائبات اور نایاب یادگاروں سے لبریز تھا۔ حضرت سعدؓ نے یہ سب نوادر دربار خلافت میں بھجوا دیئے۔ انھیں میں کسریٰ کا تاریخی "فرش بہار" بھی تھا۔ جس پر بیٹھ کر سلاطین عجم فصل گل میں ناو نوش کی محفل آراستہ کیا کرتے تھے۔ یہ فرش ۹۰ گز لمبا اور ۰ ا گز چوڑا تھا۔ اس میں بہار کی رعایت سے درخت، پھول، غنچے، پتے، تصویریں اور نہریں سب سونے چاندی اور جواہرات سے بنائی گئی تھیں۔ جو اس زمانے کی صناعی کا بہترین نمونہ تھیں۔ رائے عامہ اس فرش کی تقسیم کے خلاف تھی۔ لیکن حضرت علیؓ کی رائے کے مطابق حضرت فاروق اعظمؓ نے اس فرش کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرکے لوگوں میں تقسیم کر دیا اور ایران کے گلزار حکومت کی طرح "فرش بہار" بھی تاراج خزاں ہو گیا۔

جلولار کی فتح

یزدجرد مدائن سے بھاگ کر حلوان پہنچا۔ اور رستم کا بھائی فرخ زاد جلولار میں لشکر جمع کرکے جنگ کی زبردست تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ قلعے اور شہر کے گرد خندق کھدوائی۔ اور گوکھرو بچھوا کر مسلمانوں کی آمد کے تمام راستے

Marfat.com

دشوار گزار بنا دیئے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ان حالات کی اطلاع دربارِ خلافت میں بھیجی۔ تو حضرت عمرؓ نے حکم صادر فرمایا کہ حضرت ہاشمؓ بن عتبہ بارہ ہزار فوج لے کر جلولاء پر چڑھائی کریں اور مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت قعقاعؓ کے ہاتھ میں دی جائے۔ چنانچہ جلولاء پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ ایرانی اپنی زبردست طاقت اور تیاریوں کے بل پر مقابلے میں ڈٹے رہے۔ کئی دفعہ قلعے سے باہر آکر بھی دلیرانہ حملے کئے۔ لیکن آفتاب کا چراغ پھونکوں سے نہ بجھا۔ بہادرانِ اسلام کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور ہر دفعہ مُنہ کی کھانی پڑی۔ آخر ایرانیوں نے یہ سوچ کر کہ ہماری تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور سامان جنگ بھی بے پناہ ہے۔ نخوت و رعونت کے نشے میں چُور ہو کر پوری قوّت سے آخری اور فیصلہ کُن حملہ کیا۔ مسلمانوں کی بلند بانگ تکبیروں سے میدانِ جنگ کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا۔ انھوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اور خون کا سیلاب امنڈ پڑا۔ آخر فرزندانِ توحید کی قلت شہنشاہ حقیقی کی تائید غیبی سے مشرکین کی کثرت پر غالب آئی۔ ایک لاکھ ایرانی مارے گئے۔ اور بے حساب مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

حلوان کی فتح

یزدجرد کو حلوان میں جلولاء کے سقوط کی خبر پہنچی۔ تو وہ حلوان سے بھاگ کر رَے کی طرف چل دیا۔ اور حلوان میں خسرو شنوم کو ایک کافی فوج کے ساتھ چھوڑ گیا۔ حضرت قعقاعؓ حلوان کی جانب روانہ ہوئے۔ خسرو شنوم نے مقابلہ کیا۔ مگر ناکام و نامراد رہ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور حضرت قعقاعؓ نے حلوان پر قابض ہو کر عام اعلان کرا دیا۔ کہ جو لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں گے یا جزیہ دینا منظور کریں گے۔ ان کے مال اور جان کی حفاظت کی جائے گی۔ اس پر کثیر التعداد امرا مسلمان ہو گئے۔

حضرت سعدؓ نے فتح کی نوید اور مالِ غنیمت دربارِ خلافت میں بھیج کر ایران میں پیش قدمی کی اجازت طلب کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جواب میں حکم بھیجا۔ کہ اسلامی لشکر متواتر حملے کرتے ہوئے تھک گیا ہے۔ اس لئے ابھی کچھ دن اسے آرام کر لینے دو۔

Marfat.com

تکریت اور جزیرہ کی فتح تکریت کے ایرانی حاکم نے مدائن کے سقوط کا حال سنا تو رومیوں سے اعانت طلب کی۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ وہ پہلے ہی سے مسلمانوں کی مخالفت پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے۔ خوشی سے اس کی امداد کے لئے تیار ہو گئے۔ رومیوں نے عیسائی عربوں کو بھی اپنے ساتھ ملالیا حضرت سعدؓ نے خلیفۂ وقت کے حسب فرمان حضرت عبداللہ بن المعتم کو پانچ ہزار فوج کے ساتھ تکریت کی مہم پر روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کرلیا۔ طرفین میں خونریز جنگ ہوئی۔ آخر ایرانیوں اور رومیوں کی متحدہ فوجوں کا شیرازۂ قوت مجاہدین اسلام کی بے پناہ طاقت سے منتشر ہو کر تارِ عنکبوت کی طرح ہواہیں اُڑنے لگا۔ بے شمار کفار کھیت رہے۔ اور اس قدر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ کہ ایک ایک سوار کو تین تین ہزار درہم ملے۔ اس موقع پر بہت سے عیسائی عرب آغوشِ اسلام میں آ گئے۔

اسلامی فتوحات کا جمتا ہوا رنگ دیکھ کر اہل جزیرہ نے ہرقل سے استدعا کی۔ کہ شام کے مشرقی شہروں کی حفاظت کے لئے فوجیں بھیجیں۔ ہم آپ کو پوری پوری امداد دیں گے۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ ہرقل نے نہایت خوشی سے یہ درخواست منظور کر کے اس طرف فوجیں روانہ کر دیں۔ ادھر دربارِ خلافت میں اس سازباز کی اطلاع پہنچنے کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے نام حکم بھیجا۔ کہ اہل جزیرہ پر نگرانی کی زنجیریں خوب کس دو۔ اور حضرت ابوعبیدہؓ کو تاکیدی فرمان ارسال کیا۔ کہ رومی لشکر حمص اور قنسرین کی طرف بڑھنے نہ پائے۔ دونوں سرداروں نے اپنا اپنا فرض کمال خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ اور ۱۷ھ میں حضرت عیاضؓ بن غنم نے بہت سی ناقابلِ ذکر لڑائیوں کے بعد حران، رقہ، میا فارقین، نصیبین، سمساط، قرقیسیا اور سراج وغیرہ پر قبضہ کر کے جزیرہ کا سارا علاقہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک زیر نگیں کر لیا۔

بصرہ اور کوفہ عربوں کو عراق کی آب وہوا راس نہ آنے کے باعث حضرت فاروق اعظمؓ نے احکام صادر کئے۔ کہ ایسی چھاؤنیاں قائم کی جائیں۔ جن کی آب ہوا صحت بخش ہو۔ چنانچہ دجلہ کے قریب بصرہ کے نام سے ایک چھاؤنی کی

Marfat.com

بنیاد ڈالی گئی۔ ۱۷ھ میں خلیفۂ وقت نے بصرہ میں مکانات تعمیر کرائے۔ اور کوفہ کے نام سے دوسری چھاؤنی قائم کرنے کی منظوری عطا فرمائی۔ اسی سال ان دونوں چھاؤنیوں نے آباد اور بارونق ہو کر اسلامی طاقت کے زبردست مرکز ہونے کی حیثیت اختیار کرلی۔

اہواز کی فتح

ایک مشہور ایرانی مفرور سردار ہرمزان نے بصرہ کے سرحدی علاقہ اہواز پر قابض ہو کر پاؤں پھیلانے شروع کئے۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ والی بصرہ نے اہواز پر حملہ کر کے ہرمزان کو اطاعت گزار بنایا۔ لیکن چند روز کے بعد اس نے عَلَمِ بغاوت بلند کیا۔ تو اسلامی فوجوں نے اسے شکست فاش دے کر اہواز پر پوری طرح قبضہ کر لیا۔

اہواز کے بعد سوس پر قبضہ کر کے اسلامی لشکر نے رام ہرمز کا محاصرہ کیا۔ اس کے حاکم نے سپر ڈال کر صلح کرلی۔ سردار ہرمز نے پھر سر نکالا۔ اور شوستر پہنچ کر اس کے قلعے کی مرمت کرائی۔ خندق بھی تیار کرلی۔ برج بھی مضبوط کر لئے۔ ایک زبردست لشکر بھی جمع کر لیا۔ ایرانی فوجیں بھی وہاں آموجود ہوئیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو ان تیاریوں کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے حضرت ابوموسیٰؓ کو لشکر بصرہ کا کمان دار مقرر کر کے بھیجا۔ انھوں نے شوستر پہنچ کر جنگ کی طرح ڈال دی۔ ہرمزان نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر ناکام رہ کر قلعے میں محصور ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے قلعے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور حملے پر حملے کرنے لگے۔ مگر قلعہ تھا کہ سر ہونے ہی میں نہ آتا تھا۔ مسلمانوں نے جنگ کی سرگرمیاں تیز سے تیز تر کر دیں۔ اور ایک ایسی خفیہ تدبیر سے کام لیا کہ ہرمزان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے مایوس ہو کر حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ "میں ابھی قلعے سے نکل کر سر اطاعت خم کر لوں گا۔ بشرطیکہ مجھے عمرؓ کے پاس بھیج کر میرا معاملہ انھیں کے سپرد کر دیا جائے"۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے یہ شرط منظور کرلی۔ اور ہرمزان نے مدینہ جاکر اسلام قبول کر لیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے دو ہزار سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ شوستر کے بعد جندیساپور پر قبضہ کیا گیا۔ اور اہواز کے چپے چپے پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔

Marfat.com

جنگ ختم ہوئی۔ تو حضرت نعمانؓ کا دمِ واپسیں بر سرِ راہ تھا۔ اسی حالت میں انھیں استفسار کے جواب میں مژدۂ فتح سُنایا گیا۔ تو یہ کہہ کر "الحمدللہ۔ عمرؓ کو اطلاع دو" عالمِ قدس میں جا پہنچے۔

حضرت نعمانؓ کے بعد سپہ سالاری کی باگ حضرت حذیفہؓ بن الیمان کے ہاتھ میں دی گئی۔ انھوں نے مالِ غنیمت لشکر میں تقسیم کر کے انمول جواہرات کا ایک صندوقچہ حضرت سائبؓ بن الاقرع کے ہاتھ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں ارسال کیا۔ خلیفۂ وقت بہت دیر سے جنگ کی خبر نہ پہنچنے کے باعث پریشان اور چشم براہ تھے۔ حضرت سائبؓ نے فتح کی خوش خبری سنانے کے بعد جواہرات کا صندوقچہ پیش خدمت کیا۔ تو باغ باغ ہو گئے۔ لیکن حضرت نعمانؓ کی خبرِ شہادت سُن کر دل کی کلی مُرجھا گئی۔ اور حضرت سائبؓ کے ذریعے سے جواہرات بکوا کر ان کی قیمت دو لاکھ درہم بہادرانِ اسلام میں تقسیم کر دی۔

ایران کی عام تسخیر

حضرت عمر فاروقؓ فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے حامی نہ تھے۔ اور موجودہ مقبوضات ہی کو کافی سمجھتے تھے۔ لیکن ایرانی آئے دن سازشوں میں مصروف رہتے اور جگہ جگہ بغاوت کرتے رہتے تھے۔ یزدجرد برابر شر انگیزی اور فتنہ پردازی کر رہا تھا۔ خلیفۂ وقت کو عجب پریشانی کا سامنا ہوا۔ اور وہ سمجھنے لگے۔ کہ شاید رعایا مسلمانوں کے ظلم سے تنگ آکر عَلَمِ بغاوت بلند کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے اس کا اظہار بھی فرمایا۔ مگر حضرت احنفؓ بن قیس نے عرض کی۔

"امیر المومنین! ان سازشوں، بغاوتوں اور مفسدہ پردازیوں کا اصل سبب یہ ہے۔ کہ آپ نے اسلامی لشکر کو ایران کے اندرونی حصے میں پیش قدمی کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ اور اس کا فرمانروا وہاں موجود ہے۔ جب تک ہمیں اندرون ملک پر حملہ کر کے ان کے بادشاہ کا قلع قمع کر دینے کی اجازت عطا نہ ہوگی۔ اس وقت تک امن و سکون قائم نہیں ہو سکتا۔"

حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ مدبرانہ رائے پسند فرمائی۔ پھر سنہ ۱۹ھ میں صحابۂ کرامؓ سے رائے طلب کی۔ انھوں نے اس پر صاد کیا۔ اس کے بعد انھوں نے ایران کی عام تسخیر کا حتمی فیصلہ کر کے مختلف مہمات علیحدہ علیحدہ سرداروں کے سپرد کر دیں۔ چنانچہ حضرت احنفؓ بن قیس،

حضرت مجاشعؓ بن مسعود، حضرت عثمانؓ بن ابی العاص، حضرت ساریہؓ بن رہم، حضرت سہیلؓ بن عدی، حضرت عاصمؓ بن عمرو، حضرت حکمؓ بن عمیر اور حضرت عتبہؓ بن فرقد کو علی الترتیب خراسان اردشیر و سابور، اصطخر، فسا، کرمان، سیستان، مکران اور آذربائیجان کے علم عطا کئے گئے۔

اصفہان سب سے پہلے ۲۱ھ میں حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ اصفہان پر حملہ آور ہوئے۔ ایرانی کماندار مقدمۃ الجیش شہریار نے میدان سے نکل کر مبارز طلب کیا۔ حضرت عبداللہؓ خود اس کے مقابلے کو نکلے۔ خونریز جنگ ہوئی۔ شہریار مارا گیا۔ اصفہان کے رئیس اسبیدان نے سپر ڈال کر مصالحت کر لی۔

ہمدان یہ علاقہ پہلے ہی حضرت نعیمؓ بن مقرن کے ہاتھ سے مسخر ہو چکا تھا لیکن ۲۲ھ میں یہاں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ حضرت نعیمؓ نے اسے فرو کر دیا۔ اور اہلِ ہمدان نے صلح کی طرح ڈال کر گلو خلاصی کرالی۔ مگر تھوڑے ہی عرصے کے بعد ابوالفرخان اور اسفندیار کی آتشِ انتقام شعلہ افروز ہو گئی۔ اور وہ اہلِ ہمدان کے ساتھ مل کر برسرِ پیکار ہوئے۔ حضرت نعیمؓ مقابلے کے لئے بڑھے۔ وادی رود میں گھمسان کا رن پڑا۔ ایرانیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور ان کے بہت سے افراد بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دئے گئے۔

اسی سنہ میں قزوین اور زنجان کے علاقے حضرت براءؓ بن عازب کی شمشیر خارا شگاف سے مسخر ہوئے۔

رَے ہمدان کے بعد حضرت نعیمؓ نے رَے پر حملہ کیا۔ یہاں سے رئیس سیاوش کی مدد کے لئے طبرستان، قومس اور جرجان کے رؤسا فوجیں لے آئے۔ رَے کا ایک امیر زینبی سیاوش سے کشیدہ خاطر تھا۔ اس نے انتقام لینے کا زریں موقع پاکر حضرت نعیمؓ سے سازش کر لی۔ اور رَے فتح ہو گیا۔ بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضرت نعیمؓ نے زینبی سے خوش ہو کر رَے کی ولایت اس کے سپرد کر دی۔ چند ہی روز کے بعد حضرت نعیمؓ کے بھائی حضرت سویدؓ نے قومس کو زیرنگیں کیا۔

طبرستان طبرستان والوں کو فکر ہوئی۔ کہ ہو نہ ہو۔ اب اسلامی لشکر کی جہان گیر شمشیریں ان کے خون سے پیاس بجھانے کے لئے میانوں میں تڑپ

بھی ہیں۔ اس لئے انھوں نے پہلے ہی صلح کرلی۔ لیکن اس صلح کا اطلاق اندرونی علاقے پر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے حضرت نعیمؓ نے جرجان کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے حاکم زنان نے قبول جزیہ کی شرط پر صلح کرلی اور اس کی تقلید میں اصبہند والئ طبرستان نے بھی سر اطاعت خم کردیا۔ اس طرح ۲۲ھ میں طبرستان کے سارے علاقے پر اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

آذربائیجان

حضرت عتبہؓ بن فرقد نے امیرالمومنینؓ کے حسب فرمان آذربائیجان کی مہم سرکرنے کے لئے اس کے ایک حصے پر فوج کشی کی۔ اور ان کے شریک مہم حضرت بکیرؓ بن عبداللہ دوسرے حصے میں بڑھے۔ کوہستان جرمیدان میں اسفندیار والئ آذربائیجان سے حضرت بکیرؓ کا مقابلہ ہوا۔ جس میں اسفندیار شکست کھاکر گرفتار ہوگیا۔ اُدھر حضرت عتبہؓ نے اپنا زیر تاخت علاقہ فتح کرلیا۔ اور حضرت بکیرؓ نے خلیفۂ وقت کے حسب حکم باب کی طرف پیش قدمی کی۔ اسفندیار کے بھائی بہرام نے ان کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر عقب کی جانب سے دھاوا کردیا۔ مگر حضرت عتبہؓ کے ہاتھ سے شکست کھائی۔ اب اسفندیار نے حضرت عتبہؓ سے صلح کرلی۔ اور آذربائیجان کا سارا علاقہ مصالحت کے ذریعے سے زیرنگیں ہوگیا۔ بلاذری لکھتا ہے۔ کہ آذربائیجان کی تسخیر کا سہرا حضرت حذیفہؓ کے سر ہے۔

آرمینیہ

اس علاقے پر ۲۱ھ میں بھی حملہ کیا گیا تھا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اب پھر حضرت عبدالرحمنؓ اور حضرت سراقہؓ بن عمرو نے چڑھائی کی۔ حضرت عبدالرحمن نے باب میں ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ اور حضرت بکیرؓ اسی مہم کے لئے بھیجے گئے تھے شہریار ایرانی والئ آرمینیہ ارمنوں کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت عبدالرحمنؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی۔ کہ "ان رذیل وکم اصل ارمنی کتوں کا کوئی حسب نسب نہیں۔ اور اونچے گھرانے کا کوئی دانش مند شخص ان سفلوں کو منہ نہیں لگا سکتا۔ اس لئے مجھے آرمینیہ سے کوئی ہمدردی نہیں۔ میرے ملک اور قوم کو تم لوگ مسخر کرکے مطیع و منقاد بنا چکے۔ اس لئے میں بھی تمہارا اطاعت گزار اور معاون ہوں۔ لیکن اتنی گزارش ہے کہ جزیہ وصول کرکے مجھے حقیر اور اپنے مخالفین اہلِ آرمینیہ کے مقابلے میں کمزور نہ کرو۔" حضرت عبدالرحمنؓ نے اس کی عرض سن کر اسے حضرت سراقہؓ کے پاس بھجوادیا۔ اس نے حضرت سراقہؓ

کی خدمت میں بھی یہی استدعا کی۔ انھوں نے فرمایا۔ جزیہ ان لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے جو جنگ میں شریک نہیں ہوتے۔ پھر انھوں نے شہریار کی التجا کو شرف قبول بخش کر حضرت فاروق اعظمؓ کو مطلع کردیا۔ انھوں نے یہ فیصلہ پسند فرمایا۔

باب سے فارغ ہوکر حضرت سراقہؓ نے حضرت بکیرؓ بن عبداللہ کو موقان اور حضرت حبیبؓ بن مسلمہ اور حضرت حذیفہؓ کو کوہستان لان کی طرف بھیج دیا۔ حضرت بکیرؓ نے موقان فتح کیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ربیعہ نے ولایت خزر کی طرف پیش قدمی کی۔ اور اس کے صدر مقام کے قریب بیضا تک پہنچ گئے۔

فارس سنہ ۱۷ھ میں حضرت علاءؓ بن حضرمی نے حضرت فاروق اعظمؓ سے اجازت حاصل کئے بغیر فارس پر چڑھائی کردی تھی۔ لیکن وہ سخت نقصان اٹھاکر واپس ہوئے بہت سا اسلامی لشکر تباہ ہوگیا۔ اور باقیوں کو اہلِ فارس نے گھیر لیا۔ خلیفۂ وقت کو اس خبر سے بے حد رنج ہوا۔ اور فوراً حضرت عتبہؓ بن غزوان کو حکم دے کر فوجیں روانہ کیں۔ انھوں نے ایرانیوں کو مغلوب کرکے رہے سہے مسلمانوں کو حفاظت میں لے لیا۔

اب سنہ ۲۳ھ میں حضرت ساریہؓ بن زنیم کنانی نے فارس پر حملہ کیا۔ اور مختلف سمت پر بڑھتے چلے گئے۔ حضرت مجاشعؓ ابن مسعود نے اردشیر اور سابور کی طرف پیش قدمی کی۔ توج میں اسلامی لشکر نے فارسیوں کو شکست دے کر اس پر قبضہ کرلیا۔ حضرت عثمانؓ بن ابی العاص نے جور اور اصطخر کو تسخیر کیا۔ اس کے بعد گازرون، نوبند جان۔ شیراز۔ ارجان، جناب۔ سینیر وغیرہ کو فتح کرکے فارس کا بڑا حصّہ زیر نگیں کرلیا گیا۔

خلافت فاروقیؓ کے آخری حصّے میں اہلِ فارس نے عَلَم بغاوت بلند کیا۔ اور متعدد مقامات قبضے سے نکل گئے۔ لیکن حضرت حکمؓ بن ابی العاص نے فارس کے حاکم شہرک کو تہ تیغ کرکے امن قائم کیا۔

آخر میں حضرت ساریہؓ نے فسا اور دارالجرد پر چڑھائی کی۔ مسلمان مٹھی بھر تھے اور میدان جنگ میں ایرانیوں اور کردوں کی ان گنت فوج کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ لیکن تائید غیبی مسلمانوں کی طرف تھی۔ اس لئے چیونٹی نے ہاتھی کو مار ڈالا۔ اور یہ دونوں مقام فتح ہوگئے۔

Marfat.com

کرمان ۲۳ھ میں حضرت سہیلؓ بن عدی نے کرمان پر حملہ کیا۔ کرمانی مقابلے کے لئے میدان میں نکلے۔ لیکن منہ کی کھائی۔ حاکم کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر جیرفت۔ سیرجان وغیرہ مشہور مقامات پر قبضہ کر لیا گیا۔

سیستان حضرت عاصمؓ بن عمرو نے سیستان پر چڑھائی کی۔ وہاں کے باشندے مدافعت کے لئے نکلے۔ مگر زک اٹھائی۔ مسلمان بڑھتے بڑھتے زرنج تک آپہنچ گئے۔ اور دریا کا منہ کھول دیا۔ سیستان زیرآب ہو گیا۔ اہل سیستان صلح کرنے پر مجبور ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کی زمینوں کی حفاظت کی۔

مکران جب ایران کے آتش کدے توحید کے آبِ رحمت سے ٹھنڈے ہو گئے۔ اور گوشے گوشے میں تکبیر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ تو شہسوارانِ اسلام نے حدود ہندوستان کی طرف باگ اٹھائی۔ چنانچہ حضرت حکمؓ بن عمر تغلبی نے مکران کی طرف پیش قدمی کی۔ ان کے مقابلے کے لئے راسل حاکم کرمان اور فرماں روائے سندھ دونوں کی فوجیں آگے بڑھیں۔ دریائے ہلمند پر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بہت سے مکرانی فنا کے گھاٹ اتارے گئے۔ اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے مکران کا حال معلوم کرنے کے بعد حضرت حکمؓ کے نام حکم صادر کیا۔ کہ اس سے آگے نہ بڑھا جائے۔ گویا عہد فاروقیؓ میں اسلام کا علم مشرق میں یہیں تک پہنچا تھا۔ لیکن بلاذری کا بیان ہے۔ کہ اسلامی لشکر سندھ کے علاقے دیبل تک پہنچ گیا تھا۔

خراسان یوں تو حضرت احنفؓ بن قیس نے ۲۲ھ میں خراسان پر فوج کشی کر دی تھی۔ لیکن خراسان کی تسخیر نے چونکہ بادِ فنا کے تند جھونکے کی طرح یزدجرد کے چراغِ سلطنت کی آخری ٹمٹماہٹ بھی ہمیشہ کے لئے مدہم کر دی۔ لہٰذا اس کا ذکر آخر میں کیا جاتا ہے۔

اس وقت یزدجرد خراسان کے پایۂ تخت مرو میں تھا۔ حضرت احنفؓ نے اُدھر کا رُخ کیا۔ اور ہرات کو تسخیر کرنے کے بعد یزدجرد کے مستقر مرو شاہجہان کی طرف بڑھے۔ یزدجرد مرورود چلا گیا۔ اور خاقان چین اور دوسرے فرماں رواؤں سے امداد کا طالب ہوا۔ حضرت احنفؓ

Marfat.com

مرو شاہجہان پر قبضہ کر کے مرو رود پہنچے۔ یزدجرد وہاں سے بھاگ کر بلخ چلا گیا۔ حضرت احنفؓ نے خلیفۂ وقت کی بھیجی ہوئی تازہ دم مکمل فوج کو ہمراہ لے کر بلخ پر حملہ کیا۔ یزدجرد نے شکست کھا کر تاتاری علاقے کا رُخ کیا۔ حضرت احنفؓ بلخ پر قبضہ کر کے مرو رود واپس آ گئے۔ اور خراسان کی فتح کا مژدہ دربار خلافت میں بھیجا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے نہایت خوش ہو کر الحمد للہ کہا۔ اور حضرت احنفؓ کو ان کے بہادرانہ کارناموں پر خراج تحسین ادا کرتے ہوئے تحریر کیا۔ کہ بس یہیں رُک جاؤ۔

یزدجرد خاقان چین کے پاس پہنچا۔ تو وہ نہایت عزّت و احترام سے پیش آیا۔ اور زبردست فوج لے کر یزدجرد کے ساتھ خراسان کی طرف بڑھا۔ خاقان نے مرو رود پر اور یزدجرد نے مرو شاہجہان پر چڑھائی کی چند جھڑپوں کے بعد حضرت احنفؓ نے خاقان کے چھکّے چھڑا دیئے۔ اور وہ فرغانہ کی طرف کوچ کر گیا۔ اس کی پسپائی دیکھ کر یزدجرد کی بھی ہمّت ٹوٹ گئی۔ اور ترکستان جانے کا قصد کیا۔ یزدجرد کے امرائے اسے سمجھایا کہ چینیوں سے تو مسلمان بہتر ہیں۔ فرغانہ جانے کی نسبت مسلمانوں سے مصالحت کر لینا کہیں اچھا ہے۔ یزدجرد نہ مانا۔ اور سرداروں نے اس سے سارا خزانہ چھین لیا۔ یزدجرد بے کس اور بے بس انتہائی مایوسی اور ناکامی کی حالت میں یوسفِ بے کارواں کی طرح تن تنہا خالی ہاتھ عازم فرغانہ ہو گیا۔

اس کے بعد ایرانیوں نے حضرت احنفؓ سے صلح کر لی۔ اور تمام زر و جواہرات ان کی نذر کر دیئے۔ مسلمانوں نے ان کے ساتھ ایسا مہذبانہ اور کریمانہ سلوک کیا۔ کہ وہ اپنی سلطنت کا عیش و آرام بھول گئے۔

حضرت احنفؓ نے اس مصالحت اور فتح مبین کی اطلاع امیر المومنینؓ کے پاس بھیجی۔ تو انھوں نے لوگوں کو مسجد نبویؐ میں جمع کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی:۔

"آج مجوسیوں کی حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ اور وہ اپنے ملک میں انچ بھر زمین کے بھی مالک نہیں رہے۔ کہ مسلمانوں کو گزند پہنچا سکیں۔ اللہ تعالٰے نے تمھیں ان کی زمین، ان کے ملک اور ان کے مال و زر کا مالک اس لئے بنایا ہے۔ کہ تمھاری آزمائش کرے۔

اس لئے مسلمانو! تم اپنی حالت تبدیل نہ کرنا۔ ورنہ خدا بھی تمہاری جگہ تبدیل کر کے وہاں کسی دوسری قوم کو لے آئے گا۔ مجھے اس وقت کے متعلق خود اس کے افراد سے اندیشہ ہے۔"

شام کی تسخیر

شامی معرکوں کے سلسلے میں جنگ یرموک کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے اب دمشق کی فتح پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے وقت دمشق کا محاصرہ جاری تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے فوج کا ایک حصہ دمشق اور حمص کے درمیان اور ایک حصہ فلسطین اور دمشق کے مابین متعین کیا۔ باقی فوج خود لے کر عازم دمشق ہوئے۔ غرض سنہ ۱۳ھ میں اسلامی فوج نے چاروں طرف سے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ باب الجابیہ کی طرف، حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عمروؓ بن العاص باب توما کی جانب، حضرت شرجیلؓ بن حسنہ فرادیس کی طرف اور حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان باب صغیر و باب کیسان کی جانب خیمہ زن ہوئے۔ محصورین کے سنگ و خشت کا ترکی بہ ترکی جواب محاصرین کی طرف سے دیا جاتا رہا۔ اور محاصرہ چھ مہینے تک طول پکڑ گیا۔ حمص سے ہرقل کی بھیجی ہوئی اعانتی فوجوں کو حضرت ذوالکلاعؓ نے راستے میں روک دیا۔ اس لئے وہ دمشق نہ پہنچ سکیں۔ آخر اہلِ دمشق مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھے حضرت ابو عبیدہؓ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر تمام طرفوں کے سرداروں کو حکم دے دیا۔ کہ کل شہر پر حملہ کیا جائے گا۔ امرائے دمشق حملے کی اطلاع سے خائف ہو کر ایک وفد کی صورت میں حضرت خالدؓ بن ولید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حسب ذیل امان نامہ تحریر کر کے بلا مقابلہ شہر میں داخل ہونا شروع کر دیا۔

"خالدؓ بن ولید نے اہلِ دمشق کو یہ مراعات دی ہیں۔ کہ دمشق میں اسلامی لشکر کے داخلے کے وقت شہر والوں کو امان دی جائے گی۔ ان کے مال و جان اور گرجوں سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ دمشق کی فصیل مسمار نہ کی جائے گی۔ کوئی مکان گرایا نہ جائے گا۔ اسلامی فوج کا کوئی شخص کسی شہر کے مکان میں قیام نہ کرے گا۔ جب تک اہلِ دمشق باقاعدہ جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔ تمام مسلمان اور ان کا خلیفہ دمشق کے باشندوں

نیکی کے سوا کوئی بُرا سلوک نہ کریں گے"۔

حضرت خالدؓ کے شہر میں داخل ہوتے ہی باقی تین طرفوں کے سردار زور و قوت کے سا
دروازے توڑ توڑ کر فاتحانہ دمشق کے اندر داخل ہو گئے۔ اور شہر کے مرکز میں حضرت ابو عبی
اور حضرت خالدؓ کی ملاقات ہوئی۔ اب یہ مسئلہ سامنے آیا۔ کہ دمشق کی فتح بزورِ شمشیر سمجھی جائے
بطریق مصالحت۔ آخر کافی غور و خوض کے بعد دمشق کو مصالحانہ مفتوح قرار دیا گیا۔ اور مسلما
نے اہلِ شہر کو کوئی نقصان یا تکلیف نہ پہنچائی۔ یہ فتح ۱۴ھ میں واقع ہوئی۔

جنگ فحل حضرت ابو عبیدہؓ نے دمشق کی عنان انتظام حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ
ہاتھ میں دے کر خود فحل کی جانب پیش قدمی کی۔ وہاں ہرقل کا نامور سر
سقلار لاکھوں کی تعداد میں عظیم الشان فوج لئے ہوئے خیمہ زن تھا۔ طرفین نے صف آرائی
اور نصف شب کو رومیوں نے بے پناہ حملہ کیا۔ کئی دن تک شبانہ روز خونریز لڑائی ہوتی رہی
آخر بہادرانِ اسلام نے اسی ہزار رومیوں کو خاک و خون میں تڑپا کر میدان کارزار کو شفق ز
بنا دیا اور دشمن کی باقی فوج سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئی۔

بیسان کی فتح تسخیر فحل کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ بیسان کی طرف بڑھے۔ اہلِ بیسان
پہلے تو جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ مسلمانوں کے سا
معرکہ آرا ہونا لوہے کے چنے چبا کر اپنے ہی دانت تڑوانے ہیں۔ سپر ڈالتے ہوئے صلح
درخواست کی۔ جو مسلمانوں نے منظور کر کے ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ اس کے بعد طبریہ والو
بھی ہتھیار ڈال کر سرِ اطاعت خم کیا۔

بیروت وغیرہ کی فتح حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان کے بھائی حضرت معاویہؓ نے
کی طرف پیش قدمی کر کے اسے مسخر کیا۔ پھر مقدم الذکر
بیروت، صیدا، جبیل کی جانب بڑھ کر معمولی مقابلے کے بعد ان پر قبضہ کیا۔ اس طرح د
اور اردن کا سارا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گیا۔

فتح حمص دمشق اور اردن پر پرچم اسلام لہرانے کے بعد اب تین زبردست مرکز
مقامات حمص، بیت المقدس اور انطاکیہ کی تسخیر باقی رہ گئی تھی۔ اس

Marfat.com

حضرت ابوعبیدہؓ نے حمص کی طرف پیش قدمی کی۔ ہرقل نے دو بطریقوں تو ذر اور شمس کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ ان دونوں نے مرج روم میں اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا۔ لیکن شمس حضرت ابوعبیدہؓ کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوا۔ اور رومی لشکر نے سراسیمگی کی حالت میں راہ فرار اختیار کرتے ہوئے حمص پہنچ کر دم لیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے آگے بڑھ کر حمص کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے باشندوں کو ہرقل کی طرف سے کوئی امداد نہ پہنچ سکی۔ اور انھوں نے مایوس ہو کر صلح کرنے کے بعد حمص کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد اسلامی لشکر نے حماۃ، شیزر اور معرۃ النعمان کو مسخر کیا۔ لاذقیہ ایک نہایت مستحکم شہر تھا۔ یہاں عیسائیوں نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر سپر ڈال دی۔ لاذقیہ کی فتح کے بعد سلمیہ پر بھی مسلمانوں نے بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔

قنسرین کی فتح

تسخیر سلمیہ کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو قنسرین کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت خالدؓ اُس طرف بڑھے وہاں بہت بڑا رومی سردار میناس مقابلے کو نکلا۔ لیکن نہایت جانبازی سے داد شجاعت دینے کے بعد پسپا ہو کر قنسرین میں قلعہ بند ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے قنسرین کا محاصرہ کر کے بڑی بہادری سے اسے مسخر کیا۔ جب فتح کی خوش خبری خلیفۂ وقت کے پاس پہنچی تو انھوں نے نہایت خوش ہو کر حضرت خالدؓ کو خراج تحسین ادا کیا۔ اور ان کے مراتب میں مابہ الامتیاز اضافہ فرمایا۔

حلب اور انطاکیہ کی فتح

اب حضرت ابوعبیدہؓ حلب کی طرف بڑھے۔ اور اس کے نزدیک پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ حضرت عیاضؓ بن غنم سالار مقدمۃ الجیش نے حلب کا محاصرہ کیا۔ اہلِ حلب نے سپر ڈال کر صلح کر لینے کے بعد شہر حوالے کر دیا۔

حلب کی مہم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے انطاکیہ کی جانب پیش قدمی کی۔ یہ نہایت مضبوط و مستحکم شہر تھا۔ عیسائیوں نے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا لیکن پسپا ہو کر شہر میں جا داخل ہوئے۔ مسلمانوں نے محاصرہ کیا۔ اور اہلِ انطاکیہ نے

Marfat.com

تنگ آکر قبول جزیہ کی شرط پر صلح کرلی۔

اس کے بعد اطلاع ملی۔ کہ معرہ مصرین میں عیسائی لشکر مسلمانوں کے مقابلے کی تیاریاں کررہاہے۔ اس لئے حضرت ابو عبیدہؓ اس طرف روانہ ہوئے۔ وہاں خوں ریز جنگ ہوئی بے شمار عیسائی اور رومی کھیت رہے۔ معرہ مصرین والوں نے صلح کرلی۔ اس کے بعد یکایک انطاکیہ میں بغاوت پھوٹ پڑی جسے حضرت عیاضؓ بن غنم اور حضرت حبیبؓ بن مسلمہ نے فروکرکے شہر پر قبضہ کرلیا۔ ان آئے دن کی بغاوتوں کو ہمیشہ کے لئے آغوشِ لحد میں سُلانے کی غرض سے حضرت ابو عبیدہؓ نے امیرالمومنینؓ کے حسب فرمان بڑے بڑے مرکزی مقامات میں ایک ایک فوجی دستہ مستقل طور پر متعین کردیا۔

بعدازآں قرب وجوار کے علاقے نے بہ رضا و رغبت اطاعت قبول کرلی۔ قورس، منبج، تل عزاز وغیرہ پر اسلامی قبضہ ہوگیا۔ اور فرات تک تمام شہروں پر توحید کا پرچم لہرانے لگا۔

بغراس وغیرہ کی فتح

اب حضرت ابوعبیدہؓ نے فلسطین کا رُخ کیا۔ اور حضرت میسرہؓ بن مسروق کے زیر سرکردگی بغراس کی جانب فوج بھیجی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ آخر عیسائی سراسیمہ ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مسلمانوں نے بغراس پر قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد مرعش اور حرث علی الترتیب حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت حبیبؓ بن مسلمہ کی تیغ شجاعت سے مفتوح ہوئے۔

قیساریہ اور اجنادین کی فتح

حضرت معاویہؓ نے اپنے بھائی حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان حاکم دمشق کے حسب ہدایت قیساریہ کی طرف قدم بڑھایا۔ طرفین میں خوں ریز معرکہ ہوا۔ اسی ہزار عیسائی مارے گئے اور قیساریہ فتح ہوگیا۔

ہرقل کے نامور سپہ سالار ارطبون بطریق نے قیصر کے حسب فرمان مسلمانوں کے مقابلے کے لئے زبردست فوجیں جمع کیں۔ اور انھیں تین حصّوں میں تقسیم کرکے اجنادین، رملہ اور

Marfat.com

بیت المقدس میں پھیلا دیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابوعبیدہؓ کے حکم سے حضرت ابوایوب المالکیؓ کو رملہ کی طرف اور حضرت علقمہؓ بن حکیم فراسی اور حضرت مسروقؓ بن العکی کو بیت المقدس کی جانب بھیجا۔ اور خود اجنادین کی طرف پیش قدمی کی۔ اجنادین میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ معرکۂ یرموک کی یاد تازہ ہوگئی۔ آخر ارطبون نے منہ کی کھاکر بیت المقدس کا رخ کیا۔ حضرت علقمہؓ نے مزاحمت نہ کی۔ ارطبون بیت المقدس میں داخل ہوگیا۔ اور اجنادین فتح ہوگیا۔

بیت المقدس کی فتح

حضرت عمروؓ بن العاص نے نابلس، لد، سبط، غزہ، جبرین، عمواس، یافا وغیرہ اور بیت المقدس کے آس پاس کا سارا علاقہ آسانی سے فتح کرکے بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ اس اثنا میں حضرت ابوعبیدہؓ بھی آپہنچے۔ عیسائی قلعہ بند ہوکر بہادری سے مدافعت اور مقابلہ کررہے تھے۔ کہ حضرت ابوعبیدہؓ کے آنے کی خبر ان کے مزرع امید پر برق خرمن سوز بن کر گری۔ اور ان کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ آخر انھوں نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور دوسری شرائط کے علاوہ ایک خاص شرط یہ پیش کی۔ کہ خلیفۂ اسلام خود آکر عہدنامہ تحریر کریں۔ اگرچہ اب فتح آسان اور یقینی تھی۔ پھر بھی حضرت ابوعبیدہؓ نے صلح کو جنگ پر ترجیح دے کر امیرالمومنینؓ کی خدمت میں یہ اطلاع بھیج دی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے مسجد نبویؐ میں ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ حضرت عثمانؓ نے واقعات کی بنا پر ان کے جانے کے خلاف رائے دی۔ لیکن حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "میرے خیال میں آپ کو ضرور جانا چاہیے۔" حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کی رائے پسند فرمائی۔ رجب ۱۶ھ میں ایک اونٹ، ایک غلام، لکڑی کا ایک پیالہ اور ریتوں کا ایک تھیلا لے کر مدینہ میں حضرت علیؓ کو اور بروایت دیگر حضرت عثمانؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کرنے کے بعد عازم بیت المقدس ہوگئے۔ مقام جابیہ میں حضرت یزیدؓ بن ابی سفیان، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اور حضرت خالدؓ بن ولید نے جو نہایت قیمتی اور زرق برق لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ ان کا خیر مقدم کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ ان کا پرتکلف لباس دیکھ کر طیش میں آگئے۔ اور کنکریاں مارتے ہوئے فرمایا۔ "تم لوگ اس قدر جلد

عجمی رنگ میں رنگے گئے"۔ لیکن جب ان سرداروں نے شاہانہ قباؤں کے نیچے اسلحہ جنگ دکھائے تو انھیں تسلی ہوئی۔ امرائے بیت المقدس جابیہ میں حاضر ہوئے۔ اور یہیں انھوں نے انھیں حسب ذیل معاہدہ لکھوایا:۔

"یہ وہ امان نامہ ہے۔ جو اللہ کے غلام امیرالمومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دیا ہے۔ اہلِ ایلیا کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کو امان دی جاتی ہے۔ ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائے گی۔ اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ ان کے احاطوں کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ ان کی صلیبوں، اور مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں کوئی جبر یا تشدد نہ کیا جائے گا۔ ان میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ ایلیا والوں کا فرض ہے۔ کہ وہ دوسرے شہروں کی طرح جزیہ ادا کریں۔ اور یونانیوں کو اپنے یہاں سے نکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکل جائے گا۔ اس کی جان اور مال محفوظ ہوگا۔ جب تک وہ اپنی جائے امان پر نہ پہنچ جائے۔ ان میں سے جو ایلیا ہی میں رہنا پسند کرے۔ اسے اہلِ ایلیا کی طرح جزیہ دینا ہوگا۔ اگر ایلیا والوں میں سے کوئی شخص یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے۔ تو اسے بھی امان ہے جب تک وہ محفوظ مقام پر نہ پہنچ جائے۔ اس عہدنامے کی تحریر پر خدا، رسول، خلفا اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ بشرطیکہ ایلیا والے مقررہ جزیہ برابر ادا کرتے رہیں۔ اس پر خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن العاص، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، اور معاویہؓ بن ابی سفیان گواہ ہیں۔ ۱۵ھ میں یہ عہدنامہ تحریر کیا گیا۔"

اہلِ بیت المقدس نے جزیہ دے کر شہر کے دروازے کھول دیئے۔ رملہ والوں نے بھی صلح کر کے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ پیادہ پا بیت المقدس کی جانب روانہ ہوئے۔ فوج کے سرداروں نے شہر کے باہر خیر مقدم کیا۔ امیرالمومنینؓ کا لباس نہایت معمولی تھا۔ ان لوگوں نے ترکی گھوڑا اور فوق البرق ملبوس پیش کیا۔ ارشاد ہوا۔ "ہمارے لئے اسلام ہی کی عزت کافی ہے۔" اور اسی سادہ لباس میں داخل بیت المقدس ہوئے

Marfat.com

سب سے پہلے مسجد اقصیٰ میں جاکر سجدہ ریز ہوئے۔ پھر عیسائیوں کے گرجے میں گئے۔ نماز کا وقت ہوگیا۔ تو عیسائیوں نے بطیب خاطر ادائے نماز کی اجازت دی مگر انھوں نے اس خیال سے کہ کہیں مسلمان اس دلیل پر گرجے کو مسجد ہی نہ بنالیں۔ باہر آکر نماز پڑھی۔

حضرت فاروق اعظم رض کچھ عرصہ بیت المقدس میں مقیم رہے۔ ایک روز انھوں نے حضرت بلال رض سے اذان دینے کو کہا۔ وہ فرمانے لگے "میں نے عہد کیا تھا۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد کسی کے لئے اذان نہ دوں گا لیکن آج اور صرف آج آپ کی آرزو پوری کروں گا" ادھر حضرت بلال رض نے اللہ اکبر کہا۔ ادھر عہد رسالت کے تصور میں صحابہ رض کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ حضرت معاذ رض بن جبل وفور گریہ سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے اور حضرت فاروق اعظم رض سسکیاں بھرنے لگے۔

بیت المقدس پر اسلام کا علم فتح لہرانے کے بعد امیر المومنین رض نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ حضرت علقمہ رض بن حکیم کی نگرانی میں دے کر حکم دیا۔ کہ رملہ میں قیام کریں اور دوسرے حصے پر حضرت علقمہ رض بن محرز کو حاکم بناکر بیت المقدس میں سکونت رکھنے کا فرمان صادر کیا۔

حضرت خالد رض بن ولید کی معزولی

عام مورخین کی رائے ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق رض نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی حضرت خالد رض کو معزول کر دیا تھا۔ لیکن اس میں غلط فہمی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ عہد خلافت کے آغاز میں حضرت فاروق اعظم رض نے حضرت خالد رض کا ایک درجہ کم کر کے انھیں سپہ سالار اعظم سے نائب سپہ سالار اعظم بنادیا تھا۔ معزولی کا اصل واقعہ ۱۷ھ کا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے امیر المومنین رض کو ان کے ایک پرچہ نویس نے خبر بھیجی۔ کہ حضرت خالد رض فتح جزیرہ سے بہت سا مال غنیمت لاتے ہیں۔ اور اشعث بن قیس شاعر سے قصیدہ سن کر اسے دس ہزار درہم بطور انعام عطا کئے ہیں۔ اس پر حضرت عمر فاروق رض نے حضرت ابو عبیدہ رض بن جراح کے نام ایک خط لکھ کر قاصد کے حوالے کیا۔ اس میں تحریر تھا۔ خالد رض سے مجمع عام میں استفسار کیا جائے کہ تم نے اشعث کو یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے۔ یا بیت المال سے؟ پہلی صورت میں

اسراف ہے۔ اور دوسری صورت میں خیانت۔ دونوں صورتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔ ان کا عمامہ اتار کر اسی سے ان کی گردن باندھی جائے۔ قاصد سے خلیفۂ وقت نے زبانی ارشاد فرمایا تھا۔ کہ غلطی کے اعتراف کی صورت میں خالدؓ سے چشم پوشی کی جائے۔ چنانچہ نامہ بر نے سرِ مجلس حضرت خالدؓ سے دریافت کیا۔ کہ تم نے یہ رقم کہاں سے ادا کی ہے؟ حضرت خالدؓ خاموش رہے۔ اس پر قاصد نے تعمیلِ حکم میں ان کا عمامہ اتار کر اسی سے ان کی گردن باندھ دی اور دوبارہ پوچھا۔ تو حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ کہ میں نے اشعث کو یہ رقم بیت المال سے نہیں۔ بلکہ اپنی گرہ سے دی ہے۔ قاصد نے گردن کھول دی۔ اور امیر المومنینؓ کی خدمت میں خبر بھیجی انھوں نے حضرت خالدؓ کو مواخذہ کی غرض سے مدینہ طلب فرمایا۔ حضرت خالدؓ نے دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ "عمرؓ! بخدا تم مجھ سے عدل نہیں برتتے"۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ارشاد فرمایا۔ "تم نے یہ دولت کس طرح حاصل کی۔ اور شاعر کو یہ انعام کہاں سے دیا" کہا "مالِ غنیمت کا جو حصّہ مجھے ملا۔ اس میں سے میں نے یہ رقم ادا کی"۔ پھر بیس ہزار کی زائد رقم بیت المال میں داخل کر دی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا۔ "بخدا مجھے تم سے ویسی ہی محبت ہے۔ اور میں تمہیں قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں"۔ اس کے بعد انھوں نے حکام کو اطلاع دی۔ کہ میں نے خالدؓ کو غصے یا خیانت کے باعث نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے معزول کیا ہے۔ کہ ان کے کارناموں کی بنا پر لوگ فتنے میں مبتلا ہو رہے تھے۔ اس تحریر سے لوگوں کو یہ ذہن نشین کرانا مقصود تھا۔ کہ خدا کے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔

حضرت خالدؓ، حضرت صدیق اکبرؓ ہی کے عہد سے فوجی مصارف کا حساب کتاب صاف نہ رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ آزادی سے خرچ کر دیا کرتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو اسی زمانے سے ان کا یہ طریق عمل ناپسند تھا۔ پھر خود ان کے عہد میں بھی یہی طریقہ جاری رہا۔ انھوں نے انھیں تاکیداً لکھا۔ کہ وہ آئندہ احتیاط سے کام لیں۔ حضرت خالدؓ نے جواب میں تحریر کیا۔ کہ میں ابوبکرؓ کے زمانے سے اسی مسلک پر قائم ہوں۔ اب اس کے خلاف نہیں چل سکتا۔ امیر المومنینؓ نے دوبارہ تحریر فرمایا۔ کہ تم فوجی مصارف کا حساب باقاعدہ بھیجتے رہنے کی صورت میں سپہ سالاری کے منصب پر قائم رہ سکتے ہو۔ لیکن حضرت خالدؓ

Marfat.com

نے اپنی روش نہ بدلی۔ اس پر بھی حضرت فاروق اعظمؓ نے انھیں معزول کرنے کے بجائے صرف حضرت ابوعبیدہؓ کے ماتحت کر دیا۔ اور معزولی بعد ازاں عمل میں آئی۔

طاعون اور قحط

سنہ ۱۷ھ کے اواخر میں شام میں طاعون پھوٹ پڑا۔ اور سنہ ۱۸ھ میں اس وبا کی شدت انتہا پر پہنچ گئی۔ حضرت فاروق اعظمؓ سخت پریشانی کے عالم میں شام روانہ ہوئے۔ لیکن سرغ پہنچنے پر بعض صحابہ کی متفقہ رائے سے مدینہ واپس آ گئے۔ اور حکام کو ازالۂ وبا کے لئے مؤثر انسدادی تدابیر اختیار کرنے کی ہدایات کر آئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ دربار خلافت سے حکم آنے پر فوجوں کو جابیہ کے صحت بخش مقام میں لے آئے۔ وہ پہلے ہی سے بیمار تھے۔ یہاں آ کر مرض نے زور پکڑا۔ اور آخر جان لے کر ٹلا۔ انتقال سے کچھ دیر پہلے حضرت معاذؓ بن جبل کو سپہ سالار مقرر کیا۔ انھیں حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا۔ وبا کا زور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ اس شعلہ افروز آگ سے دامن بچا کر کہیں اور چلے جانا چاہئے۔ حضرت معاذؓ نے جواب دیا۔ میں راضی برضا ہوں۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ گھر آئے۔ تو نوجوان بیٹے کو اسی مرض میں مبتلا پایا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چل بسا۔ حضرت معاذؓ اب بھی وہاں سے نہ ہلے۔ آخر وہ بھی اٹھ گئے۔ اور حضرت عمروؓ بن العاص کو اپنا جانشین بنا گئے۔ وہ فوراً فوجیں لے کر پہاڑی مقامات میں چلے گئے۔

اس قیامت خیز وبا میں پچیس ہزار مسلمانوں نے وفات پائی۔ حضرت فاروق اعظمؓ پھر عازم شام ہوئے۔ اور مختلف علاقوں میں جا کر مناسب فوجی انتظامات کرنے کے بعد مدینہ واپس آئے۔

اس آفت سے مر مر کے جینا ہوا۔ تو عرب پر قحط کی وبا نازل ہو گئی۔ غلے کی کمی سوہان روح ہونے لگی۔ امیرالمومنینؓ نے عالم اسلام کے گوشے گوشے میں حکام کے نام احکام صادر کر دیئے کہ غلّہ بہت جلد مدینہ روانہ کیا جائے۔ اس پر حضرت عمروؓ بن العاص نے مصر سے غلّے کے بیس جہاز بھیجے۔ جو ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے دودھ اور گھی کا استعمال ترک کر دیا۔ ایک دن انھوں نے بہت سے لوگوں کو ساتھ لے کر نماز

Marfat.com

استسقا پڑھنے کے بعد دعا مانگی۔ جو سیدھی عرش پر پہنچی۔ اور اثنائے دعا ہی میں بارانِ رحمت کی جھڑی لگ گئی۔

مصر کی تسخیر

شام کی فتح کے بعد اس کی حفاظت کے لئے مصر کو تسخیر کرنا بے حد ضروری تھا۔ اس لئے ۲۱ھ میں حضرت عمروؓ بن العاص نے خلیفۂ وقت سے اجازت حاصل کرنے کے بعد چار ہزار جانباز فوج لے کر مصر پر چڑھائی کی۔ پہلے انھوں نے مقوقس شاہ مصر کے پاس یہ تحریر بھیجی۔ کہ اسلام قبول کرو۔ یا جزیہ دو۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں منظور نہیں۔ تو جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس کا جواب رومی سردار ارطبون نے جوان دنوں مع فوج وہاں مقیم تھا قلم تیغ سے دیا۔ اور زک اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اسلامی لشکر نے عین شمس کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے جزیہ ادا کرکے صلح کر لی۔ پھر حضرت عمروؓ بن العاص یلغار کرتے اور بلبیس وغیرہ پر علمِ توحید لہراتے ہوئے فسطاط کی طرف بڑھے۔

فسطاط کی فتح

فسطاط میں ایک نہایت زبردست اور مضبوط و مستحکم قلعہ تھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اور مصریوں کی بہت زیادہ تعداد دیکھ کر دربارِ خلافت میں مزید کمک بھیجنے کے لئے لکھا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت زبیرؓ بن العوام کے زیرِ کمان دس ہزار سرباز مجاہدین کا لشکرِ جرار روانہ کیا۔ محاصرے میں سات مہینے صرف ہو گئے۔ لیکن قلعہ سر ہونے میں نہ آیا۔ آخر ایک روز حضرت زبیرؓ نے بعض صحابہؓ کے ساتھ فصیل پر چڑھ کر تکبیر کے فلک شگاف نعرے لگائے۔ تو عیسائی کانپ اٹھے۔ اور سراسیمگی کی حالت میں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ اسلامی لشکر قلعے میں داخل ہو گیا۔ اور مقوقس نے صلح نامہ لکھ دیا۔ اس کے افسر قیصرِ روم نے صلح کی خبر سن کر ان لفظوں میں ڈانٹ بتائی۔ کہ اگر تم میں تابِ مقابلہ نہ تھی۔ تو کیا رومیوں کا ٹڈی دل کم تھا جو تم نے صلح کی پینگ بڑھائی؟ اور فوراً ایک زبردست فوج اسکندریہ کی طرف روانہ کی۔

اسکندریہ کی فتح

اب حضرت عمروؓ بن العاص اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ اور مزاحم دشمن کے سنگ گراں کو راستے سے ہٹاتے ہوئے اسکندریہ پہنچے

ہی اس کا محاصرہ کر لیا۔ جو مدت تک جاری رہا۔ تسخیر میں دیر ہوئی۔ تو دربارِ خلافت سے حکم صادر ہوا۔ کہ یک بارگی حملہ کر دو۔ اس فرمان کی تعمیل میں حضرت عمروؓ بن العاص نے فوج کے سامنے جہاد پر ایک گرجتی برستی تقریر کی۔ اور ایسا زبردست متفقہ حملہ کیا۔ کہ محصورین کی کمرِ ہمت ٹوٹ گئی۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔

مختلف مقامات پر قبضہ

اس کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص فسطاط واپس آ گئے اور مختلف مقامات پر تسلط بٹھانے کا فریضہ حضرت خارجہؓ بن حذافہ اور حضرت عمیرؓ بن وہب کے سپرد کیا۔ ان دونوں نے علی الترتیب شمونین، فیوم، سرادات - تنیس، دمیاط، تونہ، دمیرہ، دقہلہ، شطا وغیرہ فتح کئے۔ اور نشیبی حصے کی تسخیر کا شرف حضرت عقبہؓ بن عامر کو نصیب ہوا۔ اس طرح مصر کے چپے چپے پر اسلامی پھریرا اڑنے لگا۔

شہادت اور جانشینی

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ سہ شنبہ کو حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے پارسی غلام ابولولو فیروز نے حضرت فاروق اعظمؓ سے شکایت کی۔ کہ اس کے آقا اس سے بہت زیادہ محصول لیتے ہیں۔ کم کرا دیجئے۔ انھوں نے دریافت فرمایا۔ کس قدر محصول لیتے ہیں؟ عرض کی۔ دو درہم روزانہ۔ پوچھا۔ کیا کام کرتے ہو؟ بولا۔ نجاری، آہن گری، اور نقاشی۔ فرمایا۔ پھر تو یہ رقم زیادہ نہیں۔ اس پر وہ غصے سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔ امیر المومنینؓ پھر اس سے یوں مخاطب ہوئے۔ کہتے ہیں۔ تو ہوا سے چلنے والی چکی بنانا جانتا ہے۔ مجھے بھی ایسی چکی بنا دے۔ کہنے لگا بہت اچھا۔ میں ایسی چکی بنا کر دوں گا جس کی آواز آفاق میں سنائی دے گی۔ اگلے دن فجر کی نماز کے وقت دوسرے لوگوں کے ساتھ ابولولو خنجر بدست مسجد میں داخل ہوا۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ نے امامت کراتے ہوئے نماز شروع کی۔ تو ابولولو نے جھٹ آگے بڑھ کر آپ پر پے در پے خنجر کے چھ وار کئے۔ خلیفۂ وقت مہلک طور پر زخمی ہو گئے۔ لیکن اس حالت میں بھی حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کو اپنی جگہ امام بنایا۔ پھر اسی وقت لڑکھڑا کر گر پڑے۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے فریضۂ امامت انجام دیا۔

ابولولو، وار کرتے ہی بھاگا۔ کچھ لوگ اسے پکڑنے کے لئے دوڑے۔ ان میں سے بعض کو اس نے زخمی کیا۔ اور حضرت کلیبؓ بن ابی بکیر کو شہید کر ڈالا۔ آخر وہ گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن اسی حالت میں اس نے خودکشی کر لی۔ نماز کے بعد لوگ حضرت فاروق اعظمؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لائے۔ ذرا ہوش آیا۔ تو دریافت فرمایا مجھے کس نے قتل کیا؟ عرض کی گئی ابولولو نے۔ فرمایا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ میرا قاتل مسلمان نہیں۔

اجل مقدر کا گہن آفتاب خلافت کی روشنی کو آہستہ آہستہ سلب کر رہا تھا۔ اور وہ کوئی دم میں بالکل بے نور ہوا چاہتا تھا۔ کہ صحابہؓ نے عرض کی۔ اپنا جانشین نامزد فرما دیجئے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ بن عفان، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف، حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو طلب فرمایا۔ حضرت طلحہؓ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ ان پانچ آدمیوں سے یوں مخاطب ہوئے۔ "تین دن تک طلحہؓ کا انتظار کرنا۔ آجائیں۔ فبہا۔ ورنہ تم پانچوں ہی باہم مشورے سے اپنے آپ میں سے کسی ایک کو امیر منتخب کر لینا"۔ اور حضرت صہیبؓ سے فرمایا۔ "میری تدفین کے بعد ان سب کو ایک مکان میں بند کر دینا۔ اور امیر کا انتخاب ہو جانے کے بعد دروازہ کھولنا۔ پھر اپنے صاحب زادہ حضرت عبداللہؓ کو حکم دیا۔ کہ اگر انتخاب امارت میں اختلاف رونما ہو جائے۔ تو تم اکثریت کا ساتھ دینا۔ اور اگر دونوں جماعتوں کی تعداد برابر ہو۔ تو تم عبدالرحمنؓ بن عوف والی جماعت میں شامل ہونا۔

ہونے والے خلیفہ کو وصیت

پھر انہوں نے مذکور القدر حضراتؓ سے فرمایا۔ "جو شخص امیر بنایا جائے۔ میں اسے وصیت کرتا ہوں۔ کہ وہ انصار کے حقوق پوری طرح ادا کرے۔ وہ تمہارے محسن ہیں۔ مہاجرین کے حقوق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ وہی اسلام کی اصل ہیں۔ ذمیوں کا بھی بخوبی پاس و لحاظ رکھنا چاہیے۔ ان کے ساتھ ایفائے عہد کیا جائے۔ ان کے مخالفوں سے جنگ کی جائے۔ اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے"۔

حضرت فاروق اعظمؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ کے پہلو میں دفن ہونیکی بڑی آرزو تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس کی اجازت لینے کے لئے اپنے صاحب زادہ حضرت عبداللہؓ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے فرمایا۔ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی لیکن اب اسے عمر فاروقؓ کے لئے چھوڑتی ہوں۔ جب انھوں نے اپنے بیٹے سے یہ خوش خبری سُنی تو بے حد مسرور ہوئے۔ اور فرمایا۔ میری سب سے بڑی تمنا پوری ہوئی۔

اس کے بعد یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو شنبہ کے روز ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت صہیبؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف، حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے لحد میں اُتارا۔ ساڑھے دس سال خلافت کی۔

ازواج واولاد

حضرت عمر فاروقؓ کی آٹھ بیویاں تھیں (۱) حضرت زینبؓ بنت مظعون (۲) ملیکہ بنت جرول (۳) قریبہ بنت ابی امیہ (۴) حضرت اُم حکیمؓ بنت الحارث (۵) حضرت جمیلہؓ بنت عاصم (۶) حضرت کلثومؓ بنت حضرت علیؓ (۷) حضرت عاتکہؓ بنت زید اور (۸) حضرت فکیہہؓ۔ ان کے متعلق بعض لوگ لکھتے ہیں۔ کہ یہ لونڈی تھیں۔

پہلی سے حضرت عبداللہؓ، حضرت عبدالرحمنؓ اکبر اور حضرت حفصہؓ۔ دوسری سے حضرت عبید اللہؓ، چوتھی سے حضرت فاطمہؓ، پانچویں سے حضرت عاصمؓ، چھٹی سے حضرت رقیہؓ اور حضرت زیدؓ اور آٹھویں سے حضرت عبدالرحمنؓ اوسط پیدا ہوئے۔ ان سب میں حضرت حفصہؓ حرم رسولؐ اور حضرت عبداللہؓ زیادہ نامور ہیں۔

نظامِ خلافت

حضرت فاروق اعظمؓ کا سب سے بڑا کارنامہ آپ کا مرتب کیا ہوا آئین حکومت اور جمہوری نظام ہے۔ جس نے مسلمانوں کو دینی و دنیوی اوج و ترقی کے فلک الافلاک پہ پہنچا دیا۔ اور جس سے بہتر نظام نہ موجودہ ترقی یافتہ زمانے میں موجود ہے۔ نہ آئندہ قائم کیا جا سکے گا۔

ملکی نظام

حضرت عمر فاروقؓ نے دہ سالہ عہدِ خلافت میں نظامِ حکومت کو بہت زیادہ وسعت دی۔ تمام مقبوضات کو آٹھ صوبوں پر تقسیم کیا۔ (۱) مکہ (۲) مدینہ (۳) شام (۴) جزیرہ (۵) بصرہ (۶) کوفہ (۷) مصر (۸) فلسطین۔ ان کے علاوہ مشرق میں خراسان، فارس اور آذربائیجان کے تین صوبے الگ تھے۔

حکام کا انتخاب

حضرت فاروق اعظمؓ عاملوں کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اور ہر کام کے لئے اسی شخص کو منتخب کرتے تھے۔ جو اس کا اہل ہوتا تھا۔ اور جس سے بہتر وہ فریضہ کوئی دوسرا شخص انجام نہ دے سکتا تھا۔ اسی طرح ہر عامل اپنے مفوضہ فرائض جان توڑ کر انجام دیتے ہوئے ثابت کر دیتا تھا کہ اس جگہ کے لئے اسی کا تقرر نقش بر کرسی ہے۔ اور اسی کے کارنامے معراج کمال ہیں۔ عمال کا انتخاب مشورے سے کیا جاتا تھا۔

حکام کے اختیارات۔ فرائض اور احتساب

حکام کے اختیارات اور احتساب کا معاملہ اور بھی زیادہ مشکل تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ ہر حاکم کو تقرر کے وقت ایک دستاویز دیتے تھے جس میں تمام اختیارات کی تفصیل درج ہوتی تھی۔ اور وہ دستاویز صدر مقام میں ایک بہت بڑے عام مجمع کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی تھی۔ تاکہ عوام بھی اس سے مطلع ہو جائیں اور اگر حاکم ان اختیارات سے سرمو بھی تجاوز یا انحراف کرے۔ تو اس سے مواخذہ کیا جائے ہر حاکم اس بات کا حلف اٹھاتا تھا۔ کہ "میں ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا۔ باریک کپڑے نہ پہنوں گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھاؤں گا۔ دروازے پر دربان نہ رکھوں گا۔ حاجتمندوں کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا رکھوں گا۔" کوئی حاکم مقررہ مال و اسباب سے زیادہ جمع کرنے کا مجاز نہ تھا۔ اور اس قاعدے کی خلاف ورزی پر بازپرس کے علاوہ نصف مال ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جاتا تھا۔

صوبوں کے عاملوں کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ سب کے سب حج کے موقع پر مکہ حاضر ہو کر یہ فریضہ انجام دیں۔ دربار خلافت کا یہ فرمان حاکموں کے لئے تازیانۂ عبرت تھا۔

وہ اس کی مصلحت کو بخوبی سمجھ کر تحفظِ عزت اور حفظ وقار کے پیش نظر رعایا کے ساتھ بے جا سختی کرنے سے باز رہتے تھے۔ اور کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ آنے دیتے تھے۔ کیونکہ انھیں یقین تھا کہ اگر ذرا سی بھی لغزش ہو گئی۔ تو بھری محفل میں سزا دے دی جائے گی اور ان کا دامن احترام داغ رسوائی سے آلودہ ہو جائے گا۔ اگر امیرالمومنین ؓ کے کان میں یہ بھنک بھی پڑ جاتی تھی۔ کہ فلاں حاکم کے دربار میں عوام کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ تو تحقیق و تصدیق کے بعد اسے فوراً موقوف کر دیتے تھے۔ عمال کے اخلاق و کردار کی بھی خاص طور پر نگرانی کی جاتی تھی۔

محکمۂ عدالت

خلیفۂ وقت نے تمام ضلعوں میں عدالتیں قائم کر کے قاضی مقرر کئے۔ اور دستور قضا کے متعلق حسب ذیل فرمان تحریر کیا:-

"قضا ایک اہم فریضہ ہے۔ لوگوں کو اپنے حضور میں، مجلس میں اور انصاف میں مساوی رکھو۔ تاکہ کمزور انصاف سے ناامید نہ ہو۔ اور معزز شخص کو رعایت کی امید پیدا نہ ہو۔ مدعی پر بار ثبوت اور انکار کرنے والے پر قسم ہے۔ صلح روا ہے۔ مگر کیسی؟ وہ جس سے حرام حلال اور حلال حرام نہ ہونے پائے۔ اگر کل تم نے کوئی فیصلہ کیا۔ اور بعد میں زیادہ غور و خوض سے وہ حق بجانب ثابت نہ ہوا۔ تو تم اسے بدل سکتے ہو۔ جو مسئلہ مشکوک ہو۔ اور قرآن و حدیث سے حل نہ ہو سکے۔ اس پر مسلسل غور کرو۔ اور اس کی مثالوں کو سمجھ کر ان پر قیاس کرو۔ جو شخص ثبوت پیش کرنا چاہے۔ اس کے لئے ایک میعاد مقرر کر دو۔ اگر وہ ثبوت بہم پہنچا دے۔ تو اس کا حق دلا دو۔ ورنہ مقدمے کا فیصلہ اس کے خلاف کرو۔ ان لوگوں کے سوا جنھیں درے لگانے کی سزا دی گئی ہو۔ یا جنھوں نے جھوٹی گواہی دی ہو۔ یا ولا اور وراثت میں مشتبہ ہوں۔ تمام مسلمان ثقہ ہیں۔"

قاضیوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ:-

"مقدموں میں سب سے پہلے قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر قرآن عزیز میں وہ صورت درج نہ ہو۔ تو حدیث شریف دیکھو۔ اگر اس میں بھی نہ ہو۔ تو

Marfat.com

اجماع سے ورنہ اجتہاد سے کام لو۔"

قضا کا نہایت اہم و ذمہ دارانہ عہدہ استروں کی مالا ہے۔ قاضیوں کے انتخاب میں بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ اس لئے حضرت فاروق اعظمؓ اس نازک معاملے میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اور انھیں حضرات کو اس منصب جلیلہ پر فائز کرتے تھے جن کا علم، اتقا، مدبر اور قوتِ فیصلہ سب کے نزدیک مسلم ہوتی تھی۔ مثلاً مدینہ میں حضرت زیدؓ بن ثابت، کوفہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت شریحؓ اور دیگر مقامات میں حضرت ابومریم حنفیؓ، حضرت جمیلؓ بن العمر، حضرت عبدالرحمنؓ بن ربیعہ، حضرت سلمانؓ بن ربیعہ باہلی، حضرت ابو قرہ کندیؓ اور حضرت عمرانؓ بن حصین اس عہدۂ عالیہ پر سرفراز تھے رشوت ستانی کے جرم کا قلع قمع کرنے کے لئے انھوں نے قاضیوں کی معقول تنخواہیں مقرر کیں۔ مثلاً حضرت شریحؓ اور حضرت سلمانؓ بن ربیعہ پان پان سو درہم ماہانہ مشاہرہ پاتے تھے۔ انھوں نے یہ قاعدہ وضع کیا۔ کہ قضا کا منصب امیر اور معزز شخص ہی کو مل سکتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بیان کی۔ کہ امیر پر رشوت کی طمع غالب نہ آسکے گی۔ اور عزت دار شخص پر کسی کا رسوخ و اقتدار اثر نہ کر سکے گا۔

عدالت کے معاملات میں انصاف و مساوات کا یہاں تک خیال تھا کہ وہ بعض اوقات مقدمے کے ایک فریق کی حیثیت سے خود عدالت میں پیش ہوتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت ابیؓ بن کعب سے کسی جھگڑے کے سلسلے میں مدعا علیہ کے طور پر حضرت زیدؓ بن ثابت کی عدالت میں گئے۔ انھوں نے تعظیم کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا۔ "یہ تمھارا پہلا ظلم ہے۔" اور حضرت ابیؓ کے پاس جا بیٹھے۔ انھیں دعوے سے انکار تھا۔ اور حضرت ابیؓ نے حسب قاعدہ ان سے قسم لینے کا ارادہ کیا۔ قاضی نے مدعی سے کہا۔ امیر المومنینؓ کو قسم سے مستثنےٰ قرار دینا چاہئے۔ اس امتیاز سے انھوں نے برہم ہو کر فرمایا۔ "جب تک تم عمرؓ اور ایک عام آدمی کو برابر نہ سمجھو۔ عہدۂ قضا کے اہل نہیں ہو سکتے۔"

ان کے دربارِ عدالت میں حاکم و ماتحت، امیر و غریب اور یگانہ و بیگانہ کے درمیان کوئی فرق و امتیاز روا نہ رکھا جاتا تھا۔ قانون کا شکنجہ سب کو یکساں جکڑ لیتا تھا۔ ایک دفعہ

Marfat.com

حج کی تقریب پر عمّال حکومت جمع تھے انھوں نے عام حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ " اگر کسی شخص کو کسی عامل سے کوئی شکایت ہو۔ تو بیان کرے "۔ اس پر ایک شخص بول اٹھا کہ " فلاں عامل نے مجھے سو کوڑوں کی سزا دی ہے "۔ انھوں نے حکم دیا۔ کہ " اٹھ کر بدلہ لو " حضرت عمروؓ بن العاص نے فوراً عرض کی۔ " امیر المومنینؓ! اس طریق عمل سے تمام حاکم بے دل ہو جائیں گے "۔ فرمایا " کچھ پروا نہیں۔ میں ضرور ایسا کروں گا "۔ اور مستغیث کو اپنا کام کرنے کے لئے حکم دیا۔ آخر حضرت عمروؓ بن العاص نے مستغیث کو سمجھا بجھا کر اس فیصلے پر راضی کر لیا۔ کہ وہ دو سو دینار وصول کر کے اپنے دعوے سے دست بردار ہو جائے۔

انسان کو اپنی اولاد اور پھر بیٹے سے پیارا اور کون ہوتا ہے۔ لیکن خلیفۂ وقت کے ایوان عدالت میں ان کا فرزند دلبند بھی قانونِ شریعت کی گرفت سے نہ بچ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کے لختِ جگر حضرت ابو شحمہؓ نے مے نوشی کے جرم کا ارتکاب کیا۔ تو خود اٹھ کر انھیں استی تازیانوں کی سزا دی۔ جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ ایک معزز صحابی حضرت قدامہؓ بن مظعون کو جو ان کے برادر نسبتی تھے۔ اسی گناہ میں استی تازیانے لگوائے۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ ورنہ خلافتِ فاروقیؓ کی تاریخ اس قسم کے بے شمار واقعات سے لبریز ہے۔

پولیس

امن عامّہ کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے پولیس کا ایک نیا مستقل محکمہ قائم کیا۔ جس کے سلسلے میں بہت سے جیل خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ مکّہ کے علاوہ کوفہ اور دوسرے ضلعوں میں بھی جیل خانے قائم کئے۔ جن سزاؤں کی تفصیل قرآن کریم میں نہیں ملتی۔ ان میں ترمیم کر دی گئی۔ مثلاً ہمیشہ مست شراب رہنے والے اشخاص کے لئے قید کی سزا تجویز کی گئی۔

مالی نظام

امیر المومنینؓ نے خراج و محاصل کے صیغے کی بنیاد رکھی۔ اور اس ضمن میں عراق کی اراضی کا بندوبست کر دیا۔ پیداوار کے لئے مال گزاری کی شرح مقرر کی۔ ذمّیوں کی رضامندی کا خاص خیال رکھا گیا۔ مصر کے محاصل سالانہ پیداوار

کی کمی وبیشی کے مطابق مقرر کئے گئے۔ مصروشام وغیرہ میں جاگیرداری کا پرانا طریقہ منسوخ کرکے اراضی کو اصلی باشندوں اور کاشتکاروں کے قبضے میں دے دیا گیا۔ اور مسلمانوں کو خرید زمین سے روکنے کے لئے ایک قانون بنادیا گیا۔

انھوں نے زمین کو آباد کرنے اور زراعت کو فروغ دینے کے لئے ایک ایسا قانون وضع کیا۔ کہ تھوڑے ہی عرصے میں ویران زمینوں کی آبادی اور فصلوں کی شادابی سے ہر طرف لہر بہر ہوگئی۔

صیغۂ آب پاشی کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے نہریں جاری کیں۔ اور ان سے شاخیں نکالنے، تالاب بنانے، بند باندھنے اور پانی کی تقسیم وغیرہ کے لئے آب پاشی کا محکمہ قائم کیا۔

آمدنی کے متفرق ذرائع مذکورہ بالا محاصل کے علاوہ آمدنی کے اور متفرق ذرائع بھی تھے۔ مثلاً زکواۃ، عشور، جزیہ، مال غنیمت۔ زکواۃ صرف مسلمانوں سے وصول کی جاتی تھی۔ عشور تجارتی محصول تھا۔ چونکہ دوسری حکومتیں اپنے علاقوں میں مسلمان تاجروں سے ٹیکس لیتی تھیں۔ اس لئے حضرت عمر فاروقؓ نے بھی بیرونی تاجروں سے اسی قدر ٹیکس لینا شروع کردیا۔

بیت المال یوں تو بیت المال کی بنیاد حضرت صدیق اکبرؓ ہی کے زمانے میں رکھ دی گئی تھی۔ لیکن اس کی باقاعدہ تنظیم، توسیع اور ترقی حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد میں ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے مدینہ، تمام صوبوں میں اور مرکزی مقامات پر بیت المال قائم کرکے ان کے لئے عالی شان عمارتیں بنوائیں۔ اور انتظام ونگرانی کے لئے بہترین افسر مقرر کئے۔

ہر صوبے کی آمدنی اس کے بیت المال میں جمع ہوتی تھی۔ اور سرکاری مصارف سے فاضل رقم مدینہ کے صدر بیت المال میں بھیج دی جاتی تھی۔

فوجی نظام حضرت عمر فاروقؓ نے نہایت اعلیٰ پیمانے پر فوج کا محکمہ قائم کیا اور ملازموں کی تنخواہیں دوسو بیس درہم سالانہ سے پانچ ہزار سالانہ تک مقرر کیں۔

Marfat.com

فوجیوں کے اہل وعیال کو وظیفے دیئے جاتے تھے۔ فوج دو قسم کی تھی۔ ایک تو وہ لوگ تھے جنھیں ہر وقت امور جنگ کی انجام دہی کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ دوسرے وہ جو اپنے گھروں میں مقیم رہتے۔ اور صرف ضرورت کے وقت جنگ پر بھیج دیئے جاتے تھے۔ تنخواہ دونوں کو دی جاتی تھی۔

مدینہ، کوفہ، موصل، بصرہ، مصر، حمص، دمشق اور اردن عظیم الشان فوجی مرکز تھے۔ خوزستان اور عجم میں بہت سی چھاؤنیاں قائم کیں۔ فوجی گھوڑوں کی پرورش کے لئے بکثرت چراگاہیں تھیں۔ اہم مقامات میں قلعے تعمیر کرائے۔ فوجی بھرتی وسیع پیمانے پر جاری کی۔

فوجی سپاہیوں کو کم از کم دوسو درہم سالانہ سے تین سو تک اور عہدہ داروں کو سات ہزار سے دس ہزار تک تنخواہ ملتی تھی۔ سپاہی کو تنخواہ کے علاوہ ایک من غلہ، بارہ سیر سرکہ اور بارہ سیر روغن زیتون ماہانہ بھی دیا جاتا تھا۔

فوج کے عملہ میں حاکم خزانہ، محاسب، قاضی، مترجم، طبیب اور جراح شامل تھے۔ سفر مینا کے فرائض مفتوحہ قوموں کے افراد انجام دیتے تھے۔

ہر فوج کے ساتھ پرچہ نویس مقرر کئے گئے۔ جو ہر بات کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجتے رہتے تھے۔

تبلیغ اسلام

حضرت فاروق اعظمؓ نے تبلیغ اسلام پر خاص توجہ مبذول فرمائی۔ اور اس کے لئے مختلف تدابیر اختیار کیں۔ کسی مقام پر حملہ کرنے سے پہلے حاکم فوج خلیفۂ وقت کے حسب فرمان پہلے اسلام پیش کرتا تھا۔ اسی ضمن میں امیرالمومنینؓ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ انھوں نے اپنی ذات کو اسلام کا مکمل نمونہ بنا کر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ جسے دیکھ کر تمام فرزندانِ توحید اسی رنگ میں رنگے گئے اس تدبیر کا ایسا معجزانہ اثر ہوا۔ کہ دوسری قومیں مسلمانوں کے طور طریق دیکھ کر خود بخود دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگیں۔ چنانچہ فتوحات شام میں رومی سفیر جارج۔ مصری رئیس شطا اور دمشق کے پادری کا قبولِ اسلام اس کی روشن مثالیں ہیں۔ ثانی الذکر تو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوا۔

Marfat.com

علاوہ بریں فتح جلولار کے موقع پر وہاں کے بہت سے اکابر برضا و رغبت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جنگ قادسیہ کے بعد ایرانی شاہی رسالے کے چار ہزار افراد آغوشِ اسلام میں آئے۔ ایک ایرانی فوجی افسر نے سیکڑوں بہادروں کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ یہ دیکھ کر ایرانی فوج کے مختلف قوموں مثلاً اندغار، سیابجہ اور زط وغیرہ سے تعلق رکھنے والے بہت سے اشخاص زینت اسلام سے مزین ہو گئے۔ فتح دمیاط کے بعد دارادہ اور بقارہ سے عسقلان تک کا سارا علاقہ نور اسلام سے جگمگانے لگا۔ فسطاط کی بیشتر آبادی اسلامی محلوں پر مشتمل تھی۔ غرض حضرت فاروق اعظمؓ کے عہدِ خلافت میں تبلیغ اسلام کے آفتاب نے دُور دُور تک تجلیاں برسا کر ظلمت کدۂ کفر کو ضیا خانۂ ایمان بنا دیا۔

قرآن و حدیث کی خدمت

حضرت عمر فاروقؓ نے قرآن کی خدمت کا پُورا پُورا اہتمام کیا۔ تمام مفتوحہ علاقوں میں درسِ قرآن جاری کرنے کے لئے مدرسے قائم کئے۔ اور اساتذہ کی معقول تنخواہیں مقرر کیں۔ بدوؤں کا امتحان بھی لیا جاتا تھا۔ اور جس شخص کو قرآن کا کوئی حصہ یاد نہ ہوتا تھا۔ اسے سزا دی جاتی تھی جن سورتوں میں احکام مندرج ہیں۔ مثلاً بقرہ، نساء، مائدہ، حج اور نور۔ ان کا حفظ کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ اعراب اور ادب و عربیت کی تعلیم پر بالخصوص زور دیا گیا۔ ہر معلم قرآن کے لئے عالم لغت ہونے کی شرط لگا دی متعلمین قرآن کے لئے وظیفے مقرر کئے۔ اس طریق عمل سے حافظین قرآن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔

اسی طرح آپ نے حدیث کی حفاظت، تعلیم اور نشر و اشاعت کا بھی بخوبی انتظام کیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو کوفہ، حضرت معقلؓ بن یسار، حضرت عبداللہؓ بن معقل اور حضرت عمرانؓ بن حصین کو بصرہ اور حضرت عبادہؓ بن صامت اور حضرت ابو درداءؓ کو شام کی طرف حدیث کا درس دینے کے لئے روانہ کیا۔

جوں جوں کوئی نیا مسئلہ سامنے آتا۔ وہ فوراً اس کے متعلق صحابہؓ سے حدیث دریافت فرماتے۔ اس طرح ہوتے ہوتے بہت سی حدیثیں جمع ہو گئیں۔ اور اشاعت

احادیث زور شور سے ہونے لگی۔ وہ قبول روایات میں نہایت محتاط تھے۔ چنانچہ جب کوئی صاحب حدیث بیان کرتے۔ تو وہ اُن سے ثبوت طلب کرتے۔ ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کوئی حدیث بیان کی۔ انھوں نے فرمایا: "ثبوت پیش کرو۔ ورنہ سزا دی جائے گی" حضرت اشعریؓ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے شہادت دلوائی۔ جب کہیں ان کی مخلصی ہوئی۔

اس باب میں انھوں نے عبادات، معاملات اور اخلاق سے متعلق احادیث پر خاص توجہ مبذول فرمائی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے عہد میں جس قدر حدیثیں روایت ہوئیں۔ اگرچہ بہ لحاظ تعداد کم ہیں۔ لیکن بہ اعتبار صحت مستند۔

فقہ کی اشاعت

اسلامی تہذیب و ثقافت کی ترقی کے ساتھ ساتھ بے شمار گوناگوں جدید مسائل پیدا ہوتے جاتے تھے۔ اس لئے قدم قدم پر فقہی احکام کی ضرورت پڑتی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے نہایت وسعت و جامعیت کے ساتھ علم فقہ کی تدوین و تکمیل فرمائی۔ وہ خطبوں میں فقہی مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالتے تھے۔ حاکموں اور عہدہ داروں کے نام فقہی احکام تحریر فرماتے تھے حکام کے انتخاب و تقرر میں فقہی قابلیت کا خاص لحاظ رکھا جاتا تھا۔

علاوہ بریں انھوں نے اپنی اسلامی عمل داری کے گوشے گوشے میں باتنخواہ فقیہ اور عالم مقرر کر رکھے تھے۔ غرض ان کے عہد خلافت میں مذہبی تعلیم کا آفتاب ہمیشہ روشن رہتا تھا۔

مساجد وغیرہ کی تعمیر و توسیع

دینی خدمت کے ضمن میں انھوں نے بہت سی مسجدیں بنوائیں۔ شام کے علاقے میں مساجد کا جال بچھا دیا گیا۔ کوفہ میں ہر قبیلے کے لئے الگ مسجد تعمیر کرائی گئی۔ اور ان کی رونق و آبادی کی غرض سے باتنخواہ اماموں اور موذنوں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

حرم پاک کی عمارت کو وسیع کر کے اس کے اِرد گرد ایک دیوار کھچوا دی گئی۔ اور کعبے پر ایک نئے عمدہ کپڑے کا غلاف چڑھایا گیا۔

Marfat.com

مسجد نبوی کو وسیع کیا گیا۔ اور ازواج مطہرات کے گھروں کے سوا آس پاس کے تمام مکانات خرید کر مسجد میں شامل کر لئے گئے۔

امور رفاہ عامہ حضرت عمر فاروقؓ نے عوام کے فائدے کے لئے بہت سے کام کئے۔ چنانچہ متعدد نہریں کھدوائیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

نہر ابو موسیٰؓ یہ نو میل لمبی نہر دجلہ سے نکالی گئی۔ جس سے بصرہ میں پانی کی تکلیف دہ قلت دور ہو گئی۔

نہر معقلؓ ۔ یہ نہر حضرت معقلؓ کے زیر اہتمام کھدوائی گئی۔

نہر سعدؓ یہ نہر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کھدوائی۔ اور حجاج بن یوسف کے عہد میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

نہر امیر المومنینؓ یہ ۹۹ میل لمبی نہر ۱۸ھ میں حضرت فاروق اعظمؓ نے کھدوا کر دریائے نیل کو بحیرۂ قلزم سے ملا دیا۔ اس سے مصر کے جہاز براہ راست مدینہ تک آنے لگے۔ اور عرب کا قحط دور ہو جانے کے علاوہ مصر کی تجارت کو بھی بڑی ترقی ہوئی۔

مدینہ، کوفہ اور دوسرے مشہور شہروں میں مسافروں کے آرام کے لئے سرائیں تعمیر کرائی گئیں۔

سڑکوں کی مرمت کرائی گئی۔ پل بنوائے گئے۔ اور اہم مقامات پر چوکیاں، سرائیں اور حوض تیار کئے گئے۔

غیر قوموں کے ساتھ سلوک کسی حکومت کی عظمت کے پرکھنے کا بلند ترین معیار یہ ہے۔ کہ غیر قوموں کے ساتھ اس کے سلوک کا جائزہ لیا جائے۔ فاروقیؓ خلافت اس معیار پر پوری اترنے کے علاوہ دنیا بھر کی حکومتوں کے لئے اسوۂ حسنہ پیش کرتی ہے۔

جان، مال اور مذہب کے بنیادی حقوق سب چیزوں پر حاوی ہوتے ہیں۔ حضرت

Marfat.com

فاروق اعظمؓ نے مفتوحہ قوموں کے یہ تینوں حقوق محفوظ کر دیئے۔ چنانچہ بیت المقدس کے عیسائیوں کو معاہدے کے رو سے حقوق دیئے گئے تھے:۔

"یہ وہ امان ہے۔ جو اللہ کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا والوں کو دی۔ یہ امان جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے۔ ان کے گرجوں کو سکونتی مکان نہ بنایا جائے گا۔ نہ وہ منہدم کئے جائیں گے۔ نہ ان کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے متعلق ان پر سختی نہ کی جائے گی۔ نہ ان میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔"

اسی طرح اہل جرجان، اہلِ آذربائیجان، اہل موقان اور دوسری تمام مفتوحہ اقوام کو بھی یہ حقوق دیئے گئے۔

کسی مسلمان کے ہاتھوں کسی ذمّی کے قتل ہو جانے کی صورت میں اس سے بدلہ لیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ قبیلہ بکر بنی وائل کے کسی شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو جان سے مار ڈالا۔ خلیفۂ وقت نے قاتل کو مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے اسے تہ تیغ کر دیا۔

ذمّیوں کے مال کو نقصان پہنچنے کی صورت میں حضرت فاروق اعظمؓ تلافی مافات کے لئے معاوضہ دلاتے تھے۔ ایک دفعہ شام کے کسی ذمّی کی فصل فوج کے ہاتھوں برباد ہو گئی۔ انھوں نے اسے بیت المال سے دس ہزار درہم معاوضہ دلوایا۔

اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا۔ کہ خراج کے سلسلے میں مال گزاری وغیرہ کی رقم جبر و تشدد سے وصول نہ کی جائے۔

جزیہ یہ ایک ٹیکس تھا۔ جو ذمّیوں سے ان کی حفاظت اور جنگی خدمات کے معاوضے کے طور پر وصول کیا جاتا تھا۔ یہ ٹیکس مسلمانوں سے اس بنا پر نہ لیا جاتا تھا کہ وہ مال کی جگہ جان دینے پر مجبور تھے۔ معاہدوں میں اس کی تشریح کر دی جاتی تھی چنانچہ اہل جرجان کے معاہدے میں یہ الفاظ درج تھے:۔

Marfat.com

"ہم اس شرط پر تمھاری حفاظت کا ذمّہ اٹھاتے ہیں۔ کہ تمھیں حسب توفیق سالانہ جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر ہم تم سے مدد لیں گے تو جزیہ چھوڑ دیا جائے گا۔"

اہلِ آذربائیجان کے معاہدے کے الفاظ یہ تھے :۔

"جو لوگ کسی سال فوج میں شامل ہو کر جنگی خدمات انجام دیں گے۔ ان سے اس سال کا جزیہ وصول نہ کیا جائے گا۔"

فتوحات ایران میں ایسے موقعوں پر دربارِ خلافت سے حکّام فوج کے نام یہ فرمان جاری کیا گیا۔ کہ :۔

"جن ذمّی سواروں سے مدد لینے کی ضرورت ہو۔ ان سے مدد لو۔ اور ان کا جزیہ معاف کردو۔"

بعض ایسے ٹیکس تھے۔ جو ذمّیوں کی طرح مسلمانوں کو بھی دینے پڑتے تھے۔ زکواۃ کی رقم جزیے سے بہت زیادہ ہوتی تھی۔

جزیہ وصول کرنے میں سختی سے کام نہ لیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ سفر شام میں حضرت عمر فاروق ؓ نے دیکھا۔ کہ ذمّیوں سے سختی برتی جارہی ہے۔ سبب دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ جزیہ ادا نہیں کیا گیا۔ پوچھا کس لئے۔ معلوم ہؤا۔ کہ تنگ دستی کے باعث۔ فرمایا "معاف کردو۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے۔ کہ لوگوں کو نہ ستاؤ۔ جو لوگ دنیا میں خدا کے بندوں کو عذاب دیتے ہیں۔ خدا انھیں قیامت میں عذاب دے گا۔"

غریب اور معذور ذمّیوں سے نہ صرف جزیہ ہی نہ لیا جاتا تھا۔ بلکہ بیت المال سے ان کی پرورش بھی کی جاتی تھی۔ چنانچہ فتح حیرہ کے معاہدے میں لکھا تھا۔ کہ :۔

"اگر کوئی بوڑھا آدمی کام کرنے کے ناقابل ہو جائے۔ یا اس پر کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے۔ یا امیری کے بعد مفلسی کا شکار ہو جائے۔ اور اس کے اہلِ مذہب اسے خیرات دینے لگیں۔ تو اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے گا۔ اور اس کے بچّوں کو مسلمانوں کے بیت المال سے خرچ دیا جائے گا۔"

یہ معاہدہ حضرت صدیق اکبر ؓ کے عہد میں ہؤا تھا۔ حضرت فاروق اعظم ؓ نے اسے اد

زیادہ مضبوط بنا دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ انھوں نے دیکھا۔ کہ کوئی معذور شخص خیرات مانگ رہا ہے
پوچھا۔ کیوں ایسا کر رہا ہے؟ بولا۔ مجھ پر جزیہ عائد کیا گیا ہے۔ اور مجھ میں اتنی توفیق نہیں۔
انھوں نے اسے اپنے گھر لے جا کر کچھ نقد دینے کے بعد رخصت کر دیا۔ اور ساتھ ہی داروغہ
کو فرمان بھیجا۔ کہ اس قسم کے ازکار رفتہ لوگوں کو بیت المال سے خرچ دیا جائے۔ قرآن
عزیز کی آیت اِنَّمَا الصدقات للفقراء والمساکین میں فقرا سے مراد مسلمان اور مساکین سے
مراد اہلِ کتاب ہیں۔ خدا کی قسم یہ انصاف نہیں۔ کہ ان لوگوں کی جوانی سے تو ہم فائدہ حاصل
کریں۔ اور پیری میں جواب دے دیں۔

ذمیوں کی انھیں اس قدر فکر اور ان کی بھلائی اس درجہ پیش نظر تھی۔ کہ ان کے عہد
خلافت کے آخری حصے میں ہونے والے خلیفہ کے ہدایت نامے میں ذمیوں کی بابت
بالخصوص یہ الفاظ درج تھے :۔

"جن لوگوں کو اللہ اور رسولؐ کا ذمہ دیا گیا ہے۔ میں ان کے باب میں یہ وصیت
کرتا ہوں۔ کہ ان سے کیا ہوا وعدہ ایفا کیا جائے۔ ان کی حمایت میں جنگ کی جائے
اور انھیں ناقابلِ برداشت تکلیف نہ دی جائے۔"

حقیقت یہ ہے۔ کہ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں بھی کوئی حکومت کسی غیر قوم کے
ساتھ اس سے بہتر سلوک روا نہیں رکھ سکتی۔

رعایا کی نگہداشت

رعایا کی خبر گیری اور دلجوئی ہر وقت ان کے پیش نظر تھی۔
چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی رعایا کا خاص خیال رکھتے تھے۔
دروازے پر کسی وقت بھی کوئی دربان نہ ہوتا تھا۔ اس لئے عوام نہایت آزادی سے
دربارِ خلافت میں حاضر ہو کر عرض داشتیں پیش کرتے تھے۔ ہر نماز کے بعد مسجد میں تھوڑی
دیر تک بیٹھے رہتے۔ تاکہ حاجت مندوں کو عرض حال میں دقت نہ ہو۔

حج کے موقع پر تمام صوبوں کے عاملوں کو طلب کرتے اور ان کے خلاف لوگوں کی
شکایات سن کر دادرسی فرماتے۔

مدینہ اور اس کے مضافات میں گشت کر کے رعایا کا حال معلوم اور حاجت مندوں کی

ضرورتیں پوری کرتے۔ ایک دفعہ کوئی قافلہ مدینہ کے باہر اترا۔ وہ وہاں تشریف لے گئے گشت کرتے کرتے کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں آئی۔ جھٹ وہاں پہنچے۔ اور بچے کی ماں کو اسے بہلانے کی تاکید فرمائی۔ کچھ دیر بعد پھر وہاں سے گزر ہوا۔ تو دیکھا۔ کہ بچہ برابر روئے جا رہا ہے۔ اب کے ماں کو ڈانٹ ڈپٹ کر کہا۔ "تو بڑی ظالم ہے"۔ اس نے جواب دیا۔ "اصل وجہ تو تمھیں معلوم نہیں۔ اور مجھ پر خواہ مخواہ برس رہے ہو۔ واقعہ یہ ہے عمرؓ نے حکم دے رکھا ہے۔ کہ بیت المال سے بچوں کا وظیفہ اسوقت تک مقرر نہ کیا جائے جب تک وہ دودھ نہ چھوڑ دیں۔ اور میں اس بچے کا دودھ چھڑا رہی ہوں۔ جس پر یہ رو رہا ہے" یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ آب دیدہ ہو گئے۔ اور آہ بھر کر کہا۔ "ہائے عمرؓ! تمھاری گردن پر کتنے بچوں کا خون ہو گا"۔ چنانچہ فی الفور عام منادی کرادی۔ کہ "ہر بچے کے لئے اس کے روزِ پیدائش ہی سے وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔"

وہ اکثر راتوں کو بھیس بدل کر قرب وجوار کے مقامات میں چلے جاتے۔ رعایا کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھتے۔ اور محتاجوں اور بیکسوں کی امداد کر کے دعائیں لیتے۔ ایک دفعہ رات کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد مدینہ سے تین میل دور ایک گاؤں میں تشریف لے گئے۔ چلتے چلتے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک مکان میں کوئی عورت کچھ پکا رہی ہے۔ اور چند بچے اس کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ اندر جا کر حال دریافت کیا۔ تو عورت نے کہا۔ "بچوں پر کئی فاقے گزر چکے ہیں۔ ان کا رونا مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس لئے جھوٹ موٹ انھیں چپ کرنے کے لئے ہانڈی میں صرف پانی ڈال کر اسے چولھے پر چڑھا رکھا ہے"۔ اس بیان سے ان کے دل پر چوٹ لگی۔ اور فوراً مدینہ واپس آکر بیت المال میں پہنچے۔ وہاں سے آٹا، گھی، گوشت اور کھجوریں لے کر اپنے غلام اسلم سے فرمایا۔ "ان چیزوں کو میری پشت پر رکھ دو"۔ اسلم نے عرض کی۔ "امیر المومنینؓ! آپ کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ مجھے حکم دیجئے۔ جہاں آپ چاہتے ہیں۔ میں وہیں حسب فرمان چھوڑ آتا ہوں"۔ ارشاد ہوا۔ "نہیں نہیں۔ یہ بوجھ خود مجھی کو اٹھانا ہے۔ کیا قیامت میں بھی میرا بار تم اٹھاؤ گے؟" غرض یہ سارا سامان خود اٹھا کر لے گئے۔ اور عورت کے حوالے کر کے اطمینان کا سانس لیا۔ پھر

Marfat.com

وہ وہیں ایک طرف بیٹھ گئے۔ عورت کھانا پکاتی جاتی۔ انھیں دعائیں دیتی جاتی۔ جب بچوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا۔ تو عورت سراپا سپاس بن کر یوں گویا ہوئی۔ "امیرالمومنین رضہ ہونے کے قابل عمرؓ نہیں۔ تم ہو"۔

ایک مرتبہ وہ شام کے سفر سے واپس آرہے تھے۔ کہ کسی جگہ ایک خیمہ نظر پڑا۔ پاس گئے۔ تو ایک بڑھیا دیکھی۔ پوچھا "عمرؓ کی بابت کچھ جانتی ہو؟" بولی "ہاں اس قدر کہ وہ شام سے چل پڑا ہے۔ اور مجھے اس نے ایک کوڑی بھی نہیں دی"۔ فرمایا "عمرؓ آخر انسان ہی ہے۔ اسے اتنے دور دراز مقام کے ایک ایک فرد کا حال کیوں کر معلوم ہو سکتا ہے؟" بڑھیا کہنے لگی۔ "تو پھر اسے خلافت کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟" یہ سنتے ہی وہ اشکبار ہو گئے۔

کسی فرد رعایا کے پاؤں میں کانٹا چبھتا۔ تو اس کی خلش ان کے دل میں پیدا ہو کر تڑپا دیتی۔ گویا ساری امت کا درد ان کے جگر میں تھا۔ چنانچہ ۱۸ھ میں جب عرب کے اقتصادی مطلع پر قحط کی بھیانک گھٹائیں چھا گئیں۔ تو ان کے نخلِ احساس پر درد و غم کی بجلیاں گر پڑیں۔ اچھا کھانا پہننا چھوڑ دیا۔ اور رفع ابتلا کے لئے دعائیں مانگنے لگے۔ بیت المال میں جو کچھ تھا۔ غریبوں اور فاقہ کشوں کو دے دیا۔ تاکہ وہ بے چارے جسم و روح کا اتحاد قائم رکھ سکیں۔ پھر تمام صوبوں کے حاکموں کو غلّہ بھیجنے کا حکم دیا۔ چنانچہ شام اور مصر وغیرہ سے بہت سا غلّہ آگیا۔ اور قحط زدوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ علاوہ بریں مدینہ میں ایک لنگر خانہ بھی قائم کیا گیا۔

ایام قحط کے علاوہ عام حالات میں بھی حضرت فاروق اعظمؓ رعایا کی خبر گیری کا خاص خیال رکھتے تھے چنانچہ انھوں نے تمام مسلم اور غیر مسلم، اپاہج اور معذور لوگوں کے لئے بیت المال سے وظیفے مقرر کر دیئے۔ اور وہیں سے لاوارث بچوں کی پرورش کا انتظام بھی کر دیا۔

مساوات

مساوات کا دُرِ آب دار حضرت عمر فاروقؓ کے تاج شوکت و عظمت میں گوہر شہوار کی طرح چمک رہا ہے۔ انھوں نے آقا و غلام اور شاہ و گدا

کا فرق و امتیاز دُور کر کے سب مسلمانوں کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا۔ اور اسلام کے اس مایۂ ناز اصول کا عملی نمونہ پیش کر کے ثابت کر دیا۔ کہ (ع) یہ وہ مرکز ہے، جہاں ایک ہیں محمود و ایاز۔

جس طرح خلیفۃ المسلمین اور رعایا کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ فرد حقوق کے اعتبار سے برابر تھا۔ اسی طرح وہ ہر صوبے میں مساوات کا عَلم بلند کرنے کے لئے عاملوں کو ہدایات و احکام ارسال کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمروؓ بن العاص نے مصر کی جامع مسجد کا منبر تیار کرایا۔ تو دربارِ خلافت سے ان کے نام یہ استفسار بھیجا گیا۔ "کیا تمھیں یہ بات پسند ہے۔ کہ تم اوپر بیٹھو اور مسلمان نیچے"؟

حضرت ابیؓ بن کعب ایک معزّز صحابی تھے۔ ایک مرتبہ چند اشخاص ملاقات کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے اٹھنے پر لوگ احتراماً ساتھ ہو لئے۔ اتفاق سے امیرالمومنینؓ اُدھر آ نکلے۔ اور اس شان امتیاز پر چیں بہ جبیں ہو کر حضرت ابیؓ کے ایک کوڑا رسید کر دیا۔ وہ تعجب سے بولے "خیر تو ہے"؟ فرمایا۔ "کیا تمھیں علم نہیں کہ اس طرح کا احترام مطاع کے لئے فتنہ اور مطیع کے لئے ذلت ہے"؟

ایک دفعہ طواف کے موقع پر شام کے مشہور نو مسلم حاکم جبلہ غسانی کی چادر کا کونہ کسی شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے تیوری پر بل ڈال کر زور سے اس کے مُنہ پر ایک طمانچہ مارا۔ اس نے طمانچے کا جواب طمانچے سے دیا۔ جبلہ نے دربارِ خلافت میں شکایت کی۔ خلیفۂ وقت نے فرمایا۔ "عوض معاوضہ گلہ ندارد"۔ جبلہ امیرانہ تکبّر سے بولا۔ "ہم وہ ہیں کہ ہماری توہین کا مرتکب گردن زدنی ہے"۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ "بے شک زمانۂ جاہلیّت میں ایسا ہی تھا۔ لیکن اسلام نے چھوٹے اور بڑے کو برابر کر دیا"۔ جبلہ نے کہا "اگر اسلام شریف اور رذیل میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتا۔ تو ایسے مذہب کو میرا سلام ہے"۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کے قول کو پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہ دی۔

انھوں نے بندہ کو خواجہ کے اور محتاج کو غنی کے برابر کر دیا۔ کھانا کھانے کے وقت غلاموں کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا لیتے اور بلند آواز سے فرماتے۔ "اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے۔ جو غلاموں کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر کھانا کھانے میں کسرِ شان سمجھتے ہیں"۔ وہ

Marfat.com

اس بات کی تحقیقات کرتے رہتے تھے۔ کہ حاکم غلاموں کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھتے ہیں۔ ایک حاکم کسی غلام کی بیمار پرسی کو نہ گیا۔ انھیں اطلاع ہوئی۔ تو اس جرم پر حاکم کو معزول کردیا غلاموں اور آقاؤں کے وظیفے برابر مقرر کئے۔

کیا تاریخ عالم کسی غیر مسلم بادشاہِ وقت کے عہدِ حکومت میں مساوات کی ایسی مثالیں پیش کرسکتی ہے؟ یہ اسی مساوات سے پیدا شدہ آزادی کا نتیجہ تھا کہ ایک عامی بھرے مجمع میں خلیفۃ المسلمینؓ کی روش کے متعلق لبِ اعتراض وا کرسکتا تھا۔

بیت المال کی حفاظت

بیت المال کو ساری ملّت اسلامیہ کی امانت سمجھ کر اس کی حفاظت میں بے حد اہتمام فرماتے تھے۔ کوڑی کوڑی کا حساب رکھتے۔ اور کوئی چیز بے جا صرف نہ ہونے پاتی۔

ایک دفعہ بیت المال کا کوئی اونٹ بھاگ گیا۔ اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اسی اثنا میں ایک رئیس احنف بن قیس ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اس پر نظر پڑی۔ تو فرمایا "بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے۔ آؤ ہم تم دونوں تلاش کریں" ایک شخص بولا "امیر المومنینؓ! کسی غلام کو حکم دیجئے۔ وہ ڈھونڈ لائے گا۔ آپ کو بہ نفسِ نفیس تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے؟" ارشاد ہوا۔ "مجھ سے بڑھ کر کوئی غلام نہیں"۔

بیت المال کے بھرے پُرے شاہی خزانے میں سے صرف نان و نفقہ کے لئے ایک نہایت معمولی اور ناقابلِ ذکر رقم لیتے تھے۔ اس کے سوا کچھ لینا حرام سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ بیماری کے باعث شہد کی ضرورت پیش آئی۔ تو بیت المال سے لینے کے لئے مسلمانوں سے اجازت طلب کی۔

ایک مرتبہ امّ المومنین حضرت حفصہؓ نے مالِ غنیمت میں سے اپنا حق مانگا۔ فرمایا "بیٹی! یہ میرا ذاتی مال تو نہیں۔ کہ تجھے حق دوں۔ کیا تو مجھے دھوکا دینا چاہتی ہے؟" وہ بے چاری مایوس ہوکر چلی گئیں۔

ایک دفعہ ان کے صاحب زادہ حضرت عبداللہؓ نے ایک اونٹ فروخت کے لئے بازار میں بھیجا۔ انھوں نے دیکھا۔ اور لوگوں سے دریافت کرنے کے بعد بیٹے سے پوچھا

Marfat.com

تو وہ بولے۔ کہ "میں نے اسے خرید کر سرکاری چراگاہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اب یہ موٹا ہو گیا ہے۔ اس لئے فروخت کر رہا ہوں"۔ فرمایا۔ "تمھیں صرف قیمت خرید ملے گی۔ کیوں کہ یہ سرکاری چراگاہ میں پلا اور بڑھا ہے۔" اور زائد رقم بیت المال میں داخل کر دی۔

ایک دفعہ انھوں نے ضرورت پیش آنے پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کچھ رقم بطور قرض مانگی۔ وہ کہنے لگے۔ "بیت المال کس مرض کی دوا ہے"؟ فرمایا۔ "نہیں۔ وہاں سے نہ لوں گا۔ تم سے اس لئے مانگ رہا ہوں۔ کہ اگر ادا کرنے سے پہلے مجھے موت آجائے تو تم میرے ترکے سے وصول کرنے پر مجبور ہو جاؤ"۔

علم و فضل

حضرت فاروق اعظمؓ علم و فضل کے پیکر تھے۔ تحریر اور تقریر میں ان کی تیغ کمال کا لوہا مانا جاتا تھا۔ شعر بھی کہتے تھے۔ لیکن اس فن میں ان کی تنقیدی قابلیت اور عظمت مسلمہ تھی۔ ابن رشیق اور جاحظ جیسے اکابر ادب انھیں اپنے عہد کا سب سے بڑا نقاد و سخن سنج تسلیم کرتے تھے۔ انھوں نے عربی شاعری کے چمن زار کو ہوس پرستی اور ہجو گوئی کے کانٹوں سے پاک و صاف کر دیا۔ عبرانی زبان بھی جانتے تھے۔

علم نسب میں بھی خوب دسترس تھی۔ اور اس فن میں اپنے والد ہی سے جو ایک نامور نساب تھے۔ تلمذ حاصل تھا۔

وہ انتہا درجے کے ذہین، طباع اور صائب الرّائے تھے۔ ان کی اکثر آراء نے مذہبی احکام کی صورت اختیار کر لی۔ ازواج مطہّرات کے پردہ اور حرمت شراب وغیرہ امور میں قرآن حکیم ان کی رائے کا مؤیّد ہوا۔

قرآن عزیز کے حقائق و معارف پر کامل عبور تھا۔ اس کے احکام و مسائل پر گہری نظر سے غور و فکر فرماتے۔ جو پیچیدہ مسئلہ سمجھ میں نہ آتا۔ اسے رسول اللہ صلعم سے دریافت کرتے۔

علم حدیث میں انتہائی کمال رکھتے تھے۔ روایت کرنے میں حد درجہ محتاط تھے۔ اپنے عہد میں تمام احکام حدیث ہی کی بنا پر صادر کئے۔

علم فقہ کی تدوین و آرائش انھیں کے نکتہ رس دماغ کی منت پذیر تھی۔ وہ فطری

طبّاعی اور مذہبی بصیرت سے اس فن کے اصول و ضوابط مرتب کر کے اخلاف کے لئے دینیات کے صحرائے بے پایاں میں مشعلِ ہدایت روشن کر گئے۔

سیرت الفاروقؓ حضرت فاروق اعظمؓ رسول اللہ صلعم کے اسوۂ حسنہ کے متحرک پیکر تھے۔

خوفِ خدا اللہ کا ڈر ان کے جسم میں روح بن کر سمایا ہوا تھا۔ ہر وقت بازپرس کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ ایک دفعہ فرمانے لگے "اگر آسمان سے آواز آئے۔ کہ ایک شخص کے سوا سب بہشت میں جائیں گے۔ تو بھی پرسش کا اضطراب دُور نہ ہوگا۔ کہ شاید وہ بدنصیب شخص میں ہی ہوں"۔

ایک دفعہ تنکا اٹھا کر فرمایا۔" کاش میں پیدا ہی نہ ہوتا، کاش میں بطنِ مادر سے خاک دان عالم میں نہ آیا ہوتا"۔

ایک دفعہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے سوال کیا۔"کیوں بھئی! اگر تم قیامت کے دن اسلامی خدمات کی بنا پر بے پرسش نجات پا جاؤ۔ تو اس پر رضامند ہو؟ انھوں نے جواب دیا"نہیں۔ ہم نیکیوں کے صلے کے آرزومند ہیں"۔ اس پر انھوں نے فرمایا" اس ذات اقدس واعلیٰ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں اس کے سوا کوئی خواہش نہیں رکھتا کہ بازپرس کے بغیر بخشا جاؤں"۔

تاثرِ قرآنی کتاب اللہ کی آیات سے بے حد اثر پذیر ہوتے تھے۔ نماز میں ایسی سورتیں پڑھتے۔ جن میں جلالِ خداوندی اور قیامت کی وحشت و ہیبت کا بیان ہوتا۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہا دیتے۔

عشقِ رسولؐ رسول اللہ صلعم کا عشق معراجِ کمال پر پہنچا ہوا تھا۔ مال، جان، اولاد غرض سب کچھ ہر لحہ محبوب خدا پر قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے

جن دنوں رسول اللہ صلعم نے کسی وجہ سے چند روز کے لئے ازواجِ مطہرات سے کنارہ کشی کر لی تھی۔ حضرت فاروق اعظمؓ در دولت پر حاضر ہوئے۔ اور باریابی کے لئے اجازت طلب کی۔ جب کافی دیر ہو جانے پر بھی اجازت نہ ملی۔ تو بلند آواز سے گزارش کی۔ کہ

"واللہ عمرؓ اپنی بیٹی کی سفارش کے لئے نہیں آیا۔ اگر حضور انورؐ حکم دیں۔ تو میں حفصہؓ کی گردن مار دوں"۔

وصالِ نبویؐ پر ان کا عشق جنوں کے درجے تک پہنچ گیا تھا۔ جس کی تفصیل گزر چکی ہے وفاتِ رسولؐ کے بعد جب کسی موقع پر عہدِ رسالت کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی تو روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ ایک دفعہ سفرِ شام کے دوران میں حضرت بلالؓ نے اذان کہی۔ تو آنحضرتؐ کا زمانہ یاد آگیا۔ اور زار زار رونے لگے۔

اعزۂ رسولؐ کی پاس داری

وہ ہر موقع پر آنحضرتؐ کے اعزہ کی پاس داری سب سے زیادہ کرتے تھے۔ چنانچہ وظائف صحابہؓ کی تعیین کے وقت بنی ہاشم کو اوّل نمبر پر رکھا۔ اور بنی امیہ، بنی عبد شمس، بنی نوفل بن عبد العزیٰ اور بنی عدی کو مؤخر قرار دیا۔ تنخواہوں کی مقداریں بھی یہی اصول اختیار کیا۔ اگرچہ بدری صحابہؓ کی تنخواہیں سب سے زیادہ تھیں۔ لیکن حضرت اسامہؓ بن حضرت زیدؓ (غلام آنحضرتؐ) کی تنخواہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے جو بدری صحابی تھے۔ زائد قرار دی۔ حضرت عبداللہؓ کے عذر کرنے پر فرمایا۔ "رسول اللہ صلعم اسامہؓ کو تجھ سے اور اسامہؓ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے"۔

اتباعِ سنّت

دینی اور دنیوی مہمات امور کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ روزمرہ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی سنّت کی پابندی بدرجۂ اتم کرتے تھے ایک دفعہ حضرت زیدؓ بن ابی سفیان کے ساتھ شریکِ طعام تھے۔ جب دسترخوان پر پُرتکلف کھانے چُنے گئے۔ تو یہ کہہ کر ہاتھ کھینچ لیا۔ کہ "اس قادرِ مطلق کی قسم جس کے قبضے میں عمرؓ کی جان ہے۔ اگر تم ہادیِ عالم صلعم کا طریقہ چھوڑ دو گے۔ تو خدا تمھیں صراطِ مستقیم سے دُور کر دے گا"۔

وہ امیر المومنین ہونے کی بنا پر نہایت آسانی سے خوش حالی کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ لیکن سنّت رسولؐ کی پابندی دامن تھام لیتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے کہا "رزّاق عالم نے اپنے فضل و کرم سے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اب تو عمدہ لباس

Marfat.com

پہننے اور اچھا کھانا کھانے سے احتراز نہ ہونا چاہیئے۔" جواب میں فرمایا۔ "آہ! بیٹی! کیا تمھیں یاد نہیں کہ شہنشاہ کونین قدرت واستطاعت کے باوجود تنگ حالی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ واللہ میں اپنے آقا کے قدم بہ قدم چلوں گا۔ کہ عاقبت میں آسودہ حالی نصیب ہو۔"

عام حالات

وہ زہد اور قناعت کا مجسمہ تھے۔ سادگی اور تواضع حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایک طرف یہ حالت تھی۔ کہ بڑی بڑی سلطنتوں کی تسخیر کے لئے فوجیں روانہ کی جا رہی تھیں۔ اسلامی صوبوں کے فرماں رواؤں کے نام احکام صادر ہو رہے تھے۔ بڑے بڑے مسلم حکّام سے مواخذہ کیا جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف یہ صورت تھی۔ کہ پھٹا ہوا اور پیوند لگا ہوا لباس زیب تن ہے۔ اور مشک اٹھائے ہوئے بے کس رعایا کے گھروں میں پانی بھر رہے ہیں۔ یا کثرت کار کی تھکان سے چور ہو کر کسی مسجد کے گوشے میں آرام فرما رہے ہیں۔ سفر کے دوران میں خیمہ وغیرہ لگانے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ جہاں منزل کرتے۔ وہیں کسی درخت کے سائے میں ڈیرے ڈال دیتے۔ العظمۃ للہ! کیا تاریخ عالم کے صفحات کسی بادشاہ وقت کے ایسے زہد، قناعت، سادگی اور تواضع کی مثال پیش کر سکتے ہیں؟

اگر انسان خود اپنی گھات میں بیٹھ کر مخالفانہ اور ناقدانہ رنگ میں اعمال کا جائزہ لے تو اس پر اپنے تمام عیوب ایک ایک کر کے آئینہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ اس اصول پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ خطبہ میں صرف یہ الفاظ ارشاد فرمائے "صاحبو! میری زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا ہے۔ کہ میں ناداری کی حالت میں لوگوں کے لئے پانی بھر دیتا، اور وہ اس کی اُجرت چھواروں کی صورت میں دیتے۔ جنھیں کھا کر میں دوزخ شکم کی آگ بجھاتا"۔ یہ کہتے ہی منبر سے اُتر آئے۔ لوگ حیران ہو گئے کہ یہ کیا بات ہوئی۔ انھوں نے یہ کہہ کر ان کی حیرت دُور کی۔ کہ "میرے مزاج میں ذرا غرور آ گیا تھا۔ یہ اس کی دوا تھی۔

قبولِ اسلام سے پیشتر طبیعت میں حد سے زیادہ تیزی و تندی اور قہر و غضب تھا۔

مسلمان ہو جانے پر بھی جوش و جلال قائم رہا۔ لیکن خلافت کی نازک و اہم ذمہ داریاں قبول کرنے کے بعد مزاج میں بہت نرمی آگئی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان کی درشتیٔ طبع حمایتِ حق کے باعث تھی۔ اور وہ حق کی مخالفت میں ایک لفظ بھی سننے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ ورنہ جہاں ان کی اپنی ذات کا معاملہ ہوتا۔ وہاں وہ حلم و تحمل کی تصویر بن جاتے تھے۔ سیاسی مجالس میں مہمات امور پر بحث و تنقید کا دروازہ کھل جاتا۔ لوگ کڑی نکتہ چینی کرتے۔ اختلاف رائے کا اظہار کیا جاتا۔ لیکن کیا مجال کہ جبین مبارک پر ناگواریٔ احساس کی شکن تک پڑ جائے۔ ان کا قول تھا۔ کہ "میرا دل خدا کے باب میں نرمی پر اُتر آئے۔ تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم اور سختی پر اُتر آئے۔ تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔"

وہ تجارت سے کسب معاش کرتے تھے۔ زمین کے دو قطعے بھی تھے۔ لیکن وہ خدا کی راہ میں وقف کر دئے گئے تھے۔ جب عنانِ خلافت ہاتھ میں لی۔ تو مصروفیتیں حد سے بڑھ گئیں۔ اور فکر روزی کی بھی فرصت نہ رہی۔ لیکن اس کے باوجود عرصے تک کچھ معاوضہ نہ لیا۔ آخر افلاس و ناداری کے باعث فاقوں کی نوبت آگئی۔ تو ایک دن صحابہ کرامؓ کی جماعت کے سامنے حقیقت حال بیان کی۔ اور بالاتفاق قرار پایا۔ کہ دو وقت کا کھانا بیت المال سے ملا کرے گا۔ انھوں نے اسی پر قناعت کر لی۔

غذا بے حد سادہ تھی۔ بے چھنے آٹے کی روٹی اور روغن زیتون عام معمول تھا۔ دُور دراز ملکوں سے جو سفیر یا وفد آتے وہ خلیفۂ وقت کے ساتھ کھانا کھانے لگتے۔ تو انھیں تکلیف ہوتی۔ کیونکہ پُر تکلف غذا ان کی طبیعت ثانیہ بنی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عتبہؓ بن فرقد ان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھے۔ اُبلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی لائی گئی۔ حضرت عتبہؓ سے یہ چیزیں نہ کھائی گئیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ "اگر یہ کھانا تمھارے حلق سے نیچے نہیں اُترتا۔ تو چھوڑ دو۔" حضرت عتبہؓ نے گزارش کی "امیر المومنینؓ! آپ کی خوش خوری اور خوش پوشی سے بیت المال میں کچھ کمی نہ ہو جائے گی۔ فرمایا "نہایت افسوس ہے۔ کہ تم مجھے عیش کوشی کی طرف مائل کرتے ہو"۔

لباس میں بھی کمال سادگی تھی۔ کُرتے اور تہ بند میں کئی کئی پیوند لگے ہوتے تھے

ایک مرتبہ آپ کے پاس صرف ایک جوڑا باقی رہ گیا۔ اور وہ بھی میلا۔ اسے دھو کر دھوپ میں خشک کیا۔ اور دیر کے بعد پہن کر باہر نکلے۔

ایک دفعہ حضرت حفصہؓ نے عرض کی "سادہ لباس بے شک بہت اچھا ہوتا ہے۔ لیکن خلیفۃ المسلمینؓ کے کپڑے کم از کم پیوندوں سے تو مبرا ہونے چاہئیں"۔ ارشاد ہوا۔ کہ "میں مسلمانوں کے مال میں سے اس سے زیادہ نہیں لے سکتا"۔

اوّلیات

حضرت فاروق اعظمؓ نے زندگی کے مختلف شعبوں میں بہت سی نئی باتیں ایجاد کیں۔ جو تاریخ میں اوّلیات کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی فہرست یہ ہے:۔

(۱) بیت المال یا خزانہ قائم کیا۔ (۲) سن ہجری قائم کیا (۳) عدالتیں بنائیں اور قاضی مقرر کئے (۴) امیر المومنین کا لقب اختیار کیا (۵) فوجی دفتر قائم کیا (۶) مالی دفتر ترتیب دیا۔ (۷) رضا کاروں کی تنخواہیں مقرر کیں (۸) پیمائش کا قاعدہ جاری کیا (۹) مردم شماری کرائی (۱۰) نہریں کھدوائیں (۱۱) شہر آباد کرائے (۱۲) ممالک مقبوضہ کو صوبوں میں تقسیم کیا (۱۳) حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی (۱۴) درے کا استعمال کیا۔ (۱۵) جیل خانہ قائم کیا (۱۶) پولیس کا محکمہ قائم کیا (۱۷) رات کو گشت کر کے رعایا کا حال معلوم کرنے کا طریقہ نکالا (۱۸) پرچہ نویس مقرر کئے (۱۹) راستے اور مسافروں کے لئے کنوئیں اور سرائیں بنوائیں (۲۰) نادار عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کئے (۲۱) عشور یعنی دہ یکی مقرر کی (۲۲) دریا کی پیداوار پر محصول لگایا (۲۳) فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ (۲۴) گھوڑوں کی نسل میں اصیل وغیرہ کی تمیز قائم کی (۲۵) تجارت کے گھوڑوں پر زکواۃ مقرر کی (۲۶) راستے میں پڑے ہوئے بچّوں کی پرورش کے لئے روزینے مقرر کئے۔ (۲۷) مدرسے کھولے (۲۸) معلّموں کی تنخواہیں مقرر کیں (۲۹) حضرت صدیق اکبرؓ سے باصرار قرآن حکیم مدوّن کرایا (۳۰) قیاس کا اصول وضع کیا (۳۱) فرائض میں عول کا مسئلہ ایجاد کیا۔ (۳۲) فجر کی اذان میں الصّلوٰۃ خیر من النّوم کا جملہ بڑھایا (۳۳) تراویح کی نماز باجماعت پڑھنے کا اہتمام کیا (۳۴) جنازے کی نماز میں چار تکبیروں پر اجماع کرایا (۳۵) ایک ہی دفعہ دی ہوئی

تین طلاقوں کو بائن ٹھہرایا (۳۶) شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کی (۳۷) بنی تغلب کے عیسائیوں پر جزیے کے بجائے زکوٰۃ مقرر کی (۳۸) وقف کا طریق ایجاد کیا (۳۹) مسجدوں میں وعظ کا طریقہ ایجاد کیا (۴۰) اماموں اور موذنوں کے تنخواہیں مقرر کئے (۴۱) مسجدوں میں روشنی کا اہتمام کیا (۴۲) ہجوگو کے لئے سزا مقرر کی (۴۳) غزلوں میں عورتوں کے نام لینے کی ممانعت کی۔

nal freeti...

Marfat.com

چھٹا باب

حضرت عثمان غنیؓ

۲۴ھ سے ۳۵ھ تک

تذکرۂ غنیؓ

عثمانؓ نام، ابو عمرو ابو عبداللہ کنیت اور ذوالنورین و غنی لقب تھا۔ عفانؓ کے بیٹے اور قریش کی مشہور شاخ بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پانچویں پشت پر ان کا سلسلۂ نسب رسول کریمؐ سے مل جاتا ہے بنی امیہ کا خاندان عہدِ جاہلیت ہی سے نہایت ممتاز و محترم چلا آتا تھا۔ فوجی نشان کی علم داری اسی خانوادے میں تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ ہجرت نبویؐ سے سینتالیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ تجارت ذریعۂ معاش تھی۔ دیانت اور مستعدی سے اس معزز پیشے میں اس قدر ترقی کی۔ کہ تاجر سے تاجور بن کر زر و جواہر میں کھیلنے اور غنی کہلانے لگے۔ چونتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہؐ نے اپنی دو صاحبزادیوں کا عقد ان کے ساتھ کیا تھا۔ اس لئے وہ ذوالنورین کہلاتے تھے۔

ان کے چچا حکم نے انھیں مسلمان ہونے کے جرم میں نہایت سنگ دلی سے زد و کوب کیا۔ اور تمام خویش و اقارب ان سے روگرداں ہو گئے۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ پیدا ہوئی۔ اور اسلام کے صبر آزما راستے میں ہر مصیبت کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ آخر ہجرت کا اذن ملنے پر سب سے پہلے اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ کے ہمراہ حبشہ روانہ ہوئے۔ پھر چند سال کے بعد وہاں سے واپس آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی

انھوں نے اپنی دولت دین اور ملت کے لئے وقف کردی۔ ایک دفعہ مدینہ میں سخت قحط پڑا۔ تو بے شمار حاجت مندوں میں غلّہ تقسیم کیا۔ مدینہ میں پانی کی قلت سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ صرف ایک کنواں رومہ تھا۔ اور وہ بھی ایک یہودی کے قبضے میں۔ وہ بہت مہنگے داموں پانی فروخت کرتا تھا۔ انھوں نے وہ کنواں پینتیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

غزوۂ بدر کے وقت حضرت رقیہؓ سخت بیمار ہوگئیں۔ اس لئے رسول اللہؐ نے حضرت عثمان کو شرکتِ جنگ سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ "تم مدینہ ہی میں رہو۔ تمھیں شمولیت کا اجر اور غنیمت میں سے شرکائے جنگ کے برابر حصّہ ملے گا"۔ انھوں نے غزوۂ احد میں شرکت کی۔ جب آنحضرتؐ کی شہادت کی افواہ اُڑی۔ تو وہ انتہائے اضطراب کی وجہ سے حواس باختہ ہوگئے۔ غزوہ ذات الرّقاع کے موقع پر مدینہ میں نیابت رسولؐ کی سعادت نصیب ہوئی۔ غزوۂ حدیبیہ میں سفارت کے فرائض انجام دیئے۔ اور جب ان کی خبر شہادت مشہور ہوئی۔ تو بیعت رضوان لی گئی۔ اس بلند ترین اعزاز میں کوئی صحابی ان کا حریف نہیں۔ غزوۂ تبوک اس زمانے میں پیش آیا۔ جب قحط کا ہولناک دیو عرب کے گوشے گوشے پر مسلّط تھا۔ تمام آسودہ حال صحابہؓ نے مصارفِ جنگ کے ضمن میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مالی امداد میں حصّہ لیا۔ حضرت عثمانؓ نے آدھی یا بہ روایت دیگر تہائی فوج کے مصارف کا بارگراں اپنے دوش ہمّت پر اٹھا لیا۔ علاوہ بریں ہزار دینار نقد۔ ہزار اُونٹ اور ستّر گھوڑے بطور امداد پیش کیے۔ رسول کریمؐ، حضرت عثمان غنیؓ کی اس بروقت اور گراں قدر خدمت سے بے حد متاثّر ہوئے۔ اور دیناروں کو اُچھالتے ہوئے فرمایا "آج کے بعد عثمانؓ کو ان کے کسی عمل سے نقصان نہیں پہنچ سکتا"۔

خلافت اور فتوحات

حضرت فاروق اعظمؓ نے وفات سے پہلے جن چھ حضرات کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔ ان میں حضرت عثمان غنیؓ بھی تھے حضرت مقدادؓ اور حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے وصیّت فاروقیؓ کے مطابق حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

Marfat.com

تو حضرت مسورؓ بن المخرمہ یا بروایت دیگر حضرت عائشہ کے مکان میں جمع کیا۔ حضرت طلحہؓ مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ باتوں باتوں میں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیا۔ اور کچھ دیر تک گفت و شنید کرنے کے بعد بالاتفاق فیصلہ ہوا۔ کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ اس جماعت میں سے جس کو خلیفہ منتخب کریں گے۔ اسے تمام حضرات بے چون و چرا تسلیم کریں گے۔ انتخاب خلیفہ کے اعلان کی میعاد میں ابھی تین دن باقی تھے۔ اس اثنا میں حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ہر طبقہ اور ہر جماعت کے بالغ نظر، روشن دماغ، وسیع المشرب اور صائب الرائے حضرات سے اس نہایت نازک واہم معاملے میں رائے لی۔ تو حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق زیادہ رائیں ظاہر ہوئیں۔ پھر ان دونوں میں سے اکثریت حضرت عثمانؓ کی طرف تھی۔ سہ روزہ میعاد کی آخری رات کو پھر مکان مذکور میں انھیں حضرات کا اجتماع ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت سعدؓ اور حضرت زبیرؓ سے علیحدگی میں کہا۔ بالعموم حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق زیادہ لوگوں نے رائیں دی ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے بھی انھیں کے متعلق اظہار رائے کیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے علیحدہ علیحدہ گفتگو کی۔ اسی مصروفیت میں رات گزر گئی۔ اور انتخاب خلیفہ کے یوم اعلان کی صبح نمودار ہوئی۔

مسجد نبویؐ میں کثرتِ ہجوم سے تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ اور ہر شخص فیصلہ سُننے کے لئے ہمہ تن گوش بن گیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ ابھی کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ بعض لوگوں نے یونہی اظہار رائے شروع کر دیا۔ کسی نے حضرت عثمانؓ کو مستحق قرار دیا۔ کسی نے حضرت علیؓ کو۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰنؓ اٹھے۔ اور مجمع پر ایک معنی خیز نظر ڈالی۔ ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ اور انھوں نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے "حضرات! میں نے صحیح فیصلے تک پہنچنے کے لئے اپنی تمام امکانی قوتیں صرف کر دی ہیں۔ ہر طبقہ اور ہر جماعت کے صائب الرائے حضرات کی اکثریت اور اصحاب شوریٰ و نامزدگان خلافت نے میرے فیصلے کو قابلِ تسلیم قرار دیا ہے۔ لہٰذا اب اس میں کسی صاحب کے لئے انکار کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔" یہ کہہ کر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ سے احکامِ خدا و رسولؐ اور سنّت شیخینؓ کے اتباع

Marfat.com

کا اقرار لے کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ پھر حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد چاروں طرف سے لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ اس سے دوسرے دن حضرت طلحہؓ بھی مدینہ واپس پہنچ گئے۔ اور انتخاب خلیفہ کا فیصلہ سنتے ہی حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کرلی۔

بیعت کے اختتام پر حضرت عثمان غنیؓ نے منبر پر کھڑے ہوکر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرات! میں تمام برادرانِ ملت کو اعمال صالحہ کی دعوت دیتا ہوں۔ تمول و امارت سے پیدا ہونے والی غفلت کو تقویٰ کی راہ میں حائل نہ ہونے دو۔ اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کو ہر چیز پر مقدم رکھو۔"

اس کے بعد صوبوں کے حاکموں اور عہدہ داروں کے نام فرمان جاری کئے۔ جن میں اپنے انتخاب کی اطلاع کے بعد انھیں ہدایت کی گئی تھی۔ کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت کی طرح دیانت داری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہو۔

دربارِ عثمانی میں پہلا مقدمہ حضرت فاروق اعظمؓ کے قاتل ابولولو نے خودکشی کرلی تھی۔ لیکن جب حضرت عبیداللہؓ نے اپنے والد کی شہادت کے سلسلے میں یہ واقعہ سُنا۔ کہ ایرانی سردار ہرمزان اور عیسائی غلام جفینہ ساکن حیرہ بھی ابولولو کے ساتھ قتل کے منصوبے میں شریک تھے۔ تو وہ انتقام کے جوش میں آگ بگولا ہوکر ہرمزان پر حملہ آور ہوئے۔ اور اسے مہلک وار سے زخمی کرکے جفینہ کو بھی موت کے گھاٹ اُتارنے کے لئے چلے۔ لیکن اس مقصد میں کامیاب ہونے سے پہلے ہی حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کے ہاتھوں گرفتار ہوکر امورِ خلافت کے عارضی نگران حضرت صہیبؓ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ مؤخر الذکر نے انھیں انتخاب خلیفہ کی میعاد تک کے لئے داخل زنداں کردیا۔ اب کے حضرت عثمان غنیؓ باضابطہ انتخاب کے بعد اورنگ خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو سب سے پہلے ان کی خدمت میں حضرت عبیداللہؓ بن عمرؓ کا مقدمہ پیش ہوا۔ جب خلیفۂ وقت نے ان سے قتل ہرمزان کے متعلق سوال کیا۔ تو انھوں نے اس کے قتل کا اقرار کیا انھوں نے

Marfat.com

صحابہؓ سے رائے لی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر دینا چاہئے۔ لیکن حضرت عمروؓ بن العاص اور دوسرے صحابہؓ نے بالاتفاق اس کے خلاف رائے دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ کسی صورت بھی مناسب نہیں۔ کہ کل حضرت عمرؓ شہید ہو چکے ہیں۔ اور آج ان کا بیٹا تیغ کر دیا جائے“۔ حضرت عثمان غنیؓ پہلے تو سوچ میں پڑ گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ واقعہ میرے مسندِ خلافت پر بیٹھنے سے پہلے کا ہے۔ لہٰذا اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد انھوں نے خود حضرت عبیداللہؓ کا ولی بن کر قصاص کو دیت میں تبدیل کرتے ہوئے اپنی جیب سے دیت ادا کر دی۔

اسکندریہ کی فتح

ہرقل قیصرِ روم پے در پے فاش شکستوں سے پریشان ہو کر قسطنطنیہ چلا گیا تھا۔ اور جب حضرت عمروؓ بن العاص نے مصر و اسکندریہ کو زیرِ نگیں کیا۔ تو یہ خبر ہرقل کے نخلِ حیات پر بجلی بن کر گری۔ اور وہ اسی جانکاہ صدمے سے مضمحل ہو کر چند ماہ کے بعد مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا قسطنطین تخت پر بیٹھا تو اس نے ۲۵ھ میں قسطنطنیہ سے اسکندریہ کی بازیابی کے لئے ایک زبردست جنگی بیڑا روانہ کیا۔ لیکن حضرت عمروؓ بن العاص نے رومی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ آخر رومیوں نے بڑی بھاری شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اہلِ اسکندریہ کے نقصانات کی تحقیق کرنے کے بعد ان کی تلافی کی۔ اور آئندہ کے لئے رومیوں کے حملے سے محفوظ رہنے کی غرض سے شہر کی فصیل منہدم کرا دی۔

آرمینیہ اور آذربائیجان کی فتح

قسطنطین کی دیکھا دیکھی ہمدان و رے وغیرہ کے باشندوں نے بغاوت کے لئے پاؤں نکالنے شروع کر دیئے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے چند سرداروں کو ان اطراف میں بھیج کر شورش کی آگ ٹھنڈی کرا دی۔ انھوں نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ولیدؓ بن عقبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ اسی اثنا میں اہلِ آذربائیجان نے بغاوت کا عَلَم بلند کر دیا۔ اس پر حضرت ولیدؓ بن عقبہ نے فوج کشی کر کے انھیں مغلوب و مطیع کیا۔ اُدھر حضرت امیر معاویہؓ حاکمِ دمشق نے حضرت حبیبؓ بن مسلمہ کو آرمینیہ کی طرف بھیج دیا تھا حضرت حبیبؓ

Marfat.com

نے رومیوں کو ناک چنے چبوا کر ادائے جزیہ پر مجبور کر دیا۔ یہ خبر سنتے ہی اسی ہزار رومی فوج مقابلے کے لئے نکلی۔ دربارِ خلافت میں اطلاع پہنچی۔ تو خلیفۂ وقت کے حسب فرمان حضرت سلمان بن ربیعہ آٹھ ہزار فوج لے کر حضرت حبیب کی مدد کے لئے آرمینیہ کی طرف چل دیئے ان دونوں بہادر سرداروں نے رومی ٹڈی دل کو توم کر رکھ دیا۔ اور آرمینیہ کو تسخیر کر لیا۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے خود فوج لے کر رومی علاقے پر حملہ کر دیا۔ رومی فوج ہراساں ہو کر سر پر پاؤں رکھ کے بھاگ گئی۔ اور حضرت معاویہؓ نے بہت سے قلعوں میں چھاؤنیاں قائم کر لیں۔

مصر کی بغاوت اور فتح

مصر کی عنان نظام حضرت عمروؓ بن العاص کے ہاتھ میں تھی لیکن اس کا ایک علاقہ سعید مصر حضرت عبداللہؓ بن سعد المعروف بہ ابن ابی سرح کے متعلق تھا۔ صیغۂ خراج میں بھی ان کا کچھ دخل تھا۔ اس وجہ دونوں میں ناچاقی رہتی تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن سعد کی اطلاع پر امیر المومنینؓ نے حضرت عمروؓ بن العاص سے خراج میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن انھوں نے جواب میں لکھ بھیجا "اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی"۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں معزول کر حضرت عبداللہؓ بن سعد کو پورے صوبۂ مصر کا عامل مقرر کر دیا۔ انھوں نے خراج میں معتد اضافہ کر دیا۔ خلیفۂ وقت نے حضرت عمروؓ بن العاص سے کہا۔ "دیکھا۔ اونٹنی نے دودھ دیا۔" انھوں نے جواب دیا۔ "ہاں۔ مگر بچے بھوکے رہ گئے"۔

افریقہ کی فتح

کچھ عرصے سے شمالی افریقہ یعنی طرابلس، الجزائر، تونس اور مراکش کے پُر فضا علاقے پر حضرت عبداللہؓ بن سعد کی نظریں پڑ رہی تھیں۔ اس سن ۲۷ھ میں انھوں نے موقع پا کر اپنی گذشتہ کمزوری کی تلافی اور شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے امیر المومنینؓ سے فوج کشی کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے اجازت دے دی۔ اور حضرت عبداللہؓ بن سعد نے دس ہزار غازیانِ سرباز کی فوج لے کر پہلے علاقہ برقہ پر قبضہ کیا۔ اور وہاں کے رئیسوں کو مغلوب کر کے طرابلس کی طرف پیش قدمی کی۔ اُدھر حضرت عثمان غنیؓ نے مدینۂ منورہ سے ایک امدادی فوج روانہ کی جس میں حضرت عبداللہؓ بن

Marfat.com

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ، حضرت عمروؓ بن العاص، حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت حسینؓ بن علیؓ، حضرت ابن جعفرؓ وغیرہ اصحاب شامل تھے۔ ان سب بہادران اسلام نے مل کر طرابلس پر چڑھائی کی۔ رومیوں نے مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ مسلمان طرابلس پر قبضہ کر کے آگے بڑھے۔ وہاں کے حاکم جرجیر نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کر کے لشکرِ اسلام کا مقابلہ کیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ لیکن فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس اثنا میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن زبیرؓ مدینہ منورہ سے ایک تازہ دم فوج لے کر آ پہنچے۔ جرجیر کو خبر ہوئی۔ تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ دوسرے دن پھر ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہؓ بن سعد کو میدان میں موجود نہ پا کر وجہ دریافت کی۔ پتہ چلا۔ کہ جرجیر نے ان کا سر کاٹ کر لانے والے کے لئے ایک لاکھ دینار کا گراں قدر انعام مقرر کرنے کے علاوہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر دینے کا بھی لالچ دیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہؓ بن سعد کے پاس ان کے خیمے میں جا کر کہا۔ "تم بھی منادی کرا دو۔ کہ جرجیر کا سر کاٹ کر لانے والے کو مالِ غنیمت میں سے ایک لاکھ دینار انعام دیا جائے گا۔ جرجیر کی بیٹی اس کے حبالۂ عقد میں دے دی جائے گی۔ اور اس کا ملک بھی اسی غازی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ حضرت عبداللہؓ بن سعد منادی کرانے کے بعد میدان کارزار میں جا ڈٹے اور خوں ریز جنگ ہونے لگی۔ دیر تک طرفین سے دادِ شجاعت دی گئی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ آخر رات کے وقت مجلس مشاورت میں فیصلہ کیا گیا۔ کہ کل صبح آدھی فوج میدان میں جا کر لڑے۔ اور آدھی خیموں میں آرام کرے۔ جب دن بھر کے کشت و خون کے بعد دونوں فوجیں تھک کر اپنی اپنی قیام گاہوں میں جانے لگیں۔ تو آرام کرنے والی تازہ دم اسلامی فوج یک بارگی رومیوں پر دھاوا کر دے۔ اگلے روز اسی تدبیر پر عمل کیا گیا۔ اور سارے دن کی تھکی ہوئی رومی فوج تازہ دم اسلامی لشکر کے حملے کی تاب نہ لا سکی۔ بہت سے رومی تلوار کے گھاٹ اُتار دئے گئے۔ اکثر گرفتار کر لئے گئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ ابن زبیرؓ نے ایک ہی وار سے جرجیر کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر نے آگے بڑھ کر افریقہ کے صدر مقام سبیطلہ اور جم کو

Marfat.com

سخر کیا۔ اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ افریقہ والوں نے دس لاکھ دینار جزیہ ادا کرکے صلح کرلی۔ افریقہ کی مہم سے فارغ ہوکر حضرت عبداللہؓ بن سعد مصر واپس آگئے۔ اہلِ افریقہ نے جرجیر کے مقتول ہوجانے پر اپنا ایک اور بادشاہ چن لیا۔ اور مسلمانوں کو مقررہ مقدار میں باقاعدہ جزیہ دینے لگے۔

قبرص اور روڈس کی فتح

حضرت عبداللہؓ بن سعد کی جگہ حضرت عبداللہؓ بن نافع مصر کے حاکم مقرر کئے گئے۔ تو قسطنطین پھر جنگی تیاریاں کرنے لگا۔ اور ۲۶ھ میں اس نے ایک بحری فوج افریقہ کی جانب روانہ کی۔ رومی فوج نے اہلِ افریقہ سے ادائے خراج کا مطالبہ کیا۔ لیکن انھوں نے انکار کردیا۔ اس پر طرفین میں مقابلہ ہوا۔ اور رومیوں نے فتح حاصل کرکے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں حضرت عبداللہؓ بن نافع مدافعت کے لئے نکلے۔ ادھر خود قیصر روم ایک زبردست فوج لے کر عازم اسکندریہ ہوا۔ رومیوں کی دونوں فوجیں وہاں جمع ہوگئیں۔ اور اسلامی لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ آخر رومی ناکام و نامراد پسپا ہوکر اپنے جنگی مرکز قبرص کی طرف چلے گئے۔

عہدِ عثمانی میں حضرت امیر معاویہؓ سارے شام کے حاکم بنا دئے گئے تھے۔ عہدِ فاروقی میں انھوں نے ساحلِ شام کے نہایت خوش سواد و زرخیز قریبی علاقہ قبرص پر حملے کی اجازت طلب کی تھی۔ لیکن خلیفۂ وقت بحری جنگ کو پسند نہ کرتے تھے۔ اس لئے اجازت نہ مل سکی۔ اب انھوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے اجازت چاہی۔ پہلے تو تامّل فرمایا۔ پھر جنگ کے بے خطر ہونے سے متعلق مطمئن ہوکر اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ جنگ میں شرکت لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دی جائے۔ کسی سے جبر روا نہ رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے مجاہدین کی ایک فوج لے کر قبرص پر چڑھائی کی۔ اُدھر مصر سے اسلامی لشکر بھی رومیوں کے تعاقب میں قبرص پہنچ گیا۔ قسطنطین کی فوج چکّی کے دو پاٹوں میں اناج کی طرح پس گئی۔ اور اہلِ قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ جزیہ ادا کرنے کا عہد کرکے صلح کرلی۔ فتح قبرص سے فراغت پاکر حضرت امیر معاویہؓ روڈس کی طرف بڑھے۔ وہاں سے کے

Marfat.com

باشندوں نے ثبات و پامردی سے مقابلہ کیا۔ کئی دن تک تیغ و سناں کا خونیں ہنگامہ گرم رہا لیکن مجاہدین سرباز کے بے پناہ حملے کے آگے انھیں مجبوراً گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ اور روڈس پر بھی اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی معزولی اور انتظامی تبدیلیاں

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حاکم بصرہ کے خلاف ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ لیکن وہ اندر ہی اندر کھچڑی پکا رہی تھی۔ ڈنکے کی چوٹ مخالفت کرنے کا حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ اب کے ان لوگوں نے ہیبتِ فاروقی رضی اللہ عنہ سے مخلصی پائی۔ خوب پر پرزے نکالنے شروع کیے۔ سمند ناز کو ایک اور تازیانہ یہ ہوا۔ کردوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جہاد پر ایک خطبہ ارشاد کرنے کے ساتھ ہی خدا کی راہ میں پا پیادہ چلنے کی فضیلت بیان کی۔ لیکن خود اس پر عمل نہ کیا۔ اور ایک ترکی گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ مخالف جماعت کے ایک فرد نے روک کر کہا۔ یہ کیا۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے طیش میں آکر کوڑا رسید کیا۔ وہ لوگ دربارِ عثمانی میں شکایت لے کر گئے۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے ممیرے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عامر کو حاکم مقرر کیا۔

انتظامی تغیرات کے سلسلے میں حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ بن معمر والیٔ خراسان کو حاکم فارس بنا کر بھیج دیا۔ اور خراسان کی زمامِ انتظام حضرت امیر بن عثمان بن سعد کے ہاتھ میں دی۔ ۲۸ھ کے آغاز میں انھیں معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابن احمر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن حبس کو کرمان کی حکومت تفویض کی گئی۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو بھی معزول کر کے ان کی جگہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ بن عمرو کو مامور کیا۔ اور سجستان کی حکومت حضرت عمران بن الفضیل کے سپرد کی گئی۔

ایران میں بغاوت کے شعلے

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یزدجرد نے ایران چھن جانے کے بعد ترکستان کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ اور ایران میں بغاوت کی آگ بھڑکانے کے لئے متواتر جدوجہد کرتا رہا۔ لیکن

Marfat.com

فاروقیؓ صولت و جبروت نے اس کی سازبازی کی بیل منڈھے نہ چڑھنے دی۔ اب کے خلافت کی تبدیلی کے ساتھ ہی حالات میں بھی نمایاں تغیر رونما ہوگیا۔ یزدجرد نے پاؤں نکالنے شروع کیے۔ اور ایسا کھُل کھیلا۔ کہ منصوبہ بازیوں کی بساط عجم کے طول و عرض میں آراستہ کرکے اس پر شورش کی بارود چھڑک دی۔ جو بدنظمی کی ذراسی چنگاری سے اس طرح بھڑک اٹھی۔ کہ اس کے فلک بوس شعلوں نے ایران بھر کو لپیٹ میں لے لیا۔

اصطخر اور جور کی فتح

حضرت عثمان غنیؓ نے اس خطرناک آتشِ بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فوری تدبیر یہ کی۔ کہ حضرت عبیداللہؓ بن معمر کو اس مہم پر مقرر کر دیا۔ انھوں نے اصطخر پر چڑھائی کی۔ لیکن شہید ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عامر والیٔ بصرہ نے فارس پر فوج کشی کی۔ اور خود اصطخر کی جانب پیش قدمی کرکے ہرم بن حیان کو جور کی طرف بھیج دیا۔ اصطخر میں ایرانی زبردست فوج کے بل بوتے پر جان توڑ کر لڑے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے لیکن آخر ایرانیوں کو فرار کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ مسلمانوں نے اصطخر پر فتح کا پرچم لہرایا۔ اور باغیوں کا تیاپانچا کر دیا۔

جور کا محاصرہ کیے ہوئے مدت گزر گئی۔ لیکن کوئی خوش گوار نتیجہ رونما نہ ہوا۔ آخر ایک دن ہرم بن حیان کے خادم نے قدرت کا یہ کرشمہ دیکھا۔ کہ ایک کتے نے شہر پناہ کا رُخ کیا۔ اور ایک بدررو کی راہ سے شہر میں داخل ہوگیا۔ خادم نے یہ واقعہ اپنے آقا کے سامنے بیان کیا۔ اس پر ہرم بن حیان چند جاں باز مجاہدوں کو ساتھ لے کر اسی بدررو کے راستے سے شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ اور پہرہ داروں کو موت کی نیند سُلا کر شہر کا دروازہ کھول دیا۔ بس پھر کیا تھا اسلامی لشکر سیلِ بے پناہ کی طرح شہر میں در آیا۔ اور مسلمانوں نے جور پر قبضہ کرکے شورش پسندوں کو عذاب الیم کے شکنجے میں کس دیا۔ اس طرح بغاوت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر اسے ہمیشہ کے لئے فنا کے عمیق گڑھے میں دفن کر دیا گیا۔

حضرت ولیدؓ بن عقبہ کی معزولی

بعض لوگوں نے دربار خلافت میں شکایت بھیجی کہ حضرت ولیدؓ بن عقبہ والیٔ کوفہ شراب پیتے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے انھیں جواب دہی کے لئے مدینہ میں طلب کیا۔ وہ حاضر دربار

ہوئے۔ تو اس الزام کی تحقیقات کی گئی۔ کوئی عینی گواہ پیش نہ ہوا۔ البتہ بعض لوگوں نے اس امر کی شہادت دی۔ کہ ہم نے ولیدؓ کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر خلیفۂ وقت نے حضرت ولیدؓ کے درّے لگائے جانے کا حکم دیا۔ چالیس درّے لگ جانے کے بعد حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر روک دیا۔ کہ بس حضرت صدیق اکبرؓ نے مے نوشی کی سزا چالیس درّے تجویز کی تھی۔ اور مجھے اس موقع پر ان کی تقلید محبوب تر ہے۔ اس کے بعد امیرالمومنینؓ نے حضرت ولیدؓ بن عقبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت سعیدؓ بن العاص کو حاکم کوفہ مقرر کر دیا۔

طبرستان اور جرجان کی فتح

بغاوت ایران کا رنگ دیکھ کر طبرستان والوں نے بھی پر پُرزے نکالے۔ اور سرکشی کی کیچڑ اچھالنے لگے حضرت سعیدؓ بن العاص نے ایک فوج تیار کی۔ جس میں حضرات حسنؓ بن علیؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، حذیفہؓ بن الیمان وغیرہ شامل تھے۔ حضرت سعیدؓ بن العاص نے طبرستان پر فوج کشی کر کے اسے اور جرجان کو زیر نگیں کر لیا۔

قرآن عزیز کی اشاعت

ایک دن حضرت حذیفہؓ بن الیمان نے دربارِ خلافت میں کہا۔ مختلف ملکوں میں قرآن کریم کی مختلف قرأتیں رائج ہیں۔ میری رائے میں مناسب یہ ہے۔ کہ ہر جگہ ایک ہی قرأت کو رواج دیا جائے۔ امیرالمومنینؓ نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی۔ جس میں تمام صحابۂ کرامؓ نے رائے مذکورہ کو پسند کیا۔ اس پر خلیفۂ وقت نے عہد صدیقیؓ میں مرتب شدہ قرآن مجید کا نسخہ منگوا کر اس کی بہت سی نقلیں کرائیں۔ اور ایک ایک نقل بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر فرمان نافذ کیا۔ کہ اب اسی کے مطابق قرآن پاک نقل کرایا جائے۔ اور پہلی تمام نقلیں تلف کر دی جائیں۔

خراسان پر قبضہ

خراسان کی سیاسی فضا میں بغاوت کی تُند و تیز آندھیاں اٹھنے لگیں۔ اس لئے حضرت عبداللہؓ بن عامر امن قائم کرنے کے لئے اس طرف روانہ ہو گئے۔ اور حملہ کر کے خراسان کے متعدد شہروں میں بغاوتوں کا قلع قمع کیا۔ پھر نیشاپور کا محاصرہ کر کے باغیوں کی گوشمالی کی۔ اس طرح سرخس اور نسا وغیرہ بڑے بڑے مقامات

Marfat.com

پر آسانی سے قبضہ ہو گیا۔

یزدجرد کا قتل

اب یزدجرد کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور وہ زندگی کے طوفانی سمندر کی تباہ کن لہروں سے بچنے کے لئے تنکے کا سہارا ڈھونڈنے لگا۔ ایک سرکش بھگوڑے کی طرح ایران کے گوشے گوشے میں چکر لگاتے ہوئے بغاوتوں کا تہلکہ مچا کر بھی اس نے دیکھ لیا۔ مگر تقدیر کا پانسا نہ پلٹا۔ ۳۱ھ میں آخری مرتبہ قسمت آزمائی کی۔ اور چین و ترکستان سے فوج لے کر بلخ پر دھاوا بول دیا۔ چند شہروں پر عارضی قبضہ بھی کر لیا۔ لیکن مقدر کا ستارہ ڈوب چکا تھا۔ وہاں سے اسے بھاگتے ہی بنی۔ آخر مجبوراً ایک پن چکی والے کی پناہ میں چلا گیا۔ جس نے اسے دولت کے لالچ میں قتل کر دیا۔ یزدجرد کے خاتمے کے بعد ایرانی فتنہ و فساد اور شورش و بغاوت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

طخارستان پر قبضہ

حضرت احنفؓ بن قیس نے طخارستان پر چڑھائی کی مضافات سے بے شمار لوگ مقابلے کے لئے طوفان کی طرح امنڈ آئے خونریز معرکہ ہوا۔ دشمن کے ان گنت آدمی کھیت رہے۔ بہت سے بھاگ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس پر حضرت احنفؓ اور حضرت اقرعؓ بن حابس نے سراغ لگا کر ان کے مقامات اجتماع طالقان، فاریاب اور جوزجان پر حملہ کیا۔ اور انھیں شکست دے کر ان مقامات پر قبضہ کر لیا۔

کرمان اور سجستان کی فتح

حضرت عبداللہؓ بن عامر کے حسب فرمان حضرت مجاشعؓ بن مسعود نے کرمان کی طرف باگ اٹھائی۔ اور سیرجان کو فتح کر کے باغیوں کو شہر بدر کر دیا۔ ان لوگوں نے قفص میں ڈیرے ڈال دئے۔ حضرت مجاشعؓ نے وہاں بھی انھیں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور انھیں مغلوب کر کے کرمان پر فتح کا پرچم لہرایا۔

حضرت ربیعؓ بن زیاد نے سجستان کی طرف پیش قدمی کی۔ اور راستے کی مخالفتوں کا استیصال کرتے ہوئے سجستان کے پایہ تخت زرنج میں پہنچ گئے۔ یہاں کے لوگ مقابلے پر آئے لیکن پسپا ہو کر قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ حضرت ربیعؓ نے محاصرہ کر لیا۔ جو مسلمانوں کی فتح پر منتج ہوا۔ حضرت ربیعؓ زرنج میں اپنا نائب چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ نائب سے پوری طرح انتظام نہ ہو سکا۔ تو اہل زرنج نے انھیں نکال کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ آپؓ کے قرعہ فال حضرت عبدالرحمٰنؓ

Marfat.com

بن سمرہ کے نام پر پڑا۔ انھوں نے زرنج پہنچتے ہی اس کا محاصرہ کرلیا۔ وہاں کے حاکم نے سراطاعت خم کردیا۔

دوار کی فتح زرنج کی تسخیر حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن سمرہ کے سمندِ اولوالعزمی کے لئے تازیانہ ہو گئی۔ اور انھوں نے سرورِ فتح کے جوش میں ہندوستان کا رُخ کر کے رنج سے دوار تک کا علاقہ زیرنگیں کرلیا۔ اہلِ دوار نے بھاگ کر کوہ روند میں اجتماع کیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ انھوں نے مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے سپر ڈال کر صلح کرلی۔

غزنہ سے کابل تک کی تسخیر اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ نے غزنہ پر فوج کشی کی۔ اور اس پر قبضہ کر کے کابل تک کا علاقہ مسخر کرلیا۔

رومیوں کو شکست فاش اگرچہ بہادرانِ اسلام کی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے ساتھ ٹکرانے سے رومیوں کا زور بالکل ٹوٹ چکا تھا۔ لیکن ابھی تک وفورِ غم و یاس سے ان کی فضائے دل میں کینہ توزی اور انتقام گیری کی بجلیاں کوند رہی تھیں۔ اور وہ کھوئی ہوئی سلطنت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ ۳۱ھ میں قیصرِ روم نے آخری مرتبہ طالع آزمائی کی۔ اور تخت یا تختہ کہتے ہوئے پان سو جہازوں کا بیڑا تیار کر کے سواحل شام پر چڑھائی کردی۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن ابی سرح نے کامیاب مدافعت سے رومیوں کے چھکے چھڑا دئے۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہوئے قسطنطنیہ کی طرف واپس چلے گئے۔

مزید فتوحات ۳۲ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر فوج کشی کی ۳۳ھ میں قلعہ حصن المراۃ واقع اناطولیہ فتح کیا۔ اور ۳۴ھ میں افریقہ کی حشر انگیز بغاوت پیوندِ زمین کی گئی۔

انقلاب کے شعلے بنی ہاشم اور بنی امیہ کی دیرینہ چشمک آخر رنگ لائی۔ اور اس قدیم کشمکش نے دوسرے بیرونی اسباب سے مل کر نظامِ خلافت میں تباہ کن انقلاب کے شعلے بھڑکا دئے۔

عبداللہ بن سبا اسلام نے سب سے شدید ضرب یہودیوں پر لگائی تھی۔ اس لئے

یہودیوں کا بچہ بچہ اسلام اور مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا۔ عبداللہ بن سبا صنعا کا ایک یہودی تھا۔ جو آنحضرت ہی کے عہد سے چمن زار مذاہب سے نخل اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہا تھا۔ لیکن عہد فاروقیؓ تک اس کے خرمن آرزو پر برق حرماں گرتی رہی۔ اور اس کا سفینۂ امید قلزم حوادث کی فلک بوس موجوں کے تھپیڑے کھاتا رہا۔ بظاہر اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر اس لئے نہیں۔ کہ اس دین فطرت کی ہر امکانی خدمت کر کے اسے معراج ترقی پر پہنچائے۔ بلکہ اس لئے اور صرف اس لئے کہ مسلمان ہو جانے کی صورت میں وہ گھر کا بھیدی ہونے کے باعث اسلام اور اہل اسلام کو سخت سے سخت نقصان پہنچا کر اپنے کینہ و انتقام کے شیطانی جذبے کے لئے ایسا سامان تسکین فراہم کر سکتا تھا۔ کہ یہودی رہنے کی صورت میں کسی طرح ممکن نہ تھا۔ حضور نبی اکرمؐ، حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانۂ مبارک تک تو اس کی ابلیسانہ سازش و منصوبہ بازی کے حلقہ ہائے دام ڈھیلے بلکہ شکستہ رہے۔ لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں حالات نے کروٹ بدلی۔ اور ابن سبا کو اپنی غیر معمولی طباعی اور عیارانہ کمال سیاست سے حسب منشا فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔

ابن سبا نے مدینہ میں رہ کر مسلمانوں کی کمزوریوں کا بخوبی جائزہ لیا۔ اور یہودیوں کی دیرینہ آتش کینہ فرو کرنے کے لئے استیصال اسلام کی غرض سے ایک مکارانہ و دور رس سکیم تیار کی سب سے پہلے اس نے بنی امیہ اور بنی ہاشم کی قدیم کشیدگی کو جسے اسلام نے دبا دیا تھا نئے سرے سے ابھارا۔ اور محبّ اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر اہل بیت کی حمایت میں پہلو بہ پہلو خلفاء علی الخصوص بنی امیہ اور حضرت عثمان غنیؓ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔

ان دنوں بصرہ میں ایک شخص حکیم بن جبلہ رہتا تھا۔ جس نے ذمیوں کو لوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا۔ ابن سبا نے اس کے متعلق خبریں سن کر بھانپ لیا کہ وہ اس کے ڈھب کا آدمی ہے۔ چنانچہ ابن سبا مدینہ سے بصرہ پہنچا۔ اور حکیم بن جبلہ کے مکان پر فروکش ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس نے حکیم بن جبلہ کے ذریعے سے اپنے ہم خیالوں کا ایک حلقہ پیدا کر لیا۔ اور محبّ آل رسولؐ کے پردے میں اپنے فتنہ پرور خیالات و عقائد کا ناپاک پروپیگنڈا

شروع کر دیا۔ کبھی کہتا۔ کہ حضرت عیسیٰ کی طرح حضور نبی کریم صلعم بھی اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اور اپنے اس قول کی تائید میں آیات قرآنی کی غلط تفسیریں پیش کرتا۔ بہت سے سادہ لوح آدمی اس کے دام تزویر میں آ گئے۔ کبھی وہ اس قسم کی خرافات کا سہارا لیتا۔ کہ نبی کا ایک خلیفہ اور وصی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ اگر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم خاتم الانبیا ہیں۔ تو حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء/ پھر وہ ڈنکے کی چوٹ کہنے لگا۔ کہ خلافت کے حق دار حضرت علیؓ تھے۔ نہ کہ حضرت عثمانؓ۔ یہ صریح ظلم ہے۔ آپ سب کے لئے لازم ہے۔ کہ حضرت علیؓ کی حمایت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اور حضرت عثمانؓ کو قتل یا معزول کر کے ان کی جگہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیں/

حضرت عبداللہؓ بن عامر والی بصرہ کو اس فتنہ پردازی کا علم ہوا۔ تو انھوں نے ابن سبا کو بلا کر پوچھا۔ کہ "تم کون ہو۔ کہاں سے اور کیوں آئے ہو؟"۔ وہ بولا "میں لیلائے اسلام کا مجنوں ہوں۔ اور یہاں آپ کی رعیت کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں"۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا۔ "میری تحقیق یہ ہے۔ کہ تم ایک فتنہ انگیز شخص ہو۔ اور یہودیت کے جوش انتقام میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر اس قومی و منظم جماعت کو بے دست و پا اور منتشر کر دینا چاہتے ہو"۔ ابن سبا کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے بصرہ سے رخت سفر باندھا۔ اور اپنی قائم کی ہوئی جماعت کو منتہائے مقصود کی پُر پیچ راہ حصول کے نشیب و فراز سمجھا کر کوفہ میں جا ڈیرے ڈالے۔ اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ کوفہ کی سیاسی فضا ابن سبا کے لئے زیادہ سازگار ثابت ہوئی۔ وہاں سے پہلے ہی حاکم اور خلیفۂ وقت کے خلاف ایک جماعت موجود تھی۔ ابن سبا کھل کھیلا۔ اور زہد و تقویٰ کا خلعت ریائی زیب تن کر کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ عامۃ الناس اسے ادب و احترام کی نظروں سے دیکھنے لگے۔ لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ نقرئی انگشتری کے طلائی ملمع کی نمائشی بھڑک دو ہی دن میں اتر گئی۔ اور ڈھول کا پول ظاہر ہو گیا۔

حضرت سعیدؓ بن العاص والی کوفہ نے ابن سبا کی گہری سازش اور امن شکن حرکات کی کامل تحقیق کے بعد اسے بلا کر کڑی زجر و توبیخ کی۔ اس نے سوچا۔ کہ اب یہاں بھی زیادہ دیر تک میری دال نہیں گلنے کی۔ چنانچہ کوفہ سے بوریا بدھنا اٹھا کر شام کی راہ لی اور دمشق پہنچ

Marfat.com

گیا۔ کوفہ میں بھی بصرہ کی طرح اس نے اپنی ایک منظم خفیہ جماعت قائم کی۔ دمشق میں داخل ہوتے ہی اس نے محسوس کر لیا۔ کہ یہاں میرا جادو نہ چلے گا۔ اور جلد ہی وہاں سے جلاوطن کر دیا گیا۔ دمشق سے خارج ہو کر وہ مصر پہنچا۔ وہاں کے حاکم حضرت عبداللہؓ بن سعد کے خلاف بھی مصریوں اور عربوں کی ایک جماعت موجود تھی۔ مصر میں ابن سبا نے یہ چال چلی۔ کہ اپنے بصرہ اور کوفہ کے ہم خیال لوگوں سے مراسلت شروع کی۔ اور بخوبی سوچی سمجھی ہوئی وسیع و عمیق سازش کے ماتحت تھوڑے ہی عرصے میں ہر جگہ چرچا ہونے لگا۔ کہ بصرہ، کوفہ اور مصر سے مدینہ میں اور پہلے تینوں مقامات کے باشندوں کے پاس ان میں سے ہر مقام کے رہنے والوں کی طرف سے آپس میں اس مضمون کے خط پہنچ رہے ہیں۔ کہ یہاں کے حاکم نے انتہائی ظلم و تشدد پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اور رعایا کے ہر فرد پر عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔

ابن سبا کے منظم اور وسیع پروپیگنڈے کے باعث اس کی جماعت نے اس قدر قدرت حاصل کر لی۔ کہ ۳۳ھ میں یزید بن قیس کوفہ سے ایک جمعیت لے کر حضرت عثمان غنیؓ کو خلع خلافت پر مجبور کرنے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن حضرت قعقاعؓ بن عمرو نے اسے گرفتار کر لیا۔ یزید نے منت سماجت سے کہا۔ میرا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ سعیدؓ بن العاص کو ولایت کوفہ کے منصب سے تبدیل کر دیا جائے۔ اس پر حضرت قعقاعؓ نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اس نے سبائیوں کے بہت بڑے سرغنہ مالک اشتر کو حمص سے کوفہ میں بلا لیا۔ اس کے پہنچتے ہی ہنگامہ و شورش کی رفتار تیز تر ہو گئی۔ مالک اشتر نے حضرت سعیدؓ بن العاص کے ایک غلام کو قتل کر دیا۔ اور ان سے کہا۔ "جاؤ۔ عثمانؓ سے کہہ دو۔ کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو یہاں بھیج دے۔" حضرت سعیدؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا بیان کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت سعیدؓ کو معزول کرتے ہوئے ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حاکم کوفہ مقرر کر کے بھیج دیا۔ اور اہل کوفہ کے نام ایک خط میں لکھا۔ کہ "میں نے تمہاری مرضی کے مطابق تمہارے ہی تجویز کئے ہوئے شخص کو مامور کر دیا ہے۔ میں دائرۂ شریعت کے اندر رہ کر تمہاری خواہشات پوری کئے جاؤں گا۔ اور تمہاری زیادتیوں کو صبر

سے برداشت کرکے اصلاح کے لئے ساری ہمت و کوشش صرف کردوں گا۔"

عمال سے مشورہ

چکنا گھڑا، بوند پڑی، ڈھل گئی۔ یہی حال انقلاب پسندوں کا تھا۔ اب ان لوگوں کی حالت اصلاح سے تجاوز کرچکی تھی۔ جب خلیفۂ وقت نے دیکھا۔ کہ جگہ جگہ سے معزولی عمال کے تقاضوں سے لبریز خبریں موصول ہورہی ہیں۔ تو انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عبداللہؓ بن سعد، حضرت سعیدؓ بن العاص، حضرت عبداللہؓ بن عامر اور حضرت عمروؓ بن العاص وغیرہ کو طلب کرکے ایک مجلس منعقد کی۔ اور رفع شورش کے لئے ہر ایک سے رائے لی۔

حضرت عبداللہؓ بن عامر نے رائے دی۔ کہ ان لوگوں کو جہاد میں مصروف کردیجئے۔ توجہ بٹ جانے سے شورش خود بخود رفع ہوجائے گی۔ حضرت سعیدؓ بن العاص نے تجویز پیش کی کہ ان کے سرداروں کو تہ تیغ کردیا جائے۔ شرارت پسندوں کا جتھا خود بخود ٹوٹ جائے گا۔ اس پر خلیفۃ المسلمین نے فرمایا۔ تجویز تو خوب ہے۔ مگر اسے لباسِ عمل پہنانا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے حضرت امیر معاویہؓ نے یوں اظہار خیال کیا۔ کہ صوبوں کے حاکم اپنا اپنا فرض پہچان کر قیام امن کا ذمہ لیں۔ مفسدین شام کی قوت کو شل کردینے کا بیڑا میں اٹھاتا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ بن سعد نے کہا۔ دہنِ سگ بہ لقمہ دوختہ بہ۔ ان لوگوں کی آتشِ طمع کو آبِ زر سے بجھا دینا چاہئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص کہنے لگے۔ آپ لوگوں کے منشا کی پروا نہیں کرتے۔ یا تو انصاف کی راہ پر چلئے، یا خلافت کا خلعت اُتار دیجئے۔ یہ بھی نہیں تو ہمت سے کام لے کر اپنی سی کیجئے۔

ان الفاظ پر حضرت عثمان غنیؓ چونک پڑے۔ اور فرمایا "تم میرے متعلق ایسا خیال رکھتے ہو"؟ حضرت عمروؓ مہر بلب رہے۔ پھر لوگوں کے چلے جانے پر عرض کی "اے امیرالمومنینؓ یہ میرے ضمیر کی آواز نہیں۔ آپ تو اس سے بالاتر ہیں۔ یہ الفاظ تو میں نے مصلحتاً کہے تھے۔ تاکہ حریف انھیں سن کر مجھے ہمراز سمجھتے ہوئے اپنے منصوبوں سے آگاہ کردیں۔ اور میں ان کی ہر چال سے آپ کو مطلع کرکے چشم زخم سے محفوظ رہنے کا موقع پانے میں مدد دے سکوں

حضرت علیؓ کی رائے

جب فتنہ و شورش کی امن سوز آگ کے شعلے زیادہ تیزی سے بھڑکنے لگے۔ تو چند صحابہ کرامؓ نے اصلاح حالات کے

پیشِ نظر حضرت علیؓ کو خلیفۂ وقت کے پاس گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ انھوں نے یوں بات شروع کی۔ "حیران ہوں۔ کہ کیا کہوں۔ آپ کہے بغیر ہی سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کے صحبت یافتہ ہیں۔ اور حضورؐ کے فرزند نسبتی ہونے کا شرف رکھتے ہیں"۔ غرض حضرت علیؓ نے نہایت اچھے الفاظ میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے صورت حال کی صلاح کے لئے قابلِ قدر مشورے دئے۔ امیرالمومنینؓ نے معقول جواب دینے کے بعد مسجد میں عامۃ المسلمین کے روبرو موجودہ حالات پر ایک پُرمغز و جامع تقریر کی۔

اسی اثنا میں ایک دن مدینہ کے بعض سرکردہ اصحاب نے حضرت عثمان غنیؓ کے پاس آکر آپ کی توجہ عمّال کی خبرگیری اور شکایات عوام کے ازالے کی طرف منعطف کی۔ اس پر انھوں نے چند جلیل القدر صحابہؓ کا ایک کمیشن مقرر کر کے مختلف حضرات کو الگ الگ صوبوں کی طرف تحقیق حالات کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ محمدؓ بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہؓ بن زید کو بصرہ، عبداللہؓ بن عمرؓ کو شام اور عمارؓ بن یاسر کو مصر کی طرف بھیجا۔ ان اکابر نے اپنے اپنے صوبے کے بڑے آدمیوں اور عام لوگوں سے مل کر حالات کی بخوبی تحقیق کرنے کے بعد متفقہ بیان دیا۔ کہ "نہ ہم نے کسی عامل میں کوئی برائی دیکھی ہے۔ اور نہ کسی شریف و فہمیدہ شخص کو کسی حاکم کے خلاف کوئی شکایت ہے"۔

اس تحقیق حالات کے علاوہ امیرالمومنینؓ نے اپنے مقبوضات کے گوشے گوشے میں اعلان عام بھی کر دیا۔ کہ "میں ہر سال حج کی تقریب پر عاملین کی کارگزاریوں کو احتساب کے معیار پر پرکھا کروں گا"۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد حج کا موقع بھی آگیا۔ اور دربارِ خلافت سے طلبی کے احکام موصول ہونے پر تمام عمّال مکۂ معظمہ میں حاضر ہوگئے۔ خلیفۂ وقت نے ان سے استفسار فرمایا۔ کہ "یہ شکایتیں کیوں موصول ہو رہی ہیں"؟ عمّال نے عرض کی "آپ بخوبی تحقیقات کرا چکے ہیں۔ اور یہ حقیقت آئینہ ہو گئی ہے۔ کہ ان شکایتوں اور افواہوں میں صداقت نام کو بھی نہیں۔ پھر بے بنیاد باتوں پر باز پرس کیوں کر جائز ہو سکتی ہے"؟ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا "اچھا تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے"؟ عمروؓ بن العاص نے کہا۔ "آپ کی طبیعت میں نرمی حد سے زیادہ ہے۔ لیکن ہونا یہ چاہیئے۔ کہ نرمی کے وقت نرمی اور سختی

کے وقت سختی سے کام لیا جائے"۔ عبداللہؓ بن سعد نے رائے دی۔ کہ "لوگوں سے ان کے فرائض کا مطالبہ کرنا ضروری ہے"۔ سعیدؓ بن العاصؓ نے مشورہ دیا۔ کہ "سازش کے سرغنوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تلوار کے گھاٹ اُتار دینا چاہیے"۔ امیر معاویہؓ نے یوں اظہار خیال کیا۔ کہ "میرے علاقے میں بالکل امن ہے۔ وہاں کسی قسم کے فتنے نے سر نہیں نکالا"۔

عمال کی آرا سن کر امیر المومنینؓ نے جواب میں فرمایا۔ "ہر شدنی امر ایک دروازے سے آتا ہے۔ اس امت کے لئے جس حادثے کا اندیشہ ہے۔ وہ ضرور وقوع پذیر ہو کر رہے گا۔ اگر اس کا دروازہ بند بھی کر دیا جائے۔ تو وہ بزور کھول دیا جائے گا۔ لیکن میں اسے نرمی سے بند کروں گا۔ ہاں حدود اللہ میں نرمی سے کام نہ لوں گا۔ اگر یہ دروازہ بزور کھول دیا گیا۔ تو میری طرف سے کماحقہٗ اتمام حجت ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ کہ میں نے بھلائی اور بہتری کے سوا لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ فتنے کی چکّی چلنے والی ہے۔ اگر عثمانؓ اس چکّی کو حرکت نہ دینے کی حالت میں مر گیا۔ تو اس کے لئے خوش خبری ہے۔ تم لوگ عامۃ النّاس میں امن و سکون پیدا کرو۔ ان کے حقوق کا کماحقہٗ تحفظ کرو۔ خدا کے حقوق میں کسی قسم کی خوشامد نہ کرو"۔

حضرت عثمان غنیؓ مدینہ سے واپس تشریف لے آئے۔ تو انھوں نے حضرات علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کو طلب کر کے ان سے مشورہ لیا۔ ان اکابر نے نہایت معقول مشورے دئے۔ جن پر عمل کرنے کے لئے خلیفۂ وقت نے وعدہ فرمایا۔

جو عمال مکہ معظمہ سے امیر المومنینؓ کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تھے۔ وہ تمام باری باری اپنے اپنے صوبے کی طرف لوٹ گئے۔ آخر میں امیر معاویہؓ بھی رخصت ہونے کے لئے دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ "آپ کا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ میرے ہمراہ شام کی طرف تشریف لے چلئے۔ وہاں سب لوگ میرے تابع فرمان ہیں۔ آپ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا"۔ حضرت عثمان غنیؓ نے جواب دیا۔ "خواہ میری جان چلی جائے۔ لیکن میں قرب رسولؐ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا"۔ امیر معاویہؓ نے کہا۔ "اچھا تو پھر میں آپ کی حفاظت کے لئے شام سے ایک لشکر جرار بھیج دوں گا۔ جو مدینہ

Marfat.com

میں مقیم رہے گا"۔ فرمایا۔"نہیں۔ یہ بھی نہیں۔ میں رسول اللہ صلعم کے ہمسایوں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا"۔ عرض کی۔" تو پھر ہر وقت آپ کو جان کا خطرہ ہے"۔ فرمانے لگے۔ "حسبی اللہ ونعم الوکیل"۔ اس پر امیر معاویہؓ حضرات علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے حضرت عثمان غنیؓ کی امداد کے لئے سفارش کر کے شام واپس چلے گئے۔

مدینہ پر فتنہ پردازوں کی چڑھائی

ابن سبا کی سوچی سمجھی ہوئی خفیہ سازش کے مطابق اواخر ۳۴ھ میں کوفہ، بصرہ اور مصر کے باغی حج کی آڑ لے کر عازم مدینہ ہوئے۔ اور مدینہ سے تین منزل ورے تین ٹکڑوں میں بٹ کر مختلف مقامات پر ٹھہر گئے۔ کوفی حضرت زبیرؓ کو، بصری حضرت طلحہؓ کو اور مصری حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ باغیوں کے دو نمائندوں زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم نے مدینہ پہنچ کر ان تینوں بزرگوں سے اظہار مدعا کیا۔ لیکن ان اصحاب نے انھیں لعنت ملامت کر کے واپس چلے جانے کے لئے فرمایا۔

حضرت عثمان غنیؓ پر سنگ باری

جمعہ کے دن حضرت عثمان غنیؓ مسجد میں تشریف لائے اور نماز سے فارغ ہو کر باغیوں کو سمجھایا۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اتنے میں باغیوں کی صفوں سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ اور مسجد میں ایک ہلڑ پہنچ گیا۔ نمازی پتھر کھاتے۔ گرتے پڑتے جان بچا کر بھاگے۔ امیر المومنینؓ اس بے پناہ سنگ باری سے سخت مجروح ہو کر منبر سے گر پڑے۔ اور گرتے ہی غش آگیا۔ اسی حالت میں اٹھا کر گھر لائے گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔ یہ دیکھ کر حضرات سعدؓ بن ابی وقاص زیدؓ بن ثابت، ابو ہریرہؓ اور امام حسینؓ آپ کی حفاظت کے لئے آئے۔ لیکن انھیں لوٹا دیا گیا۔

مصریوں کا پہلا حملہ

بلوائیوں کی پیہم سنگ باری کے باعث خلیفۃ المسلمینؓ کے لباس سے ابھی خون کے دھبے اترے بھی نہ تھے۔ کہ مصر کے باغیوں نے انھیں شہید کرنے کے ارادے سے مدینہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علیؓ کو طلب کر کے کہا۔" باغیوں کو لوٹا دیجئے۔ جس طرح آپ مشورہ دیں گے۔ میں اسی طرح

Marfat.com

کروں گا۔" چنانچہ تیس صحابۂ کرام رضؓ نے باغیوں کو فہمائش کر کے لوٹا دیا۔ اور خلیفۂ وقت نے حضرت علیؓ سے مشورہ کر کے عام مجمع میں نہایت مؤثر تقریر کرتے ہوئے اپنے آئندہ نظام عمل کی وضاحت کی۔

مصریوں کا دوسرا حملہ

باغیوں کی ذہنی حالت اصلاح کی حدود سے تجاوز کر چکی تھی۔ چنانچہ ایک روز یکایک مصری بلوائیوں نے مدینہ پر دوسری یورش کی۔ اور حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کو گھیر لیا۔ حضرت علیؓ نے باغیوں سے دریافت کیا کہ تم واپس کیوں کر آ گئے۔ وہ بولے "خلیفہ نے ایک ہرکارے کے ہاتھ عامل مصر کے نام فرمان بھیجا جس میں لکھا کہ جونہی یہ لوگ مصر میں داخل ہوں۔ انھیں قتل کر دیا جائے۔ وہ فرمان ہم نے راستے ہی میں ہرکارے سے چھین لیا۔ اور اب اسے لے کر آئے ہیں۔" چنانچہ باغیوں نے حضرت علیؓ اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے ساتھ جا کر امیر المومنینؓ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے حیرت اور لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔" اس قسم کا کوئی فرمان نہ میں نے خود لکھا۔ نہ کسی سے لکھوایا۔ اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہی ہے۔" اس پر باغیوں کے سرغنہ عبدالرحمٰن بن عدیس نے کہا۔ "خواہ آپ جھوٹے ہوں یا سچے۔ کسی حالت میں بھی خلیفہ رہنے کے قابل نہیں۔ آپ کی طرف سے ایک نہایت اہم حکم لکھا جاتا ہے۔ اس پر آپ کی مہر ثبت کی جاتی ہے۔ سرکاری ہرکارہ اسے لے کر جاتا ہے۔ اور آپ کو اس کا علم تک نہیں ہوتا۔ پھر آپ خلافت کے اہل کس طرح ہوئے؟ اب بہتر یہی ہے کہ آپ خود ہی کنارہ کش ہو جائیے۔" خلیفۃ المسلمینؓ نے فرمایا۔" اللہ تعالےٰ نے جو خلعت مجھے پہنایا ہے۔ میں اسے خود نہیں اتاروں گا۔ مضیٰ ما مضیٰ۔ گزرے ہوئے حالات پر پشیمانی کا اظہار کرتے ہوئے آئندہ کے لئے زیادہ محتاط رہنے کا وعدہ کرتا ہوں۔" یہ بات بلوائیوں کے بہرے کانوں پر پڑی۔ اور کہنے لگے۔ کہ" اگر تم خلافت نہ چھوڑو گے۔ تو ہم تمھیں قتل کر دیں گے۔ اور مزاحم ہونے والے کا بھی مقابلہ کریں گے۔" خلیفۂ وقت نے فرمایا۔" مجھے جان دے دینا منظور ہے۔ لیکن خلافت الٰہیہ سے دست بردار ہو جانا منظور نہیں۔ تمھیں کسی سے مقابلہ کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی۔ کیوں کہ میں کسی کو تمھارے خلاف

Marfat.com

جنگ آرا ہونے کی اجازت ہی نہ دوں گا۔ اگر مجھے لڑائی ہی کرنی ہوتی۔ تو میری اپنی فوجیں تھوڑی ہیں۔ ذرا سے اشارے پر اَن گنت مسلح بہادروں کا طوفان اُمنڈ آتا"۔

بلوائیوں کی طرف سے انتہائی سختی

حضرت علیؓ نے بلوائیوں کو سمجھا بجھا کر ہٹا دیا۔ لیکن جب وہ چلے گئے۔ تو بلوائیوں نے پھر کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ اور زیادہ سختی سے کام لینے لگے۔ آخر خلیفۃ المسلمینؓ پر پانی بھی بند کر دیا گیا۔ حضرت علیؓ پھر بلوائیوں کی فہمائش کے لئے گئے۔ لیکن ان سب کے سروں پر قتل و خوں ریزی کا جن سوار تھا۔ اور وہ جوشِ انتقام میں پاگل ہو رہے تھے۔

مدینہ کی فضا خطرناک بدامنی و شورش کے زہریلے دھوئیں سے تیرہ و تار ہو رہی تھی۔ ہر طرف بلوائیوں نے ادھم مچا رکھا تھا۔ کوئی شخص بھی اپنے آپ کو خطرے سے محفوظ خیال نہ کرتا تھا۔ صحابہؓ کا کچھ بس نہ چلتا تھا۔ بعض لوگ مدینہ چھوڑ کر باہر چلے گئے بعض خانہ نشین ہو گئے۔ حضرت علیؓ بلوائیوں کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے۔ لیکن آخر ان کا بھی کچھ بس نہ چلا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی تقریریں

آخر منافقوں کے بہت بڑے سردار عبداللہ بن سبا کا گہرا، پیچ در پیچ اور دور رس منصوبہ رنگ لانے اور اسلام و اہلِ اسلام کا شیرازۂ وحدت منتشر کر دینے کے متعلق اس کا خواب شرمندۂ تعبیر ہونے لگا۔ اور حضرت عثمان غنیؓ کی چشم بصیرت کو اس مکارانہ سکیم کے مہلک نتائج صاف نظر آ رہے تھے۔ لہٰذا انھوں نے محصور ہو جانے کی حالت میں بھی تنظیم اسلام کو محفوظ و برقرار رکھنے کے لئے تمام قوتیں صرف کر دیں۔ اور ایک دن مکان کی چھت پر سے یہ تقریر ارشاد فرمائی:۔

"لوگو! تم میرے قتل پر کیوں تلے ہوئے ہو۔ میں تمھارا والی اور اسلامی بھائی ہوں۔ واللہ میں نے ہمیشہ حتی الامکان اصلاح کی کوشش کی۔ لیکن بہرکیف انسان ہوں لہٰذا صحت رائے کے ساتھ فروگزاشتیں بھی ہوئیں۔

"یاد رکھو! خدا کی قسم۔ اگر آج تم نے مجھے قتل کر دیا۔ تو پھر قیامت تک نہ باہم مل

کر نماز پڑھو گے۔ اور نہ باہم مل کر جہاد کرو گے "۔

امیرالمومنینؓ کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ یعنی ان کی شہادت سے اسلام کی تنظیم و وحدت میں جو شگاف پڑ گیا۔ وہ آج تک پُر نہ ہو سکا۔

ایک روز انھوں نے یہ تقریر فرمائی :۔

" میں تمھیں حلف دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جب رسول اللہ صلعم مدینہ تشریف لے گئے۔ تو مسجد بہت تنگ تھی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کون ہے۔ جو زمین کا یہ ٹکڑا خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے۔ اسے بہشت میں اس سے بہتر جگہ میسر آئے گی۔ اس وقت میں نے تعمیل ارشاد کر کے زمین خریدنے کے بعد اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اور آج تم اسی مسجد میں مجھے ادائے نماز سے منع کرتے ہو۔ میں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جب رسول اللہ صلعم مدینہ تشریف لائے۔ تو یہاں بیر رومہ کے سوا میٹھے پانی کا کوئی اور کنواں نہ تھا۔ حضور پُر نورؐ نے فرمایا۔ کون اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرتا ہے۔ اسے بہشت میں اس سے بہتر ملے گا۔ تو میں نے اسے خرید کر وقف کیا۔ اور آج تم مجھے اسی کنوئیں کے پانی سے منع کرتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ میں نے ہی جیش عسرت کا پورا سامان کیا تھا "؟

سب نے جواب دیا۔ "بے شک سچ ہے"۔

لوگوں نے زبان سے تو ان واقعات کی تصدیق کر دی۔ لیکن ان کا دل بالکل نہ پسیجا۔ اس لئے ایک روز پھر انھوں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا :۔

" میں ان لوگوں کو جو حضور نبی کریم صلعم کے ہمراہ تھے۔ حلف دے کر سوال کرتا ہوں کسی کو یاد ہے۔ کہ ایک روز رسول مقبولؐ کوہ حرا پر چڑھے۔ تو اس میں جنبش پیدا ہوئی۔ حضورؐ نے ٹھوکر مار کر فرمایا۔ حرا! ٹھہر جا۔ کہ اس وقت تیری پشت پر ایک نبی ایک صدیق اور ایک شہید ہے۔ اور میں حضورؐ کے ساتھ تھا۔"

لوگوں نے جواب میں کہا۔ ہاں درست ہے۔ پھر انھوں نے فرمایا :۔

"میں ان لوگوں کو حلف دے کر پوچھتا ہوں۔ جو بیعت رضواں میں موجود تھے۔ کہ جب رسول کریمؐ نے مجھے گفتگو کے لئے مشرکین کے پاس بھیجا تھا۔ تو اپنے دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے بیعت نہیں لی؟"

سب نے اس کی تصدیق کی۔

جب حضرت عثمان غنیؓ کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ لوگ کسی صورت بھی آپ کے قتل سے باز نہ آئیں گے۔ تو آخری تقریر یوں فرمایا۔

"لوگو! آخر تم کس جرم میں میری جان کے لاگو ہو رہے ہو۔ میں نے آنحضرتؐ سے سُنا ہے۔ کہ بجز تین حالتوں کے کسی مسلمان کا قتل روا نہیں (۱) اسلام کے بعد جو مسلمان دین اللہ سے پھر جائے (۲) پرہیزگاری کے بعد بدکاری پر اُتر آئے۔ (۳) کسی کو قتل کر دے۔ میں ان تینوں گناہوں سے بری ہوں۔ واللہ جب سے مجھے ہدایت نصیب ہوئی۔ میں نے اسلام کے مقابلے میں کسی مذہب کو پسند نہیں کیا۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اسلام کے بعد کسی کو قتل نہیں کیا۔ پھر تم مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو۔"

ہوا خواہوں کی آمادگیٔ جان نثاری

حضرت عثمان غنیؓ کی یہ سب تقریریں بلوائیوں کے بہرے کانوں پر پڑیں۔ اور وہ بدستور ضد پر قائم رہے۔ اس پر بعض ہوا خواہانِ امت نے اپنے آپ کو جان نثاری کے لئے پیش کیا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت نے کہا۔ انصار اجازت چاہتے ہیں۔ کہ وہ پھر اپنے انصارؓ ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ امیر المومنینؓ نے جنگ کی اجازت نہ دی۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے جاں بازی کے جوہر دکھانے کی اجازت طلب کی۔ تو خلیفۂ وقت نے خونریزی سے منع فرمایا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے عرض کی "تین صورتیں آپ کے سامنے ہیں (۱) ہمارے گروہ جمعیت کو ہمراہ لے کر مقابلے کے لئے میدان میں نکلئے۔ اور حق و باطل کے خلاف نبرد آزما ہو جیئے (۲) صدر دروازہ تو بلوائیوں نے گھیر رکھا ہے۔ ہم عقب سے دروازہ توڑ کر آپ کے لئے مکہ چلے جانے کا انتظام کر دیتے ہیں۔ وہاں لوگ جنگ سے باز رہیں گے۔ (۳) خادم شا

ہو جائیے۔ وہاں کے لوگ وفادار ہیں۔ اور معاویہؓ موجود ہیں"۔ امام امت نے جواب میں فرمایا "میں مقابلہ نہیں کروں گا۔ کیوں کہ مجھے رسول اللہ صلعم کا وہ پہلا خلیفہ بننا منظور نہیں جس کے ہاتھ سے خوں ریزی امت کی ابتدا ہو۔ مکہ چلا جانا میں پسند نہیں کرتا۔ کیوں کہ یہ لوگ وہاں بھی معرکہ آرائی سے باز نہ آئیں گے۔ اور مجھے رسول اللہ صلعم کی اس پیش گوئی کا مصداق بننا گوارا نہیں۔ کہ ایک شخص کے ہاتھ سے مکہ کی حرمت اٹھ جائے گی۔ اور وہ سارے جہان کے نصف عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اہلِ شام وفادار اور معاویہؓ وہاں موجود سہی۔ مگر میں دارالہجرت اور جوارِ رسولؐ سے علٰحدہ نہ ہوں گا"۔

شہادت

باغیوں کو یقین تھا۔ کہ اسلامی فوجیں امیرالمومنینؓ کی حمایت کے لئے مدینہ آنے والی ہیں۔ اس لئے انھوں نے بہت جلد ان کا چراغِ زندگی گل کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا۔ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرامؓ نے گھر سے باہر نکلنا اور ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے جانبازی سے کام لیتے ہوئے کاشانہ خلافت کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلوائیوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ لیکن خلیفہ وقت نے بے حد اصرار کر کے انھیں مکہ بھیج دیا۔ ورنہ ان کا قول تھا۔ کہ "میں حج کی نسبت ان بلوائیوں کا قلع قمع کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں"۔ حضرات حسنؓ بن علیؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمدؓ بن طلحہؓ، سعیدؓ بن العاصؓ وغیرہم باغیوں کو روکنے کے لئے دروازے پر موجود تھے اس لئے وہ اندر داخل نہ ہو سکتے تھے۔ ان حضرات نے حملہ آوروں سے جنگ کر کے انھیں پیچھے ہٹا دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان غنیؓ نے ان بزرگوں اور بزرگ زادوں کو لڑنے سے منع کر کے گھر میں بلا لیا۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ بلوائیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انھوں نے دروازے میں آگ لگا دی۔ اور زبردستی اندر داخل ہو گئے۔ بعض باغی پاس کے مکان میں چلے گئے اور دیوار پھاند کر حملہ آور ہوئے۔ حضرت عثمان غنیؓ قرآن عزیز کی تلاوت فرما رہے تھے۔ سب سے پہلے محمد بن ابی بکرؓ نے آگے بڑھ کر ان کی ریش مبارک پکڑ لی۔ اور درشت الفاظ سے مخاطب ہوئے۔ انھوں نے فرمایا "بھتیجے تمھارے باپ کبھی میری ڈاڑھی نہ پکڑتے۔ اور تمھارے اس فعل کو ہرگز جائز نہ سمجھتے"۔ یہ سن کر وہ

Marfat.com

محجوب ہو گئے۔ اور داڑھی چھوڑ کر لوٹ گئے۔
اس کے بعد بلوائیوں کی ایک ٹولی اسی طرف سے دیوار پھاند کر اندر آئی۔ اور کنانہ بن بشر نے تلوار کا وار کیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہؓ نے وار کو ہاتھ پر روکا جس سے ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ کنانہ نے دوسرا بھرپور وار کیا۔ اور انھوں نے جام شہادت نوش کر لیا۔ خون کے قطرے، کتاب اللہ کے اوراق پر گرے۔ شہادت کے وقت یہ آیت زبان پر تھی۔ فسیکفیکھم اللّٰہ وھو السمیع العلیم۔ گھر میں کہرام برپا ہو گیا۔ بدمعاش باغیوں کا ایک ریلا آیا۔ اور ہر طرف لوٹ مچ گئی۔ جو چیز جس کے ہاتھ آئی۔ لے کر چلتا بنا۔
۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کو یہ حادثہ رونما ہوا۔ دو دن تک نعش مبارک بے گور و کفن پڑی رہی آخر حضرات زبیرؓ، حسنؓ، ابوجہمؓ بن حذیفہؓ اور مروان وغیرہ جنازہ لے کر نکلے۔ باغیوں نے رسوم وفات کی ادائی میں بھی مزاحمت کرنی چاہی۔ لیکن حضرت علیؓ نے انھیں سختی سے روکا۔ حضرت جبیرؓ بن مطعم یا بروایت دیگر حضرت زبیرؓ بن عوامؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور فرماں روائے اسلام کو غسل کے بغیر اسی خون آلود لباس میں جنت البقیع کے قریب حش کوکب میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ شہادت کے وقت سن شریف ۸۲ برس کا اور مدتِ خلافت بارہ سال تھی۔

ازواج و اولاد حضرت عثمان غنیؓ نے وقتاً فوقتاً متعدد شادیاں کیں۔ جن سے گیارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

نظامِ خلافت

حضرت عثمان غنیؓ نے فاروقیؓ نظامِ خلافت کو بہترین قرار دیتے ہوئے اسی طرح قائم رکھا۔ البتہ بعض ضروری تبدیلیاں کر دیں۔ اور ترقی طلب محکموں کو ترقی دی۔

مجلس شوریٰ خلافت کے نہایت اہم سیاسی معاملات کے تصفیے کے لئے حضرت عثمان غنیؓ ایک مجلس مشاورت منعقد کر کے صحابۂ کرامؓ اور عمال سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

صوبوں کی تقسیم صوبوں کی تقسیم میں کسی قدر تبدیلی کر دی گئی۔ مثلاً شام کے مختلف

صوبوں کو یک جا کر کے ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ اور اس کی عنانِ انتظام حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ میں دے دی گئی۔ نئے مفتوحہ علاقوں کو نئے صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

حکام کا احتساب

اگرچہ حضرت عثمان غنیؓ فطرتاً نرم طبع ہونے کے باعث حضرت فاروق اعظمؓ کی طرح عمال کے اعمال کا سختی سے احتساب نہ کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی کسی حاکم سے اسلام، اخلاق یا سیاست کے خلاف کوئی حرکت سرزد ہوتی تھی۔ اسی وقت اس کے خلاف شدید تدابیر عمل میں لاتے تھے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، ولیدؓ، سعیدؓ بن العاص اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو مختلف جرائم کی پاداش میں مناسب سزائیں دیں۔

حج کی تقریب پر تمام صوبوں کے حاکم طلب کئے جاتے تھے۔ اور عام اجازت دی جاتی تھی۔ کہ جس شخص کو کسی عامل کے خلاف کوئی شکایت ہو۔ وہ پیش کرے۔ اس طرح ہر فریادی کی مناسب دادرسی کی جاتی تھی۔

بیت المال کی آمدنی اور خرچ

حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں جدید فتوحات کی بنا پر آمدنی میں معقول اضافہ ہو گیا۔ اور اسی لحاظ سے لوگوں کو وظیفے عطا کرنے کے باعث خرچ بھی بڑھ گیا۔ رمضان میں نقد رقم پانے والے افراد کے لئے کھانا بھی مقرر کر دیا گیا۔ علاوہ بریں رفاہِ عام کے کاموں میں بھی بہت سا روپیہ صرف کیا گیا۔

فوجی نظام

فوج کے محکمے میں ترقی اور تبدیلی کی گئی۔ سپاہیوں کی تنخواہ بڑھا دی گئی مزید فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ شام میں انطاکیہ سے طرطوس تک اور بحیرۂ روم کے ساحل پر فوجی نوآبادیاں بسائی گئیں۔ گھوڑوں وغیرہ کی چراگاہوں میں معقول اضافہ کیا گیا۔ اور اس سلسلے میں چشمے جاری کرائے گئے۔

بحری فوج

بحری فوج کا قیام عہدِ عثمانیؓ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ جب امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے بحیرۂ روم میں فوجیں اُتارنے کی اجازت طلب کی۔ تو پہلے آپ نے حضرت فاروق اعظمؓ کی طرح انکار کر دیا۔ لیکن بعد میں پیہم اصرار سے

Marfat.com

مجبور ہو کر اس شرط پر اجازت دے دی۔ کہ شرکتِ جنگ کے لئے کسی پر جبر نہ کیا جائے۔ امیر معاویہؓ نے جزیرہ قبرص کو فتح کرنے کے بعد تھوڑے ہی عرصے میں اس قدر عظیم الشان اسلامی بیڑا تیار کر لیا۔ کہ اس زمانے کا سب سے زبردست رومی بیڑا بھی اس کے آگے فروغ نہ پا سکا۔ چنانچہ ۳۱ھ میں جب رومی بیڑے نے چھ سو جہازوں کی بے پناہ طاقت سے سواحل شام پر حملہ کیا۔ تو اسلامی بیڑے نے اسے شکست فاش دے کر زبان واقعیت سے اپنی آفاق گیر برتری کا اعلان کر دیا۔

امور رفاہِ عامّہ حضرت عثمان غنیؓ نے عامّۃ الناس کے فائدے کے لئے بہت سے کام انجام دیئے۔ مثلاً دفتروں کے لئے وسیع عمارتیں بنوائیں۔ پل، مسافر خانے اور سڑکیں تعمیر کرائیں۔ کوفہ میں ایک بہت بڑا مہمان خانہ بنوایا۔ نجد اور مدینہ کے درمیان ایک سرائے تعمیر کرائی اور ایک کنواں کھدوایا۔ مدینہ کو سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لئے مدری کے قریب ایک بند بنوا کر نہر کھدوادی اور سیلاب کا رُخ تبدیل کر دیا۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع مسجد نبویؐ کی تعمیر و توسیع حضرت عثمان غنیؓ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اگرچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد میں اسے کافی وسعت دی تھی۔ لیکن عہد عثمانیؓ میں یہ بالکل ناکافی ثابت ہوئی۔ اس لئے انھوں نے از سر نو اس کی تعمیر و توسیع کرائی۔

قرآن مجید کی اشاعت ان کی سب سے بڑی مذہبی خدمت یہ ہے۔ کہ انھوں نے تمام مسلمانوں کو ایک قرأت اور ایک قرآن پر متحد کیا۔ عرب میں بعض الفاظ قرآنی کا املا اور تلفظ مختلف طریقوں سے کیا جاتا تھا۔ لیکن معنی بدستور قائم محفوظ رہتے تھے۔ مگر عجمیوں میں اس خفیف اختلاف کو زبردست اہمیت حاصل ہو گئی اور ہر مقام کے باشندے اپنی ہی قرأت کو صحیح سمجھنے لگے۔ حضرت حذیفہؓ بن یمان نے عجمیوں کے اس اختلاف کو اندیشے کی نظروں سے دیکھا۔ چنانچہ انھوں نے ایک جہاد سے واپس آکر دربار خلافت میں عرض کی۔ کہ اس اہم امر کا انسداد کرنا چاہئے۔ اس پر حضرت عثمان غنیؓ نے عہد صدیقیؓ کا مرتب کیا ہوا نسخہ مہیا کر کے اس کی نقلیں تمام اسلامی ملکوں میں ارسال کرا دیں

Marfat.com

موذنین عہدِ عثمانیؓ میں موذنین مساجد کی باضابطہ تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

دوسری خدمات حضرت عثمان غنیؓ مدینہ میں اہلِ اسلام کو مذہبی تعلیم اور اخلاقی تربیت دینے کا فریضہ خود انجام دیتے تھے۔

لہو ولعب کی ممانعت مدینہ والوں میں کبوتر بازی اور غلیل بازی کا عام رواج ہو گیا تھا۔ انھوں نے ان دونوں مشغلوں کو لہو ولعب قرار دے کر ان کی ممانعت کر دی۔

علم وفضل حضرت عثمان غنیؓ ایک تعلیم یافتہ بزرگ تھے۔ اگرچہ انھیں تقریر میں کوئی خاص امتیازی مقام حاصل نہ تھا۔ لیکن تحریر میں کمال دل کشی پائی جاتی تھی۔ اور اسی بنا پر کتابت وحی کی عظیم الشان خدمت ان کے سپرد تھی۔ مذہبی علوم پر کامل عبور رکھتے تھے۔

علمِ قرآنی کے تو بحرِ مواج تھے۔ اور یہ سرچشمۂ نبوت سے فیض یاب ہونے کا اثر تھا۔ ایک رکعت میں سارا قرآن ختم کر دینا ان کا حیرت انگیز کمال تھا۔

حدیث میں ان کا درجہ مسلّم تھا۔ اگرچہ بہت سی حدیثیں ان کے حافظے میں محفوظ تھیں مگر روایت کرنے میں بہت محتاط تھے۔ فرماتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ جو شخص میری طرف ایسا قول منسوب کرے گا۔ جو میں نے نہیں کہا۔ اسے چاہیے کہ جہنّم میں اپنا ٹھکانا بنانے کے لئے تیار رہے"۔

فقہ میں وہ ایک بلند پایہ اور مستند مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے۔ کتب احادیث ان کے فقہی اجتہاد پر شاہد عادل ہیں۔ علم فرائض میں وہ امام فن تھے۔ اس فن کو باقاعدہ مرتب کرنے والے دو ہی بزرگ مسلم الثبوت سمجھے جاتے ہیں (۱) حضرت زیدؓ بن ثابت اور (۲) حضرت عثمان غنیؓ۔ اس زمانے کے بزرگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ ان دونوں کے اُٹھ جانے سے علم فرائض بھی دنیا سے اُٹھ جائے گا۔

سیرت الغنیؓ حضرت عثمان غنیؓ زمانۂ جاہلیت ہی سے بہت بڑے دولت مند تھے لیکن زندگی کے کسی حصّے میں بھی ان کا دامنِ کردار داغِ معصیت

Marfat.com

سے آلودہ نہ ہوا۔

خوفِ خدا وہ پہلو میں ایک نہایت حساس اور رقت آمیز دل رکھتے تھے۔ رواں رواں خوفِ خدا سے لبریز تھا چلتے چلتے راہ میں کوئی قبر آجاتی تو وفورِ تاثر کے باعث آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہہ جاتا۔

آخرت کا ڈر آپ ہر وقت قیامت کے مواخذے سے خائف رہتے تھے۔ فرماتے "اگر مجھے علم ہو کہ میں بہشت میں جاؤں گا یا دوزخ میں۔ تو میں اس کا فیصلہ ہونے کے مقابلے میں پیوند زمین ہو جانے کو ترجیح دوں گا"

عشقِ رسولؐ حضرت عثمان غنیؓ کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایسا عشق تھا کہ باید و شاید چنانچہ آپ کے ایک اشارے پر مال وجان قربان کرنے کو ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آنحضرتؐ کی خفیف سے خفیف تکلیف بھی ان سے دیکھی نہ جاسکتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت عثمان غنیؓ کو معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت رسولؐ پر فاقوں کی نوبت آگئی ہے۔ سنتے ہی تڑپ گئے۔ زار زار رونے لگے۔ اور اسی وقت بہت سے گیہوں، آٹا، بکری کا گوشت کھجور اور تین سو نقد حرم نبویؐ میں پیش کرکے گزارش کی۔ کہ ایسے موقع پر عثمان کو یاد فرمائی کی سعادت بخشی جائے۔

احترامِ رسولؐ ان کے دل میں رسول اللہ صلعم کا حد سے زیادہ احترام تھا۔ یہاں تک انھوں نے بیعت کے وقت جو ہاتھ حضور پُرنورؐ کے دستِ مبارک میں دیا تھا۔ اسے تازیست مقامِ نجاست سے مس نہ ہونے دیا۔

سنت کی پیروی سنت نبویؐ کا اتباع ان کے تاجِ عظمت کا گوہر بے بہا تھا۔ عمر بھر کبھی اور کسی حالت میں بھی ان کے قدم صراطِ مستقیم سے نہ ڈگمگائے فرمانِ رسولؐ کا اس قدر پاس تھا۔ کہ جان دے دی۔ مگر دشمن سے مقابلہ نہ کیا۔

خدا کی راہ میں خرچ خدا کی راہ میں مقدور بھر مال و زر صرف کرنا اُن کا معمول تھا۔ ان کے حالاتِ زندگی اس حقیقت پر شاہدِ عادل ہیں انھوں نے دو لاکھ اشرفی کی مستقل جائداد فی سبیل اللہ وقف کر رکھی تھی

Marfat.com

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں ہولناک قحط پڑا۔ اور لوگ غلے کے لئے دانے دانے کو ترس گئے۔ ایک دن خبر گرم ہوئی۔ کہ غلے سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے ہیں۔ مدینہ کے تاجر فی الفور ان کے پاس گئے۔ اور کہا۔ "ہمیں ڈیوڑھے نفع پر غلہ دے دیجئے۔" فرمایا "۔ گواہ رہنا۔ میں نے سارا غلہ مدینہ کے محتاجوں کو دے دیا ہے۔"

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ "اسی رات میں نے خواب دیکھا۔ کہ رسول اللہ صلعم نوری حلّہ زیب تن فرمائے ایک گھوڑے پر سوار جا رہے ہیں۔ میں نے بڑھ کر عرض کی۔ مجھے آپ کی زیارت کی انتہائی تمنا تھی۔ ارشاد ہوا۔ "مجھے جانے کی جلدی ہے۔ آج عثمانؓ نے ایک ہزار اونٹ غلہ فی سبیل اللہ فقراو مساکین کو دے دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اسے قبول فرما کر بہشت میں ایک دُلہن کے ساتھ عثمانؓ کا عقد کیا ہے۔ میں اس میں شامل ہونے کے لئے جا رہا ہوں"۔

سخاوت سخاوت ان کی طبیعت میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ بہت سی بیوائیں یتیم اور تنگ دست عزیز ان کی فیاضی سے پرورش پاتے تھے۔

حیا حیا ان کے دامنِ کردار کی نمایاں زینت تھی۔ رسول اللہ صلعم کو بھی ان کی حیا کا بیحد پاس تھا۔ ایک دفعہ مجلس نبویؐ آراستہ تھی۔ اور بے تکلفی کی نشست میں زانوئے مبارک سے کپڑا ذرا سرک گیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اسی طرح رہنے دیا۔ اتنے میں حضرت عثمان غنیؓ آگئے۔ حضورؐ نے انھیں دیکھتے ہی کپڑا درست کر لیا۔ صحابہؓ نے وجہ دریافت کی۔ تو فرمایا۔ "عثمانؓ کی حیا کا فرشتے بھی لحاظ کرتے ہیں۔"

حلم وعفو وہ حلم وعفو کا تو گویا مجسمہ تھے۔ اسی وصف سے ناجائز فائدہ اٹھا کر حکام امویہ بے عنوانیوں پر اُتر آئے تھے۔ مصیبتوں کے پہاڑ پر پہاڑ ٹوٹے۔ حوادث کے طوفان پر طوفان اُمڈے۔ لیکن اس پیکر صبر و تحمل کے پاؤں میں خفیف سی بھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔

غلاموں سے سلوک انھیں غلاموں کی آسائش کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔

چنانچہ تہجد کے وقت خود ہی اُٹھ کر وضو وغیرہ کر لیتے۔ اور کسی غلام کو جگانا مناسب خیال نہ فرماتے جب عرض کیا جاتا۔ کہ غلام اس خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ تو فرماتے۔ کہ رات کے وقت ان کے آرام میں خلل ڈالنے کی کیا ضرورت ہے۔

ذریعۂ معاش

حضرت عثمان غنیؓ تجارت کے ذریعے سے کسب معاش کرتے اور سیم وزر میں کھیلتے تھے۔ علاوہ بریں خیبر کی ایک جاگیر اور بہت سی اراضی کے مالک تھے۔ عرب کے بڑے بڑے رئیسوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اسی لئے ان کا لقب غنی پڑ گیا تھا۔ زندگی میں لاکھوں روپے کا کاروبار تھا۔ اور شہادت کے وقت جائداد کے علاوہ ۳۵ لاکھ درہم اور ڈیڑھ لاکھ دینار نقد چھوڑ گئے۔

غذا اور لباس

وہ دایۂ ثروت کی آغوش میں پلنے، بڑھنے اور پروان چڑھنے کے باعث اچھا کھاتے اور اچھا پہنتے تھے۔ دسترخوان کی وسعت کثیر التعداد افراد کی شکم پُری کی کفیل ہوتی تھی۔

ساتواں باب

حضرت علی مرتضیٰ رض

۳۵ھ سے ۴۰ھ تک

تذکرۂ مرتضیٰ رض

علی رض نام، ابوالحسن اور ابوتراب کنیت اور مرتضیٰ رض لقب تھا۔ رسول اللہ صلعم کے عم زاد بھائی اور فرزند نسبتی تھے۔ حضرت علی رض کے والد ابوطالب نے اُس وقت آنحضرت ؐ کو دامنِ سرپرستی میں لیا۔ جب آپ نے ابھی گلشنِ حیات کی آٹھ ہی بہاریں دیکھی تھیں۔ اور والدین اور دادا سب کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو چکے تھے۔ ابوطالب کو حضورِ انور ؐ سے انتہائی اُنس تھا۔ اس لئے انھوں نے آپ کو کفار کی چیرہ دستیوں سے مامون و محفوظ رکھا۔ حضرت علی رض کی والدہ بھی آپ کو بے حد محبّت و شفقت کی نظروں سے دیکھتی تھیں۔ بنابریں رسول اللہ صلعم کو ابوطالب اور ان کی اولاد سے نہایت محبّت تھی۔

رسولِ مقبول ؐ نے اپنے محبوب و شفیق چچا کا ہاتھ بٹانے کے لئے حضرت علی رض کا بارِ کفالت دوش مبارک پر اٹھا لیا۔ اور انھیں اپنی آغوشِ تربیت میں جگہ دی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ان کا دامنِ کردار عہدِ جاہلیت کے داغ ہائے معاصی سے کلیۃً محفوظ رہا۔ اور رسولِ کریم ؐ کے دعوتِ اسلام دینے پر نوجوانوں میں سب سے پہلے انھیں نے لبیک کہا۔

سعادتِ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد حضرت علی رض رسول اللہ صلعم کے دست و بازو بن گئے۔ اور اپنی ساری زندگی آنحضرت ؐ کی جاں سپارانہ خدمت کے لئے وقف کر دی۔ چنانچہ ہجرت اور غزوات وغیرہ میں حضرت علی رض کے زرّیں کارنامے اس حقیقت پر

شاہد عادل ہیں۔ اسی بنا پر آنحضرتؐ نے ان سے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ "تم میرے وارث اور بھائی ہو"۔

سنہ ۲ھ میں رسول اللہ صلعم نے حضرت علیؓ کو اپنی صاحب زادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے شرف عقد سے مفتخر فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور انورؐ کے غسل اور تجہیز و تکفین کا فخر بھی حضرت علیؓ ہی کے حصے میں آیا۔

خلافت اور واقعات

بیعت خلافت

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک اُمت مسلمہ انتخاب خلیفہ کی برکت سے محروم رہی۔ مدینہ میں باغیوں کا طوطی بول رہا تھا۔ لیکن خلافت کا قیام بھی اشد ضروری تھا۔ بالعموم کثرت رائے حضرت علیؓ کی طرف تھی۔ لوگوں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کے لئے عرض کی۔ انھوں نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ جن صاحب کو بھی انتخاب کریں گے۔ میں ان پر مہر قبول ثبت کر دوں گا۔ آخر لوگوں کی طرف سے انتہائی اصرار اور ملت اسلامیہ کے فائدے کے زیر نظر انھوں نے خلافت کے بارِ گراں کے لئے اپنا دوشِ ہمت پیش کر دیا۔ اور بیعت کی غرض سے مسلمانوں کے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر سے ایک بے پناہ طوفان امنڈ آیا۔ اس کے بعد ذی الحجہ سنہ ۳۵ھ میں وہ مسند خلافت پر متمکن ہو گئے۔

قاتلین عثمانؓ سے قصاص کا مسئلہ

اب حضرت علیؓ کے سامنے سب سے اہم اور مقدم مسئلہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے قصاص لینا تھا۔ لیکن یہ معاملہ جس قدر ضروری تھا، اسی قدر دشوار و پیچیدہ بھی۔ بڑی بھاری دقت یہ تھی۔ کہ قاتلوں کے متعلق عینی شہادت کوئی نہ تھی۔ سانحۂ شہادت کے وقت صرف حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ حضرت نائلہؓ گھر میں تھیں۔ لیکن وہ کسی کو پہچانتی نہ تھیں۔ اگر پہچانتی تھیں تو محض محمدؓ بن ابی بکر کو۔ مگر جب ان سے پوچھا گیا۔ کہ آیا یہ بھی قاتلوں کے گروہ میں سے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا، نہیں۔ یہ واقعۂ قتل سے پہلے ہی گھر سے باہر واپس جا چکے تھے۔

Marfat.com

مشکل یہ کہ قاتلین کی جماعت حضرت علیؓ کے قابو سے باہر تھی۔ اس لئے وہ بالکل ہی مجبور ہو گئے۔ اِدھر یہ صورت حالات تھی۔ اُدھر وہ رنگ تھا۔ کہ عامی سے لے کر صحابہ کرامؓ تک شدو مد سے قصاص کا مطالبہ کر رہے تھے۔

عثمانیؓ عمّال کی معزولی

ایک نازک مسئلہ ابھی حل طلب تھا۔ کہ دوسرا سیاسی معاملہ سامنے آگیا۔ اور وہ یہ کہ ۳۶ھ میں حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ اور عہد عثمانیؓ کے دوسرے عاملوں اور والیوں کی معزولی کا فرمان نافذ کر دیا۔ یہ خبر پاتے ہی حضرت علیؓ کے ایک قریبی رشتہ دار اور مشہور مدبر و ماہر سیاسیات حضرت مغیرہؓ بن شعبہؓ نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ عاملین دورِ عثمانی کو معزول کرنے میں عجلت سے کام نہ لیجئے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ اب بھی ان لوگوں کی معزولی کا فرمان واپس لے لیجئے۔ پہلے ان سے بیعت لیجئے۔ پھر جب وہ آپ کی خلافت تسلیم کریں۔ تو جو جی میں آئے کیجئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے ان کی ایک نہ سُنی۔ اور تجویز کے ماننے سے بڑی سختی کے ساتھ انکار کیا۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کو اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے بھی یہی رائے دی۔ کہ عثمانیؓ عمّال کو بحال رکھئے۔ حتیٰ کہ آپ کی خلافت مضبوط بنیادوں پر قائم ہو جائے۔ لیکن اگر آپ نے ان حکام کی معزولی میں جلدی کی۔ تو بنی امیہ قاتلینِ عثمانؓ سے طلبِ قصاص کی آڑ لے کر آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور قصرِ خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے پر تُل جائیں گے۔ مگر حضرت علیؓ نے ان کا بھی مشورہ قبول نہ کیا۔ اور اپنے فرمان کے مطابق عثمانؓ بن حنیف کو بصرہ کا، عمارہ بن شہاب کو کوفہ کا۔ عبیداللہ بن عباسؓ کو یمن کا، قیس بن سعد کو مصر کا اور سہیل بن حنیف کو شام کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا۔

عثمانؓ بن حنیف کو اہلِ بصرہ میں سے بعض نے اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔ اور بعض خاموش رہے بن شہاب کو راستے ہی میں ابن خویلدؓ نے قتل کی دھمکی دے کر واپس بھیج دیا۔ ابن عباسؓ نے بلا مزاحمت یمن کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لے لی۔ اہلِ مصر میں سے بعض نے ابن سعد کی طاعت قبول کر لی۔ اور بعض نے جواب دیا۔ کہ ہم اپنے بھائیوں کے مدینہ سے یہاں واپس آنے تک کسی قسم کا اقدام نہیں کرنا چاہتے۔ سہیل بن حنیف تبوک پہنچے تو بعض سواروں

نے انھیں وہیں سے لوٹا دیا۔

حضرت علیؓ نے ایک قاصد کے ہاتھ بیعت کے لئے امیر معاویہؓ کے پاس خط بھیجا تھا انھوں نے عرصے تک قاصد کو ٹھہرائے رکھا۔ پھر اپنے دو قاصدوں کے ہاتھ ایک سربمہر خط مدینہ روانہ کیا۔ حضرت علیؓ نے لفافہ کھولا۔ تو وہ بالکل خالی نکلا۔ انھوں نے کڑی نگاہ سے قاصد کی طرف دیکھا۔ اس نے امان طلب کرتے ہوئے کہا: "شام میں کوئی شخص آپ کی بیعت پر آمادہ نہ ہوگا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کہ وہاں کے ساٹھ ہزار شیوخ عثمانؓ کے خون آلود پیراہن پر رو رہے ہیں۔ اور قصاص لینے کا حلف اٹھا چکے ہیں۔ وہ پیراہن اور نائلہؓ زوجہ عثمانؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں جامع دمشق کے منبر پر لٹکا دی گئی ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ پر ساری حقیقت منکشف ہوگئی۔ اور فرمایا۔ "اے اللہ! میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں"

شام پر حملے کی تیاری

اب حضرت علیؓ نے حالات حاضرہ کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے امیر معاویہؓ کے خلاف شام پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس سے اکثر صحابہؓ شش و پنج میں پڑ گئے۔ کہ ایک کلمہ گو کی تلوار کیونکر دوسرے کلمہ گو بھائی کے خلاف بے نیام ہوسکتی ہے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ سے اجازت لے کر ادائے عمرہ کے لئے مکہ معظمہ چلے گئے۔ اور خلیفۂ وقت نے مدینہ میں اعلان کرا دیا۔ کہ شام پر چڑھائی کرنے کے لئے لوگ ساز و سامان درست کر کے تیار ہو جائیں۔ غرض بہت سے صحابہؓ نے دوررس تدبر سے کام لے کر شریکِ حملہ ہونا پسند نہ کیا۔ اور بعض نے اس جنگ کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ خلیفہ کی طرفداری کیوں کی۔

مکہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تیاریاں

اِدھر حضرت علیؓ امیر معاویہؓ کے خلاف فوج کے نظم و نسق میں سرگرمی سے مصروف تھے۔ اُدھر مکہ سے اطلاع ملی۔ کہ وہاں ان کے خلاف زور شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں یہ سنتے ہی انھوں نے شام پر حملے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حج کے بعد مدینہ واپس تشریف لا رہی تھیں۔ کہ مقام سرف میں حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت

کا حال معلوم ہوا۔ وہ وہیں سے مکہ لوٹ گئیں۔ اور لوگوں کو حضرت عثمان غنیؓ کے قصاص اور اصلاح فتنہ و فساد کی دعوت دی۔ بہت سے مسلمان ان کے لوٹ آنے کی اطلاع پاکر جمع ہو گئے۔ انھوں نے اس مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"خدا کی قسم۔ عثمانؓ مظلوم شہید کئے گئے۔ میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی۔ افسوس ہے۔ کہ اطراف و اکناف کے عوام۔ اجانب اور مدینہ کے غلاموں نے مل کر بلوہ کیا۔ اور عثمانؓ کی مخالفت اس لئے کی کہ انھوں نے عنانِ حکومت کم سنوں کے ہاتھ میں دے دی۔ حالانکہ ان کے پیش رووں نے بھی ایسا کیا تھا۔ جب یہ بلوائی اپنے دعوے کے لئے کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔ تو عثمانؓ کی دشمنی پر مستعد اور بدعہدی کو تیار ہو گئے۔ جس خون کو خدا نے حرام کیا تھا۔ اسے بہایا۔ اور جس شہر کو خدا نے اپنے رسولؐ کا دار ہجرت بنایا تھا۔ وہاں خون ریزی کی۔ جس مہینے میں خون ریزی ممنوع تھی۔ اس مہینے میں خون ریزی کی۔ اور ناجائز طریقے سے دوسرے کے مال پر قبضہ کیا۔ خدا کی قسم عثمانؓ کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام جہان سے بڑھ کر ہے۔ جس وجہ سے یہ لوگ عثمانؓ کے دشمن ہوئے تھے۔ عثمانؓ اس سے پاک و صاف ہو چکے تھے۔" میں اس لئے واپس آئی ہوں۔ کہ عثمانؓ مظلوم شہید کر دئے گئے۔ اس شور و غوغا اور فتنہ و فساد کی اصلاح اس طرح نہ ہو گی۔ عثمانؓ کے خون کا بدلہ لے کر اسلام کو معزز کرو۔"

عبداللہ بن عامر حضرمی جو مکہ میں حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے عامل تھے۔ یہ تقریر سن کر جوش و ولولہ سے بول اٹھے۔ "سب سے پہلے خون عثمانؓ کا بدلہ لینے والا میں ہوں۔" یہ سنتے ہی بنی امیہ کے تمام افراد نے جو ابھی مکہ پہنچے تھے۔ اس آواز پر لبیک کہا۔ یعلی بن امیہ نے جو یمن سے آئے تھے۔ چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم یا بروایت دیگر چھ لاکھ دینار نقد پیش کئے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل ہو گئے۔ رفتہ رفتہ اس لشکر کی تعداد تین ہزار تک پہنچ گئی۔

بصرہ کی طرف روانگی | پہلے مدینہ، پھر شام کی جانب روانہ ہونے کے متعلق گفت و

شنید ہوئی۔ لیکن آخر بصرہ جانے پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ غرض یہ لشکر پوری تیاری کے سا
مکہ سے روانہ ہوا۔ بروایت طبری "اس روز مسلمان اسلام پر اس قدر روئے۔ کہ پہلے کبھی
روئے تھے۔ چنانچہ اس دن کا نام ہی "یوم گریہ" پڑ گیا [redacted]

جب یہ قافلہ حواب کے چشمے پر پہنچا۔ تو کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں
حضرت عائشہؓ نے دریافت فرمایا۔ "یہ کون سا چشمہ ہے؟" عرض کی گئی۔ کہ "حواب"۔
فرمایا۔ "مجھے یہیں سے لوٹا دو"۔ کہا گیا "کس لئے؟" ارشاد ہوا۔ کہ "ایک دفعہ رسول
صلعم نے بیویوں کی موجودگی میں ارشاد فرمایا۔ "کاش مجھے معلوم ہو جاتا۔ کہ تم میں سے کس
کو دیکھ کر حواب کے کتے بھونکیں گے"۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے اپنے اونٹ کو
وہیں بٹھا لیا۔ لیکن جب چالیس اشخاص نے حلفیہ شہادت دی۔ کہ یہ حواب کا چشمہ نہیں
تو وہ وہاں سے آگے بڑھیں [redacted]

جب یہ لشکر بصرہ کے قریب پہنچا۔ تو وہاں کے موجودہ عامل عثمان بن حنیف نے چند
ذی اثر لوگوں کو سفیروں کے طور پر دریافت حال کے لئے بھیجا۔ انھوں نے حاضر ہو کر عا
بصرہ کی طرف سے تشریف آوری کا سبب دریافت کیا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں
یہ تقریر فرمائی :-

"واللہ میرے رتبے کے لوگ اپنا ارادہ نہیں چھپاتے۔ اور نہ کوئی ماں اپنے بیٹوں سے
کوئی حال پوشیدہ رکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ عوام اور فتنہ پرداز لوگوں نے حرم رسولؐ
(مدینہ) پر حملہ کیا۔ اور اس میں فتنہ و فساد برپا کر کے اور مفسد پردازوں کو پناہ دے کر
اپنے آپ کو اللہ اور رسولؐ کی لعنت کا سزاوار بنا لیا۔ انھوں نے بلا وجہ اور بے خطا
امام المسلمینؓ کو شہید کیا۔ معصوم خون بہایا۔ اس مال کو لوٹا جو ان کے لئے حرام تھا۔
مقدس شہر اور مقدس مہینے کی بے حرمتی کی۔ لوگوں کی آبروریزی کی۔ مسلمانوں کو
مارا۔ ان کے گھروں میں جبراً داخل ہو گئے۔ جو ان کے رکھنے کے روادار نہ تھے۔
انھوں نے نقصان پہنچایا۔ مسلمانوں میں نہ ان سے بچنے کی طاقت تھی۔ اور نہ
وہ ان سے محفوظ ہیں۔ میں مسلمانوں کو لے کر اس لئے نکلی ہوں۔ کہ لوگوں کو بتاؤں

ان سے مسلمانوں کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لاخیر فی کثیر من نجواھم اِلّامن امر بصدقۃٍ اومعروفٍ او اصلاحٍ بین النّاس۔ (لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں۔ لیکن یہ کہ خیرات اور عام نیکی کا حکم دیں۔ اور لوگوں کے درمیان اصلاح کریں) ہم اصلاح کے لئے اٹھے ہیں۔ جس کا اللہ اور رسولؐ نے ہر چھوٹے بڑے اور زن و مرد کو حکم دیا ہے۔ یہ ہے ہمارا وہ نیک مقصد جس پر تمہیں آمادہ کر رہے ہیں۔ اور جس کی برائی سے تمہیں روکنا چاہتے ہیں۔"

اس کے بعد ان سفیروں نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر آنے کی وجہ دریافت کی۔ انھوں نے جواب میں فرمایا۔ "ہم عثمانؓ کا بدلہ لینے آئے ہیں"۔ عرض کی "کیا آپ دونوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی؟" ارشاد ہوا۔ "ہاں ہم نے بیعت کی تھی۔ لیکن اس شرط پر کہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ بیعت کے وقت تلوار ہمارے سر پر تھی"۔ سفیروں نے عثمان بن حنیف کے پاس جا کر من وعن سارا حال سنا دیا۔ عثمان بن حنیف نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر سفیروں سے دریافت کیا۔ تمہارا کیا ارادہ ہے۔ انھوں نے کہا۔ خاموش رہنا بہتر ہے۔ لیکن عثمان بن حنیف نہ مانا۔ اور بزور و جبر حضرت عائشہؓ کو روکنا چاہا۔ بعض لوگوں نے اسے مشورہ دیا۔ کہ دیکھو حضرت علیؓ کے آنے تک نرمی اور مصالحت اختیار کرو۔ ورنہ تمہاری اس روش سے ایسی پیچ در پیچ الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ کہ سلجھائے نہ سلجھ سکیں گی۔ یہ تجویز عثمان کے بہرے کانوں پر پڑی۔ اور اسے ٹھکرا کر میدان میں نکل آیا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی مقابلے پر صف آرا ہوئے اس وقت حضرت عائشہؓ نے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا:۔

"لوگ عثمانؓ پر معترض ہوتے اور ان کے عہدہ داروں کی برائیاں بیان کرتے تھے اور مدینہ آ کر ہم سے شکایتیں بیان کر کے مشورہ چاہتے تھے۔ ہم ان شکایتوں پر غور کرتے۔ تو عثمانؓ کو نیکوکار، متقی اور راست باز اور شکایت کرنے والوں کو خطاکار، باغی اور جھوٹا پاتے تھے۔ ان کے دل میں کچھ تھا۔ زبان پر کچھ۔ جب ان کی تعداد اور طاقت

Marfat.com

بڑھ گئی۔ تو وہ بزور عثمانؓ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ اور کسی وجہ و عذر کے بغیر معصوم خون بہایا۔ قابلِ احترام شہر کی بے حرمتی کی۔

"خبردار ہو جاؤ۔ کہ جو کام تمھیں کرنا ہے۔ اور جس کے خلاف کرنا ناسزا ہے۔ وہ عثمانؓ کے قاتلوں کی گرفتاری اور کتاب اللہ کے احکام کا اجراء ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یدعون الی کتاب اللہ۔ کیا تم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جنھیں کتاب اللہ کا ایک حصہ دیا گیا ہے۔ کہ کتاب اللہ کی جانب انھیں دعوت دی جاتی ہے۔"

اس تقریر کا ایسا معجزانہ اثر ہوا۔ کہ خود عثمان بن حنیف کی ایک جماعت یہ کہہ کر کہ "ام المومنین سچ فرماتی ہیں"۔ اس سے علیحدہ ہو گئی۔ لیکن عثمان ٹس سے مس نہ ہوا۔ اور حضرت علیؓ کے آنے سے پہلے ہی جنگ شروع ہو گئی۔ عثمان نے منہ کی کھائی۔ اور گرفتار ہونے کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حکم سے رہا کر دیا گیا۔ پھر سبائی اور قاتلین عثمانؓ کی جماعت کے بہت سے آدمی پکڑ کر تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔

مدینہ سے حضرت علیؓ کی روانگی

امیر المومنین حضرت علیؓ کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ انھوں نے خطبہ پڑھ کر اہل مدینہ سے امداد طلب کی۔ یہ لوگ عجب مخمصے میں تھے۔ اکابر صحابہؓ اس خانہ جنگی کو ناپسند کرتے ہوئے اس میں شریک نہ ہونا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت زیاد بن حنظلہؓ، ابو قتادہؓ، ابو ... بدریؓ اور خزیمہ بن ثابتؓ ساتھ دینے کو تیار ہوئے۔ تو اور لوگوں نے بھی آمادگی ظاہر کر دی۔ ربیع الاوّل اور بروایت دیگر ربیع الآخر ۳۶ھ میں حضرت علیؓ مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا۔ "اے امیر المومنین آپ مدینہ سے تشریف نہ لے جایئے۔ اگر اس وقت یہاں سے چلے گئے۔ تو خدا کی قسم پھر یہاں لوٹ کر نہ آئیں گے۔ اور مدینہ کی مرکزیت نابود ہو جائے گی"۔ کوفیوں اور بصریوں کے گروہ اور عبداللہ بن سبا کی جماعت بھی ان کے ساتھ تھی۔ حضرت علیؓ نے زیدہ پہنچ کر جگہ جگہ کے نام احکام جاری کئے۔ محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ انھوں

Marfat.com

کوفہ پہنچ کر خلیفۂ وقت کا خط حضرت ابوموسیٰؓ کو دیا۔ اور حضرت علیؓ کے حسب فرمان لوگوں کو شرکتِ جنگ کی ترغیب دینے لگے۔ لوگوں نے جواب دیا "جنگ کے لئے خروج کرنا دنیا کا اور بیٹھ رہنا آخرت کا راستہ ہے"۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ برافروختہ ہوگئے اور حضرت ابوموسیٰؓ سے سخت برتاؤ کیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ بولے۔ "حضرت عثمان غنیؓ کا طوقِ بیعت میری اور علیؓ دونوں کی گردن میں ہے۔ اگر جنگ کرنا ضروری ہے۔ تو قاتلین عثمانؓ سے جہاں کہیں وہ ہوں۔ جنگ کرنی چاہئے"۔ یہ دونوں صاحب اس جواب سے ناامید ہوکر کوفہ سے چل دیئے۔ اور ذی وقار پہنچ کر امیرالمومنینؓ کے سامنے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے اشتر اور ابن عباسؓ کو کوفہ روانہ کیا۔ لیکن وہ بھی حضرت ابوموسیٰؓ پر کچھ اثر نہ ڈال سکے۔ ان کی واپسی پر اپنے صاحبزادہ حضرت امام حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو کوفہ بھیجا۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر دیکھا۔ کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ایک تقریر کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ "لوگو! میری بات مانو۔ تم عرب کی اصل واساس بن جاؤ۔ کہ مظلوموں کو تم سے سہارا ملے۔ اور ڈرے ہوئے تمھاری امان میں آجائیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ "بہت جلد ایک فتنہ پیدا ہونے والا ہے۔ اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑا ہونے والے سے کھڑا ہوا پیادہ چلنے والے سے اور پیادہ چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا۔ تمام مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔ ان کا خون اور مال حرام ہے"۔

اس کے بعد عمار بن یاسرؓ نے کہا۔ "لوگو! حضرت علیؓ نے تمھیں حق دیکھنے کی دعوت دی ہے۔ چلو ان کے دوش بدوش ہوکر جنگ کرو"۔ پھر حضرت امام حسنؓ نے فرمایا۔ "لوگو! ہماری دعوت منظور کرو، ہماری اطاعت کرو۔ اور جس مصیبت نے تم اور ہم سب کو گھیر رکھا ہے۔ اس میں ہماری امداد کرو۔ امیرالمومنینؓ فرماتے ہیں۔ "اگر ہم مظلوم ہیں۔ تو ہماری مدد کرو۔ ظالم ہیں۔ تو ہم سے حق لو"۔ اس تقریر نے سننے والوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ اور حضرت امام حسنؓ، عمار بن یاسرؓ اور مالک اشترؓ 9 ہزار کی جماعت لے کر روانہ ہوئے

حضرت عائشہؓ سے سعیِ مصالحت

دوسرے دن حضرت علیؓ نے کوفہ کے ایک بزرگ حضرت قعقاع بن عمروؓ صحابی

Marfat.com

کو جو ایک زبردست لسان، مدبر، بارسوخ اور رسول اللہؐ کے فیض صحبت سے مشرف تھے حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس مصالحت کی گفتگو کے لئے بصرہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت قعقاعؓ نے بصرہ پہنچ کر ان بزرگوں سے ملاقات کی۔ اور حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں عرض کی۔ "آپ کیا چاہتی ہیں۔ اور کس ارادے سے یہاں تشریف لائی ہیں؟" آپ نے فرمایا۔ "بیٹا! میرا مقصد صرف مسلمانوں کی اصلاح اور انھیں پابند قرآن بنانا ہے۔" پھر حضرت قعقاعؓ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے بھی یہی سوال کیا۔ انھوں نے حضرت عائشہؓ کی طرح جواب دیا۔ حضرت قعقاعؓ نے کہا۔ "پھر فرمایئے۔ کس طریق سے اصلاح کی جائے"؟ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے کہا۔ "قاتلین عثمانؓ سے قصاص لے کر۔ قصاص کا چھوڑ دینا قرآن کا چھوڑ دینا اور اسے لینا قرآن کا زندہ کرنا ہے۔" حضرت قعقاعؓ نے جواب میں گزارش کی۔ "قصاص اس طرح کہاں لیا جاتا ہے۔ پہلے امامت و خلافت قائم و مستحکم ہونی چاہیے۔ تاکہ امن کی فضا پیدا ہو۔ پھر البتہ قصاص آسانی سے لیا جا سکتا ہے ورنہ موجودہ صورت حالات میں ہر شخص قصاص لینے کا مجاز کہاں ہو سکتا ہے۔ دیکھئے آپ نے بہت سے اہل بصرہ کو قصاص عثمانؓ میں قتل کر دیا جس کے نتیجے میں ۶ ہزار بصری آپ سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر جب آپ نے حرقوس بن زہیر کو پکڑنا چاہا۔ تو یہی ۶ ہزار آدمی آپ کے راستے میں حائل ہو کر لڑنے مرنے پر تل گئے۔ اور آپ نے مصلحتاً اس کا تعاقب ترک کر دیا اسی طرح حضرت علیؓ مصلحتاً رفع فساد اور حصول طاقت کے انتظار میں اب تک مجبوراً قصاص لینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تو آپ کو انتظار کرنا چاہیے تھا۔ آپ کے لئے یہ کہاں جائز تھا کہ خود دکھڑے ہو کر اس فتنے کو اور ترقی دیں۔ اس طرح تو فتنہ بڑھتا چلا جائے گا۔ مسلمانوں میں ہولناک اور تاسف خیز خانہ جنگی ہوگی۔ اور قاتلین عثمانؓ قصاص سے بچے رہیں گے۔ بزرگان من! اس وقت سب سے بڑی اصلاح یہی ہے، کہ باہم صلح کر لیں۔ آپ حضرات خیر و صلح کی کنجی اور ہدایت کے ستارے ہیں۔ خدا کے لئے ہمیں اور اپنے آپ کو شدید ابتلا میں نہ ڈالیں کیونکہ یہ ابتلا دونوں کو تباہ کر دے گا۔ یہ ایک فرد یا چند افراد یا ایک گروہ کے قتل کا مسئلہ نہیں بلکہ ساری امت مسلمہ کا مسئلہ ہے۔"

Marfat.com

حضرت قعقاعؓ کی یہ تقریر جو دل سے نکلی تھی۔ حضرت ام المومنینؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے دلوں میں گھر کر گئی۔ اور انھوں نے فرمایا "حضرت علیؓ کے پاس جا کر ان کی بھی رائے لو۔ اگر وہ حقیقتاً مصالحت پر آمادہ ہوں۔ تو مخالفت کی کوئی بات ہی نہیں"۔

حضرت قعقاعؓ نے واپس جا کر حضرت علیؓ کو یہ خوش خبری سُنائی۔ آپ سُن کر بے حد خوش ہوئے۔ پھر حضرت علیؓ نے ساری فوج کو جمع کر کے ایک نہایت فصیح و مؤثر تقریر فرمائی۔ اور حکم دیا۔ کہ "کل بصرہ کی جانب کوچ کیا جائے گا۔ لیکن ہمارا یہ اقدام حرب و ضرب کے لئے نہیں۔ بلکہ امن و صلح کے لئے ہے۔ جو لوگ قتلِ عثمانؓ میں شریک تھے۔ وہ ہمارے ساتھ کوچ نہ کریں۔ بلکہ ہمارے لشکر سے علٰحدہ ہو جائیں"۔

سبائیوں کی سازش

اس تقریر اور حکم کا لفظ لفظ عبداللہ بن سبا کی جماعت پر بم کا گولہ بن کر گرا۔ چنانچہ ان بلوائیوں کے سرغنوں نے ایک مجلس مشاورت منعقد کی جس میں مختلف سرداروں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اشتر بولا۔ طلحہؓ، زبیرؓ اور علیؓ تینوں ہمارے معاملے میں متفق الرّائے ہیں۔ ان کا صلح نامہ گویا ہمارے خون کا محضر ہوگا۔ لہٰذا میری رائے ہے ان تینوں کو عثمانؓ کے پاس پہنچا دینا چاہیئے۔ تاکہ یہ جھگڑا ہی مٹ جائے مگر اس رائے سے لوگوں نے اتّفاق نہ کیا۔ سالم بن ثعلبہ نے کہا۔ جب تک صلح نہ ہو۔ ہمیں کسی دُور دراز اور علٰحدہ مقام پر چلے جانا چاہئے۔ شریح نے اس رائے پر صاد کیا۔ لیکن عبداللہ بن سبا کہنے لگا۔ کہ یہ رائے صائب نہیں۔ آخر سب کے اصرار سے ابن سبا نے یوں اظہارِ خیال کیا: "بھائیو! ہمارا فائدہ اسی میں ہے۔ کہ ہم سب کے سب حضرت علیؓ کے لشکر میں سلے جُلے رہیں۔ اور اس سے الگ نہ ہوں۔ اگر وہ ہمیں الگ کر کے نکال بھی دیں۔ تو ان کے لشکر کے آس پاس رہیں۔ زیادہ دُور نہ جائیں۔ اور کہہ دیں۔ کہ ہم اس لئے آپ کے نزدیک رہنا چاہتے ہیں۔ کہ صلح نامہ مرتب نہ ہونے اور لڑائی چھڑ جانے کی صورت میں بر وقت جنگ میں شامل ہو کر آپ کی قوت بازو بن سکیں۔ ہمیں اپنی تمام طاقتیں اسی بات پر صرف کرنی چاہئیں۔ کہ صلح نہ ہو۔ اور جنگ کی آگ بھڑک اُٹھے۔ اور یہ ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں۔ جب ایک دفعہ فریقین میں لڑائی چھڑ گئی۔ تو ہم ہر قسم کے خطرے سے محفوظ

Marfat.com

ہو جائیں گے"۔ اس رائے سے سب نے اتفاق کیا۔

اگلے روز حضرت علیؓ نے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ بلوائیوں کی فوج کا ایک حصہ لشکر میں ملا جلا اور ایک علیحدہ ہو کر قریب قریب رہا۔ بصرہ کے نزدیک پہنچ کر قصر عبید اللہ کے میدان میں حضرت علیؓ کے لشکر نے ڈیرے ڈال دیے۔ اُدھر سے حضرت ام المومنینؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اپنا لشکر لے کر اسی میدان میں خیمہ زن ہوئے۔ تین دن تک دونوں فوجیں آمنے سامنے بے نقل و حرکت پڑی رہیں۔ اس اثنا میں حضرت زبیرؓ کے بعض ساتھیوں نے مشورہ دیا ہمیں جنگ کی طرح ڈال دینی چاہیے۔ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا "قعقاع بن عمروؓ کی وساطت سے مصالحت کی گفت و شنید ہو رہی ہے۔ ہمیں اس کے خوشگوار نتیجے کا انتظار کرنا چاہیے۔ گفتگوئے صلح کے دوران میں اقدام جنگ کرنا کسی طرح جائز نہیں"۔

ایک اور شخص نے حضرت طلحہؓ کو بھی اسی قسم کا امن شکن مشورہ دیا۔ مگر آپ نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔

حضرت علیؓ کی فوج کے بعض آدمیوں نے بھی جنگ چھیڑ دینے کی اجازت مانگی۔ مگر آپ نے فرمایا "ہمارا وتیرہ یہ ہونا چاہیے۔ کہ اصلاح کی غرض سے آتش جنگ فرو کر دیں۔ شاید جنگ ختم ہو کر شیرازۂ امت کے یک جا ہو جانے کی سعادت ہمارے ہی حصے میں آجائے"۔ اس کے بعد ایک شخص نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا۔ کہ "آپ کس غرض سے بصرہ تشریف لائے ہیں فرمایا "رفع فساد اور مسلمانوں میں صلح کرانے کے لئے"۔ وہ بولا "آپ کے حریف صلح کی طرف مائل نہ ہوں۔ تو پھر آپ کا طریق عمل کیا ہو گا؟" ارشاد ہوا "انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا"۔ عرض کی "اگر انھوں نے آپ کو نہ چھوڑا۔ تو پھر"؟ فرمایا۔ "پھر ہم مدافعانہ کارروائی کریں گے"۔ ایک اور شخص بولا۔ "طلحہؓ اور زبیرؓ کا قول ہے۔ کہ ان کا خروج رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہے۔ کیا آپ کے خیال میں ان کے پاس عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے کوئی دلیل ہے"؟ ارشاد ہوا۔ "بے شک"۔ کہا "آپ کے پاس اس امر کے لئے کیا حجت ہے۔ کہ آپ نے عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے میں دیر کی"؟ فرمایا۔ "یہ کہ جب شک و شبہ کے باعث حقیقت کا کچھ پتہ نہ چلے۔ تو احتیاط لازم ہے۔ عجلت زیبا نہیں"۔ وہ بولا۔ "اگر

Marfat.com

کل ہمارے اور ان کے درمیان معرکہ کارزار گرم ہو جائے۔ تو فریقین کا کیا حال ہوگا؟ ارشاد ہوا ”طرفین کے خالصتہً للہ مقتول ہونے والے لوگ جنت میں جائیں گے“۔

ایک دن حضرت علیؓ نے اپنی جماعت کو امن و صلح پر قائم رکھنے کے لئے اس کے سامنے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا۔ ”حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کے باب میں ہاتھ اور زبان قابو میں رکھو۔ آئندہ واقعات کا صبر سے انتظار کرو۔ اور پیش دستی سے باز رہو۔ آج جو کوئی لڑائی کی طرح ڈالے گا۔ کل خدا کے نزدیک دشمن سمجھا جائے گا“۔

غرض فریقین نے جنگ کے انسداد اور امن و صلح کے قیام کے لئے تمام قوتیں صرف کر دیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کی خدمت میں اور ان حضرات کی طرف سے حضرت محمد بن طلحہؓ، حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صلح کی شرائط بالاتفاق طے ہو کر قرار پایا۔ کہ کل صبح صلح نامے پر فریقین کے دستخط ثبت ہو جائیں۔

سبائیوں کی شورش آرائی

صلح نامہ لکھے جانے کی خبر سبائیوں کے خرمن تمنا پر بجلی بن کر گری۔ اب وہ شش و پنج میں مبتلا ہو گئے کہ ان کی تمام خوش گوار امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ آخر انھوں نے طویل پخت و پز کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ سپیدۂ سحر کی نمود سے قبل ہی اندھیرے میں فریقین پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور دونوں فوجوں میں ایک ہنگامہ رستخیز برپا ہو گیا۔ جنگ کا شور و غوغا سُن کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ خیموں سے باہر نکل آئے۔ اور اس معرکہ آرائی کا سبب دریافت کیا۔ معلوم ہوا۔ کہ حضرت علیؓ کے لشکر نے دفعتہً چڑھائی کر دی۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ فرمانے لگے۔ ”افسوس علیؓ خونریزی کرائے بغیر چین نہیں لیں گے“۔ اُدھر شور و غوغا سُن کر حضرت علیؓ بھی خیمے سے نکلے۔ اور آغاز حرب و ضرب کی وجہ معلوم کی۔ عبداللہ بن سبا کے آدمیوں نے جھوٹ کہہ دیا۔ کہ ”طلحہؓ اور زبیرؓ نے ہماری فوج پر بے خبری میں دھاوا بول دیا۔ اس لئے مجبوراً ہمیں بھی مدافعت کرنی پڑی“۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ”افسوس طلحہؓ اور زبیرؓ خونریزی کرائے بغیر چین نہیں لیں گے“۔ غرض فریقین میں گھمسان کی جنگ ہونے

Marfat.com

لگی۔ اور طرفین کے کماں داروں نے ایک دوسرے کو مجرم سمجھا۔ حالانکہ اصل حقیقت سے دونوں بے خبر تھے۔ پھر بھی دونوں لشکروں میں اس مضمون کی منادی کرادی گئی کہ "اس مقابلے میں کوئی شخص کسی فراری کا پیچھا نہ کرے۔ کسی مجروح سے نبرد آزما نہ ہو۔ اور کسی کا سامان نہ چھینے۔" ایک ہی مضمون کی اس منادی سے یہ حقیقت بے نقاب ہوتی ہے۔ کہ فریقین کے دل صاف تھے۔ کسی کو کسی سے کوئی عناد نہ تھا۔ اور طرفین اس جنگ کو سخت ناگوار سمجھ رہے تھے۔"

حضرت زبیرؓ کی شہادت

جنگ کے شعلے پوری قوت سے بھڑک رہے تھے۔ کہ حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو دیکھ لیا۔ اور اسی وقت فرمانے لگے "ابو عبداللہ! کیا تمھیں وہ دن یاد ہے۔ جب رسول اللہ صلعم نے تم سے فرمایا تھا۔ "تم علیؓ سے ناحق لڑو گے"۔ حضرت زبیرؓ نے جواب میں فرمایا۔ "ہاں ہاں مجھے یاد آگیا اگر آپ میری روانگی سے پہلے مجھے یہی بات یاد دلا دیتے۔ تو میں مدینہ سے روانہ ہی نہ ہوتا۔ اب خدا کی قسم میں تم سے ہرگز جنگ نہیں کروں گا۔"

اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے اپنے صاحب زادہ عبداللہ سے فرمایا۔ "اس جنگ کے حق و باطل سے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ علیؓ نے مجھے ایک ایسی بات یاد دلائی ہے جو مجھے بھولی ہوئی تھی۔ اس لئے اب میں ان سے برسرِ پیکار ہونا پسند نہیں کروں گا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔ تم بھی میرے ساتھ چلو"۔ انھوں نے واپس چلنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا۔ اس لئے حضرت زبیرؓ تنہا لوٹ گئے۔ ابھی میدانِ جنگ سے نکلے ہی تھے۔ کہ ایک سبائی عمرو بن جرموز کوئی مسئلہ پوچھنے کے بہانے سے ان کے ساتھ ہولیا۔ وادی سباع میں ادائے نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور جب سجدے میں گئے۔ تو ابن جرموز نے ایک ہی وار میں انھیں شہید کردیا۔ وہ خوش خوش حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اذن باریابی طلب کیا۔ حاضرِ خدمت ہونے کے بعد اس نے حضرت زبیرؓ کا سر، تلوار، زرہ اور گھوڑا پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "ابن صفیہ کے قاتل! تجھے جہنم کی بشارت ہو"۔ حضرت زبیرؓ کی تلوار دیکھ کر وہ آبدیدہ ہو گئے۔ اور اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "ظالم

یہ اس شخص کی تلوار ہے۔ جس نے اس کے ذریعے سے مدت تک رسول اللہ صلعم کو محفوظ رکھا۔ اور محفوظ کیا ہے۔" یہ سن کر ابن جرموز کہنے لگا۔ مجھے اپنی جان نثاری کا خوب صلہ مل رہا ہے۔ پھر حضرت علیؓ سے دو بدو گستاخانہ کلمات کہہ کر تلوار سے خودکشی کر لی۔ اور اس طرح دوزخ کا ایندھن بنا۔

حضرت طلحہؓ کی شہادت

حضرت زبیرؓ کو جنگ سے دست بردار ہوتے دیکھ کر حضرت طلحہؓ نے بھی حضرت علیؓ کے مقابلے میں معرکہ آرا ہونا پسند نہ کیا۔ چنانچہ وہ لشکر سے علیحدہ ہو کر ابھی ترک مجادلہ پر غور ہی کر رہے تھے۔ کہ مروان بن حکم نے شناخت کے خوف سے چادر کے ساتھ چہرہ چھپا کر حضرت طلحہؓ پر ایک ایسا زہر آلود تیر جوڑ کر مارا۔ کہ وہ اس مہلک وار سے جانبر نہ ہو سکے۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے سخت افسوس کیا۔ اور دعا کے بعد دیر تک ان کی تعریف کرتے رہے۔

حضرت کعبؓ، حضرت عائشہؓ کو مشورہ دے کر آپ کے اونٹ کی مہار پکڑتے ہوئے اس میدانِ جنگ میں لائے۔ کہ شاید صلح کی کوئی صورت نکل آئے۔ حضرت عائشہؓ نے جب دیکھا۔ کہ گھمسان کا رن پڑ رہا ہے۔ تو حضرت کعبؓ نے فرمایا۔ "اونٹ کی مہار چھوڑ کر قرآن کریم کو بلند کرتے ہوئے آگے بڑھو۔ اور لوگوں سے کہو۔ ہم قرآن حکیم کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر رہے ہیں۔ تم بھی اس کا فیصلہ مان لو۔" حضرت کعبؓ نے تعمیلِ ارشاد کی۔ اور سبائیوں نے یکایک تیروں کا مینہ برسا کر انھیں شہید کر دیا۔

حضرت عائشہؓ کا اونٹ اور لاشوں کے انبار

حضرت طلحہؓ کی شہادت سے اہلِ بصرہ کا جوشِ جانبازی اور بھی ترقی کر گیا۔ اور وہ اونٹ کی حفاظت کے لئے پروانوں کی طرح ٹوٹ کر گرے۔ ناقہ کی مہار پکڑنا گویا دار و رسن سے کھیلنا تھا۔ چنانچہ جاں نثار یکے بعد دیگرے اونٹ کی مہار پکڑتے جاتے اور (کٹ) مرتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ نے جنگ جوؤں کو حکم دیا۔ کہ اس ناقہ کو کسی نہ کسی طرح مار گراؤ۔ کیونکہ جنگ کا خاتمہ اس کے گرنے پر منحصر ہے۔ اس پر اعین بن ضبیعہ نے ناقہ کے پاؤں میں تلوار ماری۔ اور وہ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ بس پھر کیا تھا۔ اہلِ جمل منتشر

ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ کی فوج نے ناقے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔
اس کے بعد حضرت علیؓ نے اعلان کرا دیا۔ کہ ہتھیار ڈالنے یا گھر کا دروازہ بند کرنے وا
امن و امان میں ہے۔ کسی کا تعاقب نہ کیا جائے۔ کسی کے مال کو متاعِ غنیمت سمجھ کر اس پ
دست درازی نہ کی جائے۔ حضرت علیؓ کی فوج نے اس حکم کی تعمیل کی۔

حضرت علیؓ کی حاضری حضرت امّ المومنینؓ کی خدمت میں

حضرت علیؓ نے محمدؓ بن ابی بکرؓ کو حکم دیا۔ کہ جاؤ اپنی بہن کی حفاظت کرو۔ انھیں کسی قسم کا چشم زخم نہ پہنچنے پا
پھر وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور استمزاج کے بعد کہا۔ "اللہ تعالیٰ آپ
کی ہر غلطی پر خطِ عفو کھینچ دے"۔ حضرت امّ المومنینؓ نے جواب میں فرمایا۔ "غفور الرحیم
تمھاری ہر غلطی کو بھی معاف کرے"۔

اس جنگِ جمل میں حضرت امّ المومنینؓ کے تیس ہزار لشکریوں میں سے ۹ ہزار اور حضرت
علیؓ کے بیس ہزار کی فوج میں سے ایک ہزار ستر آدمی کام آئے۔ یہ لڑائی مصالحت اور
صاف دلی کی گفتگو پر ختم ہوئی۔ اور یکم رجب ۳۶ھ کو حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کو
حضرت محمدؓ بن ابی بکرؓ اور امرائے بصرہ کی چالیس خواتین کے ہمراہ بصرہ سے روانہ کیا۔ چن
کوس تک خود بھی رخصت کرنے آئے۔ پھر اپنے دونوں صاحب زادوں حضرت امام حسنؓ
اور حضرت امام حسینؓ کو بھیجا۔ اور حضرت عائشہؓ مکۂ معظمہ تشریف لے گئیں۔ وہاں ذی الحجہ تک
رہ کر ادائے حج کے بعد محرم ۳۷ھ میں عازم مدینۂ منورہ ہوئیں۔

دار الخلافہ کی تبدیلی

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ کے سامنے اولین اور اہم ترین
کام یہ تھا۔ کہ شام کو زیرنگیں کر کے حضرت امیر معاویہؓ سے بیعت
لی جائے۔ چنانچہ آپ نے اس مدعا کے حصول کے لئے مدینہ کے بجائے کوفہ کو دار الخلا
بنانا مناسب سمجھا۔ مرکزِ خلافت کی یہ تبدیلی اس لئے بھی ضروری تھی۔ کہ حضرت علیؓ کی فوج میں
عظیم ترین طاقت اہلِ کوفہ کی تھی۔ اور کوفہ مدینہ کی نسبت دمشق سے قریب تر تھا۔ چنانچہ
امیر المومنینؓ بصرہ کی عنانِ حکومت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سپرد کر کے خود مع فو

عازم کوفہ ہوئے۔

قیام کوفہ کے بعد حضرت علیؓ نے نظم ونسق خلافت میں ایک نئی تبدیلی کردی۔ اور اس نظامِ نَو کے ماتحت سہلؓ بن حنیف کو مدینہ کی سرداری عطا کی۔ قیسؓ بن سعد کو مصر اور یزیدؓ بن قیس ارجبی کو مدائن کا حاکم بنایا۔ اشعثؓ بن قیس کو بدستور آذربائیجان کے علاقے پر برقرار رکھا۔ عمرؓ بن ابی سلمہ کو بحرین۔ مصقلہؓ بن ہبیرہ کو اردشیر خرہ۔ منذر بن جارود کو اصطخر۔ زیادؓ بن ابیہ کو فارس۔ قدامہؓ بن عجلان کو کسکر۔ عدیؓ بن حاتم کو بہرہ شیر۔ ربعیؓ بن کاس کو سیستان۔ خلیدؓ بن کاس کو خراسان۔ اشتر نخعی کو موصل۔ نصیبین۔ دارالبجرد۔ سنجار۔ آمد۔ میافارقین ہیت عانات اور شام کے علاقوں کا نظامِ حکومت تفویض کیا۔

حضرت امیر معاویہؓ کو بیعت کی دعوت

اس کے بعد حضرت علیؓ نے جریرؓ بن عبداللہ کو حسب ذیل مضمون کا ایک خط دے کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا:۔

"ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں نے میری بیعت کرلی ہے۔ اب کسی کے لئے لیت ولعل کی گنجائش نہیں۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین اور انصار کو ہے۔ ان کے انتخاب کے بعد جو شخص بیعت سے پہلو تہی کرے گا۔ اس سے بالجبر بیعت لی جائے گی۔ مہاجرین اور انصار کی طرح تم بھی بیعت کرلو۔ خیر وفلاح اسی میں ہے۔ ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قاتلین عثمانؓ کو حیلہ قرار دے کر بہت کچھ کر چکے بیعت کے بعد باقاعدہ مقدمہ پیش کرو۔ میں کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا فیصلہ کروں گا۔"

حضرت امیر معاویہؓ نے خط وصول کر کے عمرو بن العاصؓ سے جن کے تدبر وسیاست کا عرب کے گوشے گوشے میں طوطی بول رہا تھا۔ مشورہ کیا۔ عمروؓ نے کہا۔ اگر مصر کی عنان حکومت میرے ہاتھ میں دے دو۔ تو میں تمہاری کامیابی کے لئے ہر ممکن امداد کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے یہ سوچ کر کہ ان کی امداد ہر قیمت میں سستی ہے۔ انھیں مصر کی ولایت پر مامور کرنے کی تحریر دے دی۔

شام میں حضرت علیؓ کی مخالفت کے شعلے

عمرو بن العاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو یہ مشورہ دیا۔ کہ کسی نہایت معقول وجہ کے بغیر حضرت علیؓ جیسی جلیل المنزلت ہستی کے خلاف آواز بلند کرنا آگ سے کھیلنا ہے۔ اس لئے شام کی سب سے زیادہ بارسوخ و ہر دلعزیز شخصیت شرجیل بن سمط کندی کا دل مٹھی میں لو۔ اور یہ بات ان کے ذہن نشین کردو۔ کہ عثمانؓ کے قتل میں علیؓ بھی شریک تھے۔ اس طرح شرجیل کے ذریعے سے علیؓ کی مخالفت کے شعلے شام کے اطراف واکناف میں پوری تیزی سے بھڑک اٹھیں گے"۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اس مشورے کو نہایت خوبی سے لباسِ عمل پہنایا۔ اور شرجیل نے سارے شام کا دورہ کرکے وہاں کے سربرآوردہ لوگوں سے کہا۔ علیؓ نے عثمانؓ کو قتل کرا کے سارے ملک کو زیر نگیں کرلیا ہے۔ صرف تمہاری ولایت باقی رہ گئی ہے۔ اس پر قبضہ کرنے کے لئے بھی وہ پوری تیاری سے آئیں گے۔ معاویہؓ کے سوا ان کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ لہٰذا عثمانؓ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے معاویہؓ کی حمایت کرو"۔ پروپیگنڈے کے ان جملوں کا لفظ لفظ گویا جادو کی چھڑی تھا۔ کہ ادھر یہ کلمات شرجیل کے منہ سے نکلے اور ادھر سرزمین شام کا ذرہ ذرہ حضرت امیر معاویہؓ کی حمایت میں حضرت علیؓ کے خون کا پیاسا ہوگیا۔

جوش انتقام کی شراب کو دوآتشہ کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے شامی فوجوں کو دمشق میں طلب کیا۔ اور انھیں حضرت عثمانؓ کا خون آلود پیراہن اور آپ کی زوجہ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں دکھائیں۔ یہ درد انگیز منظر دیکھ کر فوجیوں اور شہریوں سب کے جذبات مشتعل ہوگئے۔ اور لوگوں نے قسمیں کھائیں۔ کہ "جب تک ہم عثمانؓ مظلوم کا قصاص نہ لے لیں گے۔ چارپائی پر نہ سوئیں گے"۔

حضرت علیؓ کے قاصد جریر بن عبداللہ جو ابھی تک واپس نہیں گئے تھے۔ ان تمام حالات سے مطلع ہوکر لوٹے۔ اور حضرت علیؓ سے جاکر کہا۔ "سارا شام معاویہؓ کا کلمہ پڑھ رہا ہے۔ لوگ عثمانؓ کا خون آلود پیراہن اور آپ کی بیوی حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں

Marfat.com

...ہ کر رو رہے ہیں۔ اور کہ رہے ہیں۔ کہ "عثمانؓ کے قتل میں علیؓ کا ہاتھ ہے۔ اور قاتلوں کو انھوں نے پناہ دی ہے۔ ہم حلف اٹھاتے ہیں۔ کہ جب تک خون کا بدلہ نہ لیں گے۔ چین سے بیٹھیں گے"۔

...نگ کی تیاری اور سعیِ مصالحت

جریر سے حالات کی اطلاع پا کر حضرت علیؓ کے لئے حرب و ضرب کے آتشیں سمندر میں ...رنا ناگزیر ہوگیا۔ چنانچہ اس کی تیاریاں شروع کردیں۔

صلح کوش، امن پسند اور ہمدرد ملت مسلمانوں نے فرزندانِ توحید کی باہمی خانہ جنگی کے ...کنے کی تدبیریں کیں۔ چنانچہ اس ضمن میں شام کے ایک متقی بزرگ ابومسلم خولانی چند افراد ...معیت میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔ اور ان سے کہا۔ "علیؓ بن ابی طالب سے ...قابلے کی کیوں ٹھانی ہے۔ تم کس بنا پر ان کی برابری کا دعوے کرتے ہو"؟ حضرت امیر معاویہؓ ...نے جواب دیا۔ "میں فضیلت میں ان کا مدِ مقابل ہونے کا مدعی نہیں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ ...ثمانؓ مظلوم شہید کئے گئے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ قاتلوں کو ہمارے حوالے کردیا جائے ...ہم ان سے بیعتِ خلافت کرلیں گے"۔ ابومسلم نے کہا۔ "اچھا تو اسی مضمون کی ایک تحریر دے ...میں اسے علیؓ کے پاس لے جاؤں گا"۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ نے یہ خط تحریر کیا:-

"امابعد خلیفہ عثمانؓ تمھارے یہاں تمھاری موجودگی میں قتل کئے گئے۔ تم برابر شور و غوغا سنتے رہے۔ اور اپنے قول و فعل سے منع نہ کیا۔ میں حلفیہ کہتا ہوں۔ کہ اگر تم نے صدق و خلوص سے مدافعت کی ہوتی۔ تو ہم میں کا کوئی فرد تمھارے خلاف نہ ہوتا۔ تم پر دوسرا الزام یہ ہے۔ کہ تم نے عثمانؓ کے قاتلوں کو پناہ دی۔ اور وہ اس وقت تمھارے دست راست ہیں۔ ہمیں یہ بھی اطلاع پہنچی ہے۔ کہ تم خون عثمانؓ سے بری الذمہ ہونے کا اظہار کرتے ہو۔ اگر تم راستی پر ہو۔ تو قاتلوں کو قصاص کی غرض سے ہمارے حوالے کردو۔ ہم سب سے پہلے تمھاری بیعت کے لئے تیار ہیں۔ اگر یہ منظور نہیں۔ تو ہمارا تمھارا فیصلہ صرف تلوار کرے گی۔ واللہ ہم لوگ دنیا کے کونے کونے سے عثمانؓ کے قاتلوں کو ڈھونڈھ کر تہ تیغ کریں گے۔ یا خود نذرِ اجل ہوجائیں گے"۔ (ابن اثیر)

ابومسلم یہ خط لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں کوفہ پہنچے۔ اور خود بھی زبانی عرض کی۔ کہ "آپ ہمارے امیر ہیں، خلیفہ ہیں۔ عثمانؓ مظلوم وشہید کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیجئے۔ ہم آپ کے دست و بازو ہوں گے۔ اور کوئی شخص آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔"

حضرت علیؓ نے ابومسلم سے کہا۔ "اچھا۔ آج کا دن ٹھہر جایئے۔ کل مفصل جواب دوں گا"

اگلے دن ابومسلم نے جامع کوفہ میں یہ نظارہ دیکھا۔ کہ دس ہزار مسلح آدمی نعرہ لگا رہے ہیں۔ "ہم سب عثمانؓ کے قاتل ہیں"۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "انتہائی جدوجہد کے باوجود میں اس گتھی کو سلجھانے سے قاصر رہا۔ اصل میں بات یہ ہے۔ کہ قاتلوں کی سپردگی میرے بس ہی میں نہ تھی"۔ اور حضرت امیر معاویہؓ کے خط کا یہ جواب لکھا۔

"عثمانؓ کے قتل سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ میں نے کسی کو ان کے خلاف برانگیختہ نہیں کیا۔ ہاں جب معاملہ حد سے زیادہ بگڑ گیا۔ تو میں خانہ نشین ہو گیا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم قصاص عثمانؓ کی آڑ میں مطلب برآری کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اس مفسدہ پردازی سے باز نہ آؤ گے۔ تو تمہارے ساتھ باغیوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔"

اور عمروؓ بن العاص کو تحریر کیا :-

"دنیا کسی کام نہ آئے گی۔ یہ طریق عمل چھوڑ دو۔ معاویہؓ کی غلطی میں ان کی پشت پناہ بن کر اپنے نامۂ اعمال کو داغ نہ لگاؤ۔"

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کا میدانِ جنگ میں نکلنا

یہ مراسلہ نگاری بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ اور چاروناچار حضرت علیؓ کو میدانِ جنگ میں نکلنا پڑا۔ چنانچہ آپ کوفہ میں حضرت ابو مسعود انصاریؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے اسی ہزار مجاہدین کے ساتھ شام کی طرف بڑھے اور رقہ کے قریب دریائے فرات کو عبور کیا۔ تو زیاد، شریح، معقل وغیرہ سرداروں کا لشکر جمع ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے ابوالاعور سلمی کے زیر قیادت فوج کا ایک دستہ مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ کیا۔ آخر دونوں لشکر آمنے سامنے خیمہ زن ہوئے۔ فریقین میں متعدد جھڑپیں ہوئیں۔ آخر حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں

س نفیس اپنا اپنا لشکر لئے پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے اشتر کو فرات کے پانی پر قبضہ کرنے لئے روانہ کیا۔ لیکن اس نے وہاں پہنچتے ہی دیکھا۔ کہ حضرت امیر معاویہؓ نے پہلے پانی پر نہ جما رکھا ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے صعصعہ بن صوحان کو یہ پیغام دے کر حضرت امیر معاویہؓ پاس بھیجا۔ کہ اپنے ہمراہیوں کو حکم دو۔ وہ ہمیں پانی لینے سے نہ روکیں۔ حتیٰ کہ زیر نزاع امور صفیہ ہو جائے۔ لیکن یہ گتھی یہ آسانی حل نہ ہوئی۔ طرفین سے تیروں اور تلواروں کی بارش نے لگی۔ اور کسی قدر خونریزی کے بعد آخر حضرت عمروؓ بن العاص کے سمجھانے پر حضرت امیر معاویہؓ علان کرا دیا۔ کہ حریف کو پانی لینے سے منع نہ کیا جائے۔ جب کہیں جا کر یہ شعلہ افروز آگ ڈی ہوئی۔

ک کے دوران میں صلح کی کوشش اس کے بعد دو دن تک دونوں فوجیں امن و سکون کے ساتھ ایک دوسری مقابل پڑی رہیں۔ حضرت علیؓ ۹۰ ہزار فوج کے اور حضرت امیر معاویہؓ ۸۰ ہزار فوج کے ار اعظم تھے۔ تیسرے دن یکم ذی الحجہ ۳۶ھ کو حضرت علیؓ نے چند معتدد اور ذی اثر حضرات ۔ وفد حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ کہ انہیں قبول اطاعت پر رضامند کریں۔ لیکن سے کوئی مفید نتیجہ رونما نہ ہوا۔ بلکہ حالات نے بدتر صورت اختیار کر لی۔ اور جنگ کا ز ہو گیا۔

ربہ صفین کا پہلا حصہ پہلے جنگ مبارزہ جاری ہوئی۔ طرفین سے ایک ایک آدمی میدان میں نکل کر نبرد آزمائی کے جوہر دکھاتا۔ اور کا لشکر اپنی اپنی جگہ تماشا دیکھتا۔ یہ سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا۔ جسے محاربہ صفین کا حصہ کہا جا سکتا ہے۔ محرم کے شروع ہوتے ہی لڑائی بند کر دی گئی۔ اور اس وقفہ التوا ایک ماہ تک طول کھینچا۔ اس دوران میں صلح کی گفت و شنید پھر جاری کر دی گئی۔ لیکن ٔ جماعت نے اس ایک مقصد کے حصول کے لئے تمام قوتیں صرف کر دیں۔ کہ طرفین محبت و رعایت کے بجائے دشمنی اور نفرت کا جذبہ تیز ہو جائے۔ چنانچہ یہ غدار اور سدہ پرداز گروہ اپنی مکروہ کوششوں میں کامیاب ہو گیا۔ اور مصالحت کی ساری جدوجہد

Marfat.com

نقش بر آب ثابت ہوئی۔

محاربہ صفین کا ایک ہفتہ

محرم ۳۷ھ کی آخری تاریخ کو حضرت علیؓ نے اعلان عام کیا کہ "کل یکم صفر سے فیصلہ کن جنگ کا آغاز ہوگا۔ لیکن اس فرمان کو لوح دل پر نقش کر لو۔ کہ نہ تو بھاگنے والوں کا پیچھا کیا جائے، اور نہ انھیں تلوار کے گھاٹ اُتارا جائے۔ مجروحین کے مال پر قبضہ نہ کیا جائے۔ کسی لاش کے اعضا نہ کاٹے جائیں۔ کو کسی حالت میں بھی نہ ستایا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی اپنے لشکر میں اسی قسم کا جاری کر دیا۔ اور یکم صفر کا آفتاب آتشیں شعاعوں سے تیغ و سناں کا مینہ برساتا ہوا طلوع ہوا سات دن تک آتش و خون کی موسلا دھار بارش ہوتی رہی۔ لیکن طرفین کی صفیں ایک دوسرے کی ٹکر کے نامی گرامی بہادروں سے آراستہ ہونے کے باعث فتح و شکست کا فیصلہ نہ

آخری دو دن

اس خونیں ہفتے میں لہو کی ندیاں پوری تیزی کے ساتھ بہ جانے کے باوجود قلزم آشام دیوِ جنگ کی پیاس نہ بجھی۔ اور ۸ صفر ۳۷ھ پنجشنبہ کو کلمہ گو فرزندان توحید اپنے اپنے لشکر سے تکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند کرتے ہوئے آخری اور فیصلہ جنگ کی زبردست تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ اہلِ شام پر دھاوا بول دیا۔ اُدھر سے حضرت امیر معاویہؓ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ عصر تک طرفین سے تلواروں کی بجلیاں کوندتی رہیں۔ کشتوں کے لگ گئے۔ اور میدان کارزار کا ذرہ ذرہ شفق بداماں ہو گیا۔ پھر کچھ دیر لڑائی کی شدت میں قدر تخفیف ہو گئی۔ لیکن جب عمار بن یاسرؓ اپنا جانباز دستہ لے کر شامیوں کے قلب میں داخل ہوئے۔ اور ایک زبردست و بے پناہ حملہ کیا۔ تو جنگ کی سرخ آندھیوں نے پھر بحر احمر بنا دیا۔ سورج غروب ہو گیا۔ لیکن شفق کی ارغوانی بوچھاروں نے سربکف بہادروں کو خون میں نہلا دیا۔ عمار بن یاسرؓ شہید ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ کو اس اندوہناک خبر سے صدمہ ہوا۔ رات کی بھیانک فضا تلواروں کی چکا چک۔ رجز خوانوں کی بلند آہنگی اور آزماؤں کی تکبیروں سے گونجنے لگی۔ یہ لیلۃ الحریر کا آخری خونریز معرکہ تھا۔ اسی شب کو اویس قرنیؓ نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ حرب و ضرب کی خونیں بھرن دن بھر پڑتی

Marfat.com

ات کو بھی لہو کا سیلاب امنڈتا رہا۔ لیکن معرکۂ کارزار کے گوشے گوشے سے دیو ہلاکت کے وحشت ناک لبوں سے العطش العطش کی ڈراؤنی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

اسی دوران میں حضرت علیؓ بارہ ہزار بہادروں کی جمعیت لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے خیمے تک پہنچ گئے۔ اور انھیں مخاطب ہو کر کہا۔ "اسلامی طاقت کو ضعیف کرنے سے کیا فائدہ۔ آؤ ہم تم دونوں میدان میں نکل کر مقابلہ کریں۔ جو جیت جائے گا وہی خلیفہ ہو جائے گا۔" حضرت امیر معاویہؓ نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور حضرت علیؓ اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔ جمعہ کے دن بھی دوپہر تک آتش و خون کا سمندر موج زن رہا۔ تیس گھنٹے کی اس لگاتار تیغ رانی سے طرفین کے ستر ہزار سپاہی کھیت رہے۔

لڑائی کا خاتمہ جنگ کی رفتار زبان حال سے اعلان کر رہی تھی۔ کہ اب شامی لشکر کوئی دم میں مغلوب و شکست خوردہ ہوا چاہتا ہے۔ اتنے میں عمرو بن العاصؓ کی ایک تدبیر سے لڑائی کا رخ ادھر سے ادھر پلٹ گیا۔ اس تدبیر کے مطابق حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی فوج کو حکم دیا۔ کہ وہ قرآن حکیم کو نیزوں پر اٹھا کر زور سے کہیں "ہذا کتاب اللہ بیننا و بینکم" (ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالےٰ کی کتاب قرآن کریم ہے) چنانچہ فی الفور اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور شامیوں نے قرآن پاک کو نیزوں پر بلند کر کے کہنا شروع کیا۔" ہمیں قرآن شریف کا فیصلہ منظور ہے"۔ حضرت علیؓ کا لشکر یہ منظر دیکھتے ہی جنگ سے دست کش ہو گیا۔ اور تلواریں میان میں کر لیں۔ اس پر اشعث بن قیس نے آگے بڑھ کر عرض کی۔ "امیر المومنین! لوگوں نے قرآن کو حکم مان لیا۔ اور لڑائی ختم ہو گئی۔ اب اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں معاویہؓ کے پاس جا کر ان کا دلی مدعا معلوم کر لوں۔" حضرت علیؓ نے اجازت دے دی۔ اور انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے دریافت کیا۔ کہ " قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کرنے سے تمہارا مقصد کیا تھا؟" حضرت امیر معاویہؓ نے کہا۔" ہمارا مقصد یہ تھا۔ کہ ہم دونوں ایک ایک شخص کو اپنی اپنی طرف سے منتخب کریں۔ پھر ان دونوں سے اس بات کا حلف لے کر کہ وہ قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ ان کے فیصلے پر تسلیم خم کر دیں۔" اشعث بن قیس نے یہ اطلاع حضرت علیؓ کو پہنچائی۔ اور انھوں نے اس

Marfat.com

فیصلے کو منظور کر لیا۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عمروؓ بن العاص اور حضرت علیؓ کی طرف سے قدرے بحث و تمحیص کے بعد ابو موسیٰ اشعریؓ حَکَم تجویز ہو گئے۔ اسی اثنا میں حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمروؓ اقرار نامہ تحریر کرنے کے لئے آ گئے۔

اقرار نامہ اقرار نامہ ان الفاظ میں تحریر کیا گیا:۔

"یہ اقرار نامہ علیؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ بن ابی سفیان کے درمیان ہے۔ علیؓ بن ابی طالب نے اہلِ کوفہ اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں۔ ایک منصف مقرر کیا ہے۔ اسی طرح معاویہؓ نے بھی اہلِ شام اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں۔ ایک منصف مقرر کیا ہے۔ ہم اللہ تعالےٰ کی کتاب اور اس کے حکم کو قاضی تسلیم کر کے اس امر کا اقرار کرتے ہیں۔ کہ اللہ اور اللہ کی کتاب کے سوا دوسرے کو دخل نہ دیں گے۔ ہم الحمد سے لے کر والناس تک سارے قرآن کریم کو مانتے اور وعدہ کرتے ہیں۔ کہ قرآن حکیم جن کاموں کے کرنے کا حکم دے گا۔ انھیں انجام دیں گے۔ اور جن سے روکے گا ان سے رُک جائیں گے۔ دونوں منصف جو مقرر ہوئے ہیں۔ ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ ہیں۔ یہ دونوں جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے۔ اسی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اور اگر کتاب اللہ میں نہ پائیں گے۔ تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں گے۔ لیکن اگر ان کا فیصلہ کتاب و سنّت کے خلاف ہو۔ یا اس میں کسی فریق کی جنبہ داری پائی جائے۔ تو اس کی پابندی ضروری نہیں۔ اس وقت ہر فریق خود اپنا فیصلہ کرنے کے لئے آزاد ہوگا۔ فیصلے کے اعلان تک جنگ بالکل ملتوی رہے گی۔ اور کامل امن و امان قائم رکھا جائے گا۔ اگر فیصلے کے اعلان سے پہلے دونوں امیروں اور حَکموں میں سے کوئی امیر یا حَکم مر جائے۔ تو اس کی جماعت کو اس کی جگہ دوسرے امیر اور حَکَم کے انتخاب کا حق حاصل ہوگا۔ دونوں حَکموں کی جان اور مال محفوظ رہے گا۔ رمضان تک فیصلے کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ لیکن

اگر حکم اس میں کچھ دیر کرنا مناسب سمجھیں۔ تو اس مدت میں توسیع کر سکتے ہیں۔ اگر مقررہ مدت میں فیصلہ نہ سنایا گیا۔ تو فریقین کو نئے سرے سے جنگ شروع کرنے کا اختیار ہوگا۔"

اس کے بعد معاہدے کی دو نقلیں کی گئیں۔ اور ان پر فریقین کے ذمہ دار و سرکردہ حضرات کے دستخط ثبت کرائے گئے۔ ایک ایک نقل دونوں منصفوں کو دے دی گئی۔ اور دمشق و کوفہ سے برابر فاصلے پر دومۃ الجندل کے متصل اذرح کا مقام اعلان فیصلہ کے لئے مقرر ہوا۔

منصفوں کی مجلس شوریٰ

تحریر اقرار نامہ کے بعد دونوں حکموں کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ اور یوں گفتگو کا آغاز ہوا:۔

ابوموسیٰ اشعریؓ۔ ابن العاصؓ! ہم کیوں نہ ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کردیں۔ جس سے رضائے الٰہی اور فلاح امت دونوں باتیں حاصل ہوجائیں؟

عمروؓ بن العاص۔ کس کو؟

ابوموسیٰ۔ عبداللہؓ بن عمرؓ کو جو ان ہنگاموں سے بالکل الگ تھلگ۔ بری الذمہ اور پاک دامن ہیں۔

عمروؓ بن العاص۔ اور امیر معاویہؓ کے متعلق کیا خیال ہے؟

ابوموسیٰؓ۔ معاویہؓ کا کیا درجہ ہے۔ وہ کیونکر اس کے حق دار ہو سکتے ہیں؟

عمروؓ بن العاص۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کہ عثمانؓ مظلوم شہید کئے گئے۔ ان کے بعد معاویہؓ ان کے گھر کے متولی اور ان کے قصاص کے مدعی ہیں۔

ابوموسیٰؓ۔ ہاں یہ درست ہے۔

عمروؓ بن العاص۔ اگر ان کے قدیم الاسلام نہ ہونے پر کسی کو اعتراض ہو۔ تو آپ اس قرآنی دلیل سے اس کا جواب دے سکتے ہیں۔

من قتل مظلوماً فجعلنا لولیہ سلطاناً۔ جو شخص مظلوم قتل کیا گیا ہو۔ ہم نے اس کے ولی کو قصاص کا حق دیا ہے۔

علاوہ بریں وہ آنحضرتؐ کے صحابی اور ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں۔

Marfat.com

ابوموسیٰؓ۔ ابن العاصؓ! اللہ سے ڈرو۔ اگر یہی شرف ہے۔ اور اسی قسم کے شرف کسی کو خلافت کا مستحق بنانے کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ تو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار سلاطین یمن کی اولاد میں ابرہہ بن صباح ہوتا۔ جن کی وسیع سلطنت کا دامن مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ کوئی شرف نہیں۔ خلافت صاحب فضل و صاحب دین کا حق ہے۔ پھر شرف میں علیؓ اور معاویہؓ کا کیا مقابلہ۔ اگر مجھے سب سے اشرف و افضل قریش کے حق میں فیصلہ کرنا ہوتا۔ تو علیؓ کے حق میں کرتا۔ تمہارا یہ قول کہ معاویہؓ قصاص عثمانؓ کے ولی ہیں۔ تو اس کا حق سب سے زیادہ عمروؓ بن عثمانؓ کو ہے۔ میں مہاجرین اوّلین کے مقابلے میں معاویہؓ کو کسی صورت خلیفہ نہیں بنا سکتا۔ ہاں اگر تم اتفاق کرو۔ تو عبداللہ ابحر کو خلیفہ بنا کر عمرؓ بن الخطاب کا نام زندہ کر دیں۔

عمروؓ بن العاص۔ اگر یہ بات ہے۔ تو میرے بیٹے عمروؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کا علم و فضل اور شرف و محاسن آپ پر روشن ہیں۔

ابوموسیٰؓ۔ ہاں تمہارے بیٹے میں صلاحیت اور اہلیت موجود ہے۔ لیکن اس فتنے میں شرکت میرا دامن تھام رہی ہے۔ کیوں نہ ہم طیب بن طیب عبداللہؓ بن عمرؓ کو اس منصب پر فائز کر دیں۔

عمروؓ بن العاص۔ خلیفہ وہ ہونا چاہیے۔ جو ایک ڈاڑھ سے خود کھائے۔ اور دوسری سے دوسروں کو کھلائے۔

ابوموسیٰؓ۔ مسلمانوں نے باہمی خانہ جنگی اور خونریزی کے بعد یہ نہایت اہم اور پیچیدہ معاملہ فیصلے کے لئے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ اب انھیں گمراہ اس فتنے میں بتلا نہ کرو۔

عمروؓ بن العاص۔ پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

ابوموسیٰؓ۔ میرے خیال میں بہتر یہ ہے۔ کہ ان دونوں کو معزول کر کے مسلمانوں کو نئے سرے سے اتفاق رائے یا کثرت رائے سے اپنا خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے۔

عمروؓ بن العاص۔ میں اس رائے کو پسند کرتے ہوئے اس سے اتفاق کرتا ہوں۔

Marfat.com

فیصلے کا اعلان

متفقہ فیصلہ ہو چکا۔ تو دونوں حکم اسے سنانے کے لئے اذرح آئے۔ ہر حکم کے ساتھ چار چار سو آدمیوں کی جمعیت تھی۔ اس اہم فیصلے کو سننے کے لئے جو گویا امت کی قسمت کا فیصلہ تھا۔ چاروں طرف سے ہزاروں مسلمان جوق در جوق امنڈ آئے اور جامع مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے عمروؓ بن العاص سے کہا۔ اٹھئے فیصلہ سنا دیجئے۔ عمروؓ بن العاص نے جواب دیا۔ "آپ ہر طرح مجھ سے افضل ہیں۔ میں کیونکر یہ جرأت کر سکتا ہوں"۔ اس پر ابو موسیٰ اشعریؓ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا:۔

"لوگو! ہم دونوں نے اس مسئلے پر بہت غور کیا۔ لیکن ہمیں اس ایک تجویز کے سوا امت کے اتحاد و اصلاح کی اور کوئی صورت نظر نہ آئی۔ کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ اب ہم عام مسلمانوں کو اختیار دیتے ہیں۔ کہ وہ جسے اہل سمجھیں۔ اتفاق رائے یا کثرت رائے سے خلیفہ منتخب کر لیں"۔

اس کے بعد عمروؓ بن العاص نے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"لوگو! گواہ رہنا۔ کہ ابو موسیٰؓ نے اپنے آدمی حضرت علیؓ کو معزول کر دیا۔ میں بھی ان کے ساتھ متفق ہو کر حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں۔ لیکن اپنے آدمی معاویہؓ کو معزول نہیں کرتا۔ بلکہ برقرار رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ مظلوم شہید ہونے والے امیر المومنین عثمانؓ کے ولی اور سب سے زیادہ ان کی قائم مقامی کے حق دار ہیں"۔

یہ افسوس ناک فیصلہ سن کر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور دوسرے اکابر ابو موسیٰؓ کو ملامت کے رنگ میں کہنے لگے۔ کہ تم فریب کھا گئے۔ ابو موسیٰؓ نے عمروؓ بن العاص کو برا بھلا کہا۔ کہ تم نے متفق علیہ فیصلے کے خلاف اظہار رائے کر کے مجھے دھوکا دیا۔ اس فیصلے سے مجلس کے رنگ میں بھنگ پڑ گئی۔ ابتری و بدنظمی کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ شریح بن ہانی نے عمروؓ بن العاص پر کوڑے برسانے شروع کر دئے۔ اور بروایت دیگر تلوار کا وار کیا۔ لیکن لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے چھوڑ دیا۔

خوارج کا سر اٹھانا

اذرح کے فیصلے سے امیر معاویہؓ کو یہ فائدہ پہنچا۔ کہ ان کے ساتھیوں نے ڈنکے کی چوٹ انہیں امیر المومنین کہنا شروع کر دیا۔ مگر کسی نئی

جماعت نے بیعت نہ کی۔ اس اثناء میں خارجیوں نے عراق میں وہ شورش برپا کی کہ الاماں۔ جن دنوں حضرت علیؓ نے تحکیم یا تقرر حکمین کی تجویز منظور کی۔ اور اقرار نامہ لکھا گیا۔ زرعہ بن البرج اور حرقوص بن زہیر نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ خدا کے سوا کسی انسان کو حَکَم نہیں بنانا چاہیئے۔ اس غلطی سے توبہ کیجئے۔ اور ہمارے ساتھ مل کر شام پر حملہ آور ہو جئے۔ حضرت علیؓ نے اس بات کے قبول کرنے سے صاف طور پر انکار کرتے ہوئے فرمایا۔ "ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔ اور اپنے تحریری اقرار نامے سے نہیں پھر سکتے۔" اللہ تبارک وتعالےٰ فرماتے ہیں۔ "جو عہد کرو، اسے پورا کرو"۔ ان لوگوں نے آپ کو بے حد مجبور کیا۔ لیکن آپ اپنی بات پر اڑے رہے۔ آخر میں انھوں نے دھمکی دی۔ کہ "اگر آپ تحکیم کو مانتے ہیں۔ تو ہم اللہ کے لئے آپ سے جنگ کریں گے۔" آپ نے جواباً فرمایا "تو تم خاک و خون میں تڑپائے جاؤ گے۔"

بس اسی وقت سے فرقہ خارجیہ کی بنیاد پڑ گئی تھی۔ اعلانِ فیصلہ کے بعد خوارج نے عبداللہ بن وہب کو امیر بنا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور ایک متفقہ قرارداد کے مطابق یہ لوگ تکلیفیں سہتے ہوئے بڑی تعداد میں نہروان جمع ہو گئے۔ وہاں اپنی جماعت کو خوب مضبوط کر لیا۔ اور حضرت علیؓ اور ان کے متبعین کو کافر قرار دیتے ہوئے حضرت علیؓ کو حق پر سمجھنے والوں کو نذرِ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ خارجیوں کی جماعت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد پچیس ہزار تک پہنچ گئی۔

خوارج کو اتحاد کی ترغیب

اس موقع پر حضرت علیؓ نے نہروان میں عبداللہ بن وہب کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

"ہم نے جن حضرات کو حَکَم بنایا تھا۔ انھوں نے کتاب اللہ کو پسِ پشت ڈال کر اپنے نفس کے مطابق فیصلہ کیا۔ اس لئے ہم نے اس فیصلے سے برارت ظاہر کی۔ اور اب پھر پہلی حالت (جنگ) پر آگئے ہیں۔ ہم نے اپنے اور تمھارے دشمنوں کے مقابلے کو باگ اٹھائی ہیں۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ تم بھی ہمارے ساتھ مل جاؤ۔ ہم اس وقت تک مقابلہ کریں گے۔ جب تک خدا کوئی فیصلہ نہ

Marfat.com

کر دے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے"۔

خوارج نے اس خط کے جواب میں تحریر کیا:۔

"تم نے حکمین کا تقرر اللہ اور رسولؐ کے حکم کے خلاف کیا تھا۔ اور اب جو اہلِ شام سے لڑائی کا ارادہ کر رہے ہو۔ یہ بھی اپنے نفس کی خواہش سے کر رہے ہو۔ اگر اپنے کفر کا اقرار کرنے کے بعد توبہ کر لو۔ تو ہم تمہاری مدد کو تیار ہیں۔ ورنہ ہم تم سے لڑیں گے۔ اللہ تعالےٰ خیانت کرنے والوں کی چال کی ہدایت نہیں کرتا"۔

یہ خط پڑھ کر حضرت علیؓ خارجیوں کی طرف سے ناامید ہو گئے۔ لیکن شام پر حملہ کرنے کی تیاریوں سے غافل نہ ہوئے۔ چنانچہ ادھر آپ نے صوبوں کے حاکموں کو فوجیں لانے کا حکم دیا۔ اُدھر ۸۰ ہزار کا لشکرِ جرار جمع ہو گیا۔

اس اثنا میں خارجیوں نے فتنہ انگیزی کی آگ کو ہوا دے کر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا اور جو شخص ان کی ہاں میں ہاں نہ ملاتا۔ بے دریغ آبِ تیغ سے نہلا دیا جاتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن خباب اسی بنا پر شہید کر دیے گئے۔ علاوہ بریں ان ظالموں نے بے شمار بے گناہ عورتوں کو سخت بے دردی سے قتل کر دیا۔ اب کہ پانی سر سے گزر چلا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ خدا کے لئے شام پر حملہ کرنے سے پہلے ان خارجیوں کو تہس نہس کر کے ظلم و ستم کے شعلوں کو ٹھنڈا کیجئے۔ اس پر امیر المومنینؓ نے جنگِ شام کو ملتوی کر کے خارجیوں کے مقابلے کے لئے نہروان کی طرف کوچ کیا۔

جنگِ نہروان

خارجیوں کی فوج پہلے ہی سے یہاں جمع تھی۔ حضرت علیؓ نے طبلِ جنگ پر چوٹ پڑنے سے پہلے خارجیوں کے پاس پیغام بھیجا:۔

"تم میں سے جن لوگوں نے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ انھیں ہمارے حوالے کر دو۔ تاکہ ہم انھیں قصاص میں قتل کر دیں۔ اور تمھیں چھوڑ کر شام کا قصد کریں۔

اس عرصے میں شاید اللہ تمھیں راہِ راست پر لے آئے"۔

خارجیوں نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ:۔

"ہم سب نے تمہارے ہم خیال لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ہم سب ان کا خون مباح

Marfat.com

سمجھتے تھے۔ اور تمہارا خون مباح سمجھتے ہیں "۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے متعدد صحابیوں کو یکے بعد دیگرے خارجیوں کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن خارجی راہ راست پر آنے کے بجائے برابر اپنی ضد پر اڑے رہے۔ آخر میں آپ نے خود تشریف لے جا کر خوارج کے سامنے یوں تقریر فرمائی:

" اے وہ گروہ کہ محض ضد کی مخلوق ہے۔ اور جسے خواہش نفسانی نے قبول حق سے منع کر دیا ہے۔ تم لوگ شک وشبہ اور غلطی کے شکار ہو۔ میں تمہیں اس سے متنبہ کرتا ہوں۔ تاکہ تم وادی ضلالت میں نہ بھٹکتے رہو۔ اور ایسی حالت میں نہ مارے جاؤ۔ کہ اللہ تعالےٰ کے روبرو تمہارے لئے کوئی دلیل باقی نہ رہے۔ کیا تم نہیں جانتے میں نے حکمین سے یہ شرط لی تھی۔ کہ وہ قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ میں نے تمہیں اسی وقت مطلع کر دیا تھا۔ کہ تحکیم کی تجویز یکسر دھوکا ہے۔ لیکن تمہیں نے اسے قبول کرنے پر اصرار کیا۔ میں نے اسے اسی شرط پر منظور کیا تھا۔ کہ دونوں منصف اس چیز کو زندہ کریں گے۔ جسے کتاب اللہ نے زندہ کیا ہے۔ اور اسے ختم کریں گے۔ جسے کتاب اللہ نے ختم کیا ہے۔ لیکن پنچوں نے خواہش نفسانی کے زیر اثر قرآن و حدیث کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے ہم نے ان کا فیصلہ مسترد کر دیا۔ اور پھر سابقہ حالت پر لوٹ آئے "۔

خارجیوں نے اس کے جواب میں کہا:۔

" جب ہم نے سرپنچ کی تجویز منظور کر لی تھی۔ اس وقت کافر ہو گئے تھے۔ اب تائب ہو گئے ہیں۔ اگر تم بھی ہماری طرح تائب ہو جاؤ۔ تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ورنہ پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ "۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

" اگر میں اپنے کافر ہونے کا اعتراف کر لوں۔ تو گمراہی کا شکار ہو جاؤں گا۔ مناسب صورت یہ ہے۔ کہ تم اپنے کسی معتبر شخص کو میرے پاس گفتگو کے لئے بھیجو۔ اگر وہ مجھے قائل کر دے۔ تو میں اپنی غلطی کا اقرار کر کے تائب ہو جاؤں۔ اور اگر وہ قائل

Marfat.com

ہو جائے۔ تو تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔"

اس پر خوارج نے عبداللہ بن الکواء کو گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ لیکن یہ گفت وشنید بے نتیجہ ثابت ہوئی۔ اور حضرت علیؓ کو مجبوراً میدان جنگ میں کودنا پڑا۔

حضرت علیؓ نے صف آرائی کی۔ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو امان کا جھنڈا دے کران سے بہ آواز بلند اعلان کرا دیا۔ کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آجائے۔ یا جنگ کے بغیر لوٹ جائے۔ یا کوفہ یا مدائن کی راہ لے اسے امان دی جائے گی۔ جونہی یہ اعلان ہوا۔ بنی الفزر خوارج کا سردار ابن نوفل اشجعی پانسو بہادروں کو لے کر لوٹ گیا۔ کچھ لوگ کوفہ اور مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک ہزار کے قریب حضرت علیؓ کی فوج میں آ ملے۔ اور خارجیوں کی صف لوٹ کر ایک قلیل سی جماعت رہ گئی۔

اس وقت بھی حضرت علیؓ نے اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے سے روکے رکھا۔ لیکن جب خارجی لاحکم الا للہ کا نعرہ بلند کر کے پوری قوت سے علوی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کا ایک ایک فرد بے جگری سے لڑ کر اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے پر تُل گیا۔ تو ناچار حضرت علیؓ کے لشکر نے بھی مدافعت کے لئے تمام قوتیں صرف کر دیں۔ اور دیکھتے دیکھتے ایک خونریز جنگ میں خارجیوں کے تمام بڑے بڑے سردار کھیت رہے۔ صرف ۹ خارجی جان بچا کر بھاگ سکے۔

عزم شام کا فسخ ہو جانا

جنگ نہروان میں فتح حاصل کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے تمام بہادروں کو جمع کر کے شام پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک دشمن پر فتح دی۔ اب دوسرے دشمن کا تیا پانچا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔" اس پر اشعث بن قیس نے عرض کی۔ "امیر المومنین! ہماری تلواریں کند، نیزوں کے پھل خراب اور ترکش خالی ہو گئے ہیں۔ اس لئے لشکر کو سستانے کا موقع دیجئے۔ تاکہ مجاہدین آرام کے بعد تازہ دم ہو کر نئے میدان جنگ میں تیغ شجاعت کے جوہر دکھا سکیں۔" حضرت علیؓ نے یہ عذر قبول نہ کرتے ہوئے کوچ کے بعد مقام نخیلہ میں قیام کر کے حکم دیا۔ کہ شام پر حملہ آور ہو کر فاتحانہ واپسی کے بغیر کوئی شخص

Marfat.com

کوفہ نہ جائے۔ لیکن نخیلہ میں قیام کے بعد لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ اور آپ کے ساتھ تھوڑی سی جمعیت رہ گئی۔ ناچار آپ بھی کوفہ لوٹ آئے۔ اور شام پر چڑھائی نہ ہو سکی۔

مصر کا ہاتھ سے نکل جانا

جنگ صفین کے وقت محمد بن ابی بکرؓ مصر کے حاکم تھے۔ اس جنگ سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے مالک اشتر نخعی کو مصر کا عامل بنا کر بھیجا۔ محمد بن ابی بکرؓ کو اس سے قدرتاً نہایت رنج ہوا۔ لیکن اتفاق سے مالک اشتر مصر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال کر گئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے محمد بن ابی ابکرؓ کو ایک خط لکھا۔ کہ اب تمھیں فرماں روائی مصر کے اہم منصب کے لئے قابل ترین شخص ہو۔ خوب ڈٹ کر دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ محمد بن ابی بکرؓ نے جواب میں تحریر کیا۔ کہ میں آپ کا خادم ہوں اور مخالفوں سے جنگ کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہوں۔ یہ واقعات منصفوں کے فیصلہ سنانے سے پہلے کے ہیں۔ اعلان فیصلہ کے بعد شامیوں نے امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اور محمد بن ابی بکرؓ کی مخالف جماعت کی حوصلہ افزائی کی۔ ان لوگوں نے امیر معاویہؓ سے امداد طلب کی۔ امیر معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص کو ۶ ہزار کی فوج کے ساتھ مصر بھیجا۔ اور ایک خط محمد بن ابی بکرؓ کے نام لکھ کر دیا۔ عمروؓ بن العاص نے امیر معاویہؓ کا اور اپنا دونوں خط محمد بن ابی بکرؓ کے پاس بھیجے۔ انھوں نے یہ خط حضرت علیؓ کی خدمت میں کوفہ ارسال کئے حضرت علیؓ نے پُر زور ترغیب کے باوجود صرف دو ہزار آدمیوں کو مالک بن کعب کی سرکردگی میں مصر روانہ کیا۔ اُدھر محمد بن ابی بکرؓ نے کنانہ بن بشر کے ماتحت عمروؓ بن العاص کے مقابلے پر دو ہزار کی جمعیت بھیج دی تھی۔ کنانہ بن بشر شہید ہو گئے۔ تو محمد بن ابی بکرؓ نے خود جنگ آزما ہونے کا ارادہ کیا۔ لیکن ان کی جمعیت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ بے کس و تنہا رہ جانے پر لڑائی سے واپس آکر جبلہ بن مسروق کے مکان میں پناہ گزیں ہو گئے۔ دشمنوں نے اس مکان کا محاصرہ کر کے انھیں گرفتار کر لیا۔ اور وہ معاویہ بن خدیج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ کو اس حادثے کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے مالک بن کعب کی بازطلبی کے لئے آدمی بھیجا۔ اُدھر حجاج بن عرفہ انصاری مصر سے آتے ہوئے راستے میں مالک بن کعب

Marfat.com

سے ملے۔ اور انھیں محمد بن ابی بکرؓ کی شہادت اور عمروؓ بن العاص کے مصر پر قبضہ کر لینے کا حال سنایا۔ اتنے میں حضرت علیؓ کا پیغام بھی پہنچ گیا۔ اور مالک بن کعب واپس کوفہ چلے آئے اس طرح مصر کی ولایت ہاتھ سے نکل گئی۔ اب حضرت علیؓ نے مجبور ہو کر شام اور مصر کے قبضۂ مکرر کو خواب فراموش سمجھ کر ان کا خیال ترک کر دیا۔

حضرت علیؓ کے دوسرے مقبوضات کی طرف امیر معاویہؓ کا اقدام

شام اور مصر پر قابض ہونے کے بعد امیر معاویہؓ کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور انھوں نے حضرت علیؓ کے دوسرے مقبوضات پر بھی تسلط بٹھانے کی کوشش کی۔ پہلے ان کی نظر اقدام بصرہ پر پڑی۔ اور عبداللہ بن الحضرمی کو اس مہم پر روانہ کیا۔ وہ بصرہ پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس وہاں موجود نہیں۔ انھوں نے اس زریں موقع سے فائدہ اٹھا کر امیر معاویہؓ کے حسب ہدایت حضرت علیؓ سے ناخوش اور خونِ عثمانؓ کے مطالبے کو ضروری سمجھنے والے لوگوں کی ایک بھاری جمعیت اپنے گرد فراہم کر لی۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس خبر سے مطلع ہو کر اعین بن ضبیعہ کو وہاں بھیجا جنھوں نے آپ کے حسب فرمان ابن الحضرمی کی جماعت کو تتر بتر کر دیا۔ اور اس کے سردار کو قتل کر دیا گیا۔

۳۹ھ میں فارس والوں نے اہل بصرہ کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر علم بغاوت بلند کیا۔ اور اپنے حاکم سہیل بن حنیف کو نکال باہر کر دیا۔ حضرت ابن عباس عامل بصرہ نے حضرت علیؓ کے حسب حکم زیاد کو فارس کی حکومت پر روانہ کیا۔ جنھوں نے تلوار کے زور سے اہل فارس کو تیر کی طرح سیدھا کر دیا۔

حضرت علیؓ کے خلاف سرکشی اور بغاوت کے شعلے جا بجا بھڑک اٹھنے سے امیر معاویہؓ کو تکمیلِ مقاصد میں بڑی بھاری امداد ملی۔ چنانچہ انھوں نے سخاوت، احسان و اکرام اور قدردانی کے دریا بہا دیئے۔ جس سے عرب کے گوشے گوشے سے لوگ کھچ کھچ کر دمشق آنے لگے۔ امیر معاویہؓ نے نعمان بن بشیر کو دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ عین التمر کی طرف روانہ کیا۔ وہاں کے علوی حاکم مالک بن کعب کو دربارِ خلافت سے کوئی امداد نہ ملی۔ اس لئے

Marfat.com

نعمان نے آسانی سے عین التمر کو زیرنگیں کرلیا۔ اسی طرح سفیان بن عوف کو ۶ ہزار کی جمعیت کے ساتھ انبار اور مدائن کی طرف بھیجا۔ انھوں نے ان دونوں شہروں کو لوٹ کر دمشق کی راہ لی۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے سعید بن قیس کو سفیان بن عوف کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مگر وہ ہاتھ نہ آئے۔

اس کے بعد امیر معاویہؓ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو تین ہزار کی فوج کے ہمراہ حجاز اور یمن کی طرف بھیجا۔ مکہ اور یمن والوں نے امیر معاویہؓ کی بیعت کرلی۔ اور عبیداللہ بن عباس یمن کے دارالخلافہ صنعاء سے نکال دیئے گئے۔ غرض ۴۰ھ کے آغاز میں یمن، حجاز، شام، فلسطین، مصر وغیرہ پر امیر معاویہؓ کی حکومت کا پھریرا اڑنے لگا۔ اور صرف عراق اور ایران حضرت علیؓ کے زیرنگیں رہ گئے۔ لیکن عراق میں بہت سے عربی قبائل حضرت علیؓ کے خیرخواہ نہ تھے۔ اور ایران میں سازشوں اور بغاوتوں کا بازار گرم تھا۔

حضرت علیؓ سے حاکم بصرہ کی ناراضی اور قطع تعلق

اس دوران میں بصرہ کے ابوالاسود نے حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال کیا، جس میں یہ جھوٹی شکایت لکھی۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حاکم بصرہ نے آپ کی اجازت کے بغیر بیت المال کا کچھ مال خرچ کر ڈالا ہے۔ حضرت علیؓ نے ان سے جواب طلب کیا۔ تو انھوں نے تحریر کیا۔ کہ یہ اطلاع یکسر غلط ہے جو کچھ میں نے خرچ کیا ہے۔ وہ میرا ذاتی مال تھا۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ موشگافی سے کام لیتے ہوئے تفصیلی جواب مانگا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ از خود بصرہ کی حکومت چھوڑ کر مکہ معظمہ چلے گئے۔

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں مصالحت

آخر اس بدنظمی اور خوں ریزی سے تنگ آکر ۴۰ھ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ نے باہم صلح کرلی۔ جس کے رو سے مصر، شام اور مغرب کا حصہ امیر معاویہؓ کے پاس رہا۔ اور حجاز، عراق اور مشرق کا سارا علاقہ حضرت علیؓ کے حصے میں آیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

جنگ نہروان میں خارجیوں کی نسل پر گویا جھاڑو پھر گئی تھی۔

Marfat.com

ورانِ کے صرف ۹ آدمی جان بچا کر بھاگ نکلے تھے۔ اس لئے اب وہ اپنی زندگی کو موت سمجھتے تھے۔ آخر انھوں نے باہم مشورہ کیا۔ کہ اب جینے سے کیا حاصل۔ آؤ اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے عالم اسلام کے تین سب سے بڑے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار کر جی ٹھنڈا کریں۔ چنانچہ ایک معاہدے کے ذریعے طے پایا۔ کہ عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علیؓ کو، برک بن عبداللہ امیر معاویہؓ کو اور عمرو بن بکر عمروؓ بن العاص حاکم مصر کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت قتل کر ڈالیں۔ ۱۶ رمضان المبارک جمعہ کو فجر کے وقت اس منصوبے کو لباس عمل پہنایا گیا۔ امیر معاویہؓ اوچھے وار کے باعث دو وار سے بچ گئے۔ حملہ آور گرفتاری کے بعد ٹھکانے لگا دیا گیا۔ عمروؓ بن العاص بیماری کے سبب اس روز آئے نہیں تھے۔ اس لئے ان کے بجائے خارجہ بن حبیبہ مارے گئے۔ البتہ حضرت علیؓ پر بھرپور وار کیا گیا۔ ابن ملجم گرفتار ہو کر آپ کے روبرو پیش کیا گیا۔ فرمایا۔ اگر میں اس زخم سے ختم ہو جاؤں تو تم بھی اسے قصاص میں قتل کر دینا۔ اور اگر بچ گیا۔ تو خود مناسب کارروائی کروں گا۔ جندب بن عبداللہ نے عرض کی۔ کیا ہم آپ کے بعد حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ فرمایا میں اس باب میں کچھ نہیں کہتا۔ تم اس معاملے کو بہتر سمجھ سکتے ہو۔ پھر حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور محمدؓ بن حنفیہ کو طلب کر کے وصیتیں فرمائیں۔ اس کے بعد عام وصیت لکھوانے لگے۔ کہ آخری وقت قریب آ گیا۔ اور لا الٰہ الا اللہ کے سوا کوئی اور کلمہ زبان سے نہ نکل سکا

آخر ۲۰ رمضان المبارک شب یک شنبہ کو تریسٹھ سال کی عمر میں پونے پانچ سال کی خلافت کے بعد انتقال فرمایا۔ حضرات حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے غسل دیا۔ حضرت امام حسنؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور کوفہ کے قبرستان غری میں آپ کا جسد مبارک سپرد خاک کیا گیا۔ مقام تدفین کے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

ازواج و اولاد

حضرت علیؓ نے مختلف اوقات میں ۹ شادیاں کیں۔ جن سے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے پہلی زوجہ حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم کے بطن سے تین لڑکے حضرت امام حسنؓ۔ حضرت امام حسینؓ

Marfat.com

حضرت محسنؓ اور دو لڑکیاں حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت خولہؓ کے بطن سے محمد بن حنفیہؒ پیدا ہوئے۔ باقی اولاد کی تفصیل ضروری نہیں۔

نظامِ خلافت

حضرت علیؓ کو عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی جن اہم، پیچیدہ، ناگوار اور مخالفانہ حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ ان سے کامیابی کے ہاتھ عہدہ برآ ہونا آپ ہی کا حصّہ تھا۔ اس ہنگامہ خیز زمانے میں کبھی آپ کو آشوب بغاوت کے استیصال میں مصروف ہونا پڑتا تھا۔ اور کبھی ملک گیری پر توجّہ مبذول کرنی پڑتی تھی۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ آپ کا عظیم ترین زرّیں کارنامہ نظامِ خلافت کی اصلاح ہے۔ آپ نے دورِ عثمانی کی بے عنوانیوں کو دُور کر کے عہدِ فاروقیؓ کے نظام کی یاد تازہ کر دی۔ یہود نجران نے حجاز میں دوبارہ آباد ہونے کی التجا کی۔ لیکن حضرت فاروق اعظمؓ نے چونکہ انھیں حجاز سے ملک بدر کر دیا تھا۔ اس لئے آپ نے ان کی درخواست کو درخورِ اعتنا نہ سمجھ کر اس بنا پر قبول نہ کیا۔ کہ حضرت عمرؓ سے زیادہ مدبّر و مصلحت اندیش کوئی نہیں ہو سکتا۔ صوبوں کی تقسیم میں سرمو تبدیلی نہ کی۔ لیکن عمّال تمام کے تمام تبدیل کر دیئے اور دار الخلافہ بھی مدینہ کے بجائے کوفہ قرار دیا۔

فوجی نظام حضرت علیؓ فطرتاً سپاہ گری کے دلدادہ اور جنگ آزمائی کا والہانہ جوش رکھنے والے مردِ میدان تھے۔ اس لئے فوج کی ترّقی اور تنظیم خاص طور پر ان کا مرکز توجّہ رہی۔ چنانچہ اسی سلسلے میں آپ نے چھاؤنیاں اور قلعے تیّار کرائے۔

مالی نظام صیغۂ مال میں نہایت قابلِ قدر اصلاحات کیں۔ جن سے آمدنی میں متعدبہ اضافہ ہو گیا۔ جنگلوں پر محصول لگایا۔ چنانچہ تنہا برس کے جنگل کی آمدنی چار ہزار روپے سالانہ تھی۔ علاوہ بریں اور جنگل بھی معقول آمدنی کا مفید ذریعہ تھے۔

عمّال کے اخلاق کا احتساب افسروں کے اعمال و افعال پر کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ انھیں اکثر اوقات اس قسم کے احکام بھیجتے رہتے تھے۔ کہ دیکھنا کسی سے بے انصافی نہ ہونے پائے۔ رعایا کے ساتھ نرمی اور دلجوئی سے

Marfat.com

پیش آنا۔ جب کبھی کسی حاکم کے متعلق کوئی شکایت پہنچتی۔ تو پوری تحقیقات کے بعد اسے ترک غفلت اور ادائے فرض کے لئے زبردست تنبیہ کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ منذر بن جارود حاکم اصطخر کو یہ انتباہ نامہ تحریر فرمایا:۔

"مجھے اطلاع ملی ہے۔ کہ تم اپنے فرائض منصبی کی پرواہ نہ کرکے سیر و شکار کو نکل جاتے ہو۔ اور سگ بازی کرتے ہو۔ اگر یہ خبر درست ہے۔ تو میں تمھیں اس کی سزا دوں گا۔ تمھارے گھر کا جاہل بھی تم سے اچھا ہے۔"

چنانچہ اس جرم کی پاداش میں وہ معزول کر دیئے گئے۔

اسی طرح ایک اور حاکم کے خلاف متعدد شکایتیں موصول ہوئیں۔ تو اسے ایک لمبا چوڑا خط لکھا۔ جس کا مفاد یہ ہے:۔

"مجھے خبر پہنچی ہے۔ کہ تم عیش و عشرت میں دن گزارتے ہو۔ بخورات اور روغنیات زیادہ تر زیر استعمال ہیں۔ دسترخوان پر قسم قسم کا پُر تکلف کھانا چُنا جاتا ہے۔ منبر کے وعظ اور خلوت کے عمل میں تطابق نہیں۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے۔ تو تم نے اپنے نفس کو ضرر پہنچایا۔ اور مجھے تادیب پر مجبور کیا .... تم بیواؤں اور یتیموں کے مال سے عیش و عشرت میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ سے صالحین کے اجر کی امید کیوں رکھتے ہو ...... تائب ہو کر اصلاح نفس کرتے ہوئے خدا کے حقوق ادا کرو۔"

اس کے علاوہ کمیشن کے ذریعے سے بھی عاملوں کے طریق عمل کی تحقیقات کراتے اور جائزہ لیتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کعب بن مالک انصاری کو عاملین عراق کی تحقیقات پر مقرر کرکے یہ ہدایت فرمائی:۔

"چند اشخاص کو ہمراہ لے کر عراق جاؤ۔ ضلع ضلع کا دورہ کرکے وہاں کے حاکموں کی تحقیقات کرو۔ اور ان کے رویئے پر نظر ڈالو۔"

خراج کے متعلق جانچ پڑتال

خراج کے باب میں حاکموں سے شدید احتساب کرتے تھے۔ اگر وقت معین سے ذرا بھی دیر ہو جاتی۔ تو فہمائشی احکام صادر فرماتے۔ ایک دفعہ یزید بن قیس ارحبی نے ارسال خراج میں تاخیر سے کام

لیا۔ تو آپ نے لکھا:۔

"تم نے خراج دیر سے بھیجا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ بہرحال میں تمھیں خدا سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہوں۔ اور تمھیں خوف دلاتا ہوں۔ کہ اجر برباد اور جہاد باطل کر دینے والا کام نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اپنے نفس کو حرام مال سے دُور رکھو۔ اور مجھے موقع نہ دو۔ کہ تم سے بازپرس کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔ مسلمانوں کو معزز کرو۔ مگر معاہدین پر زیادتی نہ ہونے پائے۔ رزّاقِ دو عالم نے جو کچھ دیا ہے۔ اسے حصولِ عقبیٰ کا ذریعہ بناؤ۔ اور دنیا کا حصّہ بھی نہ بھولو۔"

نعمان بن عجلان عامل بحرین خراج وصول کر کے کہیں چل دیے تھے۔ آپ نے انھیں تحریر فرمایا:۔

"جو شخص امانت میں خیانت کا مرتکب ہُوا۔ اور اپنے نفس و دین کو نہ بچا سکا۔ وہ دنیا میں بھی موردِ خسران ہُوا۔ اور آخرت میں جو کچھ ظاہر ہونے والا ہے۔ وہ اس سے زیادہ تلخ، زیادہ مصیبت خیز اور زیادہ دیرپا ہے۔ خدا سے ڈرو۔ تم نیک گھرانے سے تعلّق رکھتے ہو۔ اس لئے حسنِ ظن کا موقع دو۔ مجھے جو اطّلاع موصول ہوئی ہے۔ اگر وہ درست ہے۔ تو اس سے تائب ہو جاؤ۔ اور اپنے باب میں تبدیل رائے پر مجبور نہ کرو۔ خراج ادا کر دو۔"

بیت المال کی حفاظت

آپ بیت المال کی حفاظت کے راستے میں حضرت فاروق اعظمؓ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے عم زاد بھائی حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے بصرہ کے بیت المال سے دس ہزار کی رقم لے لی۔ اطّلاع ملتے پر آپ نے اس کی واپسی کے لئے لکھا۔ انھوں نے انکار کیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فہمائش کر کے واپس کر دیا۔ اور اس باب میں مفید نصیحتیں فرمائیں۔

ایک دفعہ اصفہان کے خراج میں شہد اور چربی بھی آئی۔ حضرت علیؓ کی صاحبزادی امِ کلثومؓ نے یہ دونوں چیزیں مانگ بھیجیں۔ چنانچہ انھیں شہد اور چربی کا ایک ایک پیپا بھیج دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے خراج کی چیزیں شمار کیں۔ تو دو پیپے کم نکلے۔ فوراً عمرو بن سلمہ سے بازپرس

Marfat.com

ں۔ انھوں نے صحیح کیفیت بیان کردی۔ آپ نے دونوں پیسے منگوا کر بیت المال میں رکھوا دیئے اور صرف شدہ مال کی قیمت ادا کردی۔

ایک مرتبہ بیت المال کے نگران ابورافع نے جنھیں رسول اللہ صلعم کی غلامی کا شرف حاصل تھا۔ اس میں سے ایک موتی لے کر اپنی لڑکی کو پہنادیا۔ حضرت علیؓ نے پہچان کر سوال لیا۔ اے ابورافع! تمھیں یہ موتی کہاں سے ملا؟ میں اس کے لانے والے کا ہاتھ قلم کردوں گا۔ ابورافع نے اعتراف جرم کرلیا۔ فرمایا" تم اپنی لڑکی کو موتی پہناتے ہو سنو۔ جب فاطمہؓ کے ساتھ میرا عقد ہوا۔ تو میرے پاس مینڈھے کی ایک کھال کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں اسی پر سوتا اور اسی پر مویشی کو چارہ دیتا تھا۔ خادم کی صورت تک نہیں دیکھی تھی۔

ذمیوں کے حقوق کا لحاظ ذمیوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور حاکموں کو بھی ان کے حقوق کے تحفظ و ادا کے متعلق تلقین فرماتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ذمیوں کی طرف سے عمرو بن مسلمہ ارجبی کی سخت گیری کے باب میں شکایت موصول ہوئی۔ آپ نے انھیں لکھا:۔

" مجھے خبر ملی ہے۔ کہ تمھارے علاقے کے ذمی دہقان تمھاری سخت گیری سے نالاں ہیں۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ نرمی کے وقت نرمی کرو۔ اور سختی کے وقت سختی۔ لیکن نہ سختی ظلم بن جائے۔ اور نہ نرمی نقصان کا موجب۔ مطالبہ بے شک وصول کرو۔ لیکن کسی بے گناہ کے خون سے دامن آلودہ نہ کرو"۔

آب پاشی کی ایک نہر کے پٹ جانے پر ایک حاکم قرظہ بن کعب انصاری کو تحریر فرمایا:۔

" تمھارے علاقے کے ذمیوں کی طرف سے شکایت موصول ہوئی ہے۔ کہ ان کی ایک آب پاشی کی نہر پٹ کر بے نشان ہوگئی ہے۔ جسے دوبارہ جاری کرنا مسلمانوں کا فرض ہے۔ تم معاینہ کے بعد یہ کام کردو۔ اپنی عمر کی قسم۔ میں اس کا آباد رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ بہ نسبت اس کے کہ یہ لوگ ملک سے نکل جائیں۔ یا خستہ حال ہوجائیں۔ یا ملک کی فلاح و بہبود میں حصہ نہ لے سکیں"۔

Marfat.com

انصاف اور مساوات

انصاف اور مساوات آپ کے تاجِ عدالت کے گوہر تھے۔ مذہب وملت اور شاہ وگدا میں کچھ امتیاز نہ تھا۔ مقدمہ کا ایک فریق ہونے کی صورت میں آپ خود قاضی کی عدالت میں پیش ہوتے تھے۔ اور ثبوت نہ ملنے کی حالت میں مقدمے کا فیصلہ آپ کے خلاف ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ کی زرہ گم ہوگئی۔ اور اتفاق سے ایک نصرانی کے ہاتھ لگ گئی۔ حضرت علیؓ نے اس پر دعویٰ کیا لیکن قاضی کے استفسار پر اس کی ملکیت کی تائید میں کوئی ثبوت بہم نہ پہنچا سکے۔ قاضی نے دعویٰ خارج کرکے نصرانی کے حق میں فیصلہ سنایا۔ نصرانی اس فیصلے سے بے حد متاثر ہوکر مسلمان ہوگیا۔

نرخ اور وزن کی دیکھ بھال

بازار میں اشیا کے نرخ اور وزن کی دیکھ بھال خود کرتے تھے۔ درہ ہاتھ میں لے کر بازار کا گشت کرنے چلے جاتے اور دکان داروں کو بھاؤ اور ناپ تول کی ایمان داری سے متعلق تلقین فرماتے۔

علم وفضل

حضرت علیؓ آسمانِ علم وفضل کے خورشید نصف النہار تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے آپ عمر بھر اُس عرشِ کمالاتِ انسانی کے فرش نشین رہے۔ جس کا ذرہ ذرہ صد آفتاب در آغوش تھا۔ درس گاہِ نبوت کے بحرِ بے پایاں میں غوطہ زن ہوکر آپ نے کائنات پیما فکر ونظر کے ایسے ایسے لآلیِ آبدار سے دامن بھرا۔ جن کی چکا چوند پیدا کردینے والی تیز روشنی سے متاثر ہوکر حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے حکیم امت بے ساختہ یوں لب کشا ہوگئے۔ کہ "علام الغیوب نے علیؓ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصے عطا فرمائے تھے۔ اور دسویں میں بھی آپ شریک تھے"۔ جامعۂ نبوت سے آپ کو انا مدینۃ العلم وعلی بابھا کی سند عطا ہوئی۔

قرآن کریم کے حافظ اور اس کے بہت بڑے عالم تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ "مجھے قرآن حکیم کی ہر آیت کے متعلق یہ معلوم ہے۔ کہ وہ کہاں، کس کے متعلق اور کس باب میں نازل ہوئی"۔ قرآن مجید کے سمجھنے اور اس سے احکام ومسائل کے اخذ کی غیر معمولی قابلیت آپ کی فطرت میں ودیعت کی گئی تھی۔ تفسیر میں آپ کا مدمقابل حضرت عبداللہ

ابن عباس کے سوا کوئی نہ تھا۔ وصالِ نبویؐ کے بعد انھوں نے آیتوں اور سورتوں کی ترتیب نزول پر قرآن عزیز کا ایک نسخہ مرتب کیا تھا۔

حدیث کی حفاظت اور روایت کے اعتبار سے صحابہؓ میں ایک امتیازی درجہ رکھتے تھے آپ نے پانسو چھیاسی حدیثیں روایت کی تھیں۔ جماعت صحابہؓ کے جن جواں بخت بزرگوں نے احادیث نبویؐ تحریر کیں۔ ان میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔

فقہ میں وہ کمال حاصل تھا۔ کہ وہ بالاتفاق اس فن کے امام و مجتہد تسلیم کئے جاتے تھے۔ اور صحابۂ کبارؓ نازک و پیچیدہ فقہی مشکلات کی گرہ کشائی کے لئے آپ ہی کے آگے دست استمداد دراز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظمؓ جیسے امام و مجتہد فقہ آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ فقیہ الامت حضرتِ عبداللہ بن مسعودؓ نے جن کے فتاویٰ کے سنگین محکم ستونوں پر فقہ حنفیہ کی عالی شان عمارت قائم ہے۔ آپ ہی سے کسبِ فیض کیا تھا۔

قضا یعنی مقدمات کے فیصل کرنے میں تمام اصحاب نبویؐ میں آپ کا کوئی حریف نہ تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم نے آپ کی شان میں اقضاہم علیؓ فرمایا تھا۔

تقسیم ورثہ کے فن میں آپ کا شمار مدینہ کے اکابر علماء میں ہوتا تھا۔

عہد شیخین میں فصل مقدمات کے وقت آپ کی رائے طلب کرکے اس سے استعانت لی جاتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک مخبوط الحواس زانیہ کو احکام شرعی کے مطابق سزا دینی چاہی۔ لیکن حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر انھیں روک دیا۔ کہ پاگل شرعی حد سے مستثنیٰ ہے۔

تصوف کا دریا آپ ہی کے طورِ عرفاں سے نکلا ہے۔ صوفیۂ عظام کے مشہور سلسلے حضرت حسن بصریؒ کی وساطت سے آپ ہی پر ختم ہوتے ہیں۔

فصحائے عرب میں وہ ایک بلند مقام پر فائز ہیں۔ اور آپ کے خطبات جو ادب عالیہ کا معیار ہیں۔ اس دعوے پر شاہد عادل ہیں۔

اُس دور میں نوشت و خواند کا دستور عام نہ ہونے کے باوجود حضرت علیؓ تحریر و تسوید میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کے فرامین لکھنے کی خدمت آپ کے

Marfat.com

کے بھی سپرد تھی۔ صلح نامہ حدیبیہ آپ ہی نے تحریر فرمایا تھا۔ مکتوبات علیؓ کو ادب و انشا کے بہترین نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

شاعری کی طرف طبیعت کو فطری میلان اور رجحان تھا۔ ذوق سلیم کی نعمت سے مالا مال تھے۔ بعض کتابوں میں آپ کے اشعار بھی درج ہیں۔ بلکہ دیوان علیؓ کتب فروشوں کی دکانوں اور خوش مذاق عالموں کی الماریوں کی زینت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اس دیوان کو حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرنا اپنے آپ کو وجدان صحیح سے بیگانہ ثابت کرنا ہے کیونکہ شاعری کے اعتبار سے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

آپ فن نحو کے بانی تھے۔ مذہبی علوم اور مروجہ فنون پر کامل عبور رکھتے تھے۔

سیرت المرتضیٰ

اول تو حضرت علیؓ مرتضیٰ فطرتاً سلامت طبع کے سرمایہ دار تھے دوسرے سرور لولاکؐ کے دامن تعلیم و تربیت میں پرورش پانے کے باعث آپ خلق عالی اور احکام اسلامی کی تصویر بن گئے تھے۔

پرہیزگاری

پرہیزگاری آپ کے آئینہ کردار کا روشن تریں جوہر تھی۔ زندگی کا ہر لمحہ زہد و تقویٰ میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ کا یہ مقولہ زبان زد خلائق ہے۔ کہ "دنیا مردار ہے۔ جو اسے حاصل کرنا چاہے۔ اسے کتوں کی صحبت کے لئے تیار رہنا چاہئے"

آپ کی زندگی مختلف دوروں میں غریبی اور امیری دونوں چیزوں سے ذوق آشنا ہوئی لیکن زہد کا دامن کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ ایک دفعہ امیری کی لہر بہر میں آمد اس قدر بڑھ گئی۔ کہ چالیس ہزار سالانہ زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی تھی۔ لیکن فاقوں کی چاشنی اُس حالت میں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔

ساری عمر معمولی ہی سے مکان میں گزار دی۔ گھر میں کوئی قابلِ ذکر اثاثہ نہ تھا۔ ایک مینڈھے کی کھال سے فرش خواب کا کام لیا جاتا تھا۔ اوڑھنے کی چھوٹی سی چادر سر اور پاؤں کے ڈھانکنے کو بھی کافی نہ تھی۔

گھر کا کام کاج کرنے کے لئے کوئی خادم نہ تھا۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرا سارا کام خود کرتی تھیں۔ چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے تھے کبھی کبھی متواتر فاقے

گزر جاتے تھے۔ ایک دفعہ اسی حالت میں مزدوری کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اور کسی بڑھیا کے کھیت کو پانی دے کر کچھ کھجوریں حاصل کیں۔ ایک مرتبہ گھر میں صرف خدا کا نام تھا۔ اس لئے اپنی تلوار فروخت کر کے فاقہ شکنی کی۔

عبادت عبادت آپ کا مرغوب شغلہ تھا۔ ازبیر بن سعید قریشی بیان کرتے ہیں۔ کہ "آپ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ عبادت گزار تھے" حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ "علیؓ دن کو روزہ رکھتے۔ اور رات کو عبادت کرتے تھے"۔

خدا کی راہ میں خرچ کرنا آپ اللہ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتے تھے اور یہی وجہ تھی۔ کہ امارت کی حالت میں بھی فاقوں کی نوبت آجاتی تھی۔ کسی محتاج کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹایا۔ اور کچھ پاس نہ ہوتا۔ تو کھانا تک سائل کو دے دیتے۔ اور خود بھوکے سو رہتے۔

امانت اور دیانت آپ کی زندگی کے متعدد واقعات علیٰ رؤس الاشہاد امانت و دیانت مرتضویؓ کا اعلان کر رہے ہیں۔ تکلیف پر تکلیف برداشت کرتے۔ لیکن بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ ایک کوڑی بھی لینا حرام سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے غلام قنبر نے آپ کی تکلیفوں سے متاثر ہو کر بیت المال کے سامان سے کچھ نہایت قیمتی برتن الگ کر لئے۔ اور عرض کی۔ "آپ بیت المال سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا کچھ حق نہیں لیتے۔ لہٰذا میں نے آپ کے لئے پوشیدہ طور پر ایک چیز رکھ لی ہے"۔ فرمایا۔ وہ کیا۔ عرض کی۔ خود چل کر دیکھ لیجئے۔ وہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سونے چاندی کے برتن پڑے ہیں۔ آپ آگ بگولا ہو کر فرمانے لگے۔ "مرن جوگ تو میرے مکان کو جہنم کا ایک گوشہ بنانا چاہتا تھا"۔ اور اسی وقت تمام برتن فرزندان توحید میں بانٹ دیے۔

شجاعت شجاعت اور جنگ آزمائی آپ کا ایک نمایاں وصف تھا۔ غزوات کے واقعات اس حقیقت پر گواہ ناطق ہیں۔

سادگی آپ کی ساری زندگی تکلفات سے قطعاً بری اور سادگی کا ایک دل کش نمونہ تھی۔

Marfat.com

اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنی پاپوش کی مرمت بھی خود ہی کر لیتے تھے۔

خلافت کے دنوں میں بے تکلف بازاروں کا گشت لگاتے۔ گم کردہ راہوں کو راستہ بتاتے کمزوروں کا ہاتھ بٹاتے۔ اور دُکان داروں کو عدل و تواضع وغیرہ کی نصیحت فرماتے۔

لباس اور غذا کپڑے بالکل سادہ پہنتے اور خوراک نہایت معمولی کھاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ عبداللہ بن زریر کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ کہ انھوں نے عرض کی۔ "امیر المومنین! آپ پرند کا گوشت پسند نہیں فرماتے"؟ فرمایا "خلیفہ وقت بیت المال سے جو تمام مسلمانوں کا مشترکہ خزانہ ہے۔ دو پیالیوں کے سوا کچھ بھی لینے کا مستحق نہیں۔ ایک خود استعمال کرے۔ دوسری اپنے بیوی بچّوں کو دے۔ باقی سے خلقِ خدا کی خدمت کرے لذیذ غذاؤں سے پرہیز فرماتے تھے۔ ایک دفعہ تھوڑا سا فالودہ سامنے رکھا گیا۔ فرمایا "بے شک یہ نہایت خوش رنگ اور لذیذ ہے۔ لیکن میں اپنے نفس کو ایسی چیزوں کا عادی نہیں بنانا چاہتا۔" سبحان اللہ

سیرت المرتضیٰؓ تنقید کے آئینے میں ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے ایک مصاحب ضرار صدائی سے کہا "علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔" پہلے تو انھوں نے اس سے معذرت چاہی۔ پھر زیادہ اصرار پر یوں لب کشا ہوئے:۔

"حضرت علیؓ عالی حوصلہ اور بے حد قوی تھے۔ دو ٹوک بات کہتے اور منصفانہ فیصلہ کرتے تھے۔ علم و حکمت کے سرچشمہ تھے۔ دُنیا اور اس کے لطف و عیش سے نفور تھے۔ رات کے اندھیرے اور اس کی وحشت سے محبّت رکھتے تھے۔ طبیعت بہت عبرت پذیر اور غور و فکر کی عادی تھی۔ سادہ لباس اور معمولی غذا پسند کرتے تھے۔ ہم لوگوں میں ہماری ہی طرح رہتے تھے۔ جب ہم بطریق دریافت کچھ عرض کرتے۔ تو جواب دیتے۔ حالانکہ ہم ان کے اور وہ ہمارے قریب رہتے تھے۔ لیکن ہم رعب و ہیبت سے ان کے ساتھ ہم کلام نہ ہو سکتے۔ دین داران کے نزدیک قابلِ احترام اور غریب مصاحب تھے۔ ان کے

گے قوی باطل میں طمع نہ کر سکتا۔ اور کمزور انصاف سے ناامید نہ ہوتا تھا۔

"ایک واقعہ سُنئے۔ جو ان آنکھوں نے کئی دفعہ دیکھا۔ رات کا پچھلا پہر ہے۔ اور وہ اپنی داڑھی ہاتھ میں لئے نہایت بیتابی کے ساتھ آنکھوں سے جوئے اشک بہاتے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ "اے دنیا! میں تیرے دھوکے میں نہیں آؤں گا۔ جا کسی اور کو فریفتہ کر۔ تُو مجھے چاہتی ہے۔ لیکن میں تجھ سے دُور بھاگتا ہوں۔ افسوس، افسوس۔ میں نے تجھے تین دفعہ طلاق دی۔ تیری عمر قلیل اور مقصد حقیر ہے۔ ہائے ہائے سفر لمبا۔ راستہ ڈراؤنا اور زادِ سفر کم ہے"۔

امیر معاویہؓ نے جونہی یہ اوصاف سنے۔ اشک بار ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ "اللہ تعالیٰ ابوالحسنؓ (علیؓ) پر رحم کرے۔ خدا کی قسم، وہ ایسے ہی تھے"۔

آٹھواں باب

حضرت امام حسن علیہ السلام رضی اللہ عنہ

سنہ ۴۰ھ سے سنہ ۴۱ھ تک

تذکرہ امام حسن علیہ السلام رضی اللہ عنہ

حسن نام، ابو محمد کنیت، ریحانۃ النبی لقب۔ رمضان سنہ ۳ھ میں رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کا نام آنحضرتؐ نے رکھا تھا۔ شکل صورت میں حضورؐ سے بہت ملتے جلتے تھے۔ آٹھ سال تک نانا ہی کے آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ یوں تو آنحضرتؐ سیدۃ النساءؑ اور ان کی تمام اولاد سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ لیکن حضرت حسنؑ کے ساتھ خاص طور پر غیر معمولی اُنس تھا

امام بخاریؒ، حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ "ایک دفعہ رسول اللہ صلعم منبر پر تشریف فرما تھے۔ حضرت حسنؑ پہلو میں بیٹھے تھے۔ حضورؐ کبھی مجمع کی طرف اور کبھی نواسے کی طرف دیکھتے۔ اور فرماتے۔ "میرا یہ بیٹا ہے۔ اور مسلمان کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔" ابن عباسؓ راوی ہیں۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلعم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوش مبارک پر بٹھا رکھا تھا۔ ایک راہ گیر نے حضرت حسنؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میاں صاحبزادے تم نے کیا خوب سواری پائی ہے"۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔"

خلافت اور واقعات

بیعتِ خلافت انتقال سے کچھ دیر پہلے حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا. کہ آپ کے بعد کس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ میں حکم بھی نہیں دیتا۔ اور منع بھی نہیں کرتا۔ تم جسے پسند کرو۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینا". آپ نے جمہوریت خلافت کی بنا پر ایسا فرمایا تھا۔ لیکن لوگوں کو معلوم تھا۔ کہ محاسن و کمالات کے اعتبار سے حضرت امام حسنؓ کے سوا حضرت علیؓ کا بہترین جانشین کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سب سے پہلے قیس بن سعد انصاریؓ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اور کہا "میں کتاب و سنّت اور محلین سے جنگ پر آپ سے بیعت کرتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا "کتاب و سنّت ہی کافی اور تمام شرائط پر حاوی ہے"۔

اس کے بعد تمام اہل عراق جوق در جوق آکر بیعت کرنے لگے۔ اور رمضان ۴۰ھ میں حضرت امام حسنؓ نے مسندِ خلافت کو زینت بخشی۔

پہلی تقریر حضرت امام حسنؓ نے زمام خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

"لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص جدا ہوا ہے۔ کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے۔ نہ پچھلے اسے پا سکیں گے۔ رسول اللہ صلعم لڑائیوں میں اسے اپنا عَلَم مرحمت فرما کر بھیجتے تھے۔ وہ کسی لڑائی میں ناکام واپس نہ آیا۔ میکائیلؑ اور جبریلؑ دائیں بائیں اس کی ہم رکابی میں ہوتے تھے۔ اس نے سات سو درم کے سوا جو اس کا اندوختہ تھا۔ سونے چاندی کا ذرہ تک نہیں چھوڑا۔ یہ درم بھی ایک غلام خریدنے کے لئے جمع کئے گئے تھے۔"

کوفہ پر امیر معاویہؓ کی چڑھائی حضرت علیؓ کی خبر شہادت پاتے ہی امیر معاویہؓ نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ اور اہل شام سے تجدید بیعت کرائی۔ پھر دنیائے اسلام پر پرچم حکومت لہرانے کی دیرینہ تمنا کے پورا ہونے

کا موقع غنیمت سمجھ کر ساٹھ ہزار لشکرِ جرار کے ساتھ کوفہ پر چڑھائی کر دی۔ اور حضرت امام حسنؓ سے کہلا بھیجا۔ کہ جنگ سے صلح بہر حال اچھی ہے۔ اور مجھے خلیفۂ وقت مانتے ہوئے میرے ہاتھ پر بیعت کر لیں"۔ اس پر حضرت امام حسنؓ چالیس ہزار کا لشکر لے کر کوفہ روانہ ہوئے اور مقام دیر عبدالرحمٰن میں پہنچنے کے بعد قیس بن سعدؓ کو بارہ ہزار کی فوج دے کر مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بھیجا۔ جب لشکر ساباطِ مدائن پہنچا۔ تو کسی نے قیس بن سعدؓ کے مارے جانے کی خبر مشہور کر دی۔ حضرت امام حسنؓ نے یہاں ایک دن کے لئے قیام کیا۔ اور فوج سے خطاب کرتے ہوئے حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

"مجھے کسی مسلمان سے بغض، عداوت یا کینہ نہیں۔ اور تمھیں اسی نظر سے دیکھتا ہوں۔ جس نظر سے اپنی ذات کو دیکھتا ہوں۔ میں تمھارے روبرو ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ تم اسے رد نہیں کرو گے۔ جس اتفاق اور اتحاد کو تم اچھا نہیں سمجھتے۔ وہ اس نااتفاقی اور دشمنی سے بہتر ہے۔ جسے تم پسند کرتے ہو۔ مجھے صاف نظر آ رہا ہے۔ کہ تم میں سے اکثر جنگ سے احتراز کرتے ہوئے کمزوری کا ثبوت دے رہے ہو۔ اس لئے میں تمھاری مرضی کے خلاف تم پر جبر کرنا نہیں چاہتا۔"

یہ سن کر لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ خارجیوں اور منافقوں نے کہنا شروع کر دیا۔ کہ "امام حسنؓ معاویہؓ سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان پر کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا۔ تکفیر کی اس گولہ باری سے فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ ایک گروہ حضرت امام حسنؓ کو کافر کہتا ہوا آپ کے خیمے میں زبردستی داخل ہو گیا۔ جسم کا لباس پارہ پارہ کر دیا۔ اور جو چیز ہاتھ آئی۔ لوٹ لی۔ آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر ربیعہ اور ہمدان کے قبیلوں کو پکارا۔ وہ مدد کے لئے دوڑے آئے۔ اور بدمعاشوں کو مار ہٹایا۔ شور و شر کے رفع ہونے پر آپ عازم مدائن ہوئے۔ راستے میں ایک خارجی جراح بن قبیصہ نے آپ پر نیزے کا وار کیا۔ آپ کی ران میں زخم آیا۔ حملہ آور خارجی پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ آپ مدائن کے قصر ابیض میں لائے گئے۔ اور زخم کے اچھا ہونے تک وہیں مقیم رہے۔

Marfat.com

زخم بھر جانے کے بعد یہ سن کر کہ عبید اللہ بن عامر شامی فوج کے ساتھ مدائن کے قریب ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ حضرت امام حسنؓ مقابلے کے لئے نکلے۔ عبید اللہ بن عامر نے قریب پہنچ کر اہلِ عراق سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "میں جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ امیر معاویہؓ بڑے لشکر کے ساتھ انبار میں ہیں۔ اور میں ان کا مقدمتہ الجیش ہوں۔ تم لوگ میری طرف سے امام حسنؓ کی خدمت میں سلام پہنچانے کے بعد عرض کرو۔ کہ عبید اللہ کہتا ہے۔ خدا کے واسطے جنگ سے احتراز کریں۔ تاکہ ہلاکت سے بچ جائیں۔" حضرت امام حسنؓ یہ پیغام سنتے ہی مدائن لوٹ آئے۔ اور عبید اللہ سے کہلا بھیجا۔ میں ان شرطوں پر امیر معاویہؓ سے صلح کرنے اور خلافت سے دست بردار ہونے پر تیار ہوں:۔ (۱) امیر معاویہؓ کتاب و سنت پر عامل رہیں۔ (۲) پہلی دشمنی کو بھلا کر کسی کی جان و مال سے مزاحمت نہ کریں (۳) ہمارے طرف داروں کے حفظ جان کا عہد کریں۔"

اس پر عبید اللہ نے امیر معاویہؓ کے پاس جا کر حضرت امام حسنؓ کے یہی الفاظ دہرا دئے۔ امیر معاویہؓ نے جواب میں کہا۔ "مجھے یہ تمام شرائط منظور ہیں۔ اور اگر ان کے علاوہ حضرت امام حسنؓ کوئی اور شرط پیش کریں۔ تو مجھے وہ بھی منظور ہے۔ کیونکہ وہ نیک نیتی کے ساتھ صلح کے خواہاں نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے ایک سفید کاغذ پر اپنے دستخط کر کے اور مہر لگا کر عبید اللہ کو دیتے ہوئے کہا۔ " یہ کاغذ حضرت امام حسنؓ کے پاس لے جاؤ۔ اور ان سے کہو۔ آپ اس کاغذ پر جو شرطیں چاہیں لکھ لیں۔ میں سب کی سب پوری کرنے پر آمادہ ہوں"۔ جب عبید اللہ نے یہ دستخطی اور مہری کاغذ لے جا کر حضرت امام حسنؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نے اپنے کاتب کو طلب کر کے حسب ذیل صلح نامہ لکھوایا۔

"یہ صلح نامہ حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ بن ابی سفیان کے درمیان تحریر کیا جاتا ہے۔ دونوں مذکورہ تحت باتوں پر راضی ہو گئے۔ امر خلافت معاویہؓ بن ابی سفیان کے حوالے کیا گیا۔ معاویہؓ کے بعد مسلمان مصلحت وقت کے مطابق جسے چاہیں گے خلیفہ بنائیں گے۔ معاویہؓ کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ و مصون رہیں گے۔ اور معاویہؓ سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے۔

Marfat.com

حضرت علیؓ کے متعلقین اور معاونین سے امیر معاویہؓ کوئی مزاحمت نہ کریں گے۔
حسنؓ بن علیؓ، حسینؓ بن علیؓ اور ان کے متعلقین کو امیر معاویہؓ کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جہاں چاہیں گے۔ رہیں گے۔
امیر معاویہؓ اور ان کے عاملین وغیرہ کو یہ حق نہ ہوگا۔ کہ وہ انھیں اپنا ماتحت سمجھ کر ان سے جبرًا کسی ذاتی حکم کی تعمیل کرائیں۔ امیر معاویہؓ حسنؓ بن علیؓ کو صوبہ اہواز کا خراج برابر بھیجتے رہیں گے۔ بیت المال کوفہ کا سارا روپیہ امام حسنؓ بن علیؓ کی ملکیت تصور کیا جائے گا۔ اور وہ اپنے اختیار سے اس پر جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے
امیر معاویہؓ انعام واکرام کے وقت بنی ہاشمؓ کو دوسروں پر مقدم رکھیں گے۔"
امیر معاویہؓ یہ صلح نامہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اب ان کے مشیر سیاسی عمرو بن العاصؓ نے ان سے کہا۔ "یہ صحیح ہے۔ کہ آپ امام حسنؓ اور تمام کوفیوں سے بیعت لے چکے۔ لیکن مناسب یہ ہے۔ کہ امام حسنؓ سے مجمع عام کے سامنے دست برداری کا اعلان کرایا جائے۔"
امیر معاویہؓ نے حسب مشورہ حضرت امام حسنؓ سے اعلان دست برداری کی درخواست کی۔ آپ نے حسب ذیل الفاظ میں اعلان فرمایا:۔
"لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے اگلوںؑ سے تمہاری ہدایت اور پچھلوں سے تمہاری خونریزی کرائی۔ دانائیوں میں سب سے بڑی دانائی تقویٰ، اور عجز میں سب سے بڑا عجز بداعمالیاں ہیں۔ خلافت ہمارے اور معاویہؓ کے درمیان مابہ النزاع ہے۔ یا وہ اس کے واقعی حق دار ہیں یا میں ہوں۔ دونوں صورتوں میں محمد صلعم کی امت کی اصلاح اور تم لوگوں کی خونریزی سے بچنے کے لئے اس سے دست بردار ہوتا ہوں۔" پھر معاویہؓ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ "یہ خلافت تمہارے لئے چند روزہ سرمایہ ہے۔" یہ سنتے ہی امیر معاویہؓ بول اٹھے۔ "بس کیجیے۔" اور عمرو بن العاصؓ سے کہا۔ "تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ یہی سنوانا چاہتے تھے۔"
اس کے بعد حضرت امام حسنؓ کے منبر سے اترتے ہی امیر معاویہؓ نے آپ سے مخاطب

Marfat.com

ذکر کہا۔ "ابو محمد! آج آپ نے ایسی بہادری دکھائی ہے۔ کہ آج تک کوئی نہ دکھا سکا"۔

مدینہ میں سکونت

تکمیل صلح سے فارغ ہوکر امیر معاویہؓ کوفہ سے دمشق روانہ ہو گئے۔ اور امام حسنؓ کی زندگی تک برابر آپ کی خدمت میں موعودہ روپیہ بھیجتے اور عزت و تعظیم کرتے رہے۔ کچھ عرصے کے بعد کوفیوں نے یہ خبر مشہور کرنی شروع کی۔ کہ ہم امام حسنؓ کو صوبۂ اہواز کا خراج وصول نہیں کرنے دیں گے۔ یہ تو ہمارا مالِ غنیمت ہے۔ جب امام حسنؓ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے کوفیوں کے ایک بھاری مجمع میں یہ تقریر ارشاد فرمائی :۔

"عراق والو! میں بہت دفعہ تم سے درگزر کر چکا ہوں۔ تم نے میرے باپ کو شہید کیا۔ میرا گھر بار لوٹا۔ مجھے نیزہ مار کر مجروح کیا۔ تمھیں دو قسم کے مقتولین یاد ہیں۔ ایک صفین میں قتل ہونے والے۔ دوسرے مقتولین نہروان کا معاوضہ طلب کرنے والے۔ معاویہؓ نے تم سے جو معاملہ کیا ہے۔ اس میں تمھارے لئے نہ انصاف ہے نہ عزت۔ پس اگر تم موت پر رضامند ہو۔ تو میں اس صلح کو توڑ دوں۔ اور تلوار کے ذریعے سے فیصلہ طلب کروں۔ اور اگر تمھیں زندگی عزیز ہے۔ تو پھر میں اس صلح پر قائم رہوں"۔

یہ سُن کر لوگ یک بارگی بول اٹھے۔ "صلح پر قائم رہیے، صلح پر قائم رہیے"۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بھی جنھوں نے اپنے آپ کو ملکی اور سیاسی الجھنوں سے بے تعلق کر کے اونٹوں اور بکریوں کے چرانے اور کنج عزلت میں مصروف عبادت رہنے کا شغل اختیار کر لیا تھا۔ امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اب رہے ان کے شدید مخالف اور حضرت علیؓ کے پُر جوش حامی حضرت قیس بن سعد انصاریؓ۔ وہ ان کی امارت تسلیم کرنے پر رضامند نہ ہوتے تھے۔ امیر معاویہؓ نے شروع ہی سے انھیں اپنے ساتھ ملانے کی انتہائی کوشش جاری رکھی تھی۔ لیکن ہر دفعہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ آخر اس نازک موقع پر غائر نظر ڈال کر امیر معاویہؓ نے ان کے پاس بھی مہر شدہ سادہ کاغذ بھیج دیا۔ کہ وہ جو شرائط اس پر لکھ دیں گے۔ بلا حیل و حجت منظور کر لی جائیں گی۔ چنانچہ انھوں نے چند

Marfat.com

شرطیں پیش کیں۔ جو بطیب خاطر مان لی گئیں۔ اور اب راستہ صاف ہو کر امیر معاویہؓ بلا اختلاف عالم اسلام کے خلیفہ بن گئے۔

انعقاد صلح کے بعد تھوڑے عرصے تک حضرت امام حسنؓ کوفہ میں مقیم رہے۔ پھر تمام متعلقین کے ساتھ مدینۃ الرسولؐ چلے گئے۔ اور حیات مستعار کے باقی دن اسی دیار محبوب میں بسر کر دیئے۔

وفات آخر ۵۰ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ وجہ موت کے متعلق عام طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ یہ بھی روایت کیا جاتا ہے۔ کہ اس میں امیر معاویہؓ کا ہاتھ تھا۔ لیکن یہ دونوں باتیں خارج از تحقیق ہیں۔ البتہ اتنا درست ہے۔ کہ وفات زہر سے واقع ہوئی تھی۔ حضرت امام حسینؓ سے واقعہ بیان کیا۔ پوچھا زہر دینے والے کا نام کیا ہے۔ فرمایا۔ اس سے کیا حاصل؟ عرض کی۔ اس کی گردن مار دوں گا۔ فرمایا" اگر میرا خیال درست ہے۔ تو منتقم حقیقی بہتر بدلہ لے گا۔ ورنہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قابل تعزیر کیوں قرار پائے"۔

یہ بھی فرمایا۔" میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں گزارش کی ہے۔ کہ مجھے آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دیجئے۔ اس وقت تو انھوں نے منظور فرما لیا تھا۔ لیکن میرے بعد پھر اجازت حاصل کرنا۔ اگر مان لیں۔ تو روضۂ رسولؐ میں دفن کرنا۔ اگر بنی امیہ مزاحم ہوں۔ تو پھر اصرار کی ضرورت نہیں۔ اور بقیع میں سپرد خاک کر دینا"۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت امام حسینؓ نے ان کے ارشاد کی تعمیل کی۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن مروان یہ خبر سن کر مزاحم ہوا۔ اس پر حضرت امام حسینؓ اپنے رفیقوں کے ہمراہ ہتھیار لگا کر چلے۔ لیکن حضرت ابو ہریرہؓ کے سمجھانے بجھانے سے رک گئے۔ چنانچہ حضرت امام حسنؓ اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہراؓ کے پہلو میں دفن کر دئے گئے۔

ازواج واولاد عام تاریخوں کے مطابق تو آپ کی بیویوں کی تعداد حد مبالغہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ متعدد خواتین کو اپنے

Marfat.com

حبالۂ عقد میں لائے۔ جن سے آٹھ اور بروایت دیگر نو بیٹے اور چھ بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ حسن، زید، عمر، قاسم، ابوبکر، عبدالرحمٰن، طلحہ، عبیداللہ۔

علم و فضل

حضرت امام حسنؓ حضرت علیؓ جیسے فاضل باپ کے فاضل بیٹے تھے۔ حدیث میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ فقہ میں ایسا کمال حاصل تھا۔ کہ آپ مدینہ کی صاحب علم و افتا جماعت کے رکن تھے۔ آپ کے خطبات میں متانت اور پند و وعظ ٹوٹ ٹوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔

سیرت الحسنؓ

حضرت امام حسنؓ صورت کی طرح سیرت میں بھی رسول اللہ صلعم کے مکارم اخلاق کی تصویر تھے۔

بے نیازی

بے نیازی اور غنا آپ کے آئینۂ اخلاق کا روشن ترین جوہر ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں خلافت جیسے منصب جلیلہ سے دست برداری استغنا کی نادر الوجود مثال ہے۔

ضبط اور بردباری

آپ ضبط، حلم اور تحمل کا مجسمہ تھے۔ انتہائی خفگی میں بھی کبھی کوئی تند و درشت لفظ زبان سے نہ نکلا۔ جب خلافت سے دست بردار ہوئے۔ تو دشمنوں نے دو بدو آپ کی شان میں "ننگ مسلمین" جیسے سخت کلمات کہے۔ مگر پیکر حلم نے جواب دیا بھی تو یہ کہ "میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا۔ البتہ حکومت کے لئے ان کی خوں ریزی مناسب نہ سمجھی"۔

ایک دفعہ مروان نے آپ کو نہایت غیر مہذب الفاظ سے یاد کیا۔ آپ نے کچھ نہ کہا۔ معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ شہادت کے بعد مروان آپ کی میت پر رونے لگا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا۔ "زندگی میں تو تم نے انھیں جی بھر کے دکھ پہنچایا۔ اور اب رو رہے ہو"۔ مروان نے کہا۔ "آہ! میں نے یہ سب کچھ ایک ایسے شخص کے ساتھ کیا۔ جو پہاڑ سے بھی زیادہ بردبار اور متحمل تھا"۔

عبادت

آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔ ایک شخص نے امیر معاویہؓ کے سوال کے جواب میں آپ کے حالات بیان کرتے ہوئے

Marfat.com

کہا۔"حضرت امام حسنؓ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک مصلے پر بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔ پھر ملاقاتیوں سے باتیں کرتے ہیں۔ چاشت کی نماز ادا کر کے امہات المومنینؓ کو سلام کرنے جاتے ہیں۔ اور گھر ہوتے ہوئے پھر مسجد میں آجاتے ہیں:"

آپ نے بہت سے حج پاپیادہ کئے۔ فرمایا کرتے تھے" مجھے شرم آتی ہے۔ کہ خدا سے ملنے جاؤں اور سوار ہو کر راستہ طے کروں"۔

عقائد کی درستی

اصلاح عقائد میں آپ تن دہی سے کوشاں رہتے تھے۔ پیروان حضرت علیؓ کا ایک گروہ کہتا تھا۔" آپ کی وفات عام لوگوں کی طرح واقع نہیں ہوئی۔ آپ قیامت سے پہلے ہی زندہ ہو جائیں گے"حضرت امام حسنؓ کو اس فاسد عقیدے کی اطلاع ہوئی۔ تو فرمایا" یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ایسے اشخاص پیروان علیؓ کا دعوے کیونکر کر سکتے ہیں۔ اگر ہمیں اس بات کا یقین ہوتا۔ کہ علیؓ عنقریب ظاہر ہوں گے۔ تو نہ ہم ان کی میراث بانٹتے اور نہ ان کی ازواج کا دوسرا نکاح ہونے دیتے"۔

سخاوت اور فی سبیل اللہ خرچ کرنا

سخاوت اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا وصف آپ نے میراث میں پایا تھا۔ جب کبھی موقع ملتا۔ نہایت فیاضی سے خدا کے راستے میں مال و زر صرف کر دیتے۔ زندگی بھر تین دفعہ سارے مال و متاع کا آدھا آدھا فی سبیل اللہ خرچ کر دیا۔ یہاں تک کہ دو جوتوں اور دو موزوں میں سے ایک جوتا اور ایک موزہ بھی دے دیا۔

آپ کی سخاوت کا سحاب کرم دوست دشمن پر یکساں گوہرباری کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ کے کسی دشمن کے پاس نہ سواری تھی۔ نہ زاد سفر۔ اس نے اہل مدینہ کے آگے دست سوال دراز کیا۔ لوگوں نے کہا۔ حضرت حسنؓ کے پاس جاؤ۔ وہ حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس کی مراد پوری کر دی۔ لوگوں نے اعتراضاً کہا۔" آپ اپنے اور اپنے والد کے مخالف سے کریمانہ برتاؤ کرتے ہیں"۔ فرمایا" کیا ان سے اپنی عزت کی حفاظت نہ کروں؟"

محتاجوں کی حاجت پوری کرنا

ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے میں آپ کو روحانی مسرت حاصل ہوتی تھی۔ اور اسے نفل

عبادت سے بہتر سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اعتکاف فرما رہے تھے۔ کوئی محتاج آیا۔ آپ نے اعتکاف کو درمیان ہی میں چھوڑ کر اس کی ضرورت پوری کر دی۔ اور فرمایا "میرے خیال میں کسی بھائی کی ضرورت کو پورا کرنا مہینہ بھر کے اعتکاف سے افضل ہے۔"

Marfat.com

تیسری جلد

Marfat.com

نواں باب

بنی اُمیّہ

حقیقت یہ ہے۔ کہ خلفائے راشدینؓ کے بعد خلافت خلافت نہ رہی۔ بلکہ حکومت میں تبدیل ہوگئی۔ اور خلافتِ راشدہ میں بھی شیخین یعنی پہلے دونوں خلیفوں کا زمانہ بہترین زمانہ تھا۔ یہ دونوں خلیفے نہ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے۔ نہ بنی اُمیہ سے۔ تیسرے خلیفہ بنی اُمیہ میں سے اور چوتھے بنی ہاشم میں سے تھے۔ اب خلافتِ راشدہ کے بعد سلطنتِ بنی اُمیہ کا دَور دَورہ ہوا۔

قبیلۂ قریش کی دس شاخوں میں سے دو شاخیں بنی ہاشم اور بنی اُمیہ مابہ الامتیاز حیثیت رکھتی تھیں۔ بنی ہاشم کی عظمت کا راز کعبے کی تولیت میں مضمر تھا۔ اور بنی اُمیّہ تجارت کے باعث امارت و تموّل کی بنا پر جلیل المرتبت سمجھے جاتے تھے۔ ان دونوں بڑے خاندانوں میں پہلے ہی سے معاصرانہ کشیدگی۔ جذبۂ رقابت اور جوشِ مسابقت چلا آتا تھا۔ اسلام سے پہلے یہ رقابت معمولی تھی۔ لیکن جب خداوند کریم نے بنی ہاشم کو نبوّت کا اعزاز عطا فرمایا۔ تو اُمیّہ کی کشیدگی ذرا تیز ہوگئی۔ ورنہ انھیں رسول اللہ صلعم سے کوئی خاندانی مناقشت نہ تھی۔

ان دونوں معزز خاندانوں میں رشتہ داری کے تعلقات بدستور قائم رہے۔ چنانچہ امّ المومنین حضرت امّ حبیبہؓ مسلمانوں کے بہت بڑے دشمن ابوسفیان کی صاحب زادی تھیں۔ حضرت زینبؓ بنتِ رسولؐ ابوالعاصؓ بن اموی کی زوجہ تھیں۔ آنحضرتؐ کی دو

صاحب زادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں۔

بنی اُمیّہ میں سے جن خوش نصیبوں نے اسلام قبول کرلیا۔ آنحضرتؐ نے قابلیت کے اعتبار سے ان کی قدر افزائی فرمائی۔ مثلاً فتح مکّہ کے موقع پر ابوسفیان کے مکان کو دارالامان قرار دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے چچا عثمان بن ابوالعاصؓ کو طائف اور اس کے مضافات کا۔ عتاب بن اسید کو مکّہ کا۔ خالد بن سعید کو یمن کا۔ عثمان بن سعید کو خیبر کا اور ان کے بھائی ابان کو بحرین کا حاکم مقرر فرمایا۔

آنحضرتؐ کے بعد حضرت صدّیق اکبرؓ نے بھی اموی خاندان کی عزّت اور وقار کا لحاظ رکھا۔ چنانچہ حملۂ شام کے وقت یزید بن ابی سفیان کو ایک دستۂ فوج کا کمان دار بنایا۔ یہ لوگ بھی جان توڑ کر لڑے۔ اور گزشتہ کوتاہیوں کی پوری طرح تلافی کردی۔ فتح دمشق کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے یزید بن ابی سفیان کو وہاں کا عامل مقرر کیا۔ پھر ان کے انتقال پر یہ عہدہ ان کے بھائی معاویہ کو دے دیا۔

بنی اُمیّہ میں تیرہ فرماں روا ہوئے۔ جنھوں نے تقریباً سنو سال تک پرچم حکومت لہرایا۔ ان کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:۔

اُمیّہ بن عبد شمس (بانی خاندان)

حرب بن امیہ
ابوسفیان بن حرب
(۱) معاویہ اوّلؓ بن ابی سفیان (بانی دولت امویہ)
(۲) یزید اول بن معاویہؓ
(۳) معاویہ ثانی بن یزید

ابوالعاص بن امیہ
حکم بن العاص
(۴) مروان بن حکم

(۵) عبدالملک بن مروان (مجدد دولت امویہ)
عبدالعزیز بن مروان
محمد بن مروان
(۸) عمرؓ بن عبدالعزیز
(۱۳) مروان ثانی بن محمد

(۶) ولید اول بن عبدالملک
(۷) سلیمان بن عبدالملک
(۹) یزید ثانی بن عبدالملک
(۱۰) ہشام بن عبدالملک
(۱۲) یزید ثالث بن ولید
(۱۱) ولید ثانی بن یزید ثانی

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ

۴۱ھ سے ۵۹ھ تک

مختصر حالات

حضرت امیر معاویہؓ ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے۔ ۱۷ سال قبل ہجرت پیدا ہوئے۔ پانچویں پشت پر آپ نسب میں آنحضرتؐ سے مل جاتے ہیں۔ فتح مکہ کے دن پچیس سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ آکر مسلمان ہوئے اور وصالِ نبویؐ تک حضورؐ کے ساتھ رہے۔ حنین اور طائف کی لڑائیوں میں بھی شرکت کی۔ مدینہ میں آنحضرتؐ نے کتابت وحی کی خدمت آپ کے سپرد کی۔ اس کے علاوہ وفود کی خاطر مدارات اور قیام و طعام کا انتظام بھی انھیں کے ذمے تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے حملۂ شام کے وقت ایک دفعہ انھیں قائد فوج بنایا۔ عرقہ کی فتح میں امیر معاویہؓ ہی کا ہاتھ تھا۔ قیساریہ کی مہم سر کرنے کا سہرا بھی جس میں اسّی ہزار رومی کھیت رہے تھے۔ انھیں کے سر رہا۔

سنہ ۲۱ھ میں حضرت فاروق اعظمؓ نے امیر معاویہؓ کو ان کے بھائی یزید کے انتقال پر دمشق کا عامل مقرر کیا۔ حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے سارے شام کی عنانِ حکومت انھیں کے ہاتھ میں دے دی۔ انھوں نے ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے جو تاریخ جزیرۃ العرب کے اوراق پر زرّیں حروف میں ابدالآباد ثبت رہیں گے۔ یہ انھیں کی سرفروشانہ مساعی کا خوش گوار نتیجہ تھا۔ کہ ولایتِ شام میں حکومتِ اسلامیہ کے سربفلک ایوان کو ایسا استحکام اور استواری نصیب ہوئی۔ جس کے ساتھ ٹکرا جانے کے تصوّر ہی سے رومیوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے مقابلے پر صف آرا ہوئے جس کا مفصل تذکرہ اوپر آچکا ہے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت امام حسنؓ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو ان سے مقابلہ ہوا۔ آخر مصالحت کے رُو سے حضرت امام حسنؓ

Marfat.com

اصلاحِ امت اور مسلمانوں کی خوں ریزی سے بچنے کے لئے امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت
سے دست بردار ہو گئے۔ اس طرح ۴۱ھ میں امیر معاویہؓ سارے جہانِ اسلام کے خلیف
تسلیم کر لئے گئے۔

خلافت

حضرت امیر معاویہؓ نے تختِ خلافت پر قدم رکھا۔ تو مسلمان تین سیاسی جماعتوں میں منقسم تھے:۔

(۱) **شیعیان علیؓ**:۔ یہ جماعت صرف اہلِ بیت کو منصبِ خلافت کا حق دار تسلیم کرتی تھی اس کے ارکان زیادہ تر عراق، ایران اور مصر میں آباد تھے۔ لیکن حضرت امام حسنؓ کے ترکِ خلافت کے بعد ان لوگوں کی تعداد کم اور ہمتیں پست ہو گئی تھیں۔

(۲) **شیعیان معاویہؓ یا بنی امیہ**:۔ یہ جماعت امیر معاویہؓ اور بنی امیہ ہی کو خلافت کا حق دار سمجھتی اور انھیں کی تائید و حمایت کے لئے ہر وقت اور ہمہ تن تیار رہتی تھی۔

(۳) **خوارج**:۔ یہ جماعت شیعیان علیؓ اور شیعیان معاویہؓ دونوں کو گمراہ اور کافر قرار دے کر انھیں واجب القتل سمجھتی تھی۔ یہ لوگ تعداد میں تو قلیل تھے۔ مگر عقائد کے سخت عمل میں ثابت قدم، بیباک، سرباز اور بہادر تھے۔

خارجیوں کی بغاوت

ایسی جماعتوں پر مشتمل ملک کو زیر نگیں رکھنے اور قیام امن کے لئے جس مدبرانہ سیاست کی ضرورت تھی۔ اس سے امیر معاویہؓ کا دامن خرد مالا مال تھا۔ چنانچہ انھوں نے ان جماعتوں کے سرداروں کے ساتھ نہایت تحمل، نرمی، شفقت اور رواداری کا سلوک کیا۔ لیکن خارجیوں کی فطری شرانگیزی آخر رنگ لائے بغیر نہ رہی۔ یہ گروہ برابر امن براندازی کے شعلے بھڑکاتا رہا۔ اور اس کی شمشیر خارا شگاف پیہم نظام ملت کو پارہ پارہ کرنے میں معروف رہی۔ اس لئے امیر معاویہؓ کو سب سے پہلے انھیں کا شیرازہ درہم برہم کرنے کے لئے میدان میں نکلنا پڑا۔

۴۱ھ میں خارجیوں کا ایک سردار فردین نوفل پان سو جاں باز نفوس کی جمعیت لے

تھا۔ اور کوفہ کے قریب نخلیہ میں مقیم ہو کر علم بغاوت بلند کیا۔ امیر معاویہؓ نے شامیوں کی ایک فوج اس کی گوشمالی کے لئے بھیجی۔ لیکن اسے فروہ کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاری شکست کھانے کے بعد پس پا ہونا پڑا۔ امیر معاویہؓ نے کوفہ والوں کو لکھ بھیجا۔ کہ ذمہ دار تم ہو۔ اگر تم فروہ کو گرفتار کر کے میرے حوالے نہ کرو گے۔ تو اس کا خمیازہ بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انھوں نے فروہ کو گرفتار کر لیا۔ اس پر خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الحوسار کو اپنا سردار بنا لیا۔ اہل کوفہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور عبداللہ لڑتے لڑتے مارا گیا۔ اب خارجیوں کی تعداد صرف ڈیڑھ سو رہ گئی۔ اور انھوں نے حوثرہ بن وداع اسدی کو اپنا سردار منتخب کیا۔ امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن عوف احمر کو دو ہزار کی فوج کے ساتھ مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن خارجی برابر جانبازی کے جوہر دکھاتے رہے۔ ادھر ایک سردار مارا گیا، تو جھٹ دوسرے نے اس کی جگہ لے لی۔ اس طرح ان کی ہنگامہ خیزی کا ایک سلسلہ جاری ہو گیا۔

یہ رنگ دیکھ کر امیر معاویہؓ نے خارجیوں کا زور توڑنے کے لئے ایک تجربہ کار اور ممتاز مدبر مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ اور مغیرہ نے ایک ہی سال کے دوران میں بظاہر خارجیوں کا شیرازۂ قوت منتشر کر کے اسے تار عنکبوت کی طرح ہوا میں اُڑا دیا۔

یوں تو فتنہ و شر کی یہ آگ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ مگر راکھ میں کوئی دبی ہوئی چنگاری باقی رہ گئی جو کچھ عرصے تک غیر مرئی طور پر سلگتی رہی۔ آخر ۴۳ھ میں یک بارگی بھڑک اٹھی۔ لیکن خیر گزری کہ اس کے شعلے خرمن امن تک پہنچنے سے پہلے ہی آب تدبیر سے بجھا دیے گئے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ خارجیوں کے ایک سردار مستورد بن علقمہ نے اپنے چند مشیروں کے ساتھ مل کر یہ سازش کی۔ کہ یکم شوال ۴۳ھ کو عید کی نماز سے کچھ دیر پہلے جوق در جوق چلنے والے لوگوں پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔ لیکن مغیرہ کو پہلے ہی اس سازش کا پتہ چل گیا۔ اور انھوں نے سازشیوں کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ مستورد تو بچ کر نکل گیا۔ مگر اس کے ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔

مغیرہ کمال تدبر کے ساتھ نرم طبع اور امن پسند بھی واقع ہوئے تھے۔ وہ اس وقت تک

تلوار نہ اٹھاتے تھے۔ جب تک اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار ہی نظر نہ آئے۔ چنانچہ انھوں نے ایک اجتماع میں اہلِ کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"لوگو! میں ہمیشہ تمھارے لئے امن وعافیت چاہتا۔ اور مصائب کو تم سے روکتا ہوں۔ مجھے سخت اندیشہ ہے۔ کہ کہیں نادان لوگ اس سے الٹا اثر لے کر کسی نقصان رساں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ہاں نیک دل اور صاحب حلم و تحمل افراد سے اس کی امید نہیں۔ بخدا میں ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں بے علم نادانوں کے ساتھ ثقہ، متین، اچھے اور بے گناہ لوگوں کے مواخذہ پر مجبور نہ ہو جاؤں۔ عام مصیبت کے وارد ہونے سے پیشتر اپنے خرد باختہ لوگوں کو منع کرو۔ مجھے خبر ملی ہے۔ کہ بعض اشخاص نفاق اور عناد کی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ واللہ وہ لوگ عرب کے خواہ کسی قبیلے سے ہوں۔ میں انھیں موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ لیکن کس طرح؟ ایسی عبرتناک سزائیں دے کر جن سے ان کے بعد آنے والے کان پکڑیں۔"

ان کی یہ پُر رعب و پُر جلال تقریر سن کر ایک قبیلے کا سردار معقل بن قیس بول اٹھا۔ کہ ہر قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کو شر انگیزیوں سے منع کرے۔ میں اپنے قبیلے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ مغیرہ نے یہ معقول تجویز پسند کر کے قبائل کے سرداروں کو طلب کیا۔ اور کہا۔ "دیکھو! تم لوگوں پر اپنے اپنے قبیلے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس بد نظمی کا خمیازہ تمھیں کو بھگتنا ہو گا۔" تمام سردار اس انتباہ سے بنہایت متاثر ہوئے۔ اور انھوں نے اپنے اپنے قبیلے کے مآل نا اندیش لوگوں کی طنابیں کھینچ لیں۔

مستورد ایک ہی کائیاں تھا۔ جب اس کے کان میں یہ بھنک پڑی۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کہیں نکل کھڑا ہوا۔ مغیرہ نے اس کا قلع قمع کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ طرفین میں متعدد خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں بہت سے خارجی کھیت رہے۔ اِدھر مستورد کی زندگی کا خاتمہ ہوا۔ اُدھر خارجیوں کی اصلی قوت اور زور ختم ہو گیا۔

زیاد بن ابی سفیان

زیاد کے سوا عرب کے تمام مدبرین امیر معاویہؓ کے ہم نوا ہو گئے تھے۔ زیاد حضرت علیؓ کا حامی اور امیر معاویہؓ کا مخالف تھا۔

خلافت علویؓ ہی کے زمانے سے فارس کا حاکم چلا آتا تھا۔ زیاد اپنے آپ کو ابوسفیان کا بیٹا کہتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۴۴ھ میں امیر معاویہؓ نے بعض شہادتوں کی بنا پر کہ ابوسفیان نے زمانۂ جاہلیت میں زیاد کی ماں سمیہ کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ زیاد کو اپنا سوتیلا بھائی مان لیا۔ اور سنہ ۴۵ھ میں بصرہ کی فتنہ وشورش فرو کرنے کے لئے اسے بصرہ کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

بصرہ کے پہلے حاکم عبداللہ بن عامر بہت نرم طبع تھے۔ یہاں تک کہ فتنہ پرداز عنصر سے بھی سختی کے ساتھ پیش نہیں آتے تھے۔ اور اہل بصرہ نہایت شورش پسند و امن دشمن تھے۔ زیاد نے یہاں آکر فتنہ وفساد کا بازار گرم دیکھا۔ تو جامع بصرہ میں ایسی آتش بار تقریر کی۔ جو عربی ادب العالیہ کے شاہکاروں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ تقریر خطبہ تبراء کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا کسی قدر اقتباس یہ ہے:۔

"شدید جہالت اور تاریک ضلالت نے ہر کہ ومہ کو گھیر رکھا ہے۔ گویا تم نے کتاب اللہ نہیں دیکھی۔ اور اس میں طاعت گزاروں کے لئے ثواب عظیم اور گنہگاروں کے لئے عذاب الیم کا ذکر نہیں پڑھا۔ تم نے اسلام میں جدید آئین جاری کئے ہیں۔ کمزور ناوک ظلم کا نشانہ بنائے جاتے ہیں۔ تم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے دن کی روشنی میں ضعیف عورتوں کے مال پر دست درازی کی جاتی ہے۔ تم ان کے کام کیوں نہیں آتے۔ کیا تم میں ایسے لوگ نہیں۔ جو گمراہوں کو رہزنی اور لوٹ مار سے روکیں۔ تم رشتہ داری کا پاس کرتے ہو۔ اور دین کی پروا نہیں کرتے۔

واللہ اگر حالات روبہ اصلاح نہ ہوئے۔ تو میں بندہ کی جگہ خواجہ کو۔ مسافر کی جگہ مقیم کو۔ نافرمان کے بجائے فرماں بردار کو اور بیمار کی جگہ تندرست کو پکڑ کر سزا دوں گا۔ جس شخص کے گھر میں چوری ہوگی۔ اس کا مال خود ادا کروں گا۔ اور جو شخص رات کو باہر پھرتا دیکھا جائے گا۔ فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ صرف اس قدر مہلت دی جاتی ہے۔ کہ جانے والا کوفہ جاکر لوٹ آئے۔ اس مہلت کے بعد کسی قسم کے عذر کی شنوائی نہیں ہوگی۔

میرے کان جاہلیت کی بانگ بے ہنگام سے آشنا نہ ہوں۔ ورنہ میں بدلنے

والے کی زبان کاٹ لوں گا۔ تم لوگوں نے نئی قسم کے جرم وضع کئے ہیں۔ ہم نے بھی ان کے لئے نئی قسم کی سزائیں مقرر کرلی ہیں۔ سنو۔ کسی کو غرق کرنے والا خود غرق کردیا جائے گا۔ کسی کو آگ میں جلانے والا خود آگ میں جلا دیا جائے گا جس نے کسی کے مکان میں نقب لگائی۔ اس کے دل میں سوراخ کردیا جائے گا جس نے کسی کی قبر کھودی۔ .. جیتے جی قبر میں دبا دیا جائے گا۔ تم اپنی زبان اور ہاتھ مجھ سے بچاؤ۔ میں اپنی زبان اور ہاتھ تم سے علیحدہ رکھوں گا۔

میرے اور بعض قوموں کے مابین کچھ مخاصمت تھی۔ مگر آج میں اسے پامال کرتا ہوں۔ اگر مجھے پتہ چل جائے۔ کہ کوئی شخص مجھ سے دلی دشمنی کے باعث سل سے بیمار ہوگیا ہے۔ تو بھی میں اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ لیکن اگر وہ ہانکے پکارے عداوت کا اظہار کرے گا۔ تو پھر میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ تم اپنے طریق عمل کی اصلاح اور نیکوکار ہوکر اپنی مدد آپ کرو۔ کچھ لوگ ہیں جو میرے آنے سے غمگین ہیں۔ لیکن آخر وہ خوش ہو جائیں گے۔ اور کچھ لوگ ہیں جو خوش ہو رہے ہیں۔ لیکن آخر وہ غمگین ہوں گے۔

لوگو! ہم تمہارے فرماں روا اور محافظ ہیں۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ ہماری فرماں برداری کرو۔ اور ہمیں تم سے انصاف لازم ہے۔ لہٰذا ہمارے بہی خواہ بن کر ہمارے انصاف کے حق دار ہو جاؤ۔ واللہ۔ میں تم میں سے اکثر اشخاص کو اپنے ہاتھ سے مات کھائے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے ہر ایک کو ڈرنا چاہیے۔ کہ وہ میرے ہاتھ سے مات نہ کھائے"۔

اس شعلہ افشاں اور ہراس انگیز تقریر کے ساتھ ہی زیاد نے عبداللہ بن حصن کو شہر کا کوتوال بنا دیا۔ جو رات کو گشت کرکے نگرانی کا فریضہ انجام دیتا۔ بصرہ میں گویا مارشل لا جاری کر دیا گیا۔ جو شخص ایک مقررہ وقت کے بعد اپنے گھر سے باہر نظر آتا۔ وہ خدنگ اجل کا نشانہ بنا دیا جاتا۔ اس طریق عمل سے بصرہ کے گوشے گوشے میں خوف اور دہشت پھیل گئی۔ فتنہ و فساد دور ہوکر امن و امان قائم ہو گیا۔ چوری اور ڈکیتی کا پوری طرح استیصال کر دیا گیا۔ کسی کے ہاتھ

Marfat.com

سے گری ہوئی چیز وہیں پڑی رہتی۔ آخر مالک ہی اسے آکر اٹھاتا۔ دُکاندار دُکانیں کھلی چھوڑ کر جہاں جی چاہتا چلے جاتے۔ اور کوڑی کے برابر بھی ان کا نقصان نہ ہوتا۔

انتہائی سختی کے ساتھ ساتھ زیاد موقع و محل دیکھ کر مناسب نرمی اور رعایت سے بھی کام لیتا تھا۔ چنانچہ جب اسے ایک با اثر بہادر اور دانا خارجی سردار ابوالخیر کی طرف سے اندیشہ ہوا۔ تو اسے بلا کر جندی سابور کا حاکم مقرر کر دیا۔ چار ہزار درہم اس کا ماہانہ وظیفہ اور ایک لاکھ درہم سالانہ تنخواہ معین ہوگئی۔ اس حسن تدبیر سے آنے والے خطرات کا کلیۃً انسداد ہوگیا۔

ولایتِ کوفہ

سنہ ۵۰ھ میں کوفہ کے حاکم مغیرہ بن شعبہ کا انتقال ہوگیا۔ تو معاویہؓ نے کوفہ کی ولایت بھی زیاد کی تحویل میں دے دی۔ اس طرح زیاد دو ولایتوں کا حاکم بن گیا۔ اور دونوں جگہ چھ چھ مہینے رہتا۔ بصرہ کی طرح کوفہ میں بھی زیاد نے اپنے آئندہ طریق عمل کی وضاحت کے لئے ایک شعلہ بار تقریر کی۔ کوفہ والوں نے اس پر کنکریاں برسائیں۔ زیاد نے پوری تحقیق و تفتیش کے بعد تیس آدمیوں کو مجرم قرار دے کر ان کے ہاتھ کٹوا دیے۔

حجرؓ بن عدی کا قتل

حجرؓ بن عدی کوفہ کے ایک مشہور صحابی اور فدائیانِ علیؓ میں تھے۔ جب مغیرہ بن شعبہ کے زمانے میں حضرت علیؓ کی مذمت کی جاتی۔ تو حجرؓ اور ان کے رفقا سے برداشت نہ ہوسکتی۔ مغیرہ کے بعد زیاد کے عہد میں بھی یہ مکروہ رسم جاری رہی۔ ایک دفعہ کوفہ سے زیاد کی غیر حاضری میں اس کے قائم مقام عمرو بن حریث نے خطبہ جمعہ میں حضرت علیؓ پر سب و شتم کیا۔ حجرؓ نے اس پر بھی کنکریوں کی بارش کی۔ عمرو بن حریث نے اس واقعے کی اطلاع زیاد کو بھیجی۔ اس نے فوراً واپس آکر حجرؓ کو مع رفقا گرفتار کر لیا۔ اور امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کر دیا۔ امیرؓ نے حجرؓ کے خلاف شہادتیں لینے کے بعد انھیں اور ان کے سات ساتھیوں کو تہ تیغ کرا دیا۔

حجرؓ بن عدی نہایت پرہیزگار، مرتاض اور ہر دل عزیز صحابی تھے۔ لہٰذا ان کے قتل سے ناخوش گوار اثرات رونما ہوئے۔ حضرت عائشہؓ نے ان کی گرفتاری کی خبر

Marfat.com

پاکر عبدالرحمٰن بن حارث کی وساطت سے سفارش نامہ بھیجا۔ مگر ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے حُجرؓ قتل ہو چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو سخت صدمہ ہوا۔ امیر معاویہؓ نے اس فعل کا ارتکاب کر تو دیا۔ لیکن بعد میں انھیں سخت ندامت ہوئی۔ جب عبدالرحمٰن نے ان سے سوال کیا۔ کہ " اے معاویہؓ! قتل حُجرؓ کے وقت تمھارے خاندانی حلم کو کیا ہو گیا تھا"۔ تو انھوں نے جواب دیا "جب تم جیسے حلیم الطبع لوگ مجھ سے کنارہ کش ہو جائیں۔ تو میں ابن سمیہ کی ہر بات ماننے کے لئے مجبور ہوں"۔ پھر جب حج کے موقع پر امیر معاویہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے ان سے یہی سوال کیا۔ انھوں نے جواب میں عرض کی۔ کہ "مجھے کوئی دانا مشیر نہ مل سکا"۔

شورش و بغاوت کی بیخ کنی

امیر معاویہؓ کے عہد میں ہر طرف سے شورشوں اور بغاوتوں کا ایک طوفان اُمڈ آیا۔ چنانچہ قیس بن ہیثم نے بلخ کی بغاوت کا استیصال کیا۔ اور عبداللہ بن خازم نے ہرات، باذغیس اور بوشنج کی شورش رفع کر کے امن قائم کیا۔

سنہ ۴۳ھ میں کابل کی سرزمین بغاوت و شورش کی جولان گاہ بن گئی۔ اس کی بیخ کنی کے لئے عبدالرحمٰن بن سمرہ سیستان سے روانہ ہوئے۔ اور کابل پہنچتے ہی فصیل پر بے پناہ سنگ باری کی۔ اہل کابل نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ لیکن مجاہدین اسلام کے آگے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور وہ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد بہادرانِ اسلام نے بست، رزان، طخارستان، رخج اور غزنہ میں بغاوت کی آگ ٹھنڈی کر کے سارے باغی علاقے کو از سرِ نو زیرِ نگیں کیا۔

سنہ ۴۷ھ میں حکم بن عمرو غفاری نے غور کی بغاوت فرو کی۔ اور آناً فاناً مفتوحہ علاقوں کے چپے چپے میں امن قائم ہو کر ضبط و نظم کی خوش گوار ہوائیں چلنے لگیں۔

فتوحات

اگرچہ امیر معاویہؓ کے زمانے میں مشرقی سرحدوں پر کچھ زیادہ فتوحات نہ ہوئیں۔ پھر بھی فتوحات میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔

سندھ کی فتوحات

سنہ ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے خیبر کی راہ سے حملہ کیا۔ اور

Marfat.com

کابل کو طے کرتے ہوئے ہندوستان آئے۔ سرحدی علاقے کے باشندوں نے کسی قدر مقابلہ کیا۔ لیکن مہلب نے انھیں مغلوب کرتے ہوئے قیقان کی جانب پیش قدمی کی۔ وہاں بارہ ترک سواروں نے انھیں نرغے میں لے لیا۔ مگر مہلب نے ان سب کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔

اس کے بعد عبداللہ بن سوار عبدی نے قیقان پر فوج کشی کی۔ اور کچھ گھوڑے مالِ غنیمت کے طور پر حاصل کیے۔ جنگ میں ان کے شہید ہو جانے کے بعد سنان بن ابی سنان ہذلی نے صوبۂ مکران کی بغاوت فرو کر کے وہاں نظامِ حکومت قائم کیا۔ پھر راشد بن عمرو ازدی اور سنان بن سلمہ نے اپنے اپنے زمانے میں دادِ شجاعت دی۔ اور فتوحات حاصل کیں۔

بعد میں زیاد کے بیٹے عباد ان کی حکومت سنبھالی۔ پھر سیستان کی راہ سے لمبا سفر طے کر کے قندھار پر چڑھائی کی۔ اور فتح حاصل کر کے اسے زیرِ نگیں کیا۔

اس کے بعد منذر بن جارود حاکم سندھ نے بوقان اور قیقان کے علاقے میں فوجوں کا جال بچھا دیا۔ اور قصدار کی بغاوت فرو کی۔ پھر ان کے جانشین حری ابن حری باہلی نے بہت سے علاقے فتح کیے۔

ترکستان کی فتوحات

سنہ ۵۴ھ میں خراسان کی عنانِ حکومت عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے ترکستان کے علاقے سغد پر حملہ کیا۔ اور بخارا کا پہاڑی علاقہ طے کر کے رامنی، بیکند اور نصف پر فتح کا جھنڈا گاڑا۔

سنہ ۵۵ھ میں حضرت سعیدؓ صاحبزادہ حضرت عثمان غنیؓ عبیداللہ بن زیاد کے جانشین مقرر ہوئے۔ انھوں نے فتح ترکستان کی مہم بدستور جاری رکھی۔ اور جیحوں کو عبور کر کے آگے بڑھتے چلے گئے۔ ترک ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکرِ جرار جمع کر کے بخارا میں مسلمانوں کے مقابلے پر صف آرا ہو گئے۔ لیکن ترکوں میں پھوٹ پڑ جانے کے باعث ان کی صفیں ٹوٹ کر شیرازۂ قوت منتشر ہو گیا۔ ترکوں کی ملکہ قبق خاتون نے صلح کر لی۔ اور مسلمانوں نے میدانِ کارزار میں اترے بغیر بخارا پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

اس کے بعد غازیانِ اسلام نے سمرقند پر فوج کشی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ شہر نے پوری قوت سے مدافعت کی۔ لیکن مسلمانوں کے پائے استقلال میں ذرا لغزش نہ ہوئی اور وہ برابر کشت و خون پر تلے رہے۔ آخر سمرقند والوں نے اپنی شکست کا یقین کرتے ہوئے زیادہ قتل و جرح سے بچنے کے لئے سات لاکھ سالانہ خراج ادا کرنے کی شرط پر صلح کر لی۔ پھر بہادرانِ اسلام نے ترمذ کا رُخ کیا۔ وہاں کے لوگوں نے حرب و ضرب کے بغیر صلح کر لی۔

شمالی افریقہ کی فتوحات

شمالی افریقہ کا بہت سا حصّہ تو خلفائے راشدینؓ ہی کے عہد میں زیرِ نگیں ہو چکا تھا۔ لیکن امیر معاویہؓ کے زمانے میں اس کی حدود اور بھی وسیع اور مسلمانوں کی طاقت کی بنیادیں زیادہ استوار ہو گئیں۔

سنہ ۴۱ھ میں عقبہ بن نافع نے چڑھائی کر کے لواتہ اور زناتہ سنہ ۴۳ھ میں غدامس اور سنہ ۴۲ھ میں سودان کے بعض حصّوں پر قبضہ کیا۔

انھیں دنوں معاویہ بن خدیج نے بنزرت پر اور رویفع بن ثابت انصاریؓ نے جزیرہ جربہ پر فتح کا پرچم لہرایا۔

سنہ ۴۵ھ میں معاویہ بن خدیج نے دوبارہ زبردست حملہ کیا۔ اب کے ابن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالملکؒ وغیرہ صحابہ و زعمائے قریش بھی ہمراہ تھے۔ عبدالملک نے جلولا اور ابن زبیرؓ نے سوسہ پر قبضہ کیا۔

علاقہ بربر کے باشندے وقتاً فوقتاً بغاوت و سرکشی کے طوفان برپا کرتے رہتے تھے امیر معاویہؓ نے سنہ ۵۰ھ میں عقبہ بن نافع کو ان کی گوشمالی کے لئے مقرر کیا۔ انھوں نے دس ہزار بہادرانِ اسلام کا ایک لشکرِ جرّار لے کر باغی علاقے پر چڑھائی کر دی۔ اور باغیوں کا تیا پانچا کر کے ان کی آئندہ سرگرمیوں کی دائمی روک تھام کے لئے قیروان کی چھاؤنی آباد کی۔

رومیوں سے جنگ

زیادہ تر قسطنطنیہ کی عظیم الشان رومی حکومت سے مسلمانوں کے معرکے ہوتے رہے۔ مصر و شام کی سرحدیں مسلمانوں

اور رومیوں کی حریفانہ رزم آرائی کی جولان گاہیں بنتی رہتی تھیں۔ اس لئے امیر معاویہؓ نے سمندر اور خشکی میں حریف کو نیچا دکھانے کی تیاریوں پر تمام توتیں صرف کر دیں۔ سمندر کی جنگ کے لئے انھوں نے ایک زبردست بحری بیڑا تیار کیا۔ چنانچہ سامانِ حرب سے لیس تقریباً دو ہزار جہاز ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ بحری فوج کے سپاہیوں کی تنخواہوں میں کافی اضافہ کر دیا۔ تاکہ جوانوں کو بھرتی کی ترغیب ہو۔ اس بحری بیڑے نے بہت دفعہ رومیوں کو شکست دے کر صولت اسلامی کی شہرت اور وقار کو چار چاند لگائے۔ قبرص، یونان کے بعض جزیروں اور روڈس پر مسلمانوں کا علَم فتح لہرایا۔ خشکی کی جنگ کے لئے شاتیہ یعنی سرمائی فوج اور صائفہ یعنی گرمائی فوج کے نام سے دو مستقل لشکر تیار کئے۔ گرمی و سردی دونوں موسموں میں سرحدوں سے رومی فوج کو ہٹانے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور حریف کو اسلامی سرحدوں کی طرف پیش قدمی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

قسطنطنیہ پر حملہ

۴۹ھ میں امیر معاویہؓ نے نہایت اہتمام سے مشرقی رومی سلطنت کے پایۂ تخت قسطنطنیہ پر سفیان بن عوف ازدی کی سپہ سالاری میں زبردست لشکر بھیجا۔ چونکہ اس سے پہلے مکہ و مدینہ میں بھی اس مہتم بالشان تاریخی حملے کا اعلان کرا دیا گیا تھا۔ لہٰذا صحابۂ کرامؓ میں سے حضرات عبداللہؓ بن زبیرؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ، حسینؓ بن علیؓ، ابو ایوب انصاریؓ وغیرہم رسول اللہ صلعم کی اس مشہور حدیث کے پیش نظر کہ

"میری اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا۔ وہ مغفرت یافتہ ہے"

شوقِ شہادت میں سر کے بل آکر شریکِ جہاد ہوئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی ایک حصۂ فوج کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ یہ آشنائے طوفان اسلامی لشکر بحیرۂ روم کے ہولناک دھاروں سے کھیلتا ہوا آگے بڑھا۔ فوج کا ایک حصہ بری راستے سے بھی بھیجا گیا۔ قسطنطنیہ مشرقی عیسائی سلطنت کے جسم میں دل کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے رومیوں نے مدافعانہ مقابلے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا۔ "آتش یونانی" کے ذریعے سے مسلمانوں پر آگ کا مینہ برسایا۔ مسلمانوں نے متعدد خونریز معرکوں

میں نہایت جاں بازی اور چابک دستی سے خون اور آگ کے ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر میں کمال شناوری کے جوہر دکھائے۔ عبدالعزیز بن زرارہ کلبی کی تو یہ کیفیت تھی کہ جوشِ شہادت میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ایک دفعہ رومیوں نے انھیں گھیر کر نیزوں سے ان کا جسم چھلنی کرتے ہوئے شہید کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ قسطنطنیہ کا محلِ وقوع بہترین، فصیل بلند و مضبوط اور مدافعت کی تیاریاں مکمل تھیں۔ اس لئے مسلمان اسے فتح کرنے میں ناکام رہ کر لوٹ آئے۔ اور انھیں آدمیوں اور جہازوں کا بڑا بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

رسول اللہ صلعم کے میزبانِ مدینہ حضرت ابوایوب انصاریؓ دورانِ محاصرہ ہی میں شہنشاہِ حقیقی سے جا ملے۔ اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کا جسد مبارک قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ترکانِ عثمانی نے فتح قسطنطنیہ کے بعد آپ کی تربت پر ایک مقبرہ اور اس سے متعلق ایک عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔ خلفائے عثمانیہ اسی مسجد میں تاج پوشی کی رسم ادا کیا کرتے تھے۔

یزید کی ولی عہدی

سنہ ۵۶ھ میں مغیرہ بن شعبہ دمشق گئے۔ اور یزید سے ملاقات کے دوران میں کہا۔ کہ تم ولی عہد بننے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ آخر تم میں کس چیز کی کمی ہے۔ یزید بولا۔ کیا یہ نازک و اہم مسئلہ اس قدر آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ مغیرہ نے جواب دیا۔ بے شک۔ یزید نے امیر معاویہؓ سے ذکر کیا۔ انھوں نے مغیرہ کو طلب کر کے ان کی رائے لی۔ مغیرہ نے کہا۔

"حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو اختلاف اور خونریزی ہوئی۔ اسے سب جانتے ہیں۔ اس لئے یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے کر اسے جانشین بنا دینا بہتر ہے۔ تاکہ وقت آنے پر مسلمانوں کے لئے پشت پناہ ثابت ہو۔ اور فساد و خوں ریزی کا احتمال نہ رہے۔"

امیر معاویہؓ نے پوچھا۔ اس مہم کو انجام دینے کی ذمہ داری کون لے گا۔ مغیرہ نے جواب دیا۔ اہلِ کوفہ کا تو میں ذمہ دار ہوں۔ اہلِ بصرہ کو زیاد رضامند کر لے گا۔ حجاز کا عقدہ مروان

بن حکم کا ناخنِ تدبیر سلجھائے گا۔ امیر معاویہؓ نے کہا "اچھا تم تو اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ۔ آئندہ دیکھ لیا جائے گا۔"

مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ آکر بنی اُمیہ کے حامیوں کی جماعت میں یزید کی ولی عہدی کی تحریک شروع کر دی۔ جو بہت کامیاب ہوئی۔ پھر اکابر کوفہ کا ایک وفد اپنے بیٹے موسیٰ کی سرکردگی میں امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ ارکانِ وفد نے عرض کی۔ ہم یزید کی ولی عہدی کے لئے بیعت لینے کے حق میں ہیں۔ اس لئے امیر معاویہؓ کی دلی خواہش اور عزم کو مزید تقویت ہوئی۔ امیر معاویہؓ نے وفد کو عزت سے رخصت کیا۔ اور احتیاط و مآل اندیشی کی بنا پر زیاد بن ابی سفیان والیٔ بصرہ اور مروان بن حکم والیٔ مدینہ کو لکھا۔

"اب میں پیر ضعیف ہو گیا ہوں۔ میرے قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں۔ خدا جانے کب وقت آجائے۔ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد امت میں خلافت کے لئے فتنہ و فساد نہ برپا ہو جائے۔ اس لئے میری رائے ہے۔ کہ فلاح مسلمین کے لئے اپنی زندگی ہی میں کسی کو اپنا جانشین نامزد کر دوں۔ بوڑھوں میں تو کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔ نوجوانوں میں میرے نزدیک میرا بیٹا یزید سب سے بہتر ہے۔ نہایت حزم و احتیاط سے کام لے کر لوگوں سے اس امر میں مشورہ اور انھیں خلافت یزید کے لئے بیعت کرنے پر تیار کرو۔"

زیاد بن ابی سفیان نے عبید بن کعب نمیری رئیس بصرہ کو طلب کر کے یہ خط دکھایا۔ اور کہا "میرے خیال میں امیر المومنینؓ نے جلدی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ یزید کی عادات ایسی نہیں کہ لوگ بلا حیل و حجت اس سے بیعت کر لیں"۔ عبید نے جواب دیا۔ "امیر المومنینؓ کی رائے کے خلاف اظہار خیال کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے دمشق بھیج دیجئے۔ میں یزید کو سمجھا بجھا کر اصلاح عادات پر آمادہ کر لوں گا۔ اس طرح جب اس کا دامنِ کردار لہو و لعب کے داغوں سے پاک ہو جائے گا۔ تو لوگ بلا تامل بیعت کر لیں گے"۔ زیاد نے عبید کے حسب مشورہ اسے دمشق بھیج دیا۔ عبید نے یزید کے سامنے اس اہم معاملے پر تیز روشنی ڈالی۔ اور یزید نے بہت جلد اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کر لی۔

اُدھر مروان کے پاس خط پہنچا۔ تو اس نے اکابر مدینہ کو جمع کر کے پہلے صرف یہ کہا۔ "امیرالمومنینؓ چاہتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں فساد و خوں ریزی کو روکنے کے لئے اپنی زندگی ہی میں کسی شخص کو خلیفہ نامزد کر دیں"۔ سب نے اس رائے کو پسند کر کے تائید کی۔ چند روز کے بعد مروان نے پھر لوگوں کو اکٹھا کر کے کہا۔ "اب امیرالمومنینؓ کا دوسرا خط آیا ہے جس میں انھوں نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے پیشِ نظر یزید کو ولی عہدی کے لئے منتخب کیا ہے"۔ اس پر حضرات عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ نے شدید مخالفت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "اس سے مسلمانوں کی فلاح نہیں بلکہ بربادی ہوگی۔ کیونکہ اس طرح تو خلافت قیصریت بن جائے گی۔ کہ باپ کے بعد بیٹا جانشین ہوا کرے۔ مروان نے امیر معاویہؓ کو ان حالات سے مطلع کر دیا۔

اب امیر معاویہؓ نے صوبوں کے عمّال کے نام ایک عام حکم جاری کیا۔ کہ لوگوں سے یزید کے اوصاف بیان کرو۔ اور اپنے اپنے صوبے کے اکابر کا ایک ایک وفد دربارِ خلافت میں بھیجو۔ تاکہ یزید کی ولی عہدی سے متعلق میں خود بھی ان سے بات چیت کروں۔ چنانچہ مختلف صوبوں کے وفد دمشق پہنچ گئے۔ امیر معاویہؓ نے پہلے مدینہ کے ایک سردار محمد بن عمرو بن حزم سے گفتگو کی۔ انھوں نے کہا۔ "اے امیرالمومنینؓ! ہر سلطان اپنی رعایا کی بہتری کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس لئے غور کر لیجئے۔ کہ آپ اُمّتِ محمدیہ کی عنانِ حکومت کس کے ہاتھ میں دے رہے ہیں"۔

اس کے بعد وفد بصرہ کے رئیس احنف بن قیس سے رائے طلب کی گئی۔ تو انھوں نے کہا۔ "اے امیرالمومنین! معاملہ پیچیدہ ہے۔ اگر جھوٹ بولتا ہوں۔ تو خدا کا خوف ہے اور اگر سچ بولوں تو آپ کا خوف ہے۔ آپ یزید کے روزانہ مشاغل اور خفیہ و علانیہ حالات سے مجھ سے زیادہ آگاہ ہیں۔ اگر آپ اس امر میں خدا اور اُمّت محمدیہ کی رضامندی پاتے ہیں۔ تو صلاح مشورے کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر ایسا خیال نہیں کرتے۔ تو خود دوسرے جہان کا سفر اختیار کرتے وقت اسے دُنیا کا توشہ نہ دیجئے۔ ورنہ یوں تو آپ کا جو حکم ہوگا ہم اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار ہیں"۔

Marfat.com

امیر معاویہؓ یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ یہ تو صرف ضابطے کی کارروائی تھی آخر انھوں نے اپنے مخصوص طریق سیاست سے کام لے کر بعض کو تخویف و تہدید اور بعض کو انعام و اکرام سے راضی کر لیا۔ اس طرح عراق اور شام والوں نے یزید کی بیعت کر لی۔

اس نازک و پیچیدہ معاملے کا مشکل پہلو تو اہل حجاز کو رضامند کرنا تھا۔ کیوں کہ وہیں ایسے لوگ تھے۔ جو دلیری اور بے باکی سے مخالفت کا اظہار کر سکتے تھے۔ اور جن کی آتش اختلاف کو سیم و زر کی بارش بھی ٹھنڈا نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ امیر معاویہؓ ایک ہزار سواروں کی معیت میں عازم مدینہ ہو گئے۔

یہ خبر سنتے ہی مدینہ کے پانچ جلیل القدر اکابر حضرات عبداللہؓ بن عمرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ اور امام حسینؓ نے مکہ معظمہ کی راہ لی۔

امیر معاویہؓ نے مدینہ پہنچ کر ایک مجمع کے روبرو تقریر کرتے ہوئے یزید کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد کہا۔ "بعض لوگوں نے یزید کی مخالفت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ میں انھیں متنبہ کیے دیتا ہوں۔ کہ اگر وہ اپنے اس طریق عمل سے باز نہ آئے۔ تو ان کا نام و نشان تک مٹا کر رکھ دیا جائے گا۔"

مدینہ سے امیر معاویہؓ نے مکہ کا رخ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر ان پانچوں بزرگوں کو حسن اخلاق سے رام کرنا چاہا۔ انھوں نے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ کو اپنا نمائندہ قرار دیا اور امیر نے یوں گفتگو شروع کی۔

امیر معاویہؓ :- "آپ حضرات میری روش سے آگاہ ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا۔ اور آپ کی زیادتیاں بھی سہتا رہا ہوں۔ یزید آپ کا بھائی اور چچا کا بیٹا ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ محض برائے نام اسے خلیفہ بنا دیں اور حکومت کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھیں۔ وہ آپ کے احکام کی تعمیل کرے گا۔ کیا اتنی سی بات بھی آپ منظور نہیں کر سکتے۔"

عبداللہؓ بن زبیرؓ :- ہم تین تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک

Marfat.com

منظور کر لیجیے۔

امیر معاویہؓ۔ کہیے۔

عبداللہ بن زبیرؓ۔ پہلی بہترین تجویز یہ ہے۔ کہ آپ رسول اللہ صلعم کی سنت پر عمل کریں یعنی خلافت کے لئے کسی کو نامزد کئے بغیر یہ معاملہ مسلمانوں کے انتخاب پر چھوڑ دیں۔

امیر معاویہؓ۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ تو اپنی نظیر آپ تھے۔ اب ایسی جلیل المرتبت ہستی کہاں پیدا ہو سکتی ہے۔

عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو سنتِ صدیقیؓ پر عمل کریں۔ کہ کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین مقرر کر جائیں۔ جو آپ کا عزیز نہ ہو۔

یہ سن کر امیر معاویہؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔

عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ اگر ایسا بھی نہیں ہو سکتا۔ تو سنتِ فاروقیؓ پر عمل کریں۔ کہ ایسے چھ شخص نامزد کر جائیں۔ جو نہ آپ کے عزیز ہوں۔ اور نہ ان میں آپ کا بیٹا ہو۔ وہ چھ شخص اپنے آپ میں سے جسے چاہیں انتخاب کر لیں۔

امیر معاویہؓ۔ ان تینوں صورتوں کے سوا کوئی اور چوتھی صورت بھی ممکن ہے؟

عبداللہؓ بن زبیرؓ۔ نہیں۔ چوتھی کوئی صورت ممکن نہیں۔

امیر معاویہؓ۔ اچھا تو اب میں بھی صاف صاف کہے دیتا ہوں۔ آج تک تو ایسا ہوتا رہا ہے۔ کہ جب میں تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوتا۔ تو آپ میں سے کوئی مجھے جھٹلا کر ٹوک دیا کرتا۔ اور میں یہ زیادتی سہ لیتا۔ لیکن آئندہ ایسا نہیں ہو سکے گا۔ میں عام مجمع میں تقریر کروں گا۔ اگر آپ میں سے کسی نے ذرا بھی لب کشائی کی۔ تو میں تلوار سے کام لے کر اس کی زبان بند کر دوں گا۔ لہٰذا آپ حضرات اپنی جانوں پر رحم کریں۔

اس کے بعد امیر معاویہؓ ان پانچوں حضرات کو ساتھ لے کر مجمع میں آئے۔ اور اعلان کر دیا کہ یہ بزرگ اکابر اُمت ہیں۔ کوئی کام ان کے مشورے کے بغیر انجام نہیں دیا جا سکتا۔ ان حضرات نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ اس لئے آپ لوگ بھی بیعت کر لیں۔

(یعنی معاویہ نے جھوٹ بولا)

Marfat.com

عامۃ النّاس انھیں اکابر کے فیصلے کے منتظر تھے۔ لہٰذا اس اعلان پر اہلِ مکہ نے بیعت کرلی۔ پھر امیر معاویہؓ نے مکہ سے مدینہ جاکر وہاں کے لوگوں سے بیعت لی۔ اور شام کو روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد لوگوں پر اصل حقیقت منکشف ہوئی۔ لیکن کسی طرف سے مخالفت کی آواز بلند نہ کی گئی۔

وفات جمادی الاخری ۶۰ھ میں امیر معاویہؓ بیمار ہو گئے۔ اور مرض بڑھتے بڑھتے مرض الموت بن گیا۔ لیکن اس بیماری سے پیشتر آپ نے ایک تقریر میں فرمایا:۔

"میں ایک ایسی کھیتی ہوں۔ جو عنقریب کٹا چاہتی ہے۔ میں نے اتنا عرصہ تم پر حکومت کی۔ کہ میں تم سے تنگ آگیا۔ اور تم مجھ سے۔ لیکن میرا جانشین مجھ سے افضل نہ ہوگا۔ جس طرح میں اپنے پیش رو خلفاء سے افضل نہ تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جو شخص خدا سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے۔ خدا اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے۔ اے خدا میں تجھ سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہوں۔ تو مجھ سے ملاقات کرنا پسند فرما۔ اور اس ملاقات میں میرے لئے برکت عطا فرما۔"

اس تقریر سے تھوڑی دیر بعد آپ بیماری سے صاحب فراش ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ زندگی کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں۔ یزید ان دنوں دمشق میں نہ تھا۔ اس لئے ضحاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ مری کو حکم دیا۔ کہ یزید کو حسب ذیل وصیت نامہ پہنچا دیا جائے:۔

"بیٹا! میں نے تمھارے راستے سے تمام کانٹے ہٹا کر اسے بالکل صاف کردیا ہے۔ دشمنوں کو مغلوب کرکے اہل عرب کی گردنیں تمھارے سامنے خم کردی ہیں۔ تمھارے لئے بے مثال خزانہ جمع کردیا ہے۔ میں تمھیں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے ان احسانوں کے شکر کے طور پر اہل حجاز پر ہمیشہ عنایت کی نظر رکھنا۔ وہ تمھاری اصل و اساس ہیں۔ جو حجازی تمھارے پاس آئے اس سے اچھا برتاؤ کرنا۔ اس کی عزت اور اس پر احسان کرنا۔ اور جو نہ آئے۔ اس کی خبرگیری سے غافل نہ رہنا۔ اہلِ عراق پر بھی چشم کرم رکھنا۔ اگر وہ ہر روز نئے عامل کا تقرر چاہیں تو ایسا ہی کرنا کیونکہ عاملوں

Marfat.com

کا اونی بدل تمھارے مقابلے میں ایک لاکھ تلواروں کے بے نیام ہو جانے سے بہتر ہے۔ شامیوں سے بھی حسن سلوک روا رکھنا۔ انھیں اپنا صلاح کار بنانا۔ ہر حالت میں ان کا خیال رکھنا۔ دشمن سے مقابلہ آپڑے۔ تو ان سے مدد لینا۔ اور کامیاب ہو جانے کے بعد انھیں اپنے اپنے شہروں کو واپس بھیج دینا۔ کیونکہ دوسری جگہوں میں زیادہ قیام کرنے سے ان کے اخلاق تبدیل ہو جانے کا احتمال ہے۔

۵ اب خلافت کا اہم معاملہ لو۔ اس میں تمھارے صرف چار حریف ہو سکتے ہیں۔ حسین بن علیؓ، عبداللہؓ بن عمرؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ وہ ہر وقت زہد و عبادت میں معروف رہتے ہیں۔ انھیں اس کے سوا کسی چیز کا خیال ہی نہیں۔ دوسرے لوگوں کے بیعت کر لینے کے بعد انھیں کبھی کوئی انکار نہ ہوگا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ عیش و آرام کے طالب ہیں۔ کوئی ذاتی اہمیت نہیں رکھتے۔ وہ دوسرے لوگوں کی تقلید کریں گے۔ حسینؓ بن علیؓ ہیں تو سادہ مزاج۔ لیکن ان کی طرف سے خطرہ یقینی ہے۔ عراقی انھیں تمھارے مقابلے میں لائے بغیر نہ رہیں گے۔ جب وہ تمھارے مقابلے میں آئیں۔ اور تم ان پر غلبہ پالو۔ تو درگزر سے کام لینا۔ کہ وہ قریبی عزیز ہیں۔ ہم پر ان کا بڑا حق ہے۔ اور رسول اللہ صلعم کے جگر گوشہ ہیں۔ البتہ عبداللہؓ بن زبیرؓ ایسے شخص ہیں۔ کہ لومڑی کی طرح چال بازی سے کام لے کر شیر کی مانند حملہ آور ہوں گے۔ اگر وہ صلح کریں تو بہتر۔ ورنہ ان پر غلبہ پا لینے کے بعد انھیں ہرگز نہ چھوڑنا۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دینا۔ لیکن جہاں تک ہو سکے۔ قوم کو عام خوں ریزی سے بچائے رکھنا۔"

اس کے بعد اہل خاندان سے کہا:۔ (معاویہ پاگل ہو گیا تھا بیٹے کے فائدے میں)

"خدا سے ڈرتے رہنا۔ کہ ڈرنے والوں کو خدا مصیبتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جو خدا سے خوف نہیں کرتا۔ اس کا مددگار کوئی نہیں۔"

نزع سے تھوڑی دیر پہلے اپنے متعلق کہا:۔

"حضرت رسول اللہ صلعم نے مجھے ایک کرتا عنایت فرمایا تھا۔ میں نے اسے اسی

دن کے لئے حفاظت سے رکھ چھوڑا ہے۔ حضورؐ کے ناخن مبارک بھی ایک شیشی میں محفوظ ہیں۔ کفناتے وقت وہ کُرتا مجھے پہنا دینا۔ اور ناخن مبارک پیس کر آنکھوں اور مُنہ میں بھر دینا۔ شاید خداوند کریم ان کی برکت سے مجھے بخش دے۔"

بعدازآں یکم اور بروایتِ دیگر ۲۲ رجب ۶۰ھ کو آپ کا انتقال ہوگیا۔ اور حسب وصیت تجہیز و تکفین عمل میں لائی گئی۔ ضحاک بن قیس نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ یزید وقت پر نہ پہنچ سکا۔ اس لئے اس نے قبر پر نماز ادا کی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۰ سال اور مدت خلافت انیس سال تین مہینے ستائیس دن تھی۔

ازواج و اولاد امیر معاویہؓ نے چار شادیاں کیں۔

(۱) میسون بنت بحدل۔ اس کے بطن سے یزید اور ایک بچی پیدا ہوئی۔

(۲) فاختہ بنت قرظہ نوفلی۔ اس کے بطن سے دو لڑکے عبداللہ اور عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ مؤخرالذکر نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔

(۳) فاطمہ بنت عمارہ کلابیہ۔ اسے طلاق دے دی گئی۔

(۴) کنوہ بنت قرظہ۔ غزوۂ قبرص میں آپ کے ہمراہ تھیں۔ وہیں وفات پائی۔

نظامِ خلافت

امیر معاویہؓ کے عہد میں خلافت راشدہ نے حکومت کا قالب اختیار کر لیا۔ اور لاریب اس حکومت کو کامیاب حکومت کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کے زمانۂ سلطنت میں کسی جگہ بغاوت نے سر نہیں نکالا۔ کوئی علاقہ اسلامی قبضہ و اقتدار سے علیحدہ نہیں ہوا۔ ڈاکہ اور شورش کا قلع قمع ہوگیا۔ فتنہ و فساد رفع ہو کر امن و امان قائم ہوا۔ متعدد علاقے مفتوح ہوئے جس سے اسلامی سلطنت کو چاروں طرف وسعت حاصل ہوئی۔ تمدنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کثرت سے نئے صیغے قائم کئے گئے۔

صلاح کار اگرچہ اس زمانے میں خلفائے راشدینؓ کے عہد جیسی مجلس شوریٰ قائم

نہیں رہی تھی۔ لیکن امیرؓ نے عمرو بن العاصؓ، مغیرہ بن شعبہؓ اور زیاد بن ابی سفیانؓ جیسے بڑے بڑے ماہرین سیاست کو اپنا صلاح کار بنا رکھا تھا۔ جن کا مشورہ ہر اہم کام میں ضروری سمجھا جاتا تھا۔

صوبوں کا نظم و نسق امیر معاویہؓ نے صوبوں کا نظم و نسق اسی طرح قائم رکھا جس طرح حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں تھا۔ مغرب کے جدید مقبوضات مصر کے اور مشرق کے خراسان کے زیر اقتدار تھے۔

فوج فوج کے شعبے میں بہت زیادہ ترقی ہوئی جس پر تفصیلی روشنی آئندہ اوراق میں مناسب موقع پر ڈالی جائے گی۔

بحری فوج بحری فوج میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ اس کا قیام تو عہد عثمانیؓ ہی میں امیر معاویہؓ کے ہاتھوں عمل میں آگیا تھا۔ بلکہ ترقی بھی یہاں تک ہو چکی تھی کہ ۵۰۰ جہازوں کے بیڑے سے قبرص پر چڑھائی کر دی گئی تھی۔ لیکن خود ان کے زمانے میں، بحری بیڑے نے حد سے زیادہ طاقت حاصل کر لی تھی۔

امارت بحر بحری فوج کی کمان داری کا جدید منصب قائم کیا گیا۔ اور عبداللہ بن قیس حارثی اور جنادہ بن ابی اُمیہ اس منصب پر فائز کیے گئے۔

تعمیر جہاز جہاز سازی کے متعدد کارخانے قائم کیے گئے۔ جو بروایت بلاذری سب کے سب ساحلی مقامات پر تھے۔

شاتیہ اور صائفہ فوج کے دو حصے کیے گئے۔ شاتیہ یعنی سرمائی، اور صائفہ یعنی گرمائی۔ یہ فوجیں موسم کے مطابق جگہ جگہ مصروف کارزار رہتی تھیں۔

قلعے پُرانے قلعوں کی مرمت کرائی گئی۔ اور متعدد نئے قلعوں کی تعمیر عمل میں آئی۔ چنانچہ رومیوں کے قدیم قلعہ جبلہ کو دوبارہ تعمیر کرایا گیا۔ اور بلیناس، انطرطوس اور مرقیہ میں جدید قلعے بنوائے گئے۔

علاوہ بریں روڈس اور مدینہ میں قلعے تعمیر کیے گئے۔ اور قبرص اور ارواد میں چھاؤنیاں قائم کی گئیں۔ شہر قیروان کی بنیاد فوجی ضروریات ہی کے باعث ڈالی گئی تھی۔

Marfat.com

گوپیا دیواروں وغیرہ پر پتھر برسانے کے لئے گوپیے کا مؤثر حربہ ایجاد کیا گیا۔

پولیس ضبط و نظام اور امن و امان قائم کرنے کے لیے پولیس کے محکمے کو ترقی دے کر وسیع کیا گیا۔ عراق میں جہاں کی مٹی کا خمیر ہی فتنہ و شر سے اٹھایا گیا تھا۔ پولیس کی چوکیوں کا جال بچھا دیا گیا۔ اور امن و امان کی یہ صورت تھی۔ کہ سونا اچھالتے چلے جاؤ۔ کوئی شخص کسی سے تعرض نہیں کرتا تھا۔ اگر راستے میں گری ہوئی کوئی چیز نظر آجاتی۔ تو کسی کو اس کے اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ خود مالک آکر اٹھا لیتا۔ رات کے وقت عورتیں تنہا مکان کے دروازے کھول کر سوتی تھیں۔ امیر معاویہؓ نے ایک رجسٹر تیار کرا کے اس پر دمشق کے تمام مشتبہ اور شر پسند لوگوں کے نام تحریر کرائے تھے۔ زیاد والی عراق نے بدچلن لوگوں کی نگرانی کا فریضہ جعد بن قیس کے سپرد کیا تھا۔

ڈاک پہلے سرکاری ڈاک کا کوئی باضابطہ صیغہ نہ تھا۔ امیر معاویہؓ نے ایک مستقل محکمہ قائم کر کے گھوڑسوار ہرکاروں کے ذریعے سے ڈاک کے لانے اور لے جانے کا انتظام کیا۔

دیوان خاتم سرکاری احکام کی نقلیں رکھنے کے لئے دیوان خاتم کے نام سے ایک باقاعدہ شعبہ قائم کیا گیا جس سے تبدیل رقوم کی جعل سازی کا کلیۃً انسداد ہو گیا۔ دفتر شاہی کے علاوہ بڑے بڑے حکام کے دفاتر میں بھی فرامین و خطوط کی نقلیں رکھنے کا قاعدہ جاری ہو گیا۔

رفاہ عام رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے بہت سے مفید کام کئے گئے۔

نہریں بہت سی نہریں جاری کی گئیں۔ جو کسانوں کی فصلوں کے لئے ابر رحمت ثابت ہوئیں۔ زراعت کو بے حد ترقی ہوئی جس سے خشک سالی کی شکایت جاتی رہی۔ اس سلسلے میں مدینہ کے آس پاس ازرق، کظامہ شہداء وغیرہ بہت سی نہریں کھدوائی گئیں۔ ان نہروں کی بدولت پیداوار میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ گویا غریب دہقانوں کے لئے سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا۔

Marfat.com

شہروں کی آبادی

امیر معاویہؓ نے بہت سے پرانے غیر آباد شہر آباد کیے۔ اور نئے شہر بھی بسائے۔ مثلاً دمشق (شام) کی ویرانی اور خزاں سامانی آبادی اور بہار آرائی سے بدل دی گئی۔

افریقہ میں ایک نیا شہر قیروان آباد کر کے وہاں فوجی چھاؤنی قائم کی گئی۔ تاکہ باغی بربریوں کو مطیع کیا جاسکے۔

اسلامی نو آبادی

مختلف مقامات پر اسلامی نو آبادیاں قائم کی گئیں۔ مثلاً ۴۳ھ میں انطاکیہ میں ایک نو آبادی قائم کی۔ ارد واڈ کے جزیروں روڈس اور اکثر سرحدی مقامات میں مسلمان آباد کیے۔

بچوں کے وظیفے

حضرت فاروق اعظمؓ نے مجاہدین کے بچوں کے جو وظیفے مقرر فرمائے تھے۔ امیر معاویہؓ نے انھیں قائم رکھتے ہوئے صرف اتنی ترمیم کر دی۔ کہ بچہ دودھ چھوڑنے کے بعد وظیفے کا حق دار ہوتا تھا۔

ذمیوں کے حقوق کا تحفظ

امیر معاویہؓ نے خلفائے راشدینؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ذمیوں کے حقوق و مفاد کی پوری پوری حفاظت کی۔ صوبوں کے عمال بھی امیرؓ کے احکام کی کما حقہ تعمیل کرتے تھے چنانچہ عقبہ بن نافع فہری حاکم بصرہ نے ضرورت کی بنا پر امیر معاویہؓ کی اجازت سے ایک پرتی زمین جو کسی کی ملکیت نہ تھی۔ پسند کی۔ عقبہ کے خادم نے کسی بہتر قطعۂ زمین کے انتخاب سے متعلق عرض کی۔ آقا نے جواب دیا۔ یہ ممکن نہیں۔ کیونکہ معاہدے کے رو سے ذمیوں کی زمین پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا۔

غیر مسلم بڑے بڑے عہدوں پر

حضرت فاروق اعظمؓ نے غیر مسلموں کو فوج میں تو بھرتی کر لیا۔ لیکن عدم اعتماد کے باعث انھیں بڑے بڑے عہدے تفویض نہ کیے۔ امیر معاویہؓ نے جب دیکھا۔ کہ غیر مسلموں نے حسن کارکردگی سے کافی اعتماد پیدا کر لیا ہے۔ تو انھیں ذمہ دار عہدوں پر مقرر کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ابن آثال عیسائی کو حمص کی کلکٹری کا منصب عطا کیا۔ اور

Marfat.com

سرجون بن منصور رومی کو پرائیوٹ سکرٹری بنا دیا۔

دینی خدمت حضور سرور لولاکؐ کے فیض صحبت سے شرف یاب ہونے کے باعث امیر معاویہؓ نے حکومت کی دنیوی ترقی کے ساتھ ساتھ دینی خدمت کو بھی اپنے فرائض منصبی میں شامل کر لیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلے میں انھوں نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ مثلاً ؟ (علیؑ کی رسہ کشی)

اسلام کی نشر و اشاعت امیر معاویہؓ کے زمانے میں اسلام دُور دُور تک پھیل گیا۔ شمالی افریقہ کے باغی اور مرتد بربریوں کی بغاوت فرو کرنے کے علاوہ ان کے ارتداد کا بھی انسداد کیا گیا۔ کثیر التعداد رومی بھی اسلام کی آغوش عاطفت میں آ گئے۔

خانۂ کعبہ کی خدمت ہر خلیفہ اپنے عہد میں خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھاتا رہا لیکن امیر معاویہؓ نے اسے دیبا سے زینت دی۔ اور اس کی خدمت کے لئے خادموں کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

مسجدوں کی تعمیر بہت سی مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ جامع مسجد بصرہ کی تعمیر نئے سرے سے عمل میں لا کر اسے زیادہ وسیع اور مضبوط کر دیا گیا۔ قبرص میں مساجد کا جال بچھا دیا گیا۔ قیروان میں ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ بصرہ میں کابلی طرز کی ایک مسجد بنوائی گئی۔ مصر کی تمام مسجدوں کو میناروں سے زینت دی گئی۔

اصولِ سیاست امیر معاویہؓ کی حکومت کوئی خلافتِ راشدہ تو تھی ہی نہیں۔ کہ اس کے کسی پہلو پر انگلی نہ رکھی جا سکے۔ بلکہ وہ خود ایک دنیوی سلطان اور ان کی حکومت دنیوی سلطنت تھی۔ لیکن اس کے باوجود دنیوی فرمانروائی کے نقطۂ نظر سے ان کی شخصی حکومت پر کسی طرح کی حرف گیری نہیں کی جا سکتی۔ وہ حلم اور عفو میں شہرۂ آفاق تھے۔ نرمی کے وقت نرمی اور سختی کے وقت سختی سے کام لیتے تھے۔ اس باب میں انھوں نے خود اپنا اصول یہ بتایا ہے:۔

"جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے۔ وہاں میں تلوار سے کام نہیں لیتا۔ اور جہاں

زبان کام دیتی ہے۔ وہاں کوڑے سے کام نہیں لیا جاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی تعلق قائم ہو۔ تو میں اسے ٹوٹنے نہیں دیتا۔ جب لوگ اسے کھینچتے ہیں۔ تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں۔ اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں۔ تو میں کھینچ لیتا ہوں"۔

جب زیاد کا ایک عامل خراج کی آمدنی گھٹ جانے کے باعث اس کے خوف سے بھاگ کر امیر معاویہؓ کے پاس چلا گیا۔ تو زیاد نے امیرؓ کو لکھا۔ کہ اس طرح لوگوں پر رعب قائم نہیں رہے گا۔ اور ان کے حوصلے خطرناک طور پر بڑھ جائیں گے۔ امیرؓ نے جواب میں تحریر کیا۔ "کہ سب کے ساتھ ایک ہی طریق سیاست روا نہیں رکھنا چاہیئے۔ وقت اور موقع کے مطابق نرمی اور سختی سے کام لینا مناسب ہے۔ تمھارا کام سختی ہے۔ اور میرا کام نرمی"۔

البتہ امیر معاویہؓ نے باغیوں کے ساتھ نرمی نہیں برتی۔ اور دُنیا کا کوئی بادشاہ سرکشوں اور شورش پسندوں کے ساتھ نرمی نہیں کرتا۔ لیکن اس کے باوجود امیرؓ نے پہلے انھیں نرمی کے ساتھ سمجھایا۔ امن وسکون سے رہنے کی ہدایت کی۔ اور عطائے انعام کے وعدے کیئے۔

عدل وانصاف

امیر معاویہؓ عدل گستری اور رعایا کی دادرسی کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا روزانہ معمول تھا۔ کہ دربار سے پہلے مسجد میں بیٹھ کر غریبوں، لاوارثوں اور کمزوروں کی شکایتیں سُن کر ان کے ازالے کا حکم دیتے۔ پھر دربار میں جاکر اشراف سے کہتے۔ تمھارا فرض ہے۔ کہ ادنیٰ لوگوں کی ضروریات مجھ سے بیان کریں۔

بیت المال

امیر معاویہؓ نے بیت المال کے ہر سابق مصرف کو قائم رکھتے ہوئے اسے فوجوں کی تیاری، بحری بیڑوں، فتوحات۔ قلعوں کی تعمیر، پولیس کی ترقی، دفتروں کے قیام، نہروں کے کھدوانے اور اسلامی نوآبادیوں کے قائم کرنے میں صرف کیا۔

علم و فضل امیر معاویہؓ نوشت و خواند میں خوب دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد کی گئی تھی۔ مذہبی علوم میں درک وافر حاصل تھا۔ قرآن کی تفسیر پر عبور تھا۔ ۱۶۳ حدیثیں ان سے روایت کی جاتی ہیں۔ شعر وادب میں قابلِ قدر شغف وانہماک تھا۔ اشعار کو اخلاق آموزی اور تعمیر کردار کا بہت بڑا ذریعہ سمجھتے تھے۔ تقریر میں فصاحت ولطافت بھری ہوتی تھی۔ غرض اپنے زمانے کے تمام رائج علوم میں حسب ضرورت واقفیت رکھتے تھے۔

تاریخ نویسی امیر معاویہؓ سب سے پہلے شخص تھے۔ جنھوں نے تاریخ اسلام کو کتابی صورت میں مدوّن کرایا۔ اور قدیم تاریخی روایات شاہان عجم کا تذکرہ اور زبانوں کے آغاز، نشر واشاعت کے حالات لکھوائے۔

سیرتِ معاویہؓ اگرچہ امیر معاویہؓ مہاجرینِ اوّلین کی طرح قرب رسول اللہ صلعم کی سعادت سے بدرجۂ وافر حصہ یاب نہ ہو سکے۔ لیکن بہر حال وہ صحابی تھے۔ اور مکارم اخلاق سے بہرہ اندوز۔

خوفِ خدا انھیں سفرِ زندگی میں کڑے سے کڑے امتحان وابتلا کی سنگلاخ و پُرخار وادیوں میں سے گزرنا پڑا۔ لیکن کسی حال میں بھی تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ روزِ محشر کی باز پرس کے خوف سے لرز لرز جاتے تھے۔ اور ندامت کے آنسوؤں سے آنکھیں تر رہتی تھیں۔

افسوس وندامت دُنیا کی آلودگیوں میں مبتلا ہو جانے کے باعث افسوس وپشیمانی کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ سفر کے دوران میں کسی جگہ پڑاؤ ڈالا۔ اور سامنے سے لشکر وغیرہ کو گزرتے دیکھ کر اپنے ایک مصاحب سے کہا "خلفائے راشدینؓ کی زندگی کیسی پاکیزہ اور آلائش دنیا سے مبرّا ومنزّہ تھی۔ افسوس ہم لوگ تو دُنیا کی آلودگیوں میں بالکل لت پت ہو گئے"۔ اس کے ساتھ ہی اُن کی آنکھیں وفورِ ندامت سے دجلہ بار ہو رہی تھیں۔

سخاوت سخاوت اور فیاضی میں دریا دلی سے کام لیتے تھے۔ اس ضمن میں تمام

خلفاء کی طرح امہات المومنینؓ کی خدمت کو باعث شرف و موجب سعادت سمجھتے تھے
چنانچہ وہ یک مشت ایک ایک لاکھ کی رقم حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش کرتے تھے
ان کی یہ فیاضی کسی خاص طبقے یا جماعت تک محدود نہ تھی۔ بلکہ صحابہ کرامؓ اور اکابر
وعمائد سے بلا فرق و امتیاز سلوک کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اپنے مخالف صحابہؓ اور شرفا کی
خدمت بھی عالی حوصلگی سے کیا کرتے تھے۔

تحمّل اور بُردباری

حلم، تحمّل اور بُردباری ان کے آئینہ سیرت کا نمایاں جوہر تھا جس کے ثبوت میں مذکورۂ صدر تاریخی واقعات شاہد عادل کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔

دسواں باب

رضی اللہ عنہ کس بات کا ہے

یزید بن معاویہ

سنہ ۶۰ھ تا سنہ ۶۴ھ

مختصر حالات یزید نام، ابو خالد کنیت، میسون بنت بحدل کے بطن سے تھا۔ امیر معاویہؓ کے عہدِ امارت میں پیدا ہوا۔ اس لیے شاہانہ ناز و نعمت کی گود میں آنکھیں کھولیں۔ اور دولت و حکومت کے گہوارے میں پرورش پائی۔ امیر معاویہؓ نے بیٹے کی تعلیم و تربیت خاص اہتمام و توجہ سے کی۔ شباب کی پُر بہار منزل میں قدم رکھا تو حُسن و عشق کے عالم رنگ و بو میں پہنچ گیا۔ شعر و سخن میں کمال حاصل کیا۔ سپاہ گری میں بھی کافی دست گاہ بہم پہنچائی۔ سیر و شکار کا بیحد شائق تھا۔ لیکن میدانِ جہاد میں قدم رکھنا پسند نہ کرتا تھا۔ والد نے اصلاح کے لئے سخت جد و جہد کی۔ قسطنطنیہ کی مشہور مہم پر زبردستی روانہ کیا۔ ایک حصّۂ فوج کی سرداری بھی عنایت کی۔ دو دفعہ امیر حج بھی بنا کر بھیجا۔ مگر طبعی عیش پسندی کے آگے تربیت کی کچھ پیش نہ گئی۔

خلافت امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی ہی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لی تھی۔ اس لئے باپ کے بعد رجب سنہ ۶۰ھ میں بیٹا تخت نشین ہوا۔

حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کا بیعت سے انکار گزشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔ کہ حضرت امام حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ

Marfat.com

اور عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ وغیرہ نے یزید کی ولی عہدی کے لئے بیعت نہیں کی تھی۔ یہ حضرات اکابر قریش اور عمائد حجاز میں سے تھے۔ اور افراد امت ان کی ہر دل عزیزی، اثر و رسوخ اور احترام و عظمت کا کلمہ پڑھتے تھے۔ ان زعمائے اسلام کا اختلاف یزید کی راہِ حکومت میں ایک سنگ گراں کا حکم رکھتا تھا۔ لہٰذا اسے سب سے پہلے اس اہم و پیچیدہ عقدے کے حل کرنے کی فکر ہوئی۔

یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی ولید بن عتبہ عامل مدینہ کو ان بزرگوں سے بیعت لینے کے لئے تاکیدی حکم بھیجا۔ ولید نے مروان بن حکم سے مشورہ کیا۔ اس نے رائے دی کہ عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ اور عبداللہؓ بن عمرؓ کی طرف سے تو کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن حضرت امام حسینؓ اور عبداللہؓ بن زبیرؓ کو فوراً طلب کر کے بیعت کے لئے مجبور کرو۔ اگر وہ ذرا بھی لیت و لعل سے کام لیں۔ تو ان کی گردن مار دو۔ اگر انھیں وفات معاویہؓ کی اطلاع پہنچ گئی۔ اور وہ دائرۂ بیعت میں داخل نہ ہوئے۔ تو ان میں سے ہر شخص اپنے اپنے حامیوں کو لے کر خلافت کا دعویٰ کر دے گا۔ اور مخالفت کی ہولناک آگ بھڑک اٹھے گی۔

ولید نے حضرت امام حسینؓ اور عبداللہؓ بن زبیرؓ کو بلوا بھیجا۔ ان بزرگوں نے قیاساً اس غیر معمولی طلبی کا مقصد بھانپ لیا۔ حضرت امام حسینؓ اپنے رفقا کو ہمراہ لے کر ولید کے پاس گئے۔ ولید نے انتقال معاویہؓ کی اطلاع دے کر یزید کا حکم سنایا۔ حضرت امام حسینؓ نے پہلے تو انا للہ پڑھ کر امیر کے لئے دعائے مغفرت کی۔ پھر فرمایا۔

"مجھ جیسا شخص پوشیدہ طور پر بیعت نہیں کر سکتا۔ عام لوگوں کو بیعت کے لئے طلب کیجئے۔ میں بھی آجاؤں گا۔ جو سب کی رائے ہوگی۔ اسی پر عمل کیا جائے گا۔"

ولید طبیعت کا برا نہ تھا۔ مان گیا۔ اور آپ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مروان نے ولید سے کہا۔ افسوس تم نے میرے مشورے پر عمل نہ کیا۔ اور ہاتھ آیا ہوا شکار چھوڑ دیا۔ ولید نے جواب دیا۔ "نہیں نہیں۔ میں رسول اللہ صلعم کے نواسے کے خون سے اپنا دامنِ اعمال آلودہ نہیں کر سکتا۔ واللہ قیامت کے روز جس شخص سے حسینؓ کے خون کا مطالبہ کیا جائے گا۔ وہ سخت خسارے میں رہے گا۔"

Marfat.com

عبداللہؓ بن زبیرؓ ولید سے ایک دن کی مہلت طلب کر کے راتوں رات عازم مکہ ہوگئے ولید کو اطلاع ملی۔ تو اس نے تعاقب کے لئے آدمی بھیجے۔ لیکن ابن زبیرؓ ایک خفیہ راستے سے گئے تھے۔ اس لئے یہ لوگ ان کا سراغ تک نہ پاکر ناکام لوٹ آئے۔

حضرت امام حسینؓ کی روانگی مکہ

اگلی رات حضرت امام حسینؓ بھی مع اہل و عیال مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

آپ کے بھائی محمد بن حنفیہؓ نے مدینہ کی گلیوں کو چھوڑ کر کہیں جانا پسند نہ کیا۔ اور رخصت کے وقت فرمایا:۔

"اے بھائی! مجھے تم سے زیادہ پیارا اور کون ہو سکتا ہے۔ میں بیعت یزید سے انکار کے باب میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔ تم اس کی بیعت نہ کرنا۔ اور قاصدوں کے ذریعے سے اپنی بیعت کے لئے لوگوں کو دعوت دینا۔ اگر اہلِ بلاد تم سے بیعت کرلیں تو خدا کا شکر بجالانا۔ ورنہ اس سے تمھاری شان بلند اور مرتبۂ عالی میں سر مو فرق نہ آئے گا۔ مجھے اندیشہ ہے۔ تو یہ کہ تم کہیں ایسے مقام پر نہ پہنچ جاؤ۔ جہاں موافق اور مخالف دو گروہ بن جائیں۔ پھر دونوں گروہ صف آرا ہوں۔ اور تم سب سے پہلے مقابلے کو نکلو۔ نتیجہ یہ ہو۔ کہ بہترین اُمت کا خون بدترین طریق سے بہایا جائے۔ اور اس کے افرادِ خاندان کو ذلیل کیا جائے۔"

حضرت امامؓ نے پوچھا۔ تو بھائی! پھر مجھے کہاں جانا چاہیئے؟

محمد بن حنفیہؓ نے جواب کہا۔ "مکہ میں ٹھہر جایئے۔ اگر وہاں امن و سکون میسر آئے۔ تو بہتر۔ ورنہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کر کے ملکی حالات کا جائزہ لیتے رہیئے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ پہلے ہی معاملے کے تمام پہلوؤں پر غائر نظر ڈال لینا بہتر ہوتا ہے۔ ورنہ بعد میں کفِ افسوس ملنے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔"

سفر مکہ کے دوران میں عبداللہ بن مطیع آپ سے ملے۔ پوچھا۔ "کدھر کا ارادہ کیا؟" فرمایا۔ "مکہ جا رہا ہوں" عرض کی۔ "اس میں تو کوئی ہرج نہیں۔ لیکن اگر وہاں سے کسی اور جگہ جانا چاہیں۔ تو کوفہ کی راہ ہرگز نہ لیجئے گا۔ وہاں کے لوگ سخت غدار ہیں۔ آپ

Marfat.com

کے والد یہیں شہید کئے گئے۔ بھائی یہ وہیں قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ حرم میں بیٹھ کر آپ نہایت آسانی سے اپنے حامیوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ آپ اہلِ حجاز کے سردار ہیں۔ وہ آپ کے مقابلے میں کسی کی تائید و حمایت نہیں کریں گے۔"

اہلِ کوفہ کے دعوتی خطوط

مکہ پہنچ کر حضرت امامؓ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ آپ کی آمد کی خبر بجلی کی رو کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔ اور لوگ گروہ در گروہ حاضرِ خدمت ہونے لگے۔ اہلِ کوفہ ابتدا ہی سے امیر معاویہؓ کی مخالفت اور اہلِ بیعت کی حمایت کے مدعی تھے۔ امیرؓ کے انتقال کے بعد انھوں نے ایک خفیہ اجلاس میں فیصلہ کیا۔ کہ حضرت امامؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی جائے۔ اور ان سے بیعت کر کے منصب خلافت کو اہلِ بیعت میں منتقل کرنے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ کوفہ والوں نے حسب ذیل مضمون کے تقریباً ڈیڑھ سو خط حضرت امامؓ کی خدمت میں ارسال کئے۔

"الحمدللہ۔ آپ کا حریف آغوشِ لحد میں جا سویا۔ اب ہمارا کوئی امام نہیں۔ یہاں تشریف لے آئیے۔ تاکہ ہم آپ کی مدد سے حق پر جمع ہو جائیں۔ ہم نے نعمان بن بشیر امیرِ کوفہ کے پیچھے جمعہ اور عید کی نماز پڑھنی ترک کر دی ہے۔ اگر ہمیں آپ کی تشریف آوری کا علم ہو جائے۔ تو ہم اسے شام کی حدود میں دھکیل دیں گے"۔

خطوط کے علاوہ اکابر کوفہ نے خود حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوفہ چلنے کی استدعا کی۔

مسلم بن عقیل کی روانگیٔ کوفہ

حضرت امامؓ نے ان لوگوں کے بے حد اصرار سے مجبور ہو کر اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل کو تحقیق حالات کے لئے کوفہ روانہ کیا۔ اور اہلِ کوفہ کو یہ جواب تحریر کیا۔

"تمہارے خطوط سے تمہاری خواہش کا علم ہوا۔ میں اپنے بھائی اور معتمد علیہ مسلم بن عقیل کو تحقیقِ حالات کے لئے روانہ کرتا ہوں۔ اگر تم لوگ اپنی تحریر اور اپنے نمائندوں کے بیان کے مطابق میری خلافت کے آرزومند ہو۔ تو

Marfat.com

مسلمؓ حالات کی تحقیق کے بعد مجھے اطلاع دیں گے۔ میں بفضلہ تعالیٰ تامل یا توقف نہیں کروں گا۔ حق یہ ہے۔ کہ امام ایسا شخص ہونا چاہیے۔ جو عاملِ قرآن اور انصاف دوست ہو۔"

مسلمؓ کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبید کے مکان پر فروکش ہوئے۔ شیعیان علیؓ کو خبر ہوئی۔ تو جوق در جوق ان کے پاس آنے لگے۔ مسلمؓ انھیں حضرت امام حسینؓ کا خط سناتے۔ یہ لوگ رو رو کر عہد کرتے۔ کہ "ہم حضرت امامؓ کی حمایت میں تمام قوتیں صرف کرتے ہوئے ان پر جان تک قربان کر دیں گے"۔

نعمان بن بشیر حاکم کوفہ کو اس کی خبر ہو گئی۔ لیکن وہ نیک نفس اور صلح پسند شخص تھے۔ انھوں نے ہر قسم کی سختی سے احتراز کرتے ہوئے صرف جامع مسجد میں یہ تقریر کی ا۔

"لوگو! فتنہ و اختلاف سے بچے رہو۔ اس میں جان کی ہلاکت اور مال کا ضیاع ہے۔ جب تک کوئی شخص کھلے بندوں میرے خلاف میدان میں نہ اترے گا۔ میں کسی بدگمانی کی بنا پر اس سے باز پرس نہ کروں گا۔"

بنی امیہ کے ایک حامی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "اے امیر! کمزوری سے کام نہ چلے گا۔ نعمان نے جواب دیا۔" اللہ کی اطاعت میں کمزور بننا مجھے اس کی عدم اطاعت میں قوی بننے سے زیادہ پسند ہے"۔

اس شخص نے یزید کو دمشق میں ایک خط کے ذریعے سے اطلاع بھیج دی۔ کہ "نعمان بہت کمزور شخص ہے۔ وہ اس فتنے کا تدارک نہیں کر سکے گا۔ مسلم بن عقیلؓ حسینؓ بن علیؓ کی خلافت کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ حسینؓ بن علیؓ کے آنے کی خبر بھی گرم ہے۔ اگر کوفہ پر قبضہ قائم رکھنا منظور ہے۔ تو کسی سخت حاکم کو فوراً بھیجئے۔ تاکہ وہ آ کر مسلمؓ کو گرفتار کرے۔ لوگوں سے یہ بیعت فسخ کرائے۔ اور حسینؓ بن علیؓ کو کوفہ میں داخل نہ ہونے دے۔ اگر آپ نے اس کام میں تاخیر سے کام لیا تو کوفہ کی حکومت ہاتھ سے نکلی ہوئی سمجھئے"۔

یزید نے امیر معاویہؓ کے آزاد کئے ہوئے غلام سرجون رومی کو جس کے مشورے

Marfat.com

سے خود امیرؓ بھی فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ طلب کر کے استصواب رائے کیا۔ اس نے عرض کی۔ کہ "اس وقت عراق آپ کے قبضے سے نکلا چاہتا ہے۔ اگر اسے بچانا منظور ہے تو عبیداللہ بن زیاد سے مدد لیجئے۔ کیوں کہ اس کام کے لئے اس سے موزوں تر شخص کوئی نہ ملے گا۔ آپ کو چاہئے۔ کہ اسے بصرہ اور کوفہ دونوں ولایتوں کا حاکم مقرر کر دیجئے۔"

یزید عبیداللہ بن زیاد سے سخت ناخوش تھا۔ لیکن معاملے کی نزاکت و اہمیت کے پیش نظر کسی قدر سوچ بچار کے بعد اس کے نام حسب ذیل حکم نامہ تحریر کیا:-

"ہم نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی حکومت بھی تمہارے حوالے کر دی۔ اب تمہیں چاہئے۔ کہ اس حکم کے ملتے ہی بصرہ میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے فوراً کوفہ پہنچو۔ وہاں مسلمؓ بن عقیل امام حسینؓ کے لئے بیعت لے رہے ہیں۔ انہیں گرفتار کر کے قید یا قتل کر دو۔ ان سے بیعت کرنے والوں کو فسخ بیعت سے انکار کرنے کی صورت میں تہ تیغ کر دو۔ اور اس قسم کے ہر خطرے کا تدارک کرو۔"

عبیداللہ بن زیاد یہ حکم پاتے ہی اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے کوفہ پہنچا۔ اور جامع کوفہ میں یہ تقریر کی:-

"اے اہل کوفہ! امیرالمومنین نے مجھے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔ اور مظلوموں کے ساتھ عدل، فرماں برداروں کے ساتھ احسان اور نافرمانوں کے ساتھ تشدد کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں اس حکم کی تعمیل کروں گا۔ اطاعت گزاروں کے ساتھ مشفقانہ اور دوستوں کے ساتھ برادرانہ سلوک کروں گا۔ لیکن مخالفوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔ ہر شخص کو اپنی جان پر رحم کرنا چاہئے۔"

پھر اس نے یہ فرمان جاری کیا۔ کہ "ہر محلّے کا چودھری اپنے محلّے کے فسادی، خوارج اور مشتبہ لوگوں کے نام لکھ کر مجھے ارسال کرے۔ اگر کسی چودھری نے اس میں غفلت یا کوتاہی کی۔ اور اس کے محلّے میں کسی نے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ تو چودھری

لو اس کے دروازے پر پھانسی دے دی جائے گی۔ اور تمام محلے والوں کے روزینے بند کر کے انھیں قید کر دیا جائے گا۔"

مسلمؓ بن عقیل کا نقل مکان جب مسلمؓ بن عقیل کو عبیداللہ بن زیاد کی آمد اور اس کے ان انتظامات کا علم ہوا۔ تو وہ مختار کے مکان کو چھوڑ کر ہانی بن عروہ کے مکان پر آئے۔ اور قیام کی اجازت چاہی۔ ہانی کو پہلے تو اس میں تامل ہوا۔ لیکن پھر کہنے لگے۔ "اچھا اب چونکہ آپ میرے مکان میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس لئے انکار کرنا مناسب نہیں۔" چنانچہ ان کے لئے قیام کا انتظام کر دیا گیا۔

ہانی کی گرفتاری ابن زیاد برابر مسلمؓ کی تلاش میں مصروف تھا۔ لیکن کچھ سراغ نہ ملتا تھا۔ آخر اس کے غلام معقل نے حکمت عملی سے کام لے کر پتہ چلا لیا۔ اور ابن زیاد کو اطلاع دے دی۔ اس نے ہانی کو بلا کر کہا۔

"ہانی! تمھارے مکان پر امیر المومنین" کے خلاف کیا ساز باز ہو رہی ہے۔ تم نے مسلمؓ کو اپنے مکان میں چھپا رکھا ہے۔ اور ان کے لئے آدمیوں اور اسلحہ کا بندوبست کر رہے ہو۔ پھر یہ بھی خیال کرتے ہو۔ کہ مجھے ان کارروائیوں کی اطلاع نہ ہوگی۔"

ہانی نے معاملے کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اقرار کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے انھیں بلا کر پناہ نہیں دی۔ بلکہ وہ خود ہی چلے آئے۔ لیکن اب میں اپنے پناہ گزیں کو تمھارے حوالے نہیں کر سکتا۔ اس پر ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا۔ اور ہانی پر تشدد کر کے محل میں قید کر دیا۔

قصر امارت کا محاصرہ کوفہ میں افواہ گرم ہو گئی۔ کہ ہانی شہید کر دئے گئے۔ یہ اطلاع پاتے ہی مسلمؓ بن عقیل نے "یا منصور اُمِت" کا نعرہ لگایا۔ ان کے اٹھارہ ہزار عقیدت مندوں میں سے چار ہزار جو آس پاس ہی رہتے تھے۔ یہ نعرہ سن کر میدان میں نکل پڑے۔ اور قصر امارت کا محاصرہ کر لیا۔ جوں جوں لوگوں کو خبر ملتی گئی۔ وہ جوق در جوق مدد کے لئے جمع ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ جامع مسجد

Marfat.com

اور بازار میں شیعیان حسینؓ کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔

مسلمؓ کی شہادت

ابن زیاد اس وقت بے کس و بے مددگار سا تھا۔ اور صرف پچاس آدمی اس کی پشت پر تھے۔ ان میں سے بھی تیس پولیس کے۔ اور بیس اشراف کوفہ میں سے تھے۔ ابن زیاد نے معززین شہر کو حکم دیا۔ کہ وہ اثر و رسوخ سے کام لے کر اپنے اپنے قبیلے والوں کو مسلمؓ کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے جانے کی ترغیب دیں۔ اور یہ اعلان کرا دیا۔ کہ جو شخص مسلمؓ بن عقیل کو گرفتار کرائے گا۔ اسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا جائے گا۔ اور جو انھیں پناہ دے گا۔ اسے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔ اس حکم اور اعلان کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ لوگ جوق در جوق مسلمؓ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہونے لگے۔ اور تھوڑی ہی دیر میں صرف تیس آدمی ان کے ساتھ رہ گئے۔ مسلمؓ نے گھبرا کر ایک بڑھیا کے گھر میں پناہ لی۔ لیکن اس کے بیٹے نے جان کے خوف سے پولیس والوں کو خبر کر دی ابن زیاد نے فوراً محمد بن اشعث کو مسلمؓ کی گرفتاری کے لئے بھیج دیا۔ اس نے ان کی پناہ گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم کوئی چارۂ کار نہ دیکھ کر سر بکف میدان میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور تن تنہا مردانہ وار ستر آدمیوں کا مقابلہ کیا۔ جب وہ لڑتے لڑتے زخموں سے چُور ہو گئے تو ابن اشعث انھیں اپنی پناہ میں لے کر ابن زیاد کے پاس لے چلا۔ راستے میں انھوں نے دیکھا۔ "غالباً مجھے قتل سے بچا لینا تمھارے بس میں نہیں۔ لیکن کسی نہ کسی طرح میرے بھائی حسینؓ کو میرے حال سے ضرور آگاہ کر دینا۔ اور میری طرف سے یہ پیغام دے دینا۔ کہ اہلِ کوفہ قابلِ اعتبار نہیں۔ ان کے فریب میں نہ آئیں۔ اور جس مقام تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے واپس چلے جائیں"۔

ابن اشعث نے ارسال پیغام کا وعدہ کر کے اسے پورا کیا۔ مسلمؓ بن عقیل ابن زیاد کے روبرو پیش ہوئے۔ جس نے انھیں شہید کرا دیا۔ اس کے بعد ہانی بن عروہ کو بھی شہید کرا کے دونوں کے سر یزید کے پاس بھجوا دئے۔ یزید نے ادائے سپاس کے بعد اسے لکھا

"مجھے اطلاع ملی ہے۔ کہ حسینؓ عازم عراق ہو چکے ہیں۔ تم نہایت شدت سے پہرہ چوکی کا انتظام کرو۔ کسی کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ تو اسے پابجولاں

Marfat.com

کرو۔ لیکن جب تک کوئی تلوار اٹھا کر مقابلے پر نہ آئے۔ تم بھی تیغ بکف مقابلے پر نہ آؤ۔"

حضرت امام حسینؓ کا عزم کوفہ

جب مسلمؒ بن عقیل نے کوفہ پہنچ کر اٹھارہ ہزار آدمیوں سے حضرت امام حسینؓ کے لئے بیعت لے لی۔ تو حضرت امامؓ کو لکھ کر بھیجا۔ کہ "بے تامل تشریف لے آیئے۔ اہلِ کوفہ آپ کے مددگار ہیں" چنانچہ آپ نے رختِ سفر باندھ لیا۔ حضرت امامؓ کے اعزہ و احباب کوفیوں کی غداری سے بخوبی آگاہ تھے۔ انھوں نے آپ کو روانگی کوفہ سے روکنے کی کوشش کی۔

عمرو بن عبدالرحمٰن نے کہا۔ "مجھے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ آپ عازم عراق ہوئے ہیں۔ وہاں مخالفوں کا طوطی بول رہا ہے۔ فوج ان کی پشت پر اور خزانہ ان کے قبضے میں ہے عوام دام کے غلام ہوتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ آج امداد کا وعدہ کرنے والے کل آپ ہی کے خلاف جنگ آزما ہوں گے۔"

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے کہا۔ "اے ابن عم! خبر گرم ہے۔ کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ خدارا ایسا عزم نہ کیجئے۔ اگر عراقیوں نے شامی حکام کو تلوار کے گھاٹ اتار کر شہر پر قبضہ کر لیا ہو۔ تو ضرور جایئے۔ لیکن اگر دشمن برسرِ حکومت ہیں۔ تو یقین جانیئے۔ کہ کوفی آپ کو آتش جنگ کے ہولناک شعلوں میں دھکیلنے کے لئے بلا رہے ہیں۔ آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ بھی انھوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ حضرت امامؓ نے جواب دیا۔ "میں استخارہ کروں گا۔"

اگلے روز حضرت ابن عباسؓ پھر آئے اور کہا۔ "بھائی! کوفہ کا خیال ہی چھوڑ دیجئے وہ لوگ غدار ہیں۔ آپ مکہ ہی میں رہ کر اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ آپ حجازیوں کے سردار ہیں۔ وہ آپ کی اطاعت کریں گے۔ اگر آپ نے مکہ سے باہر جانے کا فیصلہ ہی کر لیا ہے۔ تو پھر یمن چلے جایئے۔ وہ ایک علیحدہ اور وسیع علاقہ ہے۔ وہاں آپ کے ہمدرد و مددگار بھی ہیں۔ حفاظت کا سامان بھی ہے۔ وہاں قیام پذیر ہو کر خلافت کے لئے کوشش کیجئے۔ حصولِ مقصد اور کامیابی کی کافی توقع ہے۔" حضرت امام حسینؓ نے فرمایا

Marfat.com

"بے شک آپ میرے حقیقی خیر خواہ ہیں۔ لیکن اب تو میں روانگی عراق کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔"
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ "اچھا اگر آپ عزم راسخ فرما چکے ہیں۔ اور وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ تو کم از کم اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں آپ کو حضرت عثمانؓ کی طرح بال بچوں کے سامنے خاک و خون میں غلطاں نہ کیا جائے۔"

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ "آپ مکہ ہی میں رہ کر اپنی خلافت کے لئے دعوت دیجئے۔ عراقیوں کو لکھ بھیجئے۔ کہ یہاں آ کر آپ کی امداد و اعانت کریں۔ میں بھی مدد کے لئے تیار ہوں۔ حرم دنیائے اسلام کا مرکز ہے۔ مختلف مقامات سے یہاں مسلمان آتے جاتے رہتے ہیں۔"

حضرت امام حسینؓ نے جواب میں فرمایا۔ "میں نے اپنے والد ماجد کی زبانی سنا ہے کہ "حرم میں ایک مینڈھا حرم کی حرمت کو اٹھا دینے کا موجب ہوگا۔ میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا۔"

تمام بہی خواہوں کی جدوجہد نقش بر آب ثابت ہوئی۔ اور حضرت امام حسینؓ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ کو مع اہل و عیال اور اعزہ و رفقا کے مکہ سے عازم کوفہ ہو گئے۔ صفاح کے مقام پر فرزدق شاعر کوفہ سے واپس آتا ہوا ملا۔ اس سے وہاں کے حالات دریافت کئے گئے۔ تو اس نے بتایا۔ کہ "کوفیوں کے دل آپ کے اور تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلے کا اختیار اللہ تعالے کو ہے۔"

سفر کے دوران میں آپ کو عمرو بن سعید حاکم مکہ کی طرف سے ایک مکتوب موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا۔ "آپ واپس چلے آئیے۔ یہ راستہ خطرناک ہے۔ میں آپ کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ آپ امن و عافیت سے مکہ میں قیام فرمائیے۔ میں ہر ممکن امداد کروں گا۔" آپ نے اس کے جواب میں راقم مکتوب کو شکریہ کا خط ارسال کیا۔ مگر واپس نہ ہوئے۔

ثعلبیہ پہنچ کر آپ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع ملی۔ اس پر بعض ہوا خواہوں نے آپ کو خدا کی قسم دے کر لوٹ چلنے کے لئے کہا۔ لیکن مسلمؓ کے بھائیوں نے واپسی سے

Marfat.com

انکار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم یا تو مسلمؓ کے خون کا بدلہ لیں گے۔ یا اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے" یہ سنتے ہی حضرت امامؑ نے فرمایا۔ "جب یہی لوگ نہ ہوں گے۔ تو میری زندگی بے لطف بلکہ وبال جان ہو جائے گی"۔

زبالہ پہنچنے پر آپ کو اپنے برادر رضاعی عبداللہ بن یقطر کی شہادت کی خبر موصول ہوئی اس طرح آپ کو کوفہ کے حالات بڑی حد تک معلوم ہو گئے۔ اور آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ "اہل کوفہ نے ہمارے ساتھ بدعہدی کر کے ہماری امداد سے ہاتھ اٹھا لیا ہے لہٰذا جو لوگ واپس جانا چاہیں۔ وہ خوشی سے واپس جا سکتے ہیں۔ میری طرف سے انھیں پوری اجازت ہے۔ اور ان پر کوئی الزام نہیں ہوگا" اس اعلان سے آپ کے بہت سے ساتھی آپ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اور فقط آپ کے افراد خاندان اور بعض خاص جان نثار ساتھ رہ گئے۔

ابن زیاد کی طرف سے مزاحمت

ابن زیاد کو حضرت امام حسینؑ کے عازم کوفہ ہونے کی خبر موصول ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس نے یزید کے حسب فرمان تمام راستوں پر پہرے بٹھا دیئے تھے۔ اور حر بن یزید تمیمی کو ایک ہزار فوج کے ساتھ حضرت امامؑ کو گھیرنے کے لئے آگے روانہ کر دیا تھا۔ وہ ذی حشم میں آپ سے ملا۔ آپ نے اسے اور اس کی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا

"لوگو! میں اپنی مرضی سے نہیں۔ بلکہ تمہارے بلانے پر آیا ہوں۔ تم نے خطوں اور قاصدوں کے ذریعے سے مجھ پر زور ڈالا۔ کہ یہاں آ کر ہماری امامت قبول فرمائیے۔ اگر تم اپنے اس بیان پر قائم رہنے کا وعدہ کرو۔ تو میں تمہارے شہر میں چلوں۔ ورنہ اپنے وطن کو لوٹ جاؤں"۔

حر نے کہا۔ ہمیں خطوں اور قاصدوں کا کوئی علم نہیں۔ اس پر حضرت امامؑ نے کوفیوں کے تمام خط نکلوا کر حر کے آگے رکھوا دیئے۔ حر نے کہا۔ ہمیں خطوں سے کوئی بحث نہیں ہمارے ذمے تو یہ فرض عائد کیا گیا ہے۔ کہ جہاں کہیں آپ کو پائیں۔ حراست میں لے کر ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر اپنے

Marfat.com

قافلے کو لوٹ جانے کا حکم دیا۔ حرؓ نے مزاحمت کرتے ہوئے کہا:۔ "آپ واپس نہیں جا سکتے لیکن میں آپ کے مقابلے میں صف آرا بھی نہ ہوں گا۔ اگر آپ کو میرے ساتھ جانا منظور نہیں۔ تو عراق اور حجاز کے راستے سے علٰحدہ کوئی راستہ اختیار کیجئے۔ آپ یزید کو لکھئے میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ شاید سمجھوتے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ اور مجھے بھی آزمائش میں مبتلا نہ ہونا پڑے۔ حضرت امام حسینؓ نے یہ تجویز منظور کر لی۔

مقام بیضہ میں حضرت امامؓ نے حسب ذیل پُرجوش تقریر فرمائی:۔

"لوگو! رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جس نے ظالم، حرام چیزوں کو حلال کرنے والے، عہد الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والے، اللہ اور رسولؐ کے دشمن اور بندگانِ خدا پر گناہ اور زیادتی سے حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا۔ اور قولاً و فعلاً اس پر غیرت نہ آئی۔ تو اللہ کو حق ہے۔ کہ اس شخص کو اس حکمران کے بدلے دوزخ میں جھونک دے۔ لوگو! آگاہ رہو۔ ان لوگوں نے شیطان کی فرماں برداری اختیار کی۔ اور رحمٰن کی طاعت ترک کردی ہے۔ ملک میں فتنہ برپا کیا ہے۔ اللہ کی حدود بیکار کر دی ہیں۔ مالِ غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اس لئے مجھے غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔"

عذیب الہجانات پہنچ کر طرماح بن عدی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا:۔

"کوفہ میں آپ کے خلاف صف آرا ہونے کی زور شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ میں نے اس قدر بھاری فوج میدان میں جمع ہوتے کبھی نہیں دیکھی۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ کوہ "اجار" پر تشریف لے چلیں۔ یہاں غسان و حمیر کے بادشاہ بھی کبھی نہ پہنچ سکے۔ میں آپ کے وہاں تشریف لے جانے کی صورت میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں۔ کہ بنی طے کے بیس ہزار جاں نثاروں کی تلواریں آپ کی حمایت میں بے نیام ہوں گی۔"

حضرت امامؓ نے یہ کہتے ہوئے اس پیشکش کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کہ میں

Marfat.com

حُر کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔

نینوا میں حُر کو ابن زیاد کا حکم نامہ ملا۔ کہ حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو روک کر ایسی جگہ اتارو جہاں کوئی اوٹ اور پانی نہ ہو۔ حُر نے یہ فرمان حضرت امامؓ کو سُنا دیا۔ لیکن اس کی تعمیل پر زور نہ دیا۔ اور ۲ محرم ۶۱ھ کو حضرت امام حسینؓ اور آپ کے ساتھی میدانِ کربلا میں اتر گئے۔

۳ محرم کو عمرو بن سعد بن وقاص چار ہزار فوج کے ساتھ کربلا آپہنچا۔ پہلے تو اس نے حضرت امامؓ کا عزیز ہونے کے باعث ابن زیاد کے فرمان مدافعت کی تعمیل سے معذرت چاہی۔ لیکن پھر حکومت کے لالچ سے اس مہم کا بیڑا اٹھا لیا۔ عمرو بن سعد نے مفاہمت کے لئے انتہائی کوشش کی۔ حضرت امامؓ کی خدمت میں ایک قاصد بھیج کر پوچھا۔ آپ یہاں کس لئے آئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ مجھے اہلِ کوفہ نے خط پر خط لکھ کر بلایا تھا۔ لیکن بعد میں میرے ساتھ غداری کی۔ اب میں واپس جانے کے لئے تیار ہوں۔ یہ سن کر عمرو نے کہا۔ واللہ میری دلی آرزو ہے۔ کہ آپ کے خلاف صف آرا نہ ہوں۔ پھر ابن زیاد کو حضرت امامؓ کے ارادے سے آگاہ کیا۔ وہاں سے حکم ملا۔ کہ "حسینؓ سے یزید کی بیعت لے لو۔ پھر اس کے بعد ہم کسی بات پر غور کریں گے۔ اگر بیعت نہ کریں۔ تو ان کا پانی بند کر دو۔

پانی کی بندش

۷ محرم کو عمرو بن سعد نے حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر کے فرات پر پانسو سواروں کا پہرہ بٹھا دیا۔ حضرت امامؓ نے اپنے بہادر سوتیلے بھائی حضرت عباسؓ بن حضرت علیؓ کو پانی لانے کے لئے بھیجا۔ یہ تین سو سواروں اور بیس مشکیزہ برداروں کو ہمراہ لے کر زبردستی پانی لے آئے۔

عمرو بن سعد حضرت امام حسینؓ سے لڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ شاید صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ چنانچہ اس نے حضرت امامؓ سے بار بار ملاقات کر کے گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھا۔ ابن زیاد کو اس گفتگو سے اندیشہ ہوا۔ کہ مبادا ابن سعد حضرت امامؓ کا طرفدار ہی ہو جائے۔ اور سارا کیا کرایا خاک میں مل جائے۔

Marfat.com

چنانچہ اس نے شمر ذی الجوشن کی رائے سے ابن سعد کو لکھا۔

"میں نے تمھیں اس غرض سے نہیں بھیجا۔ کہ حسینؓ کے مقابلے سے پہلو تہی کرو یا انھیں غلط فہمی میں الجھاؤ۔ یا لڑائی کو لمبا کرو۔ یا میرے پاس ان کی سفارش کرو۔ اگر حسینؓ غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیں۔ تو انھیں میرے پاس بھیج دو۔ ورنہ ان سے جنگ کر کے انھیں تلوار کے گھاٹ اُتار دو۔

اگر تمھیں تعمیلِ حکم میں ذرا بھی تامل ہو۔ تو میں شمر ذی الجوشن کو بھیج رہا ہوں۔ تم فوج کو اس کی تحویل میں دے دو۔ اور اپنے آپ کو معزول سمجھو۔"

ابن سعد نے ابن زیاد کے اس انتباہ سے مرعوب ہو کر مجبوراً اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ حضرت امام حسینؓ کو یہ حقیقت آنکھوں کے آگے رقص کرتی ہوئی نظر آئی۔ کہ منزلِ جاناں میں پہنچنے کے لئے تلواروں کے ہلاکت خیز پُل پر سے گزرنا پڑے گا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے حسب ذیل تقریر فرمائی :۔

"مجھے اپنے رفیقوں سے زیادہ باوفا اور شریف رفیق کہیں نظر نہیں آئے۔ اور اپنے عزیزوں سے زیادہ نیک اور قرابت داری کا پاس کرنے والے کسی کے عزیز نہیں ملے۔ کل کا دن فیصلہ کُن ہے۔ دشمنوں کو صرف میری ضرورت ہے۔ لہٰذا میری طرف سے تمھیں بخوشی واپس جانے کی اجازت ہے۔ میرے رفیق میرے عزیزوں کو لے کر رات کی تاریکی میں نکل جائیں۔ اور اپنے اپنے شہروں میں داخل ہو کر بہتر حالات کا انتظار کریں۔"

اس کے جواب میں تمام رفیقوں اور عزیزوں نے یک زبان ہو کر کہا :۔

"ہم آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ خدا ہمیں اس روز کے لئے باقی نہ رکھے۔"

حضرت امامؓ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔ پھر دیر تک نقشۂ جنگ کے متعلق ہدایات دیتے اور اہلِ بیت کو وصیتیں فرماتے رہے۔ اپنی بہن حضرت زینبؓ سے جو بے حد مضطرب تھیں۔ فرمایا :۔

"اے بہن صبر سے کام لو۔ دیکھو زمین اور آسمان میں رہنے والے سب کے سب

فنا ہو جائیں گے۔ بقا صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ ہمیں اور ہر مسلمان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنانا چاہیئے۔ اے بہن! تمھیں خدا کی قسم ہے۔ اگر میں حق کی راہ میں سرخرو ہوں۔ تو میرے ماتم میں گریبان چاک نہ کرنا۔ چہرے کو نہ نوچنا۔ واویلا نہ کرنا۔" (ماتم منع فرمایا گیا ہے)

اس کے بعد آپ نے رب جلیل کی بارگاہ ناز میں سر نیاز خم کر دیا۔ اور رات بھر نماز و دعا میں مصروف رہے۔ رفقا نے آپ کی تقلید کی۔

شہادت آخر عذرائے سحر نور کی زنجیروں سے سینہ کوبی کر کے گریبان افق کو رنگین کرتی ہوئی جلوہ گر ہوئی۔ اور یوم عاشورہ کا آفتاب اشک عنابی کی لڑیاں برساتا ہوا طلوع ہوا۔ حضرت امام حسینؓ اہل بیت کے خیموں کا انتظام کر کے بہتر جان نثاروں کی مختصر فوج کے ساتھ میدان میں آ گئے۔ میمنہ پر زبیر بن قیس کو۔ میسرہ پر حبیب بن مطہر کو مقرر فرمایا۔ اور عباسؓ کو علم مرحمت فرمایا۔ جنگ سے قبل حضرت امام نے قرآن مجید منگوا کر سامنے رکھا۔ اور یوں دعا مانگی:۔

"الٰہی تو ہر ابتلا میں میرا اعتماد اور ہر دکھ میں میرا سہارا ہے۔ مجھ پر جو مصیبتیں آئیں۔ ان میں تو میرا دستگیر تھا۔ غم و رنج میں دل کمزور پڑ جاتا ہے۔ کامیابی کی تدبیریں اور رہائی کی صورتیں کم ہو جاتی ہیں۔ دوست منہ موڑ لیتے ہیں۔ دشمن طعنوں کے تیر چلاتے ہیں۔ میں نے ایسی مصیبت ناک گھڑیوں میں سب سے تعلق توڑ کر تیرا دامن تھاما۔ تجھی سے گلہ شکوہ کیا۔ تو نے افکار و آلام کی ظلمتیں دور کیں۔ اور میری ڈھارس بندھائی۔ تو ہی ہر نعمت کا ولی، ہر نیکی کا مالک اور ہر تمنا و مدعا کا منتہی ہے۔"

اس کے بعد تمام تدابیر و مساعی کی ناکامی کا یقین ہونے کے باوجود آپ نے اتمام حجت کے لئے کوفیوں کو مخاطب کر کے یوں تقریر فرمائی:۔

"لوگو! ذرا ٹھہرو۔ میری بات سنو۔ کہ میں اپنی ذمہ داری پوری کر دوں۔ اگر تم نے میری بات توجہ سے سنی۔ اور مجھ سے انصاف کیا۔ تو تم سے زیادہ خوش قسمت

Marfat.com

کوئی نہیں۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا۔ تو تمھاری مرضی۔ معاملے کے تمام پہلو تم پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اور تمھیں اختیار ہو گا۔ جو چاہو کرو۔ اور میرے ساتھ کوئی کسر اٹھا نہ رکھو۔ میرا مددگار میرا خدا ہے۔"

اس اثنا میں زنانہ خیمے سے رونے کی آوازیں آنے لگیں۔ لیکن آپ نے اسی وقت انھیں خاموش کراتے ہوئے یوں سلسلۂ تقریر جاری رکھا:۔

" لوگو! ذرا سوچو کہ میں کون ہوں۔ پھر غور کرو۔ کہ آیا تمھارے لئے مجھے قتل اور میری بے حرمتی کرنا جائز ہے؟ کیا میں تمھارے نبیؐ کا نواسہ نہیں۔ کیا میں ان کے ابن عم علی مرتضیٰؓ کا فرزند نہیں۔ کیا سید الشہدار حمزہؓ میرے والد کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر طیار شہیدؓ میرے چچا نہ تھے؟ کیا تم نے ہم دونوں بھائیوں کے متعلق رسول اللہ صلعم کی یہ مشہور حدیث نہیں سُنی۔ کہ " اے حسنؓ و حسینؓ! تم نوجوانانِ جنت کے سردار ہو۔ اور اہلِ سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک۔

" اگر تم میرے بیان پر اعتبار نہیں کرتے۔ حالانکہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو رسول اللہ صلعم کے کثیر التعداد صحابیؓ ابھی زندہ ہیں۔ ان سے پوچھ لو۔ کیا اس کے بعد بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہ آؤ گے؟ کیا تمھیں اس ارشادِ نبیؐ کی صحت میں شبہ ہے؟ یا اس امر میں شبہ ہے۔ کہ میں حسینؓ فاطمہ زہراؓ کا بیٹا ہوں۔ اگر تمھیں دوسری بات میں شبہ ہے۔ تو واللہ تمھیں شرق و غرب میں میرے سوا کوئی نبیؐ کا نواسہ اور فاطمہؓ کا لال نہ ملے گا۔

" تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ کیا میں نے تمھارے کسی آدمی کو تہ تیغ کیا ہے۔ کیا تمھارے کسی آدمی کو مجروح کر دیا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کا مال غصب کر لیا ہے؟"

اس کے بعد حضرت امامؓ نے چند سرکردہ اہلِ کوفہ کو نام بنام پکار کر فرمایا۔ " کیا تم لوگوں نے مجھے خط پر خط لکھ کر باصرار یہاں نہیں بلایا؟"

ان لوگوں نے جواب میں کہا۔ " نہیں ہم نے آپ کو نہیں بلایا۔"

آپ نے فرمایا۔ " نہیں تم نے ضرور بلایا۔ لیکن اگر اب تمھیں میرا آنا ناگوار ہے

تو مجھے پناہ کی جگہ لوٹ جانے دو۔

ایک طرف سے آواز آئی۔ "آپ میرے ابن عم کا فیصلہ کیوں نہیں قبول کر لیتے۔ وہ تمھاری ہر آرزو پوری کریں گے۔ اور تمھارے ساتھ کوئی نامناسب برتاؤ نہیں ہوگا" حضرت امامؓ نے جواب دیا:۔

"واللہ! میں ذلیل کی طرح دشمن کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے سکتا۔ اور اس کی خلافت تسلیم نہیں کر سکتا۔ میں ہر مغرور سے جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"

اس کے بعد آپ کے فدائیوں نے اظہار خیال کیا۔ لیکن چکنے گھڑے پر بوند پڑی پھسل گئی۔ یہ سب تقریریں عراقیوں کے بہرے کانوں پر پڑیں۔ البتہ حرؓ بن یزید تمیمی عراقیوں سے کٹ کر حضرت امامؓ کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"اے فرزند رسول مقبولؐ! میں ہی وہ شخص ہوں۔ جو سب سے پہلے آپ سے مزاحم ہوا تھا۔ مگر مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ میری قوم کی بدبختی یہاں تک پہنچ جائے گی۔ اور وہ جنگ کے سوا کوئی اور تجویز منظور نہ کرے گی۔ اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اور آپ کی شمع محبت پر پروانہ وار نثار ہونے کو موجب فخر سمجھتا ہوں۔ للہ یہ فرمایئے۔ کہ کیا میرا یہ طریق عمل گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہو سکے گا؟"

حضرت امامؓ نے شگفتہ خاطر ہو کر فرمایا۔ "ہاں ضرور۔ اے حرؓ! دنیا میں بھی تیرا نام حرؓ آزاد ہے۔ بفضلہٖ تعالےٰ عاقبت میں بھی تُو نار جہنم سے آزاد ہی رہے گا"۔

حرؓ نے اپنی قوم سے کہا۔ "دیکھو حضرت امامؓ کے ساتھ مصالحت کر لو۔ اور اس ناپاک ارادے سے باز آ کر ابدی لعنت سے بچ جاؤ"۔ عمرو بن سعد نے جواب دیا:۔ "میں تو صلح کا حامی تھا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ بے اختیاری کی زنجیروں نے مجھے چاروں طرف سے جکڑ رکھا ہے"۔

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔ پہلے طرفین سے ایک ایک آدمی نکلا۔ لیکن

Marfat.com

اس مبارزت سے کوفی گھاٹے میں رہے۔ پھر عام لڑائی کا آغاز ہوگیا۔ اہلِ بیت کے بہادروں نے کوفیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ لیکن بہتر جاں باز غازیوں کا چار ہزار مسلح فوج سے کیا مقابلہ۔ دوپہر تک آپ کے تمام رفقا تیغِ شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہوگئے۔ پھر باری باری سے حضرات علی اکبرؓ، عبداللہ بن مسلمؓ، عدی بن عبداللہؓ، عبدالرحمٰن بن عقیلؓ، محمد بن عقیلؓ، قاسم بن امام حسینؓ اور ابوبکر بن امام حسینؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ آخر میں حضرت امام حسینؓ اور ان کے چار بھائی حضرات عباسؓ، عبداللہؓ، جعفرؓ اور عثمانؓ میدان میں نکلے چاروں ستاروں نے چاند کے گرد حلقہ باندھ لیا۔ لیکن پوری قوت کے ساتھ چمک چمک کر دشمنوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوئے افق عدم میں ڈوب گئے۔ اور حضرت امام حسینؓ تنہا رہ گئے۔ اگرچہ زخموں سے چور چور۔ نڈھال اور پیاس سے بیتاب تھے۔ لیکن دشمنوں پر برابر شجاعانہ حملے کئے جاتے تھے۔ شدتِ تشنگی سے مجبور ہو کر فرات کی طرف چلے۔ پانی پینے ہی لگے تھے۔ کہ حصین بن نمیر نے تیر مارا۔ جو آپ کے گلے میں بیٹھا۔ ناچار لوٹ آئے۔ عراقی ہر طرف سے آپ پر پل پڑے۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے تلوار کے وار کئے۔ سنان بن انس نخعی نے نیزہ مارا۔ جو شکم مبارک میں ترازو ہوگیا۔ آپ یہ زخم کھا کر گر پڑے۔ تو اس نے تلوار سے سرِ اقدس جدا کر دیا۔ شہادت کا یہ واقعہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کو جمعہ کے دن رونما ہوا۔

اس حادثۂ کبریٰ میں ۷۲ نفوس شہید ہوئے۔ دوسرے روز اہلِ غاضریہ نے شہدا کی نعشیں اسی میدان میں دفن کیں۔ حضرت امام حسینؓ کا جسدِ اطہر سر کے بغیر سپردِ خاک کیا گیا۔ اور سر ابن زیاد کے پاس بھیج دیا گیا۔

شام کو اہلِ بیت کی روانگی

اس کے بعد اہلِ بیت کا قافلہ ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کیا گیا۔ اس نے حضرت امام حسینؓ کے سرِ مبارک کی بے ادبی کی۔ اور اس قافلے اور شہدائے عظام کے سروں کو دمشق بھجوا دیا۔ شمر نے ایک مختصر تقریر میں اپنا یہ کارنامہ فخر سے بیان کیا۔ تو یزید پر رقت طاری ہوگئی اور بولا۔ "ہلاکت ہو تم پر۔ اگر تم حسینؓ کو قتل نہ کرتے۔ تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔ ابن سمیہ پر خدا کی لعنت۔ میں نے قتل حسینؓ کا حکم کب دیا تھا۔ اگر میں موجود ہوتا۔ تو واللہ حسینؓ

کو معاف کر دیتا۔ خدا ان پر رحمت نازل فرمائے "۔

پھر یزید نے حضرت امام حسینؓ کے سرِ اقدس کی طرف اشارہ کر کے اہلِ دربار سے کہا۔

" یہ حادثہ اس لئے پیش آیا۔ کہ حسینؓ کہتے تھے۔ " میرے باپ حضرت علیؓ یزید کے باپ سے، میری ماں سیدہ فاطمہ زہرہؓ اس کی ماں سے، میرے نانا رسول اللہ صلعم اس کے نانا سے بہتر ہیں۔ اور میں خود اس سے بہتر اور خلافت کا زیادہ مستحق ہوں "۔ میرے باپ اور ان کے باپ نے خدا سے فیصلہ چاہا۔ جس کا نتیجہ ساری دنیا کو معلوم ہے۔ باقی ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں۔ اور اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے والا کوئی مسلمان کسی کو رسول اللہ صلعم کے برابر خیال نہیں کر سکتا۔ لیکن افسوس انھوں نے اس خدائی فرمان پر غور نہیں کیا۔ کہ اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء۔

اہلِ بیت کی مراجعت وطن

یزید نے اہلِ بیت نبویؐ کو حرم سرائے شاہی میں ٹھہرایا۔ دونوں خاندانوں میں قرابت تھی۔ اس لئے خاندان یزید کی عورتوں نے مخدرات مطہرات کے ساتھ مل کر شہدا کا ماتم کیا۔ جو تین دن تک جاری رہا۔ یزید امام زین العابدینؓ کو اپنے ساتھ دسترخوان پر کھانا کھلاتا تھا۔

چند روز کے بعد یزید نے تحقیقات کر کے اہلِ بیت کے لٹے ہوئے مال و سامان سے دگنا دلوا دیا۔ اور اس مبارک قافلے کو چند نیک و معتبر آدمیوں کی نگرانی میں مدینہ منورہ بھجوا دیا۔ رخصت کے وقت یزید امام زین العابدینؓ سے یوں مخاطب ہوا۔

" جو کچھ خدا کو منظور تھا۔ وہ ہو گیا۔ اور میری مرضی کے خلاف ہوا۔ اگر ابن زیاد ملعون کی جگہ میں ہوتا۔ تو صورت حالات مختلف ہوتی۔ میں حسینؓ کی ہر تجویز منظور کر لیتا۔ اور خواہ میری اولاد کی جانیں ضائع ہو جاتیں۔ لیکن حسینؓ کی جان ضرور بچا لیتا۔ صاحب زادے! آئندہ تمھیں جس قسم کی بھی ضرورت پیش آئے۔ مجھے تحریر کر دیا کرنا "۔

حضرت سکینہ بنت حسینؓ یزید کے اس طرزِ عمل سے متاثر ہو کر کہنے لگیں۔ کہ میں نے منکرینِ خدا میں یزید بن معاویہؓ سے بہتر کسی کو نہیں پایا "۔ جن دیانت دار آدمیوں نے

خواتین اہلِ بیت کو نہایت عزت و احترام سے مدینہ پہنچایا۔ ان کے حسن سلوک سے خوش ہو کر حضرات فاطمہؓ اور زینبؓ نے اپنے زیور اتار کر بھیج دئے۔ لیکن انھوں نے یہ کہہ کر لوٹا دئے کہ ہم نے یہ خدمت محض حصول رضائے الٰہی اور قرابت نبویؐ کی بنا پر انجام دی ہے۔ دینوی نفع قطعاً مقصود نہیں۔

واقعہ حرہ حضرت امام حسینؓ کے واقعۂ شہادت کا یہ اثر ہوا۔ کہ دنیائے اسلام کے چپے چپے پر یزید کو اس حرکتِ ملعونہ کے باعث نفرت و حقارت کے تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ اور حجاز میں مدینہ سے مکہ تک مخالفت کے شعلے بھڑکنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے شہادت کی اطلاع پاکر اہلِ مکہ کے جلسۂ عام میں ایک جوش انگیز تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اہل عراق سخت غدار اور بدکار ہیں۔ انھوں نے خود ہی امام حسینؓ کو بلایا۔ اور آپ کے تشریف لے جانے پر خود ہی آپ کو گھیر کر مجبور کیا۔ کہ یا تو ابن زیاد کی غیر مشروط اطاعت منظور کریں۔ یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔ امام حسینؓ جانتے تھے۔ کہ کثیر التعداد دشمنوں کے مقابلے میں ان کی کامیابی ممکن نہیں۔ اس لئے انھوں نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی۔ عراق والوں کی یہ غداری لائق عبرت ہے۔ لیکن جو خدا کو منظور تھا۔ وہی ہوا۔ کیا امام حسینؓ کی شہادت کے بعد ہم ان لوگوں کے قول و فعل پر بھروسا کر سکتے ہیں؟ واللہ دشمنوں نے اس شخص کو شہید کیا ہے۔ جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت کرتا تھا۔ بزرگی اور دین میں ان سے کہیں بہتر اور ان سے زیادہ خلافت کا مستحق تھا۔ جو ہدایت کے مقابلے میں گمراہی کو۔ خوف خدا سے گریہ وزاری کرنے کے مقابلے میں نا و سرود کو۔ روزوں کے مقابلے میں مے نوشی کو۔ اور مجلس میں بیٹھ کر ذکر اللہ کے مقابلے میں شکاری کتوں کے ذکر کو پسند نہیں کرتا تھا۔"

اس تقریر کے بعد حضرت ابن زبیرؓ پر رقت طاری ہو گئی۔ لوگوں نے کہا۔ اب آپ سے بڑھ کر خلافت کا حق دار اور کون ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آپ علانیہ بیعت لیجئے۔ ہم آپ کو خلیفۂ وقت

Marfat.com

مدینہ منورہ کی تباہی کا یہ واقعہ جو یزید کے نامۂ اعمال کا دوسرا سیاہ ورق ہے۔ ۲۸ ذی الحجہ ۶۳ھ کو رونما ہوا۔

محاصرۂ مکہ اور یزید کی موت

مدینہ کو خون وغارت گری کے طوفان کی نذر کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلے کے لئے مکہ کی راہ لی۔ لیکن اس کی بیماری بڑھ گئی۔ اور راستے ہی میں بمقام ابواء حالت نازک ہوگئی۔ اس نے حصین بن نمیر کو اپنا قائم مقام مقرر کرکے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ حصین بن نمیر نے ۲۶ محرم کو مکہ پہنچ کر حرم کا محاصرہ کرلیا۔ جہاں حضرت ابن زبیرؓ امان گیر تھے۔ پہلے انھوں نے مکہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ خوں ریز جنگ ہوئی۔ اور ان کے بھائی منذر بن زبیر شہید ہوئے۔ پھر مکہ میں محصور ہو کر مدافعت کی۔ رزم آرائی ہوتی رہی۔ لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ آخر حصین بن نمیر نے سنگ باری شروع کی۔ خانۂ کعبہ کے کچھ حصے کو نقصان پہنچا۔ اسی اثنا میں یزید کی موت کی خبر آئی۔ اور جنگ ختم ہوگئی۔ یزید کیسے مرا ؟

فتوحات

یزید کی فردِ عمل جہاں حضرت امام حسینؓ کی شہادت، مدینہ منورہ کی بربادی اور کعبۃ اللہ کی بے حرمتی کے تین بھاری گناہوں سے سیاہ ہے۔ وہاں اس میں متعدد فتوحات کی سفیدی اور روشنی بھی نظر آتی ہے۔ سیاہی کہو۔

ترکستان کی فتوحات

خوارزم کے قریب ایک شہر کو خراسان اور ترکستان کے سرداروں نے مرکز بنالیا تھا۔ وہاں یہ لوگ جمع ہو کر صلاح مشورہ کرتے۔ اور مسلمانوں کے مقابلے کے منصوبے باندھتے تھے۔ ۶۱ھ میں یزید نے سلم بن زیاد کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ اور اس نے مہلب بن ابی صفرہ سے اجازت لے کر اس شہر کا محاصرہ کرلیا۔ یہاں کے سرداروں نے پانچ کروڑ کی قیمت کا سامان دے کر مہلب سے صلح کرلی۔ اس کے بعد سمرقند اور خجند پر چڑھائی کی گئی۔

افریقہ کی فتوحات

شمالی افریقہ کے حبشیوں نے علمِ بغاوت بلند کرکے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ ۶۲ھ میں بربریوں نے ایک زبردست جمعیت قائم کی۔ عقبہ بن نافع والیٔ افریقہ ان لوگوں کی بغاوت کا استیصال

کرنے کے لئے پہلے باغر پہنچے۔ وہاں ایک خون ریز جنگ کے بعد انھیں شکست دی شکست کھا کر یہ لوگ شہر میں محصور ہو بیٹھے۔ عقبہ نے کچھ عرصہ محاصرہ کئے رکھا۔ لیکن دشمن نے شہر سے باہر قدم نہ نکالا۔ اس لئے عقبہ انھیں وہیں چھوڑ کر رومیوں کے بہت بڑے شہر اور مرکز لمیس میں داخل ہوئے۔ اسے فتح کر کے فزان پر حملہ کیا۔ لیکن وہاں کے حاکم نے مصالحت کر لی۔ پھر وہ قفصہ، ددان اور قسطلیلہ کے باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے واپس آئے۔

کچھ عرصے کے بعد عقبہ نے علاقۂ زاب کی طرف پیش قدمی کی۔ اربہ میں قیام کر کے رومیوں اور نصرانیوں کو ناک چنے چبوائے۔ اور شاندار فتح حاصل کر کے بعض دشمنوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اور بعض کو پہاڑی علاقوں کی طرف بھگا دیا۔

اربہ سے عقبہ نے تاہرت کا رُخ کیا۔ وہاں رومیوں نے بربریوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک ٹڈی دل فوج کی صورت میں مٹھی بھر مسلمانوں کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ مسلمانوں کو قلت تعداد کے باعث سخت پریشانی کا سامنا ہوا۔ خون ریز لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں نے حیرت انگیز شجاعت سے کام لے کر حریف کے دُھس ہلا دئے۔ اور اسے شکست فاش دے کر بہت سے مال غنیمت پر قبضہ کر لیا۔

تاہرت کے بعد عقبہ سبتہ پہنچے۔ وہاں کے حاکم نے مصالحت کر لی۔ پھر طنجہ کا رُخ کیا۔ یہ بحیرۂ روم کے ساحل پر مغرب کا آخری شہر اور مغرب کے قوی ترین فرماں روا کا صدر مقام تھا۔ مغرب کے تمام حاکم اسے خراج دیتے تھے۔ اس نے اطاعت قبول کر لی۔ عقبہ نے اسے آزادی دے دی۔

وہاں سے عقبہ نے سوس ادنیٰ کی طرف پیش قدمی کی۔ اور بربریوں کا تیاپانچا کر کے لیلی اور نفیس کو زیر نگیں کرتے ہوئے سوس اقصیٰ کا قصد کیا۔ وہاں اَن گنت بربری مقابلے کے لئے آئے۔ لیکن مسلمانوں نے انھیں قتل و جرح کا نشانہ بنا کر پرخچے اُڑا دئے۔ عقبہ دریا پر قبضہ کرتے اور مالِ غنیمت حاصل کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ خشکی کی حد ختم ہو کر بحر ظلمات کا ساحل آگیا۔ عقبہ نے سمندر کو دیکھتے ہی کہا:-

"اے خدا! اگر یہ بحر بے پایاں میری راہ میں حائل نہ ہو جاتا۔ تو جہاں تک زمین

ملتی۔ میں تیرے راستے میں جہاد کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا جاتا"۔

پھر پانی میں گھوڑا ڈال کر کہا۔

"الٰہی تو بخوبی آگاہ ہے۔ کہ میں وہی چاہتا ہوں۔ جو تیرا ولی ذوالقرنین چاہتا تھا۔
یعنی تیرے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کی جائے"۔

ہر طرف عقبہ کی فاتحانہ یلغار کے جھنڈے گڑ گئے۔ اور رومیوں اور بربریوں پر ان کی شجاعانہ فتوحات کی دھاک بیٹھ گئی۔ عقبہ نے اس معجزانہ فتح و کامرانی کے نشے میں چور ہو کر اپنے لشکر کو منتشر کر دیا۔ اور تھوڑی سی فوج لے کر تہوذا پہنچے۔ رومیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن وہ انکار کر کے قلعہ نشین ہو گئے۔ پھر رومیوں نے دفعۃً ایک ایسا شگوفہ چھوڑا۔ کہ افریقہ کا ہرا بھرا گلزار آن کی آن میں بادِ انقلاب سے تاراج خزاں ہو گیا۔

کسیلہ بن لمرم طبنہ کا حاکم اور مشاہیر افریقہ میں سے تھا۔ اور عقبہ کے پیش رو فرماں روا ابوالمہاجر کے عہد حکومت میں مسلمان ہو گیا تھا۔ ابوالمہاجر اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ عقبہ کے والیٔ افریقہ مقرر ہونے پر ابوالمہاجر نے ان سے کسیلہ کا تعارف کراتے ہوئے سفارش کی۔ اور اس کے درجہ و مقام کا لحاظ رکھنے کا مشورہ دیا۔ لیکن عقبہ نے اسے اپنے حریف ابوالمہاجر کا آدمی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا۔ اور ایک موقع پر اس کی سخت توہین بھی کر دی۔ کسیلہ آگ بگولا ہو کر مرتد ہو گیا۔ اور گو اپنے ظاہری طرزِ عمل میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ لیکن دل میں عقبہ کا جانی دشمن ہو کر انتقام لینے کے لئے موقع کا انتظار کرنے لگا۔

جب عقبہ نے تہوذا کے قلعے کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ تو رومیوں نے کسیلہ کو یہ پیغام بھجوایا۔ کہ "اگر عقبہ سے بدلہ لینے کی آرزو ہے۔ تو اپنی جمعیت لے کر آ جاؤ۔ عقبہ کے ساتھ گنتی کے آدمی ہیں۔ ان پر غلبہ پالینا نہایت آسان ہے۔ ہم مدد کے لئے تمہاری پشت پر ہیں"۔

اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ کسیلہ کی دلی مراد بر آئی۔ اور اس نے موقع کو غنیمت جان کر ایک لشکرِ جرار کے ساتھ چاروں طرف سے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو گھیر لیا۔ مسلمانوں نے تکبیر کے فلک شگاف نعرے بلند کئے۔ ان کی خوں آشام و کفر شکن تلواریں تڑپ تڑپ

Marfat.com

کر میانوں سے باہر نکل آئیں۔ اور طرفۃ العین میں رومیوں اور بربریوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ لیکن تعداد میں نہایت قلیل ہونے کے باعث انتہائی پامردی اور بہادری سے لڑتے ہوئے خود بھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ اس جنگ میں ابوالمہاجر نے باوجود اس کے کہ عقبہ نے انہیں لوٹ جانے اور مسلمانوں کی دیکھ بھال کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ عقبہ کے دوش بدوش لڑ کر جام شہادت نوش کیا۔

اب بربریوں اور رومیوں کے لئے میدان صاف تھا۔ اس لئے افریقہ کے گوشے گوشے میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ کسیلہ نے ایک جرار فوج لے کر قیروان پر چڑھائی کر دی۔ عقبہ کے نائب زہیر بن قیس نے ہر چند اپنی جمعیت کو مقابلے پر آمادہ کیا۔ لیکن لوگوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ باقیوں نے کسیلہ کی اطاعت قبول کر لی۔ زہیر نے مشکلات سے پریشان ہو کر مجبوراً برقہ کی راہ لی۔ اور کسیلہ نے قیروان پر قبضہ کر دیا۔

۱۴ ربیع الاوّل کو اڑتیس سال کی عمر میں تین سال ساڑھے آٹھ مہینے حکومت کرنے کے بعد یزید کا ستارۂ زندگی غروب ہو گیا۔

یزید نے متعدد نکاح کئے۔ اور بہت سی اولاد چھوڑی۔ مثلاً معاویہ، خالد، عبداللہ، عبداللہ اصغر، ابوسفیان، عمر، ابوبکر۔ عتبہ، حرب اور عبدالرحمٰن۔

گیارھواں باب

معاویہ ثانی بن یزید

۶۴ھ

یزید کے بعد اس کا نوجوان بیٹا معاویہ تقریباً اکیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ وہ بڑا پرہیزگار و صالح تھا۔ یزید کے عہد میں جو ناخوش گوار اور خونچکاں واقعات رونما ہوئے۔ ان کے پیش نظر وہ حکومت سے متنفر ہو گیا۔ کچھ علیل بھی تھا۔ اس لئے وہ باختلاف روایات چالیس دن، دو مہینے یا تین مہینے کے بعد خلافت سے دست بردار ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے عام مجمع میں یہ تقریر کی:۔

"میں اپنے آپ میں حکومت کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں پاتا۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرح حضرت عمرؓ جیسے کسی شخص کو اپنا جانشین مقرر کر دوں۔ لیکن ایسا کوئی نظر نہ آیا۔ پھر چاہا۔ کہ حضرت عمرؓ کی طرح چھ اشخاص کو نامزد کر کے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دوں۔ مگر ایسے موزوں اشخاص بھی نظر نہ آئے۔ اس لئے میں اس منصب سے دست بردار ہوتا ہوں۔ جسے چاہو۔ خلیفہ منتخب کر لو۔"

اس کے بعد معاویہ خانہ نشین ہو گیا۔ اور چند ماہ بعد انتقال کر گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے زہر دے دیا گیا۔ دست برداری کے واقعے سے اس کی سیرت پر روشنی پڑتی ہے۔

Marfat.com

عبداللہ بن زبیرؓ اور مروان بن حکم

۶۴ھ تا ۷۳ھ ، ۶۴ھ تا ۶۵ھ

مختصر حالات عبداللہ کے والد حضرت زبیرؓ بن عوام رسول اللہ صلعم کے پھپھیرے بھائی اور والدہ حضرت اسماءؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حقیقی بہن تھیں ابن زبیرؓ ۲ھ میں بمقام مدینہ پیدا ہوئے۔ سات آٹھ سال کے تھے۔ کہ آنحضرتؐ سے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ جوان ہو کر بہت سی مہموں میں نمایاں طور پر داد شجاعت دی۔ طرابلس کی فتح انھیں کے بہادرانہ کارناموں کا شیریں ثمر تھا۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی حمایت وحفاظت میں تمام قوتیں صرف کردیں۔ اور چالیس سے زیادہ زخم کھانے کے بعد پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی۔

مروان حضرت عثمانؓ کا چچیرا بھائی تھا آپ اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ یہانتک کہ اسے اپنا معتمد بنایا تھا۔ یہی مروان تھا جس نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے والی مصر کو فرمان تحریر کیا تھا۔ کہ مصری باغیوں کے سرغنے گرفتار کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیے جائیں اور اس کا دردناک نتیجہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی صورت میں رونما ہوا تھا۔ مروان جمل اور صفین کی لڑائیوں میں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھا۔ حضرت امیر معاویہ نے اسے والیٔ مدینہ مقرر کیا تھا۔ اور ابن زبیرؓ کے دعوائے خلافت تک وہ اسی منصب پر متعین تھا۔

ابن زبیرؓ کی خلافت معاویہ بن یزید کے بعد بنی امیہ میں سے کسی کو بھی خلافت کے لئے کھڑا ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ ابن زبیرؓ ہر اعتبار سے ایک جلیل القدر شخصیت کے مالک تھے۔ اس لئے حجاز، عراق، شام اور مصر وغیرہ ان کے طرفدار ہو گئے۔ غرض حسان بن بحدل حاکم اردن کے سوا باقی تمام صوبوں کے اکابر ابن زبیرؓ کے حامی بن گئے۔ اور یہاں کے لوگوں نے ان کی خلافت تسلیم کرلی تھی۔ البتہ بصرہ میں ابن زیاد نے لوگوں کو جمع کر کے یہ تقریر کی :-

"اے ساکنانِ بصرہ! میں اسی شہر میں پیدا ہوا۔ اور یہیں بڑا ہوا۔ جب میں یہاں کا والی مقرر ہوا۔ تو فوجی دفتر میں تمہارے ستر ہزار نوجوانوں کے نام درج تھے۔ لیکن آج یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اسی طرح انتظامی عہدوں پر تمہارے نوے ہزار آدمی متعین تھے۔ لیکن آج ایک لاکھ چالیس ہزار ہیں۔ میں نے تمہارے تمام مخالفوں کو قید کر دیا ہے۔ اب تمہیں کسی سے کوئی خوف نہیں۔

"یزید وفات پا چکا ہے۔ اور شام میں اختلاف کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ تم قوت و شوکت اور دولت و ثروت ہر چیز میں دوسرے ملک کے لوگوں سے ممتاز ہو۔ تم اپنے دینی و دنیوی امور کے پیش نظر جس شخص کو اپنا امیر منتخب کرو گے۔ میں بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ اگر اہل شام کسی اور کو منتخب کریں۔ تو تم مجاز ہو گے۔ کہ یا اسی کو مان لو۔ یا اپنا خلیفہ الگ منتخب کر لو۔ تمہیں دوسرے ملکوں سے استمداد کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ خود تمہارے محتاج ہیں۔"

حاضرین نے ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ لیکن اس نے تین دفعہ انکار کیا۔ جب اہل بصرہ کی طرف سے زیادہ اصرار ہوا۔ تو اس نے بیعت لے لی۔ اہل عراق کی فطری منافقت کیوں کر دُور ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ بیعت کر کے باہر نکلے ہی تھے۔ کہ دیواروں پر ہاتھ رگڑ رگڑ کر صاف کرتے ہوئے کہنے لگے:۔

"کیا ابن مرجانہ کا یہ خیال ہے۔ کہ ہم اتفاق اور اختلاف، راج اور نزاع ہر حالت میں اس کی اطاعت کریں گے؟"

بصرہ والوں سے بیعت لیتے ہی ابن زیاد نے ایک قاصد کوفہ بھیجا۔ اس نے وہاں کے لوگوں سے کہا۔ "اہل بصرہ نے ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ تم بھی بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو جاؤ۔" انھوں نے کہا۔ "خدا نے ہمیں ابن سمیّہ سے مخلصی بخشی ہے۔ اب ہم ہرگز اس کی بیعت نہ کریں گے"۔ پھر اہل کوفہ نے قاصد پر سنگ ریزے پھینکے۔

بصرہ والے پہلے ہی دل سے ابن زیاد کے مخالف تھے۔ اب اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ مل گیا۔ انھوں نے کوفہ والوں کے حال سے مطلع ہو کر جرأت سے کام لیتے ہوئے ڈنکے کی

Marfat.com

چوٹ ابن زیاد کی بیعت سے انکار کرنا شروع کر دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر ابن زیاد چوکڑی بھول گیا۔ ہر چند معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اور زیادہ اُلجھ گیا۔ ناچار اس نے عراق کو خیرباد کہہ کر شام کی راہ لی۔ اس اثنا میں مسلمہ بن ذویب تمیمی نے ابن زبیرؓ کو خلیفہ تسلیم کرنے کے لئے پروپیگنڈا شروع کیا۔ کوفہ اور بصرہ والوں نے بحث و اختلاف کے بعد ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

شام میں مروان کی بیعت

شام کا مطلع سیاست نازک و پیچیدہ حالات کے گرد و غبار سے مکدر تھا۔ بنی کلب اور بنی قیس دو بڑے قبیلے بنی اُمیہ کی طاقت کے مرکز و محور تھے۔ لیکن ان میں بھی پھوٹ پڑ گئی تھی۔ بنی کلب بنی اُمیہ کے طرف دار تھے۔ لیکن بنی قیس ابن زبیرؓ کی حمایت کا دم بھرتے تھے۔ پھر بنی کلب میں بھی دو جماعتیں بن گئی تھیں۔ ایک جماعت خالد بن یزید کے حق میں تھی۔ اور دوسری مروان بن حکم کو چاہتی تھی۔ بعض لوگ عمرو بن سعید بن عاص کا بھی نام لیتے تھے۔

مروان بن حکم نے شام پہنچ کر جب یہ حالات دیکھے۔ تو ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اسی اثنا میں عبیداللہ بن زیاد وہاں پہنچ گیا۔ اس نے مروان سے کہا۔ "آپ قریش کے سردار ہیں۔ ہمت کیوں ہار رہے ہیں"۔ مروان نے جواب دیا۔ "بہت اچھا۔ ابھی موقع ہے۔ کوشش کر دیکھنی چاہیے"۔ چنانچہ مروان نے دمشق پہنچ کر حصول اقتدار کے لئے تمام قوتیں صرف کرنی شروع کر دیں۔

عبداللہ بن زبیرؓ، مروان بن حکم اور خالد بن یزید کی حامی جماعتوں میں اختلاف کے باعث پُر شور ہنگامہ برپا ہوا۔ آخر طوفان تھمنے پر جابیہ میں بنی اُمیہ کے اکابر و عمائد کا اجتماع ہوا۔ سوا مہینے تک یہ مہتم بالشان اجلاس جاری رہا۔ زبردست تقریریں ہوئیں۔ آخر روح بن زنباع جذامی نے ایک ولولہ انگیز تقریر کے بعد یہ تجویز پیش کی۔ کہ مروان کو خلیفہ منتخب کیا جائے اس کے بعد خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو علی الترتیب ولی عہد نامزد کیا جائے۔ یہ تجویز معقول و مدلل تھی۔ اس لئے ۳ ذی قعدہ ۶۴ھ کو تمام بنی اُمیہ اور ان کے مددگاروں نے مروان بن حکم کو خلیفہ منتخب کر لیا۔

Marfat.com

مرج راہط کی جنگ اس کے بعد مروان بن حکم نے ایک جمعیت کے ہمراہ مرج راہط کی طرف پیش قدمی کی۔ جہاں ابن زبیرؓ کے حامی اور بنی قیس کے سردار ضحاک بن قیس مقیم تھے۔ ضحاک کی مدد کے لئے نعمان بن بشیر والیٔ حمص۔ زفر بن حارث والیٔ قنسرین اور نائل بن قیس والیٔ فلسطین نے فوجیں روانہ کیں۔ محرم ۶۵ھ میں طرفین میں خون ریز جنگ ہوئی۔ جو بیس دن تک جاری رہی۔ ضحاک کو شکست فاش ہوئی۔ اور وہ خود اور بنی قیس کے بڑے بڑے سردار اس معرکے میں کام آئے۔ اب مروان بن حکم کے لئے میدان صاف تھا۔ ابن زبیرؓ کے بقیہ حامیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ بعض نے راہِ فرار اختیار کی۔ اور بعض گرفتار کر لئے گئے۔ اس طرح شام پر دوبارہ بنی اُمیہ کا قبضہ ہو گیا۔

مصر پر قبضہ اس کے بعد مروان نے مصر پر چڑھائی کی۔ ابن زبیرؓ کی طرف سے وہاں کے والی عبدالرحمٰن بن جحدم نے مقابلہ کیا۔ لیکن دوسری طرف سے مروان کے حسب حکم عمرو بن سعید فوج لے کر پہنچ گئے۔ ابن جحدم نے یہ صورت حال دیکھ کر ہتھیار ڈال دیے۔ اور جنگ کئے بغیر مصر پر مروان کا قبضہ ہو گیا۔

مروان کی وفات تھوڑے ہی عرصے کے بعد اچانک مروان کا انتقال ہو گیا۔ وفات سے پہلے مروان نے خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو یکے بعد دیگرے ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اور خالد کو ذلیل کرنے کے لئے اس کی بیوہ ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ ایک دن مروان نے بھرے دربار میں خالد اور اس کی ماں دونوں کے لئے ناشائستہ الفاظ استعمال کئے۔ خالد نے ماں سے کہا۔ اس نے مروان کو زہر دے کر یا دوسری روایت سے سوتے میں گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔

Marfat.com

عبدالملک بن مروان اور عبداللہ بن زبیرؓ

۶۵ھ تا ۸۶ھ

تذکرہ عبدالملک بن مروان

عبدالملک ۲۶ھ میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوا۔ اور ۳۹ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ چونکہ وہ مدینہ ہی میں پلا اور بڑھا۔ اس لئے وہاں کے ارباب فکر و نظر کی صحبت سے بخوبی فائدہ اٹھا کر اپنے عہد کے مشاہیر علما میں شمار ہونے لگا۔ وقت کے اکابر ائمہؒ اس کی تبحر علم و کمال کا لوہا مانتے تھے۔

شعبی کا قول ہے:۔

"مجھے جس شخص سے بھی بات چیت کرنے کا موقع ملا۔ میں نے اسے اپنے آپ سے کمتر پایا۔ لیکن عبدالملک کے ساتھ جب کبھی حدیث یا شعر کے موضوع پر مبادلہ خیالات ہوا۔ اس نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔"

ابوالزناد کہتے ہیں:۔

"اس زمانے میں چار اشخاص فقہائے مدینہ سمجھے جاتے تھے۔ سعید بن مسیب، قبیصہ بن ذویب، عروہ بن زبیر اور عبدالملک بن مروان"۔

علم و فضل اور ذوق و نظر کے ساتھ ساتھ اس کا دامن کمال تدبر، حوصلہ، استقلال اور بہادری کے جواہر گراں مایہ سے بھی مالا مال تھا۔ جب اس نے تخت شاہی پر قدم رکھا۔ تو ملک کے گوشے گوشے میں انقلاب کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ بنی اُمیہ کے خلاف مختلف طاقتیں صف آرا تھیں۔ ایک طرف عبداللہ بن زبیرؓ جیسی مقتدر ہستی برسر جنگ تھی۔ تو دوسری طرف شیعہ، خوارج اور مختار ثقفی کی جماعتیں گرم پیکار تھیں۔ صرف مصر اور شام پر عبدالملک کا پرچم اقتدار لہرا رہا تھا۔ باقی عالم اسلام میں یا تو شورش اور افراتفری کا طوفان برپا تھا۔ یا ابن زبیرؓ کی حامی جماعتیں معرکہ آرائی کے لئے لیس تھیں۔ یہ نازک حالات عبدالملک کے کمال سیاست اور اوج شجاعت کو دعوتِ آزمائش دے رہے تھے۔ لیکن وہ آشوب و انقلاب کے اس بے پناہ سیلاب میں ثبات و پامردی کی چٹان اور تدبیر و صولت کی بنیان مرصوص بن کر کھڑا

Marfat.com

ہو گیا۔ اور تمام مخالف جماعتیں عزم و ہمت کے اس پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں۔

مروان کے انتقال پر رمضان ۶۵ھ میں عبدالملک سریر آرائے حکومت ہوا۔

جنگِ توابین

مروان نے عبیداللہ بن زیاد کو جزیرہ پر چڑھائی کرنے اور قرقیسیا میں زفر بن حارث سے جنگ آزما ہونے کے لئے روانہ کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا۔ کہ اس کے بعد عراق پر پیش قدمی کرے۔ یہ بھی لالچ دیا تھا۔ کہ اس کا مفتوحہ علاقہ اُسی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اسی اثنا میں مروان کے انتقال کی اطلاع ملی۔ تو ساتھ ہی عبدالملک کا یہ حکم بھی موصول ہوا۔ کہ وہ اپنی موجودہ مہم جاری رکھے۔

ابن زیاد نے اس کام سے فارغ ہو کر عراق پر چڑھائی کر دی۔ اور عین الوردہ میں توابین کے ساتھ اس کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔

توابین کا اجمالی تذکرہ یہ ہے۔ کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اہلِ کوفہ کے ایک گروہ کو اپنی عہد شکنی اور بے وفائی پر سخت پشیمانی ہوئی۔ اس گناہِ عظیم کے کفارے کے لئے انھوں نے فیصلہ کیا۔ کہ قاتلین امام حسینؓ سے انتقام کیا جائے۔ یا اس پُر خار و خونچکاں راستے میں جانیں دے دی جائیں۔ چنانچہ فدائی حضرت علیؓ اور معزز صحابی سلیمان بن صردؓ کے زیرِ قیادت ان لوگوں نے اپنے آپ کو منظم کر لیا۔

توابین نے ابن زیاد کے ایک افسر شرجیل کی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ ابن زیاد نے حصین بن نمیر کی کمان میں ایک اور فوج بھیج دی۔ توابین نے اسے بھی ناک چنے چبوائے۔ اسی طرح ابن زیاد لشکر پر لشکر بھیجتا رہا۔ اور توابین بے جگری سے بہادری کے جوہر دکھاتے اور حریف کو شکست دیتے رہے۔ آخر سلیمان بن صردؓ اور ان کے اکابر رفقاء تہِ تیغ ہوئے اور بقیۃ السیف کوفہ واپس چلے آئے۔

مختار ثقفی کا خروج

اس دور کی ابتری اور طوائف الملوکی دیکھ کر ۶۶ھ میں ایک چالاک عالی دماغ اور ہمت ور شخص مختار بن ابی عبید ثقفی قاتلین حسینؓ سے انتقام کی دعوت لے کر میدان میں اُتر آیا۔ اور عراق پر قبضہ کر لیا۔

مختار نے دیکھا۔ کہ آج کل عبداللہ بن زبیرؓ کا طوطی بول رہا ہے۔ اس لئے اس نے

Marfat.com

مکہ معظمہ پہنچ کر ان کی مجلس میں آنا جانا شروع کر دیا۔ اور ان کے مزاج میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ لیکن جب ان سے متوقع مقصد حاصل ہوتا نظر نہ آیا۔ تو بددل ہو کر تحریک توابین میں شامل ہو گیا۔ اس تحریک کو اپنے مقصد کے موافق پا کر اس کی زمام قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ لیکن ابن زبیرؓ کے ساتھ مراسم قائم رکھے۔ اور ان پر یہ راز ظاہر نہ ہونے دیا۔ پھر اس نے حضرت امام زین العابدینؒ کی خدمت میں قبول سرپرستی کے لئے استدعا کی۔ لیکن وہ اس کے دام تزویر میں نہ آئے۔ اور مسجد نبویؐ میں تقریر کر کے لوگوں کو اس کی مکاری سے بچے رہنے کی ہدایت کی۔ پھر اس نے امام موصوف کے سوتیلے چچا محمد بن حنفیہؓ سے بھی درخواست کی۔ انھوں نے نزاکت حالات کے پیش نظر مصلحت کی بنا پر سرپرستی منظور کر لی۔

عراق کی سرزمین ہمیشہ سے شورش و انقلاب کا گہوارہ رہی ہے۔ لہٰذا مختار نے اپنے نخل تحریک کو بار آور کرنے کے لئے یہی علاقہ منتخب کیا۔ اور فن مکر وریا میں چابک دستی کے بل پر محمد بن حنفیہؓ اور ابن زبیرؓ دونوں سے اجازت لے کر عراق پہنچا۔ کوفہ میں گرمجوشی سے اس کی تحریک کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور شیعیان علیؓ کی ایک زبردست جماعت اس کی پشتیبان بن گئی۔ عبداللہ بن مطیع والی کوفہ اور پولیس کے حاکم ایاس ابن نضر نے اس کی تحریک کے راستے میں کانٹے بچھا دیے۔ مختار مصلحتاً خاموش رہا۔ اور ابراہیم بن اشتر رئیس کوفہ کو محمد بن حنفیہؓ کی طرف سے ایک جعلی خط دے کر اپنا معاون بنا لیا۔ یہ تیر عین نشانے پر بیٹھا۔ اور ابراہیم کی حمایت سے اس کی تحریک کو پر لگ گئے۔ ایاس نے ابراہیم کو حمایت مختار کے جرم میں قتل کی دھمکی دی۔ لیکن ابراہیم نے ایاس ہی کو ٹھکانے لگا دیا۔ ابن مطیع نے ابراہیم کی گرفتاری کا حکم دیا۔ لیکن ابراہیم اور مختار کی بڑھتی ہوئی طاقت کے آگے ابن مطیع کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور مختار نے انھیں مغلوب کر کے سارے عراق پر قبضہ جما لیا۔ صرف بصرہ پر ابن زبیرؓ کا تسلط باقی رہ گیا۔

محمد بن حنفیہؓ زندان بلا میں محمد بن حنفیہؓ نے ابن زبیرؓ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس لئے انھیں حمایت مختار کی بنا پر ان سے خطرہ تھا چنانچہ انھوں نے ابن حنفیہؓ کو زندان بلا میں ڈال دیا۔ موخر الذکر نے مختار کو اطلاع دی۔ اس نے

فوج بھیج کر انھیں رہائی دلائی۔

امام حسین رضؓ کے قاتلوں سے انتقام

کوفہ پر حکومت کا پرچم لہرانے کے بعد مختار نے حضرت امام حسینؓ کے قاتلوں اور حامیان قتل کا بخوبی پتا لگا کر سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور ان کا مال و منال ضبط کر لیا۔ جو کسی طرح فرار ہو گیا۔ اس کا مکان پیوند زمین کر دیا۔ چنانچہ شمر ذی الجوشن، عمرو بن سعد، مالک بن بدی نخلی اصبحی، عبید اللہ بن زیاد، عمران بن خالد قیشری وغیرہم تہ تیغ کر دیے گئے۔ شمر کی لاش پر کتے چھوڑ دیے گئے۔ ابن زیاد کا سر کاٹ کر حضرت امام زین العابدینؓ کے پاس مدینہ بھجوا دیا۔

عربوں سے مختار کی جنگ

مختار کے معاونین زیادہ تر عجمی تھے۔ انھیں کی آبیاری سے اس کی تحریک پھول پھل رہی تھی۔ اس لئے ظفر و کامرانی حاصل ہونے کے بعد اس نے عجمیوں پر مراتب و مناصب اور انعام و اکرام کی بارش کی۔ اس کے ساتھیوں نے بہت سے عربوں پر قتل حسینؓ کا الزام لگا کر انھیں نذر اجل کر دیا اور ان کا مال و متاع ضبط کر لیا۔ اشراف عرب نے بگڑ کر مختار کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ مختار اپنے فداکار عجمیوں کی بھاری فوج لے کر مقابلے کے لئے نکلا۔ اور گوناگوں تدابیر سے کام لیتے ہوئے بعض عرب قبائل کو بھی ساتھ ملا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت سے عرب کھیت رہے۔ اور اکثر گرفتار کر لئے گئے۔ بقیۃ السیف بھاگ کر ابن زبیرؓ کے پاس بصرہ چلے گئے۔

مصعب بن زبیر اور مختار میں جنگ

عمائد عرب نے بصرہ پہنچ کر مصعب بن زبیرؓ سے مختار کے ہولناک مظالم کی جو ان پر توڑے گئے تھے۔ خون کو کھولا دینے والے اسلوب ادا سے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ مختار پر جلد حملہ کیجئے۔ ہم سب آپ کی پشت پر ہیں۔ مصعب نے امداد اعراب کی شہ پا کر اپنے نامور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ والی فارس کو بصرہ بلایا۔ اور جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مختار کو ان تیاریوں کا علم ہوا۔ تو اس نے احمد بن سلیط کو ساٹھ ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ مقابلے کے لئے بھیجا۔ مذار میں معرکہ کارزار گرم ہوا جس میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ آخر مختار کو شکست ہوئی۔ اور اس کے بچے کھچے سپاہی کوفہ کو لوٹ گئے۔ مصعب کی فوج ان کا تعاقب

Marfat.com

کرتی ہوئی کوفہ تک چلی گئی۔

مختار کا قتل

کوفہ میں مختار خود مقابلے کے لئے میدان میں اترا۔ لیکن اب وہاں اس کی ہوا بگڑ چکی تھی۔ ناچار مجبور ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ مصعب نے شدت سے مقابلہ کیا۔ اور پورے چار مہینے تک اسے قائم رکھا۔ جب مختار نے رہائی کی کوئی صورت نہ دیکھی۔ تو ناامید ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "اس طرح بھوکوں مرنے سے میدانِ جنگ میں کام آنا بہتر ہے"۔ لیکن ساتھیوں نے کورا جواب دیا۔ آخر وہ سر ہتھیلی پر رکھ کر نکل آیا۔ اور اپنے معتمد علیہ امیر سائب بن مالک کلبی سے کہا۔ "اے شیخ! قلعے سے نکلو۔ کہ ہم دین کو بالائے طاق رکھ کر حُبِ دنیا کے لئے جاں بازی دکھائیں"۔ سائب بولا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دنیا تو اب تک یہ خیال کر رہی تھی۔ کہ تم دین کی خاطر اس طرح جان جوکھوں میں ڈال رہے ہو۔" مختار نے جواب دیا۔ "مجھے اپنی جان کی قسم۔ یہ سب کچھ صرف دنیا طلبی کے لئے تھا۔ میں نے دیکھا کہ شام پر عبدالملک کا قبضہ ہے۔ حجاز عبداللہ بن زبیرؓ کے زیرنگیں ہے۔ بصرہ پر مصعب کا تسلط ہے۔ عروض پر نجدہ حروری کا پرچمِ اقتدار لہرا رہا ہے۔ خراسان پر عبداللہ بن حازم کی حکومت ہے۔ اور میرے پاس وہی ڈھاک کے تین پات۔ میں نے سوچا۔ کہ میں کس سے کم ہوں۔ آخر میں نے بھی بخت آزمائی پر کمر باندھی۔ اور قاتلین حسینؓ سے انتقام لینے کی مؤثر تجویز کو آلہ کار بنا کر میدان میں نکل آیا۔"

یہ کہہ کر مختار اپنی خاص جمعیت کو ساتھ لے کر آتش و خون کے طوفان میں کود پڑا۔ اور مردانہ وار بہادری کے جوہر دکھاتا ہوا مارا گیا۔ مصعب نے اس کا سر کاٹ کر عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس مکہ معظمہ بھیج دیا۔ اور اس کے ہاتھ قلم کر کے کوفہ کی جامع مسجد میں لٹکا دیئے۔ یہ واقعہ ۶۷ھ میں رونما ہوا۔

خارجیوں کی شورش

عبداللہ بن زبیرؓ کو مختار کے علاوہ خارجیوں سے بھی جنگ کرنی پڑی۔ یہ گروہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے اختلاف کی بنا پر معرضِ وجود میں آیا تھا۔ اس نے امیر معاویہؓ اور یزید کے زمانے میں خروج کیا۔ اور یزید کے مقابلے میں ابن زبیرؓ کی حمایت کی۔

خارجی عقیدے کے بڑے سخت تھے۔ اور پہلے دو خلیفوں کے سوا حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں کو معاذ اللہ گمراہ اور ان کے پیروؤں کو کافر خیال کرتے ہوئے ان کا خون جائز سمجھتے تھے۔ ان کی رائے میں ابن زبیرؓ سے بھی جہاد کرنا واجب تھا۔ پہلے انھوں نے یزید کے مقابلے میں ان کی حمایت تو کردی تھی۔ لیکن پھر وہ پشیمان ہوئے۔ اور ان سے حضرت عثمانؓ کے باب میں رائے دریافت کی۔ ابن زبیرؓ نے کہا۔ "میں حضرت عثمانؓ کا دوست۔ ان کے مخالفوں کا مخالف اور تمھاری جماعت کے عقیدے سے بری الذمّہ ہوں۔ یہ سن کر خارجیوں کا سردار نافع بن ازرق ابن زبیرؓ سے قطع تعلّق کر کے اپنے گروہ کے ہمراہ عراق چلا گیا۔

عراق پر اُس وقت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت کا پھریرا لہرا رہا تھا۔ اس لئے خارجیوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور عراق کے گوشے گوشے میں شورش و انقلاب کی آگ بھڑکا دی۔ عبداللہ بن حارث والیٔ بصرہ نے خوارج کے مقابلے میں فوجیں روانہ کیں۔ نافع لڑائی میں کام آیا۔ لیکن خارجیوں کا کس بل کم نہ ہوا۔ اور ان کی بغاوت کے باعث اہلِ بصرہ پر خوف و خطر کے بادل منڈلانے لگے۔ بصرہ والے عبداللہ بن زبیرؓ سے فریادی ہوئے۔ انھوں نے مہلب بن ابی سفرہ کو خوارج کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر بصرہ کو خارجیوں کے وجود سے پاک کر دیا گیا۔ اور یہ لوگ فارس کی طرف چلے گئے۔

انھیں ایام میں نافع بن ازرق کے ایک ساتھی نجدہ بن عامر حروری نے اپنی ایک جداگانہ جماعت مرتّب کر کے بحرین میں خروج کیا۔ اور فاتحانہ یلغار کرتے ہوئے صنعا، یمامہ۔ عمان وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن اس کی جماعت کے ساغرِ اتحاد میں زہر گھل گیا۔ اور کچھ لوگ اس کی مخالفت پر کمر باندھ کر عبداللہ بن فدیک کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ نجدہ بھاگ گیا۔ مگر ابن فدیک کے پیروؤں نے اسے تلاش کر کے تہ تیغ کر دیا۔

خارجیوں کی بیخ کنی بڑی ٹیڑھی کھیر تھی۔ وہ اپنی شجاعت و سربازی کے بل بوتے پر ایک نہ ایک فتنہ کھڑا رکھتے تھے۔ چنانچہ ۶۸ھ میں خوارج فارس نے پھر سر نکالا۔ مہلب بن ابی صفرہ ان کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہے تھے۔ اس لئے مصعب نے انھیں برطرف کر کے

Marfat.com

عمرو بن عبید اللہ بن معمر کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ انھوں نے سابور اور اصطخر میں خارجیوں کے چھکے چھڑا دے۔ مگر وہ ہمت و جاں بازی کا سہارا لئے دب دب کر ابھرتے تھے۔ اس لئے فارس میں پسپا ہو کر عراق کی راہ لی۔ عمرو نے تعاقب کیا۔ دوسری جانب سے مصعب روکنے کے لئے نکلے۔ خوارج نے اپنے آپ کو بے بس پا کر مدائن کا رُخ کیا۔ اور وہاں کے باشندوں پر انسانیت سوز وحشیانہ مظالم توڑے۔ پھر کوفہ کی جانب پیش قدمی کی۔ ابراہیم بن اشتر نے مقابلہ کیا۔ پھر خارجی رے کی طرف بڑھے۔ وہاں کے حاکم یزید بن حارث مزاحم ہوئے خوارج نے انھیں مار ڈالا۔ اور اصفہان کی طرف چل دے۔ وہاں کا عامل عتاب چند ماہ تک مقابلے پر ڈٹا رہا۔ پھر سامان مدافعت کے ختم ہو جانے پر باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ اور خارجیوں کے سردار زبیر بن ماحور کا خاتمہ کر کے اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خارجیوں نے قطری بن مجاۃ کے زیرِ علَم جمع ہو کر جگہ جگہ تاخت و تاراج کا بازار گرم کر دیا مصعب نے ان کا قلع قمع کرنے کے لئے پھر مہلب بن ابی صفرہ کو مقرّر کیا۔ انھوں نے پورے آٹھ مہینے تک نہایت کامیابی سے خارجیوں کا مقابلہ کیا۔

عمرو بن سعید کا قتل

مروان کے بعد خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو ترتیب وار ولی عہد نامزد کر کے بنی امیّہ کے حامیوں کا اختلاف رفع کیا گیا تھا لیکن مروان نے قوّت پکڑتے ہی ان دونوں کا نام خارج کر کے اپنے بیٹے عبد الملک کو ولی عہد بنا دیا۔ عبد الملک کو اپنے ان دونوں حریفوں میں سے خالد کی طرف سے کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ وہ کم عمر اور بے حوصلہ تھا۔ چنانچہ اس نے کوئی جنبش نہ کی لیکن عمرو بن سعید بہت ہوشیار اور ہمت ور تھا۔ لہٰذا اس کی طرف سے اسے ہمیشہ خطرہ رہا۔

سنہ ۶۹ھ میں عبد الملک ابن زبیرؓ کے حامی زفر بن حارث عامل قرقیسیا کے مقابلے کو نکلا۔ عمرو بن سعید نے موقع پا کر عبد الملک کے نائب عبد الرحمٰن بن عثمان کو دمشق سے نکال دیا اور خود قبضہ کر لیا۔ عبد الملک کو خبر ہوئی۔ تو وہ فوراً دمشق لوٹا۔ عمرو بن سعید مقابلے پر آیا۔ لیکن عبد الملک نے مصلحتاً اسے ولی عہد تسلیم کر کے صلح کر لی۔ اور دمشق میں داخل ہو گیا۔ عبد الملک عمرو بن سعید کا خاتمہ کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔ چنانچہ ایک دن اسے بلا کر دھوکے

Marfat.com

سے قتل کرا دیا۔

شام پر رومیوں کی چڑھائی

سنہ ھ میں رومیوں نے شام پر چڑھائی کی۔ لیکن عبدالملک نے حالات کے پیش نظر ایک ہزار دینار فی ہفتہ پر صلح کر لی۔

بصرہ پر عبدالملک کا حملہ

شام اور مصر عبدالملک کے زیر نگیں تھے۔ اور عراق پر مصعب ابن زبیرؓ کا قبضہ تھا۔ بعض لوگوں نے عبدالملک کو رائے دی۔ کہ ابن زبیرؓ سے صلح کر کے اپنے مقبوضہ علاقے پر قناعت کرو۔ لیکن عبدالملک نے اس مشورے کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ایک لشکر جرار کے ساتھ عراق پر چڑھائی کر دی۔ ابن زبیرؓ بھی مقابلے کے لئے نکلے۔ عبدالملک عراقیوں کا نبض شناس تھا۔ اس نے عین موقع پر حریف کے بہت سے آدمیوں کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ البتہ مصعب کے معاون خاص ابراہیم بن اشتر اس کے بھرّے میں نہ آئے۔

دیر جاثلیق میں دونوں لشکروں نے آمنے سامنے ڈیرے ڈال دیئے۔ مصعب نے اپنے زور و قوت میں بڑی حد تک کمی آجانے کے باوجود بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا۔ ابراہیم نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا کر اموی فوج کو ناک چنے چبوائے۔ لیکن تازہ کمک پہنچ جانے سے ان کا پلہ بھاری ہو گیا۔ اور ابراہیم نے مردانہ وار لڑتے ہوئے جان دے دی۔ ان کے بعد عیسیٰ ابن مصعب بھی داد شجاعت دیتے ہوئے مارے گئے۔ اب مصعب کے دونوں بازو ٹوٹ گئے۔ اور تنہا مقابلہ کرنے لگے۔

عبدالملک مصعب کے ساتھ دیرینہ مراسم رکھنے کے باعث ان کے خون سے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے مشیروں کی پرواہ نہ کر کے ان کے پاس پیغام بھیجا میں آپ کی جان بخشی کرتے ہوئے اجازت دیتا ہوں۔ کہ آپ جہاں چاہیں۔ چلے جائیں۔ لیکن مصعب نے یہ پیشکش قبول نہ کی۔ اور تیغ شجاعت و سربازی کے جوہر دکھاتے ہوئے جان دی۔ مصعب کا سر قلم کر کے عبدالملک کے روبرو پیش کیا گیا۔ تو وہ بے ساختہ بول اٹھا۔ کہ "اب قریش میں ایسے لوگ کہاں پیدا ہوتے ہیں۔" مصعب کے خاتمے کے

بعد عراق عبدالملک کے قبضے میں آگیا۔ اہلِ عراق نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اور اس نے بصرہ اور کوفہ میں اپنی طرف سے عامل مقرر کردئے۔

مکّہ کا محاصرہ

اب عبدالملک کے لئے راستہ صاف ہوگیا۔ چنانچہ اس نے ۷۲ھ میں حجاج بن یوسف ثقفی کو ایک زبردست فوج کے ہمراہ عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلے کے لئے حجاز روانہ کیا۔ وہ حرم میں پناہ گزیں تھے۔ حجاج نے مکّہ کا محاصرہ کرلیا اور خانۂ کعبہ پر سنگ باری شروع کردی۔ جس سے عمارتِ حرم کو شدید نقصان پہنچا۔

محاصرہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ مکّہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ محصورین گھوڑے ذبح کرکے کھانے پر مجبور ہوگئے۔ ابن زبیرؓ کے ساتھی انتہائی پریشانی کی حالت میں ان سے الگ ہونے لگے حتیٰ کہ دس ہزار آدمی انھیں چھوڑ کر حجاج کی امان میں چلے گئے۔ ان ناموافق اور ہمت گسل حالات کے باوجود ابن زبیرؓ کی جبین ثبات پر شکن تک نہ آئی۔ اور وہ برابر مقابلہ کرتے رہے آخر میں ان کے دو بیٹوں نے بھی ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

یہ صورت حالات دیکھ کر ابن زبیرؓ نے اپنی والدۂ ماجدہ حضرت اسمارؓ بنت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی:۔

"اماں جان! میرے تمام ساتھی مجھ سے الگ ہوگئے ہیں۔ میرے بیٹوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب صرف پانچ آدمی باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن ان کا بھی جام شکیب لبریز ہوچکا ہے۔ اس حالت میں شعاع کامرانی کی جھلک تک نظر نہیں آتی۔ البتہ حجاج کہتا ہے۔ کہ تم بھی میری پناہ میں آجاؤ۔ منہ مانگی مراد پاؤگے۔ اب آپ کیا حکم دیتی ہیں؟"

اس پر حضرت اسمارؓ نے جو جواب دیا۔ وہ قیامت تک دنیائے نسواں کے لئے فخر و مباہات کا سرمایہ بنا رہے گا۔ فرمایا:۔

"بیٹا! یہ تمھارا اپنا معاملہ ہے۔ تم اسے مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ اگر تم حق پر ہو۔ اور حق ہی کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو۔ تو اب بھی حق ہی کے لئے اپنی جان قربان کردو۔ بنی امیہ کے آگے گھٹنے نہ ٹیکو۔ اگر تمھارا مقصد حصولِ دنیا تھا۔ تو افسوس ہے تم پر

کہ اپنے آپ کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ اور اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرادیا۔ اگر یہ کہو کہ میں توحق پر تھا۔ لیکن میرے ساتھیوں نے مجھے دھوکا دے کر کمزور کر دیا۔ تو یاد رکھو کہ ہمت ہار دینا شرفا اور اہلِ دین کا شعار نہیں۔ دنیا میں کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا۔ حق کی راہ پر جان قربان کر دینا دُنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔"

ابن زبیرؓ نے کہا۔

"اماں جان! میں موت سے تو نہیں ڈرتا۔ البتہ یہ خوف ضرور ہے۔ کہ میرے دشمن میری نعش کا مثلہ کر کے اسے سولی پر لٹکائیں گے۔"

حضرت اسمارؓ نے جواب میں فرمایا۔

"بیٹا! جب بکری ذبح ہوگئی۔ تو اسے کھال کھینچے جانے سے کیا تکلیف ہوسکتی ہے۔ جاؤ۔ جو کچھ کر رہے ہو۔ اسے بصیرت کے ساتھ پورا کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے امداد طلب کیے جاؤ۔"

ابن زبیرؓ نے ماں کا سر چوما۔ انھوں نے بیٹے کو گلے لگایا۔ اور دُعائیں دے کر رخصت کیا۔ وہ سیدھے میدانِ جنگ میں پہنچے۔ اور دشمن کی صفوں کو چیرتے اور انھیں گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ آخر سیکڑوں کو فنا کے گھاٹ اُتار کر نہایت بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ابن زبیرؓ کا اندیشہ حقیقت ثابت ہوا۔ حجّاج نے ان کا سر عبدالملک کے پاس شام بھجوادیا۔ اور باقی نعش کو مقام حجون میں سولی پر لٹکا دیا۔ ایک دن حضرت اسمارؓ اُدھر سے گزریں۔ تو فرمایا۔ "ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اُترا۔"

عبدالملک کو اطلاع ملی۔ تو اس نے حجّاج کو اس حرکت پر لعنت ملامت کرتے ہوئے نعش کو حضرت اسمارؓ کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مقام حجون میں ان کا جسد مبارک دفن کر دیا گیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کا یہ واقعہ ۱۷ جمادی الاخری ۷۳ھ کو تہتر سال کی عمر میں پیش آیا۔ ان کی مدت خلافت سات برس تھی۔

Marfat.com

نظامِ حکومت عبداللہ بن زبیرؓ نے چند سال تک تقریباً سارے عالم اسلام اور سات برس تک حجاز و عراق پر حکومت کی۔ لیکن ان کا یہ پورا دور جنگ و جدل میں گزرا۔ اور ایک دن کے لئے بھی اطمینان نصیب نہ ہوا۔

کعبے کی تعمیر اس کے باوجود انھوں نے بعض نمایاں کام انجام دیئے۔ جن میں تعمیر کعبہ ایک زرّیں کارنامہ ہے۔ قریش نے بعثت نبویؐ سے پیشتر خانہ کعبہ کی عمارت کو از سرِ نو تعمیر کیا تھا۔ لیکن حطیم کا حصہ یونہی چھوڑ دیا تھا۔ آنحضرتؐ کی خواہش تھی کہ بنیاد ابراہیمی کے اس چھوٹے ہوئے حصے کو بھی شامل کر کے اس پر دوبارہ عمارت بنادی جائے بنی امیہ اور ابن زبیرؓ کی جنگ میں عمارت کو اور زیادہ نقصان پہنچا۔ لہٰذا ابن زبیرؓ نے اسے گرا کر آنحضرتؐ کے حسب خیال دوبارہ تعمیر کرا دیا۔

اس سلسلے میں یہ تاریخی واقعہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ کہ ولادت نبویؐ سے قبل ابرہہ حاکم حبشہ نے ہاتھیوں کی فوج سے کعبے پر چڑھائی کی تھی۔ اور کعبے کی مرکزیت کو فنا کرنے کے لئے یمن میں ایک گرجا بنوایا تھا۔ ابن زبیرؓ نے اسی گرجے کو مسمار کر کے اس کا عمارتی سامان تعمیرِ کعبہ میں صرف کیا۔

علم و فضل ابن زبیرؓ کو علمی تربیت کے لئے حضرت عائشہؓ کے گہوارہ کمال کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اس لئے وہ علم و فضل کے اعتبار سے اپنے معاصرین میں ایک مابہ الامتیاز حیثیت رکھتے تھے۔ خصوصاً قرأت فرقان حمید کے فن میں تو بڑے بڑے قاری ان کی شمشیر کمال کا لوہا مانتے تھے۔

فن حدیث میں رسول اللہ صلعم، حضرت عائشہؓ، خلفائے اربعہؓ وغیرہم کے مائدہ فضیلت سے زلّہ ربائی کی تھی۔

فقہ میں قابل قدر مہارت رکھتے تھے۔

عربی کے علاوہ دوسری متعدد زبانوں سے بھی شناسائی رکھتے تھے۔

تقریر نہایت فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔ عثمان بن طلحہ کہتے ہیں۔ کہ اس فن میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔

اخلاق و عادات
ان کا پایۂ اخلاق بہت بلند تھا۔ عبادت اور تقویٰ میں شہرۂ آفاق تھے۔ نماز پڑھتے وقت ہو بہو رسول اللہ صلعم کی پیروی کرتے تھے باقی ارکان سے بھی انتہائی شغف رکھتے تھے۔

سنت کی پابندی
ہر بات میں سنت رسولؐ کی پیروی ان کا خاص شعار تھی۔ ایک دفعہ کسی کام میں تنازع کی بنا پر وہ اور ان کے بھائی عمرو بن زبیرؓ مدینہ کے والی سعید بن عاص کی عدالت میں پیش ہوئے۔ حاکم نے طرفین کے رتبے کا لحاظ کر کے دونوں کو اپنے پاس بیٹھنے کے لئے کہا۔ عمرو نے تعمیل ارشاد کی۔ لیکن ابن زبیرؓ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور کہا۔ یہ سنّت نبویؐ کے خلاف ہے۔ فریقین کو منصف کے سامنے بیٹھنا چاہئے۔

حضرت عائشہؓ کی خدمت
ابن زبیرؓ اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی انتہائی خدمت کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ دریا دل تھیں۔ جو کچھ بھانجے سے ملتا۔ سارے کا سارا راہِ خدا میں خرچ کر ڈالتیں۔ ایک دفعہ ابن زبیرؓ کے منہ سے حرفِ شکایت نکل گیا۔ حضرت عائشہؓ کو ناگوار گزرا۔ ان سے بات چیت ترک کر دی۔ ابن زبیرؓ نے معذرت طلب کی۔ لیکن وہاں پذیرائی نہ ہوئی۔ آخر نہایت مشکل سے یہ حدیث نبویؐ یاد دلانے پر کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترکِ کلام جائز نہیں"۔ حضرت عائشہؓ نے معافی دے دی۔ اور سابقہ تعلقات بحال ہو گئے۔

بہادری
ابن زبیرؓ قریش کے نہایت نامور بہادروں میں سے تھے۔ ان کی زندگی کے زرّیں کارنامے حیرت انگیز دلیری و جاں بازی پر شاہد عادل ہیں۔ سات سال تک بنی اُمیّہ جیسی پُر جاہ و جلال حکومت کا مقابلہ ان کی دستارِ شجاعت کا طرۂ افتخار ہے۔

حق گوئی
ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ اور بڑے سے بڑا شکوہ و دبدبہ اور بڑی سے بڑی ہوسِ انعام ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کر سکتی تھی۔ جہاں امیر معاویہؓ کی سطوت و صولت، سیاسی کمال اور زرافشانی نے جادو کی چھڑی بن کر بڑے بڑے امرا کے لبوں پر مہر سکوت لگا دی۔ وہاں ابن زبیرؓ کی حق گوئی کے اعجاز نے اس طلسم

کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا۔ اور انھوں نے ولی عہدی یزید کی بدعت قبول نہ کی۔

مالی حالت ابن زبیرؓ کے والد مشہور تاجر ہونے کے باعث سیم و زر میں کھیلتے تھے انتقال پر پانچ کروڑ سے زیادہ روپیہ چھوڑا جس کا ایک تہائی حصہ وصیت ابن زبیرؓ کے حصے میں آیا۔ جاگیر اور مکان الگ تھے۔ اس لئے ابن زبیرؓ نے ساری زندگی فارغ البالی میں بسر کی۔

عبدالملک بن مروان کا خالص دَور

سنہ ۷۳ھ تا سنہ ۸۶ھ

خارجیوں کا فتنہ عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد سنہ ۷۳ھ سے عبدالملک بن مروان کا عہدِ حکومت شروع ہوا۔

عراق اور فارس کا علاقہ خارجیوں کا مرکز تھا۔ جب اس سرزمین پر عبدالملک کا پرچم لہرانے لگا۔ تو خارجیوں نے گوشے گوشے میں شورش و بغاوت کا عَلَم بلند کر دیا۔ عبدالملک کمر ہمت باندھ کر ان کی بیخ کنی پر تُل گیا۔

عبدالملک نے خالد بن عبداللہ حاکم کوفہ کو لکھا۔ کہ مہلب بن ابی صفرہ کے مشورے پر کاربند ہو کر پوری قوت سے خارجیوں کا مقابلہ کرو۔ اور ساتھ ہی اپنے بھائی بشر بن مروان کو حکم دیا۔ کہ پانچ ہزار فوج خارجیوں کے مقابلے کو بھیج دو۔ اس پر خالد، مہلب اور بشر تینوں نے مل کر مورچے لگا دیئے۔ خارجی مقابلے کی تاب نہ لا کر منتشر ہو گئے۔

اہلِ کوفہ کی سرکشی اور شورش کو آغوش لحد میں سلانے کے لئے عبدالملک نے سخت گیر شخص حجّاج بن یوسف ثقفی کو والیٔ عراق بنا کر بھیجا۔ وہ صرف بارہ سوار ہمراہ لے کر کوفہ میں داخل ہوا۔ اور سب سے پہلے جامع مسجد میں جا کر تقریر کے لئے منادی کرائی جب وہ خطبے کے لئے منبر پر چڑھا۔ تو چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا۔ لوگ حجاج کے تقرر سے بے خبر تھے۔ اور حسب عادت تحقیراً سنگ ریزے لے کر اس کے مارنے

Marfat.com

کے لئے پہنچے۔ جب اس نے نقاب اٹھائی تو لوگ اسے پہچان کر دہشت زدہ ہو گئے۔ اور سنگ ریزے ہاتھوں سے گر گئے۔ حجاج نے حسب ذیل تقریر کی :۔

"اے اہلِ کوفہ! خدا کی قسم میں شر کو اس کی جگہ رکھ کر اس کا پورا بدلہ دیتا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ بہت سے سر کے پھلوں کی طرح جھڑنے والے ہیں مجھے تمہارے عماموں اور ڈاڑھیوں کے درمیان خون کی موجیں اٹھتی نظر آ رہی ہیں۔ بخدا مجھے آسانی سے دبایا نہیں جا سکتا۔ میں شور و شر سے نہیں ڈرتا میں تجربہ کار ہوں۔ امیرالمومنین عبدالملک نے اپنے ترکش کا سب سے زیادہ سخت اور جگردوز تیر تم پر چلایا ہے۔ یعنی مجھے تمہارا حاکم بنا کر بھیجا ہے۔ تم نے فتنہ انگیزی وبغاوت کو اپنا شعار اور گمراہی کو اپنا مسلک بنا لیا ہے۔ اب تم سیدھے ہو جاؤ۔ اور اطاعت اختیار کرو۔ ورنہ یاد رکھو۔ میں تمہیں اچھی طرح مزہ چکھا کر تکلے کی طرح سیدھا کر دوں گا۔ تمہارا حال اُس بستی والوں کا سا ہے۔ جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ کہ "وہاں امن و اطمینان کے پھول برس رہے ہیں۔ ہر قسم کی نعمتیں بکثرت چاروں طرف سے چلی آتی تھیں۔ مگر اس بستی والوں نے کفرانِ نعمت کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خدا نے ان پر بھوک اور خوف کا عذاب نازل کر دیا"۔ خدا کی قسم، میں جو کچھ کہتا ہوں۔ اسے کر کے دکھا دیتا ہوں۔ جو ارادہ کرتا ہوں۔ اسے پورا کر کے چھوڑتا ہوں۔ امیرالمومنین نے حکم دیا ہے۔ کہ تمہاری تنخواہیں تقسیم کر دی جائیں۔ اور تم لوگ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس خوارج کے مقابلے کے لئے نکل جاؤ۔ تنخواہ تقسیم ہونے کے بعد تمہیں صرف تین دن کی مہلت ہے۔ اگر چوتھے دن کوئی شخص کوفہ میں نظر آیا۔ تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ اور گھر لٹوا دیا جائے گا۔"

اس کے بعد حجاج نے غلام کو عبدالملک کا فرمان پڑھنے کا حکم دیا۔ ابھی اما بعد السلام علیکم ہی پڑھا گیا تھا۔ کہ حجاج نے غلام کو روک کر مجمع سے مخاطب ہوئے کہا۔ "گستاخو! بے ادبو! امیرالمومنین نے تمہیں سلام کہا ہے۔ اور تم گونگے بن گئے۔ واللہ میں تمہیں ادب سکھا کر رہوں گا"۔ اس پر حاضرین نے سلام کا جواب دیا۔ اور غلام کو پھر فرمان سنانے کا حکم دیا

Marfat.com

گیا۔ اب کے سب نے سلام کا جواب دیا۔ پھر تنخواہیں تقسیم کر دی گئیں۔

حجّاج کی اس سخت گیری کا یہ اثر ہوا۔ کہ ہر شخص زادِراہ لئے بغیر مہلب کے پاس پہنچنے کو بیتاب ہو گیا۔ اور کوفہ کے پُل پر اتنی بھیڑ ہو گئی۔ کہ راستہ چلنا مشکل ہو گیا۔

کوفہ سے فارغ ہوتے ہی حجّاج نے بصرہ پہنچ کر وہاں بھی ایسا ہی آتش بار خطبہ دیا شریک بن عمرو یشکری نے حجّاج کے پاس آکر کہا۔ میں فتق کا مریض ہوں۔ سابق والی بشیر بن مروان نے مجھے فوجی خدمت سے معذور رکھا تھا۔ آپ بھی یہ معقول عذر قبول فرمالیجئے۔ حجّاج نے اسے قتل کرا دیا۔ اہلِ بصرہ اس سختی سے ڈر کر بے تامل مہلّب کے لشکر میں شرکت کے لئے روانہ ہونے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر مہلّب بولا۔ "بے شک اب عراق میں ایک مرد آیا ہے"۔

ابن جارود کا فتنہ

حجّاج خود بھی مہلّب کی امداد کے لئے اس کی لشکرگاہ سے کچھ فاصلے پر استقاباذ آکر مقیم ہوا۔ لیکن یہاں ایک نیا فتنہ برپا ہو گیا۔ مصعب بن زبیرؓ نے اپنے عہد میں فوجیوں کی تنخواہ میں سو سو درہم کا اضافہ کر دیا تھا۔ عبدالملک اور بشیر بن مروان نے بھی اسے قائم رکھا تھا۔ لیکن حجّاج نے اسے منسوخ کر دیا۔ عبداللہ بن جارود نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور فوج بھی اپنے مفاد کی خاطر اس کی ہم نوا ہو گئی۔ آن کی آن میں حجّاج کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر ربیع الآخر ۷۶ھ میں ابن جارود نے ایک بھاری جمعیّت کے ساتھ حجاج کے خیمے کا محاصرہ کر لیا۔ حجّاج کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے۔ ابتدا میں ابن جارود کا پلّہ بھاری رہا۔ آخر اتفّاق سے ابن جارود کے تیر لگا۔ جو ناوک اجل ثابت ہوا۔ سرغنے کے ختم ہوتے ہی اس کی جمعیّت کا زور ٹوٹ گیا۔ حجّاج نے امن عام کا اعلان کرا دیا۔ اور ابن جارود کے سرکردہ ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر اس فتنے کو بھی آغوشِ لحد میں سُلا دیا۔

مہلّب نے اپنی فوجوں کے بل پر خارجیوں کو رامہرمز سے ہٹا دیا۔ تو وہ گازورون میں جمع ہوئے۔ مہلّب وہاں پہنچے۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ اسی دوران میں ایک مرد

حق صالح بن مشرح تیمی مظالم کا قلع قمع کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ خارجیوں کا سردار شبیب بن نعیم یکسانی مقصد کی بنا پر ان کے ساتھ مل گیا۔ محمد بن مروان والی جزیرہ نے عدی بن عدی کو صالح کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن عدی کو شکست ہوئی۔

اس پر محمد بن مروان نے خالد بن جزر کو بھیجا۔ صالح و شبیب نے اس کا زبردست مقابلہ کر کے دسکرہ کا رُخ کیا۔ حجاج نے حارث بن عمیرہ کو ایک لشکر جرار دے کر روانہ کیا۔ صالح مارے گئے۔ شبیب ایک قلعے میں پناہ گزیں ہو گئے۔ حارث نے محصورین کا خاتمہ کرنے کی تیاریاں مکمل کر لیں۔ شبیب نے بہادری اور تدبر سے کام لے کر حارث کے تمام منصوبے خاک میں ملا دئے۔ اور اچانک اس کے لشکر پر دھاوا بول دیا۔ حارث شدید مجروح ہوا۔ اور شبیب غالب آیا۔

شبیب نے فتح و کامرانی کے نشے میں چُور ہو کر عام لُوٹ مار شروع کر دی۔ حجاج نے مقابلے کی رفتار کو تیز تر کر کے متعدد سرداروں کو یکے بعد دیگرے روانہ کیا۔ شبیب نے سب کو شکست دی۔ اور ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ پر چڑھائی کر دی۔ حجاج نے سوید اور عثمان کو دونوں طرف سے دشمن کو روکنے کے لئے فوجیں دے کر بھیجا۔ شبیب نہایت جاں بازی سے کوفہ میں داخل ہو کر کشتوں کے پشتے لگاتا ہوا برق رفتاری سے نکل گیا۔ حجّاج نے دو سرباز کمان داروں کے ماتحت علیحدہ علیحدہ زبردست پیدل اور سوار فوجیں شبیب کے تعاقب میں روانہ کیں۔ شبیب نے پلٹ کر سوار فوج کا تو تیا پانچا کر دیا۔ لیکن پیدل فوج سے مقابلہ کرنے میں جہاں عراقیوں کے بہت سے افسر لڑے گئے۔ وہاں خارجیوں کا بھی بھاری نقصان ہوا۔ اس لئے وہ مقابلے سے دست کش ہو کر کسی اور طرف نکل کھڑے ہوئے۔ اس پر حجاج آگ بگولا ہو گیا۔ اور عبدالرحمٰن بن اشعث کو چھ ہزار جنگ آزما سورماؤں کے ساتھ یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ جہاں کہیں خارجیوں کو دیکھو۔ بس گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دو۔ اگر کوئی شخص ناکام واپس آئے گا۔ تو اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

Marfat.com

عبدالرحمن نے تعاقب کے لئے جاں سپارانہ جد وجہد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اُدھر شبیب نے مقابلے میں حسن تدبیر سے کام لے کر عراقیوں کو تھکا ڈالا۔ اور دونوں نے صلح کرلی۔ حجّاج غصّے سے جل بھن کر کوئلہ ہوگیا۔ اور عبدالرحمن کو معزول کرکے اس کی جگہ عثمان کو سردار مقرر کردیا۔ عثمان نے آتش جنگ کو ہوا دی۔ اور آن کی آن میں حرب وضرب کے شعلے آسمان کی خبر لانے لگے۔ فریقین جان توڑ کر لڑے۔ خون کی ندّیاں بہہ گئیں۔ آخر شبیب نے عثمان کی گردن اُڑا دی۔ اور عراقیوں کو ہزیمت کا مُنہ دیکھنا پڑا۔

شبیب کی قسمت کا ستارہ اوج پر تھا۔ فتح پر فتح اور کامیابی پر کامیابی دیکھ کر عام شورش پسند بھی اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ حجّاج نے جب دیکھا۔ کہ عراق میں نازک صورت حالات پیدا ہوگئی ہے۔ تو اہل کوفہ کو غیرت دلا کر سر دھڑ کی بازی لگا دینے پر آمادہ کیا۔ اُدھر عبدالملک کو علیحدہ لکھا۔ کہ شکست خوردہ عراقیوں کی امداد کے لئے شام سے کمک روانہ کیجئے۔ عبدالملک نے چھ ہزار چیدہ بہادروں کی فوج بھیج دی۔ اس کے پہنچنے سے پہلے حجّاج نے عتاب بن ورقار کو پچاس ہزار عراقی فوج دے کر شبیب کو نیچا دکھانے کے لئے روانہ کیا۔ ساباط کے قریب فریقین میں مٹھ بھیڑ ہوئی۔ خارجیوں نے تعداد میں صرف ایک ہزار ہونے کے باوجود حیرت انگیز جاں بازی دکھا کر عراقیوں کے چھکے چھڑا دئے۔ حجّاج اس خوف ناک شکست سے آتش زیر پا ہوکر سانپ کی طرح بل کھانے لگا۔ اُدھر شبیب ظفر و اقبال کے پروں سے اُڑتا ہوا کوفہ کی طرف بڑھا۔ عبدالملک کی بھیجی ہوئی کمک کوفہ پہنچ چکی تھی۔ اس سے حجّاج کے دل کا کنول کھل گیا۔ طرفین میں خون ریز جنگ ہوئی۔ خارجی پوری قوّت سے لڑے۔ دو دن تک کشت وخون کا بازار گرم رہا۔ آخر شبیب کا بھائی مصاد مارا گیا۔ جس سے اس کی قوّتِ بازو شل ہوگئی۔ خارجیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ بہت سے عوام جو صرف اس کی بہادری سے مسحور ہوکر اس سے مل گئے تھے۔ علیحدہ ہوگئے۔ اس سے شبیب کا پہلو اور بھی کمزور ہوگیا۔ حجّاج نے موقع سے فائدہ اٹھا کر تین ہزار شامی فوج اس کے تعاقب میں روانہ کی۔ شبیب نے ہرچند تیغ شجاعت کے جوہر دکھائے۔ لیکن خارجیوں میں مسلسل جنگ آزمائی سے پہلا سا کس بل نہ رہا تھا۔ اس لئے شبیب نے مصلحت

سے کام لیتے ہوئے لڑائی سے ہاتھ اٹھاکر کرمان کی راہ لی۔

حجّاج نے خارجیوں کے تھک کر چُور ہو جانے اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جانے سے فائدہ اٹھاکر ایک لشکرِ جرّار شبیب کے تعاقب کے لئے روانہ کردیا۔ اہواز میں دریا کے کنارے طرفین میں مقابلہ ہوا۔ پہلے تو خارجیوں نے کمال شجاعت سے شامیوں کو ناک چنے چبوائے۔ لیکن بعد میں پانسہ پلٹ گیا۔ شبیب نے جنگ کو ملتوی کرکے دریا سے پار ہوکر دوسری طرف نکل جانا چاہا۔ مگر اس کا گھوڑا بدک کر مع سوار دریا میں ڈوب گیا۔

شبیب کا خطرہ تو حجّاج کے سر سے ٹل گیا۔ لیکن کرمان میں خارجیوں کی ایک اور شاخ ازارقہ نے اُدھم مچا رکھی تھی۔ مہلّب ڈیڑھ سال سے ان کی سرکوبی میں مصروف تھے۔ لیکن کامیابی نہ ہوتی تھی۔ اب حجّاج نے ادھر توجہ مبذول کی۔ اور مہلّب کی مدد کے لئے مزید فوجیں روانہ کیں۔ ازارقہ نے قطری کو اپنا امیر بنا رکھا تھا۔ اس کے کسی عہدہ دار نے ایک خارجی کی گردن مار دی۔ جس سے ان میں پھوٹ پڑ گئی۔ ایک گروہ نے قطری کو چھوڑ کر عبدربہ الکبیر کو اپنا امیر منتخب کرلیا۔ قطری نے بیزار ہوکر طبرستان کی راہ لی۔ مہلّب نے اس اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عبدربہ کو تنہا پاکر جیرفت میں گھیر لیا۔ طرفین میں خون ریز لڑائی ہوئی۔ عبدربہ اور اس کے بہت سے ساتھی کام آئے۔

اب حجّاج نے سفیان بن ابرد کو قطری کی سرکوبی کے لئے طبرستان روانہ کیا۔ جنگ ہو رہی تھی۔ کہ قطری کے بہت سے ساتھیوں نے اسے چھوڑ دیا۔ قطری بے حد پریشان ہوا۔ اور بھاگنے کی کوشش کرتا ہوا شامی سپاہیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ قطری کے بعد عبیدہ بن بلال مقابلے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن سفیان کے آگے اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور وہ جلد ہی فنا کے گھاٹ اُتر گیا۔ عبیدہ کے خاتمے کے ساتھ ہی خارجیوں کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اور ان کی طرف سے حکومت نے اطمینان کا سانس لیا۔

افریقی فتوحات

یزید کے حالات میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ ۶۲ھ میں کسیلہ بن لکرم بربری نے عَلَم بغاوت بلند کرکے سارے شمالی افریقہ کو زیرنگیں کرلیا تھا۔ اس وقت سے عبدالملک کی سریر آرائی تک کوئی خلیفہ ادھر توجہ نہ کرسکا۔ آخر

Marfat.com

۶۹ھ میں عبدالملک نے اس طرف عنان توجہ منعطف کر کے زہیر بن قیس کو ایک لشکر جرّار کے ہمراہ قیران پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ کسیلہ نے قیروان کو چھوڑ کر مش کی راہ لی۔ زہیر نے اس کا تعاقب کیا۔ مش کے قریب مٹ بھیڑ ہوگئی۔ بربریوں کے علاوہ رومیوں کی بھی ایک زبردست جمعیت کسیلہ کی پشت پر تھی۔ دونوں فوجوں میں اتنی ہولناک اور ہلاکت خیز جنگ ہوئی۔ کہ طرفین پر موت کی جھاڑو پھرتی نظر آتی تھی لیکن مسلمانوں کے ثبات قدم اور سربازی نے بڑھ کر ان کے لئے فتح و ظفر کے دروازے کھول دیئے۔ اور کسیلہ کی فوج کے ان گنت افراد کھیت رہے۔ جن میں بڑے بڑے بربری اور رومی سردار شامل تھے۔

اس شاندار فتح کے بعد زہیر قیروان ہوتے ہوئے برقہ واپس چلے گئے۔ ادھر رومیوں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر برقہ پر چڑھائی کر دی۔ زہیر برقہ کے مضافات میں پہنچے۔ تو انھیں اس ناگہانی مصیبت کی خبر ہوئی۔ اگرچہ وہ جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ لیکن مسلمانوں کی تباہ حالی دیکھ کر ناچار میدان کارزار میں کود پڑے۔ چونکہ مٹھی بھر مسلمانوں اور ٹڈی دل رومیوں کی تعداد میں کوئی تناسب نہ تھا۔ اس لئے مسلمانوں نے شکست کھائی۔ اور زہیر کے ساتھ ان کے بہت زیادہ ہمراہی شہید ہو گئے۔ اس ہزیمت سے پھر افریقہ کے علاقے ہاتھ سے نکل گئے۔

عبدالملک کو اس خونچکاں حادثے کی خبر سن کر انتہائی قلق ہوا۔ لیکن وہ ابن زبیرؓ سے جنگ میں مصروف ہونے کے باعث ادھر متوجہ نہ ہو سکا۔ اور ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد ۷۴ھ میں حسان بن نعمان غسانی کو افریقہ کا والی بنا کر چالیس ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ اس سے پہلے اتنا عظیم الشان لشکر افریقہ نہ گیا تھا۔

حسان نے قیروان پہنچ کر بخوبی تیاری کرنے کے بعد قرطاجنہ پر حملہ بول دیا۔ یہاں کی حکومت شمالی افریقہ کی سب سے بڑی حکومت تھی۔ اس دارالسلطنت میں بربریوں اور رومیوں کی بے شمار فوج جمع تھی۔ فریقین میں نہایت زور شور سے ہنگامۂ حرب و ضرب گرم ہوا۔ جس میں رومی منہ کی کھا کر میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ حسان نے

Marfat.com

قرطاجنہ پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

قرطاجنہ کے بربری اور رومی بھگوڑے صطفورہ اور بنزرت میں جمع ہو کر پھر مقابلے کی تیاریاں کرنے لگے۔ حسّان نے وہاں پہنچ کر ان کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور جہاں کہیں دشمنوں کی طاقت پائی۔ اس کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا۔

حسّان کی ان فتوحات سے مسلمانوں کا کھویا ہؤا اقتدار افریقہ میں بحال ہو گیا۔ اور وہ قیروان واپس چلے گئے۔

چند روزہ آرام کے بعد حسّان کو معلوم ہؤا۔ کہ جبل اوراس کی ملکہ دامیہ جو کاہنہ کے نام سے مشہور ہے۔ افریقہ کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ اور کسیلہ کے بعد تمام بربری اس کے جھنڈے تلے جمع ہیں۔ اگر اسے ٹھکانے لگا دیا جائے۔ تو شمالی افریقہ میں ان کا کوئی بھی مدّمقابل باقی نہ رہے گا۔

اس لئے حسّان کاہنہ کے مقابلے کو نکل کھڑے ہوئے۔ کاہنہ نے خود ہی باغایہ کا مستحکم قلعہ گرا دیا۔ لیکن حسّان نے یلغار جاری رکھّی۔ اور نہر نینی پر ملکہ دامیہ کی فوج کا مقابلہ کیا۔ ایک خون ریز معرکے کے بعد مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور بہت سے مقتول اور کچھ گرفتار ہوئے۔ اس سے افریقہ کے اسلامی علاقے پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور ناچار حسّان برقہ واپس آ گئے۔

ان دنوں عبدالملک خارجیوں سے معروف جنگ تھا۔ اس لئے حسّان کی کچھ مدد نہ کر سکا۔ اور پانچ سال تک افریقہ میں ملکہ دامیہ کا پرچم حکومت لہراتا رہا۔ لیکن اس نے جور و تشدد کا بازار گرم کر کے اہل افریقہ کو اپنا مخالف بنا لیا۔

۸۰ھ میں صورت حالات کے روبہ اصلاح ہونے پر عبدالملک نے ایک عظیم الشان فوج اور بھاری سامانِ جنگ دے کر حسّان کو ملکہ دامیہ سے مقابلہ کرنے کے لئے افریقہ روانہ کیا۔

گزشتہ جنگ میں ملکہ دامیہ نے سب مسلمان اسیروں کو رہا کر کے ایک نوجوان خالد بن یزید قیسی کو روک کر ان کے بعض محاسن کی بنا پر اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ حسّان نے خالد

Marfat.com

کے نام ایک خفیہ خط لکھ کر وہاں کے حالات دریافت کئے۔ خالد نے جواب دیا۔ کہ "اس وقت بربری اور رومی منتشر ہو چکے ہیں حملے کا یہ زرّیں موقع ہاتھ سے جانے نہ دیجئے"۔ حسّان فوراً روانہ ہو گئے۔ لیکن ملکہ کو اس نامہ و پیام کی خبر ہو گئی۔ اس نے خیال کیا۔ کہ مسلمان مال و دولت کے بھوکے ہیں۔ اس لئے بار بار افریقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ اس نے دو ہزار میل تک پھیلے ہوئے افریقہ کے قلعوں، شہروں اور زرخیز علاقوں کو تہس نہس کر دیا۔ اور سرسبز و شاداب زمینوں میں گدھوں کے ہل چلوا دیئے۔

ملکہ کی اس تباہ کن حرکت سے رعایا کا بچّہ بچّہ اس کا دشمن ہو گیا۔ اور حسّان کے وہاں پہنچنے پر بربریوں نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور انھیں کا کلمہ پڑھنے لگے۔ جب حسّان قابس، فقصہ، قسطلیلہ اور نفزادہ کو زیر نگیں کرتے ہوئے دارالحکومت کے قریب پہنچے۔ تو ملکہ کو اپنی شکست سامنے نظر آنے لگی۔ اس نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا۔ " اب میرے زندہ بچ رہنے کی کوئی امید نہیں۔ تم خالد کے ذریعے سے اسلامی لشکر کے کمان دار کے پاس جا کر اپنی جان بخشی کرا لو۔ چنانچہ انھوں نے ماں کے حکم کی تعمیل کی۔

ملکہ وامیہ اپنی شکست کا پورا یقین رکھنے کے باوجود حسّان سے آخری مقابلے کے لئے میدان میں آ گئی۔ لیکن شدید و ہولناک جنگ کے بعد زک اٹھائی۔ اور گرفتار ہو کر مقتول ہوئی۔

اس عظیم الشان فتح سے پھر افریقہ کے گوشے گوشے میں مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا۔ اور کسی علاّقے میں ان کا کوئی حریف باقی نہ رہا۔ حسّان نے امن و امان کا اعلان کر دیا۔ اور ملکہ کے بیٹوں کی جان بخشی کر کے انھیں بارہ ہزار بربریوں کی فوج کا سردار بنا دیا۔

اس مہتم بالشّان مہم کو سر کرنے کے بعد حسّان قیروان واپس آ گئے۔ اور عبدالملک کی وفات تک وہیں قیام پذیر رہے۔ اس اثنا میں حسّان تبلیغ اسلام کی طرف متوجّہ ہوئے۔ اور کثیر التعداد بربری اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔

رتبیل کی بغاوت

ہنگامۂ ابن زبیرؓ کے دوران میں نواح سیستان کے ایک ترک رتبیل نے علمِ بغاوت بلند کر دیا تھا۔ ۷۶ھ میں امیہ حاکم خراسان

نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کی گوشمالی پر مقرر کیا۔ جب وہ بست میں داخل ہوئے۔ تو رتبیل نے قبول اطاعت اور صلح پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن عبداللہ نے نامنظور کیا۔ اور آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس پیش قدمی کے دوران میں انھوں نے غیر مآل اندیشی سے کام لے کر واپسی کے راستوں کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کیا۔ رتبیل نے ان کی اس غلطی سے فائدہ اٹھاکر عین موقع پر انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت عبداللہ کو احساس غلط روی سے پشیمانی ہوئی۔ اور رتبیل سے راستہ دینے کی درخواست کرنی پڑی۔ اس نے آئندہ حملہ نہ کرنے کی تحریر لے کر راستہ چھوڑ دیا۔ عبدالملک نے اس واقعے سے مطلع ہوتے ہی عبداللہ کو معزول کر دیا۔

دوسرا حملہ کچھ عرصے تک تو رتبیل پر امن رہا۔ لیکن پھر اس کی رگ بغاوت بھڑک اٹھی اسلئے حجاج نے ۷۸ھ میں عبیداللہ بن ابی بکر کو اس پر فوج کشی کا حکم دیا۔ ۷۹ھ میں انھوں نے ایک زبردست فوج کے ساتھ رتبیل کے علاقے میں داخل ہوکر اس کے تمام قلعوں کو زمین بوس کرتے ہوئے بہت سے مقامات پر قبضہ جمالیا۔ لیکن وہ بھی اپنے پیش رو عبداللہ بن امیہ کی طرح اسی غلطی کا شکار ہو گئے۔ اور رتبیل نے ان کا بھی محاصرہ کر لیا۔ آخر انھوں نے چار و ناچار رتبیل کو سات لاکھ درہم دے کر جان بچائی۔ لیکن فوج کے ایک حصے نے یہ توہین آمیز مصالحت گوارا نہ کی۔ اور شریح ابن ہانی کی سرکردگی میں جانبازی کے جوہر دکھاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

تیسرا کامیاب حملہ حجاج نے اس شکست کی خبر پاکر انتقام کی غرض سے ۸۰ھ میں تجربہ کار بہادر اور نامور سپہ سالار عبدالرحمٰن بن محمد اشعث کو چالیس ہزار جرار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ دیکھ کر رتبیل کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور اس نے قبول اطاعت پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن عبدالرحمٰن اسے نامنظور کرتے ہوئے مردانہ وار آگے بڑھتے چلے گئے۔ رتبیل نے فریب کی کمند ان پر بھی پھینکی۔ مگر وہ کار آزمودہ ہونے کے باعث اس جال میں نہ پھنس سکے۔ اور جو شہر فتح کرتے۔ اس کی حفاظت کا کما حقہٗ انتظام کر کے آگے بڑھتے۔ اس طرح انھوں نے رتبیل کا بہت سا

Marfat.com

علاقہ فتح کر لیا۔ اور یہ کہ کر اپنی پیش قدمی روک دی۔ "اس سال اتنی ہی فتوحات کافی ہیں جب ہم مفتوحہ علاقے کا پورا پورا انتظام کر لیں گے۔ ہمارے آدمی یہاں کے راستوں سے بخوبی آگاہ ہو جائیں گے۔ اور اس اثنا میں آرام بھی کر لیں گے۔ تو ہم آئندہ سال پیش قدمی کریں گے۔" انہوں نے اپنے فیصلے سے حجاج کو بھی مطلع کر دیا۔

عبدالرحمٰن کی بغاوت

حجاج عبدالرحمٰن سے خوش نہ تھا۔ اس لئے اس نے عبدالرحمٰن کو لکھا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم صلح کرنا چاہتے ہو۔ رواداری سے کام لے کر آرام کرنے کے خواہش مند ہو۔ اور ذلیل دشمن کے ساتھ جس نے مسلمانوں کی مایہ ناز فوج کے ساتھ فریب کیا۔ نرم سلوک کرنا پسند کرتے ہو۔ مجھے اسی وقت تسلی ہوگی۔ جب تم صرف میرے ایک لشکر سے اس دشمن کا کامیاب مقابلہ کرو گے۔ میری یہ مراد نہیں۔ کہ تمھاری اس رائے کی تہ میں بدنیتی کار فرما ہے۔ لیکن اس میں تمھارا ضعف عزم ضرور شامل ہے۔ لہٰذا میرے فرمان کی تعمیل کرو۔ دشمن کے تمام علاقوں پر تسلط بٹھالو۔ تمام قلعے مسمار کر دو۔ لڑنے والوں کو تہ تیغ کر دو۔ اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لو۔"

اس کے بعد حجاج نے دوسرا خط لکھا۔ جس کا مفہوم یہ ہے:-

"اگر تم میرے فرمان پر عمل کرنے کو آمادہ نہیں۔ تو اپنے بھائی اسحاق بن محمد کے حق میں دست بردار ہو جاؤ۔"

یہ دونوں خط پڑھ کر عبدالرحمٰن کو یقین ہو گیا۔ کہ حجاج اپنی دیرینہ عداوت نکالنا چاہتا ہے۔ اس نے فوجیوں کو اکٹھا کر کے کہا:-

"لوگو! میں نے لڑائی کو ملتوی کرنے کے متعلق جو تصفیہ کیا۔ وہ آپ کی بہتری کے پیش نظر آپ کے ارباب بست و کشاد کی منظوری سے کیا۔ اب حجاج نے یہ حکم بھیجا ہے۔ جو رائے آپ دیں گے اس پر عمل کیا جائے گا۔"

اس پر سب نے بالاتفاق کہا۔ "ہم اس دشمن خدا کی بات نہیں مانیں گے۔" ابوالطفیل

Marfat.com

بن واثلہ صحابی نے فرمایا۔ "حجاج اس مثل پر عمل کر رہا ہے۔ کہ" اپنے غلام کو جنگ پر روانہ کرو۔ اگر مر گیا۔ تو بھی تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اور اگر زندہ رہا تو بھی۔" اسے تمہاری قطعاً پروا نہیں وہ صرف اپنے اعزاز و جاہ میں اضافہ چاہتا ہے۔"

حجاج کے تشدد اور ناروا سلوک نے سب کے دلوں میں ناسور ڈال رکھے تھے۔ اس لئے فوج نے حجاج سے قطع تعلق کر کے باہمی مشورے سے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن نے رتبیل سے مصالحت کر لی۔ کہ اگر وہ حجاج کے مقابلے میں فتح یاب ہوا۔ تو رتبیل سے کبھی خراج نہ لے گا۔ اور اگر ناکام رہا۔ تو رتبیل اس کی مدد کرے گا۔ ادھر سے فارغ ہو کر عبدالرحمٰن حجاج کے مقابلے کے لئے عازم عراق ہو گیا۔

عراق پہنچنے کے بعد عبدالرحمٰن کے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کر کے عبدالملک کی بیعت بھی فسخ کر دی۔ اور کتاب و سنت کی تعمیل اور گمراہوں سے جہاد کے لئے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حجاج کو ان حالات کا علم ہوا۔ تو وہ چوکڑی بھول گیا۔ عبدالملک کو صورت واقعات کی اطلاع دے کر اس سے فوجی امداد کا طالب ہوا۔ اور خود بصرہ چلا آیا۔ عبدالملک نے حجاج کی امداد کے لئے فوج پر فوج بھیجنی شروع کر دی۔

جنگ تستر

حجاج فوجیں لے کر بصرہ سے نکلا۔ اور تستر میں قیام کیا۔ وہیں عبدالرحمٰن کے ایک دستہ فوج سے مٹ بھیڑ ہوئی۔ حجاج کی فوج پسپا ہو گئی۔ اور بہت سے آدمی کام آئے۔ حجاج نے بصرہ کی طرف مراجعت کی۔ لیکن عبدالرحمٰن نے اس کا تعاقب کیا۔ حجاج نے اپنی کمزوری کا احساس کر کے زاویہ کی راہ لی۔ اور ۸۱ھ میں عبدالرحمٰن نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ اہل بصرہ جو حجاج سے سخت شاکی تھا۔ عبدالرحمٰن کے اطاعت گزار ہو گئے۔ اور وہاں کے عالموں اور قاریوں نے بھی اس کی امارت تسلیم کر لی۔

جنگ زاویہ

محرم ۸۲ھ میں بمقام زاویہ حجاج اور عبدالرحمٰن کی فوجوں میں سخت خوں ریز معرکے ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے نہایت پامردی سے تیغ

Marfat.com

شجاعت کے جوہر دکھائے۔ حجاج کے قدم ڈگمگانے ہی لگے تھے۔ کہ آخر عبدالرحمٰن
بساطِ جنگ الٹ گئی۔ اور بہت سے بہادر میدانِ جنگ میں کام آئے۔ اس طرح بص
بصرہ حجاج کے قبضے میں آگیا۔ اور عبدالرحمٰن کثیرالتعداد اکابر کے ہمراہ بصرہ چھوڑ کر کوفہ چ
گیا۔

جنگ دیر جماجم حجاج نے بصرہ سے نکل کر دیر قرہ میں قیام کیا۔ یہاں شامی فوجیں بھ
اس کی مدد کو آگئیں۔ عبدالرحمٰن بھی دو لاکھ بہادروں کو لے کر کوفہ سے
نکلا۔ اور دیر جماجم میں مقیم ہوا۔ عرصے تک طرفین میں خوں ریز جنگ کے جاں سوز شع
بھڑکتے رہے۔

عبدالملک نے ان بے نتیجہ لڑائیوں سے پریشان ہو کر ایک دن اپنے مشیروں
کہا۔ "اہلِ عراق کی اس بغاوت میں حجاج سے ناراضی کا جذبہ کارفرما ہے۔ اگر ہم اس
معزول کر کے عراق والوں کو راضی کر سکیں۔ تو یہ سودا گراں نہیں۔ مشیروں نے اپنے آ
کی ہاں میں ہاں ملادی۔ اور عبدالملک نے ایک شاہی کمیشن اپنے بھائی محمد بن مروان ا
بیٹے عبداللہ پر مشتمل عراق بھیجا۔ اور دونوں نے اہلِ عراق کو حسب ذیل شاہی پیغ
پہنچایا۔

"امیرالمومنین حجاج بن یوسف کو حکومتِ عراق سے معزول کرنے پر آمادہ ہیں۔ یہ بھی عہد کرتے ہیں۔ کہ عراق والوں کے حقوق شام والوں کے برابر ہوں گے۔ اور عبدالرحمٰن بن اشعث کو جس حصۂ ملک کی حکومت وہ چاہیں گے۔ ہمیشہ کے لئے دے دی جائے گی۔ اگر آپ کو ان شرائط پر صلح منظور ہو۔ تو امیرالمومنین محمد بن مروان کو عراق کا نیا امیر مقرر کرتے ہیں۔ ورنہ عراق کی عنانِ امارت بدستور حجاج بن یوسف ہی کے ہاتھ میں رہے گی۔ اور وہ اس امر کا مجاز ہوگا۔ کہ جس طرح مناسب سمجھے۔ اہلِ عراق سے نپٹے۔"

عبدالرحمٰن کے ساتھیوں نے اس شاہی پیغام کے متعلق باہم مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن ا
معقول پیشکش کو منظور کر لینا چاہتا تھا۔ مگر عراقیوں نے اپنی فطری شورش پسندی کے با

[ا]ن کی رائے کی مخالفت کرتے ہوئے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ جس سے پھر جنگ و [جد]ل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

۱۴ جمادی الاخری ۸۳ھ کو آخری اور فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا [ا]ور جان توڑ کر لڑے۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ تباہی و ہلاکت کی آگ مسلسل بھڑکتی [ر]ہی۔ آخر عبدالرحمٰن کی فوج کے قدم اُکھڑ گئے۔ اور وہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گئی۔ حجاج بن [یو]سف فتح و کامرانی کے نشے میں شرابور ہو کر کوفہ میں داخل ہوا۔ اور اس نے حسب ذیل [ال]فاظ میں مفتوحین سے بیعت لی۔

"میں امیرالمومنین سے بغاوت کر کے کفر کا مرتکب ہوا۔ اب میں اس کفر سے توبہ کرتا ہوں"۔

جس شخص نے یہ الفاظ کہنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ سے کام لیا۔ اس کا سر قلم کر دیا [گ]یا۔

[عب]دالرحمٰن کی موت

اس شکست سے عبدالرحمٰن کی قوت ٹوٹ گئی۔ لیکن پھر بھی اس نے بصرہ پہنچ کر اپنی رہی سہی طاقت مجتمع کر کے [م]قابلہ کیا۔ مگر بے سود۔ آخر وہ کرمان، سیستان اور بست ہوتا ہوا اپنے حلیف رتبیل کے [پا]س چلا گیا۔ جہاں سل میں مبتلا ہو کر وفات پا گیا۔

حجاج نے رتبیل کو کہلا بھیجا تھا۔ کہ اگر وہ عبدالرحمٰن کا سر کاٹ کر اس کے پاس بھیج دے [گ]ا۔ تو وہ اس سے سات سال کا خراج نہیں لے گا۔ رتبیل نے حجاج کا کہنا مان کر خراج [م]عاف کرا لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ رتبیل نے انعام کی حرص میں زندہ ہی کا سر قلم کر کے حوالے [ک]ر دیا تھا۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ اس نے عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے بھیج دیا تھا۔ لیکن [ا]س نے راستے ہی میں خودکشی کر لی۔ یہ واقعہ ۸۵ھ کا ہے۔

ولی عہدی

مروان اپنے بعد عبدالملک اور عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ ۸۵ھ میں عبدالملک نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو جو ان دنوں مصر

کے حاکم تھے ۔معزول کر کے اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنانا چاہا۔لیکن قبیصہ بن ذویب نے توقف کرنے کی رائے دی ۔اسی دوران میں اتفاق سے عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ اور عبدالملک نے علی الترتیب اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر حکام کو ان کی بیعت لینے کا فرمان بھیج دیا۔

عام مسلمانوں نے سر تسلیم خم کر کے بیعت کر لی۔لیکن نامور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحؒ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا:۔

" میں ایک خلیفہ کی زندگی میں دوسرے کی بیعت نہیں کر سکتا۔"

اس پر ہشام بن اسمٰعیل عامل مدینہ نے انھیں مجبور کیا۔اور نہ ماننے پر تازیانے لگوا کر شہر میں تشہیر کرانے کے بعد قید کر دیا۔

عبدالملک کو اطلاع ہوئی۔تو اس نے ہشام کی اس حرکت کو سخت ناپسند کرتے ہوئے ابن مسیب رحؒ کو معذرت کا خط لکھا۔کہ " یہ جو کچھ ہوا ہے۔میری رضامندی اور اطلاع کے بغیر ہوا ہے ۔اور ہشام کو ملامت کی۔کہ" ابن مسیب قطعاً اس سلوک کے سزاوار نہ تھے ان سے کوئی خطرہ نہیں"۔ ہشام اس تنبیہ پر عرق ندامت میں غرق ہو گیا۔

وفات

شوال ۸۶ھ میں عبدالملک بن مروان کو مرض الموت نے آگھیرا۔ اور رحلت کا وقت قریب آنے پر اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی :۔

" اللہ تعالٰے سے ہمیشہ ڈرتے رہنا۔کیونکہ یہ حسین ترین زیور اور محفوظ ترین جائے پناہ ہے ۔بڑے کو چھوٹے کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔اور چھوٹے کو بڑے کا حق پہچاننا چاہئے۔اپنے بھائی مسلم کا خیال رکھنا۔اور اس کے مشورے پر عمل کرنا۔کیونکہ وہ تمہارا قوتِ بازو اور ڈھال ہے۔ حجاج کا احترام کرنا۔کہ اس نے مخالفوں کو مطیع کر کے تمہارے لئے حکومت کا میدان صاف کر دیا ہے۔ ایک ماں کے نیک بیٹے بن کر پیار اور سلوک سے رہنا۔جنگ میں شرافت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔کیونکہ موت اپنے وقت ہی پر آتی ہے۔نیکی اور فلاح کا مینار بننا۔کہ اس کا اجر اور یاد باقی رہ جاتی ہے۔نیکی ہمیشہ شریفوں

Marfat.com

کے ساتھ کرنا کہ وہ اس کا حق ادا کرتے اور احسان مانتے ہیں۔ مجرموں کی خطاؤں کو نظر میں رکھنا۔ اگر وہ معافی چاہیں تو معاف کر دینا۔ اور دوبارہ جرم کریں تو سزا دینا۔"

۱۵ شوال ۸۶ھ کو ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور دمشق میں باب جابیہ سے باہر دفن کیا گیا۔ ساری مدت خلافت اکیس سال ڈیڑھ ماہ تھی۔ اور شہادت ابن زبیرؓ کے بعد سے تیرہ سال چار مہینے۔

اولاد عبدالملک کی آٹھ بیویاں تھیں۔ جن سے سولہ لڑکے ہوئے۔ ولید۔ سلیمان۔ مروان اکبر ورج۔ مروان اصغر۔ یزید معاویہ۔ ہشام۔ ابوبکر۔ حکم ورج۔ عبداللہ۔ مسلمہ۔ منذر عنبسہ۔ محمد۔ سعید اور حجاج۔

سیرت عبدالملک عبدالملک کو اموی حکومت کا دوسرا بانی کہنا چاہیے۔ جب عنانِ حکومت اس کے ہاتھ میں آئی۔ تو عالم اسلام کا ہر گوشہ شورش و انقلاب کی جولان گاہ بنا ہوا تھا۔ اور سیاسیات کی فضا بدنظمی و بے امنی کی گھنگھور گھٹاؤں سے تیرہ و تار ہو رہی تھی۔ لیکن اس نے فہم و تدبر۔ عزم راسخ۔ ثبات و استقلال اور ہمت و شجاعت کے زور سے مصائب و حوادث کے پہاڑوں کو پاش پاش کر کے تمام مشکلات پر قابو پاتے ہوئے دوبارہ اموی حکومت قائم کر دی جسب ذیل واقعے سے اس کی جرأت و شجاعت پر روشنی پڑتی ہے:۔

"۶۶ھ میں جب وہ مختار ثقفی سے جنگ کرنے جا رہا تھا۔ اسے ایک رات مسلسل چار ہمت گسل خبریں ملیں۔ پہلے کسی قاصد نے خبر دی۔ کہ عبیداللہ بن زیاد مختار کے مقابلے میں مارا گیا۔ پھر اطلاع آئی۔ کہ اس کا ایک مشہور افسر عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلے میں مقتول ہوا۔ اور مصعب بن زبیرؓ لشکر لے کر فلسطین میں داخل ہو گئے۔ پھر خبر ملی۔ کہ شہنشاہ روم کی فوجیں سرحد شام کے شہر مصیصہ میں داخل ہو چکی ہیں۔ پھر یہ اطلاع موصول ہوئی۔ کہ دمشق کے بدمعاشوں نے شہر میں غدر کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ اور عراب نے بعلبک اور حمص میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا ہے۔"

مسعودی لکھتا ہے۔ کہ ان خبروں سے عبدالملک کی جبینِ ثبات پر شکن تک نہ آئی۔

Marfat.com

بلکہ اس رات وہ معمول سے زیادہ ہشاش بشاش نظر آیا۔

مندرجہ تحت واقعہ اس کے عزم راسخ اور علو ہمت کا آئینہ ہے:۔

"سنہ ھ میں جب اس نے مصعب بن زبیرؓ کا مقابلہ کرنے کے لئے عراق جانے کا ارادہ کیا۔ تو دوستوں سے رائے لی۔ بعض نے کہا: "بہتر ہوگا۔ کہ عبداللہ بن زبیرؓ جیسی بارسوخ قوت سے نہ ٹکراؤ۔ تم اپنے مقبوضہ علاقوں پر قانع رہو۔ اور ابن زبیرؓ کے لئے ان کے مقبوضہ علاقے چھوڑ دو" لیکن عبدالملک نے اس مشورے کو سرپائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔

پھر بعض مشیروں نے عرض کی۔ کہ "اگر جنگ کرنے کا ارادہ اٹل ہے۔ تو کوئی سپہ سالار بھیج دیا جائے۔ اور خود امیرالمومنین دارالخلافہ میں رہ کر اس کی امداد کرتے رہیں"۔ عبدالملک نے یہ رائے بھی پسند نہ کی۔ اور کہا: "مصعبؓ جیسے مرد میدان کے مقابلے کو مجھ جیسے تجربہ کار جنگ جو کا میدان میں جانا ضروری ہے

اس ہولناک مہم پر روانگی کے وقت عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنت یزید رونے لگی۔ تو اس نے دو شعر پڑھ کر میدانِ جنگ کی راہ لی۔ اور دلشاد و بامراد واپس آیا"

اسلامی سکہ

اگرچہ عبدالملک کو اپنے شورش انگیز اور پُر آشوب عہد میں تعمیری کاموں پر توجہ مبذول کرنے کا موقع بہت کم ملا۔ پھر بھی اس ضمن میں اس کے بعض زریں کارنامے یادگار رہیں گے۔ اسلامی سکّے کا اجرا اس کا روشن ترین کارنامہ ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں میں ایرانی، رومی اور قبطی سکّے رائج تھے۔ اور ان کا اپنا سکّہ کوئی نہ تھا۔ یہ کمی مسلمانوں کی اقتصادی حالت کے لئے سخت ضرر رساں تھی۔ عبدالملک نے ۷۶ھ میں اسلامی سکّہ ڈھلوا کر ٹکسال قائم کی۔ جس سے مسلمانوں کا اقتصادی پہلو مضبوط ہوگیا۔

دفتروں میں عربی زبان کی ترویج

اب تک حکومت کے دفتروں میں فارسی اور رومی زبانیں رائج تھیں۔ عبدالملک نے دیکھا کہ یہ بات مختلف و متعدد خرابیوں کی حامل ہے۔ لہٰذا اس نے عربی زبان کو دفتری زبان قرار دیا۔ جس سے نہ صرف کام میں آسانی پیدا ہوگئی۔ بلکہ عربی کی اشاعت سے

اسے بڑی ترقی حاصل ہوئی۔

تعمیرِ کعبہ عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز پر پوری طرح قبضہ کرنے کے بعد خانہ کعبہ کی پہلی عمارت گرواکر از سرِنو اس کی تعمیر شروع کرائی۔ اور حدیث نبویؐ کے مطابق کعبے کے چھوٹے ہوئے حصے حجر اسمٰعیلؑ کو بھی اس میں داخل کرلیا۔ ابن زبیرؓ کے بعد حجاج بن یوسف نے عامل حجاز مقرر ہونے پر حجر اسمٰعیلؑ کو پھر خانہ کعبہ سے خارج کردیا۔ اور عمارت کو رسول اللہ صلعم کے مجوّزہ نقشے کے مطابق کردیا۔

دینی خدمات عبدالملک کے عہد میں پرانی مسجدوں کی توسیع و مرمت ہوئی۔ اور بہت سی نئی مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ ۶۵ھ میں جامع دمشق کی تعمیر عمل میں آئی۔ اور صخرہ کا شاندار گنبد بنوایا گیا۔ عبدالعزیز بن مروان نے جامع مصر کی توسیع کرائی۔

خدمتِ خلق رفاہِ عام کے سلسلے میں بھی اس کی خدمات قابلِ ذکر ہیں۔ ۸۰ھ میں سیل جارف سے مکّہ کے باشندوں کو بڑا بھاری جانی اور مالی نقصان پہنچا تھا۔ عبدالملک نے مناسب مقامات پر مضبوط حصار اور بند بنواکر لوگوں کی حفاظت کا انتظام کردیا۔

شہروں کی آبادی پرانے غیر آباد شہروں کو دوبارہ آباد کرنے کے علاوہ نئے شہر بھی بسائے گئے۔ جن میں واسط کا نام خاص طور پر لیا جاسکتا ہے۔ صرف اس کی فصیل، شاہی محل اور جامع مسجد کی تعمیر میں کروڑوں روپے صرف ہوگئے تھے۔ اردبیل اور بروعہ کے مشہور شہر دوبارہ آباد ہوئے۔

متفرق حالات عبدالملک اپنے عہد کے اکابر علما میں شمار ہوتا تھا۔ وہ ایک نامور فقیہ تھا۔ اور مشاہیر علماء و ائمہ اس کی تیغ علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی کے آخری حصے میں لوگوں نے ان سے دریافت کیا۔ کہ آپ کے بعد ہم امورِ فقہ کی تحقیق سے متعلق کس کے پاس جایا کریں۔ تو فرمایا۔ مروان کے بیٹے (عبدالملک) کے پاس۔

امام شعبی کا قول ہے۔ کہ میں نے علما میں سے صرف عبدالمالک کو اپنے آپ سے فائق پایا۔ حدیث و شعر کے باب میں جب کبھی اس سے مبادلۂ خیالات ہوتا۔ میری معلومات میں کچھ اضافہ ہی ہو جاتا۔

مسندِ خلافت پر متمکن ہونے سے قبل اس کی نماز، تلاوت قرآن اور عبادت مدام ضرب المثل تھی۔ لیکن بعد میں خلافت کی گوناگوں ذمہ داریوں کے باعث یہ التزام قائم نہ رہ سکا۔ پھر بھی وہ سر سے پاؤں تک مذہبی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ چنانچہ اس کی انگوٹھی پر یہ الفاظ کندہ تھے:۔ "آمنت باللہ مخلصا" یعنی میں سچے دل سے خدا پر ایمان لایا۔

فرمانوں اور مراسلوں پر "قل ھو اللہ احد" درج کیا کرتا تھا۔ بادشاہوں کے مراسلوں میں بھی یہی تحریر ہوتی تھی۔ ایک دفعہ قیصر روم نے صدائے اعتراض بلند کی۔ کہ یہ طریقہ بند کر دیجئے۔ ورنہ ہماری جوابی کارروائی آپ کے لئے خوش گوار نہ ہوگی۔ اس پر عبدالملک نے رومی سکہ منسوخ کر کے اسلامی سکہ جاری کیا جس پر قل ھو اللہ اور لا الہ الا اللہ کندہ تھا۔

امام شعبی جیسے نامور امام اس کے مصاحب تھے۔ امام زہری فتویٰ دیتے وقت اس کے عمل کو بطور سند پیش کرتے تھے۔

۱۲

بارھواں باب

ولید اوّل بن عبدالملک

سنہ ۸۶ھ تا ۹۶ھ

عبدالملک کا بڑا بیٹا ولید سنہ ۵۰ھ میں پیدا ہوا۔ اور اپنے باپ کی وفات کے بعد شوال سنہ ۸۶ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔ اگرچہ نازو نعمت کے گہواروں میں جھولنے کے باعث علم وفضل سے بے بہرہ رہا۔ لیکن اصول حکمرانی اور آئین جہاں بانی کے اہم اوصاف اس کی دستار کمال کا طرۂ افتخار تھے۔ والد کی تکفین و تدفین سے فارغ ہو کر جامع دمشق میں خطبہ دیا۔ اور عبدالملک کے محاسن بیان کرنے کے بعد کہا:۔

"لوگو! تمھارے لئے حکومت کی اطاعت اور جماعت کے ساتھ اتحاد لابدی ہے۔ جماعت سے علٰحدہ رہنے والا شیطان کا بھائی ہوتا ہے۔ لوگو! جو شخص وا ئِن مخالفت کو ہوا دے گا۔ اس کا سر توڑ دیا جائے گا۔ اور جو اسے چھپائے گا۔ وہ اسی مرض میں ہلاک ہو جائے گا۔"

ولید کا دور بنی اُمیہ کا دورِ زریں سمجھا جاتا ہے۔ عبدالملک حکومت کے راستے کو مخالفتوں اور شورشوں کے کانٹوں سے صاف کر چکا تھا۔ خارجیوں کی بغاوت پیوندِ زمین ہو چکی تھی حریف طاقتوں کے ٹکڑے اُڑائے جا چکے تھے۔ اس لئے ولید کو کامل سکون و اطمینان سے فتوحات اور اصلاحات کی طرف قدم اٹھانے کا سنہری موقع ملا۔ جس سے اس نے پُورا پُورا فائدہ اٹھایا۔

Marfat.com

ولید کی خوش نصیبی سے اسے محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبد الملک جیسے عظیم الشان سپہ سالار اور نامور فاتحین ہاتھ آ گئے۔ جنھوں نے یورپ اور ایشیا کے میدانوں میں گھوڑے دوڑا کر مشرق اور مغرب میں اسلامی حکومت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ ان چاروں کی فتوحات علٰحدہ علٰحدہ درج کی جاتی ہیں:۔

محمد بن قاسم

یوں تو مدت سے سندھ پر اسلامی حملوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اور ہر دَور میں کچھ نہ کچھ فتوحات بھی حاصل ہوتی تھیں۔ لیکن ولید کو اسے مستقل طور پر فتح کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس خیال کا محرک یہ واقعہ ہوا۔ کہ جزیرہ سراندیپ میں مقیم بعض عرب تاجروں کا انتقال ہو گیا۔ وہاں کا راجہ صلح جُو اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ مراسم پیدا کرنے کا آرزو مند تھا۔ اس نے ان عرب تاجروں کے اہل وعیال کو ایک جہاز کے ذریعے سے واپس روانہ کر دیا۔ اور ولید کے دربار میں پیش کرنے کے لئے قیمتی تحفے بھی بھیجے۔

دیبل کے قریب راجہ داہر حاکم سندھ کے سپاہیوں نے جہاز پر حملہ کر کے اسے لُوٹ لیا۔ اور عرب عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا۔ ایک عورت بے ساختہ فریاد کرنے لگی۔ کہ حجاج المدد! حجاج کو اطلاع ملی۔ تو اس پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ جواب میں بول اٹھا "میں ابھی مدد کو آتا ہوں"۔

حجاج نے داہر کو لکھا۔ کہ "ہماری بے گناہ عرب عورتوں اور بچوں کو واپس کر دو"۔ مگر داہر فتنہ انگیز آدمی تھا۔ اس نے جواب دیا۔ "یہ کام سمندری ڈاکوؤں کا ہے۔ میں اس معاملے میں بے بس ہوں"۔

اس پر حجاج نے عبداللہ اُسلمی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سندھ پر فوج کشی کرنے کے لئے بھیجا۔ عبداللہ جنگ میں کام آئے۔ ان کے بعد بدیل بن طہفہ بجلی کو عمان سے دیبل پہنچنے کا فرمان بھیجا۔ وہ فوراً چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ اور نہایت پامردی سے تیغ شجاعت کے جوہر دکھائے۔ لیکن اسی دوران میں گھوڑے سے گر کر شہید ہو گئے۔

حجاج کو اس شکست کی خبر ہوئی۔ تو اسے سخت صدمہ ہوا۔ اس نے اب کے اس نے اپنے نوجوان چچیرے بھائی محمد بن قاسم ثقفی والیٔ فارس کو چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ

سندھ کی مہم پر بھیجا۔

محمد بن قاسم پہلے مکران آیا۔ چند روز وہاں قیام کر کے قنز پور (پنج گور) کی طرف پیش قدمی کی۔ اور اسے فتح کر کے ارمابیل (ارمن بیلہ) کو مسخر کیا۔

ارمن بیلہ کے بعد دیبل پہنچ گیا۔ اور چلتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اپنی فوج کے آگے خندق کھود کر صف آرائی کی۔ اور منجنیق بھی نصب کر دیئے۔ ان میں وہ مشہور تاریخی قلعہ شکن منجنیق (عروس) بھی تھا۔ جسے پان سو آدمی کھینچتے تھے۔ مسلمانوں نے مدت تک محاصرہ جاری رکھا۔ لیکن اہلِ شہر برابر مدافعت کرتے رہے۔ اور نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

حجاج کو ان مایوس کن حالات کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے منجنیق سے سنگ باری کرنے کے متعلق ہدایت لکھ کر بھیجی۔ جونہی اس کی تعمیل کی گئی۔ دیبل کا گنبد ٹکرا کر ٹکڑے ہو گیا۔ اور ساتھ ہی اہلِ شہر کی کمر ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور انھوں نے زور شور سے حملہ کر دیا۔ چند سرفروش مسلمان کمند لگا کر فصیل پر چڑھ گئے۔ شہر والوں کے جی چھوٹ گئے۔ حاکم نے راہِ فرار اختیار کی۔ اور مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔

محمد بن قاسم نے دیبل میں چار ہزار مسلمانوں کو آباد کیا۔ اور ایک جامع مسجد تعمیر کرائی۔

دیبل سے محمد بن قاسم نے نیرون کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے راجہ نے صلح کر لی۔ گراں بہا تحائف پیش کیے۔ اور مسلمانوں کی بہت خاطر مدارات کی۔

نیرون کے بعد محمد بن قاسم یلغار پر یلغار کرتا ہوا آگے بڑھتا اور راستے کے مقامات کو مسخر کرتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک دریا کو عبور کر کے سربیدس (شمری ویدس) پر چڑھائی کی۔ وہاں کے حاکم نے خراج ادا کر کے صلح کر لی۔

اب محمد بن قاسم دریائے سندھ کی طرف بڑھا۔ اور تھوڑی سی فوج سیوستان (سہوان) کو فتح کرنے کے لئے روانہ کی۔ وہاں کے باشندوں نے خراج پر اطاعت قبول کر لی۔ دریائے سندھ کو عبور کر کے محمد بن قاسم راجہ داہر کے علاقے میں پہنچ گیا۔

Marfat.com

محمد بن قاسم نے دیکھا۔ کہ راجہ داہر دوسرے راجاؤں کے ساتھ ٹڈی دَل فوج لئے پڑا ہے۔ ہاتھیوں کی صف بندی ایک مرعوب کُن سماں پیش کر رہی تھی۔ راجہ داہر بھی ایک سفید ہاتھی پر سوار تھا۔ طرفین میں خوں ریز معرکہ ہوا۔ جس میں راجہ داہر مارا گیا۔ اور محمد بن قاسم نے فتح کا پرچم لہرایا۔

اس کے بعد محمد بن قاسم شہر پہ شہر فتح کرتا چلا گیا۔ اور راور، برہمن آباد، ساوندری، بسمد اور رور کو زیر نگیں کیا۔ اس مہم میں بہت سے کفار و مشرکین نے اسلام قبول کیا۔ فاتح مسلمانوں نے انتہائی رواداری سے کام لیتے ہوئے بُت خانوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔ رور میں ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی۔

رور سے چل کر محمد بن قاسم نے سکہ پر قبضہ کیا۔ پھر ملتان پہنچا۔ وہاں کے راجہ گور سنگھ نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ مگر اہلِ شہر ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر ایک ملتانی کے بتانے پر مسلمانوں نے قلعے کے کمزور حصے پر سنگ باری کر کے اس میں شگاف کر دیا۔ اہلِ شہر نے باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق ملتانی کے پتہ بتانے پر مسلمانوں نے وہ تالاب یا نہر بند کر دی جس سے اہلِ قلعہ پانی لیتے تھے۔ انھوں نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دئے۔ اور مسلمان فتح کے پھریرے اُڑاتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے۔

ملتان بدھوں کا مشہور تیرتھ تھا۔ اس لئے یہاں کے مندر میں سونے چاندی کا مِنہ برستا تھا۔ یہ ساری دولت مسلمانوں کے قبضے میں آئی۔ بلاذری کا قول ہے۔ کہ ۱۸ گز لمبا اور ۱۰ گز چوڑا کمرہ سونے سے بھرا ہوا تھا۔ اسی لئے عرب ملتان کو "سونے کی کان" کہنے لگے۔

اس کے بعد محمد بن قاسم نے بیلمان، سرشت اور کیرج کو یکے بعد دیگرے فتح کیا۔ اس دوران میں ولید بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا محمد بن قاسم کی باقی فتوحات سلیمان کے عہد میں بیان کی جائیں گی۔

Marfat.com

قتیبہ بن مسلم

۸۶ھ میں حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ قتیبہ نے وہاں پہنچ کر جہاد کے موضوع پر ایک گرجتی برستی تقریر کی۔ جسے سن کر بہت سے مسلمان اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جانیں قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ترکستان کے چھوٹے چھوٹے حکمران باج گزار بن جانے کے باوجود کبھی کبھی بغاوت کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے۔ چنانچہ بخارا اور سمرقند کے نواح میں شورش و سرکشی کی چنگاریاں اڑنے لگیں علاوہ بریں بعض حصوں کا تسخیر کرنا ابھی باقی تھا۔ لہٰذا قتیبہ ترکستان پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔

قتیبہ نے طالقان کی حدود میں قدم رکھا۔ تو سرداران بلخ نے اسے اپنی خدمات پیش کیں۔ جیحوں کو عبور کرنے پر صفانیان کے حاکم نے سر اطاعت خم کرتے ہوئے بیش بہا تحائف کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اور اپنے یہاں مہمان رکھا۔

یہاں سے قتیبہ نے آخرون وشومان (طخارستان) کا رخ کیا۔ وہاں کے حاکم نے صفانیاں کی تقلید میں اطاعت قبول کر لی۔

پھر قتیبہ مفتوحہ علاقے کو اپنے بھائی صالح کی نگرانی میں چھوڑ کر مرو لوٹ آیا۔ صالح نے نصر بن سیار کے ساتھ مل کر کاشان، فرغانہ، اشت بینخر اور خشک فتح کئے۔

نیزک والی باد غیس کے پاس کچھ مسلمان قید تھے۔ قتیبہ نے نیزک کو لکھا۔ انھیں رہا کر دو۔ نیزک نے ان کو آزاد کر کے صلح کر لی۔

۸۷ھ میں قتیبہ نے بخارا کے شہر بیکند پر حملہ کیا۔ اہل شہر نے مقابلہ کیا۔ لیکن پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ قتیبہ نے فصیل کو مسمار کر دینے کا حکم دیا۔ بخاریوں نے مصلحتاً صلح کر لی۔ قتیبہ وہاں ایک عامل مقرر کر کے لوٹ گیا۔

ابھی قتیبہ چند ہی میل گیا تھا۔ کہ اہل بیکند نے عامل اور اس کے عملہ کا خاتمہ کر دیا۔ قتیبہ آگ بگولا ہو کر فوراً واپس چلا آیا۔ اور شہر پناہ کو توڑ دینے کا فرمان صادر کیا۔ شہر والوں نے پھر صلح کی التجا کی۔ لیکن قتیبہ نے ان کی پہلی عہد شکنی کی بنا پر اسے مسترد کر دیا۔ اور بزور شمشیر شہر پر قبضہ کر کے تمام جنگجو دشمنوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ یہاں قتیبہ

Marfat.com

کو اَن گنت اسلحہ ، سونے چاندی کے برتن اور کثیر المقدار دوسرا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر وہ مرو لوٹ آیا۔

۸۸ھ میں قتیبہ نومشکث کو مسخر کر کے امشنہ پہنچا۔ وہاں کے باشندوں نے صلح کر لی اس لئے وہ واپس چلا گیا۔ راستے میں شاہ چین کے بھتیجے نے دو لاکھ ترکوں سغدوں اور اہلِ فرغانہ کی جرار فوج کے ساتھ قتیبہ کے لشکر کے پچھلے حصّے پر حملہ کر دیا۔ قتیبہ نے مسلمانوں کی تعداد قلیل کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ اور دو لاکھ کے لشکرِ عظیم کے چھکے چھڑا کر اسے شکست فاش دی۔ اس معرکے میں نیزک حاکم بادغیس نے بڑی جانبازی سے مسلمانوں کو مدد دی۔

قتیبہ ترمذ کی راہ مرو واپس آ گیا

۸۹ھ میں قتیبہ نے خاص بخارا پر حملہ کیا۔ ایک روایت کے مطابق وردان خدا حاکم بخارا نے جنگ کئے بغیر سرِ اطاعت خم کر دیا۔

دوسری روایت یہ ہے۔ کہ شاہ بخارا نے نہایت بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور قتیبہ ناکام ہو کر مرو لوٹ آیا۔

حجاج کو خبر ہوئی۔ تو اس نے جنگ کا نقشہ تجویز کر کے مفصّل ہدایات دیتے ہوئے قتیبہ کو دوبارہ حملہ کرنے کے لئے لکھا۔

۹۰ھ میں قتیبہ نے دوبارہ حملہ کیا۔ حاکم بخارا نے سغدوں اور ترکوں سے امداد طلب کی۔ لیکن مدد پہنچنے سے پہلے ہی قتیبہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

ترکوں اور سغدوں کی حمایت سے اہلِ بخارا کی ڈھارس بندھی۔ اور سوکھے دھانوں پانی پڑ گیا۔ ترک ایسی سرفروشی اور بہادری سے لڑے۔ کہ ایک دفعہ اسلامی لشکر کے ایک حصّے کو پیچھے ہٹا کر لشکر گاہ تک پہنچا دیا۔ مسلمان عورتوں نے للکارتے ہوئے جنگ جوؤں کے گھوڑوں کو میدان کارزار کی طرف دھکیل دیا۔

مسلمان بہادروں کو بڑی غیرت آئی۔ انھوں نے سنبھل کر نہایت شدّت سے حملہ کرتے ہوئے دشمن کو پیچھے ہٹا دیا۔ حریف فوج کے جوان ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئے

درمیان میں نہر تھی۔ قتیبہ کی ولولہ انگیز للکار سن کر بنی تمیم کے سردار وکیع اور ہریم اپنے بہادروں کے ساتھ نہر کو عبور کر کے دشمن پر پل پڑے۔ ترک اور سغد اس خونریز اور بے پناہ حملے کی تاب نہ لاکر بے دم ہو گئے۔ وردان خدا بھاگ کھڑا ہوا۔ اور بخارا پر فتح اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

شاہ بخارا کی شکست سے شاہ سغد پر ایسی وحشت چھائی۔ کہ اس نے قتیبہ سے صلح کی درخواست کی۔ قتیبہ نے فدیہ لے کر صلح کر لی۔

بادغیس کا حاکم نیزک قتیبہ کا رفیق اور حامی تھا۔ لیکن مسلمانوں کی شان دار فتوحات دیکھ کر اس پر رعب چھا گیا۔ اور قتیبہ کی طرف سے خوف زدہ ہو کر اس سے اجازت لینے کے بعد طخارستان واپس چلا آیا۔ یہاں اس نے بلخ، مرو، روز، طالقان، فاریاب، جوزجان وغیرہ کے رئیسوں سے ساز باز کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور مسلمان حاکم طخارستان سے خارج کر دیا۔

قتیبہ کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ بروقان روانہ کیا۔ اور خود زبردست تیاری کر کے باغیوں کی گوشمالی کے لئے نکلا۔

پہلے طالقان آیا۔ اور ایک خونریز معرکے کے بعد اسے فتح کیا۔ کثیر التعداد اہل طالقان کھیت رہے۔ ایک روایت کے مطابق یہاں کے سردار نے ہتھیار ڈال دئے۔ اس لئے قتیبہ نے اسے معاف کر دیا۔

پھر قتیبہ نے فاریاب کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے حاکم نے سر اطاعت خم کر دیا۔ پھر جوزجان کی طرف بڑھا۔ وہاں کا حاکم بھاگ کھڑا ہوا۔ اور باشندوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر بلخ پہنچا۔ اور ایک روز ٹھہر کر نیزک کی تلاش میں نکلا۔ یونہی ڈھونڈتے ہوئے خلم کی نہایت پُر پیچ اور دشوار گزار گھاٹی میں جہاں نیزک چھپا ہوا تھا۔ اپنے بھائی عبدالرحمٰن سے جو پہلے تعاقب میں تھا۔ جا ملا۔

نیزک نے قتیبہ کے آنے کی خبر پاتے ہی گھاٹی کے دہانے پر ایک محافظ دستہ متعین کر دیا۔ اور پشت پر ایک جمعیت کو چھوڑ کر خود بغلان کی جانب نکل بھاگا۔

Marfat.com

قتیبہ کو قلعے تک پہنچنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اور وہ عجب کشمکش و پیچ میں پڑ گیا۔ اسی اثنا میں اتفاق سے ایک پہاڑی قتیبہ کے پاس آیا جس نے پوشیدہ راستہ بتا دیا۔ مسلمانوں کا ایک دستہ اس پہاڑی کے ساتھ جاکر آفت ناگہانی کی طرح اہلِ قلعہ پر ٹوٹ پڑا۔ وہ اچانک اور ہولناک حملے کی تاب نہ لا سکے۔ بہت سے مارے گئے۔ باقی بھاگ نکلے نیزک وادیٔ فرغانہ کو عبور کرکے کرز کی گھاٹی میں پناہ گزیں ہوا۔ قتیبہ بھی تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ یہ گھاٹی بھی محفوظ اور دشوار گزار تھی۔ قتیبہ نے محاصرہ کیا۔ اور دو مہینے تک وہیں پڑا رہا۔

اس دوران میں نیزک کے آدمی چیچک میں مبتلا ہوئے۔ اور ان کا سامانِ رسد بھی ختم ہو گیا۔ قتیبہ کو بھی سردی کا موسم قریب آجانے کے باعث پریشانی لاحق ہوئی۔

قتیبہ نے نیزک کے ایک معتمد علیہ شخص سلیم کو اس کے پاس بھیجا۔ کہ وہ کسی نہ کسی حیلے سے اسے امان کا وعدہ دیئے بغیر لے آئے۔ سلیم اسے عفو خطا کے بہانے سے لے آیا۔ قتیبہ نے نیزک اور اس کے ہمراہیوں کو قید و بند میں ڈال دیا۔ اور حجاج سے رائے طلب کی۔ نیزک کا جرم بڑا سخت تھا۔ اس نے مسلمانوں سے نقض عہد کرنے کے ساتھ ہی دوسرے حاکموں کو بھی باغی بنا دیا تھا۔ اس لئے حجاج نے اس کے قتل کا فرمان صادر کیا۔

چنانچہ نیزک اور اس کے سات سو ہمراہی تہ تیغ کر دیئے گئے۔ لیکن نیزک کے آقا اور طخارستان کے حقیقی فرماں روا جبغویہ کی جان بخشی کر دی گئی۔

نیزک کے بعد قتیبہ نے دوسرے باغی حاکموں کی سرکوبی پر توجہ مبذول کی۔ چنانچہ حاکم شومان کے پاس قاصد بھیجے۔ کہ اگر اب بھی وہ راہ راست پر آجائے۔ تو اسے معاف کر دیا جائے گا لیکن وہ غرور و نخوت کی ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ اور قاصدوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے کے بعد ایک کا سر قلم کر دیا۔ دوسرے نے بھاگ کر جان بچائی۔ اس پر قتیبہ نے مجبور ہو کر اس پر چڑھائی کی۔ اس نے قلعے میں پناہ لی۔ قتیبہ نے قلعے پر پتھروں کی بارش کر کے اس میں شگاف کر دیا۔ شومان نے میدان میں نکل کر مقابلہ کیا۔ اور مارا گیا۔

Marfat.com

اس کے بعد کش اور نسف کو مسخر کر کے طرخون حاکم سغد سے خراج وصول کیا۔

۹۳ھ میں خوارزم شاہ قتیبہ کا مطیع و منقاد ہوا۔ تفصیل یہ ہے۔ کہ خوارزم شاہ بہت کمزور حکمران تھا۔ اس کا بھائی خرزاد اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر سلطنت پر متصرف ہو گیا۔ اور اسے ایک عضو معطل بنا کر بٹھا دیا۔ رعایا اس کے ظلم و ستم سے چیخ اٹھی۔ خوارزم شاہ نے قتیبہ سے کہلا بھیجا۔ کہ "اگر آپ مجھے میرے بھائی کے دست ستم سے نجات دلا دیں۔ تو میں آپ کی اطاعت قبول کر لوں گا

قتیبہ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔ اور خرزاد اور اس کے دوسرے دشمنوں کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھجوا دیا۔ خوارزم شاہ نے سب کا خاتمہ کر کے ان کا زر و مال قتیبہ کے حوالے کر دیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ جب خوارزم شاہ کو اس کی سلطنت واپس دلا دی گئی تو رعایا نے اس کی کمزوری کے باعث اسے تہ تیغ کر دیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد قتیبہ نے خوارزم کی عنانِ حکومت اپنے بھائی عبید اللہ کے ہاتھ میں دے دی۔

سمرقند کی فتح

مدت دراز سے اہلِ سمرقند اور مسلمان باہم حلیف تھے۔ لیکن ترکستان کی جنگوں میں سمرقندیوں نے مصالحانہ عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر حکام ترکستان کی امداد کی۔ اس لئے قتیبہ نے سمرقند پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے بھائی صالح کو سمرقند کی طرف بھیج کر چند روز کے بعد خود بھی خوارزم اور بخارا والوں کو ہمراہ لئے اس سے جا ملا۔

سغد مقابلے کی تاب نہ لا کر شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے ایک مہینے تک محاصرہ جاری رکھا۔ سغدوں نے تنگ آ کر شاش اور فرغانہ وغیرہ ہمسایہ حکمرانوں کو لکھا کہ آج ہمارا یہ حال ہو رہا ہے۔ کل تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ اس لئے ہماری حفاظت کو اپنی حفاظت سمجھ کر جلد مدد کے لئے آؤ۔ ان حکمرانوں نے باہم مشورے کے بعد خاقان چین کے بیٹے کی زیر سرکردگی ایک زبردست لشکر مدد کے لئے بھیج دیا قتیبہ کو خبر ہوئی۔ تو اس نے صالح کے زیر قیادت چیدہ چیدہ بہادروں کا ایک

دستہ حریف کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کیا۔ صالح نے تھوڑی فوج دائیں بائیں گھاٹیوں میں چھپادی۔ اور ایک حصے کو دشمن کے راستے میں متعین کیا۔ نصف شب کے بعد حریف کا لشکر آیا۔ اور اس نے مسلمانوں پر ہلّہ بول دیا۔ مسلمانوں نے شدت سے مدافعت کی۔ اتنے میں کمین گاہوں سے مسلمان آفت ناگہانی بن کر بارش کی طرح دشمن پر برس پڑے۔ اس نے ہر چند نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر میں منہ کی کھائی۔ بڑے بڑے سردار خاک و خون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہو گئے۔ بہت سے شہزادے اور امرا و شرفا گرفتار ہوئے۔ اکثر نے راہِ فرار اختیار کی۔ بہت سے اسلحہ اور دوسرا سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

سغدیوں کو اس شکست فاش کی اطلاع ملی۔ تو ان کے جی چھوٹ گئے۔ ادھر قتیبہ نے محاصرے کو شدید تر کرتے ہوئے منجنیقوں سے قلعے پر سنگ باری کر کے اس کا ایک حصہ توڑ ڈالا۔ مسلمان بہادر ڈھالوں سے چہرے بچاتے ہوئے فصیل کے گرے ہوئے حصے پر پہنچ گئے۔

اب اہل سمرقند کے لئے قبول اطاعت کے سوا چارہ نہ تھا۔ چنانچہ انھوں نے حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی :۔

(۱) اہلِ سمرقند بارہ لاکھ سالانہ خراج ادا کریں گے۔

(۲) امسال تیس ہزار سوار دیں گے۔

(۳) شہر میں مسلمانوں کے فاتحانہ داخلے کے وقت مسلح آبادی شہر چھوڑ کر چلی جائے گی۔

(۴) اہلِ شہر تین دن تک مسلمانوں کی دعوت کریں گے۔

(۵) بُت خانے اور آتش کدے مسلمانوں کے اختیار و اقتدار میں ہوں گے۔

(۶) مسلمان یہاں مسجد تعمیر کر کے نماز ادا کریں گے۔ اور خطبہ دیں گے۔

چنانچہ مسلمان فتح و ظفر کے پھریرے اُڑاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ قتیبہ نے بتوں کو نذرِ آتش کرنے کا فرمان جاری کیا۔ غوزک نے کہا۔ میری مخلصانہ رائے ہے۔ کہ انھیں آگ نہ دو۔ ورنہ تم پر ہلاکت آئے گی۔ قتیبہ نے کہا۔ چہ خوش! اب تو میں انھیں اپنے

ہاتھ سے بتی دکھاؤں گا۔ چنانچہ ان کے پگھلائے جانے پر پچاس ہزار مثقال سونا برآمد ہوا۔ سغدیوں نے اپنے دیوتاؤں کی بیچارگی پر نظر ڈالی۔ تو اسی وقت ان کی بھاری تعداد اسلام سے مشرف ہو گئی۔

قتیبہ نے سمرقند میں مسلمانوں کو آباد کیا۔ ایک مسجد تعمیر کر کے باجماعت نماز پڑھی۔ اور خطبہ دیا۔

۹۴ھ میں قتیبہ نے جیحوں کو عبور کر کے بخارا و خوارزم کی بیس ہزار فوج سے شاش کو فتح کرایا۔ اور خود فرغانہ کا رخ کیا۔ راستے میں خجندیوں سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ انھیں شکست دے کر قتیبہ نے کاشان کو سخر کیا۔ پھر مرو لوٹ آیا۔

چین پر حملہ اور خاقان کا قبول اطاعت

خاقان چین بھی سمرقندیوں کی امداد میں پیش پیش تھا۔ اس لئے ۹۵ھ میں قتیبہ نے چین پر حملہ کرنے کی زبردست تیاری کی۔ مجاہدین کے بیوی بچوں کو سمرقند چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ وہاں ایک اسلامی بستی بسائی جائے۔ اور خود فرغانہ کی راہ لی۔ وہاں سے کاشغر تک پہاڑی راستہ درست کرا کے سردار کبیر کے زیر کمان ایک لشکر چین کی طرف بھیجا۔ کبیر کاشغر کو سخر کرتا ہوا چین کے اندر دور تک بڑھتا چلا گیا۔

خاقان چین مسلمانوں کی ہمت دیکھ کر چوکڑی بھول گیا۔ اور قتیبہ کو کہلا بھیجا۔ کہ میں تمھارے مقاصد اور مذہب کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

قتیبہ نے ہبیرہ بن مشرح کو دس دانش مند اور فصیح انسان آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ وفد کئی دن تک وہاں رہا۔ اور خاقان چین اور امرائے دربار سے متعدد ملاقاتیں کیں۔ آخری گفتگو میں خاقان نے ہبیرہ سے کہا۔ "تم معقول آدمی نظر آتے ہو۔ واپس جا کر اپنے سردار سے کہو۔ کہ لوٹ جانے ہی میں خیر ہے۔ مجھے تمھارے لشکر کی قلت تعداد کا علم ہو چکا ہے۔ اگر تم نے ضد نہیں چھوڑی تو میری فوج تمھیں تہس نہس کر ڈالے گی۔

ہبیرہ نے جواب میں کہا۔ "اس لشکر کو تھوڑا کون کہہ سکتا ہے۔ جس کا ایک سرا چین میں ہو۔ اور دوسرا شام میں۔ ہم موت اور قتل کو کھیل سمجھتے ہیں۔ اس سے مت نہیں

ڈرتے۔ ہمارا پختہ عقیدہ ہے۔ کہ موت کا ایک دن معین ہے۔ اگر جہاد کے میدان میں آ ئے تو ہماری نہایت خوش قسمتی ہے۔

اسلامی وفد کی اس بے باکی اور جرأت سے خاقان چین پر رعب چھا گیا۔ وہ بول اٹھا "تمہارا سردار کن شرطوں پر صلح کرے گا؟"

ہبیرہ نے کہا " اس نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ جب تک تمہاری زمین کا چپہ چپہ پامال نہ کرے۔ ارکان شاہی کی مہریں نہ لگا دے۔ اور جزیہ وصول نہ کر لے۔ واپس نہیں جائے گا"

خاقان نے جواب دیا۔ "بہت اچھا۔ تمہارے سردار کی قسم پوری کر دی جائے گی"۔ پھر اس نے سونے کے تھالوں میں کچھ مٹی، جزیہ، گراں بہا تحفے اور چار شہزادے قتیبہ کے پاس بھیج دیئے۔ قتیبہ نے صلح کا یہ نذرانہ قبول کر لیا۔ مٹی کو پاؤں سے روند ڈالا۔ شہزادوں کے مہریں لگا کر واپس بھیج دیا۔ اور جزیہ لے لیا۔

قتیبہ حملے کا ارادہ فسخ کر کے مرو لوٹ گیا۔

موسیٰ بن نصیر

اسی دوران میں مسلمانوں کی ظفریابی کا رُخ یورپ کی طرف پھرا۔ اور موسیٰ بن نصیر اور اس کے آزاد کئے ہوئے غلام طارق بن زیاد نے یورپ کی تاریک سرزمین کو اسلام کے آفتاب عالم تاب سے روشن کرنے کا اولین فخر حاصل کیا۔ ولید کے عہد میں موسیٰ بن نصیر والی افریقہ کے طور پر قیروان میں قیام پذیر تھا۔

یورپ کی جنوبی و مغربی جانب ایک جزیرہ نما ہے۔ جو ہسپانیہ یا اندلس کے نام سے مشہور تھا۔ یہ ملک اپنی سرسبزی و شادابی، زرخیزی، آب و ہوا کی خوش گواری اور دولت و ثروت کے اعتبار سے یورپ بھر میں ممتاز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ہمیشہ نئے نئے فاتحین کی جولان گاہ بنتا رہا۔ یہاں صدیوں سے گاتھ خاندان کا خورشید حکومت تجلیاں برسا رہا تھا۔ ساتویں صدی میں توان کا نیر عروج و اقبال نصف النہار پر پہنچ گیا تھا اور تہذیب و ثقافت اور جاہ و جلال کے لحاظ سے یہ حکومت سلطنت روما کی قائم مقام تصور

Marfat.com

کی جاتی تھی۔

آٹھویں صدی کے شروع میں اگرچہ حکومت کی ظاہری شان وشوکت قائم تھی لیکن داخلی حالت زیر و زبر ہو رہی تھی۔ غلامی کا دور دورہ تھا۔ غلام کی گاڑھے پسینے سے کمائی ہوئی دولت آقاکی رنگ رلیوں میں صرف ہوتی تھی۔ حکومت کلیسا کے زیرِ اثر تھی۔ حکمران پادریوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی بنے ہوئے تھے۔ رعایا کا ہر فرد حکومت کے جبر و تشدد اور امراء و رؤسا کے ظلم و ستم کا شکوہ سنج تھا۔ یہودیوں کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک کیا جا رہا تھا۔ امیروں کے محلوں اور پادریوں کی خانقاہوں میں خوب صورت عورتیں تیتریوں کی طرح رقص کرتی پھرتی تھیں۔

اندلس کے بادشاہ ڈیزا نے اصلاحات کی طرف قدم بڑھا کر ملک کی حالت کو کسی قدر درست کیا۔ لیکن پادریوں کے اقتدار میں مداخلت کرنا تخت و تاج سے ہاتھ دھونا تھا۔ اس لئے تمام پادری اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ اور یہود نوازی کے جرم کی آڑ لئے ہوئے اسے تخت سے اُتار کر ایک جہاں دیدہ سپہ سالار راڈرک کو سریر آرائے سلطنت کر دیا۔ اس نے مصلحت بینی اور عاقبت اندیشی سے کام لے کر پادریوں کے اختیارات بحال کر دیئے۔

قوم گاتھ میں یہ رواج تھا۔ کہ ان کے اکابر و عمائد کی اولاد قصر شاہی میں تعلیم و تربیت پاتی تھی۔ اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ وہ یرغمال کے طور پر رہیں۔ چنانچہ ایک یونانی سردار کاؤنٹ جولین حاکم سبتہ کی نہایت حسین و جمیل بیٹی فلورنڈا بھی محل سرا کی زینت تھی۔ راڈرک اس پر ریجھ گیا۔ اور اس کی آبرو پر دست درازی کی۔

لڑکی نے باپ کو اس مصیبت سے آگاہ کیا۔ یہ خبر پاتے ہی اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور کاؤنٹ جولین نے راڈرک کے تختِ حکومت کو تختہ گور بنا دینے کا عزم کر لیا۔

جولین نے اسقف اشبیلیہ کے ہمراہ قیروان پہنچ کر موسیٰ بن نصیر والیٔ افریقہ سے ملاقات کی۔ موسیٰ نے اپنے محترم مہمان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور آنے کی وجہ دریافت کی۔ جولین نے اپنی داستانِ درد بیان کرنے کے بعد موسیٰ سے درخواست کی۔ کہ وہ اندلس

Marfat.com

پر فوج کشی کرکے ایسے عیاش، ظالم اور کندۂ ناتراش بادشاہ کی حکومت کا تختہ اُلٹ دے۔ ساتھ ہی اس نے اندلس کی شادابی و زرخیزی۔ زر و جواہر اور حکومت کی کمزوریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے امکانی امداد دینے کا وعدہ بھی کیا۔

موسیٰ نے دربارِ خلافت سے اجازت طلب کی۔ وہاں سے جواب آیا۔ کہ تجربے کے بغیر مسلمانوں کو طوفانی سمندر میں دھکیل دینا مناسب نہیں۔ حالات معلوم کرنے کے بعد اس مہم کو شروع کرنا بہتر ہوگا۔ موسیٰ نے لکھا۔ کہ سمندر نہیں۔ صرف ایک معمولی خلیج ہے جس کی اِس طرف سے اُس طرف کی چیزیں صاف دکھائی دیتی ہیں۔

اس پر ولید نے اجازت دے دی۔ اور ۹۱ھ میں موسیٰ نے طریف بن مالک کو حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے بہادرانہ تاخت و تاراج سے کافی مالِ غنیمت حاصل کرکے مراجعت کی۔

۹۲ھ میں موسیٰ نے اپنے مایۂ ناز سپہ سالار طارق بن زیاد حاکم طنجہ کو سات ہزار بربری فوج کی معیت میں کاؤنٹ جولین کی زیر رہنمائی روانہ کیا۔ اور طارق نے آبنائے کو عبور کرکے جبل الطارق پر ڈیرے ڈال دیئے۔

طارق نے ساحلِ اندلس پر اترتے ہی ان کشتیوں کو آگ لگا دی۔ جن میں ان کا لشکر سوار ہو کر آیا تھا۔ اتفاقاً راڈرک کا ایک نامور سپہ سالار تھیوڈومیر حاکم مرسیہ اسی قرب و جوار میں اُترا ہوا تھا۔ اس نے اس نووارد فوج پر حملہ کر دیا۔ لیکن شکست فاش کھا کر بھاگ گیا۔ اُس پر مسلمان مجاہدین کی اس قدر دہشت چھائی۔ کہ رڈرک کو یہ اطلاع دی:-

"اے بادشاہ! ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے۔ کہ نہ میں ان کے نام سے واقف ہوں۔ نہ وطن اور اصل و نسل سے۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ وہ کہاں سے آ گئے ہیں۔ زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اُترے ہیں۔"

راڈرک ان دنوں باغیوں کی گوشمالی کے لئے بلبلونہ میں قیام پذیر تھا۔ یہ خبر پاتے ہی وہ ایک لاکھ کی ٹڈی دل فوج لے کر طارق کے بالمقابل خیمہ زن ہو گیا۔ راڈرک کی

Marfat.com

زبردست تیاریوں کی اطلاع پاکر طارق نے اپنے سردار موسیٰ بن نصیر سے مزید کمک طلب کی۔ اس نے پانچ ہزار کی جمعیت اور بھیج دی جس سے اسلامی لشکر کی کل تعداد بارہ ہزار ہوگئی۔

آخر ۲۸ رمضان المبارک ۹۲ھ کو وادی لکہ کے کنارے دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ اور طرفین صف آرائی میں مشغول ہوگئے۔ طارق نے مجاہدین اسلام کی مٹھی بھر جماعت کے سامنے حسب ذیل ولولہ انگیز تقریر کی :-

"لوگو! اب میدان کارزار سے بھاگنے کی کوئی صورت نہیں۔ پیچھے دریا ہے۔ اور آگے دشمن۔ واللہ شجاعت اور ثبات ہی میں کامیابی ہے۔ یہی وہ مظفر و منصور لشکر ہیں۔ جو مغلوب نہیں ہوسکے۔ یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ تو شمار کی کمی سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اور کم ہمتی، سستی، بے دلی، پھوٹ اور تکبر کے ساتھ تعداد کی زیادتی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

"لوگو! میرے اشارے پر چلو۔ اگر میں حملہ کروں۔ تو تم بھی چڑھائی کردو۔ اور اگر میں تھم جاؤں۔ تو تم بھی تھم جاؤ۔ لڑائی کے وقت تمام مجاہدین متفق ہوکر ایک جسم بن جاؤ۔ میں اس باغی راڈرک پر حملہ آور ہوکر دست بدست مقابلہ کروں گا۔ اگر میں اس حملے میں کام آجاؤں۔ تو افسوس اور رنج نہ کرنا۔ اور میرے بعد نا گوار بحثوں میں الجھ کر لڑ نہ بیٹھنا۔ اس سے تمہاری ساکھ جاتی رہے گی۔ تم دشمن کے مقابلے میں پشت دکھادو گے۔ اور قتل و اسیر ہوکر تباہ ہوجاؤ گے۔

"دیکھنا! ذلت پر رضامند نہ ہونا۔ اور اپنے آپ کو دشمن کے سپرد نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مشقت کے ذریعے سے دنیا میں تمہارے لئے جو اعزاز، فخر مسرت اور آخرت میں شہادت کا ثبوت لکھا ہے۔ اس کی طرف پیش قدمی کرو اللہ کی پناہ اور تائید کے باوجود اگر تم ذلت پر رضامند ہوگئے۔ تو سخت نقصان میں رہو گے۔ دوسرے مسلمان الگ تمہیں برے لفظوں سے یاد کریں گے۔ بس جونہی میں حملہ آور ہوں۔ تم بھی جھٹ حملہ کردو۔

Marfat.com

ہاں ۔ اگر تم نے ذرا بھی بزدلی کا اظہار کیا۔ تو جریدۂ عالم سے تمہارا نام حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ لیکن اگر ہمت اور جرأت کا مظاہرہ کیا۔ تو اس ملک کے زرو جواہر تمہارے قدموں پر نثار ہوں گے ۔ امیرالمومنین نے تمہاری شجاعت اور سرفروشی پر بھروسا کر کے تمہیں اعلاء کلمۃ الحق اور غلبۂ اسلام کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ وہ ذات اقدس و اعلیٰ اس مقدس مہم میں جس کا ذکر دنیا میں زندہ رہے گا۔ اور جسے عاقبت میں بھی فراموش نہ کیا جائے گا۔ تمہاری پشتیبانی کرے گی۔"

اگلے روز دریائے والدیٹ کے ساحل پر مقابلہ ہوا۔ راڈرک نہایت شان و شکوہ کے ساتھ میدان کارزار میں آیا۔ وہ آگے آگے ہاتھی دانت کی زرق برق گاڑی میں سوار تھا سر پر شاہی چتر کا سایہ، شاہانہ لباس کے جواہرات آنکھوں میں چکاچوند کا عالم پیدا کر رہے تھے۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے مسلح گارڈ اور ایک لاکھ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا سب سے پیچھے ہزاروں باربرداری کے جانوروں پر دشمن کے اسیران جنگ کو باندھنے کے لئے رسے لدے ہوئے تھے۔

دوسری طرف سفید عمامے باندھے، بکتر پوش، شمشیر بند اور نیزہ بدست بارہ ہزار جانباز مجاہدین اسلام تھے۔ اُدھر غرور سے گردنیں بلند۔ ادھر عاجزی سے بارگاہ جلیل و قدیر میں سرخم۔ اُدھر بے پناہ فوجی طاقت پر اعتماد۔ ادھر صرف ایمانی قوت پر تکیہ۔ وہ اپنے وطن میں نبرد آزما اور ہر قسم کی امداد سے پُر اُمید۔ یہ پردیس میں ستیزہ کار اور بے یار و مددگار۔ چند روز تو معمولی چپقلش میں گزر گئے۔ آخر ۵ شوال المکرم ۹۲ھ کو صبح کے وقت ایک نہایت خونریز فیصلہ کُن جنگ ہوئی۔ اندلسی عیسائی بڑی پامردی سے جان توڑ کر لڑے۔ لیکن سرباز غازیانِ اسلام نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے ہوئے اس شان سے تیغ شجاعت کے جوہر دکھائے۔ کہ تثلیث پرستوں کے دل دہل گئے۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ اہل اندلس میں پھوٹ تھی۔ راڈرک شاہی نسل سے نہ تھا۔ اس لئے بے شمار امراء اکابر اور شاہی خاندان کے افراد اس سے بیزار تھے۔ اکثر سپاہیوں کو جبراً یا طمع سے لایا گیا تھا۔ لہذا پہلے وہ لوگ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے

Marfat.com

اس کے بعد عام بھاگڑ مچ گئی۔ بدحواسی میں انھیں دریا کے پس پشت ہونے کا خیال بھی نہ رہا۔ ہزاروں بھگوڑے مسلم مجاہدین کے نہنگ شمشیر کا لقمہ بنے۔ ہزاروں مواج دریا کے گرداب پُر آشوب میں ڈوب کر مر گئے

راڈرک بھی بھاگتا ہوا غرقِ دریا ہوگیا۔ اور دوسرے دن اس کا گھوڑا۔ لباس اور جُوتے ساحل پر ملے۔

اس جنگ میں بہت سامالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ گھوڑے تو اتنے تھے کہ تمام غازیانِ اسلام کے لئے کافی ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اس عظیم الشان جنگ نے اندلس کی تاریخ ہی بدل کر رکھ دی۔ اور بقول شخصے "آٹھ دن کے ان مسلسل معرکوں نے آٹھ صدیوں کے لئے اندلس کی قسمت کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں کر دیا"

طارق نے اس فتح مبین کی خوش خبری موسیٰ کے پاس قیروان میں بھیجی۔ لیکن موسیٰ نے دربارِ خلافت کی تاکیدی ہدایت کے مطابق طارق کو لکھا۔ کہ "ابھی پیش قدمی نہ کرو۔ میں خود تمھاری مدد کے لئے آرہا ہوں"

وادی لکّہ کی بساط جنگ کے بٹے ہوئے اندلسی مُہرے استجہ میں جمع ہوئے۔ طارق فی الفور وہاں پہنچا۔ اندلسی جان توڑ کر لڑے اکثر مسلم مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔ آخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

طارق نے موسیٰ کے فرمان سے متعلق سرداروں سے مشورہ کیا۔ تو بالاتفاق یہی فیصلہ ہوا۔ کہ پیش قدمی جاری رکھنی چاہیئے۔ اگر اس وقت ذرا بھی توقف سے کام لیا گیا تو اندلسی اپنی بکھری اور ٹوٹی ہوئی طاقت کو منظم و مضبوط کر لیں گے۔ اور مسلمانوں کا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔

اس تجویز کے مطابق طارق نے اندلس کے تمام اہم صوبوں میں فوجیں پھیلا دیں۔

قرطبہ کی فتح

یہ مہم طارق نے اپنے بہادر اور تجربہ کار نائب مغیث رومی کے سپرد کی۔ حاکم قرطبہ نے اسلامی لشکر کی ترکتاز کی خبر سنی۔ تو شہر میں قلعہ بند ہو گیا۔

Marfat.com

ایک چرواہے نے قلعے کی شکستہ دیوار کی نشان دہی کی۔ اسی رات آندھی اور بارش کا ہولناک طوفان آیا۔ فصیل کے محافظ بے خبر سوئے پڑے تھے۔ ایک بہادر مسلمان ٹوٹی ہوئی دیوار کے ایک پاس کے درخت پر چڑھ گیا۔ وہاں سے اس نے پگڑی نیچے لٹکا کر دوسرے مسلمانوں کو فصیل پر چڑھا لیا۔ انھوں نے نیچے اتر کر محافظین کا خاتمہ کرنے کے بعد دروازہ کھول دیا۔ باہر کی فوج اندر داخل ہو گئی۔ اور مسلمانوں نے قصر حکومت کی طرف پیش قدمی کی۔

حاکم شہر تاب مقابلہ نہ لا کر ایک گرجے میں پناہ گزیں ہو گیا۔ مغیث نے قصر حکومت پر قابض ہوتے ہی گرجے کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین نے جم کر مدافعت کی۔ تین مہینے گزر گئے۔ لیکن مسلمانوں کو کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ مغیث نے چشمے کی نالی بند کر دی جس سے گرجے میں پانی جاتا تھا۔ اب تو دشمن کی جان کے لالے پڑ گئے۔ اس نے مجبور ہو کر سپر ڈال دی۔ اور حاکم شہر گرفتار کر لیا گیا۔

مسلمانوں نے قرطبہ کو فتح کر لینے کے بعد اس میں یہودیوں کو بسایا۔ کیونکہ وہ عیسائیوں کے خون کے پیاسے تھے۔ اور موخر الذکر کی کارستانیوں کا انسداد کرنے کے لئے یہ بہترین حکمت عملی تھی۔ نیز یہودیوں نے مسلمانوں کی تائید و حمایت کی تھی۔

مرسیہ کی فتح

اب راڈرک کے نامور سپہ سالار تھیوڈمیر (تدمیر) کے مقابلے کے لئے ایک فوج مرسیہ روانہ کی گئی۔ تدمیر نے مدت تک مرسیہ کے دروں میں نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن مسلم مجاہدین کی شمشیر ہائے خارا شگاف نے کشتوں کے پشتے لگا دئے۔ اور تدمیر کی تقریباً ساری فوج ماری گئی۔ اس کے بعد وہ بچی کھچی مٹھی بھر جمعیت کو لے کر اوریولہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ اور عورتوں کو سپاہیوں کی وردی پہنا کر فصیل پر صف بستہ کھڑا کر دیا۔

پھر تدمیر صلح کا جھنڈا لئے قاصد کے لباس میں اسلامی فوج میں آیا۔ اور سپہ سالار سے کہنے لگا "ہم بہت عرصے تک کامیابی سے محاصرے کا مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن ہمارا سردار کشت و خون کا مخالف ہے۔ اس لئے آپ سے ہماری استدعا ہے۔ کہ

شہریوں سے کسی قسم کا تعرض نہ کیجئے۔ اور انھیں سامان کے ساتھ شہر سے باہر جانے دیجئے اس طرح جنگ کے بغیر آپ کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

مسلمان سردار نے یہ شرط منظور کر کے صلح نامہ پر دستخط کرنے کے بعد اسے اس مصنوعی قاصد کے سپرد کیا۔ اب تدمیر بولا "میں ہی اس شہر کا حاکم تدمیر ہوں۔ پھر خود بھی اس پر دستخط ثبت کر دئے۔

اگلے دن علی الصباح شہر کے دروازے کھول دئے گئے۔ مگر وہاں تدمیر اور اس کے ایک ملازم کے سوا کوئی سپاہی نہ تھا۔ اور عورتیں اور بچے سامان لئے باہر جا رہے تھے۔ مسلمان سردار تدمیر کے اس حسن تدبیر پر حیران رہ گیا۔ اور اس کے صلے میں مرسیہ کی عنانِ حکومت اسی کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ صوبہ اسی افسر کے نام پر صوبۂ تدمیر مشہور ہو گیا۔

طلیطلہ کی فتح

اندلس کے پایۂ تخت طلیطلہ پر طارق نے خود حملہ کیا۔ اس شہر میں گاتھ حاکموں کا خزانہ اور نادر روزگار اشیا تھیں۔ اگرچہ یہ مقام بلند سطح پر واقع ہونے کے باعث بہت محفوظ تھا۔ اور خصوصاً فصیل نہایت مضبوط و مستحکم تھی۔ پھر بھی عیسائیوں پر مسلمانوں کے بے پناہ حملوں کا اس قدر رعب چھایا ہوا تھا۔ کہ انھوں نے طارق کے آنے کی اطلاع پاتے ہی مال و دولت اور ذخائر کو دوسرے مقامات پر پہنچا دیا۔ اور خود جبل شادات کے پار کسی اور شہر میں چلے گئے۔

اسلامی لشکر جب شہر میں پہنچا۔ تو وہاں آلو بول رہا تھا۔ طارق نے بلا مقابلہ طلیطلہ پر قبضہ کر لیا۔ اور حلیف یہودیوں کو وہاں بسا کر ایک اسلامی چوکی متعین کر دی۔

اگرچہ اہلِ طلیطلہ بھاگتے وقت بہت سا مال و دولت ہمراہ لے گئے تھے۔ پھر بھی کثیر المقدار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ طلائی زنجیروں، گراں بہا ہیروں، بیش قیمت زرہ بکتر، جڑاؤ اسلحہ اور جواہرات و ملبوسات کے علاوہ گاتھ فرماں رواؤں کے چوبیس تاج جو بیت الملوک میں محفوظ کر دئے گئے تھے۔ مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔

اس کے بعد طارق طلیطلہ کے عیسائیوں کی تلاش میں نکلا۔ اور تھوڑی ہی دور

جا کر اس نے چند بھگوڑوں کو گرفتار کر لیا۔ جو حضرت سلیمان کی جانب منسوب ایک تاریخی میز لیئے جا رہے تھے۔ میز خالص سونے کی تھی۔ اس کے ۳۶۵ پائے تھے۔ اور نیلم، یاقوت، زمرد، زبرجد اور انمول موتیوں سے مرصع تھی۔

طارق صوبہ جلیقیہ کے شہروں میں فتح کے پھریرے اُڑاتا ہوا استرقہ تک پہنچ گیا۔ اور ۹۲ھ میں مال غنیمت سے لدا پھندا طلیطلہ واپس آیا۔

موسیٰ اندلس میں تسخیر طلیطلہ کے بعد رمضان ۹۳ھ میں موسیٰ بن نصیر والی افریقہ خود اندلس میں وارد ہوا۔ کاؤنٹ جولین نے شاندار خیر مقدم کرنے کے بعد مشورہ دیا۔ کہ مغربی صوبوں کی سرزمین کو ترکتاز کا میدان بنانا چاہیئے۔ موسیٰ نے اس کی رائے پر صاد کیا۔

قرمونہ کی فتح قرمونہ کا شہر اندلس بھر میں سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم تھا۔ اس لیے اس کی تسخیر بڑی ٹیڑھی کھیر تھی۔ کاؤنٹ جولین اپنے آپ کو اندلس کا شکست خوردہ ظاہر کر کے قرمونہ والوں سے امان کا طالب ہوا۔ انھوں نے امان دے دی۔ رات کو جولین نے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ موسیٰ فوج لے کر شہر میں داخل ہو گیا۔ اور جنگ کے بغیر قرمونہ فتح ہو گیا۔

اشبیلیہ کی فتح قرمونہ کے بعد موسیٰ نے اشبیلیہ کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ مرفۃ الحال خوش نما اور نہایت قدیم تاریخی شہر تھا۔ اور اس کے گوشے گوشے میں شاندار عمارتوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ مذہبی رہنما بھی کثیر تعداد میں یہاں رہتے تھے۔ موسیٰ نے محاصرہ کیا۔ اور ایک مہینے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ باشندگان شہر نے راہ فرار اختیار کی۔ اور موسیٰ نے اسے یہودیوں کی بستی بنا دیا۔

ماردہ کی فتح اشبیلیہ سے موسیٰ نے لطلیوس کا رُخ کر کے اس کے عظیم الشان اور خوش منظر قدیم تاریخی شہر ماردہ کا محاصرہ کیا۔ اس کے محلوں اور معبدوں میں سیم و زر کی بارش ہوتی تھی۔ پادریوں اور راہبوں کا مسکن ہونے کے باعث اسے دینی مرکزیت بھی حاصل تھی۔ اس کی فصیل غیر معمولی طور پر سنگین، مستحکم اور محفوظ تھی

Marfat.com

اہلِ مارِدہ بڑے جنگ جُو، شجاع اور جانباز تھے۔ انھوں نے نہایت بے جگری سے معرکہ آرائی کر کے مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ ہر روز شہر سے نکل کر نبرد آزما ہوتے اور شام کو لوٹ جاتے۔ مسلمان حیران ہو گئے۔ آخر موسیٰ نے جنگی تدبیر سے کام لے کر ایک رات کمین گاہوں میں مسلمان سپاہی چھپا دیئے۔ صبح کو جونہی عیسائیوں نے نکل کر مقابلہ شروع کیا۔ یکایک کمین گاہوں کی فوج نے پیچھے سے ہلّہ بول دیا۔ اور اس اچانک حملے سے عیسائیوں کے چھکّے چھوٹ گئے۔ بہت سے مارے گئے۔ باقی بھاگ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ اور قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنے لگے۔

مسلمانوں نے عرصے تک محاصرہ قائم رکھا۔ لیکن قلعہ سر ہونے میں نہ آیا۔ آخر موسیٰ نے دبابہ بنوایا۔ جس کے ذریعے سے بعض بہادر سپاہی فصیل کے نیچے جا پہنچے۔ اور اسے توڑ دیا۔ اہلِ مارِدہ نے چارو ناچار صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ اور شہر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ مارِدہ کے اَن گنت سامان غنیمت سے مسلمان مالا مال ہو گئے۔ راڈرک کی بیوی اے۔جی لونا بھی اسیروں میں تھی۔ مسلم کماندار نے اسے شایان شان احترام سے رکھا۔ اور اپنے بیٹے عبدالعزیز سے اس کا نکاح کر دیا۔

اشبیلیہ کی بغاوت

مسلمانوں کو مارِدہ کی مہم میں بے طرح معروف دیکھ کر اہلِ اشبیلیہ نے علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ اور ان کے مقدور آدمی واپس آگئے یہودیوں نے نصرانیوں کے ساتھ مل کر محافظ فوج کو شہید کر ڈالا۔ موسیٰ نے خبر پاتے ہی آناً فاناً اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اشبیلیہ بھیجا۔ وہ قدموں کو پَر لگا کر چشم زدن میں وہاں پہنچ گیا۔ اور برقِ جہاں سوز بن کر دشمن پر ٹوٹ پڑا۔ عبدالعزیز نے مفسدہ پرداز یہودی اور عیسائی باغیوں کی بوٹیاں اُڑا کر شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ پھر لبلہ اور باجہ کی طرف پیش قدمی کر کے انھیں زیرِ نگیں کرتے ہوئے اشبیلیہ واپس آیا۔ اس مہم سے اہلِ اندلس پر مسلمانوں کی شجاعت کا سکّہ بیٹھ گیا۔

موسیٰ اور طارق کی ملاقات

مارِدہ کی فتح کے بعد موسیٰ عازمِ طلیطلہ ہوا۔ طارق نے شاہانہ طمطراق کے ساتھ اپنے افسر کا خیر مقدم کیا۔

Marfat.com

موسیٰ طارق کی نافرمانی کے باعث اس سے کشیدہ خاطر تھا۔ طارق نے پیش قدمی پر مجبور ہو جانے کے اہم اسباب بیان کئے۔ جس پر موسیٰ اس کے عذر کو معقول قرار دے کر اس سے راضی ہو گیا۔

اندلس کی باقی فتوحات

طلیطلہ میں موسیٰ اور طارق نے اندلس کے باقی علاقوں کو زیرِ نگیں کرنے کے لئے ایک اہم سکیم مرتب کی۔ اور تیاریوں کی تکمیل و اتمام کے بعد طارق کو کمان دارِ اعظم مقرر کر کے شمالی، شمالی و مشرقی اور شمالی و مغربی علاقوں کو مسخر کرنے کے لئے بھیجا۔ اور حسب ذیل نصیحتیں کیں:۔

"پُرامن شہریوں سے تعرض نہ کرنا۔ لوٹ مار سے محترز رہنا۔ جو کوئی اس کا ارتکاب کرے گا۔ اسے موت کی سزا دی جائے گی۔ رعایا کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا۔"

طارق جس طرف یلغار کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔ شہر کے شہر فتح ہوتے جاتے تھے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں کوہ البرتات کا سارا علاقہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہو گیا۔ مسلمانوں کی غیر معمولی شجاعت اور حسن سلوک کا یہ اثر تھا۔ کہ اندلسی خود صلح کے لئے پیش قدمی کرتے تھے۔ طارق آگے آگے شہروں کو مسخر کرتا اور موسیٰ پیچھے پیچھے صلح ناموں اور عہد ناموں پر تصدیقی دستخط ثبت کرتا جاتا تھا۔

شمال مشرقی اندلس کی فتح

اب مسلمان شمالی اندلس پر چھا جانے کے بعد یرشلونہ میں فتح کا جھنڈا گاڑتے ہوئے فرانس کی سرحد پر پہنچ گئے۔ اور اربونہ، حصین ابنیون اور حصن لوڈون پر قبضہ کر لیا۔

فرانسیسیوں سے مقابلہ

اس کے بعد مسلمانوں نے حدود فرانس تک پیش قدمی کی۔ اور شاہ قارلہ مقابلے اور مزاحمت کے لئے آیا۔ مسلمان حصن لوڈون تک آ گئے تھے۔ لیکن طاقت کی کمی کے باعث اربونہ واپس جا کر دامن کوہ میں ڈیرے ڈال دئے۔

مسلمانوں کے داخلہ اربونہ سے پہلے ہی قارلہ فوج لے کر آ گیا۔ اسلامی لشکر اس ناگہانی حملے سے قطعاً آگاہ نہ تھا۔ پھر بھی مجاہدین نے تیاری کے بغیر مقابلہ کیا۔ اور اکثر نے جام شہادت

نوش کیا۔ جو مسلمان تیغ زنی کرتے آگے نکل گئے انھوں نے اربونہ کے قلعے میں پناہ لی۔ قارلہ نے محاصرہ کرلیا۔ لیکن اسے فائدے کے بجائے نقصان اٹھانا پڑا۔ اس لئے وہ واپس چلا گیا

شمال مغربی اندلس کی فتوحات

اب موسیٰ نے شمال مغربی اندلس کا رخ کیا۔ اور بشکنس، استورنس اور جلیقیہ میں فوجیں پھیلادیں۔ بشکنس میں نہایت خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اور مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔

استورنس کے بعض حصے مسخر ہوئے۔ اور اہلِ جلیقیہ نے سرِ اطاعت خم کر دیا۔ غرض اس مہم میں فتح و کامرانی نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ اور سارے شمال مغربی حصے پر مسلمانوں کا طوطی بولنے لگا۔

اندلس سے موسیٰ کی مراجعت

جن دنوں موسیٰ شمالی اندلس کی مہم میں مصروف تھا۔ انھیں دنوں ولید نے اسے واپسی کا فرمان بھیج دیا تھا۔ لیکن وہ مغربی اندلس کے عزمِ فتح کے پیشِ نظر واپس نہ ہوا تھا۔ پھر اس نئی مہم کے دوران میں دوسرا حکم پہنچا۔ اب کے وہ اس جنگ سے فارغ ہو کر ۹۴ھ میں اندلس کی عنانِ حکومت اپنے بیٹے عبدالعزیز کے ہاتھ میں دیتے ہوئے شام کی طرف لوٹ آیا۔

اندلس کی فتوحات میں موسیٰ کو بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ کثیر التعداد اونٹوں پر بیش بہا اسلحہ، جواہرات سے جڑاؤ ملبوسات اور سامان آرائش بار کیا ہوا تھا تیس گاڑیاں سونے چاندی اور جواہرات سے لدی ہوئی تھیں۔ تیس ہزار لونڈیاں، ایک لاکھ غلام، مائدہ سلیمانی، شاہانِ گاتھ کے چوبیس تاج اور ان گنت اعجوبہ روزگار اشیا تھیں۔

جس روز موسیٰ دمشق پہنچا۔ ولید بن عبدالملک جامع بنی امیہ میں جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا تھا۔ موسیٰ افریقہ و اندلس کے تیس شہزادوں کو ساتھ لئے دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ امیرالمومنین نے موسیٰ سے معانقہ کر کے اسے خلعتِ خاص سے نوازا۔

خلیفۂ وقت نے خطبے کے دوران میں ان عظیم الشان فتوحات کے لئے باری تعالےٰ کا شکر ادا کیا۔ اور مزید فتح و ظفر کے لئے دُعا مانگی۔

Marfat.com

نماز سے فارغ ہو کر موسیٰ نے سارا مال غنیمت بارگاہ خلافت میں پیش کیا۔ ولید نے موسیٰ کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیا۔ اور اس کے بیٹوں کو معقول وظیفے دیئے۔

مسلمہ بن عبدالملک ولید کا بھائی مسلمہ بن عبدالملک شام اور ایشیائے کوچک کے سرحدی علاقوں میں مصروف جنگ رہا۔ اس نے اپنے بھتیجے عباس کی مدد سے رومی علاقوں پر حملے کر کے حصن بولق، حصن طوانہ، حصن بولس حصن اخرم، حصن عموریہ، قمقم، ہرقلہ، ولیہ اور قمونیہ کو مسخر کیا۔

ولی عہدی ولید نے اپنے باپ عبدالملک کی تقلید میں اپنے بھائی سلیمان کو تاج و تخت سے محروم کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنانا چاہا۔ اور سلیمان کو اس غرض کے لئے طلب کیا۔ اس نے ناسازی طبع کا بہانہ بنا کر آنے سے انکار کر دیا۔ اب ولید نے مقصد برآری کے لئے خود سلیمان کے پاس جانا چاہا۔ لیکن اس اثنا میں موت نے اس کا ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔

حجاج کی موت شوال ۹۵ھ ~~۹۶ھ~~ میں حجاج بن یوسف ثقفی نے ۵۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بنی امیہ کے قصر حکومت کا سنگین و مستحکم ستون تھا۔ اس نے اموی حکومت کی دوبارہ تاسیس کر کے اس کے ایوان عظمت کو چار چاند لگائے۔ اس نے عراقیین سے بنی امیہ کے مخالفوں اور شورش پسندوں کا قلع قمع کیا۔

اگرچہ اس کا دامن سیرت ظلم و تشدد کے داغوں سے بھی آلودہ ہے۔ لیکن اس کے مابہ الامتیاز محاسن کسی طرح نظر انداز نہیں کئے جا سکتے۔ وہ ایک بے بدل سپہ سالار تھا مشرقی فتوحات میں اسی کا کمال سیاست دانی کارفرما تھا۔ سندھ کی فتح تو اسی کی سعی و توجہ کا ثمر شیریں تھی۔ وہ ایک فصیح البیان خطیب، قرآن کریم کا حافظ اور بلند پایہ قاری تھا۔ کلام اللہ پر اعراب لگوانے کی اولیت کا سہرا اسی کے سر ہے۔

ولید کی وفات ۱۴ جمادی الاخریٰ ۹۶ھ میں ولید بن عبدالملک نے بمقام دیر مروان بہ اختلاف روایت ۴۲ اور ۴۶ سال کی درمیانی عمر میں نو سال آٹھ مہینے خلافت کرنے کے بعد وفات پائی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے

نماز جنازہ پڑھائی۔ اور باب صغیر کے باہر رسم تدفین عمل میں لائی گئی۔

ولید نے انیس بیٹے یادگار چھوڑے۔ جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔ سلیمان۔ محمد۔ عمر۔ عباس۔ روح۔ بشر۔ تمام۔ خالد۔ حرب۔ بشر۔ عبدالرحمن۔ یزید۔ یحییٰ۔ ابراہیم۔ مسرور۔ ابو عبیدہ اور صدقہ۔

سیرت ولید بن عبدالملک

ولید نے علم و فضل سے بے بہرہ ہونے کے باوجود بڑے بڑے سلاطین کے دلوں پر اپنے کمال فرماں روائی اور عظمت جہاں بانی کا سکہ بٹھا دیا۔

فوجی نظام میں ترقی

فوجی نظام نہایت قابلِ تعریف تھا۔ بیک وقت متعدد مہمیں شروع تھیں۔ اور ہر محاذ پر تمام لوازم حسن انتظام سے مہیا کر دیے گئے تھے۔

جہاز سازی

اگرچہ جہاز سازی کے کارخانے پہلے ہی سے قائم تھے۔ لیکن ولید کے عہد میں نئے کارخانے بھی کھولے گئے۔ مثلاً تونس کا کارخانہ جو موسیٰ بن نصیر نے قائم کیا تھا۔ اور جس میں صرف اس کے وقت میں سو جہاز تیار کئے گئے تھے۔

رفاہِ عام

ولید نے رفاہ عام کے کاموں کی طرف بڑی توجہ دی۔ مقبوضہ علاقوں میں سڑکیں درست کرائی گئیں۔ میل نصب کرائے گئے۔ کنوئیں کھدوائے گئے۔ نہریں نکلوائی گئیں۔ سرائے۔ شفاخانے اور محتاج خانے قائم کیے گئے۔ اور ضروریات زندگی کے نرخوں کا انتظام کیا گیا۔

علمی اور دینی خدمات

اس زمانے میں تعلیم کی بنیاد مذہب ہی پر قائم تھی۔ ولید نے قرآنی تعلیم کا خاص اہتمام کیا۔ قرآن کے حفظ کر لینے پر انعام اور غافلوں کو سزا دیتا تھا۔ اس نے عالموں، فقیہوں، حافظوں اور قاریوں کے وظیفے مقرر کیے۔

تعمیرات

ولید تعمیرات کا بہت دلدادہ تھا۔ یوں تو متعدد عالی شان عمارتیں اس کے ذوق تعمیر کی بلندی کی شاہد ہیں۔ لیکن مسجد نبوی اور جامع دمشق کی تعمیر و تزئین

Marfat.com

اس کا زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔

۸۸ھ میں جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عامل مدینہ تھے۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر از سر نو عمل میں لائی گئی۔ امہات المومنینؓ کے حجرے اور دوسرے ملحقہ مکانات مسجد کی عمارت میں شامل کر لئے گئے۔

شام اور روم سے ماہرینِ فن طلب کئے گئے۔ ولید نے قیصر روم کو مسجد نبویؐ کی تعمیر کے متعلق خط لکھا۔ تو اس نے ایک لاکھ مثقال سونا، چالیس گٹھے منبت کاری کا سامان اور بہت سے معمار بھیجے۔

مسجد میں ایک فوارہ بھی تعمیر کیا گیا جس میں نل کے ذریعے سے پانی مہیا کیا گیا تھا۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر تین سال میں تکمیل کو پہنچی۔

جامع دمشق فن تعمیرات کا نادر روزگار نمونہ تھی۔ فرش جڑاؤ تھا۔ سنگ سماق، سنگ مرمر اور سنگ رخام مشہور مقامات سے منگوا کر صرف کیا گیا تھا۔ چھت سونے کی اینٹوں سے تعمیر کی گئی تھی۔ طلائی زنجیروں میں قندیلیں لٹکائی گئی تھیں۔ غرض مسجد کے جس حصے کی طرف نظر اٹھتی تھی۔ سونے چاندی اور جواہرات کی تیز روشنی سے آنکھوں میں چکاچوند کا عالم پیدا ہو جاتا تھا۔

اس مسجد کے لئے ہندوستان، ایران، افریقہ، روم اور مغرب وغیرہ ملکوں سے ماہرین فن اور تعمیر کا سامان منگوایا گیا تھا۔ بارہ ہزار مزدور روزانہ کام کرتے تھے۔ اور آٹھ نو سال میں مکمل ہوئی۔

اس مسجد کی تعمیر پر ایک کروڑ بارہ لاکھ دینار صرف ہوئے۔ اور دنیا کے عجائبات میں اس کا پانچواں نمبر شمار کیا جاتا تھا۔

تشدد

جہاں ولید میں اتنے محاسن تھے۔ وہاں یہ ایک عیب بھی تھا۔ کہ وہ نہایت تشدد سے کام لیتا تھا۔ اور اسی تشدد کے باعث بہت سے لوگ زندان بلا میں ڈال دیئے گئے۔

Marfat.com

تیرھواں باب

سلیمان بن عبدالملک

۹۶ھ تا ۹۹ھ

عبدالملک کا بیٹا اور ولید کا حقیقی بھائی سلیمان ۵۴ھ میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوا۔ اور شام میں باپ کے زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی۔ عبدالملک کی وصیت کے مطابق ۵ جمادی الاخریٰ ۹۶ھ میں بمقام رملہ تخت پر بیٹھا۔

بیعت خلافت کے بعد سلیمان نے سب سے پہلے یہ تقریر کی:۔

"الحمدللہ! دنیا دھوکے کی ٹٹی اور باطل کا مقام ہے۔ رونے والے کو ھنسانی اور ہنسنے والی کو رُلاتی ہے۔ بے خوف کو خوف زدہ کرتی اور خوف زدہ کو امن دیتی ہے۔ امیر کو غریب اور غریب کو امیر بناتی ہے۔ اہل دنیا کو فریفتہ کرنے والی، فریب دینے والی اور ان کے ساتھ کھیلنے والی ہے۔

اللہ کے بندو! کتاب اللہ کو اپنا پیشوا بناؤ اور اس کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرو اسے اپنا رہبر سمجھو۔ کہ وہ اپنے سے پہلے کی کتابوں کی ناسخ ہے۔ اور خود اسے کسی کتاب نے منسوخ نہیں کیا۔

اللہ کے بندو! قرآن شیطان کے مکر کو اسی طرح کھول دیتا ہے۔ جس طرح صبح صادق کا نور رات کی ظلمت کو دور کر دیتا ہے۔"

Marfat.com

سلیمان فطرتاً نیک تھا۔ اس پر اس کے مشیر و جلیس حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی معاشرت نے . اور رنگ چڑھا کر سونے پر سہاگے کا کام کیا تھا۔ چنانچہ عنانِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اس نے تمام بے گناہ قیدیوں کو رہا کر دیا۔

اوصافِ حسنہ کے ساتھ سلیمان میں انتقام لینے کا جذبہ حد سے بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ زمانۂ ولی عہدی میں جو لوگ اس کے مخالف تھے۔ وہ اس کی شمشیرِ انتقام کا شکار ہو گئے۔

قتیبہ بن مسلم کا قتل

جب ولید نے سلیمان کے بجائے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کرنے کی تجویز پیش کی تھی۔ تو حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم اس کے مؤید ہوئے تھے۔ اس لئے سلیمان ان دونوں کے سخت خلاف تھا۔ حجاج تو عہدِ ولید ہی میں وفات پا چکا تھا۔ البتہ قتیبہ کو سلیمان کی طرف سے خوف پیدا ہو گیا۔

قتیبہ نے خطوں کے ذریعے سے سلیمان پر اپنی وفاداری کا اظہار کیا۔ اور اپنی فتوحات کا حال بھی تفصیل سے لکھا۔ لیکن آخر میں یہ دھمکی بھی دے دی۔ کہ اگر یزید بن مہلب کو اس کی جگہ خراسان کا والی بنا دیا گیا۔ تو وہ بیعت فسخ کر کے بغاوت کا اعلان کر دے گا۔

سلیمان اپنی جبلی سعادت کے باعث اس دھمکی سے بھی دل پر میل نہ لایا۔ بلکہ اس کی ولایت خراسان کی تجدید کر دی۔ لیکن قتیبہ نے اپنے زور و قوت اور ماتحت قبائل کی وفاداری پر اعتماد کے پیش نظر سلیمان کے جواب کا انتظار کئے بغیر جلد بازی سے علمِ بغاوت بلند کر کے اپنا بنا بنایا کام بگاڑ لیا۔

جب قتیبہ نے اپنے مددگاروں کو بیعت توڑنے پر اُکسایا۔ تو انھیں گویا سانپ سونگھ گیا۔ اور کسی نے بھی اس کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ اس پر قتیبہ شدتِ غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو کر قبیلۂ بنی تمیم کو ملاحیاں سنانے لگا۔ اس سے وہ لوگ اس کے شدید مخالف ہو گئے۔ اور وکیع بن الاسود تمیمی کی سرکردگی میں اس کے خلاف جنگ کی طرح ڈال دی ہزاروں اہلِ عجم بھی ان کی حمایت کو آ گئے۔ طرفین میں خوں ریز معرکہ آرائی ہوئی۔ قتیبہ کا پلہ کمزور تھا۔ اسے شکست ہوئی۔ اور قتیبہ مع عزیزوں کے مارا گیا۔ اب سلیمان نے اس

کے بجائے یزید بن مہلب کو ولایت خراسان پر متعین کر دیا۔

محمد بن قاسم کا قتل

محمد بن قاسم ان دنوں سندھ کی فتوحات میں مصروف تھا۔ وہ ایک بہادر سپہ سالار۔ مستقل مزاج۔ فہیم اور صالح نوجوان تھا۔ اس سے سلیمان کے خلاف کبھی کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی تھی لیکن حجاج کا بھتیجا ہونا ہی اس کا سب سے بڑا قصور تھا۔ اس لئے سلیمان نے اسے معزول کر دیا اور یزید بن ابی کبشہ کو اس کی جگہ عامل سندھ متعین کر کے بھیجا۔ یزید نے محمد بن قاسم کو پابجولاں کر کے صالح بن عبدالرحمٰن کے پاس واسط (عراق) بھیج دیا۔ حجاج نے صالح کے بھائی آدم خارجی کو قتل کیا تھا۔ صالح نے اپنے بھائی کا بدلہ محمد بن قاسم سے لیا۔ اور اسے جیل خانے میں گوناگوں سخت تکلیفیں دے کر مار ڈالا۔

موسیٰ بن نصیر کا حشر

سلیمان بن عبدالملک کی تفنگ انتقام کا تیسرا نشانہ فاتح افریقہ و اندلس موسیٰ بن نصیر بنا۔ اور یہ واقعہ سب سے زیادہ افسوس ناک ہے۔ مورخین بالاتفاق رقم طراز ہیں:۔

"جب موسیٰ بن نصیر اندلس سے لوٹا۔ تو ولید مرض الموت میں مبتلا ہو چکا تھا۔ اور اس کی حالت یاس انگیز تھی۔ اس لئے سلیمان نے چاہا کہ اندلس کی بے پایاں دولت اس کی بیعت خلافت کے بعد دمشق پہنچے۔ چنانچہ اس نے موسیٰ بن نصیر کو جو ابھی راستے میں تھا۔ تحریر کیا۔ کہ امیرالمومنین کا دم واپسیں بر سر راہ ہے۔ اس لئے تم ایسی رفتار سے سفر کرو۔ کہ ان کے بعد دمشق پہنچو۔ موسیٰ چاہتا تھا کہ وہ امیرالمومنین کے جیتے جی دمشق پہنچ جائے۔ تاکہ اس کا آقا اس کی کارگزاری اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ اس لئے وہ سلیمان کے فرمان کو پس پشت ڈال کر ولید کے جیتے جی دمشق پہنچ گیا۔ اگرچہ ولید کا آخری وقت تھا۔ پھر بھی اس نے موسیٰ کی خدمات کے صلے میں اس کی بہت قدرافزائی کی۔ اس نافرمانی پر سلیمان موسیٰ کا مخالف ہو گیا۔ اور ولید کے بعد اس سے پوری طرح بدلہ لے کر اپنی آتش انتقام فرو کی۔ سب کے سامنے اس کی شدید توہین کی۔ دھوپ میں کھڑا کیا۔ پھر یزید بن مہلب کی سفارش پر کئی لاکھ کا تاوان عائد کر کے چھوڑ دیا۔ جسے وہ ادا نہ کر سکا۔ اس کے چند ہی

Marfat.com

روز بعد اس نے خستہ حالی میں سفر آخرت اختیار کیا۔

عبدالعزیز بن موسیٰ کا قتل

راڈرک کی بیوہ عبدالعزیز کی بیوی تھی۔ اور میاں بی بی کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن گیا تھا۔ بیوی نے پوچھا۔ کہ "رعایا آپ کے سامنے سجدہ ریز کیوں نہیں ہوتی؟" وہ بولا "ہمارا مذہب اجازت نہیں دیتا"۔ لیکن رعب داثر قائم رکھنے کے خیال سے بیٹھک میں دریچہ رکھوا لیا جس کے اندر جھکے بغیر گزرنا غیر ممکن تھا۔ اور بیوی سے کہہ دیا۔ کہ لوگ اسے سجدہ کرتے ہیں۔ اس پر فوج کا ہر سپاہی عبدالعزیز سے ناراض ہو گیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ ایک روایت یہ ہے۔ کہ عبدالعزیز کے خون کی چھینٹوں سے سلیمان کا دامن بھی پاک نہیں۔

یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے بیوی کی تریاہٹ سے مجبور ہو کر ایک تاج تیار کرایا تھا۔ جسے وہ صرف اسی کے سامنے زیب سر کرتا تھا۔ فوج نے خیال کیا۔ کہ اس نے مسیحی مذہب اختیار کر لیا۔ اس لئے اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

فتوحات

جرجان اور طبرستان کے علاقے بڑے سنگلاخ تھے حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں سعید بن عاص نے حملہ کیا تھا۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ صرف صلح کر کے خراج لے لیا تھا۔ پھر تھوڑے ہی عرصے میں ان لوگوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ بلکہ بعض تو دین اسلام سے بھی پھر گئے۔

سلیمان کے زمانے میں جب خراسان کی عنانِ ولایت یزید بن مہلب کے ہاتھ میں آئی۔ تو اس نے ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکرِ جرار لے کر جرجان پر دھاوا کر دیا۔

پہلے قہستان کی ناکہ بندی کی۔ وہاں کے باشندوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ لیکن منہ کی کھائی اور ڈھیروں دولت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ بے شمار لوگ گرفتار کر لئے گئے۔

پھر جرجان پر فوج کشی کی۔ ان لوگوں نے مصالحت کا ہاتھ بڑھا کر اسلامی لشکر کو امداد دی۔

فتح کی خوشی سے یزید کا دل سینے میں اچھل پڑا۔ اس نے جرجان کا انتظام عبداللہ بن معمر لشکری کے سپرد کر کے طبرستان کا رخ کیا۔ وہاں کے حاکم نے بھی صلح کا پیغام

Marfat.com

بھیجا۔ لیکن یزید نے بے پناہ طاقت اور فتح نصیبی کے بل بوتے پر انکار کرتے ہوئے طبرستان پر حملہ بول دیا، دامنِ کوہ میں طرفین کا آمنا سامنا ہوا۔ اہلِ طبرستان نے ناکام رہ کر راہِ فرار اختیار کی۔ لیکن اسلامی سپہ سالار نے غیر مآل اندیشی سے کام لے کر تعاقب کیا۔ پہاڑی بھگوڑوں نے بلندی کوہ سے ناوک اندازی اور سنگ باری شروع کردی۔ جس سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔

اس کامیابی سے طبرستان والوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انھوں نے اہلِ جرجان کو شورش و بغاوت پر آمادہ کرلیا۔ ان لوگوں نے چار ہزار غازیانِ اسلام کو جو جرجان میں مقیم تھے، تکا بوٹی کرڈالنے کے ساتھ ہی جرجان اور خراسان کے درمیان راستے کی ناکہ بندی کرلی۔ اہلِ طبرستان بھی انھیں کے نقشِ قدم پر چلے۔ اور مسلمان چاروں طرف سے گھر گئے۔

یزید نے ایک شخص حیان نبطی کو آلۂ کار بنا کر طبرستان سے صلح کی راہ نکالی۔ حیان نے طبرستان پہنچ کر وہاں کے حاکم سے کہا۔ "میری مخلصانہ اور ہمدردانہ رائے یہ ہے۔ کہ یزید سے صلح کرلو۔ ورنہ وہ خراسان سے فوجیں بلوا کر تمھیں تہس نہس کرڈالے گا۔"

حاکم طبرستان نے حیان کی بات مان کر مصالحت کرلی۔

طبرستان کی طرف سے بے فکر ہو کر یزید نے باغیانِ جرجان کی سرکوبی شروع کردی۔ مہینوں گزر گئے۔ لیکن جرجانیوں کی کور دبتی نظر نہ آئی۔ آخر ایک واقف کار قلعے تک لے گیا۔ اور یزید اور خالد بن یزید کی فوجوں نے دونوں طرف سے اہلِ قلعہ پر خونریز حملہ کردیا۔ جرجانی اس ناگہانی حملے کی ضرب برداشت نہ کرسکے۔ اس لئے ناچار گھٹنے ٹیک دیئے۔

یزید نے ان بغاوت پسندوں سے کماحقہ انتقام لے کر ان کی تمام طاقتیں شل کردیں۔ اور مستقبل کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کرکے خراسان لوٹ آیا۔

قسطنطنیہ سنہ ۹۸ھ میں سلیمان نے نہایت زبردست تیاریوں کے ساتھ اپنے بھائی مسلمہ کو ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر جرار دے کر خشکی کی راہ سے

قسطنطنیہ کو مسخر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ساتھ ہی اسی تعداد کی دوسری اسلامی فوج سمندر کے راستے سے بیز نطینی حکومت کے اس پایۂ تخت کو زیر نگیں کرنے کے لئے پہنچ گئی۔ دونوں طرف سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر کے اس کا راستہ بند کر دیا گیا۔ مسلمان یہ طے کر کے آئے تھے کہ وہ قسطنطنیہ کے در و دیوار پر فتح کا پرچم لہرائے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ چنانچہ انھوں نے اس کے آس پاس ایک نئی آبادی بسا کر اس کی زمینوں میں غلّہ اور سبزی بو دی۔ تاکہ محاصرے کے طول پکڑ جانے کی صورت میں رسد کا سامان ٹھٹھر نہ جائے۔

رومیوں نے مسلمانوں کی یہ تیاریاں دیکھ کر صلح کا ہاتھ بڑھانا چاہا۔ لیکن مسلمہ نے اس پیش کش کو ٹھکرا کر بزور شمشیر شہر کو فتح کرنے کا اعلان کر دیا۔

اب اہلِ قسطنطنیہ نے ایک اور تدبیر سے کام لیا۔ تیدوس سوم سلطنت روم کا اندرونی نظام سنبھالنے کے ناقابل تھا۔ ہر طرف طوائف الملوکی کا دَور دَورہ ہونے کے باعث رومیوں کو کسی ایسے ماہرِ سیاسیات اور منتظم بادشاہ کی ضرورت تھی، جو سدِ سکندری بن کر مجاہدین اسلام کے بے پناہ حملے کو روک سکے۔ رومیوں نے ایک بہادر اور صاحب تدبیر سردار لیون مرعشی سے جو فریقین میں نامہ و پیام کا فریضہ انجام دیتا تھا۔ خفیہ طور پر یہ فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ اسے مسلمانوں کو قسطنطنیہ سے ناکامی کے ساتھ ہٹا دینے کی صورت میں سلطنت روم کے تاج و تخت کا مالک بنا دیں گے۔

سوءِ اتفاق سے مسلمانوں کی ناکامی کے قدرتی اسباب پیدا ہو گئے۔ اس سال خلافِ معمول کڑاکے کی سردی پڑی۔ جو مسلمانوں کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ اس طرح ہزاروں فرزندانِ توحید کی جانیں ضائع ہو گئیں۔ طوالت محاصرہ کے باعث سامانِ رسد میں بھی کمی واقع ہو گئی۔ برف نے کھیتی برباد کر دی۔ اور ہزارہا مسلمان بھوک کا شکار ہو گئے۔

مصائب و حوادث کا یہ پہاڑ ٹوٹ پڑنے کے باوجود مسلمان بنیان مرصوص بن کر دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ اسی اثنا میں سلیمان نے عالم بقا کی راہ لی۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے باقی ماندہ مسلمانوں کو واپس طلب کر لیا۔ چنانچہ

Marfat.com

غازیانِ اسلام حد سے زیادہ مالی وجانی نقصان اٹھا کر ناکام لوٹ آئے۔

ولی عہدی اور وفات

سلیمان وابق ہی میں تھا۔ کہ اسے مرض الموت نے آگھیرا۔ اس نے پہلے ہی سے اپنے بیٹے ایوب کو ولی عہد مقرر کر رکھا تھا۔ لیکن وہ باپ کے جیتے جی ہی چل بسا۔ اب آخری وقت میں اس نے محدث رجار بن حیوۃ سے پوچھا۔ میرے بیٹے داؤد کے باب میں آپ کیا رائے دیتے ہیں۔ کہا" وہ مہم قسطنطنیہ میں منہمک ہیں۔ اور یہ بھی خبر نہیں۔ کہ بقید حیات ہیں یا انتقال کر گئے۔ سلیمان نے دریافت کیا۔ کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق اظہار خیال فرمایئے۔ رجانے جواب دیا" میری رائے میں وہ نہایت جلیل القدر ہستی اور اخلاق حمیدہ کے حامل مسلمان ہیں۔" سلیمان نے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا" اگر میں عبدالملک کی اولاد کا خیال نہ کرتے ہوئے انھیں خلیفہ مقرر کر دوں تو ایک بھاری فتنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ اور وہ لوگ انھیں اس منصب پر متمکن نہ رہنے دیں گے۔ بنا بریں میں عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک کو ولی عہد مقرر کرتا ہوں۔ اس سے ان لوگوں کا جوش فرو ہو جائے گا۔ اور وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت تسلیم کر لیں گے"۔ چنانچہ رجار کی تائید کے بعد سلیمان نے خود یہ وصیت نامہ قلم بند کیا:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ تحریر اللہ کے بندے سلیمان امیرالمومنین کی طرف سے عمر بن عبدالعزیزؒ کے لئے ہے۔ میں نے اپنے بعد تمھیں خلیفہ مقرر کیا۔ اور تمھارے بعد یزید بن عبدالملک کو۔

"مسلمانو! ان کی بات سننا۔ ان کی اطاعت کرنا۔ اللہ سے ڈرنا۔ باہم اختلاف نہ پیدا کرنا۔ کہ دوسرے تم پر لالچ کی نظر ڈالیں"۔

سلیمان نے اس وصیت نامے پر مہر ثبت کر کے اسے رجار کے سپرد کرتے ہوئے حکم دیا۔ کہ وہ گھر انے والوں کو جمع کر کے ان سے بیعت لے لیں۔ رجار نے تعمیل فرمان کی۔ سب نے سر تسلیم و اطاعت خم کیا۔ پھر وہ سلیمان کے پاس گئے۔ اور اس کی

Marfat.com

موجودگی میں سب نے جُدا جُدا بیعت کی۔

اس کے بعد ۱۰صفر ۹۹ھ کو سلیمان نے ۴۵ سال کی عمر میں دو سال آٹھ مہینے کی خلافت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

اولاد سلیمان نے دس بیٹے یادگار چھوڑے۔ یزید۔ سعید۔ قاسم۔ عثمان۔ عبدالواحد۔ عبداللہ۔ عمرو۔ حارث۔ عبدالرحمٰن۔ عمر۔

سیرت سلیمان عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک بہت سے محامد و محاسن کا حامل تھا۔ فصیح البیان۔ صالح۔ عادل اور دلدادۂ جہاد تھا۔ کتاب و سنت کا اجرا اس کا نصب العین تھا۔ قیدیوں کے رہا کر دیئے۔ رعایا کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور متشدد افسروں کو برطرف کر دینے کے سنہری کارناموں کے باعث لوگ اسے مفتاح الخیر کہتے تھے۔

نماز عموماً دیر سے پڑھی جاتی تھی۔ سلیمان نے اوّل وقت میں ادا کرنے کے احکام نافذ کیے۔ جامع دمشق کی تکمیل کی۔

مکّہ میں میٹھا پانی کم یاب تھا۔ سلیمان نے اس کا ایک چشمہ جاری کرایا جس سے مکّہ بھر میں آبِ شیریں کی لہر بہر ہو گئی۔

سلیمان نے شام میں رملہ کا شہر بسایا۔ ولید کے عہد میں جب فلسطین کی عنانِ حکومت اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے یہاں چند عمارتیں بنوائیں۔ پھر خلیفہ ہونے کے بعد اسے خوب فروغ دیا۔ جامع مسجد۔ تالاب۔ حوض اور متعدد عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بے شمار لوگوں کو یہاں لا کر آباد کیا۔

۹۷ھ میں سلیمان حج کو گیا۔ تو اہلِ مکّہ و مدینہ پر داد و دہش کا مینہ برسا دیا۔ اور خاندان قریش میں چار ہزار وظیفے مقرر کیے۔

ایک دفعہ سلیمان اپنی لشکر گاہ میں بیٹھا تھا۔ کہ کسی کے گانے کی آواز آئی۔ جھٹ بول اٹھا۔ "کہ جب مرد گاتا ہے۔ تو عورت کو اس کی جانب کشش پیدا ہوتی ہے۔ اور بدکاری پھیلنے کا سامان ہوتا ہے۔ پھر مغنیوں کو طلب کر کے حکم دیا۔ کہ انھیں خصی کر دیا جائے۔

پھر تحقیق پر روشن ہوا۔ کہ گانے کا مرکز مدینہ منورہ ہے۔ اس نے وہاں کے حاکم ابوبکر بن محمد بن حزم کے نام فرمان جاری کیا۔ کہ تمام گانے والے خصّی کردیے جائیں۔

سلیمان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جیسے فرشتہ سیرت انسان کو زندگی میں اپنا وزیر و صلاح کار اور بعد میں جانشین مقرر کیا جنھوں نے اموی حکومت کو خلافت راشدہ کے رنگ میں رنگ دیا۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں:۔

"خداوند رحیم و کریم سلیمان کو اپنی رحمت سے مشرف فرمائے۔ اس کی خلافت کی ابتدا بھی خیر سے ہوئی۔ اور انتہا بھی خیر پر۔ ابتدا نمازوں کے بروقت ادا کرنے کے اہتمام سے ہوئی۔ اور انتہا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ولی عہدی کے حکم پر"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
۹۹ھ تا ۱۰۱ھ

حضرت عمرؒ عبدالعزیز بن مروان بن حکم کے صاحب زادے تھے۔ والدہ ماجدہ ام عاصم حضرت عمرؓ بن خطاب کی پوتی تھیں۔ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور شاہانہ فضا کی آغوش میں پلے بڑھے۔ اور پروان چڑھے۔

وقت کے مشہور محدّث صالح بن کیسان کے زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت کی تکمیل ہوئی۔ ان کے علاوہ دوسرے متعدد صلحائے مدینہ سے بھی استفادہ کیا۔ فطری سعادت اور مشاہیرِ اُمّت کے فیضِ صحبت ہی کا یہ خوش گوار نتیجہ تھا۔ کہ ان کے متعلق حضرت امام احمد حنبلؒ نے ارشاد فرمایا۔ "میں تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیزؒ کے سوا کسی کے قول کو حجت نہیں سمجھتا"۔

جب آپ نے گلشنِ شباب میں قدم رکھا۔ تو عبدالملک بن مروان کی بیٹی فاطمہ سے شادی ہوئی۔ اور مناصب عالیہ پر سرفراز کئے گئے۔ لیکن حکومت کے قصر کو ہمیشہ

دین کی مشعل سے فروزاں رکھا۔ جب ولید نے انھیں مدینہ کی گورنری تفویض کی۔ تو اس شرط پر راضی ہوئے کہ وہ دوسرے عاملین کی طرح ظلم نہ کریں گے

خلافت

ان کی خلافت کے متعلق سلیمان کی وصیت کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ سلیمان کا انتقال ہوا۔ تو رجاء بن حیواۃ نے اس خیال سے موت کی خبر پوشیدہ رکھی۔ کہ کہیں بنی امیہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیعت میں کچھ تامل نہ کریں۔ اس لئے دوبارہ خاندان حکومت کو جمع کر کے سلیمان کے نامزد کئے ہوئے شخص کی بیعت لی۔ بیعت کی تکمیل و تحکیم کے بعد سلیمان کے انتقال کا اعلان کر کے وصیت نامہ پڑھ کر سنایا گیا۔ حاضرین میں سے صرف ہشام بن عبدالملک نے انکار کے طور پر انا اللّٰہ کہا۔ جس پر رجاء بول اٹھا۔ کہ چپ چاپ بیعت کر لو۔ ورنہ تمھارا سر قلم کر دیا جائے گا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بازو پکڑ کر انھیں منبر پر بٹھا دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ باول ناخواستہ منبر پر متمکن ہوئے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:۔

"برادران ملت! نفس انسانی کی کمزوریوں سے میں بھی خالی نہیں۔ میں بھی اپنے پہلو میں ایک طامع دل رکھتا ہوں۔ اس کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ جب وہ ایک مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس سے بلند تر مرتبے کے حصول کی فکر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ تخت خلافت حاصل کرنے کے بعد اب اس سے بلند تر چیز کی فکر میں ہے۔ اور وہ منزل جنت ہے۔ میری آپ سے درخواست ہے۔ کہ آپ براہ کرم اس خواہش کی تکمیل میں میری امداد کریں"

مسجد سے باہر نکلے تو ارکان حکومت نے آپ کو شاہانہ جلوس کی صورت میں بیت خلافت تک لے جانا چاہا۔ لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔ میرے لئے میرا گھوڑا ہی کافی ہے۔

آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خیمے کی طرف چلے تو ارکان حکومت نے "منزل خلافت" کی طرف تشریف لے چلنے کے لئے عرض کی۔ فرمایا۔ "نہیں۔ وہاں سلیمان کے اہل و عیال ہیں۔ انھیں تکلیف ہوگی۔ مجھے اپنا خیمہ ہی کافی ہے"

گھر آئے تو چہرے سے غم اور پریشانی مترشح تھی۔ غلام نے فکر و تشویش کی وجہ دریافت کی۔ تو جواب دیا۔ میری فکر و تشویش بیجا نہیں۔ مشرق و مغرب میں امتِ محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں۔ جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور مطالبہ و اطلاع کے بغیر اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔

ترکِ خلافت پر آمادگی خلافت کی مہتم بالشان ذمہ داریوں سے گھبرانے اور جمہوری طور پر انتخاب نہ ہونے کے باعث آپ ترکِ خلافت پر.................. آمادہ ہو گئے۔ اور ایک مجمع میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"لوگو! میری آرزو اور عام مسلمانوں کی رائے لئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ اس لئے تمہاری گردن میں میری بیعت کا جو طوق ہے۔ میں خود اسے اتارے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو، اپنا خلیفہ چُن لو۔"

یہ تقریر سنتے ہی ہر طرف سے شور بلند ہوا۔ کہ "ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور ہم سب آپ کی خلافت پر خوش ہیں۔ اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے"۔ اس یقین کے بعد کہ کسی فردِ واحد کو آپ کی خلافت سے اختلاف نہیں۔ آپ نے اس اہم اور عظیم بار کو قبول فرمایا۔ اور مسلمانوں کے مجمع میں ایک تقریر کی۔ اس میں خوفِ خدا اور عقبیٰ کی تلقین کے بعد خلیفۂ اسلام کی اصلی حیثیت پر روشنی ڈالی جسے سلاطینِ بنی امیہ نے ملوکیت میں کھو دیا تھا۔

"تمہارے نبیؐ کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں۔ اور اللہ نے اس پر جو کتاب اتاری ہے اس کے بعد دوسری کتاب آنے والی نہیں۔ اللہ نے جو چیز حلال کر دی۔ وہ قیامت تک کے لئے حلال ہے۔ اور جو حرام کر دی۔ وہ قیامت تک حرام ہے۔ میں (اپنی طرف سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں۔ بلکہ صرف (احکامِ الٰہی کو) جاری کرنے والا ہوں بخود اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیدا کرنے والا نہیں۔ بلکہ صرف پیرو ہوں۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں تم میں کا کوئی ممتاز آدمی بھی

Marfat.com

نہیں۔ بلکہ معمولی فرد ہوں۔ البتہ تمہارے مقابلے میں اللہ نے مجھ پر بوجھ زیادہ ڈال دیا ہے"۔

اصلاحات اس کے بعد آپ نے اُمور خلافت کی طرف توجہ فرماتے ہوئے اصلاحات شروع کر دیں۔ اور سب سے پہلے والیانِ صوبجات کے نام حسب ذیل فرمان جاری فرمایا:۔

"سلیمان اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔ جسے اس نے خلافت کی نعمت عطا کی تھی۔ اب اس نے وفات پائی۔ اور میں اس کا قائم مقام مقرر کیا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نہایت شدید ذمہ داری عائد کی ہے۔ اگر میں شادیاں کرنا اور مال جمع کرنا چاہتا۔ تو میرے پاس سب سے زیادہ اس کے وسائل تھے۔ لیکن میری یہ کیفیت ہے کہ میں ذمہ داری خلافت کے باب میں شدید محاسبے سے کانپتا ہوں۔ ہاں اگر غفور الرحیم کی رحمت شاملِ حال ہوئی۔ تو حصول نجات کی امید ہے"۔

علاوہ بریں بعض عاملین کے نام ان کے خاص حالات کے مطابق خاص احکام صادر فرمائے۔ چنانچہ سلیمان بن ابی السری کے نام یہ فرمان بھیجا:۔

"مسافر خانے تعمیر کراؤ۔ جو مسلمان اِدھر آئے۔ اُسے ایک دن اور ایک رات وہاں ٹھہراؤ۔ اس کے لئے کھانے اور اس کی سواری کے لئے چارے کا انتظام مُفت کرو۔ بیمار مسافر کے لئے دو دن اور دو رات تک یہی انتظام کرو۔ اور جو پردیسی اپنے وطن جانے کی خواہش کرے۔ اسے سرکاری خرچ پر گھر پہنچانے کا انتظام کرو"۔

عبدالحمید کے نام حسب ذیل حکم بھیجا:۔

"زمانۂ ماضی میں کوفہ والے نااہل والیوں کے ہاتھوں شدید مصائب سے دوچار ہوئے ہیں۔ اور ان سے نہایت ناز یبا سلوک روا رکھا گیا ہے۔ دین کا انحصار انصاف اور احسان پر ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ محاسبۂ نفس کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس پر گناہوں کا معمولی بوجھ بھی نہ ڈالو۔ خراج کے باب میں پوری احتیاط سے کام لو۔ غیر آباد زمین سے آباد زمین کے برابر خراج طلب نہ کرو۔ بلکہ مناسب رقم وصول کرو۔ اور اس میں بھی نرمی برتو۔ بُری طرح تقاضا نہ کرو۔ رعایا سے ٹکسال کا خراج۔ نوروز اور مہرجان اور تہواروں کے ہدیے

Marfat.com

قرآن مجید کی قیمت۔ پانی کا محصول۔ مکانوں کا کرایہ اور نکاحانہ وصول نہ کیا جائے۔ اگر کسی ملک کا بھی کوئی شخص اسلام قبول کرے۔ تو اس سے جزیہ ہرگز نہ لیا جائے۔"

امراء سے مواخذہ

یہ نہیں کہ آپ احکام نافذ کر کے خاموش بیٹھ رہے۔ بلکہ والیوں اور عاملوں سے ان کی کج روی پر شدید مواخذہ بھی کیا۔

یزید بن مہلب سے بیت المال کی ایک بھاری رقم واجب الوصول تھی۔ حضرت عمرؓ نے اسے اپنے سامنے طلب کر کے ادائے رقم کا تقاضا کیا۔ یزید نے جواب میں کہا "میرے ذمے کوئی رقم نہیں"۔ جب یزید کو اس کی اپنی تحریر دکھائی گئی جس میں اس نے مطلوبہ رقم کا اقرار کیا تھا۔ تو وہ اپنے قول کی تائید میں معقول دلیل پیش نہ کر سکا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے اسے قید و بند میں ڈال دیا۔

یزید کا بیٹا مخلد باپ کے اسیر ہونے کی خبر سُن کر دربارِ خلافت میں آیا۔ اور عرض کی۔ "یا امیر المومنین (ع) نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں۔ براہِ کرم کچھ کمی بیشی کر کے معاملے کا تصفیہ کر لیا جائے"۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "بات یہ ہے۔ کہ حقوق مسلمین کے موجودہ معاملے میں ایک پائی بھی نہیں چھوڑی جا سکتی۔ لہٰذا میں پُوری کی پُوری رقم وصول کئے بغیر تمھارے والد کو رہا نہیں کروں گا"۔ چنانچہ یزید بن مہلب حضرت عمرؓ کے آخر عہد تک قید رہا۔ البتہ جب اسے خبر ملی۔ کہ اب آپ کا آخری وقت آ پہنچا۔ اور اب قلمدانِ خلافت یزید بن عبدالملک کے ہاتھ میں آنے والا ہے۔ تو وہ مصلحتاً جیل سے بھاگ کر عازمِ بصرہ ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ کے پاس شکایت پہنچی۔ کہ خراسان کا والی جراح بن عبداللہ نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ یہ لوگ عاقبت کی بہتری کے لئے نہیں بلکہ جزیے سے بچنے کی خاطر مسلمان ہوئے ہیں۔ آپ نے اُسے تحریر فرمایا:-

"رسول اللہ صلعم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا گیا تھا۔ نہ کہ محصول وصول کرنے والا۔ جو شخص نماز پڑھے۔ اُس سے تمھیں جزیہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں"۔

جراح نے تعمیل ارشاد کی۔ اور لوگ فوج در فوج دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے

Marfat.com

غصب شدہ مال کی واپسی اب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے کمزور آدمیوں کا وہ مال و جائداد انہیں واپس دلوانا شروع کیا۔ جسے زبردست اور با اختیار اشخاص نے ہتھیا کر اپنی جائداد میں شامل کر لیا تھا۔ خود امیرالمومنین بھی بہت بڑی موروثی جاگیر کے مالک تھے۔ ہواخواہوں نے گزارش کی۔ کہ جاگیر واپس کر دینے کی صورت میں اولاد کے لئے کیا انتظام ہوگا"۔ فرمایا۔ "ان کا نگہبان اللہ ہوگا"۔

پھر اہلِ خاندان کو اکٹھا کر کے ارشاد فرمایا:۔

"بنی مروان! تم بہت بڑے شرف اور دولت کے مالک ہو۔ میرے خیال میں اُمت کے نصف یا دو تہائی مال پر تمہارا قبضہ ہے"۔

ان لوگوں نے جواب میں کہا۔

"واللہ جب تک ہمارے سرتن سے جدا نہ ہو جائیں گے۔ اس وقت تک جائدادیں بھی ہم سے جُدا نہیں ہو سکتیں۔ واللہ نہ ہم اپنے مورثوں کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ اولاد کو مفلس"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔

"واللہ اگر تم اس حق میں میرا ہاتھ نہیں بٹاؤ گے۔ تو میں تم کو ذلیل کر کے چھوڑوں گا"۔

پھر عامۃ المسلمین کو مسجد میں جمع کر کے ارشاد فرمایا۔

"ان لوگوں (اموی خلفا) نے ہم ارکان خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطایا دئے کہ واللہ نہ تو انہیں دینے کا کوئی حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا۔ اب میں یہ سب جائدادیں ان کے اصلی حق داروں کو واپس کرتا ہوں۔ اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے اس کارِ خیر کا آغاز کرتا ہوں"۔

اس کے بعد اپنی اور اپنے سارے خاندان کی ایک ایک جاگیر واپس کر دی۔

آپ کی بیوی فاطمہ کے پاس ان کے باپ عبدالملک کا دیا ہوا ایک گراں بہا پتھر تھا۔ حضرت عمرؓ نے بیوی سے کہا۔ "یا اسے بیت المال میں داخل کر دو۔ یا مجھے چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔ فرماں بردار بیوی نے فوراً وہ پتھر بیت المال میں داخل کر دیا۔

فدک کا تصفیہ رسول اللہ صلعم نے باغ فدک کو فتح خیبر کے بعد "خالصہ" قرار

Marfat.com

دے لیا تھا۔ اور حضورؐ اس کی آمدنی کو اہلِ بیت اور بنی ہاشم کی ضروریات پر صرف فرماتے تھے وصالِ رسولؐ کے بعد حضرت فاطمہؓ نے اسے حضرت صدیق اکبرؓ سے طلب کیا۔ لیکن آپ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا۔ "رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے۔ کہ" انبیا کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی"۔ البتہ میں اسے انھیں مصارف میں صرف کرتا رہوں گا۔ جن میں رسول اللہ صلعم صرف فرمایا کرتے تھے"۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ مروان بن حکم نے اسے غاصبانہ اپنی جاگیر بنالیا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے تک وہ یونہی بنی امیہ کی جاگیر بنا رہا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسندِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ تو انھوں نے بنی مروان کو اکٹھا کرکے باغ فدک کی صحیح حیثیت پر روشنی ڈالی۔ پھر فرمایا۔ "میں اسے بنی ہاشم کے سپرد نہیں کرسکتا۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے میں اسے انھیں مصارف کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ جن کے لئے رسول اللہ صلعم اور شیخین کے زمانے میں مخصوص رہا۔"

بنی امیہ کی ناراضی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس عدل وانصاف سے بنی امیہ کی مالی حالت نہایت کمزور ہوگئی۔ اس لئے وہ جوشِ غضب سے دیوانہ ہوگئے۔ اور ہشام کو وکیل بناکر خلیفہ سے گفتگو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ بہت دیر تک گفتگو جاری رہی۔ اور حضرت عمرؒ نے معقول و مدلل مثالوں سے ہشام کو قائل کرلیا۔ آخری الفاظ یہ تھے۔ کہ" مجھ سے پہلے کے خلفاء نے کم زور لوگوں کو اپنی قوت سے دبایا۔ ان کے ماتحت بھی انھیں کے نقشِ قدم پر چلے۔ اب کہ میں خلیفہ ہوا۔ تو یہ کمزور لوگ میرے پاس آئے۔ ایسی صورت میں میرے لئے اس کے سوا اور کون سی تدبیر ہے۔ کہ قوی سے ضعیف کا اور بڑے سے چھوٹے کا حق دلاؤں۔

حضرت عمرؒ نے ان کے اہلِ خاندان کے وہ وظیفے بند کردئے۔ جو انھیں بیت المال سے ملتے تھے۔ عینیہ بن سعد نے شکایتاً کہا۔ "امیرالمومنین! ہم لوگ بھی آپ پر حق رکھتے ہیں"۔ فرمایا۔ ہاں تمھارا حق میرے ذاتی مال میں ہوسکتا تھا۔ مگر اس میں گنجائش کہاں۔ بیت المال میں تم اس سے زیادہ حق نہیں رکھتے۔ جتنا برک عماد کے

Marfat.com

آخری کنارے پر سکونت رکھنے والے کا۔ واللہ اگر سارا جہان تمہارا ہم خیال ہو جائے۔ تو ان پر قہر الٰہی کی بجلیاں ٹوٹ پڑیں"۔

غرض آپ نے عزیزوں اور اہلِ خاندان کی سعی مداخلت و مزاحمت کے باوجود جادۂ عدل سے ذرا انحراف نہ کیا۔ اور تمام غصب شدہ اموال واپس دلا کر چین لیا۔

بیت المال بیت المال کے مداخل و مصارف کی حالت نہایت افسوس ناک تھی۔ آمد اور خرچ دونوں مدوں میں جائز اور ناجائز رقم لائی اور اٹھائی جاتی تھی۔ بیت المال کا معتد بہ حصہ ذاتی عیش و عشرت پر صرف کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بخوبی اصلاح کی۔

غصب شدہ مال کی واپسی سے بیت المال بھرپور ہو گیا تھا۔ شاہی خاندان کے تمام وظیفے یک قلم بند کر دئے گئے۔ بھاری بھاری اور محض نمائشی شاہانہ مصارف پر خطِ نسخ کھینچ دیا گیا۔ سارا بیش بہا ذاتی مال فروخت کر کے اس کی کُل رقم بیت المال میں داخل کر دی گئی۔

نو مسلموں سے جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اسے بند کر کے ایک عام فرمان نافذ کر دیا کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیں۔ ان کا جزیہ چھوڑ دیا جائے۔ اس پر بے شمار لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور جزیہ چھوڑ دینے سے بیت المال کی آمدنی میں کمی واقع ہو گئی۔

بیت المال کی حفاظت پر خاص توجہ دی۔ ذرا سی غفلت پر شدید مواخذہ کرتے تھے۔ یمن کے بیت المال سے ایک اشرفی کے گُم ہو جانے پر حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں کے حاکم خزانہ کو تحریر کیا۔ کہ "مجھے تمہاری امانت پر شبہ نہیں۔ لیکن تمہاری غفلت اس جرم کی ذمہ دار ہے۔ اس لئے اپنی برات کے لئے شرعی قسم کھاؤ"۔

یزید بن مہلب عامل خراسان پر خیانت کا جرم عائد کر کے اسے برطرف کر دیا گیا۔

دفتری مصارف میں معتد بہ کمی کر دی گئی۔ سلیمان کے عہد میں ابوبکر بن حزم نے لکھنے کے سامان اور روشنی کے خرچ میں اضافے کی استدعا کی تھی۔ ابھی اس کا تصفیہ نہ ہوا تھا۔ کہ سلیمان نے رحلت کی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب

یں ابوبکر کو لکھا۔ کہ "روشنی کے متعلق پہلے سے بہتر حالت پر قناعت کرو۔ لکھنے پڑھنے میں ہر لحاظ سے کفایت برتو۔ تمام عاملوں کو تنبیہ کی۔ کہ بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھا جائے۔ خود آپ کے فرمان زیادہ سے زیادہ ایک بالشت کاغذ پر لکھے جاتے تھے۔

مجبور اور معذور اشخاص کی ایک فہرست تیار کی۔ اور ہر ایک کا وظیفہ مقرر کیا۔ اس پر عمل درآمد کے سلسلے میں عاملوں پر کڑی نگرانی رکھتے تھے۔

مفلس مقروضوں کا قرض ادا کرنے کی ایک علٰحدہ مد قائم کی۔ دودھ پیتے بچوں کے وظیفے مقرر کئے۔ ایک عام لنگرخانہ کھول دیا۔ جس سے فقیروں اور مسکینوں کو کھانا ملتا تھا۔ علاوہ بریں ملک کے محتاجوں میں صدقات تقسیم کرنے کا انتظام کیا گیا۔

رعایا کی خوش حالی

آمد و خرچ کی شدید دیکھ بھال۔ ظلم و ستم کی بیخ کنی اور مساکین پروری کا یہ خوش گوار نتیجہ ہوا۔ کہ ملک کے گوشے گوشے میں آسودہ حالی کے پھول برسنے لگے۔ غریبی اور محتاجی نام کو بھی باقی نہ رہی سال ہی بھر میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ صدقہ لینے والے تنگ دست صدقہ دینے والے خوش حال بن گئے۔

ظلم و جور کی اصلاح

بنی امیہ کے عاملین بالعموم ستم پیشہ تھے۔ سلیمان نے کسی قدر انسداد مظالم کی طرف توجہ کی تھی۔ لیکن ابھی تک ملک میں ظلم و جور کی زہریلی ہوائیں چل رہی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز "جبر و تشدد کو پوری طرح ملیا میٹ کرنے پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ حجاج کے ظالم خاندان کو یمن میں منتقل کر کے وہاں کے عامل کو تحریر کیا۔ کہ "عرب کے اس بدترین خاندان کو اپنے علاقے میں پھیلا دو"۔

موصل میں چوریاں بہت ہوتی تھیں۔ وہاں کے عامل نے لکھا کہ "جب تک لوگوں کو شبہ میں گرفتار کر کے سزا نہ دی جائے گی۔ چوری چکاری بند نہیں ہو سکتی"۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ "صرف شرعی ثبوت پر باز پرس کرو۔ اگر حق انھیں راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ انھیں راہ راست پر لائے"۔

جراح بن عبداللہ عامل خراسان نے لکھا۔ "خراسان والوں کے طور طریقے سخت مذموم ہیں۔ تازیانے اور تلوار کے سوا کوئی اور چیز ان کی اصلاح نہیں کر سکتی۔ اگر امیرالمومنین مناسب خیال فرمائیں۔ تو اس کی اجازت بخشیں"۔ آپ نے جواباً لکھا۔ "تمہارا خیال غلط ہے۔ لوگ حق اور انصاف سے درست ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک ممکن ہو۔ اسی راستے پر گامزن رہو"۔ غرض ظلم کے تمام طریقوں کا کھوج لگا کر اچھی طرح ان کا استیصال کر دیا۔

ذمیوں کے ساتھ سلوک

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ذمیوں کے ساتھ ایسا قابلِ تعریف سلوک کیا۔ کہ پوری اسلامی تاریخ میں دورِ فاروقیؓ کے سوا اور کوئی دور اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ آپ نے مسلمانوں کے برابر ذمیوں کے مال وجان کی حفاظت کی۔ انھیں مکمل مذہبی آزادی عطا کی۔ جزیہ وصول کرنے میں انتہائی نرمی سے کام لیا۔ اور عمال کو ان کے باب میں ہدایات لکھتے رہے۔

ذمی کا خون مسلمان کے خون کے برابر کر دیا۔ ایک مرتبہ حیرہ کے کسی مسلمان نے ایک ذمی کو مار ڈالا۔ آپ نے عاملِ حیرہ کو لکھا۔ کہ "قاتل کو فی الفور مقتول کے وارثوں کے سپرد کر دو۔ وہ اس کے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں"۔ حکم کی فوری تعمیل کی گئی۔ اور مقتول کے وارثوں نے قاتل کی گردن مار دی۔

کوئی مسلمان کسی ذمی کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتا تھا۔ جو کوئی دست درازی کرتا۔ پوری سزا پاتا۔ ایک بار ربیعہ شعوذی کسی سرکاری ضرورت سے ایک نبطی کا گھوڑا بیگار میں پکڑ کر اس پر سوار ہو گیا۔ آپ نے چالیس کوڑوں کی سزا دی۔

غصب شدہ مال کو واپس دلانے کے ضمن میں ذمیوں کی زمینیں بھی انھیں واپس دلوا دیں۔ ایک ذمی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعویٰ کیا۔ کہ "عباس بن ولید نے میری زمین پر غاصبانہ تصرف کر لیا ہے"۔ آپ نے عباس سے سوال کیا۔ "تم اس کا کیا جواب دیتے ہو؟" کہنے لگے "یہ مجھے والد کی طرف سے جاگیر میں ملی تھی۔ اور میں اس کی سند دکھا سکتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا۔ "کتاب اللہ ولید کی سند پر مقدم ہے"۔ اور ذمی کو اس کی زمین واپس دلا دی۔

شاہی افراد خاندان اور ذمیوں میں باہم مقدمے تک نوبت پہنچتی تو دونوں سے برابر کا برتاؤ کیا جاتا۔ ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک مدعی اور ایک عیسائی مدعا علیہ تھا۔ دونوں ایک ہی جگہ کھڑے کئے گئے۔ ہشام چیں بجبیں ہوا۔ اور عیسائی کو برا بھلا کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ہشام کو زجر و توبیخ کرتے ہوئے شکنجۂ عقوبت میں جکڑنے کی دھمکی دی۔

آمدنی میں اضافہ

اگرچہ ناجائز آمدنیوں کا انسداد کر دیا گیا۔ جزیہ وصول کرنے میں سہولتیں پیدا کی گئیں۔ پھر بھی بیت المال کی آمدنی میں کمی واقع ہو جانے کے بجائے بعض علاقوں کی آمدنی بہت زیادہ بڑھ گئی۔ چنانچہ عراق کی آمدنی میں حجاج کے عہد کی نسبت معقول اضافہ ہوا۔

خدمتِ خلق

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عامۃ الناس کو فائدہ پہنچانے کے لئے بہت سے اہم کام انجام دیے۔ مثلاً ممالکِ محروسہ میں بہت سی سرائیں تعمیر کرائیں۔ اور جیسا کہ اوپر تفصیلاً ذکر آچکا ہے۔ خراسان اور سمرقند کے عاملوں کو راستوں اور شہروں میں سرائیں بنوانے کا حکم دیا۔ اور مسافروں کی میزبانی کرنے کے لئے تاکید کی۔

دینی خدمات

سیاسیات میں خوش آئند انقلاب پیدا کرنے کے ساتھ ہی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شریعت کی بھی تجدید کی۔ چنانچہ آپ عدی بن ارطاۃ کو ایک فرمان میں لکھتے ہیں :۔

"ایمان چند سنن، چند احکام اور چند فرائض کا نام ہے۔ جس نے ان اجزا کی تکمیل کی۔ اس نے ایمان کی بھی تکمیل کی۔ اور جس نے ان کی تکمیل نہیں کی۔ اس نے ایمان کی بھی تکمیل نہیں کی۔ اگر حیات مستعار باقی ہے۔ تو میں ان تمام اجزا کو تمہارے سامنے واضح کر دوں گا۔ کہ تم ان پر عمل کرو۔ ورنہ مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں۔"

چنانچہ عقائد، عبادات اور اخلاق کے ناگوار تغیر کا سختی کے ساتھ انسداد کیا۔

گزشتہ خلفا عموماً ادائے نماز میں وقت کی پابندی کا زیادہ خیال نہ کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام عاملوں کے نام فرمان جاری کیا۔ کہ "نماز کے وقت سارا کام چھوڑ دیا کرو۔ نماز کو ضائع کرنے والا شخص دوسرے فرائض کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔"

حجاج کے عہد میں زکوٰۃ کا انتظام اچھا نہ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عمال کے نام ہدایات بھیجیں کہ وہ زکوٰۃ سے متعلق حجاج کی تقلید کو خیر باد کہہ دیں۔ علاوہ بریں آپ خطوں میں لوگوں کو ادائے زکوٰۃ و صدقہ کے باب میں تلقین کرتے رہتے تھے۔

مے خواری کا انسداد

دوسری ناجائز تفریحات کے ساتھ مے خواری بھی عام ہو چلی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انتہائی کوشش سے اس کے سدباب کا انتظام کیا۔ اور تمام عاملین کے نام فرمان صادر کر دیا۔ کہ "کوئی ذمی اسلامی شہروں میں شراب نہ لائے اور شراب کی دکانیں بند کرا دیں"۔

اصلاح اخلاق

اہل عجم کے ساتھ میل جول سے مسلمانوں میں بہت سی بری عادتیں اور رسمیں پیدا ہو چلی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کے سدباب کا پورا انتظام کیا۔ ایک دفعہ آپ کو مسلمانوں کے خلاف لہو ولعب میں مشغول رہنے کی شکایت پہنچی۔ آپ نے تمام عاملوں کو حکم بھیجا:۔

"خبر ملی ہے۔ کہ سفہا کی عورتیں موت کی تقریب پر بال کھولے بین کرتی ہوئی نکلتی ہیں۔ اس نوحے کی سختی سے ممانعت کرو۔ اہل عجم شیطان کے بہکانے سے چند چیزوں سے دل بہلاتے تھے۔ مسلمانوں کو اس کھیل تماشے اور راگ باجے سے منع کرو۔ اور نہ ماننے والوں کو مناسب سزائیں دو"۔

حماموں کے عام رواج کے باعث مرد و زن شرم و حیا کا ذرا پاس نہ کرتے ہوئے غسل کرتے تھے۔ آپ نے عورتوں کا حمام میں جا کر غسل کرنا ممنوع قرار دے دیا۔ اور مردوں کے لئے حمام میں تہ بند باندھ کر نہانے کا حکم صادر کیا۔

شوقین لوگوں نے بال سنوارنے سے ایک قدم آگے بڑھ کر پٹیاں جمانی شروع کر دی تھیں۔ آپ نے پولیس کو حکم دیا۔ کہ وہ ہر جمعہ کو نماز کے وقت مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو جایا کرے۔ اور جو شخص پٹیاں جمائے ہوئے گزرے۔ اس کے بال کاٹ دیا کرے۔

ایک قبیح بدعت کا انسداد

مدت سے دستور چلا آ رہا تھا۔ کہ اموی خلفاء اور

ان کے عاملین خطبوں میں حضرت علیؓ پر لعن وطعن کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے قطعاً بند کر کے تمام والیوں کے نام فرمان جاری کر دیا۔ کہ "حضرت علیؓ کے باب میں جو ناگوار الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں بند کر دو۔ اور ان کی جگہ قرآن کریم کی یہ آیت داخل کرو:۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکّرون۔	اللہ تعالیٰ عدل۔ احسان اور رشتہ داروں کو حکم دیتا ہے۔ اور فحش۔ برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ کہ شاید تم سمجھو۔"

اسلام کی تبلیغ واشاعت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ملک گیری کے بجائے اسلام کی تبلیغ واشاعت میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں۔

فوجی افسروں کو جنگ سے پہلے دشمن کو دعوتِ اسلام دینے کی ہدایت تھی۔ اور عاملین کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ ذمیوں کے آگے اسلام پیش کریں۔ اور جو ذمی مسلمان ہو جائے۔ اس سے جزیہ لینا بند کر دیا جائے

یہ تدبیر اشاعتِ اسلام کے لئے بڑی مفید ثابت ہوئی۔ چنانچہ صرف جراح بن عبداللہ عامل خراسان کے ہاتھ پر چار ہزار ذمیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور اسمٰعیل بن عبداللہ عامل مغرب کی تبلیغ سے سارے شمالی افریقہ میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

سندھ کے اکثر حکمران اور زمیندار مسلمان ہو گئے۔ ان کی جائدادوں سے بالکل تعرض نہ کیا گیا۔ اور انھیں مسلمانوں کے مساوی حقوق سے بہرہ اندوز کیا گیا۔ جے سنگھ پسر راجہ داہر بھی انھیں لوگوں میں تھا۔

آپ کے اخلاق حسنہ کی شہرت جذب اسلام کے پر لگا کر دُور دراز ملکوں میں پہنچ گئی جس کا یہ اثر ہوا۔ کہ بعض ممالک نے وفد بھیج کر آپ سے مبلغین روانہ کرنے کی استدعا کی۔ چنانچہ آپ نے وفد تبت کے ساتھ سلیط بن عبداللہ حنفی کو چین روانہ کیا۔

Marfat.com

فتوحات

چونکہ آپ کا مقصد کشورستانی کے بجائے اسلام کی تبلیغ و اشاعت تھا، اس لئے آپ کا سارا عہدِ حکومت فتوحات سے تقریباً خالی نظر آتا ہے صرف سندھ اور ہسپانیہ میں جہاں پہلے ہی سے لڑائی جاری تھی۔ بعض معمولی فتوحات ہوئیں۔

خانہ جنگی کا قلع قمع

حضرت عثمانؓ کے زمانے سے اس دور تک اسلامی ممالک کی سرزمین مسلمانوں ہی کے خون سے لالہ زار نظر آتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی انتہائی سعی وجہد کے باعث خانہ جنگی اور خونریزی کے شعلوں کے بجائے امن و آشتی کے پھول برسنے لگے۔ آپ نے خارجیوں کے مقابلے میں بھی تلوار نہ اٹھائی۔ اور عبدالحمید عاملِ کوفہ کو لکھا۔ کہ جب تک ان لوگوں کی طرف سے فتنہ و فساد اور خونریزی کی آگ نہ بھڑکائی جائے۔ انھیں کچھ نہ کہا جائے۔ اور ان کی امن شکن سرگرمیوں کے انسداد کے لئے کسی دُور اندیش آدمی کا تقرر عمل میں لایا جائے۔

علاوہ بریں آپ نے خود بھی خارجیوں کو سمجھا بجھا کر شورش انگیزی سے باز رکھنے کی جدوجہد کی اور ان کے سردار بسطام کو لکھا۔

" بہتر یہ ہے کہ تم میرے پاس آکر مباحثہ اور مناظرہ کرلو۔ اگر ہم لوگ حق پر ہوں تو تم لوگ عام مسلمانوں کی طرح اطاعت قبول کرلو۔ اور اگر تم حق پر ہو۔ تو ہم اپنے متعلق غور کریں "

اس پر بسطام نے دو آدمی روانہ کئے۔ اور طرفین میں مناظرہ ہوا۔ طبری اور ابن اثیر بالاتفاق بیان کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے ایک آدمی نے اعترافِ حق کرلیا۔ جس پر حکومت کی طرف سے اس کا وظیفہ مقرر کردیا گیا۔ اور دوسرا واپس چلا گیا۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں۔ کہ چکنا گھڑا بوند پڑی۔ ڈھل گئی۔ خارجیوں نے اس مناظرے سے ذرّہ برابر اثر قبول نہ کیا۔ اور معمولاً اپنی فتنہ انگیزیوں پر ڈٹے رہے۔ اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حسب ذیل شرائط کے ساتھ عبدالحمید کو ان سے مقابلے

Marfat.com

کی اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

(۱) عورتوں، بچّوں اور قیدیوں پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ مجروحوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۲) فتح کے بعد جو مال غنیمت دست یاب ہو۔ وہ خارجیوں کے بیوی بچّوں کو لوٹا دیا جائے۔

(۳) قیدی صرف اس وقت تک اسیر زندان رکھے جائیں۔ جب تک راست روی اختیار نہ کرلیں۔

ان شرائط کے پیشِ نظر عبدالحمید نے خارجیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن زک اٹھائی۔ پھر مسلمہ بن عبدالملک روانہ کیے گئے۔

بیماری رجب ۱۰۱ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیمار ہو گئے۔ اور یہی بیماری مرض الموت ثابت ہوئی۔ ایک روایت تو یہ ہے۔ کہ بیماری طبعی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ زہر کا نتیجہ تھی۔ جب بنی امیہ کو آپ کی اصلاحات کے آئینے میں اپنا زور لٹنے کی تصویر نظر آنے لگی۔ تو انھوں نے آپ کے کسی خادم کو ایک ہزار اشرفی کا لالچ دے کر زہر دلوا دیا۔ آپ کو خبر ہوئی۔ تو انتقام لینے کے بجائے اشرفیاں واپس لے کر بیت المال میں جمع کر دیں۔ اور غلام کو آزاد کر دیا۔

وصیت آپ نے اس بیماری میں زندگی سے بالکل ناامید ہو کر اپنے بعد سلیمان کے نامزد کردہ خلیفہ یزید بن عبدالملک کو حسب ذیل وصیت نامہ لکھوایا:

"میں تمھیں اس حال میں یہ وصیت نامہ لکھوا رہا ہوں۔ کہ بیماری نے بالکل کمزور کر دیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ خلافت کی ذمّہ داریوں کے باب میں مجھ سے پرسش کی جائے گی۔ خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا۔ اور میں اس سے کوئی کام پوشیدہ نہ رکھ سکوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فلنقص علیھم بعلم وما کنا غائبین۔ ہم ان لوگوں سے اپنے ذاتی علم سے واقعات بتاتے ہیں اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔

"ایسی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہو گیا۔ تو میں کامیاب ہوا۔ اور ایک طویل عذاب

سے مخلصی پائی۔ اور اگر ناراض ہوا۔ تو میرے انجام پر افسوس ہے۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی رحمت سے عذابِ جہنم سے بچائے۔ اور اپنی رضا سے جنت عطا فرمائے۔

"تمھیں تقویٰ اختیار کرنا اور رعایا کا خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ میری طرح تم بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے۔ تمھیں اس سے بچنا چاہئے۔ کہ غفلت میں کوئی ایسی لغزش سرزد ہو جائے۔ جس کی تلافی نہ ہو سکے۔

سلیمان بن عبدالملک خدا کا ایک بندہ تھا۔ خدا نے اسے وفات دی۔ اس نے مجھے خلیفہ مقرر کیا۔ اور میرے بعد تمھیں نامزد کیا۔ میں جس حال میں تھا۔ اگر وہ اس لئے ہوتا۔ کہ بہت سی بیویوں کا انتخاب اور مال و دولت جمع کروں۔ تو خدا نے مجھے ایسے بہتر وسائل عطا کئے تھے۔ جو وہ اپنے کسی بندے کو عطا کر سکتا تھا۔ لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے۔"

اولاد کے متعلق ارشاد چونکہ آپ نے اپنی موروثی جائداد اور گھر کی ایک ایک چیز بیت المال میں واپس کر دی تھی۔ اور آپ کی وفات کے وقت آپ کی اولاد کے لئے کوئی سامانِ معاش باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لئے آپ کے انتقال سے تھوڑی دیر پہلے آپ کے برادر نسبتی مسلمہ بن عبدالملک نے التماس کی:۔

" امیرالمومنین! آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کو دنیاوی نعمتوں سے دور رکھا۔ اور اب انھیں توکل کی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں۔ ان کے باب میں مجھے یا کسی اور عزیز کو کچھ وصیت کرتے جائیے۔"

اس پر آپ نے فرمایا:۔

" تم کہتے ہو۔ کہ میں نے ہمیشہ اپنی اولاد کو دنیاوی نعمتوں سے دور رکھا۔ واللہ میں نے ان کا کوئی حق ضائع نہیں کیا۔ ہاں جس مال کے وہ حق دار نہ تھے۔ وہ ان کو نہیں دیا۔ تم کہتے ہو۔ میں ان کے متعلق کسی کو وصیت کرتا جاؤں۔ تو اس امر میں میرا وصی اور ولی میرا خدا ہے۔ جو صلحاء کا ولی ہوتا ہے۔ اگر میرے لڑکے خدا سے ڈریں گے۔ تو خدا خود ہی

Marfat.com

ان کے لئے کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔ اور اگر وہ گناہوں میں پھنس جائیں گے۔ تو میں مال دے کر انھیں گناہوں کے لیے اور طاقت ور بناؤں گا۔"

پھر بیٹوں کو طلب کر کے رقت کی حالت میں فرمایا:۔

"میری جان تم پر قربان جنھیں میں نے توکل کی حالت میں چھوڑا ہے۔ لیکن الحمد للہ میں نے تمھیں اچھی حالت میں چھوڑا ہے۔ بچو! تمھیں کوئی ایسا عرب اور ذمی نہ ملے گا۔ جو تم پر کچھ بھی حق رکھتا ہو۔ بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمھارے باپ کے اختیار میں تھی۔ ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ۔ اور تمھارا باپ دوزخ میں جائے۔ دوسرے یہ کہ تم خالی ہاتھ رہو۔ اور تمھارا باپ بہشت میں داخل ہو۔ ان دونوں میں سے اس نے یہ پسند کیا۔ کہ تم خالی ہاتھ رہو اور وہ بہشت میں جائے۔ بس خدا حافظ۔ اللہ تعالیٰ تمھیں حفظ و امان میں رکھے۔"

غرض ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ۳۹، ۴۰ سال کی عمر میں دو سال پانچ مہینے چار دن کی خلافت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور دیر سمعان میں دفن کیے گئے۔

ازواج و اولاد آپ کی چار بیویاں اور پندرہ سولہ بیٹے بیٹیاں تھیں۔ بعض بیٹوں کے نام یہ ہیں:۔ اسحٰق، یعقوب، موسیٰ، عبد اللہ، بکر، ابراہیم، عبد الملک، ولید، عاصم، یزید، عبد اللہ، عبد العزیز، ریان۔

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیزؒ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اپنے عہد خلافت میں حضرت فاروق اعظمؓ کو نمونہ بنا کر بعینہٖ ان کے نقشِ قدم پر چلے۔ اور ایسے ایسے زریں کارنامے انجام دیے۔ کہ بعض محدثین انھیں پانچواں خلیفۂ راشد مانتے ہیں۔

علم و فضل حضرت عمر بن عبد العزیزؒ علم و فضل میں نہایت بلند مقام پر فائز تھے حافظ ذہبی نے انھیں فقیہ مجتہد تسلیم کر کے ان کے دوسرے علمی کمالات کا لوہا مانا ہے۔ امام نووی کا قول ہے۔ کہ ان کی عظمت وشان، فضیلت علمی، وفور علم، صلاح

آثارِ نبویؐ کے اتباع اور خلفائے راشدین کی پیروی پر سب متفق ہیں۔

اُس دَور کے مشاہیر علمار ان کے آگے طفلِ مکتب تھے۔ نامور صاحب علم تابعی میمون بن مہران کا بیان ہے۔ کہ" علمار، عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے"

اسی طرح مشہور صاحبِ علم تابعی مجاہد کا بیان ہے۔ کہ" ہم لوگ انھیں تعلیم دینے گئے تھے لیکن کچھ دنوں کے بعد ہم خود ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے"

دینی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں آپ کو یکساں کمال تھا۔

عالموں کی قدردانی

آپ کے علم وفضل کی شہرت سُن کر دُور دُور سے اہلِ علم اور ارباب کمال دربارِ خلافت میں کشاں کشاں چلے آتے تھے۔

خلافت کے معاملات میں آپ حسب ذیل حضرات سے رائے اور مشورہ لیتے تھے۔ میمون بن مہران، ریاح بن عبیدہ، رجار بن حیواۃ، محمد بن کعب قرظی، سالم بن عبداللہ اور سعید بن مسیب۔

مذہبی تعلیم کی اشاعت

آپ نے مذہبی تعلیم کو وسیع اور عام کرنے میں جاں سپارانہ جدوجہد سے کام لیا۔ مختلف عاملین کو تاکیداً لکھا۔ کہ ارباب علم کو حکم دو۔ مسجدوں میں علم کی ترویج اور توسیع کریں۔ کیونکہ حدیثیں ضائع ہوئی جارہی ہیں۔ لوگوں کو تلقین کرو کہ حلقۂ درس میں بیٹھ کر تعلیم حاصل کریں۔ تاکہ نادان دانا ہو جائیں۔

آپ نے مذہبی تعلیم کی خدمت کرنے والے علمار کی معقول تنخواہیں مقرر کرکے انھیں فکرِ معاش سے مستغنی کردیا۔ حمص کے والی کو حکم دے کر فقہا کے لئے سو سو دینار کا وظیفہ مقرر کرادیا۔ طلبہ کو بھی وظیفے عطا کئے گئے۔

دوسرے ملکوں میں دینی علم کے آفتاب کی تجلیاں برسانے کے لئے علمار بھیجے۔ چنانچہ مدینہ کے نامور فقیہ نافع کو تعلیم حدیث کے لئے مصر اور قاری جعثل بن عامان کو تعلیم قرات کے لئے مصر و مغرب روانہ کیا۔ بدوؤں کی تعلیم وتربیت کے فرائض حارث بن یمجد اشعری اور یزید بن ابی مالک دمشقی کے سپرد کئے گئے۔

Marfat.com

ارشاد و ہدایت کا مقدس فریضہ واعظوں اور مفتیوں پر عائد کیا گیا۔ چنانچہ اسکندریہ کی مسند وعظ پر حجاج ابوکثیر اموی متمکن تھے۔

احادیث کی حفاظت واشاعت

احادیث کی حفاظت واشاعت کا زریں کارنامہ آپ کے تاج فضیلت وعظمت میں دُرِ شہوار بن کر چمک رہا ہے۔ آپ نے تمام عاملین صوبہ کے نام فرمان صادر کئے۔ کہ احادیث نبوی کو محنت و جاں کاہی سے ڈھونڈ ڈھانڈ اور چھان پھٹک کر لکھ لو۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اکابر حفاظ حدیث کے اٹھ جانے سے حدیثیں بھی بے نشان ہوئی جارہی ہیں۔ ہاں یہ احتیاط ضرور پیشِ نظر رہے۔ کہ صرف آنحضرتؐ کی حدیثیں قلم بند کی جائیں۔

اس طریق سے بے شمار مستند حدیثیں جمع کر کے ان کے مجموعے تیار کیے گئے۔ اور تمام ممالک محروسہ میں بھیجے گئے۔

خوفِ خدا

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بایں ہمہ جاہ و جلال خدا کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ ہر روز رات کو عشا کی نماز سے فارغ ہو کر خلوت میں زار زار رویا اور دُعائیں کیا کرتے تھے۔ اکثر اوقات ساری ساری رات اسی شغل میں گزر جاتی تھی۔

قیامت کی بازپرس کا خوف

یہ خوف ہمیشہ ان کے جسم وروح پر طاری رہتا تھا۔ کہ جب قیامت میں خلافت کی ذمہ داریوں اور حقوق امت سے متعلق بازپرس کی جائے گی۔ تو وہ کیا جواب دیں گے۔ اس لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے اپنے تمام فرائض کو بہ طریق احسن انجام دینے کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔

تقویٰ اور تورع

مسلمانوں کے مال میں آپ نے جس تقوے اور تورع کا ثبوت دیا۔ اس کی مثال نہایت کم یاب ہے۔ رات کو بیت المال کی شمع صرف اس وقت تک جلاتے تھے۔ جب تک سرکاری کام کرتا ہوتا تھا۔ پھر اپنا نجی

Marfat.com

چراغ جلا لیتے تھے۔

فقرا کے مہمان خانے سے اپنے لئے پانی تک گرم نہ کراتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کا کوئی ملازم آپ کو اطلاع دیئے بغیر مہینہ بھر تک سرکاری مطبخ سے پانی گرم کرتا رہا۔ آپ کو خبر ملی تو اسی قدر لکڑی خرید کر باورچی خانے میں بھجوادی۔

ایک دفعہ آپ مسلمانوں میں سیب تقسیم فرما رہے تھے، جو بیت المال میں آئے تھے ایک سیب آپ کے چھوٹے بچے نے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ آپ نے اس کے منہ سے نکال لیا۔ وہ روتا روتا ماں کے پاس گیا۔ ماں نے اسے بازار سے سیب منگوا دیا۔ گھر آئے تو باتوں باتوں میں اس واقعے کا بھی ذکر آگیا۔ فرمانے لگے۔ "واللہ میں نے وہ سیب بچے کے منہ سے نہیں۔ بلکہ اپنے دل سے چھینا تھا۔ کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ قیامت کے دن مجھ سے اس کے متعلق باز پرس ہو۔ اور مجھ سے کوئی جواب بن نہ پڑے"۔

ایک دفعہ انھوں نے گھر میں لبنان کے شہد کی خواہش ظاہر کی۔ ان کی زوجہ فاطمہ نے حاکم لبنان کو لکھ کر شہد منگوا لیا۔ اور خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ حیران ہو گئے پھر باتوں باتوں میں اصل معاملہ ظاہر ہوا۔ تو انھوں نے شہد کو چکھے بغیر اسے فروخت کرا دیا۔ اور رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ ساتھ ہی حاکم لبنان کے نام ایک تہدیدی مکتوب میں لکھا۔ کہ "تم نے فاطمہ کے کہلانے پر شہد ارسال کیا ہے۔ واللہ اگر آئندہ اس حرکت کا ارتکاب کیا۔ تو معزول کر دیئے جاؤ گے۔ اور میں تمھاری شکل تک دیکھنے کا روادار نہ ہوں گا"۔

تورع کی انتہا یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے بیت المال کا مشک دیکھتے ہی ناک بند کرلی۔ کہ اس کی خوشبو نہ آنے پائے۔ عرض کی گئی: "امیر المومنین! خوش بو سونگھنے میں کیا مضایقہ ہے"؟ فرمایا: "مشک کا انتفاع یہی ہے"۔

عنانِ خلافت ہاتھ میں لینے کے بعد ہدایا و تحائف لینے بند کر دیئے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے پھل بھیجا۔ آپ نے لوٹا دیا۔ بھیجنے والے نے عرض کی۔ "ہدیہ تو آنحضرتؐ قبول فرماتے تھے"۔ جواب میں فرمایا "ہاں۔ لیکن ہمارے اور ہم سے بعد والوں کے

لئے وہ رشوت ہے۔

تواضع اور مساوات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حاکم و محکوم اور خواجہ و بندہ کا فرق مٹا کر مساوات پیدا کر دی۔ اور خود عملی نمونہ پیش کیا۔ ملازموں کے سو جانے پر ضرورت کے وقت خود ہی کام کر لیتے۔ ایک رات رجاء بن حیوٰۃ سے باتیں کرتے ہوئے وقت زیادہ گزر گیا۔ اور چراغ مدھم ہو گیا۔ رجاء نے ایک سوتے ہوئے ملازم کو جگانا چاہا۔ انھوں نے منع فرمایا۔ رجاء خود تیل ڈالنے کے لئے اُٹھنے لگے۔ انھیں بھی روک دیا۔ اور خود اُٹھ کر چراغ درست کرنے کے بعد فرمایا۔ "جب میں چراغ میں تیل ڈال رہا تھا۔ تو بھی عمر بن عبدالعزیزؒ تھا۔ اور اب بھی عمر بن عبدالعزیزؒ ہوں۔"

لباس تختِ خلافت پر قدم رکھنے سے پہلے آپ شاہانہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ لیکن جب امیرالمومنین کی حیثیت سے ملت کے سامنے آئے تو رنگ ہی بدل گیا۔ صرف ایک معمولی جوڑا باقی رہ گیا۔ جو بار بار دھو کر پہنا جاتا تھا۔ مرض الموت میں ایک ہی قمیص تھی۔ جو بہت میلی ہو گئی۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی بہن (فاطمہ) سے کہا۔ لوگ عیادت کے لئے آتے ہیں۔ دوسری صاف قمیص بدلوا دو۔ انھوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب دوبارہ مسلمہ نے کہا۔ تو بولیں۔ "واللہ اس کے سوا دوسری قمیص ہے ہی نہیں۔ بدلواؤں کہاں سے؟" پھر ایک جوڑا بھی درست نہ ہوتا تھا۔ پھٹ جاتا تھا۔ اور پیوند پر پیوند لگتے جاتے تھے۔

آپ کی اولاد بھی اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ ایک بار تو آپ کی صاحبزادی آمنہ کے لئے کپڑا نہ تھا۔ فرمایا۔ "فرش چاک کر کے کُرتا بنا دیا جائے۔" آپ کی بہن کو خبر ہوئی۔ تو ایک تھان بھجوا دیا۔ اور منع کر دیا۔ کہ عمرؓ سے طلب نہ کرنا۔

Marfat.com

چودھواں باب

یزید بن عبدالملک

۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ

یزید بن عبدالملک ۶۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے انتقال کے بعد اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی نامزدگی کے مطابق تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔

سریر آرائی کے بعد یزید نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اسوۂ حسنہ کو اپنا مدارِ عمل بنانے کی کوشش کی۔ لیکن سوا مہینے سے زیادہ اس راستے پر گام زن نہ رہ سکا۔ اور رنگ رلیوں میں پڑ کر حضرت عمرؒ کی اصلاحات کا خاتمہ کرنے کے بعد دربارِ اموی کا پرانا نظام پھر جاری کر دیا۔

یزید بن مہلب کی بغاوت اور اس کی بیخ کنی

سلیمان کے عہد میں یزید بن مہلب خراسان کا حاکم تھا۔ اس نے سلیمان کے انتقال سے چند روز پہلے اسے ایک بڑی آمدنی کی خبر دی تھی۔ لیکن اس کے ارسال کیے جانے سے پہلے ہی سلیمان وفات پا گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تختِ خلافت پر جاگزیں ہوئے۔ تو انھوں نے ابن مہلب سے یہ رقم طلب کی۔ اس نے انکار کیا۔ تو حضرت عمرؒ نے اسے قید و بند میں ڈال دیا۔ اور ابھی یہ اسیر زنداں ہی تھا۔ کہ حضرت عمرؒ کو مرض الموت نے آ لیا۔

Marfat.com

ابن مہلب نے یزید بن عبدالملک کے بعض رشتہ داروں کو سزائیں دی تھیں۔ اس لئے یزید اس سے ناراض تھا۔ ابن مہلب نے خیال کیا کہ یزید تاج خلافت سر پر رکھنے کے بعد ضرور اس سے انتقام لے گا۔ اس لئے وہ رشوت دے کر قید خانے سے بھاگ گیا۔ اور بصرہ کی راہ لی۔

یزید نے تخت نشین ہوتے ہی عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو آل مہلب کی نظر بندی کا حکم بھیجا۔ عدی نے ابن مہلب کے تین بھائیوں مفضل، حبیب اور مروان کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔

ابن مہلب نے اپنے بڑھے ہوئے اثر و رسوخ کے باعث بہت جلد ایک لشکر جرار جمع کر کے بصرہ پر فوج کشی کر دی۔ اور فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ دیکھتے دیکھتے عراق خراسان اور کرمان میں ابن مہلب ہی کا طوطی بولنے لگا۔ اس نے یزید بن عبدالملک کی بیعت توڑ کر حکومت کے خلاف بغاوت پر کمر باندھ لی۔ مسلمانوں کو کتاب و سنت کے نام پر بنی امیہ کے مقابلے کی دعوت دی۔ اور کہا۔" ان سے جنگ کرنا ترک و دیلم کے ساتھ جنگ کرنے سے بھی زیادہ موجب ثواب ہے"

حضرت حسن بصریؒ نے مسلمانوں کو اس جنگ سے بے تعلق رہنے کی تلقین کی۔ اور فرمایا۔" ابھی کل یہی یزید بن مہلب بنی امیہ کی طرف سے فرماں روا تھا۔ اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی گردنیں کاٹتا تھا۔ اور آج وہ انھیں لوگوں کو بنی اُمیہ کے خلاف کتاب و سنّت کی دعوت دے رہا ہے"۔ لیکن لوگوں نے آپ کو مہر بلب رہنے پر مجبور کر دیا۔

یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو اسی ہزار کی عظیم الشان فوج دے کر ابن مہلب کو نیچا دکھانے کے لئے بھیجا۔ ابن مہلب ایک لاکھ بیس ہزار کی زبردست جمعیت کے ساتھ مقابلے کو آیا۔ اسے عراقیوں پر اعتماد نہ تھا۔ اتنے میں یکایک اطلاع ملی۔ کہ فرات کا پل دھڑا دھڑ جل رہا ہے۔ یہ سنتے ہی اہل عراق نے

Marfat.com

راہِ فرار اختیار کی۔ ابن مہلب نے ہر چند روکنے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ ابن مہلب نے اپنی مٹھی بھر جانباز جماعت کے ساتھ تیغ شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے جان دی۔ اس کے دو بھائی حبیب اور محمد میدانِ جنگ میں کام آئے۔

اس کے بعد ابن مہلب کا بھائی مفضل بقیۃ السیف جتھے کے ساتھ واسط پہنچا۔ وہاں یزید بن مہلب کا بیٹا معاویہ تھا۔ یہ دونوں چچا بھتیجا اپنے اہلِ خاندان کے ساتھ عازم بصرہ ہوئے۔ وہاں سے یزید بن مہلب کے حسب ہدایت قندابیل کی راہ لی۔

قندابیل کے امیر وداع بن حمید کو معلوم ہوا۔ کہ مسلمہ کی طرف سے ہلال بن احوز تمیمی مفضل کے تعاقب میں آرہا ہے۔ تو اس نے یزید بن مہلب کا پروردہ ہونے کے باوجود اپنی جان کے خوف سے آلِ مہلب کو امان دینے سے انکار کر دیا۔

قندابیل سے باہر ہلال بن احوز کی فوج اور آلِ مہلب میں رزم آرائی ہوئی۔ موخرالذکر کے تمام مرد بہادرانہ مقابلہ کرتے ہوئے کام آئے۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر کے دمشق روانہ کر دئے گئے۔ البتہ ابو عنیبہ بن مہلب اور عثمان بن مفضل نے جو بچ گئے، زنبیل کی راہ لی۔ اس تاسف خیز طریق پر اس نامور خاندان کے عروج و اقتدار کا ستارہ غروب ہو گیا۔ جس نے خون جگر سے اموی حکومت کے چمنِ اقبال کی آبیاری کی تھی۔

اس کے بعد یزید بن عبدالملک نے مسلمہ کو عراق کا والی مقرر کیا۔ مسلمہ نے اپنے داماد سعید بن عبدالعزیز کو خراسان کی ولایت پر مامور کیا۔

قصر باہلی پر ترکوں کا قبضہ

سعید کی عیش پرستی اور کمزوری کے باعث سرکش اور جنگ جو ترکوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور انھوں نے مسلمانوں کی بستی قصر باہلی کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے حاکم سمرقند سے امداد کی اس نے مسیب بن بشیر ریاحی کو چار ہزار سپاہ دے کر بھیج دیا۔ لیکن تین ہزار راستے ہی سے واپس چلے گئے۔ اور مسیب ایک ہزار کی مٹھی بھر سرفروش جماعت کے ساتھ عازم قصر باہلی ہو گیا۔ وہاں پہنچتے ہی ترکوں پر حملہ بول دیا۔ اور ایسی بہادری سے جان توڑ کر لڑا۔ کہ ترکوں نے مجبوراً محاصرہ اٹھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ مسیب محصور

Marfat.com

مسلمانوں کو قصر باہلی سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو گیا۔

سغدوں کی سرکوبی

قصر باہلی کی جنگ میں سغدیوں نے مسلمانوں کے حلیف ہونے کے باوجود ترکوں کی امداد کی تھی۔ اس لئے سعید نے مسلمانوں کے شدید اصرار پر انتقام لینے کی غرض سے علاقۂ سغد کی طرف پیش قدمی کی۔ ترکوں کی ایک جماعت نے کمین گاہ سے بے خبر مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ اس لئے وہ پسپا ہو گئے۔ لیکن بعد میں مسلمانوں کی ساری فوج پہنچ گئی اور اس نے ترکوں کو شکست فاش دی۔

دوسری جنگ

۱۰۳ھ میں سعید بن عبدالعزیز کمزوری کے باعث معزول کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ سعید بن ہبیرہ حرشی کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ یہ نامور بہادر سپہ سالار اور بڑا صاحب شکوہ و تجمل شخص تھا۔ سغد اور ترک اس کا نام سن کر چینی علاقے کی طرف بھاگ گئے۔ سعید حرشی تعاقب کرتے ہوئے خجندہ تک پہنچ گیا۔ غنیم کی بھاری جماعت کو تلوار کے گھاٹ اتار کر واپس آیا۔

۱۰۴ھ میں سعید حرشی کسی وجہ سے حکومت خراسان سے معزول کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ مسلم بن سعید کلابی کا تقرر عمل میں آیا۔

خزر پر فوج کشی

اسی سال ثبیت نہرانی کے زیر قیادت مسلمانوں کی ایک فوج نے اہلِ خزر کی گوشمالی کے لئے آرمینیہ پر لشکر کشی کی۔ اہلِ خزر نے قبچاقیوں، ارمنوں اور ترکوں کے دوسرے قبیلوں کو امداد کے لئے طلب کیا۔ مرج حجارہ میں ایک خوں ریز جنگ ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو زک اٹھانی پڑی اور غنیم نے ان کے سارے مال اسباب پر قبضہ کر لیا۔ یزید کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے جراح بن عبداللہ حکمی کو آرمینیہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا اور اسے اہل خزر کی سرکوبی کے لئے ہدایات دیں۔

جراح نے شامی لشکر کے ساتھ ترکستان کی طرف پیش قدمی کی۔ پہلے بروعہ

Marfat.com

پہنچا۔ پھر نہر کر کو عبور کر کے باب الابواب میں خیمہ زن ہوا۔ اہلِ خزر اسے چھوڑ کر آگے چلے گئے تھے۔ جراح نے جنگ کے بغیر اس پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران میں اہلِ خزر ایک بھاری فوج لے کر آپہنچے۔ نہر ران کے ساحل پر طرفین میں گھمسان کا رن پڑا مسلمانوں کو فتح ہوئی اور ترک زک اٹھا کر واپس چلے گئے۔

اب جراح حصن حصین پہنچا۔ مسلمانوں نے بلا مقابلہ قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اور اہل قلعہ سامان لے کر وہاں سے نکل گئے۔

پھر جراح نے بنجر کی طرف پیش قدمی کی۔ یہ ترکوں کا ایک نہایت سنگین و مضبوط قلعہ تھا جس کی مجتمع طاقت پر انھیں ناز تھا۔ ترکوں نے قلعے کے اردگرد تین سو گاڑیوں کا ایک دائرہ باندھ دیا۔ مسلمان سر بکف تیروں کی بے پناہ بارش میں گاڑیوں کی طرف بڑھے۔ اور وہاں تک پہنچ کر گاڑیوں کو باہم ملانے والا رستا کاٹ دیا۔ گاڑیاں دھم سے گر کر نیچے آپڑیں۔ اور مسلمانوں نے پوری قوت سے حملہ کر دیا۔ اہلِ خزر نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور مسلمانوں نے قلعے پر قبضہ کر کے اَن گنت دولت سمیٹ لی۔

۱۰۵ھ میں جراح نے آگے بڑھ کر علاقہ لان پر دھاوا کیا۔ بہت سے قلعوں پر قابض ہوا۔ کثیر التعداد ترکوں کو قید کیا۔ اور بہت سا مال لے کر واپس آیا۔

جراح کی ان مسلسل فتح مندیوں سے ترکوں پر اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اور ترکستان میں امن بحال ہو گیا۔

ولی عہدی یزید نے اپنے بعد اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنانا چاہا۔ لیکن اس کے صلاح کاروں نے ولید کی کم سنی کے باعث اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ لہٰذا اس نے اپنے بھائی ہشام اور اس کے بعد اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد نامزد کر دیا۔

وفات ۵ر شعبان ۱۰۵ھ کو یزید بن عبدالملک نے مرض سل سے بلقار مضافات دمشق میں ۳۸ سال کی عمر پا کر چار سال ایک مہینہ کچھ دن حکومت کرنے

Marfat.com

کے بعد انتقال کیا۔

اولاد یزید کے دس بیٹے تھے۔ ولید، محمد، یحییٰ، عمر، عبدالجبار، سلیمان، ابوسلیمان داؤد، ہاشم، عوام۔

ہشام بن عبدالملک

۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ

ہشام بن عبدالملک ۷۲ھ میں عائشہ بنت ہشام کے بطن سے پیدا ہوا۔ باپ نے منصور اور ماں نے ہشام نام رکھا۔ لیکن موخر الذکر نام سے مشہور ہوا۔

یزید کی وفات کے وقت ہشام رصافہ میں تھا۔ یہیں خاتم اور عصا اس کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ پھر دمشق آکر سریر آرائے حکومت ہوا۔

ہشام عبدالملک کی طرح صاحب تدبیر اور حوصلہ مند تھا۔ اس کا عہدِ حکومت داخلی حوادث اور خارجی مہمات کی ہنگامہ خیز جولان گاہ بنا رہا۔

عراق اور خراسان کی مہمات ہشام نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی عمر بن ہبیرہ کو معزول کر کے خالد بن عبداللہ کو عراق کا گورنر مقرر کیا۔

مسلم بن سعید ان دنوں مسلم بن سعید والی خراسان ترکوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ خالد نے اسے اپنی مہم کے جاری رکھنے کا فرمان بھیجا۔ مسلم فرغانہ کی طرف بڑھا۔ وہاں اسے خبر ملی کہ خاقان مقابلے کو چلا آرہا ہے۔ مسلم نے اسے روکنے کے لئے پیش قدمی کی۔ خاقان کی فوج سے مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کا سامنا ہو گیا۔ مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا۔ اور مسلم مقابلے کو خلاف مصلحت جان کر اپنی جمعیت کو نکال لایا۔

آٹھ روز کے سفر کے بعد مسلمان ایک دریا کے کنارے پہنچے۔ دوسری طرف اہلِ فرغانہ اور شاش خیمہ زن تھے۔ اِدھر صدورِ فرمان سے مسلم کے لبوں کو جنبش ہوئی۔ اُدھر مسلمانوں کی خون آشام تلواریں تڑپ کر میانوں سے باہر نکل آئیں۔ مسلمان دریا کو عبور کر کے دوسرے ساحل پر فروکش ہوئے۔ اتنے میں خاقان کا بیٹا دو لاکھ ترکوں کا لشکرِ جرّار لے کر مقابلے کے لئے وہاں پہنچ گیا۔ اور مسلمانوں اور ترکوں میں زبردست معرکہ آرائی ہوئی مسلمانوں کی مٹھی بھر جمعیت نے ترکوں کی ٹڈی دَل فوج کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور ترکوں اور سغدوں کے اکثر نامور افسروں کو جن میں خاقان کا بیٹا بھی شامل تھا۔ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے تھک کر چُور ہو جانے کے باعث نجندہ میں آکر قیام کیا۔ اور خبر آئی کہ خالد نے مسلم کو معزول کر کے اسد بن عبداللہ کو والی خراسان مقرر کیا ہے۔ اور عبدالرحمٰن بن نعیم سالارِ فوج بنائے گئے ہیں۔

اسد نے ۱۰۷ھ میں غور پر حملہ کیا۔ غوری اپنا سامان ایک غار میں چھپا کر خود ہٹ گئے۔ اس نے زنجیروں میں صندوق باندھ کر سارا سامان صحیح و سالم نکلوا لیا۔

۱۰۸ھ میں اسد نے دوبارہ فوج کشی کر کے غوریوں کو نیچا دکھایا۔

قبائلی عصبیت اسد کی فطرت ثانیہ تھی۔ اس لئے ۱۰۹ھ میں ہشام نے اسے معزول کر کے اشرس بن عبداللہ سلمی کو والی خراسان مقرر کیا۔

اشرس عالم و فاضل اور دین دار امیر تھا۔ اس نے ابو الصیداء کو تبلیغ اسلام کے لئے سمرقند اور ماوراء النہر روانہ کیا۔ ترک فوج در فوج دین اللہ میں داخل ہونے لگے۔ ذمیوں کے اسلام قبول کر لینے سے جزیے کی آمدنی کم ہو گئی۔ حسین ابن عمرطہ نے اشرس کو کمی جزیہ کی خبر دی۔ اس نے جواب میں تحریر کیا۔ "جزیہ مسلمانوں کی قوت ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ذمی محبتِ اسلام کی بنا پر نہیں، بلکہ جزیے سے مخلصی پانے کے لئے مسلمان ہو رہے ہیں۔ تم امتحان کرو۔ جو ذمی ختنہ کرائے۔ اسلامی فرائض بجا لائے۔ اور قرآن مجید کی کوئی سورت بھی حفظ کر لے۔ اس سے تعرض نہ کرو۔ باقی

Marfat.com

سب سے جزیہ وصول کرو۔"

نومسلموں نے اس حکم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اور سات ہزار آدمی میدانِ مقابلہ میں اُتر آئے۔ بہت سے انصاف پسند مسلمان بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔

اشرس کو خبر لی۔ تو اس نے مجشر بن مزاحم کو بھیجا۔ اس نے نومسلموں کے حامی مسلمانوں کو قید کر کے اشرس کے پاس بھیج دیا۔ پھر نومسلم ترکوں سے جبراً جزیہ وصول کر کے ان کے سرداروں کی بے عزتی کی۔

مجشر کے اس جبر نے یہ گُل کھلایا۔ کہ سمرقند کے نومسلم مرتد ہو گئے اور ترکوں سے طالبِ امداد ہو کر مسلمانوں کے مقابلے پر میدان میں اُتر آئے۔

اس پر اشرس خود مقابلے کو نکلا اور سغدیوں اور ترکوں کے ساتھ معرکہ آرائی ہوئی۔ مسلمان شکست کھاتے کھاتے بچے۔

پھر اشرس بیکند پہنچا۔ وہاں ترکوں نے مسلمانوں کا پانی روک دیا۔ آخر مسلمان انتہائی تگ و دو سے پانی پر قابض ہو کر دشمنوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔

ابھی یہ معرکہ جاری تھا کہ خاقان حاکم ترکستان نے فرغانہ، افشینہ اور نسف کی فوجوں کو ساتھ ملا کر خراسان کی اسلامی نوآبادی کمرجہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے شہر کے دروازے بند کر کے مردانہ و شجاعانہ مدافعت کی۔ اسی دوران میں اسلامی فوجیں فرغانہ پہنچ گئیں۔ خاقان نے کمرجہ کے محصورین کو پیغام بھیجا کہ "ہم جس شہر کا محاصرہ کرتے ہیں۔ اسے فتح کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم شہر چھوڑ کر نکل جاؤ۔ ہم تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔" مسلمانوں نے جواب دیا۔ کہ "ہمارا مذہب ہمیں دشمن کی اطاعت قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تم جو چاہتے ہو کر لو۔" آخر طرفین میں یہ معاہدہ ہوا۔ کہ "دونوں فریق کمرجہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ چنانچہ مسلمان کمرجہ کو خیرباد کہہ کر دبوسیہ چلے گئے۔

۱۱۱ھ میں ہشام نے اشرس کو معزول کر کے اس کی جگہ جنید بن عبدالرحمٰن مری

کو والی خراسان مقرر کیا۔

سلالھ میں جنید نے طخارستان پر چڑھائی کی۔ اُدھر ترک یہ خبر پاکر بھاری جمعیت کے ساتھ عازمِ سمرقند ہوئے۔ وہاں کے عامل سورہ بن الجبر نے جنید کو خطرے کی اطلاع دے کر اس سے کمک طلب کی۔

جنید نے بارہ ہزار کی جمعیت سے سمرقند پہنچ کر سورہ کی امداد کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعض تجربہ کار رفقاء نے کہا "معاملے کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر پچاس ہزار سے کم فوج کے بغیر معرکہ آرائی مناسب نہیں۔ مزید کمک کا انتظار ضروری ہے"۔ لیکن جنید نے جواب دیا۔ "مجھے سورہ کی مدد کے لئے بہت جلد پہنچنا چاہیئے"

غرض جنید اتنی ہی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوگیا۔ اور سمرقند کے قریب پہنچ کر ایک گھاٹی میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اتنے میں خاقان بھی اطلاع پاکر ترکوں کے مختلف قبیلوں کی ٹڈی دل فوج لئے آپہنچا۔ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نے حیرت انگیز بہادری کا ثبوت دے کر کئی دفعہ ترکوں کی قوت توڑ توڑ ڈالی۔ لیکن دو دن کے خونریز معرکے کے بعد مسلمانوں کی صفوں میں کمزوری کے آثار نمودار ہونے لگے۔

جنید نے سورہ بن الجبر عامل سمرقند کو حالات کی اطلاع دے کر امداد طلب کی۔ وہ بارہ ہزار کی کمک لے کر روانہ ہوگیا۔ جنید کے پاس پہنچنے میں صرف ایک کوس کا فاصلہ باقی تھا کہ ترک بیچ میں آدھمکے اور راستہ روکنے کے لئے جھاڑیوں میں آگ لگادی۔

سورہ نے بے تحاشا آگے بڑھ کر جنید سے مل جانا چاہا۔ اور راستے میں حائل ہونے والے ترکوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ ترک سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن فریقین میں بہت سے افراد لڑائی کے گرد وغبار میں چھپ جانے والے شعلوں کی لپٹ میں آگئے۔ اسی ہلچل میں سورہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ ترکوں نے موقع پاکر اس زور سے حملہ کیا کہ دس ہزار مسلمانوں کا صفایا ہوگیا۔ اور صرف دو ہزار

زندہ بچے۔

یہ ہمت گسل اطلاع پاکر جنید نے سمرقند کی طرف باگ اٹھائی۔ اتنے میں ترکوں کی فوج مقابلے پر آگئی۔ مسلمانوں نے فوراً صف آرائی کی۔ جنید نے اعلان کر دیا کہ "جو غلام اس لڑائی میں کارنمایاں انجام دے گا وہ آزاد ہے"۔ یہ روح افزا اعلان سن کر غلام اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔

اس کے بعد جنید سمرقند میں داخل ہوا۔ اور ہشام کو حالات کی تفصیل لکھ بھیجی۔ اس نے دشمن سے انتقام لینے کے لئے بیس ہزار گنے چنے بہادروں کا لشکر جرار مع سامانِ جنگ روانہ کیا۔

جنید سمرقند ہی میں تھا کہ اسے خبر ملی۔ خاقان نے بخارا کی طرف پیش قدمی کر دی ہے۔ جنید بھی فی الفور عازمِ بخارا ہو گیا۔ راستہ نہایت سنگلاخ اور خطرناک تھا لیکن مسلمان احتیاط اور اہتمام کے ساتھ اسے طے کر گئے۔ کرمینیہ کے قریب خاقان کے ایک دستے سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ لیکن مسلمانوں نے ترکوں کے دھس ہلا دئے۔ جنید بخیر و خوبی بخارا میں داخل ہوا۔ اہلِ بخارا اس امداد پر باغ باغ ہو گئے۔ اور شکرانے میں ہر مسلمان سپاہی کو دس درہم نذر کئے۔

۱۱۶ھ میں ہشام نے جنید کو یزید بن مہلب کی بیٹی سے شادی کے جرم میں معزول کر کے اس کی جگہ عاصم بن عبداللہ ہلالی کو والی خراسان مقرر کیا۔ اِدھر عاصم خراسان پہنچا اور اُدھر حارث بن شریح نے علم بغاوت بلند کر کے ہزاروں آدمیوں کو کتاب و سنت اور آزادی انتخاب کے نام پر دعوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ پھر حارث نے بلخ، جوزجان، طالقان اور مروالروذ پر قبضہ کر کے خراسان کے صدر مقام مرو کی طرف پیش قدمی کی۔ عاصم نے اسے شکست فاش دی اور اس کے ان گنت ساتھی مارے گئے۔ بہت سے ڈوب کر مر گئے۔ حارث تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ جان بچا کر نکل گیا۔ عاصم نے اس کا تعاقب مناسب خیال نہ کیا۔

اس کے بعد عاصم نے ہشام سے درخواست کی:۔

Marfat.com

"خراسان میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے ولایت عراق سے ملحق کر دیا جائے۔ اس صورت میں وہاں ضرورت کے وقت فوجی مدد پہنچنے میں سہولت ہوگی۔ ورنہ مرکز سے دُور رہنے کے باعث بغاوت کی آگ بھڑکتی ہی رہے گی"۔

اس درخواست سے عاصم کا مقصد یہ تھا۔ کہ عراق پر بھی اسی کا پرچم اقتدار لہرانے لگے گا۔ لیکن عاصم کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عراق کے ساتھ خراسان کا الحاق تو کر دیا گیا ہے۔ مگر اسے معزول کر کے خالد بن عبداللہ قسری والی عراق کے بھائی اسد کو والی خراسان مقرر کیا گیا ہے۔

عاصم اپنی معزولی کی اطلاع پاکر غصے سے آگ بگولا ہوگیا۔ اور حارث کے پاس قاصد بھیج کر اس شرط پر صلح کر لی۔ کہ حارث خراسان میں جہاں چاہے رہے۔ اور دونوں مل کر ہشام کو کتاب وسنت پر عامل ہونے کی دعوت دیں۔

حارث کی اس صلح کو فوج نے پسند نہ کیا۔ اس لئے اسے مجبوراً حارث سے جنگ کرنی پڑی۔ حارث نے پھر زک اٹھائی اور مروالروذ کی راہ لی۔

اس اثنا میں اسد خراسان پہنچ گیا۔ اور عاصم کو گرفتار کر کے اس سے بیت المال کی ایک لاکھ درہم کی بقایا طلب کی۔

دوسری دفعہ مُنہ کی کھانے کے بعد بھی حارث کا زور نہ ٹوٹا۔ اور اس نے پھر شورش کی آگ بھڑکا کر خراسان کے متعدد شہروں پر تسلط بٹھالیا۔ اسد مہینوں تک اس سے رزم آرائی کرتا رہا۔ جب کہیں بڑی مشکل سے ۱۱۸ھ میں اس کی اکڑی ہوئی گردن خم ہوئی۔ اور وہ خراسان سے مفرور ہو کر خاقان کے ساتھ جا ملا۔

حارث کی باغیانہ تباہی خیز کارروائیوں کو آغوشِ لحد میں لٹا کر ۱۱۹ھ میں اسد نے مہم ترکستان پر توجہ مبذول کی۔ اور ختل کے متعدد قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ خاقان کو خبر ملی تو وہ مقابلے کے لئے آیا۔ جیحون کے پار طرفین میں مُٹ بھیڑ ہوئی۔ خاقان نے زک اٹھائی اور اسد بخارا واپس چلا گیا۔

موسم سرما کے اختتام پر خاقان نے پھر بخارا کا رُخ کیا۔ لیکن اب کے بھی مُنہ

کی کھائی۔ اور مسلمانوں نے اس کے بہت سے سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ایک دن خاقان ایک مشہور ترکی سردار کورصول کے ساتھ چوگان کھیل رہا تھا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ خاقان نے قسم کھائی کہ وہ کورصول کا ہاتھ توڑ کر رہے گا۔ کورصول کو خاقان کے اس حلف کی اطلاع ملی۔ تو اس نے چھاپا مار کر خاقان کا سر قلم کر دیا۔

خاقان کے قتل سے ترکوں کا دامنِ تنظیم تار تار ہو گیا۔ اور ان میں خانہ جنگی کے شعلے بھڑکنے لگے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اسد نے پھر ختل پر دھاوا کر دیا۔ ترک مقابلے کی تاب نہ لا کر ختل کو خیرباد کہنے کے بعد چین چلے گئے۔ اور کورصول کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

سنہ ۱۲۰ھ میں اسد نے بلخ میں انتقال کیا۔ اسی سال ہشام نے خالد کو کسی وجہ سے معزول کر کے اس کی جگہ یوسف بن عمر ثقفی عامل یمن کو والی عراق مقرر کیا۔ یوسف نے عراق کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی خالد اور اس کے حکام کو قید و بند میں ڈال دیا اور نصر بن سیار کنانی کو خراسان کی ولایت سپرد کی۔

نصر ایک زبردست صاحب تدبیر، منصف اور بہادر افسر تھا۔ اس نے مظالم کی تحقیقات کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ تین ہزار مسلمانوں سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے۔ اور اسی ہزار غیر مسلموں کو جزیہ معاف کر دیا گیا ہے۔ اس نے چند ہی روز میں اس بدنظمی کو دور کر دیا۔ پھر اس نے خراج کی بدعنوانی کا انسداد کیا۔ داخلی اصلاحات سے فراغت حاصل کرتے ہی اس نے ترکوں کے علاقوں پر مسلسل حملے شروع کر دیے۔

سنہ ۱۲۱ھ میں جب نصر تیسری دفعہ جہاد آرا ہوا۔ تو ترکوں کا قائد کورصول عاصم بن عمرو کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ اور نصر کے روبرو پیش کیا گیا۔ یہ شجاعت کا پیکر اور اسلام کا جانی دشمن بہتر مرتبہ مسلمانوں کے ساتھ لڑ چکا تھا۔ نصر نے اس کا سر قلم کرا کے دریا کے کنارے گزرگاہ عام پر آویزاں کرا دیا۔

کورصول کے قتل سے ترکوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور اظہار ماتم کے طور پر انھوں نے اپنے کان اور گھوڑوں کی دُم کے بال کاٹ ڈالے۔ اس کے بعد اپنے

Marfat.com

مکانوں کو نذرِ آتش کرکے نکل گئے۔

حارث بن شریح جس نے اس معرکے میں کورصول کی امداد کی تھی۔ ابھی اپنی باغیانہ کارستانیوں سے باز نہ آیا تھا۔ نصر نے یحییٰ بن حصین کو اس کی سرکوبی کے لئے چاچ روانہ کیا۔ حارث ایک ترک افسر اخرم کو ساتھ لئے مقابلے کو نکلا۔ اخرم جنگ میں کام آیا۔ اور اہلِ چاچ کی کمرِ ہمت ٹوٹ گئی۔ حاکم چاچ نے نصر کو صلح کا پیغام بھیجا۔ نصر نے اس شرط سے صلح کی آمادگی ظاہر کی۔ کہ وہ حارث کو چاچ بدر کردے۔ حارث نے چاچ سے نکل کر فاریاب کی راہ لی۔ اور چند سال مختلف مقامات کی خاک چھاننے کے بعد ۱۲۷ھ میں مسلمانوں سے آملا۔

چاچ کی طرف سے اطمینان حاصل کرکے نصر نے فرغانہ کی جانب پیش قدمی کی۔ وہاں کے حاکم نے صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ اور اس کی ماں نے نصر کے پاس آکر شرائطِ صلح کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

ترک اب کاروان بے یوسف اور فوج بے سالار ہو جانے کے باعث بساطِ جنگ کے پِٹے ہوئے مُہرے بن چکے تھے۔ اور ان کی اجتماعی طاقت کا تار و پود بکھر چکا تھا۔ اس لئے وہ سکون پسند اور عافیت خواہ بن کر زندگی بسر کرنا چاہتے تھے چنانچہ نصر نے تدبّر و مآل اندیشی سے کام لے کر ان کے معقول مطالبات منظور کرلئے اور سغدوں اور ترکوں دونوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

آرمینیہ اور آذربائجان

آرمینیہ اور آذربائجان کے علاقے بھی برسوں تک مسلمانوں اور ترکوں کی رزم گاہ بنے رہے۔

یہاں کی عنانِ ولایت جراح بن عبداللہ حکمی کے ہاتھ میں تھی۔ جراح نے بنجر کا علاقہ فتح کیا۔ ۱۰۷ھ میں ہشام نے جراح کو معزول کرکے اس کی جگہ مسلمہ بن عبدالملک کو عامل مقرر کیا۔ مسلمہ کے نائب حارث بن عمر طائی نے ترکوں کے شہر پر شہر مسخر کرکے ان پر اپنی بہادری کا سکہ بٹھادیا۔

۱۱۰ھ میں مسلمہ نے خود ترکی علاقے کی طرف پیش قدمی کی۔ خاقان ایک لشکرِ جرار

کے ساتھ مقابلے پر آیا۔ ایک مہینے تک میدان کارزار گرم رہا۔ آخر مسلمانوں نے فتح کا پرچم لہرایا اور خاقان بھاگ گیا۔

۱۱۱ھ میں ہشام نے جراح کو بحال کر دیا۔ اس نے طفلس کی جانب سے خزر پر چڑھائی کی اور شہر بیضا کو زیر نگیں کر کے بہت سا مال غنیمت لئے ہوئے لوٹ آیا۔

اہل خزر نے علاقہ لان کے ترکوں سے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ مرج دابیل میں خونریز لڑائی ہوئی جس میں جراح کام آیا۔

جراح کے مارے جانے سے ترکوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور وہ ترکتاز کرتے ہوئے موصل کے قریب پہنچ گئے۔ جب ہشام کو اس خطرناک اقدام کی اطلاع ملی تو اس نے فی الفور اس کے انسداد کے لئے سعید حرشی کو روانہ کیا۔ اور تمام مسلمان افسروں کو اس کی امداد کے احکام لکھ بھیجے۔ سعید یلغار کرتا اور مسلمانوں کو دعوت جہاد دیتا ہوا ارزن پہنچا۔ وہاں سے جراح کے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر خلاط کا محاصرہ کرتے ہوئے اسے فتح کیا۔ پھر وہاں سے پیش قدمی کر کے شہر پر شہر اور قلعے پر قلعہ مسخر کرتا ہوا بردعہ پہنچ گیا۔

وہاں جاکر پتا چلا کہ خاقان کے بیٹے نے ورثان کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ سعید نے اہل ورثان کو کہلا بھیجا۔ کہ صبر و استقلال سے کام لو۔ بہت جلد کمک آ رہی ہے محصور مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔ اہل خزر یہ اطلاع پاتے ہی محاصرہ اٹھا کر چلے گئے اور سعید شہر پر قابض ہو گیا۔

اس کے بعد سعید اردبیل گیا۔ پھر باجروان پہنچا۔ وہاں معلوم ہوا۔ کہ قریب ہی اہل خزر کی دس ہزار فوج ڈیرے ڈالے پڑی ہے۔ اور بہت سے مسلمان قیدی بھی ان کے ساتھ ہیں۔ سعید نے چھاپا مار کر ان سب کا صفایا کر دیا۔ اور مسلمان قیدیوں کو مخلصی نصیب ہوئی۔

اس تباہی خیز شکست کے بعد اہل خزر پھر اپنی بکھری ہوئی جمعیت اکٹھی کر کے سعید کے مقابلے پر آڈٹے۔ نرند میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ پہلے تو مسلمان خزر والوں

Marfat.com

کے بے پناہ حملے کی تاب نہ لا سکے۔ اور ان کے قدم لڑکھڑا گئے۔ پھر اہل خزر کے مسلمان قیدیوں نے لب فریاد وا کرتے ہوئے تکبیر کے نعرے لگائے۔ مسلمان پورے جوش اور ساری قوت سے ایسی جانبازی کے ساتھ لڑے۔ کہ اہل خزر کے پاؤں نہ جم سکے اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے ان کے سارے سامان پر بزور قبضہ کر لیا۔ اور مسلمان قیدیوں کو چھڑا لائے۔

اس شرمناک شکست سے ابن خاقان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور وہ اپنے بکھرے ہوئے شیرازۂ فوج کو دوبارہ جمع کر کے انتقام کی پیاس بجھانے کے لئے نکلا۔ دریائے بیلقان پر فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ اہل خزر جان توڑ کر لڑے۔ لیکن مسلمانوں نے شدید حملوں سے ان کے چھکے چھڑا دئے۔ ▪▪ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ اور بہت سے دریا میں غرق ہو گئے۔

سعید نے ہشام کو ان فتوحات کی اطلاع بھیجی۔ اس نے اس شاندار کارنامے پر خوشنودی کا اظہار کیا۔

سنہ ۱۱۳ھ میں ہشام نے سعید حرشی کو واپس طلب کر کے اس کی جگہ مسلمہ بن عبدالملک کو دوبارہ آرمینیہ و آذربائیجان کا والی مقرر کر کے بھیجا۔

مسلمہ نے خاقان کے علاقے میں اسلامی فوجوں کا جال بچھا دیا۔ اور زبردست معرکے سر کرتے ہوئے شہر پر شہر اور قلعے پر قلعہ فتح کیا۔ بے شمار ترکوں کو قید و بند میں ڈال دیا۔ اور ماورائے بلنجر کا سارا علاقہ زیر نگیں کر لیا۔

اسی اثنا میں خاقان کا بیٹا مارا گیا۔ اور جوش انتقام سے خزر کے بچے بچے کا خون کھولنے لگا۔ وہ دوسرے قبائل کو ساتھ ملا کر گرجتے ہوئے بادلوں کی طرح مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امڈ آئے۔ مسلمہ اس وقت بلنجر سے آگے بڑھ چکا تھا۔ اور اپنے آپ میں ترکوں کے ٹڈی دل سے مقابلے کی طاقت نہ دیکھ کر آناً فاناً باب الابواب لوٹ آیا۔

سنہ ۱۱۴ھ میں ہشام نے مسلمہ کی اس مصلحت بینی کو کمزوری پر محمول کرتے ہوئے اسے واپس بلا لیا۔ اور اس کی جگہ مروان بن محمد کا تقرر عمل میں لایا گیا۔

Marfat.com

مروان بن محمد نے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکرِ جرار کے ساتھ خزر پر حملہ کیا۔ اور اس کے گوشے گوشے کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ بے شمار شہر مسخر اور قلعے سر کیے۔ اور سریر ارز۔ کیوان۔ تونان۔ سغدان۔ حمزین۔ شروان اور لکز کے حاکموں سے عہد اطاعت لے کر خراج مقرر کیا۔

غرض مروان بن محمد نے آرمینیہ اور آذربائیجان کے چپے چپے پر اسلامی شان و شکوہ اور جاہ و جلال کا سکّہ بٹھا دیا۔ اور بحیرۂ خزر کے تمام ساحلی شہروں پر مسلمانوں کا پرچم اقتدار لہرانے لگا۔

ایشیائے کوچک

یہ سرزمین ایک مستقل محاذِ جنگ تھی۔ تقریباً ہر سال اس پر حملے ہوتے تھے۔ چنانچہ یہاں بھی متعدد علاقوں پر قبضہ کیا گیا۔ ۱۰۵ھ میں مروان نے کخ اور قونیہ کو زیرِ نگیں کیا۔ ۱۰۸ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے قیساریہ فتح کیا۔ ۱۰۹ھ میں معاویہ بن ہشام نے طیبہ۔ ۱۱۰ھ میں صملہ اور ۱۱۲ھ میں خرشنہ پر تسلّط بٹھایا۔ اور ۱۲۰ھ میں سلمہ بن ہشام نے مطورہ پر فتح کا جھنڈا نصب کیا۔

سندھ کی فتوحات

ہشام کے عہد میں مہمات سندھ کا رُکا ہوا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ۱۰۷ھ میں سندھ کی زمام حکومت جنید بن عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں دی گئی تھی۔ اس نے یہاں آکر دریائے سندھ کے ساحلی علاقے کو حملوں کی جولاں گاہ قرار دیا۔

یہ علاقہ راجہ داہر کے بیٹے جے سنگھ کے زیرِ نگیں تھا۔ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور انھوں نے اس کی حکومت سے کوئی تعرض نہ کیا تھا۔ جنید اور جے سنگھ میں معاہدہ قرار پایا۔ لیکن جے سنگھ کسی وجہ سے بدگمان ہو کر مرتد ہو گیا۔ اور جنید کے مقابلے کو نکل آیا۔ جنید نے اسے گرفتار کر کے اس کا سر قلم کر دیا۔

Marfat.com

اب جنید نے کیرج کی بغاوت فرو کرنے کے لیے اس کا محاصرہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد مارواڑ۔ مانڈل۔ دھنج۔ بھروچ۔ اجین۔ مالوہ۔ بھیل مان اور گجرات کو فتح کیا۔

۱۱۱ھ میں والی خراسان کی حیثیت سے جنید کا تقرر عمل میں آیا۔ اور تمیم داری نے اس کے عہدے کا جائزہ لیا۔ تمیم نے اپنی کمزوری اور نالائقی سے سندھ میں مسلمانوں کے سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ اور جگہ جگہ بغاوت پھوٹ پڑی۔ سندھیوں نے قوت واقتدار کے نشے میں چور ہوکر وہ ادھم مچائی کہ وہاں کے متوطن مسلمانوں کو ہجرت کرنی پڑی۔ تمیم سندھ کو خیرباد کہہ کر عازم عراق ہوگیا۔ لیکن راستے ہی میں وفات پاگیا۔

اس کے بعد ایک صاحب تدبیر سردار حکم بن عوانہ کو سندھ بھیجا گیا۔ اس نے سب سے پہلے دریائے سندھ کی مشرقی جانب ایک شہر "محفوظہ" کی بنا ڈالی۔ پھر عمرو بن محمد بن قاسم کی امداد سے بغاوتوں کو فرو کرکے از سر نو حکومت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور شہر مقصورہ آباد کیا۔

حکم کا تقرر خالد بن عبداللہ قسری کے فرمان سے ہوا تھا۔ اس لئے خالد کے جانشین اور مخالف یوسف بن عمرو ثقفی نے اس کے ماتحتوں کے ساتھ تشدد شروع کردیا۔ حکم نے اس خطرے کی بنا پر یوسف کو خوش کرنے کی غرض سے سندھ کے غیر مقبوضہ علاقوں کو زیر نگیں کرنے کے لئے جاں سپارانہ جدوجہد سے کام لیا۔ اور ایک جنگ میں مارا گیا۔

حکم کے بعد سندھ کی حکومت عمرو بن محمد بن قاسم کو ملی۔ اور اس نے اپنے حریف ابن عرار کو قید و بند میں ڈال دیا۔

ایک ہندو راجہ نے ان دونوں مسلمان سرداروں کے اختلاف سے فائدہ اٹھاکر مقصورہ کا محاصرہ کرلیا۔ عمرو نے یوسف سے کمک طلب کی۔ تو اس نے فی الفور

Marfat.com

چار ہزار مجاہدین کی فوج روانہ کر دی۔ راجا اس لشکر کو دیکھتے ہی محاصرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عمرو نے اس کا تعاقب کر کے اس کی بہت سی فوج کا صفایا کر دیا۔ لیکن وہ خود ہاتھ نہ آسکا۔ اس موقع پر ایک سردار مروان بن یزید نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن عمرو نے اس کی جمعیت کا زور توڑ کر اسے ٹھکانے لگا دیا۔ اس کے بعد بھی سندھ میں معمولی مہمات جاری رہیں۔

تسخیرِ فرانس کی کوشش مسلمانوں نے اندلس کو زیر نگیں کرنے کے بعد ہی فرانس پر پرچم فتح لہرانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن سب سے بڑا حملہ ہشام کے عہد میں کیا۔

پہلی کوشش اوپر ذکر آچکا ہے کہ عہدِ ولید ہی میں مسلمان خطۂ فرانس میں اربونہ اور حصن لوڈون تک جا پہنچے تھے۔ لیکن قارلہ نے یہ پیش قدمی روک دی تھی۔ پھر ایک مدت تک کسی حاکم نے ادھر متوجہ ہونے کا خیال نہ کیا۔

دوسرا حملہ ۱۰۲ھ میں امیر سمح بن مالک خولانی والی اندلس نے زبردست تیاریوں سے فرانس پر حملہ کیا۔ اور جبل البرانس کے پار ریاست ناربن کا محاصرہ کیا۔ لیکن وہاں کے لوگوں نے سرِ اطاعت خم کر دیا۔

پھر اس نے ڈیوک آف ایکی ٹین کی سلطنت کی جانب پیش قدمی کر کے اس کے صدر مقام طلوشہ (ٹولوس) کا محاصرہ کیا۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور امیر سمح کے جامِ شہادت نوش کرنے پر امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی بقیۃ السیف مسلمانوں کو بچا کر نکال لائے۔

تیسرا حملہ اب اندلس کی عنانِ حکومت امیر عنبسہ بن سحیم کے ہاتھ میں آئی۔ اس نے ۱۰۶ھ میں قرقشونہ (کرکسون) کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے قرقشونہ کا نصف علاقہ اور جزیہ دے کر صلح کر لی۔ اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سپٹی مینیا نے گردنِ اطاعت خم کر دی۔

پھر عنبسہ نے اندرونی فرانس کی جانب پیش قدمی کی۔ اور وادی رہون کے

چپّے چپّے کو روند کر لیانس پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں برگنڈی پر چڑھائی کر کے شہادٹن کی اینٹ سے اینٹ بجا ڈالی۔ آگے چل کر عیسائی دستوں سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ جس میں عنبسہ نے دادِ شجاعت دے کر جامِ شہادت نوش کیا۔

عنبسہ کے بعد یحییٰ۔ عثمان۔ حذیفہ۔ ہثیم اور محمد کا تقرر عمل میں آیا۔ ہثیم نے مقوشہ پر قبضہ کیا۔

چوتھا حملہ ۱۱۳ھ میں امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی والی اندلس مقرر ہوا۔ اس نے تدبیر اور ہمّت سے ملک بھر میں ضبط و نظم کی خوشگوار فضا پیدا کر دی۔ پھر مہم فرانس سے عہدہ برآ ہونے کا عزم کیا۔ اور پرجوش مجاہدین کے ہمراہ ۱۱۴ھ میں شاندار تیاریوں کے ساتھ فرانس پر فوج کشی کی۔

سرحد پر پہنچتے ہی امیر عثمان بن ابی نعسہ کی بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ عثمان ڈیوک آف ایکی ٹین کو ساتھ ملا کر مقابلے کے لیے آیا۔ لیکن ابن ریان کے ہاتھ سے مارا گیا۔

اس کے بعد غازیانِ اسلام نے فرانس کے میدانی علاقے کا رُخ کیا۔ جنوبی فرانس کے تمام جنگ جُو اُمرا صف آرا ہوئے۔ لیکن مسلمانوں کے طوفانِ بلا کے آگے تنکوں کی طرح بہ گئے۔ مجاہدین بورڈیو پہنچ کر اسے فتح کرنے کے بعد ڈیوک کے ذخیرۂ ساز و سامان پر قابض ہو گئے۔

اب مسلمانوں نے شمال کی جانب پیش قدمی کی۔ ڈیوک کے آدمی راستے میں حائل ہوئے۔ لیکن انھوں نے مُنہ کی کھائی۔ پھر شجاعانِ اسلام نے پائی گیرس کو زیر نگیں کر کے ٹورس کی راہ لی۔

ڈیوک خطرے سے پریشان ہو کر چارلس مائل سے طالبِ امداد ہوا۔ چارلس اپنی فوجی امداد پیش کرنے کے علاوہ ملک بھر کے بہادر اُمرا کو میدان میں لے آیا۔ اور ٹورس کے قریب مقابلہ ہوا۔

اُدھر جرمنی۔ فرانس۔ پرتگال وغیرہ کی ٹڈی دل فوجیں تھیں۔ اور اِدھر پردیسی اور

Marfat.com

بے برگ و ساز عربوں کی مٹھی بھر جماعت ۔ اس کے باوجود چارلس کو پہل کرنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ اور امیر عبدالرحمٰن نے انتظار سے تھک کر ہلّہ بول دیا ۔ دو دن تک آگ اور خون کا موسلادھار مینہ برستا رہا ۔ اور برابر فریقین کے پاؤں جمے رہے لیکن پھر اچانک ڈیوک ایک تازہ دم لشکر لئے نمودار ہوا ۔ اور ایسا بے پناہ حملہ کیا کہ تھکے ہوئے مسلمانوں کی مختصر جمعیت کے پاؤں لڑکھڑانے لگے ۔ اہل فرانس نے مسلمانوں کی کمزوری بھانپ کر سردھڑ کی بازی لگادی ۔ امیر عبدالرحمٰن حریف کی صفوں کو چیر کر کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے بہت دُور نکل گئے ۔ اور لڑتے لڑتے بے شمار زخموں سے نڈھال ہو کر شہید ہو گئے ۔ سالار کی شہادت سے اسلامی فوج کی کمر ہمت ٹوٹ گئی ۔ اور وہ رات کے وقت وقفۂ التوا میں جنگ سے ہاتھ اٹھا کر پس پا ہو گئے ۔

آخری حملہ عبیداللہ بن حجاب والی افریقہ کو مسلمانوں کی اس ناکامی کا علم ہوا ۔ تو اس نے امیر عبدالملک بن قطن کو اندلس کا عامل مقرر کیا ۔ اس نے جوشِ انتقام سے لبریز ہو کر پھر فرانس پر چڑھائی کی ۔ لیکن موسمِ برشگال کی ناسازگاری نے مسلمانوں کو بھاری نقصان پہنچایا ۔ ابن حجاب نے عبدالملک کو اس کی غیر مآل اندیشی اور تشدّد کے باعث معزول کر کے ۱۱۶ھ میں عقبہ بن حجاج کو اندلس کا حاکم مقرر کیا ۔

شمالی افریقہ اور اندلس عقبہ نے دانائی اور حسنِ انتظام سے کام لے کر ہر اعتبار سے اندلس کو ترقی دی ۔ اور جس سرزمین میں گوناگوں خرابیوں کے باعث جہنّم کے شعلے بھڑک رہے تھے ۔ اب ضبط و نظم کی روح پرور اصلاحات سے جنّت کے پھول برسنے لگے ۔

اس کے بعد عقبہ نے یلغار پر کمر باندھی ۔ اور بلبلونہ ۔ البہ (البویا) اور جلیقیہ (غلیسیا) کو زیرنگیں کر کے فرانس میں اربونہ تک پیش قدمی کی ۔

سودان پر فوج کشی ابن حجاب نے اپنے مقبوضات میں جدید انتظامات کرنے

Marfat.com

کے بعد رکی ہوئی مہمات پھر شروع کر دیں۔ چنانچہ طنجہ کی زمام اقتدار عمر بن عبداللہ مرادی کے ہاتھ میں دی۔ مغرب کی مہم حبیب بن ابی عبیدہ کے سپرد کی۔ اس نے سوس اقصیٰ اور سودان پر حملہ کر کے انھیں فتح کیا۔ اور کثیر المقدار سونا غنیمت کے طور پر حاصل کیا۔

سردانیہ پر فوج کشی

بحیرۂ روم کی ملتوی مہمات کا بھی آغاز کیا گیا۔ چنانچہ حبیب نے جزیرہ سردانیہ پر فوج کشی کر کے اسے زیر نگیں کر لیا۔

صقلیہ پر فوج کشی

۱۲۲ھ میں حبیب نے صقلیہ پر فوج کشی کی۔ اور اس کے جانباز بیٹے عبدالرحمٰن نے رومیوں کو ناک چنے چبوا کر صقلیہ کے صدر مقام سرقوسہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے مجبوراً سر اطاعت خم کیا۔

بربریوں کی بغاوت

اسی دوران میں بربریوں نے شمالی افریقہ میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس لئے حبیب واپس بلالئے گئے۔ بغاوت کی وجہ سے بربریوں اور عربوں میں قدیم نفرت تھی۔ اور اسی نفرت کی بنا پر عمر بن عبداللہ مرادی حاکم طنجہ عام بربریوں سے اچھا سلوک نہ کرتا تھا۔ اس نے نو مسلم بربریوں سے بھی خمس وصول کرنا چاہا۔ لہٰذا انھوں نے بھی اس کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ ان دنوں اسلامی فوجیں سسلی میں داد شجاعت دے رہی تھیں۔ اس لیے بربریوں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔

خارجی بھی ہوا کا رخ دیکھ کر بربریوں سے مل گئے۔ اور ان دونوں نے ایک ہو کر میسرہ و خارجی کے زیر قیادت طنجہ پر چڑھائی کر دی۔ طنجہ کا حاکم کمزوری کے باعث مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ بربریوں نے اسے تہ تیغ کر کے طنجہ پر دست تصرف دراز کیا۔ بس پھر کیا تھا۔ بربریوں کی بن آئی۔ انھوں نے عربوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔ طنجہ میں بغاوت کی خبر شمالی افریقہ کے گوشے گوشے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہر جگہ بربریوں نے شورش و بغاوت کے جھنڈے گاڑ کر طوفان برپا کر دیا۔ اور افسروں کو نکال

Marfat.com

کر شہروں پر قابض ہو گئے۔

بربریوں کی بغاوت و کامرانی اور عربوں کی شکست و ہلاکت کی اطلاع اندلس پہنچی تو وہاں کے بربریوں نے بھی بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ ہشام کو خبر ہوئی۔ تو اس نے ابن حجاب کو معزول کر دیا۔ اور کلثوم بن عیاض قسری کو تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ والی افریقہ مقرر کر کے بھیجا۔ کلثوم راستے کے علاقوں کی فوجیں بھی ساتھ لیتا ہوا قیروان پہنچا۔ یہاں آکر مجاہدین اسلام کی تعداد ستّر ہزار تک پہنچ گئی۔

بربریوں کو حریف کی ان تیاریوں کا علم ہوا۔ تو انھوں نے بھی طنجہ میں اپنا ان گنت لشکر جمع کر لیا۔ کلثوم نے قیروان سے طنجہ کی جانب پیش قدمی کی۔ بقدورہ میں فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ اگرچہ شامیوں نے حیرت انگیز شجاعت سے مقابلہ کیا لیکن بربریوں کی ٹڈی دَل فوج کے سامنے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور بھاری شکست کھا کر پس پا ہو گئے۔ کلثوم۔ حبیب وغیرہ بڑے بڑے سردار شہید ہو گئے۔ ایک تہائی فوج تلف ہو گئی۔ بہت سے گرفتار ہوئے۔ افریقہ کے عرب قیروان چلے گئے۔ اور بلج بن بشر نے اندلس جانے کے لئے سبتہ کی راہ لی۔

اس اثنا میں اندلس کی سرزمین بھی شورش و انقلاب کی جولان گاہ بن گئی۔ جس پر آگے چل کر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی۔

ہشام کو اس قیامت خیز انقلاب کی خبر ملی۔ تو وہ جوش غضب سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور بربریوں کا نام و نشان تک مٹا دینے کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کر دینے کی قسم کھالی۔ چنانچہ حنظلہ بن صفوان کلبی کو تیس ہزار گنے چنے سرفروش غازیوں کے ساتھ افریقہ بھیجا۔ اور ابوالخطار کو والی اندلس مقرر کیا۔

افریقہ میں بربری پیشوا شورش کی آگ کو ہَوا دینے میں مصروف تھے۔ چنانچہ اِدھر حنظلہ قیروان پہنچا۔ اور اُدھر انھوں نے دو مختلف طرفوں سے عکاشہ اور عبدالواحد کے زیر سرکردگی قیروان پر چڑھائی کر دی۔ پہلے عکاشہ سے مٹ بھیڑ ہوئی۔ حنظلہ نے اس کے چھکے چھڑا دیے۔ اور اَن گنت بربری فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ پھر

عبدالواحد سے ٹکر لینے کے لئے چالیس ہزار کا لشکرِ جرار بھیج دیا۔ عبدالواحد تین لاکھ بربریوں کی کمان کر رہا تھا۔ شامی فوج انسانوں کے اس ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر کے بلاخیز طوفان سے عہدہ برآنہ ہو سکی اور پسپا ہو گئی۔

جب قیروان کے عربوں نے اپنے آپ کو سخت خطرے میں دیکھا۔ تو جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ اور سر بکف و کفن بدوش میدان میں نکل آئے۔ علما اور خواتین کے جوش اور غیرت دلانے سے عرب مجاہدین تخت یا تختے کو مقصدِ زندگی قرار دے کر اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ برق شمشیر کی آتش فشانی سے بربریوں کے ٹڈی دل کا انسانی پہاڑ پھٹ گیا۔ اور غازیانِ اسلام کے فلک پیما نعرہ ہائے تکبیر سے ان کی صفوں میں لرزہ آگیا۔ بربریوں کو شکست فاش ہوئی۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ عربوں نے پھر بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور انھیں چن چن کر قتل کر کے میدانِ جنگ کو لاشوں کا شہر بنا دیا۔ بربریوں کے مقتولین کی تعداد دو لاکھ کے قریب پہنچ گئی اور شمالی افریقہ میں ان کی طاقت کا شیرازہ بکھر گیا۔

اندلس کے واقعات

بربریانِ افریقہ کی شورش انگیزی سے مطلع ہو کر اندلس کے بربریوں نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ اور اپنے موجودہ حاکم عقبہ بن حجاج کو ملک بدر کر کے سابق معزول حاکم عبدالملک بن قطن کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

عبدالملک مضری عرب تھا اور عقبہ بن حجاج کا مخالف ہونے کے علاوہ شامیوں سے جو زیادہ تر یمنی عربوں پر مشتمل تھے۔ تعصب رکھتا تھا۔ اس بنا پر اس نے بربریوں کا رہنما بننا منظور کر لیا تھا۔

اندلس کے بربریوں نے عربوں کے خلاف جوشِ غضب میں سانپ کی طرح بل کھا کر انھیں گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ عربوں نے وسط اندلس میں جمع ہو کر اسے اپنا مرکزِ مدافعت بنا لیا۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کلثوم بن عیاض کے کام آنے کے بعد بلج بن بشر

Marfat.com

اندلس جانے کے لئے سبتہ کی راہ لی تھی۔ لیکن آبنائے جبل الطارق سے پار ہو جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس لئے وہ اندلس نہ جا سکا۔ اور مجبوراً سبتہ ہی میں اقامت اختیار کی۔ دس ہزار مجاہدین اس کے ہمراہ تھے۔ لہٰذا چند ہی روز میں سامانِ رسد ختم ہو جانے پر شامی سپاہ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ بلج نے چارو ناچار عبدالملک سے استمداد کی۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح اسے اندلس پہنچا دے۔ لیکن اس نے شامیوں اور یمنیوں سے اختلاف و تعصب کے جوش میں کورا جواب دے دیا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بلج اور اس کے ساتھی باربرداری کے جانور اور گھاس پھوس تک کھانے پر مجبور ہو گئے۔

ایک روایت ہے کہ جب بلج کو سبتہ میں موت و ہلاکت کا دیو مُنہ کھولے نظر آیا۔ تو اس نے چمڑے کے ڈونگے بنائے۔ اور بعض تجارتی کشتیاں چھین کر فوج کی معیت میں اندلس پہنچ گیا۔ ساحل پر عبدالملک نے مزاحمت کی۔ لیکن بلج نے اسے نیچا دکھا کر گرفتار کرنے کے بعد نذرِ دار و رسن کر دیا۔ اور اندلس کے دارالخلافہ قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔

عبدالملک کے ایک ماتحت سردار عبدالرحمٰن بن علقمہ حاکم باربونہ نے جوشِ انتقام میں دیوانہ ہو کر بلج پر وار کیا۔ بلج نے اس کی دس ہزار جمعیت کے پرخچے اُڑا دئے۔ اور اس کا بازوئے قوت شل کر دیا۔ اسی دوران میں اچانک عبدالرحمٰن کا ایک تیر بلج کے لئے خدنگ قضا ثابت ہوا۔ اس کے بعد شامی فوج ثعلبہ بن سلامہ کے زیرِ عَلَم جمع ہو گئی۔ اور بربریانِ اندلس کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ اسی اثنا میں ابوالخطار واردِ اندلس ہوا۔

خارجی

ہشام کے عہد میں بعض مقامات پر خارجیوں نے بھی فتنہ برپا کیا۔ لیکن یہ آگ جلد ہی بجھا دی گئی۔ ۱۱۱ھ میں چند خارجیوں نے یزید بن غریف ہمدانی عاملِ سستان کو کھلے بندوں قتل کرا دیا۔ خالد بن عبداللہ فرماں روائے عراق نے اصفع بن عبداللہ کلبی کو ایک مختصر جمعیت کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ

Marfat.com

کیا۔ لیکن [redacted] خود مع دستہ فوج مارا گیا۔ ۱۱۹ھ میں کوفہ کے پاس بہلول خارجی نے سر اٹھایا۔ لیکن موصل میں اس کا سر کچل دیا گیا۔

پھر عمرو الیشکری۔ بختری۔ وزیر سختیانی اور صحاری نے کچھ کچھ وقفوں کے بعد خروج کیا۔ لیکن سب کے سب تلوار کے گھاٹ اُتار دئے گئے۔

زیدؓ بن علی کی شہادت

بنی ہاشم خلافت کے باب میں بنی امیہ کے دیرینہ حریف تھے۔ لیکن کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے ساتھ جو زہرگداز سلوک ہوا۔ اس نے مدت تک بنی ہاشم کو خاموش رکھا۔ البتہ حضرت امام زین العابدینؒ کے صاحب زادے زیدؓ بن علیؓ کے دل میں حصولِ خلافت کی آرزو موجود تھی۔ جو کبھی کبھی زبان پر بھی آجاتی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت زیدؓ کو اپنے ایک خاندانی وقف کے قضیے کے سلسلے میں ہشام کے پاس دمشق جانا پڑا۔ وہ کہنے لگا۔ "تم کنیز زادہ ہو کر خلافت کے آرزومند ہو؟" زیدؓ نے جواب میں فرمایا۔ "تم میری ماں کو کنیز سمجھ کر اس کا رتبہ کم کرتے ہو۔ تمھیں معلوم ہونا چاہئے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ ایک کنیز کے بطن سے تھے۔ اور ان کے بھائی حضرت اسحاقؑ وغیرہ آزاد عورت کے بطن سے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے بھائیوں سے بلند تر درجہ دیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو پیغمبری عطا فرمائی۔ اور ان کی اولاد میں رسول اللہ صلعم پیدا ہوئے۔ اس سے زیادہ کسی شخص کی کیا عزت ہو سکتی ہے۔ کہ اس کے نانا رسول اللہ صلعم ہوں۔ اور باپ حضرت علیؓ۔ ایسی باتیں کہتے ہوئے اللہ سے ڈرا کرو۔" ہشام بولا۔ "تم جیسا شخص مجھے اللہ سے ڈراتا ہے؟" زیدؓ نے کہا۔ "نہ کوئی شخص اتنا چھوٹا ہے۔ کہ اللہ کے خوف سے ڈرا نہ سکے۔ اور نہ اتنا بڑا کہ وہ اسے سُن نہ سکے۔"

اس بات چیت کے بعد ہشام نے انھیں تحقیقاتِ قضیہ کے سلسلے میں یوسف بن عمر والی عراق کے پاس کوفہ روانہ کر دیا۔

زیدؓ بن علی کوفہ پہنچے۔ تو وہاں کے لوگ خفیہ طور پر ان سے ملنے اور اپنی وفاداری

Marfat.com

حمایت کا یقین دلا کر انھیں خلافت کے دعوے پر برانگیختہ کرنے لگے۔ جب وہ مدینہ واپس جانے لگے۔ تو کوفیوں نے ان کے پاس جا کر کہا۔ "آپ کہاں جاتے ہیں۔ ہماری ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت میں میانوں کے اندر تڑپ رہی ہیں۔ عراق میں بنی امیہ آٹے میں نمک ہیں۔ ہمارا ایک ہی قبیلہ انھیں تہس نہس کر کے رکھ دے گا۔"

زیدؓ نے جواب میں کہا۔ "تم وہی لوگ ہو۔ جنھوں نے میرے دادا حسینؓ کے ساتھ غداری کی۔ پھر مجھے تم پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے۔" کوفیوں نے حلف اٹھا اٹھا کر یقین دلایا۔ کہ ہم آپ پر اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔ اور بنی امیہ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

زیدؓ نے اپنے عم زاد بھائی ابو جعفر سے مشورہ کیا۔ انھوں نے کہا۔ "آپ کوفیوں پر ہرگز اعتماد نہ کیجیے۔ انھوں نے ہمارے باپ اور دادا کو دھوکا دیا۔"

لیکن زیدؓ آخر کوفیوں کے دام تزویر میں آ گئے۔ ڈیڑھ ہزار کوفیوں نے خفیہ طور سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور حکومت کے خلاف خروج کرنے کے لئے ایک تاریخ بھی مقرر کر دی گئی۔

جب کوفی مقررہ تاریخ پر بنی امیہ کے مقابلے میں صف آرا ہو گئے۔ تو یوسف بن عمر والی کوفہ ایک زبردست لشکر لے کر مقابلے کے لئے آ گیا۔ ایک ہی جھڑپ میں کوفیوں کے پائے ثبات میں لغزش پیدا ہو گئی۔ اور وہ زیدؓ کو چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ صرف دو سو اٹھارہ آدمی ان کے ساتھ رہ گئے۔ اگرچہ یہ مٹھی بھر جماعت نہایت بے جگری سے لڑی اور جان پر کھیل کر حریف کا مقابلہ کیا۔ لیکن آخر بے دم ہو کر شکست کھائی۔ جنگ کے دوران میں ایک تیر زیدؓ کی پیشانی پر لگا جس کے نکالتے ہی روح بھی بدن سے نکل گئی۔ ساتھیوں نے ان کی نعش کوفہ ہی میں دفن کر کے یوسف کے ڈر سے قبر کو زمین کے برابر کر دیا۔ لیکن اس نے سراغ لگا کر نعش کو قبر سے نکلوانے کے بعد سولی پر آویزاں کرا دیا۔

زیدؓ کی شہادت کے بعد ان کے پیروؤں کی ایک مستقل جماعت پیدا ہو گئی۔ جو

Marfat.com

زیدیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ فرقہ اب بھی یمن وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

بنی عباس کی دعوت

یوں تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کے عہد سے بنی عباس کی دعوت کا آغاز ہو گیا تھا۔ لیکن اس نے وسیع اور منظم صورت ہشام کے عہد میں اختیار کی۔

حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد کے علاوہ ان کے غیر فاطمی فرزند محمد بن حنفیہ اور حضرت عباس بن ابی طالب کے دو گھرانے بھی خلافت کے دعوے دار تھے۔

عبدالملک کے عہد میں مختار ثقفی اور بعض شیعیان علیؓ نے حضرت امام زین العابدینؒ کے انکار کے بعد محمد بن حنفیہ کو منصبِ امامت پر متمکن کیا تھا۔ اگرچہ بعد میں محمد بن حنفیہ نے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ لیکن ان کے حامی انھیں کو امام تسلیم کرتے رہے۔ ان کے بعد ان کے صاحب زادہ ابو ہاشم عبداللہ کو ان کا جانشین تجویز کیا گیا۔

اگرچہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلعم اور آپ کے فرزند حضرت عبداللہ بن عباس نے کبھی خلافت کی خواہش نہ کی۔ لیکن حضرت عباس کے نبیرہ علی بن عباس کے دل میں یہ آرزو تھی۔ یہ ایک گاؤں حمیمہ میں سکونت پذیر تھے۔

سنہ ۹۸ھ میں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ سلیمان بن عبدالملک سے ملنے کے لئے دمشق گئے۔ سلیمان نے ان کی بڑی خاطر مدارات کی۔ اور انھیں فائز المرام کرنے کے بعد اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ امامت کے خطرے کی بنا پر انھیں دمشق سے نکل جانے کے بعد زہر دلوا دیا۔ ابو ہاشم حمیمہ میں علی بن عبداللہ بن عباس کے یہاں اُتر گئے۔ انتقال سے پہلے ان کے فرزند محمد کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور اپنے حامیوں کو ان کی تائید و حمایت کرنے کی وصیت کی۔

ابو ہاشم کی وصیت سے محمد بن علی کو بڑی تقویت پہنچی۔ محمد بن حنفیہ کے اتباع جو عراق و خراسان میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور امامت منصب علویوں سے عباسیوں میں منتقل ہو گیا۔

محمد بن علی نے تحریکِ امامت کا ایک مکمل نظام قائم کیا۔ اور اس کے اصول و قواعد مرتب کئے۔ کوفہ اور خراسان کو تحریک کا مرکز بنایا گیا۔

ستر مدبر و مستعد داعیوں کی ایک مجلسِ عمومی مقرر کی گئی جس نے تحریک کی اشاعت کے لئے ایک دانش مندانہ اور خفیہ طریق کار تجویز کیا۔

غرض بنی امیہ کی حکومت کو تہ و بالا کرنے کے لئے یہ تحریک نہایت پوشیدہ طور پر زور شور سے جاری کردی گئی۔ بنی عبّاس کے داعی مختلف بھیسوں میں عراق اور خراسان کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ اور بنی امیہ کے مظالم اور بنی عباس کے حقوق کی تشہیر اور اعلان شروع کر دیا۔ کبھی کبھی اس دعوت کا راز فاش بھی ہو جاتا تھا۔ اور داعی فنا کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے تھے۔ لیکن اس سے تحریک کی رفتار تبلیغ و اشاعت پر کوئی مضر اثر نہ پڑتا تھا۔ کیونکہ ایک کے قتل کے بعد دوسرا فوراً اس کی جگہ لے لیتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں ہشام کے زمانے تک متواتر خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ اور بہت سے عراقیوں اور خراسانیوں نے اس میں سرگرم حصّہ لیا۔ مشہور عبّاسی داعی ابو مسلم خراسانی اسی زمانے میں شریکِ دعوت ہوا۔

ہشام نے ہر چند اس تحریک کو فنا کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن اس وقت یہ دعوت دُور دراز مقامات میں مستقل طور پر جڑ پکڑ چکی تھی۔ اس لئے ہشام کو ناکامی ہوئی۔ اور اسی دوران میں اسے پیغامِ اجل آگیا۔

وفات

۶ ربیع الآخر ۱۲۵ھ کو ہشام بن عبدالملک نے پچپن سال کی عمر میں انیس سال نو مہینے خلافت کرنے کے بعد صافہ میں مرض خناق سے وفات پائی۔

سیرت ہشام بن عبدالملک

ہشام بنی امیہ کے ان تین بہت بڑے خلفا میں تھا۔ جن پر سیاست اور تدبّر ختم ہو گیا۔ پہلے حضرت امیر معاویہؓ تھے۔ جنھوں نے اموی حکومت کی بنیادیں استوار کیں

دوسرا عبدالملک تھا۔ جس نے اس کے در و دیوار اور سقف و بام کو پختہ و مستحکم کیا تیسرا یہ خود تھا۔ جس نے اس کے عظیم الشان قصر شکوہ و تجمل کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

مسعودی لکھتا ہے کہ "وہ بڑا وسیع النظر۔ ناظم۔ جزو رس۔ روشن دماغ اور باتدبیر تھا۔ تمام امورِ سلطنت اپنے ہاتھ سے انجام دیتا تھا۔ حکومت کی ادنیٰ سے ادنیٰ بات بھی اس کی نظروں سے چھپی نہ رہتی تھی۔ حلم اور برداشت اس کے مابہ الامتیاز محاسن تھے"

ابن طقطقی کا بیان ہے۔ کہ "وہ بڑا دانش مند۔ علیم الفطرت اور صالح تھا"۔ جادو وہ سر پہ چڑھ کے بولے۔ عبداللہ بن علی عباسی کہتا ہے۔ "میں نے تمام خلفائے بنی امیہ کے دفتروں کی پڑتال کی۔ مگر ہشام کے دفاتر بہترین پائے"۔

مدائنی کا قول ہے کہ "بنی امیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ حکومت کے عاملوں اور دفتروں کا نگران نہ تھا"

ہشام کے زرّیں کارنامے زبانِ حال سے ان بیانات کی صداقت کی شہادت دے رہے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اس نے بیس سال کے طویل عہدِ حکومت میں سلطنتِ امویہ کے ستارۂ اقبال کو ہم دوش ثریا کر دیا۔ سیاسی پہلو کے علاوہ تعمیر و نظم کے اعتبار سے بھی اس کا عہد کامرانی سے ہم آغوش تھا۔

غیر آباد زمینوں کی آبادی

اس نے غیر آباد زمینوں کو آباد کرنے کے لئے خاص توجہ سے کام لیا۔ چنانچہ اس کے عہد میں بہت سی افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں۔

بیت المال کی درستی

بیت المال کا انتظام شروع ہی سے قابلِ اعتراض اور ابتر چلا آرہا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے تمام بدعنوانیاں دور کر کے بہ طریق احسن اس کی اصلاح کی تھی۔ لیکن ان کے بعد پھر قدیم بدنظمی عود کر آئی تھی۔ ہشام نے بخوبی اس کا قلع قمع کیا۔ اور یہ قاعدہ بنا دیا۔ جب تک شہادتوں سے یہ بات پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ جائے۔ کہ محاصل کی ساری رقم جائز آمدنی کی ہے۔ اسے بیت المال میں داخل نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے

چالیس شہادتیں لی جاتی تھیں۔

دفاتر کا ضبط و نظم دفاتر کا ضبط و نظم نئے سرے سے کیا گیا۔ چنانچہ کاغذات کی صحت و ترتیب اس کے دور کا نمایاں وصف تھا۔

عدالت ہشام بڑا عدل پرور تھا۔ اس کے زمانے میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ بڑے بڑے امرائے سلطنت میں سے بھی کوئی صاحب منصب کسی پر ظلم نہ کرسکتا تھا۔

ایک بار کسی عیسائی نے محمد بن ہشام کے غلام کو کسی وجہ سے پیٹا۔ وہ مجروح ہو گیا۔ محمد کے ایک خواجہ سرا نے عیسائی سے اس کا بدلہ لیا۔ ہشام کو خبر ملی۔ تو اس نے فی الفور خواجہ سرا کو بلایا۔ اس نے محمد کا سہارا لیا۔ لیکن ہشام نے اسے سزا دیے بغیر نہ چھوڑا۔ اور بیٹے کو انتباہ کیا۔

محکمۂ فوج فوج کے محکمے میں اصلاح اور ترقی ہوئی۔ اہم مقامات پر مضبوط قلعے بنوائے گئے۔ مثلاً انطاکیہ میں حصن قطوغاس، حصن بورہ اور حصن بوقا کی تعمیر عمل میں آئی۔ علاوہ بریں سرحدی مقامات کے استحکام پر خاص توجہ مبذول کی گئی۔ اور ہر قسم کا کثیر المقدار سامانِ جنگ جمع کر دیا گیا۔

شمالی افریقہ میں جہاز سازی کے بہت سے نئے کارخانے قائم کئے گئے۔

جدید شہروں کا اضافہ بہت سے نئے شہر آباد کئے گئے۔ شام میں رصافہ جو موسم گرما کا صدر مقام تھا۔ سندھ میں منصورہ اور محفوظ آباد وغیرہ۔

تالاب اور حوض حاجیوں کے آرام کے لئے مکہ کے راستے میں تالاب اور حوض تعمیر کئے گئے۔

ریشمی پارچات دیسی صنعت کو فروغ دینے کا اسے بہت خیال تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں ریشمی پارچات کی صنعت اوج ترقی پر پہنچ گئی۔

Marfat.com

دینی خدمات

عقیدے اور عمل کے اعتبار سے ہشام پکا مسلمان تھا۔ وہ دینی خدمات کے راستے میں بھی تیز گام تھا۔ اور دین میں کسی رخنہ انداز بدعت سے اسے سخت نفرت تھی۔ غیلان بن یوسف قدری نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے عہد میں "عقیدۂ قدر" کا اظہار کیا تھا۔ لیکن ان کی ہدایت سے تائب ہوگیا تھا ہشام کے عہد میں اس نے پھر سر اٹھایا۔ اس نے سر قلم کرادیا۔ سعد بن درہم نے "خلق قرآن" کی فتنہ ور آغوش بدعت پیدا کی۔ اس کی بھی گردن ماردی گئی۔

بیٹوں کی پابندی نماز کا اسے بڑا خیال رہتا تھا۔ ایک دفعہ اس کا ایک بیٹا نماز جمعہ میں شریک نہ ہوسکا۔ ہشام نے مواخذہ کیا۔ اس نے سواری کے ناکارہ ہوجانے کا عذر کیا۔ ہشام نے کہا۔ کیا پیدل نہیں جاسکتے تھے؟ اور تعزیراً ایک سال کے لئے سواری کے استعمال کی ممانعت کردی۔

رعایا کے اخلاق کی نگرانی

ہشام بڑا نیک کردار تھا۔ لہو ولعب اور عیش و عشرت سے اسے سخت نفرت تھی۔ جس کسی کو اس جرم کا مرتکب دیکھتا۔ شکنجۂ عقوبت میں جکڑ دیتا۔ ایک دفعہ کوئی بوڑھا شخص اس جرم کی بنا پر اس کے دربار میں پیش کیا گیا۔ کہ وہ مے و نغمہ کا رسیا ہے۔ ہشام نے حکم دیا۔ کہ "اس کا "طنبورہ" اس کے سر پر توڑ دو"۔ حکم کی تعمیل فوراً کی گئی۔ تو بوڑھا رونے لگا۔ ہشام نے کہا "صبر کرو"۔ وہ بولا "میں تکلیف کے باعث نہیں روتا۔ بلکہ اس بدمذاقی اور جوہر ناشناسی پر روتا ہوں۔ کہ اب "بربط" کو "طنبورہ" کہا جاتا ہے"۔

گھوڑے رکھنے کا شوق

ہشام کو گھوڑے رکھنے کا بہت شوق تھا۔ گھوڑ دوڑ کا تو دلدادہ تھا۔ اس کی اس دلچسپی سے گھوڑوں کی نسل میں خوب ترقی ہوئی۔ اس کا اصطبل گھوڑ دوڑ کے چار ہزار گنے چنے گھوڑوں سے آراستہ تھا۔

علم نوازی

ہشام بڑا علم دوست اور فن پرور تھا۔ اس نے امام زہری سے

Marfat.com

حدیث کی ایک مستند کتاب مرتب کرائی تھی۔ فارسی کی ایک بلند پایہ کتاب کا ترجمہ کرایا۔ جس میں ایرانی حکمرانوں کے حالات۔ سیاسی واقعات اور متعدد علوم وفنون درج تھے۔

اخلاق وعادات

ہشام کے مزاج میں سادگی بہت تھی۔ شاہانہ تکبر نام کو بھی نہ تھا۔ اس کے حلم اور کفایت شعاری کو تاریخی شہرت حاصل ہے۔ سخت سے سخت لفظ سُن کر چُپ ہو رہتا تھا۔ ایک دفعہ کسی نے اس کے مُنہ پر تلخ اور درشت الفاظ کہے۔ اس نے جواب میں صرف یہ کہا۔ "اپنے امام کو بُرا کہنا زیبا نہیں"۔

ایک بار خود ہشام کسی مغرور شخص کو ناشائستہ الفاظ کہہ بیٹھا۔ وہ بگڑ کر بولا۔ "آپ کو خلیفۂ وقت ہو کر ایسے اخلاق سوز الفاظ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ ہشام شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ "مجھ سے اس مکروہ حرکت کا بدلہ لے لو"۔ وہ شخص بولا۔ "اچھا تو کیا میں بھی تم جیسا سفلہ ہو جاؤں"؟ ہشام نے کہا۔ "تو کچھ معاوضہ لے کر معاف کر دو"۔ وہ بولا۔ "یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا"۔ ہشام نے کہا۔ "تو خدا کے واسطے معاف کر دو"۔ وہ کہنے لگا۔ "ہاں یہ منظور ہے۔ میں خدا کے واسطے اور تمہارے واسطے معاف کرتا ہوں"۔ اس پر ہشام نے شرم اور ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور کہا "خدا کی قسم آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا"۔

اس کی کفایت شعاری بخل کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ کپڑوں کا ایک ہی جوڑا برسوں استعمال کرتا تھا۔ بیٹوں کو بھی اپنی طرح سادہ مزاج بنا لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انتقال کے وقت اس نے بے اندازہ مال وزر چھوڑا۔

Marfat.com

پندرھواں باب

ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک

۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ

ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک ۹۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں حجاج بن یوسف ثقفی کی بھتیجی تھی۔

ولید اپنے باپ یزید بن عبدالملک کے حسب وصیت ہشام کے انتقال کے بعد ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں بمقام اردن تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

ولید ایک عیاش اور فاسق و فاجر شخص تھا۔ اور خلیفہ بننے کے بالکل ناقابل ہشام نے ہر چند کوشش کی کہ وہ سدھر جائے۔ لیکن ناکام رہا۔ آخر جب وہ اس کی اصلاح سے بالکل مایوس ہوگیا۔ تو اسے ولی عہدی سے محروم کرکے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابھی اس ارادے کے پورا ہونے کی نوبت نہ آئی تھی۔ کہ وہ خود ہی پورا ہوگیا۔

ہشام کی اس تجویز سے ولید اس سے کھنچ گیا۔ اور دارالخلافہ کو خیرباد کہہ کر اپنی جاگیر اردن میں مقیم ہوگیا۔ یہیں اسے ہشام کی وفات کی خبر ملی۔ سب سے پہلے اس نے عباس بن عبدالملک کو فرمان لکھا۔ کہ فوراً رصافہ جاکر ہشام کے بال بچوں کو گرفتار اور اس کے مال و دولت پر قبضہ کرلو۔

ولید ان امرائے دولت سے خاص طور پر ناراض تھا جو اس کے اخراج ولی عہدی

Marfat.com

کی تجویز میں ہشام کے حامی تھے۔ ولید نے ان سب سے شدید انتقام لینا شروع کر دیا۔ اور انھیں انتہائی تذلیل و توہین کے تیروں کی آماج گاہ بنایا۔

ہشام کے ماموں ہشام بن اسمٰعیل کو امارت مکّہ سے برطرف کر دیا۔ اور اس کے بیٹوں محمد اور ابراہیم کے کوڑے لگوائے۔ پھر انھیں یوسف بن عمر والی عراق کے سپرد کر دیا۔ یوسف نے انھیں شدید سزائیں دیتے دیتے جان ہی سے مار ڈالا۔ سلیمان بن ہشام کو سو تازیانوں کی سزا دی گئی۔ اور سر و ریش منڈوا کر تشہیر کرانے کے بعد عمان کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔

خالد بن عبداللہ قسری کو فرمان بھیجا۔ کہ اس کے بعد اس کے دونوں بیٹوں حکم اور عثمان کی ولی عہدی کی بیعت کرے۔ خالد نے تعمیل حکم نہ کی۔ تو اسے اس کے جانی دشمن یوسف بن عمر ثقفی کے سپرد کر دیا۔ یوسف بن عمر نے اسے نہایت خوفناک عذاب دے کر قتل کر دیا۔

انھیں لوگوں کے خونِ ناحق کی سرخی کے ساتھ اس کے افسانۂ حکومت کا آغاز ہوا۔

یحییٰ بن زید کا خروج اور قتل

یحییٰ اپنے والد زیدؒ بن علیؒ کی شہادت کے بعد خراسان چلے گئے تھے۔ اور بلخ میں ایک محب اہل بیت حریش بن عمر کے یہاں مقیم تھے۔ ولید نے خبر پاکر نصر بن سیار حاکم خراسان کو یحییٰ کے گرفتار کر لینے کے لئے لکھا۔ نصر نے حریش کو طلب کر کے یحییٰ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ حریش نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ لیکن نصر کی طرف سے سختی ہونے پر حریش کے بیٹے نے یحییٰ کا پتا بتا دیا۔ اور نصر نے انھیں گرفتار کر کے ولید کو مطلع کیا۔ اس نے نصر کو لکھا کہ یحییٰ کو خراسان سے شام روانہ کر دو۔ نصر نے انھیں دو ہزار درہم دے کر عازم شام ہونے کی ہدایت کی۔

ابھی وہ بیہق پہنچے تھے۔ کہ یہ خیال کر کے نیشاپور چلے گئے۔ کہیں ان کے لئے دام فریب ہی نہ بچھایا گیا ہو۔ وہاں جا کر انھوں نے خروج کی تیاریاں شروع کر دیں۔

عمرو بن زرارہ والی نیشاپور نے ان کے ارادے سے مطلع ہو کر مقابلہ کیا۔ یحییٰ نے اسے شکست دے کر اس کا سر قلم کر دیا۔ نصر کو خبر ملی۔ تو اس نے سلمہ بن احوز ہلالی کو

Marfat.com

ان کے مقابلے کا حکم دیا۔ جوزجان میں دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ نہایت خونریز جنگ کے بعد یحییٰ تیر لگنے سے شہید ہو گئے۔ اور ان کی جماعت کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ یحییٰ کی نعش جوزجان میں سرِ راہ آویزاں کر دی گئی۔

یزید کی بیعت اور ولید کا قتل

مذکورۂ صدر واقعات کی بنا پر رعایا اور امرا سب کے سب ولید سے بیزار اور متنفر ہو گئے۔ شاہی خاندان کے ارکان نے اس کے خلاف ساز باز شروع کر دی۔ اور یمنی قبائل جو حکومت کی روح و رواں تھے۔ یزید بن ولید کے ہاتھ پر خفیہ بیعت کرنے لگے ولید ان دنوں قلعہ نجرا میں تھا۔ یمنی قبائل یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اسے لے کر نجرا پہنچے۔ ولید یکایک چونک پڑا۔ اور اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ مقابلہ کو آیا۔ لیکن مغلوب ہو کر مارا گیا۔ یہ واقعہ جمادی الآخری ۱۲۶ھ میں رونما ہوا۔ اس وقت ولید کی عمر ۴۲ سال کی تھی۔ اور مدت خلافت ایک سال تین مہینے۔

ولید کی بعض خوبیاں

(ع) عیب مے جملہ بگوئی ہنرش نیز بگو۔ اگرچہ ولید کی ساری زندگی یکسر رندی و مستی اور سراپا عصیاں تھی تاہم اس میں بعض قابلِ ذکر خوبیاں بھی تھیں۔ اس نے سرکاری خزانے سے محتاجوں معذوروں اور اپاہجوں کی پرورش اور دست گیری کا انتظام کیا۔

ولید ایک خوش گو شاعر تھا۔ اس کا سارا کلام بادہ و ساقی اور ساغر و مے خانہ کے کیف و سرور سے لبریز ہے۔ مصرع مصرع میں رندی و سرمستی کے خرابات جھومتے نظر آتے ہیں۔ خیامِ عرب ابونواس نے ولید کی خمریات اپنے کلام کے ساغر و مینا بھرے ہیں۔ ولید نہایت کشادہ دست اور سیر چشم تھا۔ شعرا کا حد سے زیادہ قدردان تھا۔ چنانچہ جب یزید بن ہبنہ شاعر نے اس کے جشنِ تخت نشینی کی تقریب پر پچاس اشعار کا ایک قصیدہ پڑھا۔ تو ولید نے اسے ایک ہزار درہم فی شعر انعام دیا۔

موسیقی کا بھی دلدادہ اور قدردان تھا۔ چنانچہ وقت کے اکابر مغنی مثلاً عریف، معبد، ابن سریج وغیرہ اس کے دربار کی زینت تھے۔

Marfat.com

گھوڑے رکھنے کا شوق ہشام کی طرح ولید بھی گھوڑے رکھنے اور گھوڑ دوڑ کا بہت شوقین تھا۔ اس عہد کے بہترین گھوڑے اس کے اصطبل کی آرائش تھے۔

الحاد و دہریت کا اتہام ولید عیاش طبع اور ظالم ضرور تھا۔ لیکن بعض تاریخوں میں الحاد اور دہریت کے جو افسانے اس کی طرف منسوب ہیں۔ ان کی حیثیت تنقید و تحقیق کی روشنی میں زیب داستان سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ مہدی عباسی کے دور کے ایک نامور فقیہ ابو علاثہ کا قول ہے۔ کہ ان سے ایک عینی شاہد نے بیان کیا۔ "ولید شراب کے نشے میں چُور رہتا تھا۔ لیکن نماز کے وقت فوراً رندانہ لباس اُتار کر سفید لباس پہنتا اور وضو کر کے نماز پڑھتا۔ اس سے فارغ ہو کر پھر رندانہ مشاغل میں محو ہو جاتا۔" فقیہ موصوف یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے تھے کہ کیا کسی ملحد و دہریہ کی زندگی ایسی ہو سکتی ہے؟

ولید کی زندگی کا آخری واقعہ یہ تھا۔ کہ جب وہ زک اٹھا کر قصر میں محصور ہو گیا۔ اور لوگ اس کا سر قلم کرنے کے لئے بزور اندر داخل ہوئے۔ تو وہ قرآن کریم کھول کر تلاوت میں مشغول ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ جس طرح عثمانؓ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ اسی طرح میرا بھی خاتمہ ہو۔

یزید ثالث بن ولید

سنہ ۱۲۶ھ

یزید ثالث بن ولید فیروز بن یزدگرد شاہ ایران کی بیٹی شاہ آفرید کے بطن سے تھا۔ ولید کے قتل کے بعد رجب سنہ ۱۲۶ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔ اسے یزید الناقص بھی کہتے تھے۔ کیونکہ اس نے عہد ولید کے مشاہرۂ فوج کے اضافے کو منسوخ کر دیا تھا۔ یہ ایک صالح و متقی خلیفہ تھا۔ اس نے عنانِ خلافت سنبھالنے کے بعد حسب ذیل

Marfat.com

تقریر کی:۔

"لوگو! میں کوئی جدید عمارت نہیں بنواؤں گا۔ جدید نہر نہیں نکلواؤں گا۔ جب تک کسی مقام کی حفاظت سرحد کا انتظام نہ ہو جائے گا۔ اور وہاں کے باشندوں کی ضروریات پوری نہ ہو جائیں گی۔ اس وقت تک وہاں کی آمدنی کسی دوسرے مقام پر نہ بھیجی جائے گی۔ ہر مقام کا صرف وہی مال دوسرے مقام پر منتقل کیا جائے گا۔ جو وہاں کی ضرورت سے فاضل ہوگا۔ محتاجوں کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھوں گا۔ ہر سال تمہارے وظیفے اور ہر مہینے تمہارا راشن ملتا رہے گا۔ حقوق کے اعتبار سے دُور کے رہنے والے قربت کے رہنے والوں کے برابر ہوں گے۔ اگر میں اپنا قول پورا کروں۔ تو تم پر میری اطاعت اور امداد فرض ہے۔ ورنہ مجھے معزول کر دو۔ تم لوگ گواہ رہو۔ میں توبہ کرتا ہوں۔ اگر کوئی ایسا صالح شخص تمہاری نظر میں ہو۔ جو ان باتوں کا وعدہ کرے۔ جن کا میں نے وعدہ کیا ہے۔ اور تم اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہو۔ تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ خدا کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔"

یزید کی مخالفت اور حمص میں بغاوت

اگرچہ ولید کے مقابلے میں یزید ایک عابد و زاہد خلیفہ تھا۔ لیکن اس نے چونکہ یزید کو قتل کر کے اور یمنیوں سے فوجی امداد لے کر خلافت حاصل کی تھی۔ اس لئے ایک طرف تو لوگ نہایت جرأت و بے باکی سے خلیفۂ وقت کی مخالفت پر تل گئے۔ دوسرے یمنیوں کے حریف مضری بھی اس کے خلاف میدان میں نکل آئے۔ اور شام کے مختلف حصّوں میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔

سب سے پہلے اہلِ حمص نے مخالفت پر کمر باندھ کر یزید کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ مروان بن عبداللہ بن عبدالملک امیر حمص نے ان سے اتفاق کیا اور حمص میں بغاوت پھیل گئی۔

حمص والوں نے معاویہ بن یزید بن حصین کو اپنا قائد مقرر کیا۔ اور یزید کے

مقابلے کے لئے دمشق کی راہ لی۔ یزید کو خبر ملی۔ تو اس نے یعقوب بن ہانی اور دوسرے لوگوں کو اہلِ حمص کی فہمائش کے لئے روانہ کیا۔ اور یہ بھی کہلا بھیجا۔ کہ "مجھے خلافت کی آرزو نہیں۔ اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے۔ تو شوریٰ کے ذریعے سے کسی اور کو خلیفہ چن لو"۔ لیکن اہلِ حمص نے یزید کی اس پیشکش کو پسِ پشت ڈال کر مقابلے کے لئے پیش قدمی کی۔

یزید نے ان کے مقابلے کے لئے سلیمان بن ہشام کو ایک زبردست جمعیت کے ساتھ بھیجا۔ سلیمان دمشق سے چل کر حوارین میں اقامت گزیں ہوا۔

مروان بن عبداللہ نے اہلِ حمص سے کہا۔ "دمشق جانے کے بجائے حوارین پہنچ کر سلیمان کا مقابلہ کرنا مفید رہے گا۔" اہلِ حمص اس رائے کو سُن کر چیں بجبیں ہو گئے۔ اور مروان کو یزید سے سازش کرنے کے الزام میں تہ تیغ کر کے اس کی جگہ ابو محمد سفیانی کو اپنا حاکم منتخب کیا۔

اہلِ حمص نے دمشق کی جانب پیش قدمی کی۔ تو سلیمان بھی انھیں روکنے کے لئے نکلا۔ اور سلیمانیہ میں جا لیا۔ ادھر یزید نے عبدالعزیز بن حجاج کے زیرِ کمان ایک اور فوج بھیجی۔ ان دونوں فوجوں نے اہلِ حمص کے چھکے چھڑا دئے۔ اور ان کی کثیر تعداد ہلاک ہو گئی۔

اہلِ حمص نے کوئی اور چارۂ کار نہ دیکھ کر مجبوراً سرِ اطاعت خم کر دیا۔

فلسطین اور اردن کی بغاوت

کچھ دیر بعد فلسطین کے باشندوں نے بھی یزید کے خلاف بغاوت پر کمر باندھ لی انھوں نے اپنے والی سعید بن عبدالملک کو نکال کر یزید کے مخالف یزید بن سلیمان بن عبدالملک کو اپنا حاکم بنا لیا۔ اس کی مخالفت نے اہلِ فلسطین کو بہت تقویت پہنچائی۔

اس بغاوت کی اطلاع اردن پہنچی۔ تو وہاں کے باشندوں نے بھی علمِ بغاوت بلند کر کے ان کے ساتھ شرکت کی۔ اور شام میں ایک عام شورش برپا ہو گئی۔

یزید نے باغیانِ فلسطین کے سرغنوں کو انعام و اکرام وغیرہ کا لالچ دے کر توڑ لیا۔

Marfat.com

اور اہلِ اردن تنہا رہ گئے۔ پھر سلیمان بن ہشام کو ایک زبردست لشکر دے کر ان کے مقابلے کو بھیجا۔ اہلِ اردن آسانی سے مغلوب کر لئے گئے۔

عراق اور خراسان کی بغاوت

اسی طرح عراق اور خراسان میں بھی شورش و بغاوت کی خونیں آندھیاں اٹھنے لگیں۔

یزید نے یوسف بن عمر کو معزول کر کے منصور بن جمہور کو والی عراق مقرر کیا۔ منصور نے عراق میں اپنی مرضی کے مطابق نئے انتظامات کئے۔ اور اپنے بھائی کو والی خراسان مقرر کر کے بھیجا۔ نصر بن سیار عامل خراسان نے اپنے عہدے کا جائزہ دینے سے انکار کر دیا۔

اسی دوران میں یزید نے منصور کو ولایت عراق سے برطرف کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیزؒ کو بھیجا۔ عبداللہ نے نصر کو ولایت خراسان پر بحال کر دیا۔

اتنے میں خراسان میں قبائلی عصبیت کی دبی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ کر آتش افروز ہونے لگیں۔ ایک نامور یمنی سردار جدیع بن علی ازدی کرمانی کسی بنا پر نصر سے ناراض ہو گیا۔ یمنی قبائل نے اس کی امداد پر کمر باندھ لی۔ اور مضری قبائل نصر کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ نصر نے حیلہ بازی سے کرمانی کو قید و بند میں ڈال دیا۔ کرمانی اپنے حامیوں کے بل پر جیل سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ نصر نے اسے منانے کی سعی کی۔ لیکن بے سود۔ پھر کرمانی ربعی قبائل کو بھی اپنا حامی بنا کر نصر کے مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔

نصر اور کرمانی کی یہ چپقلش تحریک عباسی کے لئے سازگار ثابت ہوئی۔ اور سلسلہ عباسیہ کے امام ابراہیم بن محمد نے ابوہاشم بکیر بن ہامان کو ہدایتیں دے کر خراسان روانہ کیا۔ اس نے مرو پہنچ کر نقیبوں اور داعیوں کے مجمع میں محمد بن علی کے بعد ان کے صاحب زادے کے لئے بیعت لی۔

تحریک کے علمبرداروں نے نئے امام سے اظہارِ عقیدت کیا۔ اور ان کے لئے ایک گراں قدر رقم بطور نذر بکیر کو دی۔

۲۰ ذی الحجہ ۱۲۶ھ کو یزید ثابت بن ولید نے ۴۴ سال کی عمر میں چھ مہینے کے

قریب تخت خلافت پر متمکن رہنے کے بعد طاعون سے انتقال کیا۔ اس کا یہ مختصر سا زمانۂ حکومت شورشوں اور بغاوتوں ہی میں گزر گیا۔ اس لئے وہ کوئی کارنامہ انجام نہ دے سکا۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ

یزید نے اپنے بھائی ابراہیم بن ولید کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ اس لئے ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔

پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ آرمینیہ کا حاکم مروان بن محمد قتل ولید کے باعث یزید کے خلاف تھا۔ چنانچہ اس نے یزید ہی کے زمانے میں جزیرہ پر تسلط بٹھا لیا تھا۔ اور یزید کے مقابلے میں صف آرا ہونے والا تھا۔ لیکن یزید نے سیاسی مصلحت کے پیشِ نظر اسے آرمینیہ اور آذربائیجان کے علاقے سپرد کر کے اس کی آتشِ مخالفت فرو کر دی تھی۔

یزید کی وفات کے بعد مروان بن محمد نے ابراہیم کی خلافت تسلیم نہ کی۔ اور ایک زبردست فوج لے کر شام پر چڑھائی کر دی۔ قنسرین اور حمص کو زیر نگیں کر کے اس نے پیش قدمی جاری رکھی۔ عین الجر پر ابراہیم کی فوج سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ مروان نے ابراہیم کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر وہ ولید کے دونوں بیٹوں حکم اور عثمان کو رہا کر دے۔ تو مقابلے سے ہاتھ اٹھا لیا جائے گا۔ ابراہیم نے انکار کیا۔ اور صفر ۱۲۷ھ میں طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ ابراہیم کو بڑی بھاری شکست ہوئی۔ اور مروان فتح کا پرچم لہراتا ہوا دمشق میں داخل ہوا۔

مروان حکم یا عثمان کو تختِ خلافت پر متمکن کرنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے داخلۂ دمشق سے قبل ہی ان دونوں کو آبِ تیغ سے نہلایا جا چکا تھا۔ اس لئے اس نے خود عنانِ خلافت ہاتھ میں لی۔ ابراہیم مروان کے آنے کی اطلاع پاتے ہی دمشق سے بھاگ

Marfat.com

نکلا تھا۔ لیکن مروان نے اسے جان کی امان دے کر واپس طلب کر لیا۔

ابراہیم کا زمانۂ خلافت بہت مختصر تھا۔ اور اس تین چار مہینے کے دوران میں بھی اس کی خلافت بالاتفاق تسلیم نہ کی گئی۔ اس لئے مورخین نے اسے مستقل خلیفہ نہ مانا۔

مروان ثانی بن محمد بن مروان

۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ

مروان ثانی بن محمد بن مروان بن حکم ۷۲ھ میں کردستان کی ایک پرستار ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور ابراہیم کے فرار کے بعد صفر ۱۲۷ھ میں تاجِ خلافت سر پر رکھا۔

مروان عمر رسیدہ، جہاں دیدہ، صعوبت کش، ثابت قدم اور بہادر خلیفہ تھا۔ لیکن اس کے زمانے میں اموی حکومت کے قصرِ انتظام کی اینٹ سے اینٹ بج چکی تھی۔ اور وہ اپنی متعدد مابہ الامتیاز صلاحیتوں اور خصوصیتوں کے باوجود اس کی تعمیرِ نو میں ناکام رہا۔

شام کی بغاوت

مروان کا سارا عہدِ حکومت مخالفتوں، خانہ جنگیوں، حوادث اور انقلابات کا الم ناک مرقع ہے۔ سب سے پہلے گہوارۂ حکومت شام میں مخالفت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ حمص والوں نے علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ مروان نے خود وہاں جا کر شدید جنگ کے بعد باغیوں کا قلع قمع کیا۔ مروان ابھی حمص میں تھا۔ کہ اسے دمشق پر اہلِ غوطہ کے حملے کی خبر ملی۔ اس نے ابی الفوز ابوالورد کے زیرِ کمان دس ہزار کی فوج اُدھر روانہ کر دی۔ اہلِ غوطہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ اور ان کا سردار یزید بن خالد بن عبداللہ قسری تہ تیغ کر دیا گیا۔ اسی دوران میں اہلِ فلسطین نے بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ ابوالورد اسے بجھانے کے لئے طبریہ پہنچا۔ لیکن اہلِ طبریہ پہلے ہی باغیوں کو پسپا کر چکے تھے۔ ابوالورد نے دوبارہ تعاقب کر کے ان کی سرکوبی کی

اسیران حمص کی فوج نے جو دل سے مروان کے خلاف تھی۔ موقع پاکر اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور سلیمان بن ہشام کے پاس جاکر اسے شامیوں کی امداد کا یقین دلاتے ہوئے دعوائے خلافت پر برانگیختہ کیا۔ سلیمان آمادہ ہوگیا۔ اور قنسرین میں ستر ہزار کی سپاہ جرّار اپنے گرد جمع کرلی۔ مروان نے قرقیسا سے پوری تیاری کے ساتھ قنسرین کی جانب پیش قدمی کی۔ مقام خساف میں طرفین میں خوں ریز معرکہ ہوا۔ سلیمان کو شکست ہوئی۔ اور اس کے لشکر کے تیس ہزار جوان تہ تیغ ہوئے۔ سلیمان حمص کی طرف بھاگا۔ مروان نے اس کا تعاقب کیا۔ راستے ہی میں مروان کے چند آدمیوں نے اس پر شب خون مارا لیکن مروان نے انھیں پس پا کردیا۔ سلیمان کو خبر ملی۔ تو اس نے حمص سے تدمر کی راہ لی۔ مروان پیش قدمی کرکے حمص پر قابض ہوگیا۔

عبداللہ بن معاویہ کا خروج

کوفہ میں ایک ہاشمی بزرگ عبداللہ بن معاویہ نبیرہ حضرت جعفر طیارؓ نے شیعیان بنی ہاشم کی شہ پر خروج کیا۔ ان دنوں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے صاحب زادہ عبداللہ عراق کے والی تھے۔ لوگ ان کے والد کی بزرگی کے باعث انھیں بہت محبوب رکھتے تھے چنانچہ ایک جمعیت کثیر نے ان کے زیرِ علم جمع ہوکر عبداللہ بن معاویہ کا دستِ قوت شل کردیا۔ اور وہ جاں بخشی کرانے کے بعد عازم عراق عجم ہوگئے۔

خوارج

بنی امیہ کی اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھاکر ان کے دیرینہ حریف خوارج نے بھی ضحاک بن قیس شیبانیؒ کے جھنڈے تلے جمع ہوکر کوفہ پر ہلّہ بول دیا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیزؓ والی کوفہ نے مدافعت کی۔ لیکن زک اٹھائی اور کوفہ کو خیرباد کہہ کر عازم واسط ہوگئے۔ ضحاک ان کے تعاقب میں واسط پہنچا۔ طویل معرکہ آرائی کے بعد عبداللہ نے صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ اور واسط بھی ضحاک کے قبضے میں آگیا۔ اسی اثنا میں سلیمان بن ہشام بھی ضحاک سے آملا۔

اب ضحاک کی طاقت میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ اور اس نے موصل پر بھی قبضہ کرلیا۔ مروان ان دنوں حمص میں تھا۔ اسے ضحاک کی یلغار و ترک تاز کی اطلاع ملی۔ تو

Marfat.com

اس نے اپنے فرزند عبداللہ عاملِ جزیرہ کو فرمان بھیجا۔ کہ وہ ضحاک کو جزیرہ میں داخل نہ ہونے دے۔ عبداللہ ضحاک کو روکنے کے لئے سات ہزار کی فوج لے کر نصیبین میں اقامت گزین ہوا۔ ضحاک نے نصیبین کا محاصرہ چھوڑ کر مروان کے مقابلے کے لئے پیش قدمی کی۔ کفر توثا کے پاس طرفین میں خوں ریز معرکہ ہوا۔ جس میں ضحاک مارا گیا۔ خوارج نے خیبری کے زیر سرکردگی لڑائی جاری رکھی۔ لیکن مروان کے خدام نے موقع پاکر اسے قتل کر دیا۔

اب خوارج نے شیبان بن عبدالعزیز کو اپنا سردار مقرر کیا۔ اس نے ہمراہیوں کی قلتِ تعداد کے پیشِ نظر جنگ ملتوی کر کے موصل کی راہ لی۔ مروان اس کے تعاقب میں وہاں پہنچا۔ اور چھ مہینے تک مقابلہ کرتا رہا۔

اسی دوران میں مروان نے عمر بن ہبیرہ کو عراق سے خوارج کا اثر مٹانے کے لئے کوفہ روانہ کیا۔ ابن ہبیرہ نے کوفہ اور بصرہ سے خارجیوں کو نکال دیا۔ پھر عامر بن ضبارہ کو سات ہزار فوج کے ہمراہ مروان کی امداد کے لئے موصل روانہ کیا۔

شیبان مصلحتاً موصل سے چلا گیا۔ مروان نے عامر کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ طرفین میں بمقام جیرفت معرکہ آرائی ہوئی۔ جس میں شیبان بڑی طرح زک اٹھا کر سیستان کی جانب چلا گیا۔ اور وہیں سنہ ۱۳۰ھ میں مر گیا۔

سلیمان بن ہشام ہر مقام پر خوارج کا دست و بازو بنا رہا۔ جب ان کا زور ٹوٹ گیا۔ تو وہ سندھ پہنچا۔ اور سفاح کے دربار میں اعزاز و اکرام حاصل کیا۔ لیکن چند روز کے بعد اس کے ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا۔

اسی زمانے میں ایک اور خارجی سردار ابو حمزہ مختار بن عوف ازدی نے حجاز میں شورش برپا کر رکھی تھی۔ سنہ ۱۲۹ھ میں اس نے سات سو رفیقوں کے ساتھ حج کے موقع پر عرفات میں خروج کیا۔ لیکن اس میں اور عبدالواحد بن سلیمان عاملِ مکہ میں باہم فیصلہ ہوا۔ کہ حج کے ختم ہونے تک کسی قسم کی بدامنی پیدا نہ کی جائے گی۔

حج کے بعد عبدالواحد عازم مدینہ ہو گیا۔ اور ابو حمزہ نے بے مقابلہ مکہ پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

عبدالواحد نے اہلِ مدینہ کو فتنۂ خوارج سے مطلع کر کے ان سے جنگ کرنے کے لئے اکسایا۔ چنانچہ مدینہ والے عبدالعزیز بن عبداللہ کے زیرِ قیادت خوارج کے مقابلے کے لئے مکہ کی طرف بڑھے۔ اُدھر سے ابو حمزہ یمنی مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ طرفین میں بمقام قدید پُرٹ بھیڑ ہوئی۔ خوارج نے مدینہ والوں کو کہلا بھیجا تھا کہ:-

" ہمیں اہلِ مدینہ سے کوئی پرخاش نہیں۔ ہم صرف بنی امیہ کے مقابلے کو نکلے ہیں۔ اس لئے آپ درمیان سے ہٹ جائیں۔"

لیکن اہلِ مدینہ نے خوارج کی بات نہ مانی۔ اور ان کا مقابلہ کیا۔ جس میں مدینہ والوں نے بُری طرح زک اٹھائی۔ اور ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے۔ اس کے بعد ابو حمزہ مدینہ پہنچا۔ اور ایک تقریر کرتے ہوئے بنی امیہ کی بُرائیاں اور اپنے گروہ کی اچھائیاں بیان کیں۔ عبدالواحد پہلے ہی اپنے آپ میں تابِ مقابلہ نہ پاکر شام کی طرف جا چکا تھا۔ ابو حمزہ بھی ادھر ہی چل پڑا۔ مروان کو اطلاع ملی۔ تو اس نے ابو حمزہ کا راستہ روکنے کے لئے چار ہزار گنے چُنے بہادروں کو عبدالملک بن محمد بن عطیہ کے ماتحت بھیج دیا۔ وادی القریٰ میں طرفین میں خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں شامیوں نے خارجیوں کو ناک چنے چبوائے۔ ابو حمزہ قتل کر دیا گیا۔ اور باقی خوارج راہ فرار اختیار کر کے مدینہ میں اماں گیر ہوئے۔ لیکن عبدالملک نے مدینہ پہنچ کر انھیں بھی فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔

خوارج کی اس جماعت کا سردار عبداللہ بن یحییٰ تھا۔ جو صنعاء میں اقامت گزیں تھا۔ اس لئے عبدالملک صنعا کی جانب روانہ ہوا۔ عبداللہ بن یحییٰ نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن عبداللہ کی گردن اُڑا دی گئی۔ اور عبدالملک نے اس کا سر مروان کے پاس بھجوا دیا۔ اس طرح خوارج کی شورش آغوشِ لحد میں لٹا دی گئی۔

خراسان میں عصبیت کا فتنہ

ان شورشوں اور بغاوتوں کے دوران میں خراسان کے گوشے گوشے میں قبائلی عصبیت کی بھیانک آگ کے فلک بوس شعلے بھڑک رہے تھے۔ مضری قبائل نصر بن سیار عامل خراسان کے زیرِ قیادت آستینیں چڑھائے ہوئے تھے۔ اور یمنی قبائل جدیع

بن شبیب کرمانی کی سرکردگی میں آمادۂ پیکار تھے۔

ابو مسلم خراسانی

عین اس موقع پر ایک عجمی النسل۔ پارسی نژاد اور نو مسلم نوجوان ابو مسلم خراسانی نے خراسان کی سیاسی دُنیا میں قدم رکھا۔ اور اپنی حیرت انگیز قابلیت سے واقعات کی رَو ہی پلٹ دی۔ ابو مسلم بکیر بن ماہان کا غلام تھا بکیر نے اس کی پیشانی پر ستارۂ بلندی کی ضیا دیکھ کر اسے عباسی تحریک کے اصول سمجھائے۔ پھر اسے حمیمہ میں امام ابراہیم کی خدمت میں بطور نذر پیش کیا۔

۱۲۸ھ میں امام ابراہیم نے ابو مسلم کو جماعت خراسان کا امیر بنا کر بھیجا۔ اور یہ وصیت کی :۔

"تم ہمارے گھر کے آدمی ہو۔ میری وصیت کو خوب یاد رکھو۔ یمن کے قبیلے کا خیال رکھنا۔ اور انھیں اپنے ساتھ ملائے رکھنا۔ انھیں کے ساتھ بود و باش رکھنا۔ تم انھیں ساتھ ملا کر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔ ربیعہ پر بھروسا نہ کرنا۔ اور مضر کو تو قریبی دشمن خیال کرنا۔ پھر تم جس کسی کو شک و شبہ میں پاؤ۔ اسے قتل کر دینا۔ اور جب موقع آئے۔ تو کسی عربی بولنے والے کو خواہ مضری ہو یا یمنی یا ربعی۔ زندہ نہ چھوڑنا۔"

ابو مسلم نے ایک سال تک نہایت گہری نظر سے خراسان کے حالات کا مطالعہ کیا۔ اور اپنے حلقۂ اثر و رسوخ کو وسعت دی۔ ۱۲۹ھ میں امام ابراہیم نے اسے دو نشان "سحاب" اور "ظل" عطا فرمائے۔ اور اس کے نام دعوتِ عباسیہ کے اعلان کا فرمان صادر کیا۔

عباسی تحریک

۲۵ رشعبان ۱۲۹ھ کو ابو مسلم نے "یومِ آزادی" منایا۔ سفیدنج میں تمام حامیانِ تحریک جمع ہوئے۔ "ظل" اور "سحاب" کو ایک آیت قرآنی پڑھ کر بلند کیا گیا۔ یہی سفیدنج حکومت عباسیہ کا عارضی مرکز قرار دیا گیا ابو مسلم نے اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد نصر بن سیار کے نام ایک مکتوب بھیج کر اسے اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔

نصر نے ابومسلم کی سرکوبی کے لئے فوج بھیجی۔ ابومسلم نے اپنی جمعیت کی امداد سے اس کے چھکے چھڑا دئے۔ اب ابومسلم کی جماعت میں روزافزوں اضافہ ہونے لگا۔

اسی دوران میں نصر اور کرمانی کے درمیان معرکہ کارزار گرم ہوا۔ ابومسلم نے کرمانی کی حمایت کی۔ نصر نے کرمانی سے کہلا بھیجا۔ کہ ابومسلم دغاباز ہے۔ اس سے بچے رہنا بہتر تو یہ ہے۔ کہ ہم تمام جھگڑوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے فائدے کے لئے صلح کرلیں۔ کرمانی مان گیا۔ لیکن نصر نے موقع پاکر اس کا خاتمہ کردیا۔

نصر نے کرمانی کا خون اس لئے اپنی گردن پر لیا تھا۔ کہ پھر کوئی اس کا مخالف نہ رہے گا۔ لیکن اس کی یہ امید نقش برآب ثابت ہوئی۔ اور کرمانی کے بعد اس کا بیٹا علی اپنے باپ کا انتقام لینے کے لئے ابومسلم کے زیر اثر آگیا۔

نصر نے جب دیکھا کہ یمن اور ربیعہ کے قبیلے ابومسلم کے ساتھ مل گئے ہیں۔ تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اور اس نے سمجھ لیا۔ کہ اب حکومت امویہ کا آفتاب لب بام ہے۔ چنانچہ اس نے مروان کو چند اشعار لکھ بھیجے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے :-

"مجھے راکھ کے اندر چنگاریاں نظر آتی ہیں۔ اور ڈر ہے۔ کہ وہ بھڑک نہ اٹھیں۔ آگ دو لکڑیوں سے جلائی جاتی ہے۔ اور جنگ کا آغاز باتوں سے ہوتا ہے میں نے حیران ہوکر کہا۔ کاش مجھے علم ہوتا کہ بنی امیہ جاگ رہے ہیں یا سو رہے ہیں"۔

ان دنوں مروان خوارج سے برسرپیکار تھا۔ اس لئے وہ کوئی کمک نہ بھیج سکا۔

اسی اثنا میں مروان نے ابراہیم کو حمیمہ سے گرفتار کرکے ان سے عباسی تحریک کی کیفیت دریافت کی۔ ابراہیم نے کہا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اس پر مروان نے انھیں قید و بند میں ڈال دیا۔

ایک روایت یہ ہے۔ کہ قید کے بعد فوراً انھیں قتل کردیا گیا۔ لیکن ایک بیان یہ ہے۔ کہ وہ چند روز کے بعد مارے گئے۔

ابراہیم کی جانشینی اور عباسیوں کا خروج

ابراہیم کے دونوں بھائی حمیمہ سے کوفہ چلے آئے

Marfat.com

ابومسلم ان سے ملنے کے لیے آیا۔ اور امام ابوالعباس کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں ابراہیم کا جانشین بنایا۔ انھوں نے قتل برادر کے جان گسل صدمے سے متاثر ہوکر حکم دیا کہ "خراسان میں جو عرب ان کی دعوت کے قبول کرنے سے انکار کریں۔ بے تامل تہ تیغ کردیے جائیں"۔

ابومسلم یہ حکم لے کر خراسان لوٹ گیا۔ اور اس سرزمین کے گوشے گوشے میں امویوں کے خلاف آگ لگا کر فیصلہ کیا۔ کہ فلاں تاریخ کو خراسان کے تمام عباسی میدان میں نکل آئیں۔

چنانچہ مقررہ تاریخ کو ہراۃ۔ مروالروذ۔ بوشنج۔ طالقان۔ نسار۔ مرو۔ طوس۔ ابیورد۔ بلخ۔ نیشاپور۔ طغارستان۔ صغانیان۔ کش۔ ختلان۔ نسف وغیرہ کے سیاہ پوش عباسی ہاتھوں میں ڈنڈے لیے آ گئے۔ اب ابومسلم ایک لاکھ سے زیادہ سرفروش انسانوں کی کمان کر رہا تھا۔ عباسی سمندر کی یہ ہولناک طغیانی دیکھ کر نصر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اور اسے ابومسلم کے ساتھ ربیعہ اور یمن کے اتحاد کے آئینے میں اپنی تباہی و ہلاکت کا عکس صاف نظر آنے لگا۔ اس لیے اس نے ازسرنو ان قبیلوں سے مفاہمت کی طرح ڈالتے ہوئے انھیں حسب ذیل مفہوم کے چند اشعار لکھ بھیجے:۔

"ربیعہ اور ان کے ساتھی (یمن) کو مرو میں یہ پیغام پہنچادو۔ کہ وہ وقت آنے سے پہلے جب غصہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔ انھیں غصہ آئے۔

تمھیں کیا ہوگیا ہے۔ کہ آپس ہی میں جنگ کرتے ہو۔ گویا تم میں کوئی دانا اور ہوش مند موجود نہیں۔

اور اس دشمن کو تم نے چھوڑ دیا ہے۔ جو تم پر چھا گیا ہے۔ اور جس کا کوئی دین اور نسب نہیں۔

نہ تو وہ لوگ عرب ہیں۔ جنھیں ہم جانتے ہوں۔ اور نہ وہ اپنی نسبت میں خالص موالی ہی ہیں۔

ان کا دین ایسا ہے۔ کہ نہ وہ رسولؐ سے سنا گیا ہے۔ اور نہ اسے کوئی کتاب الہی

Marfat.com

لائی ہے۔

"اگر کوئی ان کے دین کی اصلی حقیقت کے متعلق سوال کرے۔ تو ان کا دین صرف یہ ہے۔ کہ عرب برباد ہو جائیں۔"

عربوں میں مصالحت اور دوبارہ اختلاف

یہ اشعار پڑھ کر وسیع النظر عربوں کو عباسی تحریک کی ہلاکت سامانیوں کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ ایک عرب امیر کی جدوجہد سے۔ مضر، ربیعہ اور یمن میں عارضی مصالحت ہو گئی۔ لیکن ابو مسلم کب چوکنے والا تھا۔ وہ اپنی فن کاری، چالاکی۔ چال بازی اور ذہانت کے حربوں سے پوری طرح مسلح ہو کر عربوں کے مقابلے میں صف آرا ہو گیا۔ اور عین معرکہ کارزار میں علی بن کرمانی کو یہ پیغام بھیجا۔

"تمہاری غیرت نے یہ کیونکر گوارا کر لیا۔ کہ جس ظالم نے تمہارے باپ کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا۔ اس سے آج تم نے صلح کر لی ہے"

ابو مسلم کا جادو چل گیا۔ علی بن کرمانی نے اس پیغام سے متاثر ہو کر نصر سے قطع تعلق کر لیا۔ اور اتحاد عرب سے متعلق بعض روشن دماغ عربوں کا بنا بنایا طلسم ٹوٹ گیا۔ اب ربیعہ اور یمن نے ذاتی ضرورت اور فائدے کی بنا پر ابو مسلم سے اتحاد کی درخواست کی۔ جو اس نے منظور کر لی۔ اور ابو مسلم کو عربوں کی طرف سے کوئی خطرہ باقی نہ رہ گیا۔

خراسان پر ابو مسلم کا قبضہ

ان واقعات نے نصر کی کمر ہمت توڑ ڈالی۔ اور ابو مسلم کے لئے فتح خراسان کا راستہ صاف ہو گیا۔ چنانچہ اس نے پوری تیاریوں سے مرو پر فوج کشی کی۔ نصر مدافعت کے لئے آیا۔ لیکن اس نے حریف کی بے پناہ طاقت کے آگے گھٹنے ٹیک دئے۔ اور ابو مسلم نے مرو کو زیر نگیں کر کے عباسی حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔

مرو پر فتح کا پرچم لہرانے کے بعد ابو مسلم کی طاقت میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا۔ اور اس نے ربیعہ و یمن کی امداد سے مستغنی ہو کر پہلے شیبان بن سلمہ حروری کو تہ تیغ کر دیا۔

پھر حسن کارکردگی کے صلے میں انعام و اکرام دینے کے حیلے سے علی بن کرمانی سے اس کے مخصوص سرداروں کے نام دریافت کر لئے۔ جب علی نے سب کے نام بتا دیئے۔ تو ابو مسلم نے علی کو اس کے تمام حامیوں کے ساتھ تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ نصر کی سپر اندازی کے بعد تقریباً سارا خراسان ابو مسلم کے زیر نگیں ہو گیا۔ اور اس نے نئے سرے سے تمام مفتوحہ علاقوں کا انتظام کر کے جگہ جگہ قابل و معتمد حاکم مقرر کر دیئے۔

عراق عجم کی تسخیر

خراسان پر قبضہ کرنے کے بعد ابو مسلم نے قحطبہ بن شبیب طائی کو عراق عجم کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ اس نے معمولی معرکوں کے بعد رے۔ اصفہان اور نہاوند پر تسلط بٹھا لیا۔ اس کے بعد قحطبہ نے ابو عون عبدالملک کو عثمان بن سفیان سے صف آرا ہونے کے لئے شہرزور کی جانب روانہ کیا۔ اس نے عثمان کو زک دے کر شہرزور پر قبضہ کر لیا۔

عراق عرب کی تسخیر

عراق عجم کو زیر نگیں کرنے کے بعد قحطبہ نے ابو مسلم کے حسب فرمان عراق عرب کی طرف پیش قدمی کی۔ مروان کی جانب سے ابن ہبیرہ وہاں کا حاکم تھا۔ وہ مقابلے کے لئے نکلا۔ ساحل فرات پر طرفین کی فوجیں جنگ آزما ہوئیں۔ جس میں ابن ہبیرہ نے مُنہ کی کھا کر واسط کا رُخ کیا۔ تحیر خیز واقعہ یہ رونما ہوا۔ کہ قحطبہ حریف کو مغلوب کر کے خود گم ہو گیا۔ تحقیقات سے پتا چلا۔ کہ وہ کسی طرح دریا میں ڈوب گیا۔ اور بعد میں اس کی نعش دستیاب ہوئی۔

مروان کو اس واقعے کی خبر ملی۔ تو اس کے مُنہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

"یہ بدبختی کی آخری حد ہے۔ کہ زندہ مردے کے مقابلے میں پسپا ہو گیا"۔

خلیفہ عباسی کی بیعت

اب کوفہ میں عباسیوں کا طوطی بول رہا تھا۔ چنانچہ ۱۳۲ھ میں ابوالعباس عبداللہ بن علی سفاح کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی گئی۔ اور اس نے جامع کوفہ میں پہلے عباسی خلیفے کی حیثیت سے خطبہ دیا۔

Marfat.com

مروان کی شکست اور اس کا قتل

اس وقت مروان ایک لاکھ بیس ہزار کی عظیم الشان فوج لئے ساحلِ زاب پر خیمہ زن تھا۔ بیعتِ خلافت کے بعد ابوالعباس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو ایک لشکرِ جرّار دے کر اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ مروان نے اپنی ٹڈی دل فوج اور ہمت شجاعت کے بل پر نہایت جوانمردی سے کام لیا۔ مگر تازہ دم اور فاتحانہ جوش و ولولہ سے بھرے ہوئے عباسی بہادروں کے آگے کچھ پیش نہ گئی۔ اور شکست فاش کھائی اموی فوج حواس باختہ ہو کر پس پا ہوئی۔ اور بے شمار سپاہی دریا میں ڈوب گئے۔

مروان مایوس و شکستہ دل ہو کر موصل لوٹ گیا۔ اور وہاں سے مختلف مقامات میں ہوتا ہوا عازمِ مصر ہوا۔ جونہی اس نے بوصیر میں قیام کیا۔ ابوعون اور صالح بھی وہاں پہنچ گئے۔ مروان نے مٹھی بھر جماعت سے ان کا آخری مقابلہ کیا۔ اور زک اٹھا کر مارا گیا۔

مروان کی شمع حیات بجھنے کے ساتھ ہی ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو حکومت امویہ کا جھلملاتا ہوا چراغ بھی ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

بنی عباس کے ہاتھ سے بنی امیہ کا قتلِ عام

قصر حکومت امویہ کے پیوندِ زمین ہو جانے کے بعد بنی عباس نے بنی امیہ کے زندہ اور مُردہ افراد سے نہایت ہولناک انتقام لیا۔ عبداللہ بن علی نے نوّے امویوں کو جو زندہ گرفتار ہوئے تھے۔ ڈنڈوں سے پٹوا کر مروا ڈالا۔ اور ان کی تڑپتی ہوئی لاشوں پر دسترخوان بچھا کر کھانا کھایا۔

اموی خلفاء کی قبریں کھدوا کر انھیں تہس نہس اور ہشام بن عبدالملک کی نعش کو جو سالم نکلی تھی۔ سُولی پر آویزاں کر کے نذرِ آتش کر دیا گیا۔

Marfat.com

حکومتِ بنی امیّہ کے اسبابِ زوال

(۱) حکومت بنی امیّہ کے زوال کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب یہ تھا۔ کہ اس میں آغازِ قیام ہی سے خلافتِ راشدہ کی روح باقی نہ رہی تھی۔ اس کے خلیفۂ اوّل حضرت امیر معاویہؓ نے صحابی ہونے کے باعث ہر چند اسے راہِ شریعت پر چلانے کی ہر امکانی جدوجہد کی۔ لیکن ان کے جانشین اس صراطِ مستقیم سے منحرف ہو گئے۔ صرف ایک خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اصلاح و تجدید سے کام لے کر خلافت راشدہ کی یاد تازہ کی۔ مگر ان کے بعد میں آنے والے خلفا پھر اسی پرانی غیر اسلامی ڈگر پر گام زن ہو گئے۔ شیعہ اور خوارج مختلف اوقات میں بنی امیّہ کے خلاف اٹھ کر ان کے شجر حکومت کی جڑیں کھوکھلی کرتے رہے۔ خواص امت بھی حکومت کی مخالف تحریکوں میں شدومد سے حصّہ لیتے رہے۔

(۲) دوسرا سبب یہ تھا۔ کہ برسرِ حکومت خلیفہ اپنے بعد ایک سے زیادہ ولی عہد نامزد کر دیتا تھا۔ اس طرح پہلا ولی عہد تاج خلافت سر پر رکھنے کے بعد دوسرے ولی عہد کو جو اکثر اس کا بھائی وغیرہ ہوتا تھا۔ محروم کر کے اپنے بیٹے کو یہ منصب دینا چاہتا تھا اس طرح خاندان کے ساغرِ اتحاد میں زہر گھل جانے کے علاوہ امرائے حکومت میں گروہ بندی ہو جاتی تھی۔ اور خلیفے کا جانشین اپنے مخالف عمائد سلطنت سے بدلہ لے لیتا تھا۔

(۳) تیسرا سبب یہ تھا۔ کہ خلفا ان امرا و زعمائے حکومت کی حوصلہ شکنی کر کے انھیں نہایت سختی سے موردِ عتاب کرتے تھے۔ جن کی شجاعت اور کمالِ سیاست پر حکومت کا قیام و استحکام منحصر تھا۔ مثلاً سلیمان نے موسیٰ بن نصیر جیسے اولوالعزم فاتح کو صید عتاب کیا۔

(۴) چوتھا سبب یہ تھا۔ کہ مضری اور یمنی قبیلے باہمی تعصب اور خانہ جنگی میں مبتلا تھے اموی خلفا مضری قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے یمنی قبیلے کو آ۔

Marfat.com

بڑھنے سے روکنے کی کوشش کی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کمال تدبر و سیاست سے اس تعصب کو ابھرنے نہ دیا۔ اور ان کے متعدد جانشینوں نے بھی اس فتنے کو قیامت بننے سے روکے رکھا۔ لیکن آخری زمانے میں حالات کی رفتار نے ایسا رُخ بدلا۔ کہ خود خلفا نے ذاتی اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔

یمنی قبائل بنی امیہ کے دست و بازو تھے۔ اس لئے آغاز میں انھیں بہت عروج و اقتدار حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ امیر مہلب بن ابی صفرہ کے شکوہ و صولت نے تو اپنے خاندان کو اوج ثریا پر پہنچا دیا۔ لیکن بدنصیبی سے یزید بن مہلب اور یزید بن عبدالملک کے درمیان افسوس ناک اختلاف پیدا ہو گیا جس نے ایسی تباہ کن صورت اختیار کی۔ کہ یزید بن عبدالملک نے مہلب کے سارے گھرانے کو نیست و نابود کر دیا۔ اس کے بعد ان دونوں قبیلوں میں سے جس کسی کا بس چلا۔ اس نے اپنے حریف کو ملیا میٹ کرنا اپنا فرض عین سمجھا۔ آخر اس خانہ جنگی نے بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

Every man has the right of his opinion.

Your above ideas are not good.

Marfat.com

Marfat.com

چوتھی جلد

Marfat.com

سولھواں باب

بنی عباس

ابوالعباس عبداللہ سفاح

۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ

ابوالعباس عبداللہ سفاح ۱۰۳ھ میں بمقام حمیمہ واقع بلقا پیدا ہوا۔ اس کی امامت کی بیعت ۱۲۹ھ میں اور خلافت کی بیعت ۱۳۲ھ میں ہوئی۔ اس کے عہدِ حکمرانی کا زیادہ حصہ دیرینہ بدنظمیوں کے استیصال اور جدید حکومت کے استحکام میں گزرا۔ سفاح کے لغوی معنی "خونریز" کے ہیں۔ اس نے بنی امیہ کے بے شمار افراد کو قتل کرکے خون کی ندیاں بہادیں۔ اور زہرہ گداز مظالم کے پہاڑ توڑے۔ اس خاندان کا ایک جواں مرد عبدالرحمٰن الداخل بھاگ کر اندلس پہنچ گیا۔ جس نے وہاں ایک پُر جلال وجبروت اموی حکومت قائم کی۔ اور اندلس میں تین سو سال تک بنی امیہ کا پرچم اقتدار واقبال عجب شان سے لہراتا رہا۔

سفاح نے تختِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آرمینیہ اور آذربائیجان کی عنانِ ولایت اپنے بھائی ابوجعفر منصور کے سپرد کی۔ اپنے چچا داؤد کو مکۂ معظمہ، مدینۂ منورہ، یمن اور یمامہ کا والی مقرر کیا۔ ایک بھتیجے کو عامل کوفہ اور دوسرے چچا کو والی شام بنایا۔ مصر کا قلم دانِ فرماں روائی ابوعون کے حوالے کیا۔ فارس

Marfat.com

کی زمام امارت اپنے بھائی کے ہاتھ میں دی۔ اور خراسان بدستور ابو مسلم کے قبضے میں رہنے دیا۔

منصبِ وزارت

سفاح نے وزارت کا منصب قائم کیا۔ اور ابو سلمہ حفص بن سلیمان کو پہلا وزیر بنایا۔ کیونکہ اس نے عباسی تحریک کو فروغ دینے میں زریں کارنامے انجام دیئے تھے۔ لیکن اس کی شمع وزارت چراغ سحری کی طرح جلد خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اس نے حکومت کو اہلِ بیت نبویؐ میں منتقل کرنے کے لئے سعی وجہد کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا تھا۔ اور سفاح پر یہ راز فاش ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ابو مسلم کے ہاتھ سے اسے قتل کرا دیا۔

ابو سلمہ کے بعد وزارت کا منصب خالد بن برمک کے حصے میں آیا۔ خالد ایک بیدار مغز و روشن دماغ خاندان کا فرد تھا۔ اور فضل وکمال۔ فرزانگی وبصیرت۔ سیاست وتدبر اور شجاعت وسطوت کے اعتبار سے فخر دوداں سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ بریں اس نے تحریک عباسی کی نشر و اشاعت میں جلیل القدر خدمات انجام دی تھیں۔

دارالخلافہ

سفاح نے اپنے پہلے مقلم بیت عراق کو دارالخلافہ مقرر کیا۔ پھر ۱۳۴ھ میں ایک نو آباد شہر ہاشمیہ کو پایۂ تخت بنایا۔ اس شہر کا دوسرا نام مدینۃ المنصور بھی تھا۔

غیر مملوکہ مقامات پر قبضہ

ممالک محروسہ کے بہت بڑے علاقے پر تو پہلے ہی قبضہ ہو چکا تھا۔ اب جو علاقے باقی رہ گئے تھے۔ وہ سفاح کے عہد میں معمولی معرکوں کے بعد زیرنگیں ہو گئے۔

۱۳۳ھ میں محمد بن سلمہ اموی نے خراسان کو واپس لینے کی کوشش کی۔ مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ موصلیوں نے عَلَم مخالفت بلند کر کے عباسی حاکم محمد بن صول کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ یحییٰ بن علی نے حسب فرمان زور وقوت کے بل پر اہلِ موصل سے اطاعت قبول کرائی۔

آرمینیہ اور سندھ میں بھی لڑائیاں پیش آئیں۔ لیکن محمد بن صول اور موسیٰ بن کعب

نے علی الترتیب ان مقامات کے غاصبوں کی سرکوبی کر کے امن قائم کیا۔

بغاوتوں کا استیصال عباسی تحریک اہل بیت کے نام پر شروع کی گئی تھی لیکن جب موقع پر اس راز سے پردہ اٹھ کر حکومت اہل بیت کے بجائے بنی عباس کو مل گئی۔ تو ان لوگوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا۔ اور ان کے ایک سرگرم کارکن شریک نے بخارا میں بغاوت کی آگ لگا دی۔ تیس ہزار آدمی شریک کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ لیکن ابو مسلم نے اسے قتل کرا دیا۔ بسام بن ابراہیم خراسانی نے بھی سر اٹھایا۔ اور ایک جماعت لے کر میدان میں اتر آیا۔ لیکن خازم بن خزیمہ نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔

خارجی خارجیوں نے اپنی فطرت کے مطابق عمان اور بحرین میں عَلَم بغاوت بلند کیا۔ سفاح نے خازم کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ عمان میں بساط جنگ آراستہ ہوئی۔ جس میں خوارج کا سرغنہ جلندی مارا گیا۔ اور بہت سے خارجی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔

رومیوں کی یورش ۱۳۳ھ میں رومیوں نے حکومت عباسیہ کی رفتار حالات سے فائدہ اٹھا کر کمخ پر یورش کر دی۔ وہاں کے لوگ مسلمانان ملطیہ سے مل کر مقابلے کو نکلے۔ لیکن زک اٹھائی۔ اس کے بعد رومیوں نے ملطیہ کا محاصرہ کیا۔ مسلمان تابِ مقابلہ نہ پا کر ملطیہ سے عازم جزیرہ ہو گئے۔ رومیوں نے شہر کو خالی پا کر اس میں گدھے کے ہل چلوا دیے۔ ایک روایت کے مطابق رومیوں نے صلح کر لی۔ اور سفاح نے عبداللہ بن علی کو بھیج کر سرحد کو مضبوط و محفوظ کرایا۔

فتوحات استحکام سرحد کے ساتھ ہی سفاح نے مہمات کا رشتہ سنبھال کر سرحد کو یلغار و ترک تاز کا محاذ بنانا شروع کیا۔ چنانچہ ۱۳۳ھ میں خالد بن ابراہیم نے ختن پر حملہ بول دیا۔ وہاں کے حاکم نے بھاگ کر چین کی راہ لی۔

اسی سال فرغانہ اور چاچ میں آویزش رونما ہوئی۔ فرغانہ نے چین سے مدد لے کر چاچ کو مغلوب کیا۔ ابو مسلم خراسانی نے زیاد بن صالح کو بھیج کر اس اختلاف کا خاتمہ

Marfat.com

کرادیا۔

سنہ ۱۳۴ھ میں خالد بن ابراہیم نے کش پر حملہ کیا۔ اور وہاں کے حاکم کو فنا کے گھاٹ اتار کر کثیر المقدار مالِ غنیمت پر قبضہ کیا۔

ولی عہدی

سنہ ۱۳۶ھ میں سفّاح نے اپنے بھائی ابوجعفر منصور کو اور اس کے بعد اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد نامزد کیا۔

ابومسلم کا حج اور سفّاح کی وفات

اسی سال ابومسلم خراسانی سفّاح سے اجازت لے کر ابوجعفر منصور کے زیر امارت حج کو روانہ ہوا۔ ابوجعفر کی مراجعت سے قبل ہی ۱۳ ذی الحجہ سنہ ۱۳۶ھ کو سفّاح نے ۶۳ سال کی عمر میں چار سال آٹھ مہینے خلافت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور ہاشمیہ میں رسم تدفین ادا کی گئی۔

اخلاق و عادات

سفّاح ایک جلیل المرتبت۔ فرزانہ۔ صاحب تدبیر اور کشادہ دست خلیفہ تھا۔ حلم اور خوش اخلاقی بھی اس کے آئینہ سیرت کے جوہر تھے۔ لیکن بنی امیہ سے انتقام لینے میں اس نے حد سے زیادہ خوں ریزی کی۔ جس کے باعث وہ "سفّاح" کے لقب سے مشہور ہوا۔

ابوجعفر منصور

سنہ ۱۳۷ھ تا سنہ ۱۵۸ھ

ابوجعفر منصور سنہ ۹۵ھ یا بہ روایت دیگر سنہ ۱۰۱ھ میں ایک بربری کنیز سلامہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور محرم سنہ ۱۳۷ھ میں سریر آرائے خلافت ہوا۔

عبداللہ بن علی کا خروج

سفّاح کے چچا عبداللہ بن علی کو اس کے انتقال کی خبر ملی۔ تو حکومت کی ہوا و ہوس سے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور اس نے لوگوں کے ایک اجتماع کثیر میں کہا:۔

"سفاح نے مہم حران کے موقع پر کہا تھا۔ کہ جو شخص اس مہم پر جائے گا۔ وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ میں اس مہم پر روانہ ہوا۔ اور میں نے ہی مروان اور دوسرے اموی سرداروں کو ناک چنے چبوا کر فتح حاصل کی تھی۔"

لوگوں نے اس کی تصدیق کر کے عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ لیکن یہ بیان اصلیت سے خالی تھا۔ اس لئے منصور نے اس سے مُطّلع ہونے پر ابومسلم سے رائے طلب کی۔ ایک روایت کے مطابق ابومسلم اس کی امداد کو تیار ہوگیا۔ اور نصیبین میں عبداللہ کے چھکّے چھڑا کر اس کا زور توڑ دیا۔ منصور نے عبداللہ کو قید و بند میں ڈال دیا۔ اور وہیں اس کا انتقال ہوگیا۔

ابومسلم کو اس فتح میں بہت ساز و مال ہاتھ آیا تھا۔ منصور نے اسے لینے کے لئے خاص آدمی روانہ کئے۔ ابومسلم طیش میں آگیا۔ اور تندی جذبات کی رو میں بہ کر منصور کی ماں کی شان میں ناشائستہ کلمات کہہ ڈالے۔ منصور کو اطلاع ملی۔ تو اس کے دل میں ابومسلم کی طرف سے گرہ بیٹھ گئی۔ یہ کشیدگی بڑھتے بڑھتے شدید مخالفت کی صورت اختیار کر گئی۔ اور ابومسلم خلافتِ عباسیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے پر تُل گیا۔

چنانچہ ابومسلم نے ایک لشکرِ جرار ہمراہ لے کر نصیبین سے خراسان کی طرف پیش قدمی کی۔ تاکہ منصور کی بیعت پر خطِ نسخ کھینچ کر وہاں علوی سلطنت کا قیام عمل میں لائے۔

راستے میں ایک مقام پر منصور فروکش تھا۔ اس نے ابومسلم کو بُلا بھیجا۔ مگر وہ نہ آیا۔ پھر منصور کے کہنے پر عیسیٰ بن موسیٰ اور جریر بن عبداللہ اسے کسی نہ کسی طرح لے آئے منصور نے مصلحتاً کسی قسم کی ناراضی کا اظہار نہ کیا۔ اور حسبِ معمول اس کے پاس ابومسلم کی آمد و رفت شروع ہوگئی۔

ابومسلم کا قتل

ابومسلم اپنے آپ کو دولتِ عباسیہ کا بانی سمجھ کر آزادی اور حکومت کی بلند فضاؤں میں اُڑ رہا تھا۔ اور منصور حالات کی رفتار کو گہری نظر سے بھانپ کر اسے ایک مستقل خطرہ سمجھنے لگا تھا۔ اس لئے وہ یہ سوچ کر کہ اس سے بچاؤ کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں۔ کہ ابومسلم کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔

Marfat.com

موقع کا انتظار کرنے لگا۔ دربار میں ابو مسلم کا آنا جانا تو شروع ہو ہی گیا تھا۔ اس لئے منصور نے مقررہ وقت پر چند مسلح آدمی چھپا دئے۔ ابو مسلم آیا۔ تو منصور نے چالاکی سے اس کی تلوار باہر رکھوادی۔ اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ اسی دوران میں منصور نے یکایک غیظ وغضب میں آکر اس کے بعض جرائم گنوائے۔ اور پھر تالی بجائی۔ اسی وقت چھپے ہوئے مسلح آدمیوں نے نکل کر اسے تکا بوٹی کر ڈالا۔ اور دولتِ عباسیہ کا یہ بانی اعظم جس نے اس کا ایوانِ سلطنت چھ لاکھ آدمیوں کے خون سے تیار کیا تھا خود مرغِ بسمل کی طرح خون آلود فرش پر لوٹنے اور تڑپنے لگا۔

سنباد کا خروج ابو مسلم نہایت بلند پایہ اور مقبول وہر دل عزیز رہنما تھا۔ اس کا خون بہت جلد رنگ لایا۔ چنانچہ ایک سرگرم حامی فیروز عرف سنباد مجوسی ابو مسلم کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ منصور نے اس کے مقابلے کے لئے جمہور بن مرار عجلی کو ایک سپاہ گراں کے ساتھ بھیجا۔ سنباد کو مُنہ کی کھانی پڑی اور ساٹھ ہزار مجوسی فنا کے گھاٹ اُتر گئے۔ سنباد بھاگ کر طبرستان چلا جانا چاہتا تھا۔ لیکن راستے ہی میں اس کا قصّہ پاک کر دیا گیا۔

جمہور بن مرار کا خروج سنباد کا بہت سا مال ومتاع دیکھ کر جمہور کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ چنانچہ اس نے سارا سامان ہتھیا کر مواخذے کے خوف سے عَلَمِ بغاوت بلند کر دیا۔ منصور نے محمد بن اشعث کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ طرفین میں بمقام فیروزان گھمسان کا رن پڑا۔ اور جمہور تاب مقابلہ نہ لاکر آذربائیجان کی طرف بھاگ گیا۔ یہاں اس کا سر قلم کر کے منصور کے پاس بھجوا دیا گیا۔

ملبد بن حرملہ کا خروج ۱۳۷ھ میں جزیرہ کے قرب وجوار میں ملبد بن حرملہ نے خروج کیا۔ اور مقابلے کے دوران میں متعدد بار شاہی فوجوں کے پاؤں اُکھڑ اُکھڑ گئے۔ آخر ۱۳۸ھ میں خازم بن خزیمہ نے مرمر کر اسے ٹھکانے لگایا۔

فرقہ راوندیہ کی بغاوت ابو مسلم خراسانی کی جمعیتِ کثیر کا ایک حصہ علاقہ ر

میں رہتا تھا۔ جسے فرقہ راوندیہ کہتے تھے۔ یہ تناسخ کو مانتا تھا۔ اور عثمان بن نہیک کو آدم ؑ۔ ہیثم بن معاویہ کو جبریل ؑ اور منصور کو خدا کہتا تھا۔ جب ان لوگوں نے دارالخلافہ میں آکر اُدھم مچانا شروع کیا۔ تو منصور نے ان کے دو سو سردار گرفتار کر کے قید و بند میں ڈال دیئے۔ اس پر ان لوگوں نے اور بھی نعل در آتش ہو کر فتنے کو قیامت بنا دیا۔ منصور مجبور ہو کر محل سے نکل آیا۔ اور قریب تھا کہ بلوائی محل پر قبضہ کرلیں۔ اتنے میں ایک شخص معن بن زائدہ شیبانی نے جو ایک جُرم کی بنا پر منصور کے ڈر سے نئے نئے بھیس میں بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ بلوائیوں سے خوں ریز معرکہ آرائی کر کے انھیں دندان شکن شکست دی۔

عبدالجبار کی بغاوت اور قتل

سنہ ۱۴۱ھ میں عبدالجبار والی خراسان نے عَلَم بغاوت بلند کیا۔ اور فوجی سرداروں کو معزول۔ بے عزت اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ منصور کا ماتھا ٹھنکا۔ تو اس نے ابوایوب وزیر کے مشورے سے عبدالجبار کو فرمان بھیجا۔ کہ فوج خراسان کا بہت سا حصہ جہادِ روم پر روانہ کردو۔ عبدالجبار نے فساد نیت کی بنا پر اس اہم امر کو آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال دیا۔ منصور نے اتمام حجت کے طور پر اسے ایک اور موقع دیا۔ آخر اس کی بدنیتی کے الم نشرح ہو جانے پر منصور نے مہدی اور خزیمہ بن خازم کو لشکر جرار دے کر اس کے مقابلے کو بھیجا۔ اور ایک خوں ریز جنگ کے بعد عبدالجبار کو شکست دی۔ وہ بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ لیکن جلد ہی گرفتار ہو کر منصور کے پاس پہنچ گیا۔ جس نے اسے قتل کرا دیا۔

عینیہ بن موسیٰ کی بغاوت

سنہ ۱۴۲ھ میں عینیہ بن موسیٰ والی سندھ نے بغاوت پر کمر باندھی۔ لیکن اسے جلد مغلوب کر لیا گیا۔

حسان بن مجالد کی بغاوت

سنہ ۱۴۸ھ میں حسان بن مجالد ہمدانی خارجی نے موصل کے قریب ایک گاؤں میں سر اٹھایا۔

Marfat.com

اور آن کی آن میں اس قدر طاقت حاصل کرلی۔ کہ دو مرتبہ شاہی فوجوں کو نیچا دکھایا۔ اور ایک سردار بلال قیسی کو تہ تیغ کردیا۔ منصور یہ خبر سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور نئے سرے سے لشکر بھیجنے کا قصد کیا۔ لیکن فوجوں کے روانہ کرنے سے پہلے امام حنیفہ سے مشورہ طلب کیا۔ انھوں نے ایسا مسکت جواب دیا۔ کہ منصور نے اہل موصل سے باز پرس کا خیال چھوڑ دیا۔

استاذ سیس کا فتنہ

۱۵۰ھ میں خراسان کے مضافات میں ایک شخص استاذ سیس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنے گرد ایک کثیر جماعت فراہم کرکے خراسان کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو گیا۔ شہزادہ مہدی نے خزیمہ بن خازم کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ استاذ سیس کے فتنے کو پیوندِ زمین کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے متعدد مرتبہ شاہی فوجوں سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخر شکست کھائی۔ اور اس کے ستر ہزار آدمی قتل اور چودہ ہزار گرفتار ہوئے

افریقہ میں شورش

شمالی افریقہ کی سرزمین گویا بغاوت خیز تھی۔ یہاں کی شورش کے حالات اوراقِ گزشتہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ ۱۴۴ھ میں محمد بن اشعث کا استیصال کرکے امن قائم کیا۔ اور کچھ عرصے تک وہاں سکون وعافیت کی ہوائیں چلتی رہیں۔ ۱۴۸ھ میں بغاوت کے فتنے نے پھر سر نکالا جس نے بڑھ کر قیامت بن جانے سے برسوں تک اس علاقے کے گوشے گوشے کو محشرِ انقلاب بنائے رکھا آخر ۱۵۵ھ میں عبد اللہ بن سمط کندی والی طرابلس نے آخری بربری باغی ابو یحییٰ بن فریانس کو شکست فاش دے کر افریقہ کی بغاوت کو آغوشِ لحد میں سلادیا۔ اور امن وامان قائم ہو گیا۔

اندلس میں اموی حکومت کا قیام

اندلس میں سالہا سال تک یمنی اور مضری عصبیت کی انقلاب انگیز آگ بھڑکتی رہی۔ اور اسلامی حکومت بن بن کر بگڑتی اور بگڑ بگڑ کر بنتی رہی۔ ایک موقع پر یوسف بن عبدالرحمٰن مضری نے اندلس کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی لیکن یہ

نے اس سے جنگ کی۔ اور اس خانہ جنگی سے مسلمانوں کی طاقت کو بہت ضعف پہنچا۔

جب سفاح نے عباسی حکومت کے قیام کے بعد اموی خاندان کے استیصال پر کمر باندھ لی۔ اور س کے افراد ڈھونڈ ڈھونڈ کر تہ تیغ کئے جانے لگے۔ تو عبدالرحمٰن الداخل بھاگ کر مغرب کی جانب چلا گیا۔ اور ۱۳۸ھ میں اندلس پہنچ گیا۔

اہلِ اندلس نے عبدالرحمٰن کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور اس نے وہاں کے صدر مقام قرطبہ کی طرف پیش قدمی کی۔ یوسف ان دنوں ایک مہم کے سلسلے میں جلیقیہ گیا ہوا تھا۔ جب وہاں عبدالرحمٰن کے حملے کی خبر پہنچی۔ تو یوسف کی فوجوں کا بہت بڑا حصہ اس کا ساتھ چھوڑ کر عبدالرحمٰن کے پاس قرطبہ چلا گیا۔ اب یوسف کے پاس مٹھی بھر جماعت رہ جانے سے اس کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ طرفین میں مقابلہ ہوا جس میں یوسف نے شکست کھائی۔ اور برِاطاعت خم کر کے صلح کر لی۔ لیکن چند روز کے بعد بدعہدی کر کے بیس ہزار بربریوں کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد میدانِ مقابلہ میں اتر آیا۔ عبدالرحمٰن کی فوجوں نے اسے شکست دی۔ اور اس کا سر قلم کر کے دربارِ خلافت میں پیش کیا گیا۔ اس طرح ۱۴۱ھ میں اندلس بنی امیہ کی حکومت کا گہوارہ بن گیا۔

علویوں کا خروج

علوی اور غیر علوی کا انقلاب در آغوش جھگڑا مدت سے چلا آرہا تھا۔ لیکن بنی عباس کے عہد میں اس نے زیادہ زور پکڑ لیا۔ اور منصور کے زمانے میں اس کی شدت ہولناک صورت اختیار کر گئی چنانچہ سب سے پہلے محمد بن عبداللہ المہدی الملقب بہ نفس زکیہ منصور کے خلاف میدان میں اتر آئے۔ چونکہ بنی ہاشم کے عالم و فاضل۔ عابد و زاہد اور وسیع اثر و رسوخ رکھنے والے بزرگ "اسمہ کاسمی" والی مشہور حدیث کے مصداق تھے۔ اس لئے شیعیان اہلِ بیت اور دوسرے لوگ انھیں مہدی موعود سمجھ کر ان کے زیرِ علَم جمع ہو گئے۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی

نفس زکیہ ایک عرصے تک خفیہ اس دعوت میں مصروف رہے۔ منصور نے ہر چند انھیں تلاش کرایا۔ لیکن گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تلاش و جستجو

Marfat.com

کا یہ سلسلہ نہایت مستعدی و سرگرمی سے مدت دراز تک جاری رہا۔ آخر منصور نے اپنی پیہم ناکامیوں پر سانپ کی طرح بل کھاکر رباح والی مدینہ کو حکم دیا۔ کہ اگر محمد اور ان کے بھائی ابراہیم نہیں ملتے۔ تو حسن کی تمام اولاد بستہ، طوق و زنجیر کردی جائے۔ چنانچہ یہ سب لوگ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہناکر ربذہ روانہ کئے گئے۔ منصور نے انھیں اسیر زنداں کردیا۔

نفس زکیہ کا خروج

آلِ حسن کو قید و بند میں ڈال دینے کے بعد ان پر انتہائی تشدد کے پہاڑ توڑکر محمد اور ابراہیم کا پتا پوچھنے کی کوشش کی گئی۔ اکثر اشخاص ان مصیبتوں اور عقوبتوں کی تاب نہ لاکر جاں بحق ہو گئے۔ نفس زکیہ کو ان کے جاں نثار حامیوں نے مجبور کیا۔ کہ بہت جلد میدان میں نکل آئیے۔ چنانچہ رجب ۱۴۵ھ میں انھوں نے ایک ٹڈی دل جمعیت کے ساتھ خروج کیا اور مدینہ پہنچ کر رباح کو قید کرکے شہر پر قبضہ کرلیا۔ پھر مکہ پہنچے۔ وہاں کے لوگ بھی ساتھ ہوگئے منصور کو ان حالات کی خبر ملی۔ تو وہ استقلال طبع کے باوجود پریشان ہوگیا۔ اور نفس زکیہ کے نام حسب ذیل مضمون کا ایک خط ارسال کیا۔

منصور کا خط

"اللہ کے بندے عبداللہ امیرالمومنین کی طرف سے محمد بن عبداللہ کو معلوم ہو۔ کہ جو لوگ اللہ اور (ص) کے رسول سے جنگ کرتے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے۔ کہ قتل یا زیب دار و رسن کئے جائیں یا ان کے دونوں مخالف ہاتھ پاؤں قطع کئے جائیں۔ یا وہ ملک سے خارج کئے جائیں۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی شدید عذاب ہے۔ ہاں جو لوگ قابو پا جانے سے پہلے ان حرکتوں سے توبہ کرلیں۔ تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ غفور اور رحیم ہے۔" (آیۂ قرآنی)

میں اللہ اور رسول ؐ کو درمیان میں ڈال کر اور اس کا واسطہ دے کر عہد کرتا ہوں کہ اگر تم میرے قابو میں آنے سے پہلے اپنی حرکتوں سے تائب ہوکر باز آجاؤ تو میں تمھارے بیٹوں۔ بھائیوں۔ اہلِ خاندان اور رفقا سب کی جان بخشی کرتا ہوں۔ اور تم نے جو

Marfat.com

مالی وجانی نقصان پہنچایا ہے۔ اس سے بھی درگزر کروں گا۔ دس لاکھ درہم نقد دوں گا۔ تمھاری اور جو ضروریات ہوں گی۔ سب پوری کروں گا۔ اور جو مقام تم اپنی اقامت کے لئے پسند کرو گے۔ وہاں قیام کی اجازت دی جائے گی۔ تمھارے خاندان کے جس قدر لوگ اسیر ہیں۔ سب آزاد کر دئے جائیں گے۔ تمھارے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی ہے۔ یا کسی حیثیت سے تمھارا ساتھ دیا ہے۔ سب کی جان بخشی کی جائے گی۔ ان میں کسی سے کبھی باز پرس نہ کی جائے گی۔ اگر تم میری ان شرائط پر اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو جنھیں تم پسند کرو۔ انھیں بھیج دو۔ وہ آکر مجھ سے امان نامہ اور عہد و میثاق لے لیں"۔

نفس زکیہ کا جواب

محمد ابن عبداللہ نے اس کا یہ جواب تحریر کیا۔

"اللہ کے بندے مہدی محمد بن عبداللہ کی طرف سے عبداللہ بن محمد کے نام "طسم"۔ یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ ہم ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ موسیٰ اور فرعون کے بعض سچے حالات تمھیں سناتے ہیں۔ فرعون زمین میں بہت بڑھ رہا تھا۔ اور اس نے اس کے باشندوں کے مختلف گروہ بنا دئے تھے۔ ان میں ایک گروہ کو اس قدر کم زور کر دیا تھا۔ کہ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا تھا۔ اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔ بے شک وہ مفسدہ پردازوں میں تھا۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ اس ملک میں جو کم زور سمجھے گئے۔ ان کے ساتھ احسان کریں۔ اور انھیں سردار بنائیں۔ نیز انھیں ملک کا وارث قرار دیں۔ اور ان کے قدم ملک میں جمائیں۔ اور فرعون وہامان اور ان کے لشکر کو جن سے وہ ڈرتے تھے۔ انھیں لوگوں کے ہاتھوں تباہ کر دکھائیں"۔

"ہم تمھارے لئے ویسی ہی امان پیش کرتے ہیں۔ جیسی تم نے ہمارے لئے پیش کی ہے۔ حقیقت میں خلافت ہمارا حق ہے۔ تم نے ہمارے ہی ذریعے سے اس کا دعویٰ کیا۔ ہمارے ہی گروہوں کو لے کر حکومت حاصل کرنے کے لئے نکلے۔ اسی لئے کامیاب ہوئے۔ ہمارے باپ علیؓ وصی اور امام تھے۔ پھر تم

Marfat.com

ان کی ولایت کے وارث کس طرح ہو گئے۔ حالانکہ ان کی اولاد موجود ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم جیسے شریف و صحیح النسب لوگوں نے حکومت کی خواہش نہیں کی ہم ملعونوں۔ مردودوں اور آزاد کیے ہوئے غلاموں کی اولاد نہیں۔ بنی ہاشم میں کوئی شخص بھی قرابت۔ سابقیت اور فضیلت میں ہمارا ہمسر نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں ہم فاطمہ بن عمرو کی اولاد سے ہیں۔ اور اسلام میں فاطمہؓ بنت رسولؐ کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم سے برتر و بہتر بنایا ہے۔ نبیوں میں ہمارے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو سب سے افضل ہیں۔ اور سلف میں علیؓ ہیں۔ جنھوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰؓ نے قبلہ رُخ نماز پڑھی۔ لڑکیوں میں فاطمہؓ سیدۃ النساء دختر رسول اللہ صلعم ہیں جنھیں سارے جہان کی عورتوں پر فضیلت ہے۔ اسلام میں پیدا ہونے والوں میں سب سے بہتر حسنؓ و حسینؓ ہیں جو اہلِ جنّت کے سردار ہیں۔ ہاشم سے علیؓ کا دہرا سلسلہ قرابت ہے۔ اور حسنؓ کا عبدالمطلب سے دہرا سلسلۂ قرابت ہے۔ مجھے حسنؓ و حسینؓ کے واسطے سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ دہرا شرفِ ابنیت حاصل ہے۔ میں نسب کے اعتبار سے بہترین بنی ہاشم ہوں۔ میرا باپ بنی ہاشم کے مشاہیر میں سے ہے۔ مجھ میں کسی عجمی کی آمیزش نہیں۔ اور نہ کسی لونڈی باندی کا اثر ہے۔ میں اپنے اور تمھارے درمیان خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ کہ اگر تم میری اطاعت اختیار کر لو گے۔ تو میں تمھیں تمھارے جان و مال کی دعا دیتا ہوں۔ اور ہر بات سے جس کے تم مرتکب ہو چکے ہو۔ درگزر کرتا ہوں۔ مگر حدود اللہ سے کسی حد کا یا کسی مسلمان کے حق یا معاہدے کا میں ذمہ دار نہ ہوں گا۔ کیونکہ اس معاملے میں جیسا کہ تم جانتے ہو۔ میں مجبور ہوں۔ یقیناً میں تم سے زیادہ مستحق خلافت اور عہد کا پورا کرنے والا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے نسبت کے لحاظ سے میرے لئے بہترین ماں باپ منتخب کیے۔ اور یہ امتیاز دوزخ میں بھی قائم رکھا۔ میں اس کی اولاد ہوں۔ جس کا درجہ جنّت میں سب سے بلند ہوگا۔ میں اس کی اولاد ہوں جسے

Marfat.com

دوزخ میں سب سے کم عذاب ملے گا۔ پس میں نیکوں میں سب سے بڑے نیک اور بُروں میں سب سے کمتر بڑے اور جنت و دوزخ کے سب سے بہتر مکین کا فرزند ہوں۔ تم نے مجھ سے پہلے بھی چند لوگوں کو امان اور قول دیا تھا۔ پس تم مجھے کس طرح کی امان دیتے ہو؟ جیسی ابن ہبیرہ کو دی۔ یا جیسی اپنے چچا عبداللہ بن علی کو دی یا جیسی اپنے دست راست ابومسلم کو دی"؟

منصور یہ خط پڑھتے ہی جل بھن کر کوئلہ ہو گیا۔ اور حسب ذیل مضمون کا نہایت سخت جواب لکھا:۔

منصور کا دوسرا خط

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں نے تمہارا خط پڑھا تمہارے فخر کا انحصار عورتوں کی قرابت پر ہے۔ جس سے جاہل بازاری لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں۔ باپوں اور ولیوں کے برابر درجہ نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے۔ اور اپنی کتاب میں اسے قریب ترین ماں پر مقدم کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی قرابت کا پاس و لحاظ کرتا۔ تو آمنہ (مادر رسول اللہ صلعم) جنت میں داخل ہونے والوں کی سردار ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے مطابق جسے چاہا برگزیدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء الخ	تم جسے پسند کرتے ہو۔ اسے ہدایت یاب نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا جسے چاہتا ہے۔ ہدایت یاب کرتا ہے۔

"تم نے جو فاطمہ ام ابی طالب کا ذکر کیا ہے۔ تو اس کی حالت یہ ہے۔ کہ خدا نے اس کے کسی بیٹے اور کسی بیٹی کو اسلام نصیب نہیں کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ مردوں میں سے کسی کو قرابت کی وجہ سے برگزیدہ کرتا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کو۔ اور بے شک وہ ہر طرح بہتر تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لئے جسے چاہا۔ اختیار کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مبعوث کیا۔ تو

Marfat.com

اس وقت آپ کے چار چچا زندہ تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین نازل فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کو عذاب الہٰی سے ڈرایا اور دین حق کی طرف بلایا۔ ان چاروں میں سے دو نے اس دین حق کو قبول کر لیا۔ جن میں سے ایک ہمارے جد اعلیٰ (حضرت عباسؓ) تھے۔ اور دو نے دین حق کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ ان میں سے ایک تمہارے جد اعلیٰ (ابو طالب) تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا سلسلہ ولایت آپ سے منقطع کر دیا۔ اور آپؐ میں اور ان دونوں میں کوئی عزیز داری اور میراث قائم نہ کی جسؓ کی بابت جو تم نے لکھا ہے۔ کہ عبدالمطلب سے ان کا دہرا سلسلہ قرابت ہے۔ اور پھر تمہیں رسول اللہ صلعم سے دُہرا رشتۂ قرابت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم خیر الاولین والآخرین ہیں۔ انھیں ہاشم اور عبدالمطلب سے ایک پدری تعلق تھا۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تم بہترین بنی ہاشم ہو۔ اور تمہارے ماں باپ ان میں زیادہ مشہور تھے۔ اور تم میں عجمیوں کا میل اور کسی لونڈی کا لگاؤ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم پورے بنی ہاشم کے مقابلے میں فخر کرتے ہو۔ ذرا غور تو کرو۔ تم پر تُف ہے۔ کل خدا کو کیا جواب دو گے۔ تم نے حد سے زیادہ تجاوز کیا۔ اور اپنے آپ کو اس سے بہتر بتایا۔ جو تم سے ذات وصفات میں بہتر ہے۔ یعنی حضرتؑ ابراہیمؑ بن رسول اللہ صلعم بالخصوص تمہارے باپ کی اولاد میں کوئی بہتر وصاحب فضل سوا کنیزک زادوں کے نہیں۔ رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد تم میں علیؓ بن حسینؓ یعنی امام زین العابدینؓ سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ کنیزک کے بیٹے اور بے شبہ تمہارے دادا حسنؓ بن حسینؓ سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد تم میں محمد بن علی کی مانند کوئی شخص پیدا نہیں ہوا۔ ان کی دادی کنیزک تھیں۔ اور وہ تمہارے باپ سے بہتر ہیں۔ ان کے بیٹے جعفر تم سے بہتر ہیں۔ اور ان کی دادی بھی کنیزک تھیں۔ تمہارا یہ کہنا غلط ہے۔ کہ ہم محمد رسول اللہ صلعم کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ ماکان محمد ابا احد من رجالکم۔

Marfat.com

ہاں تم ان کی بیٹی کے بیٹے ہو۔ اور بے شک یہ قرابت قریبہ ہے۔ مگر اسے میراث نہیں پہنچ سکتی۔ نہ یہ ولایت کی وارث ہو سکتی ہے۔ اور نہ اسے امامت جائز ہے۔ پس اس قرابت کے ذریعے سے تم کس طرح وارث ہو سکتے ہو۔ تمہارے باپ نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی۔ فاطمہؓ کو دن میں نکالا۔ ان کی بیماری کو چھپایا۔ اور رات کے وقت انھیں دفن کیا۔ مگر لوگوں نے شیخین کے سوا کسی کو منظور نہ کیا۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں۔ کہ نانا۔ ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے۔ پھر تم نے علیؓ اور ان کے سابق بالاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلعم نے مرض الموت میں دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے۔ اور انھیں منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی ان چھ شخصوں میں سے تھے۔ لیکن سب نے انھیں اس امر کے قابل نہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور اس معاملے میں انھیں حق دار نہ سمجھا۔ عبدالرحمٰن نے تو ان پر عثمانؓ کو مقدم کر دیا۔ اور وہ اس معاملے میں متہم بھی ہیں۔

"اس کے بعد جب خود ان کا دور آیا۔ تو طلحہؓ اور زبیرؓ ان سے لڑے۔ سعدؓ نے ان کی بیعت سے انکار کیا۔ پھر معاویہؓ کی بیعت کی۔ اس کے بعد تمہارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی۔ اور لڑے۔ ان سے ان کے ساتھی جدا ہو گئے۔ اور حَکَم مقرر کرنے سے پہلے ان کے ہواخواہ ان کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہو گئے۔ پھر انھوں نے رضامندی سے دو شخصوں کو حَکَم مقرر کیا۔ ان دونوں نے ان کی معزولی پر اتفاق کر لیا۔ پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ انھوں نے خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور درہموں کے عوض فروخت کر ڈالا۔ اپنے ہواخواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ اور حکومت نااہل کو سونپ دی۔ پس اگر اس میں تمہارا کوئی حق بھی تھا۔ تو تم اسے فروخت کر چکے۔ اور قیمت وصول کر لی۔ پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر خروج کیا۔ لوگوں نے تمہارے چچا کے خلاف اس کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے تمہارے چچا کو قتل کیا۔ اور ان کا سر کاٹ کر اس کے

پاس لے آئے۔ پھر تم لوگوں نے بنی امیہ پر خروج کیا۔ انھوں نے تمھیں قتل کیا۔ خرما کی ڈالیوں پر سولی دی۔ آگ میں جلایا۔ شہر بدر کیا۔ یحییٰ بن زید کو خراسان میں قتل کیا۔ تمھارے مردوں کو قتل کیا۔ لڑکوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ اور بلے پر اونٹوں پر سوار کر کے تجارتی لونڈیوں کی طرح شام بھیج دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے ان پر خروج کیا۔ اور ہم نے تمھارا معاوضہ طلب کیا۔ چنانچہ تمھارے خونوں کا بدلہ ہم نے لے لیا۔ اور ہم نے تمھیں ان کی زمین اور جائداد کا مالک بنا دیا۔ ہم نے تمھارے بزرگوں کو فضیلت دی اور معزز بنایا۔ کیا تم اس کے ذریعے سے ہمیں ملزم بنانا چاہتے ہو؟ شاید تمھیں یہ دھوکا ہوا ہے۔ کہ ہم تمھارے باپ کا ذکر حمزہؓ۔ عباسؓ اور جعفرؓ پر مقدم ہونے کی وجہ سے کیا کرتے تھے۔ حالانکہ جو کچھ تم نے سمجھا۔ وہ بات نہیں۔ یہ لوگ تو دنیا سے ایسے صاف گئے۔ کہ سب لوگ ان کے مطیع تھے۔ اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے۔ مگر تمھارا باپ جدال و قتال میں مبتلا کیا گیا۔ بنی امیہ ان پر اسی طرح لعنت بھیجتے رہے۔ جیسے کفار پر نماز فرائض میں بھیجی جاتی ہے۔ پس ہم نے جھگڑا کیا۔ ان کے فضائل بیان کئے۔ بنی امیہ پر سختی کی اور انھیں سزا دی۔ تمھیں معلوم ہے۔ کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم لوگوں کی بزرگی حجاج کو پانی پلانے کی وجہ سے تھی۔ اور یہ بات تمام بھائیوں میں صرف عباسؓ ہی کو حاصل تھی۔ تمھارے باپ نے اس کے متعلق ہم سے جھگڑا کیا۔ عمر فاروقؓ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا۔ پس اس کے مالک جاہلیت اور اسلام میں ہمیں رہے۔ جن دنوں مدینہ میں قحط پڑا تھا۔ اور اہلِ عرب پانی کی ایک بوند کو ترس گئے تھے۔ اس وقت تمھارے باپ بھی موجود تھے۔ لیکن عمر فاروقؓ نے ہمارے ہی باپ کو وسیلہ بنا کر خدا سے دعا کی۔ اور اس نے پانی برسایا۔ تم جانتے ہو۔ کہ رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد بنی عبد المطلب میں سے عباسؓ کے سوا کوئی باقی نہ تھا۔ پس وراثت چچا کی طرف منتقل ہو گئی۔ پھر بنی ہاشم میں سے کئی شخصوں نے خلافت کی خواہش کی۔ مگر عباسؓ کی اولاد کے سوا کوئی کامیاب

نہ ہوا۔ سقایت تو ان کی تھی ہی۔ نبی کی میراث بھی ان کی طرف منتقل ہو گئی۔ اور خلافت ان کی اولاد میں آگئی۔ غرض دنیا و آخرت اور جاہلیت و اسلام کا کوئی شرف باقی نہ رہا۔ جس کے حامل اور وارث عباسؓ نہ ہوئے ہوں۔ جب اسلام رائج ہوا۔ تو عباسؓ ابو طالب اور ان کی اولاد کے کفیل تھے۔ اور قحط کی حالت میں ان کی دست گیری کرتے تھے۔ اگر بدر میں عباسؓ کو بہ اکراہ نہ نکالا جاتا تو ابو طالب اور عقیل بھوکے مرجاتے اور عتبہ و شیبہ کے برتن چاٹتے رہتے۔ لیکن عباسؓ انھیں کھانا کھلا رہے تھے۔ انھیں نے تمھاری آبرو رکھی۔ غلامی سے بچایا۔ کھانے کپڑے کی کفالت کرتے رہے۔ پھر جنگ بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر چھڑایا۔ پس تم ہمارے سامنے کیا فخر جتاتے ہو۔ ہم نے کفر میں بھی تمھارے عیال کی خبر گیری کی۔ تمھارا فدیہ دیا۔ تمھارے بزرگوں کی ناموس کو بچایا۔ اور ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ تمھارا بدلہ بھی ہم نے لیا۔ اور جس چیز سے تم عاجز ہو گئے تھے اور حاصل نہ کر سکتے تھے۔ اسے ہم نے حاصل کر لیا۔ والسلام"

اس خط و کتابت سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اور منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو چھ ہزار فوج کے ساتھ نفس زکیہ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور عقب سے اس کی امداد کے لئے محمد بن قحطبہ کو ایک لشکر جرار دے کر بھیجا۔ نفس زکیہ کو عیسیٰ کے آنے کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے مصاحبوں سے رائے طلب کی۔ کہ ہمیں مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کرنی چاہیئے یا مقابلے کے لئے شہر سے باہر نکل آنا مفید ہوگا۔ مشیروں میں اختلاف ہوا۔ تو نفس زکیہ نے اقتدائے آنحضرتؐ کے خیال سے اسی خندق کے کھودنے کا حکم دیا۔ جسے حضورؐ نے غزوۂ احزاب میں کھدوایا تھا۔ آغاز جنگ سے پہلے عیسیٰ نے آخری مرتبہ نفس زکیہ کو پیغام بھیجا۔ کہ "اگر اب بھی آپ جنگ سے باز آجائیں۔ تو آپ کی اور آپ کے خاندان کی جان بخشی کی جائے گی"۔ نفس زکیہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ "تمھیں بھی آنحضرتؐ سے نزدیکی قرابت حاصل ہے۔ میں تمھیں کتاب و سنت اور اس پر عمل کی دعوت دیتا ہوا اس کے انتقام سے ڈراتا ہوں۔ واللہ میں

اس وقت تک اپنے دعوے سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس سے مل نہ جاؤں"۔

اس کے بعد ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۵ھ کو عیسیٰ نے مدینہ میں منادی کرادی۔ کہ "اے اہلِ مدینہ! میں تمھیں امان دیتا ہوں۔ بشرطیکہ تم میرے اور نفس زکیہ کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ اور غیر جانب دار رہو۔" اہلِ مدینہ نے اس کا نہایت سخت جواب دیا۔ اور دوسرے دن جنگ شروع ہو گئی۔ نفس زکیہ نے حیرت انگیز بہادری سے مقابلہ کیا۔ آخر جب سینے اور کمر سے دو تیرے ان کے جسم کے پار ہو گئے۔ تو وہ زمین پر گر پڑے اور محمد بن قحطبہ نے ان کا سر اتار لیا۔ جو بعد میں منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔

ابراہیم بن عبداللہ کا خروج

اب منصور نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کی نقل و حرکت بالکل پوشیدہ ہوتی تھی۔ اور منصور کو ادھر سے بھی سخت خطرہ رہتا تھا۔ منصور عرصے سے ان کی تلاش میں سرگرم تھا۔ لیکن کچھ پتا نہ چلتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بغداد آئے ہوئے تھے۔ کہ کسی نہ کسی طرح منصور کو بھی پتا چل گیا۔ اس نے فی الفور شہر کی ناکہ بندی کر کے ان کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن ابراہیم کا ایک رفیق سفیان بن حیان مدبرانہ حیلہ بازی سے انھیں ساتھ لے کر بغداد سے نکل گیا اور منصور منہ دیکھتا رہ گیا۔

ہاتھ میں آئے ہوئے شکار کے نکل جانے سے منصور پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اور اس نے تلاش و جستجو کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی۔ ابراہیم نے مختلف مقامات میں پھر کر ایک لاکھ جاں بازوں کی فوج اپنے گرد جمع کر لی۔ منصور نے عیسیٰ کو ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ احمرا میں طرفین کا مقابلہ ہوا۔ پہلے حملے میں عیسیٰ کی فوج پسپا ہو گئی۔ لیکن پھر اس نے پوری قوت سے اس طرح جان توڑ کر حملہ کیا۔ کہ ابراہیم کی فوج کے قدم لڑکھڑا گئے۔ مگر ابراہیم بدستور جوانمردی اور بے جگری سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ایک تیر ان کے حلق میں آکر لگا۔ اور ان کے جاں نثار رفیق انھیں ایک طرف لے گئے۔ سالار کے ہٹتے ہی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ اور ابراہیم کا سر کاٹ کر

منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔

نفس زکیہ کے دوسرے بھائی اور بیٹے مختلف مقامات میں اپنی تحریک کی تبلیغ و اشاعت کر رہے تھے۔ منصور نے ان میں سے بعض کو قید اور بعض کو قتل کر دیا۔

ملطیہ پر رومیوں کی فوج کشی

۱۳۸ھ میں قیصر روم قسطنطین نے ملطیہ پر فوج کشی کر کے اس کی فصیل مسمار کر دی منصور نے اس کی مرمت کرانے کے بعد متعدد رومی علاقوں پر چڑھائی کی۔

۱۳۹ھ میں منصور نے ملطیہ کو نئے سرے سے مضبوط و مستحکم کیا۔ اور ایک قلعہ بنوا کر اس میں چار ہزار بہادروں کی فوج رکھی۔ قیصر کو اطلاع ہوئی۔ تو وہ ایک لاکھ نفوس کا لشکر جرار لے کر اس طرف آیا۔ لیکن مسلمانوں کی طاقت سے خائف ہو کر راستے ہی سے لوٹ گیا۔

طبرستان کی تسخیر

۱۴۱ھ میں منصور نے مہدی کو طبرستان پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور چند ہی دنوں میں وہاں کے والی اصبہبذ نے ابوالخصیب اور عمر بن علاء کی تاخت و تاراج سے پریشان ہو کر اطاعت قبول کر لی اس پہاڑی علاقے کی تسخیر کے بعد مسلمانوں نے مصمغان کو بھی فتح کر لیا۔

دیلمیوں کی یورش

۱۴۳ھ میں دیلمیوں نے مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کو تہ تیغ کر ڈالا۔ منصور نے انتقام کی غرض سے فوج روانہ کی۔ ۱۴۵ھ میں باب الابواب کے ترکوں اور خزروں نے آرمینیہ کے کثیر التعداد مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ ۱۴۷ھ میں استرا خاں خوارزم نے آرمینیہ کے مضافات پر فوج کشی کر کے بہت سے مسلمان اور رومی گرفتار کر لئے۔ اور تفلس میں آ دھمکا منصور نے جبرائیل بن یحییٰ اور حرب بن عبداللہ کو ان کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا لیکن مسلمانوں نے زک اٹھائی۔

سندھ کی فتوحات

۱۴۱ھ میں موسیٰ بن کعب تمیمی والی سندھ کے انتقال پر وہاں کی عنانِ حکومت اس کے بیٹے عینیہ کے ہاتھ میں آئی

Marfat.com

لیکن اس کی نااہلی کے باعث یمنی اور مصری قبیلوں کے اختلاف کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور خود اس نے بھی باغیانہ روش اختیار کرلی۔ اس لئے منصور نے اس کی سرکوبی کے لئے عمر بن حفص کو بھیجا۔ اس نے عینیہ پر قابو پاکر اسے منصور کے پاس روانہ کردیا۔ راستے میں وہ بھاگ گیا۔ لیکن ایک مقام پر قحطانیوں کے ہتے چڑھ گیا۔ انھوں نے اسے تہ تیغ کرکے اس کا سر منصور کے پاس بھجوادیا۔

سنہ ۱۴۲ھ میں منصور نے ابن حفص کو کسی جرم میں معزول کرکے ہشام بن عمرو تغلبی کو والی مقرر کیا۔ ہشام نے آتے ہی سندھ کے گوشے گوشے میں فوجیں پھیلادیں۔ اور ملتان۔ قندابیل۔ گندھار وغیرہ کو فتح کیا۔

ولی عہدی

سفاح نے اپنے بعد منصور کو اور اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ جب منصور نے دیکھا کہ اب وہ نفس زکیہ اور ابراہیم کے حکومت شکن خطرات سے بالکل محفوظ ہوگیا ہے۔ اور اسے عیسیٰ کی امداد کی زیادہ ضرورت نہیں۔ تو اس نے عیسیٰ کے بجائے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنانا چاہا۔ چنانچہ پہلے عیسیٰ پر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن وہ نہ مانا۔ پھر اسے ولایت کوفہ سے معزول کرکے اس کی جگہ محمد بن سلیمان کو والی کوفہ مقرر کردیا۔ اس طرح عیسیٰ کی قوت ٹوٹ گئی۔ وہ مایوس ہوکر عزلت گزیں ہوگیا۔ اور سنہ ۱۴۷ھ میں منصور نے لوگوں سے ولی عہدی کی بیعت لے لی۔

وزارت

خلافت عباسیہ میں قیام وزارت کا اولین فخر سفاح کو حاصل ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ اس نے ابوسلمہ حفص بن سلیمان کو پہلا وزیر مقرر کیا تھا۔ پھر وزارت کی اہمیت اس قدر بڑھتی گئی۔ کہ آگے چل کر وزراء ہی حکومت کے سارے نظم ونسق پر چھا گئے۔

منصور کے عہد میں تین وزیر ہوئے۔ (۱) خالد بن برمک (۲) ابوایوب موریانی۔ (۳) ربیع بن یونس۔ خالد بن برمک کے حالات سفاح کے عہد میں لکھے جاچکے ہیں۔

ابوایوب

ابوایوب سلیمان بن مخلد اہواز کے ایک موضع موریان کا باشندہ تھا

Marfat.com

یہ ابھی بچہ ہی تھا۔ کہ منصور نے اسے خرید لیا۔ پھر تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کر کے سفاح کے پاس ہدیۃً بھیج دیا۔ سفاح نے جوہر قابل سمجھ کر اپنے دامن الطاف میں اس کی مزید تربیت کی۔

ابوایوب علم و فضل اور دانش و تدبر میں شہرۂ آفاق تھا۔ طب۔ کیمیا۔ سحر۔ نجوم حساب اور دوسرے متعدد علوم و فنون میں اسے کمال حاصل تھا منصور نے انھیں کمالات کی بنا پر اسے وزیر مقرر کر کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ لیکن آخر میں جرم خیانت کی بنا پر منصور ہی کے ہاتھ سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔

ربیع بن یونس

یہ حضرت عثمانؓ کے غلام ابوفروہ کے خاندان سے تھا۔ بڑا عاقل و فرزانہ۔ معاملہ فہم۔ بہادر اور مدبر تھا۔ اس کی سطوت اور دبدبے سے لوگ لرزہ براندام رہتے تھے۔ منصور کی وفات تک وزارت کے منصب جلیلہ پر متعین رہا۔

وفات

ذیقعد ۱۵۸ھ میں منصور بغداد سے حج کے لئے روانہ ہوا۔ کوفہ میں آکر احرام باندھا۔ وہاں سے دو تین منزل سفر کرنے کے بعد بیمار ہو گیا۔ اور ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو ۶۳ سال کی عمر میں ۲۲ سال ۳ ماہ چند دن خلافت کر کے بمقام بطن انتقال کیا۔ اور باب معلیٰ کے قبرستان میں رسم تدفین ادا کی گئی۔

اخلاق و عادات

منصور ذکاوت و فرزانگی کا پیکر۔ تدبر و سیاست کا پتلا۔ ہمت جرأت اور استقلال کا مجسمہ اور جاہ و جلال کی تصویر تھا۔ اس کے عہد میں انقلابات کے زلزلے آئے۔ حوادث کے طوفان امڈے۔ آفات کی آندھیاں اٹھیں اور مصائب کی بجلیاں کوندیں۔ لیکن اس کا ایوان حکومت ان تمام خطرات کے مقابلے میں اس کے ثبات اور پامردی کے بل پر بنیان مرصوص بن کر قائم رہا۔ اور جو مخالف قوت اس سے آکر ٹکرائی۔ وہ خود ہی پاش پاش ہو کر رہ گئی۔ اس نے عباسی حکومت کو اس قدر قوی و مستحکم کر دیا۔ کہ مدت دراز تک اس کی بنیاد میں جنبش نہ آنے پائی۔

مختلف مورخین کا بیان ہے۔ کہ منصور احتیاط۔ دانش۔ اصابت رائے۔ خوبی تدبیر اور تمکنت و وقار کے اعتبار سے دنیا کے سلاطین اعظم میں شمار ہوتا تھا۔ فائدے کے معاملے میں بے تامل روپیہ صرف کر دیتا۔ اور نقصان کے موقع پر کوڑی بھی خرچ نہ کرتا تھا۔ جنگ اور امن میں بہترین تدبیر گر اور روشن دماغ تھا۔ ہیبت و بہادری اور دبدبہ و شکوہ کے لحاظ سے بنی عباس میں عظیم ترین خلیفہ تھا۔

لہو و لعب سے پرہیز

عام خود مختار بادشاہوں کے خلاف منصور تفریحی مشاغل سے یکسر نفور تھا۔ اس کے محل میں لہو و لعب کی کوئی چیز آنے نہ پاتی تھی۔ ہمیشہ سادہ اور معمولی لباس پہنتا۔ بلکہ اکثر اوقات اس کے کپڑوں پر پیوند بھی لگے ہوتے تھے۔

کفایت شعاری

منصور کو فضول خرچی کی ہوا تک نہ لگی تھی۔ وہ خود بھی نہایت کفایت شعار تھا اور اہل خانہ کو بھی حفاظت مال کی تلقین کیا کرتا تھا۔ اکثر و بیشتر اس کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے تھے :۔

"جس کا مال کم ہوا۔ اس کے معاون و مددگار کم ہوئے۔ جس کے معاون و مددگار کم ہوئے۔ اس کے دشمن اس پر غالب آ جائیں گے۔ اور جس کے دشمن اس پر غالب آئے۔ اس نے اپنا ملک کھو دیا۔ اور جس نے اپنا ملک کھو دیا۔ اس کی جائداد کو ہر شخص ہتھیانے کی کوشش کرے گا۔"

منصور کو بخیل کہنا واقعات کو جھٹلانا اور اس پر بہتان باندھنا ہے۔ بے شبہ وہ اسراف و تبذیر کے سخت خلاف تھا۔ لیکن بعض اوقات کسی کے کمال سے خوش ہو کر سخاوت کا دریا بھی بہا دیتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی اعرابی کی فصیح و مہذب گفتگو سن کر اسے ایک ہزار اشرفی انعام دے دی۔

انصاف اور تشدد میں منصور کی روش

انصاف اور تشدد کے باب میں منصور کا طریق عمل یہ تھا۔ کہ وہ باغیوں کی سرکوبی میں تشدد سے کام لیتا تھا۔ لیکن امن پسند رعایا کے ساتھ ہمیشہ انصاف

Marfat.com

روا رکھتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا:۔

" خلیفے کو صرف خوفِ خدا درست رکھ سکتا ہے۔ سلطان کو اطاعت اور رعایا کو انصاف۔ جو شخص سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس کے لئے معافی زیادہ مناسب ہے۔ اور وہ بہت کم فہم ہے۔ جو اپنے ماتحتوں پر ظلم کرتا ہے"۔

اور اس کے عہد کے واقعات اس قول پر شاہد عادل کا حکم رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی شخص نے اس سے ایک حاکم کے متعلق شکایت کی۔ کہ اس نے اس کی کچھ جائداد ہتھیالی ہے۔ منصور نے فی الفور حاکم کو فرمان لکھا۔ کہ " اگر تم انصاف کرو گے تو ہمیشہ سلامتی تمہارا ساتھ دے گی۔ لہٰذا اس مظلوم سے انصاف کرو"۔

ایک بار کسی دہقانی نے ایک اور حاکم کی شکایت کی۔ منصور نے اسے جواب میں لکھا۔ کہ " اگر تم سچ کہتے ہو۔ تو تمہیں اجازت ہے کہ حاکم کو باندھ کر میرے پاس لے آؤ"۔

منصور کی اس حکمت عملی پر حسب ذیل وصیت نامے سے تیز روشنی پڑتی ہے۔ جو اس نے مرض الموت میں اپنے بیٹے مہدی کے لئے لکھوایا تھا:۔

" بیٹا! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حفاظت کرنا۔ اس کے عوض خدا تمہارے کاموں کی حفاظت کرے گا۔ حرام خونریزی سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ کہ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور دنیا میں بھی ایسی عار ہے۔ جو کبھی نہیں مٹتی۔ حلال کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ کیونکہ اس میں تمہارے لئے عاقبت میں بھی ثواب ہے اور دنیا میں بھی فلاح ہے۔ میانہ روی سے تجاوز نہ کرنا۔ کہ اس میں تباہی ہے۔ اگر اللہ کو حدود کے سوا کوئی دوسری ایسی چیز معلوم ہوتی۔ جو اس کے مذہب کے لئے زیادہ مناسب اور اس کے گناہوں پر تنبیہ کرنے والی ہوتی۔ تو وہ ضرور اپنی کتاب میں اس کا حکم دیتا۔ خدا کا غضب سب سے زیادہ اپنی بادشاہت کے لئے تیز ہے۔ لہٰذا اس نے ایسے شخص کے لئے جو زمین میں فتنہ و فساد پھیلائے۔ دگنے عذاب اور عقوبت کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

ارشاد ہوتا ہے :-

"انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا" الخ

پس بیٹا! بادشاہت اللہ کی حبل متین۔ اس کا عروۃ الوثقیٰ اور دین قیم ہے۔ اس کی حفاظت کرنا۔ اسے مضبوط کرنا۔ اس کے لئے مدافعت کرنا۔ اس میں رخنہ ڈالنے والوں کو تعزیر کے شکنجے میں جکڑنا۔ اس سے بھاگنے والوں کا استیصال کرنا۔ اور اس سے نکلنے والوں کو عذاب دے کر اور مثلہ کر کے قتل کرنا۔ لیکن اللہ نے قرآن میں جو حکم دیا ہے۔ اس سے آگے نہ بڑھنا۔ انصاف کے ساتھ حکومت کرنا۔ اپنی حد سے تجاوز نہ کرنا۔ کیونکہ یہ امور شور و فتنہ کو روکنے والے۔ دشمن کو ہلاک کرنے والے اور کارگر دوا ہیں"۔

علمی اور تمدنی اعتبار سے منصور کا عہد حکومت امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کے زمانے میں اقلیدس اور کلیلہ دمنہ کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا۔ اور بغداد کا خوبصورت اور شاندار شہر آباد کیا گیا۔

مہدی بن منصور

سنہ ۱۵۸ھ تا سنہ ۱۶۹ھ

مہدی سنہ ۱۲۶ھ میں بمقام ایدج پیدا ہوا۔ منصور نے اس کی تعلیم و تربیت کے لئے علماء کی خدمات حاصل کیں۔ سنہ ۱۴۱ھ میں جب اس نے اپنے چمن زار حیات کی صرف پندرہ بہاریں دیکھی تھیں۔ اس کے باپ نے اسے عبدالجبار کی بغاوت کا استیصال کرنے کے لئے خراسان روانہ کیا۔ سنہ ۱۴۴ھ میں اس کی شادی ہوئی۔ سنہ ۱۴۷ھ میں اسے ولی عہد اول نامزد کیا گیا۔ سنہ ۱۵۳ھ میں امیر الحج مقرر کیا گیا۔ سنہ ۱۵۸ھ میں اس نے بغداد میں تخت خلافت پر قدم رکھا۔ اور بیعت لینے کے لئے منبر پر چڑھ کر حسب ذیل خطبہ دیا:-

"تم لوگ جسے امیر المومنین کہتے ہو۔ وہ ایک بندہ ہوتا ہے۔ جب اسے کوئی بلاتا

Marfat.com

ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے۔ اور جب اسے حکم دیا جاتا ہے۔ تو وہ بجالاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی امیرالمومنین کا محافظ ہوتا ہے۔ میں خداوند کریم ہی سے مسلمانوں کی خلافت کے فرائض انجام دینے کے لئے مدد طلب کرتا ہوں جس طرح تم لوگ اپنی زبان سے میری اطاعت کا اظہار کرتے ہو۔ اسی طرح دل سے بھی موافقت کرو۔ تاکہ فلاح دارین کے امیدوار بن سکو۔ جو شخص تم میں انصاف پھیلائے۔ تم اس کی مخالفت پر آمادہ نہ ہو۔ میں تم پر سے سختیاں اٹھادوں گا۔ اور عمر کا ہر لحہ تم پر احسان کرنے اور مجرموں کو سزا دینے میں صرف کردوں گا۔"

قیدیوں کی رہائی

مہدی نے عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ منصور کے حسب وصیت تمام قیدیوں کو رہا کر کے انعامات عطا کیے۔ اور ضبط کی ہوئی جائدادیں واگذار کردیں۔ اس سے رعایا خوش ہوگئی مہدی کے زمانے میں زیادہ انقلابات رونما نہ ہوئے۔ صرف معمولی بغاوتیں ہوئیں۔

مقنع کا خدائی دعویٰ

۱۵۹ھ میں مرو کے ایک ملحد حکیم مقنع نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ وہ تناسخ کا قائل ہونے کی بنا پر کہتا تھا کہ خدا مختلف انسانوں کے جسموں میں حلول کرتا ہوا اب مجھ میں جلوہ نما ہوا ہے۔ اس نے اپنے دعوے کے ثبوت میں سحر و طلسم سے ایک چاند بنایا تھا۔ جو چاہ نخشب سے طلوع ہوکر دو مہینے تک غروب نہ ہوتا تھا۔ اور چار فرسنگ تک اس کی روشنی پہنچتی تھی بہت سے کم عقل عوام اس کے فریب میں آگئے۔ اور اس کی قیام گاہ کی طرف سجدہ کرنے لگے۔

مقنع نے تھوڑے ہی عرصے میں اپنے پیرؤں کی کثیر تعداد اپنے گرد جمع کرلی جنکو مدت کے دیرینہ دشمن ترک اور سغد بھی اس کے ساتھ مل گئے اور ان لوگوں نے اسلامی علاقوں پر تاخت و تاراج شروع کردی۔ منصور نے مقنع کی سرکوبی کے لئے متعدد مرتبہ فوج کشی کی۔ لیکن کوئی قابل ذکر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ۱۶۱ھ میں معاذ بن مسلم اور

سعید حرشی اس مہم پر بھیجے گئے۔ انھوں نے مقنع اور اس کی جمعیت کا محاصرہ کر لیا۔ اور اسے شکست فاش دی۔ جب مقنع کو موت سامنے نظر آنے لگی۔ تو وہ آگ کے الاؤ میں کود کر واصل جہنم ہو گیا۔ مسلمانوں نے قلعے میں داخل ہو کر مقنع کی لاش آگ سے نکالی اور اس کا سر کاٹ کر مہدی کے پاس بھیج دیا۔

بغاوتوں کا استیصال

۱۶۰ھ میں یوسف البرم نے خراسان میں بغاوت کا فتنہ برپا کیا۔ لیکن یزید بن مزید شیبانی نے جلد اس کی بیخ کنی کر کے باغیوں کو بغداد بھیج دیا۔ جہاں وہ سب قتل کر دیے گئے۔

۱۶۲ھ میں عبدالسلام یشکری نے جزیرہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ اور یہ فتنہ تھوڑے ہی عرصے میں زور پکڑ کر قیامت بن گیا۔ کئی دفعہ اس کے خلاف فوج کشی کی گئی مگر ناکامی کا سامنا ہوا۔ آخر شبیب نے سخت دشواری سے یشکری کو تلوار کے گھاٹ اتار کر اس کی باغیانہ سرگرمیوں کا قلع قمع کیا۔

۱۶۸ھ میں مصر میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور باغیوں نے موسیٰ بن مصعب والی مصر کو قتل کر دیا۔ مہدی نے اس کی جگہ فضل بن صالح کو مامور کیا۔ اس نے بڑی مشکل سے کچھ مدت کے بعد امن قائم کیا۔

مختلف حاکموں سے صلح اور بعض سے معاہدۂ اطاعت

جب باغیوں کی کوئی جماعت سر اٹھاتی تھی۔ تو وہ سرحد کے غیر مسلم فرماں رواؤں سے مدد لے کر اپنی قوت میں اضافہ کر لیتی تھی۔ جس سے سخت دشواری کا سامنا ہوتا تھا۔ اس لئے ۱۶۴ھ میں سرحد کے حاکموں سے صلح اور سمجھوتا کر کے اس چشمۂ فساد کو بند کر دیا گیا اور کابل۔ سغد۔ طبرستان۔ طخارستان۔ اشروسنہ۔ بامیان۔ سیستان۔ تبت۔ سندھ۔ چین وغیرہ کے حاکموں اور ہندوستان کے بعض راجاؤں سے اطاعت کا معاہدہ کیا گیا۔

رومیوں سے جنگ

۱۵۹ھ میں مہدی نے اپنے چچا عباس کو رومیوں سے

مقابلے کی مہم پر روانہ کیا۔ اس نے ادھرہ فتح کیا۔ ۱۶۱ھ میں ثمامہ بن ولید نے حملہ کیا۔ اور وابق میں خیمہ زن ہوا۔ اس مہم میں مسلمانوں کا بہت سا جانی نقصان ہوا۔ ۱۶۲ھ میں حسن بن قحطبہ کو سرحد حدث پر بھیجا گیا۔ اس نے متعدد رومی علاقوں میں تباہی پھیلائی۔ پھر یزید بن اسید نے تین قلعے سر کئے۔

۱۶۳ھ میں مہدی نے خود تازہ دم فوجیں جمع کر کے حملے کے لئے باگ اٹھائی۔ اور حلب پہنچ کر بہت سے زندیقوں کو ٹھکانے لگایا۔ پھر مختلف سپہ سالاروں کو علیحدہ علیحدہ مہموں پر روانہ کر کے سمالو اور دوسرے قلعے فتح کئے۔

۱۶۴ھ میں عبدالکبیر نے باب حدث کی جانب پیش قدمی کی۔ لیکن رومیوں کی ٹڈی دل فوج کے مقابلے میں ناکام رہا۔ ۱۶۵ھ میں ہارون رشید نے فوج کشی کی اور ایشیائے کوچک میں فتح و ظفر نے اس کے قدم چومے۔ مسلمانوں کو بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

سندھ کی مہمات

۱۵۹ھ میں عبدالملک بن شہاب بحری مہم پر سندھ روانہ ہوا۔ اور باربد کو زیر نگین کیا۔ ۱۶۷ھ میں موسیٰ ہادی نے طبرستان پر فوج کشی کر کے وندا داور شروین کی گوشمالی کی۔

ولی عہدی

مہدی نے اپنے بعد اپنے بیٹے ہادی کو اور اس کے بعد ہارون کو اپنا ولی عہد نامزد کیا۔

وزارت

مہدی کے عہد میں تین اشخاص یکے بعد دیگرے وزارت کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ (۱) ابو عبیداللہ معاویہ بن یسار (۲) ابو عبداللہ یعقوب بن داؤد (۳) فیض بن ابی صالح۔

ابو عبیداللہ معاویہ بن یسار

معاویہ بن یسار ایک غلام ہونے کے باوجود نہایت بالغ نظر بیدار مغز اور ماہر سیاسیات تھا۔ ۱۵۹ھ میں مہدی نے اسے منصب وزارت پر متمکن کیا۔ اس نے شعبۂ خراج میں مفید اصلاحات کیں۔ لیکن غرور نے جو گویا اس کی فطرت ثانیہ بن گیا تھا۔ ایسے ناسازگار

حالات پیدا کر دیے۔ کہ اسے عہدۂ وزارت سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کی زندگی کا آخری حصّہ نہایت اندوہ و مصیبت میں گزرا۔ اور سنہ ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔

ابو عبداللہ یعقوب بن داؤد یعقوب بھی ایک غلام تھا۔ اور ابراہیم بن عبداللہ کا حامی ہونے کے باعث منصور کے زمانے میں قید کر دیا گیا تھا۔ مہدی کے زمانے میں رہا ہوا۔

علویوں اور سادات کی مخالفت سے محفوظ رہنے کے لئے مہدی کو آل حسن سے تعلق رکھنے والے کسی قابل شخص کی تلاش تھی۔ چنانچہ اس کی نظرِ انتخاب یعقوب پر پڑی۔ اور اس کے مراتب میں اضافہ کرتے کرتے اسے وزارت کے عہدے پر فائز کر دیا۔

یعقوب نے آل حسن کی محبّت میں سرشار ہو کر متعدد زیدیوں کو بڑے بڑے عہدے عطا کر دیے۔ اس سے دربارِ خلافت میں اس کی مخالفت کا طوفان برپا ہو گیا۔ اور اسی کی لہریں اسے لے ڈوبیں۔ چنانچہ مہدی نے ایک علوی کو اس کے سپرد کر کے اسے تہ تیغ کر دینے کا وعدہ اس سے لے لیا۔ لیکن یعقوب اس آزمائش میں پورا نہ اُترا۔ اور جھوٹی قسم کھانے کے جُرم میں قید کر دیا گیا۔ ایک عرصے تک اسیرِ زنداں رہ کر ہارون رشید کے عہد میں رہا ہوا۔ اور سنہ ۱۸۶ھ میں انتقال کیا۔

فیض بن ابی صالح یعقوب کے بعد فیض بن ابی صالح کا اخترِ اقبال تاباں ہوا اور اس نے مسندِ وزارت پر جگہ پائی۔ سخاوت و فیاضی میں اس قدر شہرت حاصل کی۔ کہ مشہورِ آفاق فیاض یحییٰ بن خالد برکی کا قول تھا۔ "اگر تم لوگ فیض کی فیاضیاں دیکھ پاتے۔ تو میری فیاضیاں بھول جاتے" مہدی کی وفات تک وزیر رہا۔ ہادی کے زمانے میں اس عہدے سے سبک دوش کر دیا گیا۔ ہارون رشید کے عہد تک زندہ رہا۔ اور سنہ ۱۷۳ھ میں سفرِ آخرت اختیار کیا۔

وفات ۱۲ یا بہ روایت دیگر ۲۲ محرم سنہ ۱۶۹ھ کو مہدی نے دس سال ایک ماہ خلافت کرنے کے بعد ۴۳ سال کی عمر میں ماسبذان کے ایک موضع میں وفات پائی وجہ انتقال کے متعلق مختلف بیانات ہیں۔ ایک بیان یہ ہے کہ اسے خواب میں د

کی ناپائداری کا پیغام دیا گیا۔ اور اس سے دسویں دن بعد وہ اس دارِ فانی سے اٹھ گیا۔

اخلاق وعادات

مہدی ایک مدبر۔ منتظم۔ جہاں بان۔ پرہیزگار۔ خوش اخلاق۔ فیاض اور بہادر خلیفہ تھا۔ اور انھیں محاسن کی بنا پر اس نے رعایا کے دل میں گھر کر لیا تھا۔ اس کے عہد میں انصاف۔ امن اور خوشحالی کا دَور دورہ تھا۔ ایک مورخ لکھتا ہے۔ کہ:۔

"ظلم وستم کے سدباب۔ قتل وخونریزی سے اجتناب۔ خوف زدوں کی دستگیری اور جود وکرم نے مہدی کو عام وخاص میں مقبول ومحبوب بنا دیا تھا۔"

ایک اور مورخ کا بیان ہے۔ کہ:۔

"مہدی کا عہد حکومت بہت مبارک اور قابل ستائش تھا۔ اس کی صورت اور سیرت دونوں اچھی تھیں۔ رعایا اس سے محبت کرتی اور اس کی تعریف میں رطب اللسان تھی"۔

مہدی ہر روز مظلوموں کی دادرسی کے لئے دربار آراستہ کرتا تھا۔ اور ہر کس وناکس ہر وقت بے روک ٹوک اس کے دربار میں جا سکتا تھا۔

وہ نہایت غریب پرور۔ ہمدرد خلائق۔ سادہ مزاج۔ عدل گستر اور عفو ودرگزر کرنے والا تھا۔ اپنے غلاموں کی بیمار پرسی کو بھی چلا جاتا تھا۔ کئی مرتبہ لوگوں نے اس پر دعوے دائر کئے۔ اور وہ فریق مقدمہ کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں حاضر ہُوا۔

اس کی رقتِ قلب اس واقعے سے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ ایک مرتبہ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کی بیوی مزنہ فلک زدہ ہو کر پھٹے پرانے کپڑوں میں قصرِ شاہی کے دروازے پر آئی۔ مہدی کی بیوی خیزران نے اندر بلا کر اس کا حال سنا۔ اور کپڑے بدلوا کر ایک کمرے میں جگہ دے دی۔ رات کو مہدی نے محل میں آکر خیزران کی زبانی سارا ماجرا سُنا۔ تو اسے بنت عم کہہ کر بہنوں جیسا سلوک کیا۔ اور عباسی خواتین کے ساتھ محل میں رکھ کر اس کے لئے آرام وآسائش کے تمام لوازم مہیا کر دئے۔ مزنہ میں اور خاندان شاہی کی خواتین میں کوئی فرق وامتیاز روا نہ رکھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مہدی نے اسے ان کے برابر جاگیر بھی عطا کی۔ جس کی بدولت اس نے اپنی بقیہ زندگی عزت وآرام سے اسی محل میں

Marfat.com

بسر کردی۔

خدمت حرمین

دین کی خدمت بھی مہدی کے تاج محاسن کا ایک درخشاں گوہر تھی۔ اس نے اپنے عہد میں خدمت حرمین کی سعادت حاصل کی ۱۶۰ھ میں عمارت کعبہ کی توسیع اور تزئین کرائی۔ مسجد نبویؐ کی عمارت میں ترمیم و اضافہ کر کے اسے جاذب نظر نقش و نگار سے مزین کیا۔

مکہ کے راستے کی درستی کرائی۔ متعدد نئے مکانات تعمیر کرائے۔ حوض بنوایا۔ بغداد۔ مکہ۔ مدینہ اور یمن کے درمیان ڈاک کی آمد و رفت کا انتظام کیا۔ یثرب و بطحا کے مکینوں میں کروڑوں روپیہ نقد اور ڈیڑھ لاکھ کپڑے تقسیم کئے۔

علم دوستی

اگرچہ مہدی خود کوئی بڑا عالم و فاضل نہ تھا۔ لیکن حسن تعلیم و تربیت نے اس پر علم دوستی کا رنگ چڑھا دیا تھا۔ اہل علم اور ارباب کمال کی بہت قدر دانی کرتا تھا۔ شعر و سخن کے معاملے میں سلیم المذاق تھا۔ اور خود بھی شعر کہتا تھا حدیث میں شغف رکھتا تھا۔

ایک دفعہ اس کے عہد کے نامور عالم شریک اس کے پاس آئے۔ مہدی نے کہا آپ کو ان تین باتوں میں سے ایک ضرور منظور کرنی پڑے گی۔ یا قاضی کا عہدہ قبول کیجئے یا میرے بیٹوں کو پڑھانے کا فریضہ انجام دیجئے یا میرے ساتھ کھانا کھائیے۔ شریک نے سوچ کر کہا۔ کھانا کھانے کی بات منظور ہے۔ مہدی نے ان کی پر تکلف دعوت کی۔ اس کے بعد انھوں نے مہدی کے اصرار پر مجبوراً عہدۂ قضا بھی قبول کر لیا۔ اور اس کی اولاد کی تعلیم و تربیت کا فرض بھی ادا کیا۔

مذہبیت

مہدی نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھا۔ اور مذہبی امور میں سخت تشدد سے کام لیتا تھا۔ اس کے عہد میں الحاد پرستوں کے ایک گروہ نے سر اٹھایا۔ اور اپنے عقیدے کی نشر و اشاعت کرتے ہوئے بہت سی کتابیں تیار کر لیں۔ مہدی کو علم ہوا۔ تو اس نے ان ملحدوں کے خلاف نہایت سخت اقدام کیا۔ اور تلاش و تجسس سے ان کے فرد فرد کو بے تامل قتل کرانے کے ساتھ ہی ان کی جس قدر کتابیں

Marfat.com

ل سکیں۔ جلا ڈالیں۔

خوفِ خدا مہدی کا رواں رواں خوفِ خدا سے کانپتا رہتا تھا۔ حسن الوصیف بیان کرتے ہیں۔کہ :-

"ایک دفعہ طوفان باد نے ایسی ہولناک تندی اور شدت اختیار کرلی۔کہ معلوم ہوتا تھا۔ بس ابھی قیامت آجائے گی۔ میں امیرالمومنین کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا تو وہ فرش خاک پر ناصیہ فرسائی کرتے ہوئے یوں دعا مانگ رہے ہیں۔کہ الہٰی اُمّتِ محمدؐی کو بچائے۔ الہٰی ہمارے مخالفوں کو ہماری بربادی پر خندہ زن ہونے کا موقع نہ دے۔ اگر تو نے میرے گناہوں کی پاداش میں دنیا کو پکڑا ہے۔ تو یہ میری پیشانی تیری درگاہ میں حاضر ہے"۔

سخاوت مہدی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ سخی تھا۔ بلکہ کبھی کبھی اس کی فیاضی اسراف کے درجے تک پہنچ جاتی تھی۔ منصور نے تو کفایت شعاری سے خزانہ بھر دیا تھا۔لیکن مہدی نے فیاضی سے اسے خالی کر دیا۔ وہ دولت کو ہیچ سمجھتا تھا۔ اور بات بات پر سیم وزر کا مینہ برسا دیتا تھا۔ اس کی سخاوت کے واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔ کسی شاعر نے کوئی شعر سنایا۔ اسے پسند آگیا۔ اور اسی وقت اسے پچاس اشرفیاں انعام میں دے ڈالیں۔

عیش پسندی مہدی کے مزاج میں عجب متضاد باتیں جمع ہوگئی تھیں۔ وہ گزشتہ اوصاف کے ساتھ ہی بلا کا عیش پسند اور رنگین طبع بھی تھا۔ اس کی حرم سرائے خوش گل عورتوں سے پریوں کا اکھاڑا بنی رہتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اس کے نظام حکومت میں کوئی خلل واقع نہ ہوتا تھا۔ وہ عیش وعشرت میں مصروف رہتا تھا۔ فرائض جہانبانی بھی انجام دیتا تھا۔ اور ضرورت کے وقت اسلحۂ جنگ سے آراستہ ہوکر آتش وخون کے سمندر میں بھی کود پڑتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا عہد حکومت ہر طرح کامیابی سے ہم آغوش رہا۔

Marfat.com

ہادی بن مہدی

۱۶۹ھ تا ۱۷۰ھ

ہادی بن مہدی ۱۴۷ھ میں بمقام رے ایک بربری پرستار خیزران کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور مہدی کے بعد ۱۶۹ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

حسین بن علی کا خروج

حسین بن علی۔ حسن بن محمد۔ یحییٰ بن عبداللہ اور دوسرے آل ابی طالب نے مل کر حکومت عباسیہ کے خلاف خروج کی سازش کی تھی۔ اور ۱۶۹ھ کے موسم حج میں اسے لباس عمل پہنانے کا فیصلہ ہوا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ہی عمر بن عبدالعزیز بن عبیداللہ والی مدینہ سے ان لوگوں کا کچھ جھگڑا ہوگیا۔ اور انھوں نے اس کے مکان کا محاصرہ کر کے حسین بن علی کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کی۔ اسی دوران میں ایک طرف سے خالد یزیدی اور دوسری طرف سے عمر بن عبدالعزیز اپنی اپنی جماعتیں لے کر بیعت گاہ میں آپہنچے۔ اور مقابلہ شروع ہوگیا خالد بن یزیدی مارا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سب کا زور ٹوٹ گیا۔ اور حسین بن علی کی جماعت نے بیت المال کو لوٹ لیا۔ دوسرے دن بنی عباس کے حامیوں نے جمع ہو کر پھر بساط مقابلہ آراستہ کر دی۔ اور کئی دن کی جنگ کے بعد حسین بن علی نے مدینہ پر قبضہ کر لیا پھر وہ تین ہفتے وہاں ٹھہر کر عازم مکہ ہوئے۔ اور اعلان کر دیا کہ جو غلام ہمارے پاس آجائے گا۔ ہم اسے آزاد کر دیں گے۔ اس پر غلاموں کی ایک کثیر جماعت ان کے ساتھ ہوگئی۔

محمد بن سلیمان اور سلیمان بن منصور نے مقام فخ میں حسین کو شکست دی۔ اور ان کا سر کاٹ کر ہادی کے سامنے پیش کیا۔

اس کے بعد حسین کے ماموں ادریس بن عبداللہ بن حسن بھاگ کر مغرب پہنچے۔ اہل فاس نے ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کئے۔ اور وہ وہیں رہ پڑے۔ لیکن چند روز کے بعد ان کے ایک غدار پیرو نے دانتوں کا درد دور کرنے کے لئے انھیں زہر بھرا منجن

دے دیا۔ جس سے ان کی موت واقع ہوگئی۔ اس کے بعد ان کے بیٹے ادریس بن ادریس نے ادریسی سلطنت کا سنگ بنیاد رکھا۔

حمزہ بن مالک کا خروج

علویوں کی آتش بغاوت سرد ہوئی۔ تو جزیرہ میں حمزہ بن مالک خزاعی خارجی نے ہنگامۂ شورش برپا کر دیا۔ وہاں کے عامل منصور بن زیاد نے اس کی سرکوبی کے لئے فوج روانہ کی۔ لیکن شکست کھائی۔ پھر ایک شخص نے دھوکے سے حمزہ کو قتل کر دیا۔

رومیوں سے جنگ

رومیوں نے حدثیہ پر فوج کشی کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد ۱۶۹ھ میں معیوف بن یحییٰ نے مقابلہ کر کے انھیں شکست دی۔ اور حدثیہ پر دوبارہ تسلط بٹھا لیا۔

ولی عہدی

مہدی نے ہادی کے بعد ہارون کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔ ہادی نے اس کے بجائے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنانا چاہا۔ یحییٰ بن خالد برکی نے جو مہدی کے زمانے سے ہارون کا اتالیق تھا۔ ہادی کو معقول دلائل سے سمجھایا کہ یہ تجویز مناسب نہیں۔ ہادی مان بھی گیا۔ لیکن ہارون کے مخالف برابر ہادی کو اکساتے رہے۔ کہ جعفری کو ولی عہد بنانا چاہیے۔ آخر ہارون پر سختی کی گئی۔ یحییٰ نے ہارون کو مشورہ دیا۔ کہ وہ شکار کے بہانے سے کہیں چلا جائے۔ ہارون نے یحییٰ کی رائے پر عمل کیا۔ ہادی نے اسے پھر طلب کیا۔ ہارون بیماری کا عذر کر کے حاضر نہ ہوا۔ اسی دوران میں ہادی نے اپنی ماں خیزران سے امور سلطنت کے متعلق تمام اختیارات چھین لئے۔ اور ماں بیٹوں میں سخت کشیدگی بلکہ دشمنی پیدا ہوگئی۔ اب یحییٰ کے ساتھ خیزران بھی ہارون کی دوسری حامی بن گئی۔ اسی اثنا میں ہادی کو پیغام اجل آ گیا۔ اور اس کا یہ ارادہ قدرتاً تشنۂ تکمیل رہ گیا۔

وزارت

ہادی کا پہلا وزیر ربیع بن یونس تھا۔ مگر جلد ہی اس کا انتقال ہوگیا اس کے بعد ابراہیم بن ذکوان حرانی منصب وزارت پر فائز ہوا۔ ہادی اپنے زمانۂ طالب علمی ہی سے ابراہیم کے ساتھ محبت کرتا تھا۔ لیکن مہدی کسی وجہ

سے ابراہیم کا مخالف تھا۔ اس لئے وہ ہادی کو اس کے ساتھ ملنے جلنے سے منع کرتا تھا۔ ہادی نہ مانتا تھا۔ اور ہر وقت اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ آخر مہدی نے ہادی کو ولی عہدی سے خارج کردینے کی دھمکی دے کر ابراہیم کو اپنے پاس طلب کیا۔ ہادی نے اسے چاروناچار بھیج تو دیا۔ لیکن احتیاطاً چند آدمی اس کے ساتھ کردئے۔ مہدی ابراہیم کو دیکھتے ہی اس پر برس پڑا۔ اور اسے قتل کی دھمکی دی۔ ابراہیم کی خوش نصیبی سے مہدی شکار کو جانے کے لئے بالکل تیار تھا۔ اس لئے اسی وقت روانہ ہوگیا۔ اور زندہ واپس نہ آیا۔

وفات

۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو ہادی نے بمقام عیلی باد سوا برس خلافت کرکے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ایک بیان یہ ہے۔ کہ اس کی موت طبعی تھی۔ دوسرا یہ ہے کہ اس کی ماں خیزران نے اسے ایک کنیز کے ذریعے سے زہر دلوا کر مار ڈالا۔

اخلاق وعادات

ہادی ایک کامیاب حکمران کے تمام اوصاف کا حامل تھا۔ ایک مورخ بیان کرتا ہے۔ کہ:۔

"ہادی عالی دماغ۔ سخی۔ بیباک۔ شجاع، متشدد۔ سلیم الطبع۔ اور اولوالعزم فرمانروا تھا۔ نجی صحبتوں میں نہایت بے تکلفی سے کام لیتا۔ لیکن دربار میں آتے ہی اور کا اور ہوجاتا تھا۔"

ہادی کے رضاعی بھائی حسین بن معاذ بن مسلم کا قول ہے۔ کہ:۔

"میں نجی صحبتوں میں ہادی سے قطعاً مرعوب اور خائف نہ ہوتا تھا۔ اور اسے پچھاڑ کر زمین پر پٹک دیتا تھا۔ لیکن جب وہ درباری لباس زیب تن کرکے قصر سلطانی میں آتا اور میں اس کے پیچھے کھڑا ہوتا۔ تو اس کے رعب۔ خوف اور ہیبت سے غیر متاثر نہ رہ سکتا تھا۔"

ہادی عیش پسند ہونے کے باوجود مذہبی معاملات میں بڑا سخت تھا۔ مشرکوں اور دہریوں کا تو جانی دشمن تھا۔ چنانچہ اس نے بہت سے ملحد اور زندیق تلوار کے گھاٹ اتار دئے۔

خواجۂ کونین ﷺ سے عقیدت ومحبت

خواجۂ کونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہادی کو بے حد عقیدت اور محبت

Marfat.com

تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی شاعر نے قصیدہ پڑھا جس میں آنحضرتؐ کی کسرِشان کا پہلو نکلتا تھا۔ ہادی نے فی الفور اعتراض کیا۔ شاعر نے اسی وقت دوسرا شعر موزوں کر کے اس کی تلافی کر دی۔ ہادی کو پسند آیا۔ اور اسے پچاس ہزار درہم عنایت کئے۔

علمی حیثیت ہادی کی علمی حیثیت کے متعلق ایک مورخ لکھتا ہے۔ کہ:۔
"وہ فصیح و بلیغ ہے۔ کلام پر قادر ہے اور ادیب ہے"۔

رعایا پروری ہادی رعایا کے ساتھ رحم۔ انصاف اور لطف و کرم سے پیش آتا تھا۔ اس نے فضل بن ربیع کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ میرے عدل اور الطاف کا دروازہ ہر شخص کے لئے کھلا ہے۔ کسی کو میرے دربار میں آنے سے نہ روکو۔ اس سے برکت زائل ہو جاتی ہے۔ کوئی ایسا معاملہ میرے سامنے نہ لاؤ۔ جو تحقیقات سے غلط ثابت ہو جائے۔ کیونکہ یہ بادشاہ اور رعایا دونوں کے لئے ضرر رساں ہے۔

سخاوت ہادی اپنے باپ مہدی کی طرح بڑا فیاض اور دریا دل تھا۔ چنانچہ تاریخ کے صفحات اس کی سخاوت کے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔

سترھواں باب

ہارون الرشید

۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ

ہارون الرشید بن مہدی ۱۴۸ھ میں بمقام رے خیزران کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور اپنے بھائی ہادی کی وفات کے بعد ۱۴ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو ۲۲ سال کی عمر میں تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔

ہارون الرشید نے زمامِ خلافت ہاتھ میں لیتے ہی اپنے دیرینہ محسن۔ مشیر کار اور اتالیق یحییٰ بن خالد برمکی کو وزارتِ عظمیٰ کے منصب جلیلہ پر سرفراز کیا۔

ہارون الرشید کے عہد میں خلافتِ عباسیہ ترقی کی معراج پر پہنچ گئی۔ اس نے خلافت کے پہلے سال حج کی سعادت حاصل کر کے اہلِ حرمین کو جود و عطا سے نوازا۔ آلِ علی پر سے تمام پابندیاں دُور کر کے انھیں آزاد کرتے ہوئے قیام مدینہ کی اجازت دے دی۔ اور عاملین کے عزل و نصب اور تغیر و تبدل سے نظام حکومت کو استوار تر کرنے کی جدوجہد کی۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خروج

۱۷۶ھ میں نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ نے دیلم سے عَلَم بغاوت بلند کیا۔ اور لوگ چاروں طرف سے ان سے بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایک کثیر التعداد جماعت ان کے گرد جمع ہوگئی۔ اور ہارون رشید کو خدشہ پیدا ہوگیا۔ اس نے فضل بن

Marfat.com

یحییٰ برمکی کو پچاس ہزار کی عظیم الشان فوج کے ساتھ ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ فضل نے میدانِ جنگ میں کودنے کے بجائے یحییٰ کو اس شرط پر صلح کے لئے آمادہ کرلیا کہ ہارون اپنے قلم سے صلح نامہ تحریر کرے۔ جس پر فقیہوں۔ قاضیوں اور اکابر بنی ہاشم کے دستخط ہوں۔ چنانچہ اسی فیصلے کے مطابق صلح ہوگئی۔ اور ہارون نے یحییٰ کو بذل و عطا سے بھی بہرہ اندوز کیا۔

یمنیوں اور مضریوں میں جنگ

اسی سال دمشق میں یمنی اور مضری قبائل کے درمیان جنگ و جدل نے ہولناک صورت اختیار کرلی۔ دمشق کا حاکم عبدالصمد بن علی اس کشت و خون کا انسداد کرنے میں ناکام رہا۔ تو ہارون نے اسے معزول کر کے ابراہیم بن صالح کو والی دمشق مقرر کیا۔ لیکن اس سے بھی فتنہ فرو نہ ہوسکا۔ اور دو سال تک قتل و جرح کا بازار گرم رہا۔ آخر ہارون نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو شام کی طرف بھیجا۔ اور اس نے آتش فساد کو ٹھنڈا کر کے ۱۸۰ھ میں دارالخلافہ بغداد کی طرف مراجعت کی۔

سندھ میں بغاوت

دمشق کے بعد سندھ کے یمنی اور مضری قبائل میں معرکہ آرائی ہونے لگی۔ اور مقابلے میں ہارون کی منظم سعی و جہد کے باوجود کئی سال تک خون کی ندیاں بہتی رہیں۔ آخر ۱۸۴ھ میں ہارون نے داؤد بن حاتم مہلبی کو اس مہم پر روانہ کیا۔ اس نے یہ کام اپنے بھائی مغیرہ کے سپرد کردیا۔ جب مغیرہ منصورہ میں وارد ہوا۔ تو وہاں مضریوں کا طوطی بول رہا تھا۔ اور انھوں نے یمنیوں کو مار مار کر نکال دیا تھا۔ مغیرہ نے مضریوں کو تشدد کا تختۂ مشق بنا کر بھڑوں کے اس چھتے کو چھیڑ دیا۔ اور اسے جان چھڑانی مشکل ہوگئی۔ یہ حالت دیکھ کر مغیرہ منصورہ کو چھوڑ دینے پر مجبور ہوگیا۔ اس پر داؤد نے خود منصورہ پہنچ کر مضریوں کو شکست دی۔ اور انھیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دینے کے بعد منصورہ پر قبضہ کرلیا۔

عطاف بن سفیان کی بغاوت

۱۸۰ھ میں عطاف بن سفیان ازدی نے علم بغاوت بلند کر کے موصل اور

Marfat.com

اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ ہارون نے خود اس کے خلاف چڑھائی کر کے اسے
ناک چنے چبوائے۔ اور موصل کی فصیل مسمار کر دی۔

مصر میں بغاوت ۱۷۸ھ میں مصر کے قبیلوں قیس اور قضاعہ نے بغاوت اور
سرکشی پر کمر باندھی۔ وہاں کے حاکم اسحٰق بن سلمان نے اس
فتنے کو مٹانے کی کوشش کی۔ لیکن [redacted] ناکام رہا۔ پھر ہرثمہ بن اعین عامل فلسطین نے
باغیوں کو مغلوب کیا۔

ولید خارجی کی بغاوت اور قتل اسی سال ولید بن طریف خارجی نے جزیرہ
میں بغاوت کر کے آرمینیہ اور حلوان وغیرہ
پر قبضہ کر لیا۔ یزید بن مزید شیبانی کو مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔ ۱۷۹ھ میں ایک خونریز
جنگ ہوئی۔ جس میں ولید مارا گیا۔

افریقہ میں بغاوت ۱۷۸ھ میں افریقہ شورش و بغاوت کی جولان گاہ بن گیا
اور ۱۸۱ھ تک فتنہ و فساد کی آگ شعلہ افروز رہی۔ اس
کی ابتدا یوں ہوئی۔ کہ ۱۷۷ھ میں ہارون الرشید نے فضل بن روح کو عامل مقرر کیا
اس نے تونس کی عنان انتظام مغیرہ بن بشر کے ہاتھ میں دی۔ مغیرہ نے بدسلوکی سے
فوج کو اپنا مخالف بنا لیا۔ فوج نے خلیفہ سے شکایت کی۔ اس نے مغیرہ کو معزول کر کے
اس کی جگہ عبداللہ بن یزید کو بھیجا۔ فوج نے اسے تہ تیغ کر دیا۔ اور فضل کے بھی پیچھے
گئی۔ فضل نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ مگر انھیں پسپا ہونا پڑا
باغی قیروان پر قابض ہو گئے۔ اور ان کے سرغنہ عبداللہ بن جارود نے فضل کو مار ڈالا
ہارون نے آتش بغاوت کو سرد کرنے کے لئے ہرثمہ بن اعین اور یحییٰ بن موسیٰ
افریقہ روانہ کیا۔ یحییٰ کے حسن تدبیر سے بغاوت کے دو سرغنوں ابن جارود اور ابن
فارس میں باہم پھوٹ پڑ گئی۔ اور ابن فارس مارا گیا۔ آخر ۱۷۹ھ میں امن قائم ہو گیا
اور ہرثمہ نے انسداد بغاوت کے لئے طرابلس کے گرد فصیل بنوائی۔
چند ہی روز کے بعد ہرثمہ نے آئے دن کی شورشوں سے گھبرا کر علیحدگی اختیار کر

Marfat.com

اور ہارون نے محمد بن مقاتل کو افریقہ بھیجا۔ اس کے آتے ہی بغاوتوں کا بازار پھر گرم ہوگیا۔

ابراہیم بن اغلب کا تقرر

۱۸۴ھ میں ہارون نے ولایت افریقہ کی زمام انتظام ابراہیم بن اغلب کے ہاتھ میں دی۔ اس نے تمام کج رو باغیوں کو سیدھا کر کے امن قائم کیا۔ اگرچہ بعد میں بھی کبھی کبھی سرکشی کی چنگاریاں اڑتی رہیں۔ لیکن ابراہیم کی قابل تعریف انتظامی قابلیت سے وہ امن کی کلیوں میں بدل گئیں۔ اور پھر کسی نے بغاوت کا شگوفہ نہ چھوڑا۔

بیرونی فتوحات

ہارون کے زمانے میں بہت سی بیرونی فتوحات ہوئیں۔ رومیوں کے علاقے پر مسلسل حملے کئے جاتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۱ھ میں خود ہارون نے قلعہ صفصان کو مسخر کیا۔ اور انقرہ۔ مطمورہ۔ قرہ اور حصن سنان پر یکے بعد دیگرے قبضہ کیا گیا۔

اس سلسلے میں ایشیائے کوچک کی مہم خاص اہمیت رکھتی ہے۔ رومیوں کے حاکم نقفور (نیسی فور) نے ہارون کو ایک توہین آمیز خط لکھا۔ جسے پڑھتے ہی جوش غضب سے اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ چنانچہ اس نے اینٹ کا جواب پتھر سے دے کر فوجوں کو باگ اٹھا لینے کا فرمان بھیجا۔ اور ایشیائے کوچک پر حملہ کر کے اسے دور تک تاخت و تاراج کر ڈالا۔ نیسی فور نے خراج ادا کر کے صلح کر لی۔ لیکن بعد میں وہ عہد سے پھر گیا۔ ہارون نے پھر ہلہ بول ر ایشیائے کوچک کو پامال و برباد کیا۔ ۱۸۸ھ میں ابراہیم بن جبریل نے نیسی فور سے مقابلہ کر کے اسے ناک چنے چبوائے۔ رومیوں کے چالیس ہزار آدمی کھیت رہے۔

نیسی فور کو اس کی عہد شکنی کا مزہ چکھانے کے لئے ہارون نے رومی سلطنت کے مختلف علاقوں پر حملے کرنے شروع کر دئے۔ چنانچہ اس ضمن میں صقالیہ۔ دلسہ۔ مفلونیہ۔ طوانہ۔ قونیہ۔ اناطولیہ وغیرہ مفتوح ہوئے۔

شام کی بازیابی کی آرزو ہر وقت رومیوں کے دلوں میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی لیکن

خشکی کی راہ سے حملے کا دروازہ بند ہونے کے باعث وہ بحیرۂ روم کے راستے سے چڑھائی کرتے رہتے تھے۔ اس لئے ہارون نے ساحلوں پر فوجی چھاؤنیاں قائم کر کے اس خطرہ کا انسداد کر دیا۔

ولی عہدی

ہارون نے اپنے بعد اپنے بیٹے امین کو۔ اس کے بعد مامون کو اور اس کے بعد موتمن کو ولی عہد نامزد کیا۔ اگرچہ مامون ہر حیثیت سے امین پر فضیلت رکھتا تھا۔ لیکن ہارون کو اس کی چہیتی بیوی زبیدہ کی محبت کے باعث امین کو جو اس کے بطن سے تھا۔ مامون پر ترجیح دینی پڑی۔ اور یہ بڑی ہولناک و تباہ کن سیاسی غلطی تھی۔

خاندان برامکہ

اس خاندان کا مورث اعلیٰ برمک بلخ کے آتش کدہ بہار کا متولی تھا اس کا بیٹا خالد عالم و فاضل۔ دانا۔ مدبر۔ اولوالعزم اور بہادر تھا۔ عباسی تحریک کو اس سے بڑی تقویت پہنچی۔ سفاح نے اسے منصب وزارت سے سرفراز کیا۔

سنہ ۱۶۳ھ میں خالد نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا یحییٰ الولد سر لابیہ کا پورا پورا مصداق تھا اس نے حسن قابلیت سے دربار میں بہت رسوخ حاصل کیا۔ مہدی نے اسے ہارون کا اتالیق بنایا۔ ہارون نے خلیفہ ہوتے ہی اسے قلمدان وزارت سپرد کر کے سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

یحییٰ کے چار بیٹے تھے۔ فضل۔ جعفر۔ موسیٰ اور محمد۔ فضل ہارون کا رضاعی بھائی بھی تھا۔ اس لئے ہارون نے اسے متعدد عہدہ ہائے جلیلہ پر فائز کیا۔ اور اپنے بیٹے امین کی اتالیقی بھی عطا کی۔ پھر اس نے وزارت کا سارا کام سنبھال لیا۔ اور یحییٰ برائے نام وزیر رہ گیا۔

جعفر غیر معمولی قابلیت اور کمالات کا حامل ہونے کے باعث اپنے تمام بھائیوں سے برتر تھا۔ ہارون کو اس کے ساتھ حد سے زیادہ محبت تھی۔ ۱۸۶ھ میں جعفر افریقہ کا والی مقرر ہوا۔ پھر وزارت کے منصب جلیلہ پر سرفراز ہوا۔ ہارون نے اسے اپنے بیٹے

مامون کا اتالیق بھی مقرر کیا تھا۔
موسیٰ اور محمد نے کوئی نمایاں اور خاص ناموری حاصل نہ کی۔ البتہ موسیٰ بہادری میں مشہور تھا۔

برامکہ کا زوال

برامکہ نے یہاں تک عروج حاصل کیا۔ کہ وہ سلطنت کے سارے نظم ونسق پر چھا گئے۔ اہلِ علم اور ارباب کمال کے لئے خزانے کا منہ کھول دیا۔ اور رعایا ان پر جان چھڑکنے لگی۔ جب ہارون کی حیثیت شاہ شطرنج کی رہ گئی۔ تو برامکہ نے اور پر پرزے نکالے۔ اور خودسر ہوکر ہارون کے احکام کو بھی بالائے طاق رکھنے لگے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ ہارون کو ضرورت کے لئے خزانے سے معمولی رقم لینی بھی مشکل ہو گئی۔

اس کے علاوہ دوسری یہ بات ہارون کو خار پہلو بن کر کھٹکنے لگی۔ کہ برامکہ کو عباسیوں کے حریف مقابل ائمۂ اہلِ بیت کرام کے ساتھ عقیدت تھی۔ اور وہ ان سے ایسا سلوک کرنے لگے۔ جو بنی عباس کی سیاست کے لئے نقصان رساں تھا۔

برامکہ نے حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر اپنے ہی افرادِ خاندان کو مامور کر دیا تھا۔ اس لئے رعایا انہیں کو بادشاہ سمجھنے لگی تھی۔ اس سے ہارون کے دل میں سخت بدگمانی پیدا ہونے کے علاوہ عباسی متوسلین کی ایک جماعت نے بھی ان کے خلاف عَلَم مخالفت بلند کر دیا تھا۔

برامکہ کی اسیری اور قتل

ان وجوہ سے برامکہ کا گلشنِ اقبال تاراج خزاں ہو گیا۔ اور ۱۸۷ھ میں ہارون نے جعفر کو تہ تیغ کرا دیا۔ اور یحییٰ اور فضل کو قید و بند میں ڈال دیا۔ محمد بن خالد کے سوا خاندان برامکہ کا کوئی فرد ایسا نہ تھا۔ جسے طوق بہ گلو اور پابہ جولاں کر کے زنداں کی کڑیاں جھیلتے جھیلتے نہنگ اجل کا لقمہ بننے کے لئے نہ چھوڑ دیا گیا ہو۔ ان کی تمام جائدادیں اور زر و مال ضبط کر لیا گیا۔

برامکہ کے اقبال و ادبار کا یہ دردناک واقعہ ہر صاحب بصیرت کے لئے آئینہ

Marfat.com

عبرت ہے۔

وفات

۱۹۲ھ میں ہارون الرشید خراسان کی ایک مہم پر روانہ ہوا۔ طبیعت کچھ علیل تھی۔ جرجان پہنچ کر بیماری نے زور پکڑا۔ اور وہ طوس واپس آ گیا۔ دوا و درماں میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ لیکن وقت آخر آ پہنچا۔ اور اس نے ۳ جمادی الاخری ۱۹۳ھ کو طوس میں ۲۳ سال ڈھائی مہینے خلافت کرنے کے بعد وفات پائی۔

اخلاق و عادات

ہارون الرشید سلطنت عباسیہ کے تاج اقبال کا گوہر شہوار تھا۔ اس کے عہد حکومت میں عباسیوں کے جاہ و جلال کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ بغداد کی سرزمین علم و تمدن کے اَن مول موتی اُگل رہی تھی اس کے فلک بوس قصر و ایوان اور دلکش جنت چمن زار حد تعریف سے بالا تھے۔

وہ ایک بہادر جرنیل اور مرد میدان تھا۔ کئی مہینے اور کئی سال گھوڑے کی پشت پر صرف کر دیتا تھا۔ لیکن صوفیہ میں عالی پایہ صوفی۔ فقہا میں بلند منزلت فقیہ۔ اور محدثین میں اعلیٰ مقام محدث ہوتا تھا۔ غیر مذاہب والوں کے ساتھ لطف و مروّت سے پیش آتا تھا۔ صرف ملحدوں کا دشمن تھا۔

بعض مورخین بیان کرتے ہیں۔ کہ:-

"ہارون الرشید محرمات کی عظمت کرتا تھا۔ ہر روز سو رکعت نفل پڑھتا تھا۔ ایک ہزار درہم یومیہ خیرات کرتا تھا۔ اکثر حج کرتا تھا۔ اور سو علماء و فقہاء کو ہمراہ لے جاتا تھا۔ جس سال خود نہ جا سکتا۔ تین سو اشخاص کو نقد و جنس کے ساتھ بھیجتا۔

حج میں نہایت خضوع و خشوع سے دُعائیں مانگتا۔ مناسک حج ادا کرتے وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔"

جہاد و شہادت کا بے حد شتاق تھا۔ ایک دفعہ ابو معاویہ محدث نے اس سے حدیث بیان کی:-

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میری آرزو ہے کہ خدا کے راستے میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر مارا جاؤں۔"

Marfat.com

یہ حدیث سن کر ہارون اس شدت سے رویا۔ کہ ہچکی بندھ گئی۔

شہنشاہ کونین ؐ کی محبت اس کے رگ و پے میں جاری و ساری تھی۔ حضور ؐ کا اسم گرامی سنتے ہی "صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ سیدی" کہتا۔ ایک دفعہ ابو معاویہ نے کوئی حدیث بیان کی۔ کسی شخص نے اس پر لب اعتراض وا کیا۔ ہارون فرط غیظ سے آگ بگولا ہو گیا اور اسی وقت تلوار منگوائی۔ ابو معاویہ نے مشکل سے غصہ فرو کیا۔

علماء و صلحاء کی مصاحبت کو اپنے لئے موجب سعادت اور باعث فخر سمجھتا تھا۔ سفیان ثوری، فضیل بن عیاض اور ابن سماک سے اسے گہری عقیدت تھی۔ ان سے نصیحتیں سنتا۔ ایک دفعہ ابن سماک سے ارشاد نصیحت کے لئے عرض کی۔ انھوں نے فرمایا:۔

"اللہ سے ڈرتا رہ۔ جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور اس پر یقین رکھ کہ کل مجھے اللہ کے سامنے جانا اور وہاں دو جگہوں میں ایک جگہ اختیار کرنی ہے۔ جس کے سوا تیسری جگہ نہیں۔ یہ جگہیں بہشت اور دوزخ ہیں۔"

یہ سن کر ہارون زار و قطار رونے لگا۔ اور ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگ گئی۔

ایک دفعہ فضیل بن عیاض نے ہارون سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے خوش جمال! تجھ پر اس امت کی ذمہ داری ہے۔ تجھی سے اس کا مواخذہ ہوگا۔"

یہ سن کر ہارون بہت رویا۔

ایک دن ابن سماک ہارون کے پاس بیٹھے تھے۔ ہارون نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ پانی آیا۔ ہارون نے پینا چاہا۔ تو ابن سماک نے استفسار فرمایا۔ "کہ اگر آپ کو پیاس کی شدت میں پانی نہ ملے۔ تو ایک پیالہ پانی کتنے میں خریدیں"۔ ہارون نے کہا "آدھی بادشاہت کے عوض"۔ ہارون پانی پی چکا۔ تو پھر پوچھا۔ کہ "اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے۔ اور نہ نکلے۔ تو اس کے نکلوانے میں کتنا خرچ کر سکتے ہو"۔ ہارون بولا: "ساری سلطنت"۔ ابن سماک نے کہا "جس سلطنت کی قیمت ایک

Marfat.com

پیالہ پانی ہو۔ اس پر زیادہ غرور نہ کرنا چاہیے۔" یہ نصیحت سن کر ہارون زو پڑا اور دیر تک روتا رہا۔

ہارون کے یہی محاسن تھے۔ جن کے باعث فضیل بن عیاض جیسا زاہد اس کے متعلق کہتا تھا کہ "لوگ اس شخص کو ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ بہت محبوب ہے"

امین الرشید

۱۹۳ھ تا ۱۹۸ھ

ہارون کے بعد اس کا پہلا نامزد ولی عہد امین الرشید تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ زبیدہ کے بطن سے تھا۔

طوس میں جب ہارون کا انتقال ہوا۔ تو امین بغداد میں تھا۔ اور مامون مرو میں۔ ہارون کے کاتب فضل بن ربیع نے اس کے ہمراہی امراء و وزراء سلطنت سے امین کی بیعت لی۔ اور وہ اس کے اٹھارھویں دن جمادی الاولیٰ ۱۹۳ھ میں بمقام بغداد تخت نشین ہوا۔

رافع بن لیث کا خروج رافع بن لیث نے ہارون کے عہد میں خروج کیا تھا اس کی وفات کے بعد اس کی بغاوت نے اور بھی زور پکڑ لیا۔ اس نے سغد۔ بلخ۔ ماوراء النہر اور طخارستان کے غیر مسلم باشندوں سے مدد لے کر آتشِ بغاوت کو ہوا دے دی۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم کر کے بہت سے علاقوں میں قیامت برپا کر دی۔ ہرثمہ بن اعین نے جس کے سپرد پہلے یہ مہم سپرد کی گئی تھی۔ رافع سے مقابلہ کیا۔ اور خوں ریز جنگ کے بعد اسے شکست دے کر بے دست و پا کر دیا۔

امین اور مامون میں مخالفت خراسان کی عنانِ انتظام پورے طور پر مامون کے ہاتھ میں تھی۔ اور ہارون مہم خراسان میں

ابن ابی خالد کی وفات کے بعد اس کے حامیوں نے کہا "ہم مجوسی بن مجوسی حسن بن سہل کی حکومت برداشت نہیں کریں گے" اور مامون کی بیعت فسخ کر کے منصور بن مہدی کو خلیفہ بنانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ نہ مانا۔

شورش بغداد

فوج کی اس بغاوت سے بغداد میں بدامنی اور شورش کے تیز و تند شعلے بھڑکنے لگے۔ لٹیروں نے ڈاکے اور غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ بدمعاشوں نے سیاہ کاری کا طوفان برپا کر دیا۔ اس پر خالد بن درویش نے اہلِ بغداد کی امداد سے ڈاکوؤں اور لٹیروں کو تہس نہس کیا۔ اور سہل بن سلامہ انصاری نے کتاب و سنت کی نشر و اشاعت کے ذریعے سے اس بدنظمی اور افراتفری کا انسداد کیا آخر سرگرم تگ و دو کے بعد اس شورش کا استیصال کیا گیا۔

حضرت علی بن موسیٰ رضا کی ولی عہدی

مامون کو شروع ہی سے سادات اور اہلِ بیت نبویؐ سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ اور حضرت علی بن موسیٰ رضا کے باب میں تو یہ محبت اس حد کمال کو پہنچ گئی تھی۔ کہ ۲۰۱ھ میں اس نے انھیں ولی عہد مقرر کر کے جگہ جگہ حکم جاری کر دیا۔ کہ ساری سلطنت میں عمال۔ حکام اور فوجی لوگ سیاہ لباس کے بجائے سبز لباس استعمال کریں۔ اور لوگوں سے علی بن موسیٰ رضا کی بیعت لیں۔

بعض نے خوشی سے اور بعض نے مجبوری سے اس حکم کی تعمیل کی۔ بنی عباس س فرمان سے بھڑک اٹھے۔ اور انھوں نے مامون کی بیعت فسخ کر کے اپنے خاندان یں سے کسی کو خلیفہ بنانے کا قصد کیا۔ چنانچہ عین بیعت لئے جانے کے موقع پر عباسیوں نے اعلان کیا۔ کہ وہ مامون کی بیعت توڑ کر ابراہیم بن مہدی کی بیعت کر چکے ہیں۔

ابراہیم کی بیعت

اس کے بعد یکم محرم ۲۰۲ھ کو اہلِ بغداد نے بھی ابراہیم کی بیعت کر لی۔ فوجیوں کو نقد اور جنس کی صورت میں انعام دیا گیا۔ ابراہیم نے بغداد میں اپنے حکام متعین کئے۔ اور کوفہ اور سواد کو زیرنگیں کر کے مدائن

Marfat.com

فوج کشی کی۔

انکشاف حقیقت پر مامون کا اقدام

فضل بن سہل نے اتنے بڑے انقلاب کی خبر بھی مامون سے پوشیدہ رکھی۔ لیکن (ع) نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفل ہا۔ آخر امام علی رضا نے اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ اہل بغداد نے آپ کی بیعت فسخ کر کے ابراہیم کو خلیفہ بنا لیا ہے۔ اور معقول دلائل سے واقعات کی بنا پر اسے یقین دلا دیا۔ کہ فضل اس سے حقیقت کو چھپاتا ہے۔ اس کے بعد افسروں نے مامون کی خدمت میں استدعا کی۔ کہ وہ بغداد تشریف لے چلیں۔ وہاں کے باشندے اب بھی انھیں دیکھ کر اطاعت قبول کر لیں گے۔

فضل بن سہل کا قتل

رجب ۲۰۲ھ میں مامون نے مرو کا رخ کیا۔ فضل نے ان افسروں کو جنھوں نے اس کے خلاف شہادت دی تھی۔ مامون کی جان بخشی کے باوجود خدنگ عقوبت کا نشانہ بنایا۔ مامون کو خبر ہوئی تو اس نے فضل کے خلاف اقدام کو شدید تر کر دیا جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ۲ شعبان ۲۰۲ھ کو فضل بن سہل ذوالریاستین وزیراعظم ایک حمام میں خفیہ تہ تیغ کر دیا گیا۔ اور قاتل بھاگ گئے۔ مامون نے قاتلوں کا سراغ لگانے والے کے لئے دس ہزار دینار انعام مقرر کیا۔ قاتل گرفتار کر لئے گئے۔ اور ان کے سر قلم کر کے فضل کے بھائی حسن کے پاس بھیج دیئے گئے۔ مامون نے حسن کو دردناک تعزیت نامہ لکھا۔ اور فضل کی جگہ اسے وزیراعظم مقرر کیا۔ پھر اس کی بیٹی سے شادی کر کے اس کے زخم دل پر مرہم رکھتے ہوئے اس کی دلجوئی کی۔

امام علی رضا کی وفات

مامون کو امام علی رضا سے اس درجہ محبت تھی۔ کہ انھیں اپنا ولی عہد نامزد کیا۔ اپنی ایک بیٹی ام حبیب کی شادی ان سے کی۔ اور دوسری بیٹی ام فضل کو ان کے بیٹے محمد کے حبالۂ عقد میں دیا۔ امام علی رضا کے بھائی کو ولایت یمن پر سرفراز کیا۔ اور امیر الحج بنایا۔ جب مامون نے

باپ اور بیٹا مانڈو کیسے ؟

Marfat.com

میں پہنچ کر قیام کیا۔ تو ایک دن یکایک امام علی رضا نے انگور کھانے سے سفر آخرت اختیار کیا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں۔ کہ خود مامون نے ان انگوروں میں زہر ملوا دیا تھا۔ مگر یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

مامون ان کے صدمۂ انتقال سے نہایت غمگین ہوا ننگے سر جنازے کے ساتھ گیا۔ اور تین دن تک مجاور کی طرح قبر پر بیٹھا رہا۔

عیسیٰ بن محمد کا حشر

علی رضا کی وفات کے بعد مخالفت کی حقیقی وجہ قائم نہ رہنے سے ابراہیم کے اکثر حامیوں نے اس سے قطع تعلق کر لیا۔ ۲۰۳ھ میں اس کے سب سے بڑے حامی عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد نے علم مخالفت بلند کیا۔ اور اسے گرفتار کرا دینے کا منصوبہ باندھا۔ عیسیٰ کے مخالف بھائی ہارون نے بھانڈا پھوڑ دیا۔ ابراہیم نے عیسیٰ کو تازیانے لگوا کر قید و بند میں ڈال دیا۔ اس کے ساتھیوں نے ابراہیم کے بعض افسروں کو بغداد سے نکال کر وہاں شورش برپا کر دی۔

ابراہیم کے مخالفوں کی سرگرمیاں

عیسیٰ کے حامیوں نے ابراہیم کی بیعت فسخ کر دی۔ اور مخالفانہ سرگرمیاں کی رفتار تیز کر کے فوج سے بھی بیعت تڑوا دی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جمعہ کے دن مامون کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سپاہیوں کو بہت سا انعام دے کر خوش کر دیا گیا۔

ابراہیم کا فرار

مخالفین نے حمید کو بلا کر بغداد پر اس کا قبضہ کرا دیا تھا۔ اب ابراہیم کے تمام ساتھی اسے چھوڑ کر حمید کے زیر علم جمع ہو گئے۔ اور مدائن ابراہیم کے قبضے سے نکل کر حمید کے قبضے میں آ گیا۔ ابراہیم نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بھاگ گیا۔ اور تقریباً دو سال کے بعد اس کی خلافت ختم ہو گئی۔

سبز کی جگہ پھر سیاہ لباس

امن قائم ہونے پر صفر ۲۰۴ھ میں مامون اپنے کوکبۂ سلطانی کے ساتھ بغداد میں وارد ہوا۔ اور بنی عباس نے اس سے اصرار کرتے ہوئے سبز لباس کو بدلوا کر پھر قدیم عباسی سیاہ

Marfat.com

لباس جاری کرادیا۔

طاہر بن حسین والی خراسان

ایک دن مامون بزم نشاط میں اکل وشرب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کہ طاہر آیا۔ مامون کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ طاہر نے وجہ دریافت کی۔ مامون نے ٹال دیا۔ طاہر کا ماتھا ٹھنکا۔ اور اس نے مامون کے مصاحب خاص حسین کو دولاکھ درہم بھیج کر راز معلوم کر لیا۔ مامون نے حسین سے راز پوشیدہ رکھنے کا وعدہ لے کر کہا۔ طاہر کو دیکھتے ہی بھائی امین کی ذلت اور قتل کا دردناک منظر سامنے آجاتا ہے۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ کسی روز طاہر کو میری طرف سے کوئی گزند یا ضرر نہ پہنچ جائے۔ طاہر کو راز کے پاتے ہی اپنی موت آنکھوں کے سامنے پھرتی ہوئی نظر آنے لگی۔ اس نے احمد بن ابی خالد وزیراعظم سے کہ کر اپنے لئے تمام مشرقی صوبوں کی ولایت کا پروانہ لکھوالیا۔

تقرر کے دو سال بعد ۲۰۷ھ میں طاہر نے عَلَمِ بغاوت بلند کر دیا۔ مامون نے ابن ابی خالد کو حکم دیا۔ کہ اپنی ذمّہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے فی الفور طاہر کو گرفتار کر کے لاؤ۔ لیکن اسی دوران میں طاہر کے انتقال کی خبر آگئی۔ اور ا[بن ابی خالد]
مواخذہ سے بچ گیا۔

نصر بن سیّار کی گرفتاری

امین کے قتل کے بعد اس کے ایک حامی نصر بن سیار عقیلی نے بغاوت پر کمر باندھی۔ مامون نے عبداللہ بن طاہر کو حاکم مصر مقرر کر کے نصر کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ ابن طاہر نے بڑی مشکل سے اس پر قابو پا کر اسے مامون کے پاس بھجوا دیا۔

عبدالرحمٰن بن احمد کا خروج

اگرچہ مامون اپنے پیش روؤں کے خلاف علویوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ لیکن علویوں نے اپنی مخالفانہ روش نہ بدلی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن احمد علوی نے خروج کر کے یمن میں اہلِ بیت کی دعوت کا آغاز کیا۔ مامون نے دینار بن عبداللہ کو قیام امن کے لئے حکم دیا۔ اس نے ابن احمد کو امان نامہ دکھا کر انہ[یں]

Marfat.com

مامون کے پاس بھجوادیا۔

ابراہیم کی گرفتاری

ابراہیم بن مہدی مامون کے داخلۂ بغداد کے وقت روپوش ہو گئے تھے۔ اب انھوں نے قوت پکڑ کر سازش کی کہ جب بغدادی فوج بغداد کے پُل پر پہنچے۔ تو اسے توڑ دیا جائے۔ لیکن مامون کے آدمیوں کو بروقت اس سازش کا علم ہو گیا۔ اور تمام سازشی گرفتار کر لئے گئے۔

متفرق بغاوتیں

عبداللہ بن سری والی مصر نے عَلَم بغاوت بلند کیا۔ اور اندلسیوں نے اسکندریہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن مامون نے جلد ہی ادھر توجہ کر کے ابن سری کو مغلوب کیا۔ پھر اندلسیوں کے مقابلے کے لیے فوج کشی کی۔ وہ لوگ خود ہی مقابلے کی تاب نہ لاکر اسکندریہ چھوڑ گئے۔

اہل قم نے مامون سے درخواست کی۔ کہ اہلِ رے کی طرح ان کا خراج بھی کم کر دیا جائے۔ مامون نے انکار کیا۔ تو ان لوگوں نے خراج دینا ہی بند کر دیا۔ مامون نے علی بن ہشام کے ذریعے سے ان کی سرکوبی کرا کے اس خطرے کو رفع کیا۔

۲۱۱ھ میں زریق بن علی ازدی عربی نے عَلَم بغاوت بلند کر کے کردستان اور آذر بائیجان کے درمیانی علاقے پر قبضہ کر لیا۔ سید بن انس ازدی عاملِ موصل نے مقابلہ کیا۔ لیکن زریق کی چالیس ہزار فوج نے اسے شکست فاش دی اور وہ اسی جنگ میں کام آیا۔

۲۱۲ھ میں مامون نے محمد بن حمید کو زریق سے انتقام لینے کے لئے بھیجا۔ زاب میں طرفین کا مقابلہ ہوا۔ جس میں زریق نے شکست کھائی اور جان بخشی کا وعدہ لے کر اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔

بابک خرمی

۲۰۱ھ میں ایک باطنی عجمی بابک تحریک خرمی کی دعوت لے کر اٹھا۔ یہ تحریک ایران کے ایک قدیم مذہب مزدکی کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ مزدکی مذہب کے فنا ہو جانے کے بعد ایک مجوسی جاویدان نے اسے زندہ کرنے کی کوشش کی۔ اسلامی دور میں بابک نے جاویدان کی جانشینی کا

دعویٰ کر کے اس مردے میں جان ڈالنے کے لئے سر اٹھایا۔ اس مذہب میں جنسی تمتع کی پوری پوری آزادی تھی۔ اندھا کیا چاہیے دو آنکھیں۔ اخلاق باختہ عوام میں اس مذہب نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں بابک خرمی نے پیرووں کی ایک بھاری جمعیت اپنے گرد جمع کر لی۔ اب بابک اپنی بے پناہ طاقت کے بل پر میدان میں اترا اور اسلامی آبادیوں پر یلغار کر کے ہزاروں مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ مامون نے اس کے مقابلے کے لئے متعدد مرتبہ فوج کشی کی۔ لیکن ہر دفعہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر ۲۱۲ھ میں یہ مہم محمد بن حمید کے سپرد کی گئی

بابک کوہساروں میں مقیم تھا۔ راستہ نہایت سنگلاخ اور دشوار گزار تھا۔ محمد بن حمید نے ہشتاد سر پہنچ کر صف آرائی کی۔ اور فوجیں آگے بھیج دیں۔ بابک موقع کے انتظار میں تھا۔ مسلمانوں کو اپنی زد پر دیکھتے ہی دروں سے نکل کر بلائے ناگہانی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا۔ مسلمان اس اچانک اور زبردست حملے کی تاب نہ لا سکے اور شکست کھائی۔ محمد بن حمید مارا گیا۔

کابل کی فتح

ہنگامۂ بغداد کے دوران میں مامون کی فوج کا ایک حصہ کابل کے علاقے میں جنگ کر رہا تھا۔ چنانچہ اسے فتح حاصل ہوئی۔ اور شاہ کابل سر اطاعت خم کر کے مسلمان ہو گیا۔

ترکستان کی فتوحات

ترکستان میں بھی مامون نے بعض علاقے فتح کئے کاؤس حاکم اشروسنہ نے ادائے خراج کی شرط پر صلح کی درخواست کی۔ لیکن اس نے نقض عہد کر کے خراج کی رقم نہ بھیجی۔ اس پر مامون نے اس کی گوشمالی کے لئے فوج کشی کی۔ کاؤس نے قبول اسلام سے جان بچائی۔ کچھ عرصے کے بعد کاؤس کے بیٹے حیدر نے اپنے بھائی فضل قہرمان کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر باپ کے ڈر سے باز پرس سے بچنے کے لئے مامون کے پاس پہنچا۔ اور اسے اشروسنہ پر حملہ کرنے کا قریب ترین راستہ بتا دیا۔ مامون نے فوج کشی کر کے فتح حاصل کی۔ لیکن کاؤس کو سپر اندازی اور قبولِ اسلام کے صلے میں

اس کی حکومت پر بحال رکھا۔

طبرستان کے پہاڑی علاقوں کی تسخیر

عبداللہ حاکم طبرستان نے دیلم پر حملہ کیا۔ اور بلاذر۔ شیزد اور طبرستان کے بعض پہاڑی علاقے فتح کئے۔

ایشائے کوچک کی تسخیر

۲۱۵ھ میں مامون نے خود ایشیائے کوچک پر چڑھائی کی۔ اور فاتحانہ یلغار کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ چنانچہ حصن ماجد۔ حصن قرہ۔ حصن سندس اور حصن ستاذ کو فتح کرکے واپس گیا۔

۲۱۷ھ میں پھر فوج کشی کرکے انطیعوا۔ ہرقلہ۔ مطموزہ اور لولوہ کو مسخر کیا۔

کریٹ کی تسخیر

کریٹ کا کچھ حصہ تو گزشتہ زمانے ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ اب مامون نے ابوحفص عمر بن عیسیٰ اندلسی کو اس مہم پر مامور کیا۔ اس نے یک اور قلعے پر قبضہ کیا۔ اور کچھ عرصے کے بعد سارا جزیرہ مسلمانوں کے زیر نگیں ہو گیا۔

صقلیہ کی تسخیر

صقلیہ کی تسخیر عہد مامون کی فتوحات میں زرّیں کارنامہ ہے۔ اس زمانے میں قیصر روم کی طرف سے قسطنطین وہاں کا حاکم تھا۔ اس نے فیمی کو امیرالبحر مقرر کیا۔ کچھ عرصے کے بعد فیمی اور قسطنطین میں جنگ ہوئی۔ جس میں قسطنطین مارا گیا اور فیمی صقلیہ کا مطلق العنان حکمران بن گیا۔

فیمی نے جزیرے کے ایک حصے کی عنانِ حکومت بلاطہ کے ہاتھ میں دی لیکن ن دونوں میں نبھ نہ سکی۔ اور مخالفت نے زور پکڑ کر جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ لاطہ نے فیمی کو شکست دے کر سرقوسہ پر تسلط بٹھایا۔ فیمی نے افریقہ کے مشہور میر زیادۃ اللہ سے اس شرط پر امداد طلب کی۔ کہ وہ اسے صقلیہ کے سپید و سیاہ کا لک بنا دے گا۔ زیادۃ اللہ نے قاضی اسد بن فرات کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیج یا۔ بلاطہ شکست کھا کر مارا گیا۔ اور مسلمانوں نے بہت سے قلعے فتح کئے۔

Marfat.com

ایک قلعے کے رومی باشندوں نے ادائے جزیہ کی شرط قبول کرکے اپنے آپ کو
مسلمانوں کے حملے سے محفوظ کرلیا۔ لیکن خفیہ تیاریاں کرکے پوری طرح لیس ہوجانے
کے بعد جزیہ دینے سے انکار کردیا۔ اس پر طرفین میں زبردست جنگ ہوئی۔ رومیوں
کو قسطنطنیہ سے بڑی بھاری کمک پہنچ گئی۔ اور اسلامی لشکر میں بیماری پھیل گئی
ابن فرات کا انتقال ہوگیا۔ اور ان کی جگہ محمد بن ابی الجواری کا تقرر ہوا۔ مسلمانوں
نے رومیوں کے جہازوں کو نذرِ آتش کردیا۔ اور شہر پر شہر فتح کرتے چلے گئے۔ اسی
اثنا میں ابن ابی الجواری وفات پاگئے۔ اور زبیر بن غوث نے ان کی جگہ لی۔

ان فتوحات نے مسلمانوں کی ہمت بڑھادی۔ وہ مسلسل کامیابیوں کے جوش
میں حقیقی مقصد کو فراموش کرکے لوٹ مار پر تل گئے۔ اور گروہوں میں تقسیم ہوکر
مختلف اطراف میں شب خون مارنے لگے۔ رومیوں نے ان کی شکست تنظیم
فائدہ اٹھاکر ان پر زبردست حملہ کردیا۔ اور مسلمان سخت مصیبت میں مبتلا ہوگئے
لیکن حسنِ اتفاق سے اندلس کے اسلامی بیڑے وہاں پہنچ گئے۔ اور افریقہ
بھی کمک آگئی۔ ان سب نے رومیوں کے چھکّے چھڑاکر مسلمانوں کو حفظ و ا
سے ہم آغوش کیا۔ اور ۲۱۶ھ میں انھوں نے دوبارہ بلرم پر تسلط بٹھایا۔ پھر بد نصیبی
سے ان میں اور اندلسی مسلمانوں میں بگاڑ پیدا ہوگیا۔ جس سے فتوحات صقلیہ
سلسلہ ٹوٹ گیا۔

فضل بن سہل وزیر اعظم

فضل بن سہل بڑا مدبر۔ ماہرِ سیاسیات۔ کار
فصیح و بلیغ۔ حلیم الطبع اور فیاض تھا۔ علم نجوم
میں اسے کمال حاصل تھا۔ اور اس کی روشنی میں فرائضِ سلطنت انجام دیتا تھا
مامون اور امین میں اختلاف کے وقت فضل کو جوہرِ قابلیت دکھانے کا موقع
اور اس نے یہ پیچ در پیچ عقدہ ناخن تدبیر سے سلجھاکر مامون کو تختِ خلافت
متمکن کیا۔ مامون نے اسے حسنِ خدمات کے صلے میں وزیر اعظم مقرر کرکے ذو
کا لقب عطا کیا۔ اس نے بڑے ٹھاٹھ سے وزارت کی۔ لیکن ضد اور ہٹ

Marfat.com

اس قدر پکا تھا۔ کہ یہی بات اس کے قتل کا موجب ہوئی۔ جس کا بیان اوپر آچکا ہے
۶۱ سال کی عمر پائی۔

حسن بن سہل فضل کے بعد اس کا چھوٹا بھائی حسن وزارت عظمیٰ کے منصب پر سرفراز ہوا۔ حسن فضل کا عاشق تھا۔ اس لئے اسے اپنے بھائی کے قتل سے جاں گسل صدمہ ہوا۔ مامون نے اس کی مزید دلجوئی کے لئے اس کی بیٹی بوران سے شادی کرلی۔ اس شادی کی مثال تاریخ اسلام کے صفحات میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ ۱۹ دن تک برات رہی۔ اور حسن نے فیاضی کے جوش میں خزانے کا منہ کھول دیا۔ مصارف کا اندازہ پانچ کروڑ کیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود اسے اپنے محبوب بھائی کے قتل کا صدمہ فراموش نہ ہوا۔ جس نے آخر جنون کی صورت اختیار کرلی۔ اور اسی حالت میں ۲۳۶ھ میں انتقال کیا۔

احمد بن ابی خالد احمد بن ابی خالد امور مملکت سے بخوبی آگاہ۔ بالغ نظر فصیح و بلیغ اور بلند پایہ نثار تھا۔ جب حسن کو اختلال دماغ کا عارضہ لاحق ہوا۔ تو مامون نے احمد کو عہدۂ وزارت پر فائز کرنا چاہا۔ لیکن اس نے انکار کیا۔ مامون نے اس کے انکار کو قبول نہ کرتے ہوئے اسے مسندِ وزارت پر بٹھا دیا۔ ۲۱۶ھ میں وفات پائی۔

احمد بن یوسف احمد بن یوسف علم و فضل اور ادب و شعر میں بلند مقام پر فائز تھا۔ سلطنت کے کام بطریق احسن انجام دینے میں اسے ید طولیٰ حاصل تھا۔ مامون نے اس کی قابلیت و عظمت سے آگاہ ہو کر اسے وزارت کا منصب تفویض کیا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد اس نے اپنی جانِ عزیز جہاں آفریں کے سپرد کی۔

ثابت بن یحییٰ احمد بن یوسف کے بعد قلم دانِ وزارت ثابت یحییٰ کی تحویل میں دیا گیا۔ اسے کتابت اور حساب میں کمال حاصل تھا

Marfat.com

لیکن درشت طبع و زود رنج تھا۔ اور جوشِ غضب میں آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔

محمد بن یزداد یہ خراسان کا رہنے والا اور نسلاً مجوسی تھا۔ اس کا والد سوید اپنے خاندان میں سب سے پہلا مسلمان تھا۔ اس کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی۔ جس قابلیت سے ترقی کرتے کرتے وزیر بن گیا۔ اور مامون کے انتقال تک اس منصب جلیلہ کے فرائض انجام دیتا رہا۔

وفات مامون نے سفرِ روم سے واپس آتے ہوئے ایک دن دریائے بدندون کے ساحل پر قیام کیا۔ اور سرکاری ہرکارے کی لائی ہوئی عراق کی تازہ کھجوریں کھائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد بخار ہو گیا۔ اور شاہی طبیبوں کے بہترین علاج کے باوجود نہ اُترا۔ آخر یہی بخار مرض الموت ثابت ہوا۔ اسی دوران میں اپنے بھائی معتصم کو جو ساتھ تھا۔ ولی عہد نامزد کر کے چند اہم وصیتیں کیں۔ اور جمادی الاخریٰ ۲۱۸ھ میں بیس سال پانچ مہینے خلافت کرنے کے بعد ۴۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

اخلاق و عادات مامون الرشید فہم و فراست۔ تدبّر۔ علم و فضل۔ انصاف بہادری۔ عفو۔ حلم اور سادگی کے اعتبار سے سارے خاندان بنی عباس میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ قرآن۔ تفسیر۔ فقہ فلسفہ۔ طب۔ ریاضی۔ نجوم اور ادب و شعر میں بھی اسے کمال حاصل تھا۔

رعایا کی فلاح و بہبود جب مامون فضل بن سہل کے برگ حشیش سے نجات پاکر امور مملکت کی طرف بذات خود متوجہ ہوا۔ اور خراسان سے بغداد آیا۔ تو راستے میں مختلف مقامات میں قیام کر کے وہاں کے باشندوں کے حالات سے پوری طرح آگاہ ہونے کے بعد ان کی فلاح و بہبود کا انتظام کیا۔ رے اور دوسرے بعض علاقوں کے خراج میں تخفیف کی۔ خبر رسانی اور پرچہ نگاری کے صیغے کو بہت زیادہ ترقی دی۔

عدل و انصاف مامون عدل و انصاف کا پیکر تھا۔ اس کے عہد میں

اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ دربارِ عدالت میں ایک عامی شخص اور شہزادے میں کوئی فرق و امتیاز روا نہ رکھا جاتا تھا۔ ایک بار کسی غریب بڑھیا نے اس کے بیٹے عباس پر استغاثہ دائر کیا۔ مامون نے عباس کو بڑھیا کے پاس کھڑا کرکے دونوں کے بیانات لئے۔ اور حقیقت حال سے آگاہ ہو کر بڑھیا کے حق میں فیصلہ دیا۔

مامون حکام کے تشدد پر کڑی نگرانی رکھتا تھا۔ اور کج روی پر انھیں شکنجۂ عقوبت میں جکڑ دیتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ حکام کی بے اعتدالیاں ہی بغاوت کا سرچشمہ ہوتی ہیں۔ اس لئے انھیں ہمیشہ عدل و انصاف کی تاکید کرتا رہتا تھا۔

عفو اور بردباری مامون عمال کے باب میں اس قدر متشدد ہونے کے باوجود اپنی ذات کے متعلق نہایت نرم طبع اور متحمل مزاج تھا۔ دشمن تک کے قصور معاف کر دیتا تھا۔ چنانچہ ابراہیم بن مہدی کو جس نے بغداد کی حکومت پر دست تصرف دراز کیا تھا۔ سامنے قید و بند میں جکڑے ہوئے دیکھ کر معاف کر دیا۔ اسی طرح امین کے درباری شاعر حسین بن ضحاک کو جس نے اپنے ولی نعمت کے مرثیے میں مامون پر بے بنیاد حملے کئے تھے۔ معاف کرکے اس کی تنخواہ بحال کر دی۔

انکسار اور سادگی مامون کی طبیعت میں بے حد انکسار اور سادگی تھی۔ اگر کوئی ملازم سویا ہوتا۔ تو اپنا کام خود ہی کر لیتا۔ اور اس کے آرام میں خلل نہ ڈالتا۔ عبدالسلام بن صالح بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک رات میں اور مامون باتیں کر رہے تھے۔ جب بہت سا وقت گزر گیا۔ تو چراغ ٹمٹمانے لگا۔ روشنی کا محافظ سو رہا تھا۔ میں اٹھ کر درست کرنے لگا۔ تو مامون نے مجھے روک کر خود درست کر دیا۔ ملازم جاگا۔ تو مامون نے اس سے کوئی مواخذہ نہ کیا۔

سخاوت مامون کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ شاعروں۔ ادیبوں۔ باکمالوں اور حاجت مندوں پر اس کی فیاضی کا بادل یکساں برستا تھا۔ کوئی ضرورت مند اس کے بابِ کرم سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ بوران سے مامون

Marfat.com

کی شادی کی تقریب پر ایک غریب آدمی نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیاں برگ سبز کے طور پر تحفۃً پیش کیں۔ مامون نے انھیں اشرفیوں سے بھر دیا۔

نجی زندگی

مامون کی تصویر زندگی کے دو رخ تھے۔ ایک رخ رنگین اور عشرت بر کنار تھا۔ رقص و سرود کی محفلیں گرم رہتی تھیں اور نبیذ کا دَور چلتا تھا۔ موسیقی کا دلدادہ تھا۔ خود بھی اس فن میں مہارت رکھتا تھا۔ باکمال مغنی اس کے دربار کی زینت تھے۔ اس کا چمن زار عیش حسین و جمیل تتلیوں سے پر بہار رہتا تھا۔

مذہبی زندگی

دوسرا رخ مذہبی تھا۔ وہ اہل سنت۔ اہل تشیع اور غلا فلسفیوں کے عقائد کی معجون مرکب تھا۔ قرآن کا حافظ تھا۔ کبھی کبھی رمضان المبارک میں پورے تیس قرآن ختم کرتا تھا۔ عبادت کی والہانہ مصروفیت سے دل کا سکون اور روح کا اطمینان حاصل کرتا تھا۔

رسول اللہ صلعم سے انتہائی عشق تھا۔ ایک دفعہ کسی قوم سے معاہدے متعلق حضورؐ کا ایک فرمان مبارک اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اسے آنکھوں سے لگا کر زار زار رونے لگا۔ اور کہا۔ میں اس عہد کو ہرگز نہیں توڑ سکتا۔

فلسفے کے مطالعے کے باعث اس کے عقائد میں عجیب بوقلمونی پیدا ہو گئی تھی۔ خلق قرآن کا صرف خود ہی قائل نہ تھا۔ بلکہ اس کی نشر و اشاعت میں کمال شغف و انہماک سے کام لے کر علماء سے جبراً اس کا اعتراف کرایا۔ جس نے اس کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد و تذبذب سے کام لیا۔ اسے ناوک ستم کا ہدف بنایا۔

تفضیلی شیعہ تھا۔ متعہ کو جائز سمجھتا تھا۔ اور اس کا عام اعلان کرا دیا تھا۔ لیکن جب قاضی یحییٰ بن اکثم نے قرآن و حدیث سے اسے ناجائز و حرام ثابت کیا تو توبہ کر کے متعہ کے حرام ہونے کی منادی کرائی۔ لیکن حق یہ ہے کہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے والا اور اس کا سرگرم مبلغ سنی یا شیعہ کیا ہو سکتا ہے۔ وہ ا

آزاد خیال شخص تھا۔ مگر اس کے باوجود اپنے اسلاف کے خلاف اہل بیت کی محبت و عقیدت اس کے رگ و پے میں جاری و ساری تھی۔ جس کی شہادت اس کے عہد کے واقعات زبان حال سے دے رہے ہیں۔

اسی عقیدت اہل بیت کی بنا پر مامون سے واپسی فدک کی درخواست کی گئی اور اس نے مستند علماء کے صلاح مشورے سے باغ فدک محمد بن یحییٰ بن حسین کو دے دیا۔

مامون خود اپنی نظر میں مامون خود اپنی ذات پر تبصرہ کرتا ہوا کہتا ہے:۔

"معاویہ کا اختر تجمل عمرو بن العاص کے مطلع قوت پر چمک رہا تھا۔ عبدالملک کی روحِ سلطنت حجاج تھا۔ لیکن میں کسی سہارے کا محتاج نہیں۔ میری ذاتی طاقت ہی میری شوکت و عظمت کی کفیل ہے"

Marfat.com

انیسواں باب

معتصم باللہ

سنہ ۲۱۸ھ تا سنہ ۲۲۷ھ

ہارون الرشید کا منجھلا بیٹا ابو اسحٰق محمد معتصم ۱۸۰ھ میں بمقام زبطرہ واقع سرحد روم ایک کنیز ماردہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ مامون نے اپنے اسلاف کے برعکس محض نظام سلطنت کے استحکام کے پیش نظر اپنے بیٹے عباس کو چھوڑتے ہوئے اپنے بھائی معتصم کو اس کی شجاعت و فراست سے خوش ہو کر ولی عہد مقرر کیا۔ اور مامون کی وفات کے دوسرے دن مقام طرسوس میں معتصم باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ عباس نے والد کی وصیت کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے خود معتصم کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور کسی قسم کا اختلاف رونما نہ ہوا۔

خرمیوں کی شورش ابھی معتصم نے تاج خلافت سر پر رکھا ہی تھا کہ بابک خرمی کے پیرو سرخ پوش فرقہ محمرہ نے خراسان کے کوہستانی علاقے میں قتل و غارت کا بازار گرم کر کے متعدد خراسانی حجاج کو تہ تیغ کر ڈالا۔ معتصم نے اس کی گوشمالی کے لئے ہاشم بن باتیجور اور اسحاق بن ابراہیم کو یکے بعد دیگرے بھیج کر امن قائم کیا۔

Marfat.com

محمد بن قاسم علوی کی ہنگامہ آفرینی

ایک شورش پسند خراسانی کی جو شامت آئی۔ تو اس نے ایک کم گو و گوشہ نشین بزرگ محمد بن قاسم بن علی بن حسین بن علی کو زبردستی میدان میں لا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کرانی شروع کر دی۔ جب ان کے پیروؤں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ تو وہ انھیں جوزجان لے گیا۔ اور خروج کے منصوبے باندھنے لگا۔ لیکن وہاں کے حاکم عبداللہ بن طاہر نے فوراً خطرے کا احساس کر کے اس کا استیصال کر دیا۔

گروہ زط کا خروج

۲۱۹ھ میں زط کے گروہ نے سر اٹھایا۔ اور محمد بن عثمان کی سرکردگی میں لوٹ مار کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ معتصم نے عجیف بن عنبسہ کو اس گروہ کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ عجیف نے واسط میں صف آرائی کر کے انھیں ناک چنے چبوائے۔ اور سات مہینے تک ان کی بیخ کنی کے لئے جنگ جاری رکھی۔ آخر ۱۰ محرم ۲۲۰ھ کو عجیف ان کے ۲۷ ہزار افراد کو قید کر کے بغداد لایا۔ معتصم نے ان کا معاینہ کر کے انھیں چشمہ زربہ کے پاس آباد کرنے کا حکم دیا۔ لیکن راستے میں رومیوں نے موقع پا کر ان سب کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

بابک خرمی کی شورش اور خاتمہ

بابک خرمی کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مامون نے اس کی سرکوبی کے لئے کئی مہمیں بھیجیں۔ مگر ناکام واپس آئیں۔ معتصم نے ابوسعید محمد بن یوسف کو بابک کے استیصال پر مامور کیا۔ اس نے اردبیل اور آذربائیجان کے ان درمیانی قلعوں کی مرمت کرا کے جو بابک نے تباہ و برباد کئے تھے۔ پوری تیاری سے اس کے مقابلے کے لئے پیش قدمی کی۔ خرمی بھی اس نواح میں تاخت و تاراج کر رہے تھے۔ راستے میں طرفین کا مقابلہ ہوا۔ ابوسعید نے خرمیوں کی کثیر تعداد کو قتل اور گرفتار کیا۔ اور اسیر مسلمانوں کو رہا کرایا۔

آذربائیجان کے دو سردار محمد بن بعیث اور عصمہ کرد بھی بابک کے ساتھ مل

گئے تھے۔ معتصم نے طاہر بن ابراہیم کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ابن بعیث نے اطاعت قبول کر کے عصمہ کو گرفتار کرنے کے بعد اسے معتصم کے پاس روانہ کر دیا۔

اس کے بعد معتصم نے ترکی افسر افشین بن حیدر اشروسنی کو اس مہم پر مامور کیا۔ اس نے نہایت پامردی سے بابک کا مقابلہ کیا۔ اور ۲۲۲ھ میں بابک کے مستقر بذ کی جانب پیش قدمی کی۔ بابک مقابلے پر آیا لیکن حریف کی بے پناہ جنگی تیاریوں کو دیکھ کر اس سے گفتگو کا طالب ہوا۔ افشین نے امان پیش کی۔ اور بابک نے ایک دن کی مہلت مانگی۔ افشین نے جواب دیا۔ کہ اگر امان چاہتے ہو۔ تو فوراً وادی کو عبور کر کے چلے آؤ۔ یہ سن کر بابک لوٹ گیا۔ اور مسلمان ایک خونریز جنگ کے بعد بذ میں داخل ہو گئے بابک نے راہ فرار اختیار کی۔ افشین نے ۷۰۰۰ مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا۔

افشین نے اعلان کر دیا۔ کہ جو شخص بابک کو گرفتار کر کے لائے گا۔ اسے دس لاکھ درہم انعام دیا جائے گا۔ بابک بھاگ کر ایک پادری کے ہاں پناہ گزین ہوا۔ اس نے انعام کے لالچ میں اسے گرفتار کرا دیا۔

صفر ۲۲۳ھ میں افشین بابک کو لے کر معتصم کے پاس سرمن رائے پہنچا۔ معتصم نے اسے قتل کرا کے لاش سولی پر لٹکا دی۔ اور بغداد میں اس کے بھائی عبداللہ کو بھی پھانسی دے دی گئی۔

آرمینیہ میں بدنظمی

خرمیوں کے ہنگامے سے جگہ جگہ افراتفری پھیل گئی۔ چنانچہ آرمینیہ اور آذربائیجان میں بھی بدنظمی کے شعلے بھڑک اٹھے۔ سہل بن سنباط نے ران پر دست تصرف دراز کیا۔ لیکن محمد بن سلیمان کے حملے کی تاب نہ لا کر وہاں سے بھاگ گیا۔

ورثان میں محمد بن عبیداللہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن بعد میں معافی مانگ لی پھر آرمینیہ پر متعدد حکام کا تقرر وقتاً فوقتاً عمل میں آیا۔ مگر بدنظمی کی آگ فرو نہ ہوئی آخر حمدویہ بن عطا نے حسن تدبیر سے امن قائم کیا۔

طبرستان میں شورش

مازیار حاکم طبرستان اور عبداللہ بن طاہر والی خراسان

Marfat.com

میں باہم کشیدگی تھی۔ ابن طاہر نے معتصم کے پاس مازیار کی شکایت پر شکایت کر کے اسے اس کی طرف سے بدگمان کر دیا۔

افشین کے سر پر ولایت خراسان کے قبضے کا جن سوار تھا۔ اس نے مازیار سے مطلب برآری کی ٹھان کر اسے عبداللہ کے خلاف مشتعل کر دیا۔ مازیار نے بغاوت کر کے مقابلے کی تیاریاں مکمل کر لیں معتصم اور عبداللہ کو بر وقت خبر مل گئی۔ اور انھوں نے فوجیں بھیج کر مازیار کے چھکے چھڑا دیئے۔

مازیار کے تشدد اور بدمزاجی نے اس کے اپنے آدمیوں کو اس کا دشمن بنا دیا تھا۔ چنانچہ اس کے مخالف بھائی قوہیار نے اسے دھوکے سے گرفتار کرا دیا۔ معتصم نے اسے سزائے تازیانہ دلوا کر مار ڈالا۔ مازیار کے طرف داروں نے انتقام کے جوش میں قوہیار کو قتل کر دیا۔ اور طبرستان کے سارے علاقے پر مسلمانوں کا پرچم اقتدار لہرانے لگا۔

منکجور کی ہلاکت

افشین نے آذربائیجان کی عنانِ حکومت اپنے ایک عزیز منکجور کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اسے وہاں بابک کا خزانہ ہاتھ لگا۔ معتصم کو اطلاع دی گئی۔ منکجور نے انکار کیا معتصم نے افشین کو اس کے معزول کرنے کا حکم دیا۔ منکجور نے بغاوت پر کمر باندھی۔ لیکن شکست کھائی۔ اور اسے گرفتار کر کے معتصم کے پاس بھیج دیا گیا۔ جہاں وہ قتل کر دیا گیا۔

بغاوت کردستان

۲۲۵ھ میں نواح موصل کے ایک کرد جعفر بن مہر جس نے کردوں کی ایک بھاری جمعیت اپنے ساتھ ملا کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ دربار خلافت سے عبداللہ بن سید کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ جعفر بھاگ کر ایک درے میں چھپ گیا۔ عبداللہ کی فوج کو پہاڑی علاقے سے ناواقف ہونے کے باعث شکست ہوئی۔ اس پر معتصم نے ایتاخ ترکی کو روانہ کیا۔ جس نے خونریز معرکے کے بعد جعفر کو شکست دے کر اسے قتل کر دیا۔

Marfat.com

افشین کا قتل

بابک کی شورش کے زمانے میں افشین آرمینیہ کے تحائف دربارِ خلافت میں ارسال کرنے کے بجائے اپنے وطن اشروسنہ بھیج دیا کرتا تھا۔ معتصم کو جاسوسوں کے ذریعے سے اس کی تصدیق ہو گئی۔ تو افشین کے متعلق اس کی رَوِش بدل گئی۔ اس سے بدگمانی کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ قومی تعصب اور منافقت سے اس کے اپنے سابق و قدیم مذہب پر قائم رہنے کا ثبوت ملتا تھا۔

افشین کا ماتھا ٹھنکا۔ تو اس نے بھاگ کر آرمینیہ چلے جانے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی طرح ڈالنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس ارادے کے پورا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو اس نے یہ منصوبہ باندھا۔ کہ معتصم اور اس کے عہدہ داروں کی دعوت کر کے کھانے میں زہر دینے سے سب کا خاتمہ کر دیا جائے۔ معتصم پر اس سازش کا راز فاش ہو گیا۔ تو اس نے افشین کو طلب کر کے قید و بند میں ڈال دیا۔ اور ۲۲۶ھ میں حالت قید ہی میں قتل کرا دیا۔

مبرقع کا خروج

۲۲۷ھ میں فلسطین میں ایک عباسی افسر نے ابو حرب مبرقع کی غیر حاضری میں اس کے مکان پر ٹھہرنا چاہا۔ مبرقع کی بیوی نے روکا۔ تو اس نے اسے کوڑا مارا۔ مبرقع نے گھر آکر واقعہ سنا۔ تو غیرت و غصہ کے جوش میں افسر کو ٹھکانے لگا دیا۔ اور کوہ اردن کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے گرفتاری کے خوف سے مُنہ پر نقاب ڈال کر لوگوں کو کتاب و سنت کا پیرو بنانے اور معتصم کی طرف سے بدظن کرنے کا کام شروع کیا۔ مبرقع کا یہ تیر نشانے پر بیٹھا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے پیروؤں کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ معتصم نے ان حالات سے اطلاع پا کر رجاء بن حیات کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ وہ مصلحتاً اس کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔ مبرقع کا حلقۂ عقیدت زیادہ تر کاشتکاروں سے بھرا ہوا تھا۔ اس لئے فصل کے موقع پر وہ لوگ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ اور صرف بارہ سو آدمی اس کے ساتھ رہ گئے۔ باقی حالات آئندہ اوراق میں بیان کئے جائیں گے۔

Marfat.com

عموریہ کی فتح

۲۲۳ھ میں بابک کو اپنی شکست سامنے نظر آئی۔ تو اس نے توفیل قیصر روم کو حملے کے لئے برانگیختہ کیا۔ توفیل نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک لاکھ رومی فوج اور خرمیوں کا گروہ ساتھ لے کر زبطرہ پر چڑھائی کر دی۔ اور قتل وغارت کا بازار گرم کر دیا۔

معتصم کو خبر ملی۔ تو اس نے غیظ وغضب سے آگ بگولا ہو کر کوچ کا حکم دے دیا۔ اور دجلہ کی مغربی جانب ڈیرے ڈال کر فوجی حکام کو مظلوم مسلمانوں کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں جا کر امن قائم کیا۔ اور ہجرت کرنے والے خوف زدہ مسلمان سکون یاب ہو کر واپس چلے آئے۔

بابک کی مہم سے فارغ ہو کر معتصم روم پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اور رومیوں کے سب سے بڑے شہر اور سنگین ترین قلعہ عموریہ کو حملے کے لئے چنا۔

معتصم نے تمام مہموں سے زیادہ جنگی سامان مہیا کر کے نہایت زور شور سے پیش قدمی کی اور سلوقیہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ وہاں سے انگورہ پر یلغار کرنے کے لئے افشین اور اشناس کو مختلف اطراف میں روانہ کیا۔

توفیل مسلمانوں کی عظیم الشان تیاریوں کی خبر سن کر پوری طاقت کے ساتھ نہایت طمطراق اور جاہ وجلال سے مقابلے کے لئے بڑھا۔ آرمینیہ کے نواح میں طرفین میں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر رومی فوجیں افشین کے بے پناہ حملے کی تاب نہ لا کر منتشر ہو گئیں۔ توفیل نے انگورہ کے سقوط سے مایوس ہو کر عموریہ کو بچانے کی غرض سے معتصم کے اگلے دستہ فوج پر یورش کرنے کے لئے پیش قدمی کی۔ لیکن مجاہدین اسلام نے رومیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔

انگورہ میں مسلمان صف آرائی کر کے انتہائی شان وشکوہ سے ترکتاز کرتے ہوئے عموریہ پہنچے۔ اور ایک مسلمان سے جسے رومیوں نے گرفتار کر کے عیسائی بنا لیا

تھا۔ فصیل میں سوراخ کی اطلاع پاکر اس پر پتھر برسانے لگے۔ معتصم نے خندق کو پٹوا دیا۔ اور اسلامی لشکر سنگ باری کرتا ہوا شہر پناہ تک پہنچ گیا۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ اور ہزاروں رومی ضرب وجرح کا شکار ہوئے۔ مسلمان آگے بڑھ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ اور عموریہ پر پوری طرح قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں بے حساب مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

عباس بن مامون کا قتل

عموریہ کی ہتم بالشان تاریخی فتح حاصل کرنے کے بعد معتصم تسخیر قسطنطنیہ کی تیاریاں کرنے لگا اسی دوران میں خبر ملی۔ کہ بغداد میں عباس بن مامون نے ایک گروہ سے بیعت لے کر قیصر روم سے سازباز شروع کر دی ہے۔ اس پر معتصم فوراً بغداد واپس آگیا اور عباس کو قید وبند میں ڈال کر اس کا سارا مال ومتاع ضبط کر لیا۔ عباس چند روز کے بعد حالت قید ہی میں انتقال کر گیا۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معتصم نے اسے ایک بورے میں بھر کر سی دیا۔ اور وہ دم گھٹ کر مر گیا۔

وزارت

معتصم کا پہلا وزیر فضل بن مروان تھا۔ لیکن نااہل اور اخلاق باختہ ہونے کے باعث اس کی کوئی بات قابلِ ذکر نہیں۔

احمد بن عمار

فضل کے بعد احمد بن عمار منصب وزارت پر سرفراز ہوا۔ پہلے وہ آٹا پیسنے کا کام کرتا تھا۔ اور یہ پیشہ اتنا بار آور ہوا۔ کہ وہ امیر کبیر بن گیا۔ ایک مرتبہ فضل نے اس کی امانت کو سراہا۔ معتصم کو یہ صفت پسند آئی اور اسے وزیر بنا دیا۔

احمد نہ پڑھا لکھا تھا۔ نہ مدبر و سیاست دان۔ چنانچہ ایک بار معتصم نے اس سے "کلاء" کے معنی پوچھے۔ وہ مہر بلب ہوگیا۔ پھر اپنے مقرب خاص محمد بن زیات سے مخاطب ہوا۔ اس نے خوب تشریح کی۔ معتصم نے اس کی لیاقت سے خوش ہو کر پہلے منشی پھر وزیر بنا لیا۔

محمد بن زیات

محمد بن عبدالملک کا دادا زیتون کا تیل بیچا کرتا تھا۔ لیکن مح

ایک زبردست و نامور ادیب - بلند پایہ شاعر - مورخ - نحو ولغت کا فاضل - مدبر - سیاست دان - عالی دماغ اور صاحب بصیرت تھا - لیکن ان اوصاف کے ساتھ ہی غرور اور ظلم کے داغوں سے اس کا دامنِ کردار آلودہ تھا - مگر ظلم کی ناؤ کبھی ساحل آشنا نہیں ہوتی - تلوار کا کھیت ہرگز سر سبز نہیں ہوتا - آخر صیاد آپ ہی اپنے دام میں آگیا - اور اسی تنور میں جو اس نے مجرموں کو سزا دینے کے لئے بنوایا تھا - گرا کر فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا -

وفات ۲۰ ربیع الاول ۲۲۷ھ کو معتصم نے ۴۷ سال کی عمر میں آٹھ سال آٹھ مہینے خلافت کرنے کے بعد سفر آخرت اختیار کیا - اور سامرا میں رسم تدفین عمل میں لائی گئی -

اخلاق وعادات معتصم تعلیم یافتہ نہ تھا - اس لئے اس کے عہد میں ہارون و مامون کے زمانے کی علمی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ گئیں لیکن قوت اور بہادری کے میدان کا مرد تھا - پانچ من بوجھ اٹھا کر چل سکتا تھا - سلطنت کا جاہ و جلال اور جنگاہ کے خونیں نظارے - ان دو چیزوں کا وہ بہت دلدادہ تھا - بزم کے بجائے رزم میں روپیہ صرف کرتا تھا - اس کے دور میں بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں - قیصر روم کے ایسے چھکے چھڑائے - کہ اس سے پہلے کبھی اس پر ایسی زبردست ضرب نہیں لگائی گئی تھی - فتح عموریہ کا زریں کارنامہ اس کی مہمات زندگی میں گوہر شہوار کی طرح چمک رہا ہے - ایک مورخ لکھتا ہے - کہ اس نے آٹھ ملک زیر نگیں کئے اور آٹھ دشمنوں کو نیچا دکھایا - ایک اور مورخ بیان کرتا ہے - کہ اس کے عہد میں آٹھ بادشاہ اسیر ہوئے - جس کی نظیر سے تمام خلیفوں کے دور خالی ہیں -

ترکوں کا فروغ معتصم نے فرغانہ - اشروسنہ اور سمرقند سے کثیر التعداد ترک غلام خرید کر منگوائے - اور ان میں سے خاص خاص کو بڑے بڑے منصب عطا کئے - حکومت کی حمایت اور نظرِ عنایت دیکھ کر ترکوں نے پاؤں نکالنے شروع کئے - بامِ عروج پر پہنچ کر جب انھوں نے دیکھا - کہ سلطنت کے گوشے گوشے

Marfat.com

ہیں انھیں کا طوطی بول رہا ہے۔ اور ان کے آفتابِ اقتدار کے آگے کسی کا چراغ نہیں جل سکتا۔ تو وہ سطوت و شوکت خلفا کے قصر فلک بوس کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کے خواب دیکھنے لگے۔ لیکن معتصم کی قوت۔ تدبّر اور بالغ نظری نے ان کے شیرازۂ آرزو کو منتشر کر کے تار عنکبوت کی طرح ہوا میں اُڑا دیا۔ اور ان کا خوش آئند خواب کثرتِ تعبیر سے پریشان ہو کر رہ گیا۔ مگر ترک برابر اپنی قوت بڑھا کر موقع کا انتظار کرتے رہے۔ اور معتصم کے بعد اس کے جانشینوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بن گئے۔ یہاں تک کہ خلفا ترکوں کے ہاتھ میں کٹ پتلی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اور ترک جسے چاہتے۔ تختِ حکومت پر بٹھا دیتے۔ اور جسے چاہتے۔ تاجِ شاہی سے محروم کر دیتے۔

ترکوں کی چیرہ دستی کا انسداد

ترکوں کو تہذیب و تمدّن کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ اس لئے نشۂ اقتدار میں چور ہو کر وحشت و بربریت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ بغداد میں وہ ادھم مچائی۔ کہ اہلِ شہر چیخ اٹھے۔ جدھر مُنہ اٹھتا تھا۔ اندھا دھند گھوڑے گُداتے پھرتے تھے بچہ۔ بوڑھا عورت کوئی کُچلا جائے۔ ان کی بلا سے۔ لوگوں نے خلیفے سے فریاد کی۔ اس نے ترکوں کی چیرہ دستی کا انسداد کرنے کے لئے ایک نئے شہر سامرا کی بنیاد ڈالی اور اس میں ترکوں کو آباد کر کے خود بھی وہیں سکونت اختیار کر لی۔

رعایا کی فلاح و بہبود

معتصم رعایا کی فلاح و بہبود کا بہت خیال رکھتا تھا چنانچہ اس نے بہت سی افتادہ زمینیں آباد کرائیں جس سے رعایا کی جان میں جان آئی۔ ملک کی دولت بڑھی۔ جانوروں کو چارہ ملنے لگا۔ چیزیں سستی ہو گئیں۔ اور معاش کے ذریعے وسیع ہو گئے۔

تعلیم و تربیت

معتصم اپنے اجداد کے خلاف تعلیم کی دولت سے محروم رہا عالمِ طفلی ہی میں اسے پڑھنے لکھنے سے نفرت تھی۔ ہارون

Marfat.com

نے اس کی تعلیم و تربیت کا بخوبی انتظام کیا تھا۔ لیکن اسے ذرا شوق اور دلچسپی نہ ہوتی تھی۔ آخر وہ معمولی پڑھنے لکھنے کے سوا اس میدان میں پھسڈی ہی رہا۔

خلق قرآن کا فتنہ مامون کے زمانے میں فتنۂ خلق قرآن کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اور اس نے اس عقیدے کو منوانے کے لئے علما پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اس کے خلاف زبردست جہاد کیا۔ تو مامون نے انھیں شکنجۂ عقوبت میں کس دیا۔ اور مرتے دم معتصم کو انھیں آماجگاہ تشدد بنانے کی وصیت کرگیا۔ معتصم نے علم و فضل سے کورا اور جوہر ناشناس ہونے کے باعث ابن حنبل کو خدنگ جبر کا نشانہ بنایا۔ اور سلطنت کے گوشے گوشے میں علماء سے خلق قرآن کا اعتراف کرانے کے فرمان جاری کر دیئے۔

معتصم اس قدر مہمان نواز تھا۔ کہ اس کے باورچی خانے کا روزانہ خرچ ایک ہزار اشرفیوں تک پہنچ گیا تھا۔

سلطنت کے جاہ و جلال سے اتنا شغف ہونے کے باوجود اس کی نجی زندگی نہایت سادہ اور بے تکلف تھی۔ حسن اخلاق اس کے آئینۂ کردار کا جوہر تھا۔

واثق باللہ

۲۲۷ھ تا ۲۳۲ھ

ابوجعفر ہارون الملقب بہ واثق باللہ ۲۰ شعبان ۱۹۶ھ کو ایک رومی کنیز قراطیس کے بطن سے پیدا ہوا۔ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں اپنے باپ معتصم کی وفات کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔

نائب السلطنت واثق نے نہایت دریا دلی سے کام لے کر ترکوں پر لطف و

کرم کا مینہ برسا دیا۔ اور ان کے عروج کا ستارہ اور بھی چمک اٹھا۔ چنانچہ بہت سے ترک مناصب جلیلہ پر سرفراز کئے گئے۔ اشناس ترکی کے گلے میں جواہرات کے ہار ڈالے گئے۔ اور جواہرات کا تاج پہنا کر اسے نائب السلطنت مقرر کیا گیا۔ اس منصب کے قیام کا سہرا واثق کے سر ہے۔

قیسیوں کا خروج

واثق نے ابھی اورنگ خلافت پر قدم رکھا ہی تھا۔ کہ دمشق میں قیسیہ نے علمِ بغاوت بلند کرکے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی۔ واثق نے رجاء بن ایوب فزاری کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس نے شمشیر خون آشام کو بے نیام کرتے ہوئے ڈیڑھ ہزار قیسیوں کو فنا کے گھاٹ اتار کر امن قائم کیا۔

مبرقع کی گرفتاری

معتصم کے زمانے میں مبرقع نے خروج کرکے جو شورش برپا کی تھی۔ وہ ابھی فرو نہ ہوئی تھی۔ اس لئے رجاء نے قیسیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد فلسطین کی راہ لی۔ مبرقع کی جمعیت ٹوٹ کر صرف تھوڑے سے آدمی اس کے ساتھ رہ گئے تھے۔ اور وہ بھی اولوالعزمی و بہادری سے خالی تھے۔ اس لئے رجاء نے آسانی سے انھیں مغلوب کرکے مبرقع کو گرفتار کر لیا۔

حجازی عربوں کا خروج

۲۳۰ھ میں بنی سلیم نے خروج کرکے اطراف مدینہ میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی۔ محمد بن صالح عامل مدینہ نے حماد بن جریر کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ لیکن شورش و بدامنی کے شعلے ٹھنڈے نہ ہوئے۔

بنی سلیم نے مفسدہ پردازی کی رفتار تیز ترکرکے جگہ جگہ یلغار و ترک تاز شروع کر دی۔ تو واثق نے بغا کبیر ترکی کو ایک لشکرِ جرار کے ہمراہ مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے ۲۳۳ھ میں بنی سلیم کو شکست دے کر ان کے ایک ہزار سے زیادہ آدمیوں کو قید و بند میں ڈال دیا۔ پھر ان کے حامیوں بنی ہلال کو نیچا دکھا کر تین سو باغیوں

Marfat.com

کو اسیرِ زنداں کیا۔

اس دوران میں بنی فزارہ نے فدک پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس لئے بغا نے ان کی گوشمالی کے لیے پیش قدمی کی۔ بغا کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر قیدیوں نے بھاگ جانے کی کوشش کی۔ لیکن اہلِ مدینہ مزاحم ہوئے۔ طرفین میں مقابلہ ہوا اور بہت سے قیدی تہ تیغ کردیے گئے۔

احمد بن نصر کا خروج اور قتل

۲۳۱ھ میں مالک بن ہیثم خزاعی کے نبیرہ اور فاضل و متقی بزرگ احمد بن نصر نے خروج کیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں ایک کثیر التعداد جمعیت نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر ان کی بیعت کرلی۔ لیکن یہ دعوت ابھی پوری طرح پنپنے نہ پائی تھی کہ ابن نصر گرفتار کر کے واثق کے پاس سامرا روانہ کردیے گئے۔

واثق نے ان سے خلق قرآن کے متعلق رائے طلب کی۔ تو انھوں نے اس کی پرزور مخالفت کرتے ہوئے کہا۔ "میری نصیحت ہے۔ کہ امیرالمومنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے اختلاف نہ کریں۔" واثق نے صاحب افتا حضرات سے جو اہلِ دنیا ہونے کے باعث اپنے آقا کے اشارہ چشم و ابرو پر رقص کرتے تھے۔ ابن نصر کے باب میں رائے دریافت کی۔ تو انھوں نے اسے واجب القتل قرار دیا۔ چنانچہ واثق نے بھری محفل اپنے ہاتھ سے انھیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

اسیرانِ جنگ کا مبادلہ

رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری رہنے کے باعث طرفین کے بہت سے قیدی ایک دوسرے کے پاس تھے۔ محرم ۲۳۱ھ میں دریائے لامس کے ساحل پر ان کا مبادلہ ہوا اور ۴۳۶۲ یا بروایت دیگر ۴۶۰۰ مسلمان قیدی رہا ہو گئے۔ پھر بھی رومیوں کے کثیر التعداد قیدی مسلمانوں کے پاس بچ گئے۔ مسلمانوں نے انھیں بے معاوضہ یہ کہہ کر رومیوں کے پاس واپس بھیج دیا۔ کہ "اس مبادلے میں بھی ہمیں فوقیت حاصل رہنی چاہیے۔ یہ ہماری طرف سے رومیوں پر احسان ہے۔"

Marfat.com

بنی نمیر کی شورش

۲۳۲ھ میں بنی نمیر نے عَلَم بغاوت بلند کیا۔ واثق نے بغا کو ان کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ بنی نمیر نے بغا کی صفیں توڑ کر قتل و غارت کا طوفان برپا کر دیا جس سے بغا کی قوت کمزور ہو گئی۔ اتنے میں اس کے دو سو تازہ دم سواروں نے آکر بنی نمیر کے دھوئیں بکھیر دئے۔

آرمینیہ میں بغاوت

اسی دَوران میں آرمینیہ میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ واثق نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے خالد بن یزید کو بھیجا۔ باغیوں کی کمرِ ہمّت ٹوٹ گئی۔ اتنے میں خالد کی وفات سے اس کی فوج کے بکھر جانے کے باعث آرمینیہ کا شیرازۂ امن اور بھی منتشر ہو گیا۔ واثق نے خالد کے بیٹے محمد کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس نے باغیوں کو ناک چنے چبوا کر امن قائم کیا۔

خارجیوں کی شورش

ہوا کا رُخ دیکھ کر دیار ربیعہ کے خارجیوں نے شورش برپا کی۔ غانم بن ابی مسلم نے ان کا استیصال کیا۔ اسی اثنا میں کردوں نے فارس اور اصفہان کو اپنی باغیانہ سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ وصیف ترکی نے ان کے چھکے چھڑا کر بہت سے باغیوں کو گرفتار کیا۔

فتوحات

۲۲۸ھ میں فضل بن جعفر ہمدانی نے سسلی پر فوج کشی کی۔ اور بندرگاہ مسینی میں خیمہ زن ہو کر ہر طرف فوجیں پھیلا دینے کے بعد ناہل کی طرف پیش قدمی کی۔ اس مہم میں دو سال صرف ہو گئے۔ لیکن فتح کی صورت نظر نہ آئی۔ آخر مسلمان بڑی مشکل سے ایک راستہ معلوم کر کے شہر میں داخل ہو گئے اہلِ شہر دوسرے حصّے میں محو مدافعت ہونے کے باعث اس طرف نہ پہنچ سکے۔ اور مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اسی سال شہر سکان پر بھی مسلمانوں کا پرچم فتح لہرانے لگا۔

۲۲۹ھ میں اغلب بن فضل نے شرہ میں تیغ شجاعت کے جوہر دکھا کر اس پر قبضہ کیا۔ اس جنگ میں دس ہزار رومی کھیت رہے۔

Marfat.com

۲۳۲ھ میں فضل بن جعفر نے مسینی کا محاصرہ کیا۔ اہلِ شہر نے صقلیہ کے بطریق سے امداد طلب کی۔ مسلمانوں نے فنِ حرب کے ایک کامیاب اصول پر عمل کرتے ہوئے رومیوں کو جو شہر سے نکل کر صف آرا ہوئے تھے۔ دونوں طرف سے گھیر لیا۔ اور ان کا صفایا کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔

وزارت محمد بن زیات معتصم کا آخری وزیر تھا۔ لیکن واثق کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا تھا۔ اور اس نے جی میں ٹھان لی تھی۔ کہ اورنگ نشین خلافت ہونے پر اس سے شدید انتقام لے گا۔ مگر ایک دفعہ اسے ابن زیات کا لکھا ہوا مراسلہ بے حد پسند آیا۔ اور اس کی قابلیت نے زبردست سفارش کا کام دے کر واثق کے دل سے برہمی کا غبار دھو ڈالا۔ واثق نے خوش ہو کر اسے وزارت پر بحال رکھا۔ اور کسی دوسرے کو وزیر نہ بنایا۔

وفات ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو بدھ کے دن واثق نے باختلاف روایات ۳۲ یا ۳۶ سال کی عمر میں پانچ سال نو مہینے چند دن خلافت کرنے کے بعد مرض استسقا سے وفات پائی۔

حلیہ اور اوصاف واثق گورا چٹا اور حسین و جمیل تھا۔ اعضا متناسب۔ ڈاڑھی گھنی اور خوش نما تھی۔ بائیں آنکھ میں پھلی تھی۔ لیکن اس سے خوبصورتی میں کوئی فرق نہ پڑا تھا۔

واثق عالم و فاضل۔ ادیب۔ شاعر اور دانش مند تھا۔ ادب عربی میں مامون سے بڑھ کر لیکن فلسفہ اور حکمت میں اس سے کمتر تھا۔ علم و فضل کا مشتاق ہونے کے باعث مامون ثانی کہلاتا تھا۔ اسے بے شمار عربی اشعار حفظ یاد تھے۔ شعرا و ادبا کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیتا تھا۔ علما کا احترام اور ان کی قدر افزائی کرتا تھا۔ راگ کے فن میں کمال رکھتا تھا۔ عود بجانے میں اسے خوب دسترس تھی۔ سو راگوں کا موجد تھا۔ بے حد حلیم الطبع اور صابر تھا۔

خلق قرآن واثق بے حد آزاد خیال اور تقلید کا مخالف تھا۔ مسئلہ خلق قرآن

Marfat.com

میں نہایت غلو اختیار کیا۔ اکثر علماء و محدثین قید و قتل کا شکار ہوئے ۔ ایک دفعہ امام ابو داؤد اور نسائیؒ کے استاد ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی خلق قرآن کی مخالفت کے جرم میں گرفتار ہو کر دربار میں پیش ہوئے ۔ انھوں نے خلق قرآن کے قائل قاضی احمد بن ابی داؤد سے جو گویا وزیر اعظم تھے ۔ سوال کیا۔ کہ " کیا رسول اللہ صلعم قرآن کے مخلوق ہونے کا علم رکھتے تھے یا نہیں ؟" قاضی احمد نے اثبات میں جواب دیا۔ انھوں نے دوسرا سوال کیا۔ کہ " کیا حضورؐ نے لوگوں کو اس عقیدے کی تعلیم دی یا نہیں ؟" اس نے نفی میں جواب دیا۔ انھوں نے کہا آنحضرتؐ نے لوگوں کو جس عقیدے کی تعلیم نہیں دی۔ اور علم رکھنے کے باوجود لوگوں کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ تم لوگوں کو اس کے ماننے پر کیوں مجبور کرتے ہو۔" اس پر واثق حیرت زدہ ہو کر حرم سرائے میں چلا گیا۔ اور سخت پشیمان ہوا۔ پھر ابو عبدالرحمٰن کو آزاد کر دیا۔ اور معقول انعام دے کر رخصت کیا۔

واثق نے امام احمد بن حنبلؒ پر بھی تشدد نہ کیا۔ بلکہ انھیں رہا کر کے کسی دوسرے مقام پر چلے جانے کا حکم دے دیا۔ ایک روایت ہے کہ واثق نے موت سے پہلے اس عقیدے سے توبہ کر لی تھی۔

علویوں کا احترام عباسی دور میں ان کے حریف مقابل علوی گروہ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ واثق نے انھیں پنجۂ مصائب سے رہائی دلائی۔ اور ان کا شایان شان احترام کیا۔

رعایا کی دلجوئی واثق نے رعایا کی دلجوئی اور بہتری کے لئے بہت سے فائدہ بخش کام کئے۔ مثلاً جہازوں کا بحری ٹیکس معاف کر دیا۔ حالانکہ اس سے حکومت کی آمدنی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تھا۔

حرمین کی خدمت واثق نے اپنے پیش رو خلفاء کی طرح خدمت حرمین میں جی بھر کر حصہ لیا۔ اس نے مکہ و مدینہ کے باشندوں پر اس دریا دلی سے سیم و زر کی بارش کی۔ کہ وہاں کوئی سائل باقی نہ رہا۔ اس کے

Marfat.com

انتقال کی خبر اہلِ مدینہ پر بجلی بن کر گری۔ اور عورتیں تک مدتوں اس کے سوگ میں اشک بار رہیں۔

انتظامی امور میں اصلاحات

انتظامی امور میں قابلِ قدر اصلاحیں کیں۔ اور خیانت کا تو نام و نشان تک مٹا کر رکھ دیا۔ چنانچہ ضروری اور مناسب تشدد سے کام لے کر متعدد خائن کاتبوں پر بڑے بڑے جرمانے کئے۔ مثلاً احمد بن خصیب اور اس کے کاتبوں سے ایک کروڑ دینار۔ ایتاخ ترکی کے کاتب سلیمان بن وہب سے چار لاکھ دینار۔ ابوالعزیز سے ایک لاکھ چالیس ہزار دینار اور ابراہیم بن رباح اور اس کے کاتبوں سے ایک لاکھ دینار وصول کئے۔

ترکوں سے بے پروائی

واثق نے اس قدر مدبر۔ مستعد۔ ظلم سوز۔ عدو کش اور اصلاح پسند ہونے کے باوجود ترکوں کے بڑھتے ہوئے فتنے کا جو بعد میں خلفاء پر قیامت بن کر ٹوٹا۔ کچھ انسداد نہ کیا۔

متوکّل علی اللہ

۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ

جعفر نام۔ ابوالفضل کنیت۔ متوکّل علی اللہ لقب۔ ۲۰۷ھ میں ایک خوارزمی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو تختِ خلافت پر بیٹھا۔ تاجِ حکومت سر پر رکھتے ہی اس نے فوج کو آٹھ مہینے کی تنخواہ عطا کی۔ اور حرمین۔ یمن اور طائف کی عنانِ حکومت اپنے بیٹے منتصر کے ہاتھ میں دے دی۔

ابن زیات کی معزولی اور قتل

واثق ہی کے زمانے سے متوکّل ابن زیات کے خلاف تھا۔ کیونکہ ایک دفعہ اس کا بھائی کسی بنا پر اس سے ناراض ہو گیا۔ تو اس نے ابن زیات سے کہا۔ کہ وہ

واثق سے سفارش کر کے دونوں بھائیوں میں صلح صفائی کرا دے۔ ابن زیات کے سر پر وزارت عظمیٰ کا جن سوار تھا۔ اس نے متوکل کی بات نہ سُنی۔ اور توہین آمیز طریق سے پیش آیا۔ متوکل نہایت مایوس اور افسردہ دل ہو کر واپس آیا۔ اور سریر آرائے خلافت ہوتے ہی ابن زیات کو قید و بند میں ڈال دیا۔ چاہ کن را چاہ در پیش۔ متوکل نے اسے اسی پُرخار آہنی تنور میں جو اس نے مجرموں کو شکنجہ تعزیر میں جکڑنے کے لئے تیار کیا تھا۔ بند کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔

محمد بن بعیث کی بغاوت اور خاتمہ

آذربائیجان کا رئیس محمد بن بعیث عَلَم بغاوت بلند کر کے قلعہ بند ہو گیا تھا۔ متوکل کے عہد میں اسے گرفتار کر کے سامرا میں قید کر دیا گیا۔ ۲۳۴ھ میں وہ قید سے بھاگ کر قلعہ مرند میں چلا گیا۔ پھر حکومت سے مقابلے کی تیاری کرنے لگا۔ لیکن بغا صغیر نے فوج کشی کر کے اسے ناک چنے چبوائے۔ اور سامرا لا کر اسیر زنداں کر دیا۔ جہاں وہ ایک مہینے کے بعد مر گیا۔

محمود بن فرج کا دعوائے نبوّت

۲۳۵ھ میں محمود بن فرج نیشاپوری نے سامرا میں پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ اور اپنی ہی ایک تصنیف کو الہامی کتاب کے طور پر پیش کیا۔ لیکن اس فتنے نے ابھی طول نہ کھینچا تھا۔ اور صرف ۲۷ آدمی اس کے پیرو بنے تھے۔ کہ متوکل نے اسے گرفتار کرا کے فنا کے گھاٹ اتروا دیا۔ اور اس کی امت قید و بند میں ڈال دی گئی۔

آرمینیہ کے پادریوں کا خروج

۲۳۷ھ میں پادریوں کا ایک گروہ عَلَم بغاوت بلند کر کے آرمینیہ کے بعض مقامات پر قابض ہو گیا۔ متوکل نے امیر یوسف کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن انھوں نے موقع پا کر اسے تہ تیغ کر دیا۔ اس سے شورش و بغاوت کے شعلے اور بھی تندی و تیزی سے بھڑک اٹھے۔ اب متوکل نے بغا کبیر کو بھیجا۔ اس نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے باغیوں کے سرغنوں کو چُن چُن کر قتل کیا۔ لیکن صناریہ کے

حملے میں اسے شکست کھانی پڑی۔ اور کچھ باغی روم۔ خزر اور صقالیہ سے مدد لے کر اس کے مقابلے پر آ گئے۔ متوکل نے اطلاع پا کر خالد بن یزید شیبانی کو اس مہم پر مقرر کیا۔ اس نے باغیوں سے سر اطاعت خم کرا کے فتنے کا انسداد کیا۔

یعقوب بن صفار اسی سال صالح بن نصر بستی نے سجستان پر دست تصرف دراز کیا۔ یعقوب بن صفار اس کے ساتھ مل گیا۔ لیکن طاہر بن عبداللہ عامل خراسان نے سجستان واپس لے لیا۔ پھر درہم بن حسین نے خروج کر کے اسے ہتھیا لیا۔ یعقوب اس کا دست راست تھا۔ اور اعلیٰ انتظامی قابلیت سے سجستان کے سیاہ و سپید کا مالک بن گیا۔ پھر فوجی طاقت کو زبردست ترقی دے کر "مشہور صفاری حکومت" قائم کر لی۔

رومیوں کا حملہ ۲۳۹ھ میں رومیوں نے اسلامی ممالک پر فوج کشی کی۔ اور ایک رومی سردار ساحل دمیاط پر اترا۔ وہاں کی فوجیں تقریب عید کے باعث مصر گئی ہوئی تھیں۔ اس لئے رومیوں نے میدان خالی پا کر لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ اتنے میں ایک مسلمان قیدی امیر بسر طوق وسلاسل کو توڑ پھوڑ کر آزاد ہو گیا۔ اور ایک بھاری جمعیت کے ساتھ رومیوں پر ٹوٹ پڑا۔ رومی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ اور دمیاط میں ایک قلعہ تعمیر کیا گیا۔

اہلِ حمص کا خروج ۲۴۰ھ میں اہلِ حمص نے شورش و بغاوت پر کمر باندھی اور وہاں کے حاکم کو نکال باہر کیا۔ متوکل نے محمد بن عبدویہ اور عتاب بن عتاب کو باغیوں کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ انھوں نے مفسدوں کو چن چن کر قتل کرنے کے بعد امن قائم کیا۔

مسلمان قیدیوں کی رہائی بارہ ہزار مسلمان رومیوں کے یہاں قید تھے۔ ۲۴۱ھ میں انھیں عیسائی بن جانے کی ترغیب دی گئی۔ جو مسلمان مسیحی مذہب میں داخل ہو گئے۔ وہ بچ گئے۔ اور جو تبدیل مذہب پر رضامند نہ ہوئے۔ وہ شہید کر دیئے گئے۔ پھر بھی کافی مسلمان باقی رہ

Marfat.com

گئے۔ تدورہ ملکہ روم نے متوکل سے کہلا بھیجا۔ کہ اسے ادائے فدیہ کی شرط پر مسلمان قیدیوں کو چھڑا لے جانے کی اجازت ہے۔ اس پر متوکل نے ۹۱۔ قیدی رہا کرائے۔ جن میں ۷۸۵ مرد اور ۱۲۵ عورتیں تھیں۔

مصر پر بجاہ کا حملہ

۲۴۱ھ میں حبشہ اور سوڈان کے مغربی باشندوں نے جو بجاہ کے نام سے مشہور تھے۔ مصر پر چڑھائی کی۔ مسلمانوں نے بجاہ سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ کہ فریقین ایک دوسرے پر یورش کرنے سے محترز رہیں گے۔ اور بجاہ چار سو مثقال خام سونا حکومت مصر کو دیا کریں گے۔ متوکل کے زمانے میں ان لوگوں نے نقض عہد کر کے برسوں تک سونا ارسال نہ کیا اور چند مسلمان کان کنوں کو تہ تیغ کر کے ان کے اہل و عیال کو قید و بند میں ڈال دیا۔ متوکل نے آگ بگولا ہو کر امرائے دربار کے سامنے بجاہ پر یورش کرنے کی تجویز پیش کی۔ انھوں نے حملے کی مشکلات پر روشنی ڈالی۔ متوکل نے یورش کا خیال چھوڑ دیا۔ لیکن بجاہ کے حوصلے اور بھی بڑھ گئے۔ اور وہ مسلمانوں پر برق غضب بن کر گرنے لگے۔ اس لئے متوکل ان کی سرکوبی کرنے پر مجبور ہو گیا۔

بجاہ پر یورش

متوکل نے محمد بن عبداللہ قمی کو بجاہ کا قلع قمع کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے زبردست تیاریوں سے بجاہ پر دھاوا بول دیا۔ جنگ کے دوران میں قمی کو معلوم ہوا۔ کہ بجاہ کے اونٹ گھنٹیوں کی آواز سے بھڑکتے ہیں۔ چنانچہ اس نے گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں ڈال کر دوبارہ یورش کی۔ دشمن کے اونٹ گھنٹیوں کی آواز سنتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور اس کی فوج کا شیرازہ بکھر گیا۔ بجاہ کو شکست فاش ہوئی۔ ان کے بہت سے آدمی کھیت رہے۔ اکثر قید ہوئے۔ علاقہ بجاہ کا حاکم علی بابا سر اطاعت خم کر کے قمی کی پناہ میں آگیا۔ اور خمس کی چاروں سال کی پوری رقم ادا کر کے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ متوکل نے اسے خلعت فاخرہ عطا کیا۔ اور وہ خوش خوش وطن کو لوٹ گیا۔

Marfat.com

تباہ کن بارش اور زلزلے

۲۲۱ھ میں باد و باراں کا ہلاکت بار طوفان اور قیامت خیز زلزلے آئے۔ جن کا سلسلہ تین سال تک متواتر جاری رہا۔ اس سے ترکستان۔ شام۔ فارس۔ خراسان۔ یمن۔ مغرب۔ مدائن۔ انطاکیہ سیس۔ جزیرہ۔ ثغور۔ طرطوس۔ اذنہ۔ لاذقیہ وغیرہ میں بے شمار مکان گر گئے۔ اور ان گنت آدمی ہلاک ہوئے۔ معتصم نے دل کھول کر مصیبت زدوں کی امداد کی۔

صقلیہ کی فتوحات

مسلمانوں نے رومیوں سے جنگ کر کے صقلیہ میں بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ اور وہاں مسلمانوں کی ایک نو آبادی قائم ہونے لگی تھی۔ اہل صقلیہ سے جنگ جاری رہی۔ ۲۲۳ھ میں اہل رغوس نے مسلمانوں سے صلح کر کے شہر ان کے سپرد کر دیا۔ ۲۳۵ھ میں رومیوں نے تھریانہ پر فوج کشی کر کے کثیر التعداد مسلمانوں کو شہید کر دیا۔

۲۳۶ھ میں سلطان فرماں روا محمد بن عبداللہ بن اغلب کے انتقال پر زمام امارت عباس بن فضل بن یعقوب کے ہاتھ میں آئی۔ اور مسلمانوں کی رفتار فتح تیز تر ہوتی چلی گئی۔ چنانچہ ۲۳۰ھ میں انھوں نے قصریانہ۔ قطانہ۔ سرقوسہ۔ نوٹس اغوس اور شبرہ پر حملہ کیا۔ اور کہیں صلح۔ کہیں جنگ سے فتح حاصل کی۔

قصریانہ پر تاخت کرنے کے لئے امیر عباس نے خاص اہتمام کیا۔ اور وہاں کے ایک مشہور آدمی کو گرفتار کر کے اس کی امداد سے اسلامی لشکر شہر میں داخل ہو گیا ۲۴۴ھ میں صقلیہ کے صدر مقام قصریانہ کو زیر نگیں کر کے اس میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

رومیوں کو شکست پر شکست ہوئی۔ تو وہ جوشِ انتقام میں زخمی سانپ کی طرح پیچ و تاب کھانے لگے۔ چنانچہ انھوں نے متعدد مقامات پر عَلَمِ بغاوت بلند کیا۔ لیکن عباس نے ان سب کے چھکے چھڑا دیے۔ اور ۲۴۷ھ میں مفتوحہ علاقوں کو مستحکم کرتے ہوئے سرقوسہ پر چڑھائی کرنے کے بعد قرقنہ کی طرف پیش قدمی کی لیکن راستے ہی میں سفر آخرت اختیار کیا۔

ان مقامات کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی مسلمانوں نے رومیوں سے معرکہ آرا ہو کر متعدد فتوحات حاصل کیں۔

تنزّل کی ابتدا

متوکل کے عہد میں فتوحات اور زبردست جاہ و جلال کے باوجود داخلی اختلال کے باعث ضعف و تنزّل کے آثار نمودار ہونے لگے۔ اور ان عناصر اختلال میں سب سے زیادہ خطرناک ترکوں کا غلبہ و اقتدار تھا۔ جو حکومت کے نظم و نسق پر بُری طرح چھا گئے تھے۔

ایتاخ ترکوں کا خاتمہ

خونخوار اور جنگ جُو ترکوں نے اقتدار کے نشے میں چور ہو کر انتظام سلطنت میں مداخلت اور خلیفے سے گستاخیاں شروع کر دیں۔ ایک دفعہ متوکّل کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ لیکن وہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ متوکّل نے ان کے غلبے اور طاقت کو شل کرنے کے لئے سب سے پہلے امیر ایتاخ کی خبر لی۔

ایتاخ ایک جلیل المنزلت ترکی حاکم تھا۔ جو اپنی غیر معمولی قابلیت کے باعث باورچی سے ترقی کر کے معتصم کی جوہرِ شناسی اور قدر افزائی سے حکومت کے ایک بہت بڑے عہدے پر سرفراز ہو گیا تھا۔

ایک مرتبہ ایتاخ نے معتصم کی محفلِ عیش میں اس کی جان لینے کا ارادہ کیا لیکن معتصم کو معلوم ہو جانے پر اس سے عفو کا طالب ہوُا۔ پھر اس سے اجازت لے کر حج کو چلا گیا۔ واپسی پر متوکّل نے اسے مع اس کے دو بیٹوں اور کاتب کے قید و بند میں ڈال دیا۔ اور ایتاخ قید ہی میں مر گیا۔

عمرو بن فرج پر عتاب

دوسرا شر انگیز ترکی امیر عمرو بن فرج تھا۔ جو متوکّل کا نشانۂ عتاب بنا۔ اس نے معتصم کے عہد میں ایک دفعہ متوکّل کی سخت توہین کی تھی۔ اُس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی عمرو کی جائداد ضبط کر کے اسے پابہ جولاں کر دیا۔ اس کا بیٹا اور غلام بھی موردِ عتاب ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد عمرو نے ایک کروڑ درہم دے کر رہائی حاصل کی۔ اور اہواز کی جاگیر واگزار کرائی۔

Marfat.com

خیانت کا قلع قمع ترکوں کی افراتفری دیکھ کر بہت سے حکام نے خیانت پر کمر باندھ لی۔ معتصم نے تحقیقات کرائی۔ اور مجرموں کو قید کر دیا۔ ان خائنوں میں تین عیسائی محمد بن عبدالملک۔ سعدون بن علی اور ہیثم بن خالد بھی تھے۔

قاضی احمد بن ابی داؤد پر عتاب فتنۂ خلق قرآن کے بانی قاضی احمد بن ابی داؤد پر عتاب نازل ہوا۔ اور اس کی ساری جائداد ضبط کر لی گئی۔ پھر یحییٰ بن اکثم پر جو احمد کے بعد قاضی بنے۔ برقِ عتاب گری۔ اور ان کا سارا مال و متاع قرق کر لیا گیا جس کی مقدار ۷۵ ہزار دینار نقد اور ۴ ہزار جریب زمین تھی۔

علویوں سے مخالفت متوکل کے دل میں علویوں کی طرف سے گرہ بیٹھی ہوئی تھی۔ اور ان کی مخالفت میں اس قدر گرم تھا۔ کہ ان کے محبوں تک سے نفرت اور عداوت رکھتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے بیٹوں کے اتالیق یعقوب بن سکیت سے دریافت کیا۔ کہ "تم ان سے محبت کرتے ہو۔ یا حسنؓ و حسینؓ سے؟" یعقوب نے کہا۔ "علیؓ کا غلام قنبر ان دونوں سے افضل ہے" یہ سن کر متوکل غصے سے دیوانہ ہو گیا۔ اور انھیں عذاب شدید سے قتل کرانے کے بعد ان کے بیٹے کو خون بہا دے دیا۔

علاوہ بریں اس نے حضرت امام حسینؓ کے مشہد مبارک اور اس کے آس پاس کے مکانات کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اس قطعۂ زمین میں ہل چلا دیے۔ اور زائرین کے لئے قدغن کر دیا۔

امام حسن عسکری کو انعام و اکرام کسی شخص نے متوکل کو خبر دی۔ کہ امام حسن عسکری کا مکان آپ کے خلاف سازباز کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اور وہاں اسلحہ و شیعیان علیؓ چھپے ہوئے ہیں۔ متوکل نے تحقیقات کرائی۔ تو خبر بے بنیاد نکلی۔ ترک انھیں گرفتار کر کے دربار میں لے گئے۔

Marfat.com

متوکل نے انھیں تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھا کر جام شراب پیش کیا۔ انھوں نے انکار کیا۔ تو شعر سنانے کی فرمائش کی۔ امام عسکری نے عبرت آموز شعر سنائے تو متوکل اور درباریوں پر رقت طاری ہو گئی۔ متوکل نے ساغر و مینا سامنے سے ہٹا کر امام سے کہا۔ "آپ پر کچھ قرض تو نہیں؟" بولے "ہاں۔ چار ہزار دینار"۔ متوکل نے اسی وقت یہ رقم ادا کر کے انھیں احترام سے رخصت کیا۔

ولی عہدی

متوکل نے تلخ ذاتی تجربے کے پیش نظر زندگی ہی میں اپنے تین بیٹوں محمد۔ طلحہ اور ابراہیم کو علی الترتیب منتصر باللہ۔ معتز باللہ اور مؤید باللہ کا لقب دے کر ولی عہدی کے لئے نامزد کر دیا۔ اور حکومت کے تین حصے کر کے ایک ایک حصہ ہر ایک کو دیتے ہوئے اپنے اپنے علاقے کا مطلق العنان بادشاہ بنا دیا۔

وزارت

متوکل کے زمانے میں ابن زیات۔ ابوالوزیر۔ ابوجعفر محمد بن فضل اور عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان نے یکے بعد دیگرے وزارت کے فرائض انجام دئے۔ پہلے تین وزیر تھوڑے عرصے کے بعد معتوب اور معزول ہو گئے۔ البتہ ابن یحییٰ اپنے گوناگوں اوصاف کے باعث متوکل کی زندگی بھر وزارت عظمیٰ کے منصب جلیلہ پر فائز رہا۔ وہ خوش اخلاق۔ سخی اور دین دار تھا سیر چشم ایسا۔ کہ ایک بار والی مصر نے دو لاکھ دینار نقد اور مصری کپڑوں کے تیس صندوق اسے ارسال کئے۔ لیکن اس نے اپنے لئے صرف ایک رومال لے کر باقی سارا مال خزانے میں داخل کر دیا۔ وہ رعایا کے تمام طبقوں میں یکساں ہر دل عزیز تھا۔ لہٰذا اسے قتل خلیفہ کے دنوں میں باقی متوسلین سلطنت سے خلاف کسی قسم کا نقصان یا تکلیف نہ پہنچنے پائی۔

منتصر کے بجائے معتز کا تقدم

معتز کی ماں سے انتہائی محبت ہونے کے باعث متوکل نے ولی عہدی کے باب میں منتصر کے بجائے معتز کو مقدم کرنا چاہا۔ اور منتصر کو اپنا نام موخر کرنے کا حکم

Marfat.com

دیا۔ لیکن منتصر کے انکار پر اسے زجر و توبیخ۔ عتاب اور تقلیل مرتبہ و ہدف بننا پڑا اور معتز پر اعزاز و اکرام اور ترقی منصب کے موتی برسنے لگے۔

ولی عہدی سے منتصر کا اخراج

منتصر پر روز بروز زیادہ سے زیادہ عتاب نازل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی تذلیل و تحقیر انتہائی درجے تک پہنچ گئی۔ اور نوبت یہاں تک آئی۔ کہ ایک دن متوکل نے اسے بھرے دربار میں ولی عہدی سے خارج کر دیا۔

ایک بیان یہ بھی ہے۔ کہ متوکل اور فتح بن خاقان نے منتصر اور اس کے حامی ترک امیروں کو تہ تیغ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن وہ اسے لیدا یں عل نہ پہنا سکے۔ اس وجہ سے منتصر نے متوکل کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔

متوکل کا قتل

اب منتصر نے ترک امرا کے ساتھ مل کر باپ کو ٹھکانے لگانے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ قتل کی سازش مکمل ہو گئی۔ اور ۳ شوال ۲۴۷ھ کو دربار برخاست ہونے کے بعد قاتلوں کی مقررہ جماعت نے محل میں داخل ہو کر متوکل پر تلواروں کے وار کرنے شروع کر دیئے۔ فتح بن خاقان نے حق نمک ادا کرتے ہوئے اپنے آپ کو متوکل کے اوپر گرا دیا۔ اور دونوں ایک ساتھ قتل ہو گئے۔ قتل کے وقت متوکل کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ اور اس نے چودہ سال دس مہینے تین دن حکومت کی۔

رعایا میں ہر دل عزیزی

پہلے خلفاء کا بالعموم یہ دستور تھا کہ رعایا پر سختی کر کے اس سے سر اطاعت خم کراتے تھے لیکن متوکل نے نرمی اور شفقت سے رعایا کا دل مٹھی میں لے کر اپنے آپ کو ہر دل عزیز بنا لیا شدید سے شدید اور نازک سے نازک حالات میں بھی اس نے عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ البتہ عیسائیوں کو رومی حکومت کے ساتھ ساز باز کی پاداش میں یہ نتیجہ بھگتنا پڑا۔ کہ ان کے لباس اور مذہبی رسوم وغیرہ کو خاص پابندیوں کی زنجیر میں جکڑ دیا گیا۔

Marfat.com

ملک کی خوش حالی متوکل کے زمانے میں مُلک کا گوشہ گوشہ سامانِ طرب کی کثرت سے بہشت زار بنا ہوُا تھا۔ رعایا آسودہ حال تھی۔ ایک مورّخ لکھتا ہے۔ کہ :-

"متوکل کا عہد خلافت اپنے محاسن ۔ رونق وشادابی ۔ آسودہ حالی اور عیش و تنعم کے اعتبار سے عہد نشاط تھا۔ رعایا کا ہر ادنیٰ و اعلیٰ اس سے خوش اور مطمئن تھا۔ اس کا دَور راستوں کے تحفظ۔ ضروریات زندگی کی ارزانی اور حسن وعشق کی جلوہ سامانیوں اور نغمہ طرازیوں کے اعتبار سے بہترین دَور تھا۔ مصارف کی مختلف مدوں میں روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا تھا۔ فوجی مصارف اور انعامات کے علاوہ متوکل نے ایک ارب درہم ہارونی صرف کر کے قصر جعفری تعمیر کرایا۔ اور دو لاکھ دینار کے خرچ سے جعفریہ کے نام سے ایک نیا شہر بسایا۔"

علم دوستی اگرچہ متوکل کوئی بہت بڑا عالم وفاضل نہ تھا۔ لیکن احادیث نبویؐ کے ساتھ اسے خاص دل بستگی تھی۔ علم دوست اور علم تھا۔ شعروسخن کا دلدادہ اور شعراء کا قدردان تھا۔ چنانچہ اس نے اکثر سخنوروں انعام واکرام سے مالا مال کر دیا۔

سنتِ نبویؐ کا احیاء متوکل کو امام شافعیؒ سے انتہائی عقیدت تھی۔ اسی و سے اس نے شافعی مذہب اختیار کیا۔ سنت نبویؐ احیاء اور احادیث رسولؐ کی نشر و اشاعت اس کا شاہکار ہے۔ اس نے محدثین گراں قدر انعامات سے نوازا۔ محدث ابوبکر بن ابی شیبہ اور ان کے بھائی نے علی ال جامع رصافا اور جامع منصور میں عظیم الشان حلقہ ہائے درس قائم کئے۔

مقبول عام کارنامہ متوکل نے خلق قرآن اور رویت باری کی اختلاف انگیز و ابتلا آفریں بحثوں کا سختی سے انسداد کر ایک زریں کارنامہ انجام دیا۔ جس سے وہ خاص و عام مسلمانوں کی آنکھ کا تا بن گیا۔ بعض اشخاص نے اسے اس بدعت کے استیصال اور احیاء سنت

Marfat.com

بنا پر خلفار راشدین سے مشابہ قرار دیا۔

اولیار اللہ سے عقیدت متوکل کو مردان حق سے بے حد عقیدت تھی۔ جب لوگوں نے حضرت ذوالنون مصریؒ پر زندقہ کا الزام لگایا۔ تو اس نے انھیں بُلا بھیجا۔ اور ان کی باتیں سُن کر ان کا معتقد ہوگیا۔ متوکل انھیں انتہائی محبت اور احترام کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ ذکر صلحار کے دوران میں حضرت ذوالنونؒ کا ذکر کمال شیفتگی سے کرتا تھا۔

جود وسخا ایک مورخ لکھتا ہے۔ کہ موکل نہ بخیل تھا نہ مسرف۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ خرچ کرتا تھا۔ ایک اور مورخ کا بیان ہے۔ کہ وہ سخی اور مدح پسند تھا۔ اور اس نے شاعروں کو اتنے بھاری انعامات دئے۔ کہ گزشتہ خلفا میں سے کسی نے نہ دئے تھے۔ بہر حال تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ اس کے جود وسخا کا بادل کھُل کر برستا تھا۔ اور خصوصاً شعرار کا دامن تو وہ زر ومال سے بھر دیتا تھا۔

بے بنیاد الزامات بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ متوکل دختِ رز کا پرستار تھا۔ چار ہزار حسین وجمیل کنیزوں سے اس کی محل سرائے پرستان بنی ہوئی تھی۔ اور مسخرے اور بھانڈ اس کے دربار میں کللیلیں کرتے پھرتے تھے۔ جس سے رعایا میں عیاشی کا سوقیانہ مذاق پیدا ہو گیا۔ لیکن تحقیق سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ متوکل رنگین مزاج ہونے کے باوجود مے خوار نہ تھا۔ البتہ نبیذ کا استعمال کرتا تھا۔ جسے بعض علمار عراق نے جائز قرار دیا ہے۔ جب احیار سنت کے سلسلے میں اس کی مذہبی خدمات پر غور کیا جاتا ہے۔ تو محرمات کا اس کی جانب انتساب محض بے بنیاد الزام تراشی بن کر رہ جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ متوکل کی طرف سے علویوں کی مخالفت اور حضرت امام حسینؓ کے مشہد مبارک کے انہدام نے بعض عصبی مورخین کو اس بات پر آمادہ کر دیا۔ کہ اس کا دامن کردار ارتکاب منہیات کے داغوں سے آلودہ کر دیں۔

Marfat.com

منتصر باللہ

۲۴۷ھ تا ۲۴۸ھ

محمد نام۔ ابوجعفر یا ابوعبداللہ کنیت۔ منتصر باللہ لقب۔ ۲۲۳ھ میں بمقام سامرہ رومیہ حبشیہ کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ ۴ شوال ۲۴۷ھ کو سریر آرائے خلافت ہوا۔

ابوالعمود شاربی کی بغاوت

ادھر منتصر نے تاج حکومت سر پر رکھا۔ اُدھر ابوالعمود شاربی نے یمن۔ موصل وغیرہ میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ منتصر نے یاتر کی کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اس نے بڑی مشکل سے شاربی کو گرفتار کر کے دربار میں پیش کیا۔ لیکن خلیفہ نے عہد اطاعت لے کر اسے رہا کر دیا۔

فتوحات

عبداللہ بن عباس امیر صقلیہ نے ارمنین۔ مشارعہ وغیرہ بہت سے قلعوں پر قبضہ کیا۔ ۲۴۸ھ میں عبداللہ کے بجائے خفاجہ بن سفیان کا تقرر ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے محمود کو سرقوسہ بھیجا۔ اس نے سرقوسہ پر فوج کشی کر کے غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ اہل سرقوسہ حملے کی تاب نہ لا کر پس پا ہوئے اور محمود فاتحانہ واپس آیا۔

ولی عہدی سے معتز اور مؤید کی معزولی

منتصر کا وزیر احمد بن خصیب بڑا چالاک تھا۔ متوکل کے بعد منتصر کو خلیفہ بنانے میں ابن خصیب کا بھی ہاتھ تھا۔ اس لئے اس نے اپنی جماعت کی مدد سے خلیفہ پر زور ڈالا۔ کہ وہ معتز اور مؤید کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹے عبدالوہاب کو ولی عہد نامزد کرے۔ کیونکہ اسے خطرہ تھا۔ کہ اگر معتز خلیفہ بن گیا۔ تو وہ اس کی جماعت کے تمام افراد کو چن چن کر قصر اجل کی دیواروں میں چن دے گا۔ خلیفہ کو چارو ناچار اس غالب اور با اقتدار جماعت کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پڑے۔ چنانچہ اس نے معتز اور مؤید کو دربار میں طلب کیا۔ مؤید

رضامندی سے اور معتز نے انکار کے باعث نظر بندی کے بعد بھائی کے سمجھانے پر اُوپرے دل کے ساتھ دست برداری دے دی۔

وفات منتصر سعید الفطرت تھا۔ لیکن سیاسیات کے زیر اثر مخالف جماعت کے بڑھتے ہوئے اقتدار نے اس کی قوتِ اختیار کو شل کر رکھا تھا۔ اس نے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے قتل والد کی سازش میں شرکت تو کر لی تھی۔ لیکن ضمیر کی آواز ہر وقت اس پر ملامت کے تیر برساتی رہتی تھی۔ چنانچہ وہ اس بھاری جرم پر غور کر کے عاقبت کے خوف سے لرزہ براندام رہتا تھا۔ آخر اسی حزن و افسردگی کے اثر سے ایک دن بیمار ہو گیا۔ چونکہ وہ قتل والد کی ندامت میں ترکوں کو قاتلین خلفاء قرار دیتے ہوئے ان کا مخالف ہو گیا تھا۔ اس لئے ترک اس کی جان کے لاگو ہو گئے۔ جب وہ بیمار ہوا۔ تو ترکوں نے اس کے طبیب خاص ابن طیفور کو تیس ہزار دینار رشوت دے کر کہا۔ کہ مسموم نشتر سے اس کی فصد کھولے۔ طمع زر نے طبیب سے اس گناہ کا ارتکاب کرا دیا۔ اور منتصر نے ۵ ربیع الآخر ۲۴۸ھ کو صرف ساڑھے پچیس سال کی عمر میں چھ مہینے دو دن خلافت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

صورت و سیرت منتصر کا چہرہ بارعب۔ آنکھیں بڑی بڑی۔ رنگ گندمی اور جسم موٹا تازہ تھا۔

ایک مورخ کا بیان ہے کہ:۔

"منتصر ضبط و تحمل کا پیکر اور عقل و فرزانگی کا پُتلا تھا۔ نیکی اور فائدہ بخشی اس کی فطرت ثانیہ تھی۔ فیاض۔ پاک باز اور ادیب تھا۔ عدل و انصاف اور اخلاق میں اپنے تمام پیش روؤں سے بڑھا ہوا تھا۔"

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"منتصر متحمل مزاج اور کریم النفس تھا۔ وہ رعایا کے ساتھ اس طرح عدل و انصاف سے پیش آیا۔ کہ رعایا اس سے مرعوب ہونے کے باوجود اس پر

Marfat.com

جان چھڑکنے لگی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ "با اختیار کا بدترین فعل انتقام ہے۔"

علویوں سے عقیدت منتصر کو علویوں اور اہلِ بیت نبویؐ سے بڑی عقیدت تھی۔ چنانچہ اس نے ان کے ساتھ سختی کرنے کی ممانعت کر دی۔ فدک اور علویوں کے تمام اوقاف واپس کر دیئے اور شیعانِ علیؓ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دی۔

مدینہ کے عاملین بالعموم حکومتِ وقت کے ایما سے آلِ ابی طالب کو تشدد کا تختۂ مشق بنانے کے عادی تھے۔ لیکن منتصر نے علی بن حسین کو ولایتِ مدینہ پر روانہ کرتے وقت کہا:۔

"علی! میں تمہیں اپنے گوشت و خون کی طرف بھیج رہا ہوں۔ دیکھوں تم ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے اور ان کے لئے کیسے ثابت ہوتے ہو۔"

انھوں نے جواب میں عرض کی:۔

"امیرالمومنین! اس باب میں جو فرمان آپ نافذ فرمائیں گے۔ میں حرف بحرف اس کی تعمیل کروں گا۔"

ابن اثیرج میں لکھا ہے۔ منتصر اکثر و بیشتر کہا کرتا تھا کہ:۔

"واللہ۔ باطل پرست کبھی عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ خواہ ان کی پیشانی سے ماہتاب ہی کیوں نہ طلوع ہو جائے۔ اور حق پرست کبھی قعرِ مذلت میں نہیں گر سکتے۔ خواہ ساری دنیا انھیں ذلیل کرنے پر کیوں نہ تُل جائے۔"

وزارت منتصر کے اس مختصر زمانۂ خلافت میں صرف احمد بن خصیب منصب وزارت پر فائز رہا۔ لیکن وہ بھی چالاک ہونے کے باوجود اپنے فرائض منصبی کو کماحقہٗ انجام دینے کی اہلیت نہ رکھتا تھا۔ مزاج کا بھی بڑا سخت اور تند تھا۔

Marfat.com

مستعین باللہ

۲۴۸ھ تا ۲۵۲ھ

احمد نام۔ ابوالعباس کنیت۔ مستعین باللہ لقب۔ ۲۲۱ھ میں ایک کنیز مخارق کے بطن سے پیدا ہوا۔ منتصر کے بعد اس کے دونوں بھائی معتز اور مؤید موجود تھے۔ لیکن وہ دونوں ولی عہدی سے خارج ہو چکے تھے۔ منتصر نے کسی کو ولی عہد نامزد نہ کیا تھا۔ اس لئے اس باب میں سخت کشمکش پیدا ہوئی چونکہ متوکل کے ان بیٹوں کو ترکوں ہی نے معزول کرایا تھا۔ اس لئے ترکوں کو ان کی طرف سے خطرہ تھا۔ لہٰذا ۶ ربیع الآخر ۲۴۸ھ کو معتصم کے پوتے احمد کو تختِ خلافت پر متمکن کیا گیا۔ اور مستعین باللہ اس کا لقب تجویز ہوا۔

معتز کے ہوتے ہوئے مستعین کی تخت نشینی اکثر لوگوں کو ناپسند تھی۔ چنانچہ ایک گروہ نے علَم مخالفت بلند کرتے ہوئے ترکوں پر دھاوا بول دیا۔ اور یہ ہنگامہ نہایت نازک صورت اختیار کر گیا۔ بہت سے باغی قتل ہو گئے۔ اور بہت سے جان بچا کر چلے گئے۔ آخر بغا کبیر نے بڑی مشکل سے بغاوت کے شعلوں کو ٹھنڈا کیا۔

حکام کا تغیر و تبدل مستعین نے تختِ خلافت پر بیٹھتے ہی حکام کے نظام میں ازسرِنو تبدیلیاں کیں۔ اتامش کو وزیر اعظم اور والی مصر و مغرب۔ احمد بن خصیب کو کاتبِ شاہی اور شاہک خادم کو مہتمم امور ذاتی مقرر کیا گیا۔ اسی دوران میں طاہر بن عبداللہ والی خراسان کا انتقال ہو گیا۔ تو اس کی جگہ اس کے بیٹے محمد کو ولایت خراسان پر مامور کیا گیا۔ عراق کی حکومت حرین کی ولایت اور پولیس کا محکمہ محمد بن عبداللہ بن طاہر کی تحویل میں دیا گیا۔ اس کے چچا طلحہ کو نیشاپور دی۔ اس کے بیٹے منصور کو سرخس و خوارزم کی حسین بن عبداللہ کو ہرات کی۔ اس کے چچا سلیمان

Marfat.com

بن عبداللہ کو طبرستان کی اور اسکے چچیرے بھائی عباس کو جرجان و طالقان کی حکومت عطا کی گئی۔ بغا صغیر کو حلوان و ماسیذان کی حکومت تفویض کی گئی۔ اور اشناس کو سپہ سالاری اور عمال سلطنت کی نگرانی کا فریضہ سپرد کیا گیا۔ غرض تمام مناصب جلیلہ پر ترک ہی ترک نظر آنے لگے۔

معتز۔ مؤید اور احمد بن خصیب کا حشر

ترکوں نے خیال کیا۔ کہ مستعین کے خلاف بغاوت و شورش کی جو آگ بھڑکائی گئی ہے۔ وہ معتز اور مؤید کی سازش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ انھوں نے ان شہزادوں کا حق غصب کر لیا تھا۔ چنانچہ ترکوں نے انھیں فنا کے گھاٹ اتارنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن احمد بن خصیب نے ترکوں کو ان کی بے گناہی کا یقین دلا کر ان پر آنچ نہ آنے دی۔ اس طرح وہ تہ تیغ ہونے سے تو بچ گئے لیکن ان کی جائداد اور سامان وغیرہ ضبط کر کے ان کے پاس تھوڑی سی جاگیر چھوڑ کر ہوئے انھیں نظر بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد احمد بن خصیب کو اپنے آقایان نعمت سے غداری کرنے کی یہ سزا ملی کہ اس کے مال و متاع پر قبضہ کر کے اسے جزیرہ کریٹ میں جلا وطن کر دیا گیا۔

بغداد میں شورش

۲۴۹ھ میں رومیوں نے اسلامی علاقوں پر فوج کشی اور دو مشہور سرداروں عمر بن عبداللہ۔ علی بن یحییٰ او بہت سے مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اس ہنگامے سے بغداد میں شورشوں کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور لوگوں نے نہایت جوش و خروش سے جہاد پر کمر باندھ لی۔ فارس۔ اھواز اور پہاڑی علاقے کے بہت سے مجاہد بھی آ ملے۔ روپیہ بھی کثیر مقدار میں جمع ہو گیا۔ پہلے حکومت نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی۔ اور بالکل خاموش رہی۔ لیکن بعض باغیوں نے سامنے پہنچ کر قید خانے توڑ ڈالے۔ تو مستعین نے ان کے مقابلے کے لئے سو

Marfat.com

کو مقرر کیا۔ مگر اہلِ سامرہ بھی باغیوں کے ساتھ مل گئے۔ اور دونوں نے موالی کو پس پا کر دیا۔ آخر ترکی سردار بغا۔ وصیف اور اتامش ترکی لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلے پر آئے۔ بہت سے آدمی کھیت رہے۔ اور شورش کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔

اتامش کا خاتمہ اتامش اور شاہک خادم شاہی خزانے کے سیاہ وسپید کے مالک تھے۔ اور جس طرح چاہتے تھے۔ خرچ کرتے تھے۔ بغا اور وصیف کو خراج کی آمدنی میں سے پھوٹی کوڑی بھی نہ ملتی تھی۔ علاوہ بریں ترکوں اور فرغانیوں کو بھی خرچ کے لیے کافی روپیہ نہ ملتا تھا۔ اس لئے بغا اور وصیف نے ان لوگوں کو اتامش اور شاہک خادم کے خلاف اشتعال دلا دیا۔ ترکوں اور فرغانیوں نے اتامش کو گھیر کر مع اس کے کاتب کے قتل کر کے ان کا سارا اثاثہ لوٹ لیا۔ اتامش کے بعد مستعین نے ابو صالح عبداللہ بن محمد کو منصب وزارت پر سرفراز کیا۔

یحییٰ بن عمرو کا خروج ۲۵۰ھ میں ابوالحسین یحییٰ بن عمرو علوی نے مالی حالت کی کمزوری سے سخت تنگ آ کر ادائے قرض کی غرض سے تقرر وظیفہ کے لئے انتہائی کوشش کی۔ لیکن بالکل ناکام ومایوس ہو کر خروج کا ارادہ کیا۔ اور کثیر التعداد اعراب اور کوفہ کے شیعیان علیؓ کو ساتھ لے کر میدان میں نکل آئے۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر حاکم عراق نے اطلاع پا کر عبداللہ بن محمود سرخسی کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اس اثنا میں یحییٰ نے کوفہ پہنچ کر دو ہزار دینار۔ اور ستر ہزار درہم لوٹ لئے۔ اور قید خانے سے قیدیوں کو نکال کر لے گئے۔ ابن محمود نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور یحییٰ فاتحانہ یلغار سے لوٹ مار کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اب زیدی بھی یحییٰ کے ساتھ مل گئے۔ اس لئے انھوں نے قوت میں اضافہ پا کر کوفہ کی طرف مراجعت کی۔ اور عبدالرحمٰن خطاب کے دھوئیں

Marfat.com

بکھیر دیئے۔ آخر حسین بن اسمٰعیل اور عبدالرحمٰن دونوں نے مل کر یحییٰ کو شکست دی۔ اور وہ اپنے بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ کام آئے۔ یحییٰ کا سر کاٹ کر مستعین کے پاس بھجوا دیا گیا۔ جسے اس نے ایک صندوق میں بند کرا کے اسلحہ خانہ میں رکھوا دیا۔

طبرستان پر علویوں کا قبضہ

مستعین نے محمد بن عبداللہ بن طاہر والی عراق کو یحییٰ کے قتل کے صلے میں طبرستان میں چند جاگیریں عطا کیں۔ جن میں سے ایک جاگیر سرحد دیلم کے قریب تھی۔ والی عراق نے جابر بن ہارون نصرانی کو جاگیر کے انتظام اور نگرانی کے لئے بھیجا۔ ایک شخص رستم نے جابر کی مزاحمت کی اور رستم کے دونوں بیٹوں محمد اور جعفر نے دیلمیوں سے امداد طلب کی۔ وہ ان کی مدد کے لئے تیار ہو گئے۔ محمد اور جعفر نے طبرستان کے ایک علوی محمد بن ابراہیم کے پاس جا کر بیعت کی استدعا کی۔ انھوں نے کہا۔ ہمارے سردار حسن بن زید کے پاس جائیے۔ وہ رے میں تھے۔ وہاں سے دعوت ملنے پر طبرستان چلے آئے۔ یہاں کے تمام باشندوں نے ان سے بیعت کر لی۔ اور علویوں کی جمعیت نے زور پکڑ لیا۔ حکومت کی فوجوں اور علویوں میں رزم آرائی شروع ہو گئی۔ آخر ایک مدت کے بعد طبرستان اور جرجان پر علویوں کا پرچم اقتدار لہرانے لگا۔ حسن بن زید عمر بھر ۲۷۰ھ تک اس علاقے پر حکمران رہے۔ پھر یہاں کی عنان انتظام ان کے بھائی محمد بن زید کے ہاتھ میں آئی۔

اردن میں بغاوت

مستعین کو زمام خلافت سنبھالنے کے بعد ایک دن بھی چین نصیب نہ ہوا۔ جگہ جگہ سرکشی۔ خروج اور بغاوت کے شعلے بھڑکتے رہے۔ اسی سلسلے میں اردن میں ایک لخمی امیر نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن پاؤں جمتے نہ دیکھ کر راہ فرار اختیار کی۔ پھر اس کے ناظم قطامی نے سر اٹھایا۔ اور اردن کا خراج ہتھیا لیا۔ یکایک اس نے پاؤں پھیلا کر اس قدر قوت پکڑ لی۔ کر کئی بار فلسطین کی فوجوں کو ناک چنے چبوائے۔ آخر بڑی مشکل سے اسے مغلوب کر کے وہاں سے نکالا گیا۔

Marfat.com

حمص میں شورش

اس کے بعد اہلِ حمص نے پر پرزے نکال کر شورش کی آگ بھڑکا دی۔ کیدر والی حمص نے باغیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن ناکام رہا۔ سرکشوں نے بہت سے فوجیوں کو تہ تیغ کر کے پھانسی پر لٹکا دیا مستعین نے کیدر کے بجائے عبدالرحمن بن حبیب ازدی کو عامل حمص مقرر کیا۔ لیکن وہ جائزۂ ولایت لینے سے پہلے ہی چل بسا۔ اور اس کی جگہ قلم دان حکومت فضل بن قارن طبری کے سپرد کیا گیا۔ اس کے آگے اہلِ حمص نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ لیکن چند ہی روز کے بعد فضل کو اطلاع ملی۔ کہ حمص والے اس کی بوٹیاں اُڑا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ چند فسادیوں کو گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا۔ اس تدبیر سے وقتی طور پر تو آتشِ بغاوت فرو ہو گئی۔ لیکن راکھ میں کچھ چنگاریاں دبی رہیں۔ جو ۲۵۱ھ میں فتنہ و شر کی پھونکوں سے اس زور شور کے ساتھ بھڑک اٹھیں۔ کہ فضل کو قلعہ بند ہوئے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ باغی ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔ انھوں نے ہلّہ بول کر فضل کو قلعے سے نکال لیا۔ اور نہایت سنگ دلی سے قتل کر کے لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ حاکم دمشق نے اطلاع پا کر باغیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ایک بھاری فوج روانہ کی۔ لیکن انھوں نے اس کے بھی پرخچے اُڑا دئے۔ آخر مستعین نے موسیٰ بن بغا کو موالی کا لشکر دے کر بھیجا۔ جس نے تین دن تک حمص میں لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ اور باغیوں کے گھروں کو نذرِ آتش کر کے بغاوت کی آگ بجھائی۔

یوسف القصیص

اسی سال یوسف القصیص نے بغاوت پر کمر باندھی مستعین کے غلام محمد المولد نے اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن مُنہ کی کھائی۔ اس پر دربارِ خلافت سے یہ مہم ابوالساج اشروسنی کے سپرد ہوئی۔ اس نے یوسف کو پناہ دے کر مطیع کیا۔

باغر کا خاتمہ

باغر۔ بغا اور وصیف تینوں ترک افسر دربارِ خلافت میں بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ لیکن باغر کی نسبت اس کے دونوں

حریف مرتبے میں بڑھے ہوئے تھے۔ اس لئے باغر سے حسد رکھتا تھا۔ اُدھر بغا اور وصیف نے باغر کو دربار سے ہٹا دینے کی سازش کی۔ اس پر باغر اور اس کے حامیوں نے مستعین۔ بغا اور وصیف تینوں کو ٹھکانے لگا دینے کا فیصلہ کیا۔ مستعین کو پرچہ گزرا۔ تو اس نے بغا اور وصیف سے ذکر کیا۔ ان دونوں نے حیلے سے باغر کو طلب کر کے قید کر دیا۔ ترکوں نے قصر شاہی کا محاصرہ کر کے شورش برپا کر دی۔ بغا اور وصیف نے موقع پا کر باغر کا قصہ پاک کرا دیا۔

مستعین کا فرار ترک باغر کے قتل میں مستعین کو شریک سازش سمجھ کر بدستور قصر سلطانی کو گھیرے رہے۔ بہ صورت حالات دیکھ کر مستعین بغا۔ وصیف۔ شاہک۔ احمد بن صالح وغیرہ کو ہمراہ لے کر سامرا سے بغداد چلا گیا۔

مستعین کی بازروی کے لئے ترکوں کی استدعا ترکوں نے اپنی اس حرکت پر نادم ہو کر مستعین کی خدمت میں ایک وفد روانہ کیا۔ جس نے طلب معذرت کے بعد اس سے سامرا واپس چلنے کی استدعا کی۔ لیکن اُس نے انکار کر دیا۔

معتز کی بیعت ترکوں نے معتز کو قید سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی معتز نے اپنے بھائی موید کو ولی عہد نامزد کیا۔

مستعین اور معتز کے معرکے مستعین کے حامی سامرا سے بغداد چلے گئے اور معتز کے طرف داروں نے بغداد سے سامرا کی راہ لی۔ اب بغداد اور سامرا میں الگ الگ خلافتیں قائم ہو گئیں۔ اور تقریباً ایک سال تک دونوں خلیفوں میں خونریز لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اگرچہ آتش و خون کا قلزم زخار پوری تندی و تیزی سے بغداد اور سامرا ہی میں موج زن رہا۔ لیکن بیرونی صوبے بھی اس آگ کے شعلوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ آخر ذیقعدہ ۲۵۱ھ میں مستعین کے کماندار محمد بن عبداللہ بن طاہر نے بغداد کا محاصرہ

Marfat.com

کرنے والے ترکوں پر ایسا خونریز حملہ کیا۔ کہ وہ منہ کی کھا کر بھاگ گئے۔ بغا اور وصیف نے اپنے ہم قوم ترکوں کو خراسانیوں اور عراقیوں کے مقابلے سے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ تو قومی جوش سے مجبور ہو کر اپنے دستوں کو ہمراہ لئے ترکوں کی شکست خوردہ فوج سے جا ملے۔ ترکوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں جم گئے۔ ٹوٹی ہوئی ہمت بندھ گئی۔ اور انھوں نے لوٹ کر دوبارہ بغداد کا محاصرہ کر لیا۔

امیر محمد بن عبداللہ کو مستعین کی شکست اور بے اندازہ کشت و خون کا یقین ہو گیا۔ تو اس نے امیر ابو احمد سے مشورہ کر کے مستعین کو معزول کر دیا۔ اور معتز سے وعدہ لے لیا۔ کہ معزولی کے بعد مستعین کے اہل و عیال اور جائداد کی پوری پوری حفاظت کی جائے گی۔ وہ مکہ میں رہے گا۔ اور اگر معتز نے نقض عہد کیا۔ تو اس کی بیعت کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد محرم ۲۵۲ھ میں مستعین خلافت سے دست بردار ہو گیا۔

واسط میں نظر بندی معتز نے یہاں تک تو معاہدے کی پابندی کی۔ کہ مستعین کے اہل و عیال اور مال و متاع کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا۔ لیکن مکہ کے بجائے پہلے اسے بغداد میں رکھا۔ پھر واسط میں نظر بند کر دیا۔ جہاں اس نے مرض الموت میں مبتلا ہو کر ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ مستعین چند ماہ تک واسط میں نظر بند رہ کر سامرا واپس چلا آیا۔ اور معتز کے اشارے سے قتل کیا گیا۔

وزارت سب سے پہلا وزیر احمد بن خصیب تھا۔ اس کے بعد ابو صالح محمد بن یزداد اس منصب پر سرفراز ہوا۔ وہ عالم، فاضل اور زبردست انشا پرداز تھا۔ دین دار ہونے کے باعث اس نے مالیات کی اصلاح پر خاص توجہ مبذول کی۔ جس سے خیانت کار امرا بھڑوں کی طرح اس کے گرد ہو گئے۔ اور اسے قتل کی دھمکی دی۔ ابو صالح نے مصلحتاً وزارت ترک کر دی۔

Marfat.com

اوصاف مستعین مشہور عالم و فاضل۔ جلیل القدر ادیب اور صاحب فصاحت و بلاغت تھا۔ لیکن ان محاسن کے ساتھ ہی نظام حکومت کی اسے ہوا تک نہ لگی تھی۔ ایک مورخ لکھتا ہے :۔

"مستعین فہم و دانش۔ سیاسیات اور امورِ مملکت سے تہی دامن تھا۔ اس کا سارا عہدِ حکومت فتنہ و شر اور شورش و بغاوت کے داغوں سے داغ دار ہے۔ جود و سخا میں ضرور مشہور تھا۔ لیکن باقی اوصاف میں بالکل کورا "

مستعین کے زمانے سے خلافت نام نہاد رہ گئی تھی۔ اور ترک ہی حکومت کے سیاہ و سپید کے مالک بن گئے تھے۔ جسے چاہتے، خلافت کے تخت پر بٹھاتے اور جسے چاہتے اُتار دیتے۔

معتز باللہ

۲۵۲ھ تا ۲۵۵ھ

معتز باللہ ۲۳۲ھ میں بمقام سامرا ایک کنیز فتحیہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ محرم ۲۵۲ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔

معتز کے دل میں ترکوں کی طرف سے کدورت تھی۔ کیونکہ منتصر کو مجبور کر کے معتز کو ولی عہدی سے خارج کرانے اور منتصر کے بعد اسے محروم کر کے مستعین کو سریر آرائے خلافت کرنے میں انھیں کا ہاتھ تھا۔ لہٰذا اس نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی بغا۔ وصیف اور اس کی جماعت کو امور مملکت سے بے تعلق کر کے محمد بن ابی عون کو ان کا خاتمہ کر دینے پر مقرر کیا۔ اور اس کے صلے میں بحرِ یمامہ اور بصرہ کی حکومت بخش دی۔ لیکن اس کے فوراً بعد حالات نے ایسی کروٹ بدلی۔ کہ فریقین میں صلح ہو گئی۔ اور بغا اور وصیف کو ان کے عہدوں پر بحال کرتے ہوئے بغا کے بیٹے کو خبر رسان کا منصب عطا کیا۔

Marfat.com

مؤید کی موت اور مستعین کا قتل

معتز کو ابھی ترکوں کے قبضے سے مخلصی ملی ہی تھی۔ کہ موالی کے ساتھ مؤید کی سازش کا پرچہ گزرا۔ لہٰذا معتز نے مؤید کو قید و بند میں ڈال دیا۔ اور اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا۔

معتز نے اورنگ حکومت پر قدم رکھتے ہی اس وعدے کو پرزے پرزے کر ڈالا۔ جو اس نے امیر محمد بن عبداللہ کی استدعا پر مستعین کی حفاظت جان و مال کے باب میں کیا تھا۔ اور شوال ۲۵۲ھ میں اسے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔

بغداد میں بغاوت

بغداد میں سیاسی انقلاب کی بنا پر شاہی خزانے کی حالت پتلی ہو گئی۔ اور فوجیوں کو دو تین مہینے تک تنخواہ نہ ملی۔ اس لئے بغدادی فوج نے بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ امیر محمد بن عبداللہ کی فوج نے باغیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن باغی شرانگیزی سے باز نہ آئے۔ آخر باغی فوج کے دو آدمیوں نے امیر محمد کے ساتھ مل کر اسے دو سرگردہ باغیوں کا پتا بتا دیا۔ اس نے ایک سرغنے کو قتل اور دوسرے کو قید کر دیا۔ جس سے باغیوں کا زور ٹوٹ گیا۔

خارجیوں کی شورش

بغاوت کے شعلے بھڑکتے دیکھ کر خارجیوں کی باسی کڑھی میں بھی اُبال آ گیا۔ چنانچہ ان کے ایک سرغنہ مساور نے کردوں اور عربوں کو گانٹھ کر عقبہ بن محمد والی موصل پر ہلّہ بول دیا۔ اور شکست و فتح کی نیرنگیاں دیکھنے کے بعد موصل کے بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پھر تو خارجیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور وہ جس طرف پیش قدمی کرتے۔ فتح وظفران کے قدم چومتی۔

علویوں کا خروج

مستعین اور معتز کی جنگ کے دوران میں اسمٰعیل بن یوسف نے مکّہ میں خروج کیا۔ فوجیوں اور عوام کو تہ تیغ کیا۔ اور دو لاکھ دینار وصول کر کے مدینہ پہنچے۔ اس پر قابض ہونے کے بعد مکّہ واپس

Marfat.com

گئے۔ اور شدید محاصرہ کر کے وہاں کے باشندوں کو تاک چنے چبوائے۔

اس کے بعد اسمٰعیل جدہ پہنچے۔ اور شہر پر عرصۂ حیات تنگ کرتے ہوئے عرفہ لوٹ آئے۔ معتز نے ان کے مقابلے کے لئے محمد بن احمد اور عیسٰی بن محمد کو روانہ کیا۔ عرفہ میں مٹ بھیڑ ہوئی۔ اور اسمٰعیل نے بہت سے حاجیوں کو تہ کے گھاٹ اتار کر ان کا مال لوٹ لیا۔

ان حالات کو دیکھ کر ایک اور علوی ابو احمد محمد بن جعفر نے کوفہ میں خروج کیا۔ لیکن انھیں نیچا دیکھنا پڑا۔ اور معتز نے ان کے اقدام پر خط عفو کھینچ کر انھیں کوفہ کی ولایت پر مامور کر دیا۔ مگر اس پر بھی ان کی امن شکن سرگرمیاں ٹھنڈی نہ ہوئیں۔ اس لئے انھیں گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا گیا۔

انھیں دنوں دو اور علوی احمد بن عیسٰی اور حسن بن احمد کوکبی ابن جستان حاکم دیلم سے مل کر رے پر حملہ آور ہوئے۔ وہاں کے باشندوں نے تاب مقابلہ نہ پاتے ہوئے بیس لاکھ درہم دے کر مخلصی حاصل کی۔

دو اور طالبیوں نے خروج کر کے اہلِ حجاز پر وہ مظالم توڑے کہ خود خاندان ابو طالب کے چہتر افراد آفات و حوادث سے تنگ آکر مصر چلے گئے۔

صفاریوں کا خروج

اسی زمانے میں جب ترکوں اور ایرانیوں نے یہاں تک غلبہ پالیا۔ کہ خلفا محض شیر قالین بن کر رہ گئے۔ ان سے نہ صرف نظام حکومت میں اختلال پیدا ہو گیا۔ بلکہ اسلامی مفاد بھی زیر و زبر ہونے لگا۔ یہ رنگ دیکھ کر صفاریوں کی ایک نئی قوت ظہور میں آئی اور انھوں نے میدان خالی پا کر سیستان اور ایران کے بڑے حصے پر تسلط بٹھاتے ہوئے اپنی حکومت قائم کر لی۔

یعقوب بن لیث دولت صفاریہ کا بانی تھا۔ وہ اور اس کا بھائی عمرو سجستان میں تانبے پیتل کے برتنوں کی دکان کرتے تھے۔ یعقوب عابد و زاہد۔ روشن دماغ۔ ہمت ور اور بہادر تھا۔ وہ دونوں بھائی صالح بن نصر کنانی کے س

مل گئے۔ جو خارجیوں کا زور توڑنے میں بہت مشہور تھا۔ صالح کے زیرِ علم ایک زبردست گروہ جمع ہوگیا۔ اور اس نے حرب و ضرب سے سجستان کو زیرنگیں کرلیا اس کے بعد ہی صالح نے وفات پائی۔ اور اس کے حسب وصیت یعقوب اس کا جانشین ہوا۔ وہ انتظامی قابلیت کا دھنی تھا۔ چنانچہ اس کی جماعت نے اسے اپنا امیر تسلیم کرلیا۔ اور اس نے سجستان میں خارجیوں کا قلع قمع کرکے اپنی حکومت کا پرچم لہرایا۔

اب یعقوب کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور اس نے اپنی طاقت میں اضافہ کرکے حملوں کی رفتار تیز کردی۔ پہلے خراسان کی طرف پیش قدمی کی۔ اور ہرات و بوشنج پر قبضہ کیا۔ پھر کرمان اور فارس پر بھی فتح کا جھنڈا لہرا دیا۔ اور بے شمار زر و مال اس کے ہاتھ آیا۔ پھر اس نے دربارِ خلافت میں تحریری اطاعت نامہ اور گراں بہا تحفے ارسال کرکے سجستان کی طرف مراجعت کی۔

احمد بن طولون

طولون ایک ترکی غلام تھا۔ جسے سنہ ۲۰۰ھ میں نوح بن اسد والی بخارا نے مامون کے پاس ہدیۃً بھیجا تھا۔ احمد اس کا بیٹا یا بروایت دیگر متبنّٰی تھا۔ احمد نہایت نیک باکمال اور نامور شخص تھا۔ ابن خلکان لکھتا ہے۔

"احمد انصاف پسند۔ سخی۔ بہادر۔ مدبر اور حسن سیرت کا پیکر تھا۔ تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتا تھا۔ رعایا پر نگرانی رکھتا تھا۔ شہروں کو آباد کرتا تھا۔ علما و فضلا کا بڑا قدر شناس تھا۔ اس کا دستر خوان ہر کہ و مہ کے لئے کھلا تھا۔ ایک ہزار دینار ہر روز محتاجوں اور مستحقوں میں بطور خیرات تقسیم کرتا تھا۔"

ایک دفعہ احمد سر من رائے واپس جا رہا تھا۔ کہ راستے میں قافلے پر ڈاکہ پڑا اور ڈاکوؤں نے جو سامان لوٹا تھا۔ اس میں مستعین کی چند فرمائشیں بھی تھیں۔ جو ایک شاہی ملازم دارالخلافہ لے جا رہا تھا۔ احمد نے تنہا ڈاکوؤں کا مقابلہ کرکے ان سے سارا سامان چھین لیا۔ شاہی ملازم نے مستعین کی خدمت میں فرمائشیں پیش کرتے وقت احمد کی بہادری کا واقعہ سنایا۔ مستعین نے اسے طلب کرکے ایک ہزار دینار

Marfat.com

انعام دیا۔ پھر چند ہی روز کے بعد احمد نے اپنی قابلیت سے مستعین کے دل میں گھر کر گیا۔ اور جلد جلد ترقی کی منزلیں طے کرنے لگا۔

مستعین کے بعد معتز نے احمد بن طولون کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ ۲۵۴ھ میں جب احمد مصر پہنچا۔ تو وہاں کے حاکم فراج ابن مدبر کا نقش اثر مٹا کر اپنی دھاک بٹھالی اس کے باقی حالات آگے آئیں گے۔

وصیف اور بغا کا قتل

آئے دن کی شورشوں اور بغاوتوں سے حکومت کی مالی حالت کمزور ہو گئی تھی۔ ۲۵۲ھ میں فوج کو ... مہینے تک تنخواہ نہ ملی۔ مطالبے کے جواب میں وصیف نے کورا جواب دیا۔ اور فوج نے آگ بگولا ہو کر وصیف کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔

وصیف کا منصب بغا کو ملا۔ تو اسے بھی اپنی جان کی فکر ہو گئی۔ معتز اور بغا کے درمیان معتز کے ولی عہدی سے اخراج اور حکومت سے محرومی کے سلسلے میں کدورت پہلے ہی سے موجود تھی۔ اب معتز کو بغا کی طرف سے خطرہ پیدا ہوا۔ تو اس نے بغا کے ترکی حریف امیر باکباک کو اس کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ بغا نے معتز پر حملہ کرنے کا منصوبہ باندھا۔ مگر اس کی اس امید پر اوس پڑ گئی۔ پھر وہ بغداد کو بھاگ نکلا۔ لیکن گرفتار ہو کر معتز کے دربار میں پیش کیا گیا۔ اس نے اسے تہ تیغ کرا دیا۔

وزارت

سب سے پہلے قلم دانِ وزارت ابوالفضل جعفر بن محمود اسکافی کے ہاتھ میں آیا۔ وہ اگرچہ ناخواندہ تھا۔ لیکن فیاضی سے لوگوں کو گرویدہ کر رکھا تھا۔ ترکوں کی ایک مخالف جماعت نے اسے معزول کر دیا۔ تو ابوعلیٰ بن فرغان شاہ اس منصب عالیہ پر سرفراز ہوا۔ وہ بھی کسی خاص قابلیت کا مالک تھا۔ لیکن سخاوت کی خوبی سے آراستہ تھا۔ اس کے بعد یہ عہدہ ابوجعفر احمد بن اسرائیل انباری کے حصے میں آیا۔ وہ بے حد زیرک و فہیم اور بلند پایہ کاتب تھا۔ اس کی قوتِ حافظہ غیر معمولی تھی۔ ترک کسی وجہ سے اس کے مخالف ہو گئے۔ اور وہ قید و بند میں ڈال دیا گیا۔ ابن اسرائیل کے بعد ابن محمود اسکافی دوبارہ وزیر مقرر

Marfat.com

معتز کی معزولی اور وفات

۲۵۵ھ میں پھر پہلے کی طرح خزانے کے خالی ہو جانے اور فوج کی تنخواہیں نہ ملنے کے باعث ہنگامہ برپا ہوا۔ ترکوں نے خلیفہ سے کہا۔ پوری تنخواہیں نہیں تو کم از کم پچاس ہزار دینار ضرور دے دیجئے۔ معتز نے معذوری کا اظہار کیا۔ تو فوج نے قصرِ شاہی پر ہلّہ بول دیا۔ اور خلیفے کو پکڑ کر باہر لانے کے بعد اسے بُری طرح ذلیل کیا۔ پھر معزول کر کے اس کا آب و دانہ بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد باغی ترک محمد بن واثق کو بغداد سے سامرا لے آئے۔ اور رجب ۲۵۵ھ میں جب معتز سے باقاعدہ دست برداری لے لی گئی۔ تو محمد بن واثق کو تختِ خلافت پر متمکن کیا گیا۔

معتز نے ۴ سال ۸ مہینے اور چند روز کی خلافت کے بعد سفرِ آخرت اختیار کیا۔

صورت اور سیرت

معتز نہایت خوش گِل تھا۔ فصاحت۔ بلاغت اور خطابت میں باکمال اور نامور تھا۔ تاجِ خلافت سر پر رکھنے کے وقت سے دست برداری تک سارا زمانہ بغاوتوں اور انقلابات میں بسر ہوا۔ نہ اسے امن و سکون میسر آیا۔ اور نہ حکومت کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا۔

مہتدی باللہ

۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ

ابو عبداللہ محمد بن واثق الملقب بہ مہتدی باللہ ۲۱۸ھ میں پیدا ہوا۔ پہلے قید خانے میں اپنے بھائی معتز باللہ سے ملاقات کر کے اس کے اور ترکوں کے درمیان صلح کرانے کا ارادہ کیا۔ لیکن معتز نہ مانا۔ اس پر مہتدی نے اس سے فسخ بیعت کی اجازت لے کر رجب ۲۵۵ھ میں تختِ خلافت پر قدم رکھا۔

بغداد میں ہنگامہ

سامرا میں اس انقلاب عظیم کے رونما ہونے سے اہل بغداد بالکل بے خبر تھے۔ اور جب وہاں کے پولیس افسر سلیمان بن عبداللہ نے دربارِ خلافت سے بیعت لینے کے حکم کی تعمیل میں شاہی خاندان کے رکن امیر ابو احمد کو طلب کیا۔ تو انھوں نے سابقہ ہنگاموں کے پیشِ نظر سلیمان پر شبہ کر کے اس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے بڑی مشکل سے ابو احمد کی حفاظت کا یقین دلا کر انھیں واپس کیا۔

بغدادی فوج کو روپے کی اشد ضرورت تھی۔ اس لئے مہتدی نے امیر یارجوخ کو تین ہزار اشرفیاں دے کر بھیجا۔ اہل بغداد یہ اطلاع پاتے ہی اس پر دھاوا بولنے کے لئے نکلے۔ اس نے مصلحت اندیشی سے کام لے کر مزید روپیہ منگوایا اور بغداد کے عام باشندوں میں بھی تقسیم کیا۔ جب کہیں اس ہنگامے کی آگ ٹھنڈی ہوئی۔ اور شعبان ۲۵۵ھ میں بغداد سے بھی خلیفے کی بیعت ہوگئی۔ اس فتنے کے دوران میں کچھ لوگ قتل و جرح کا تختۂ مشق بنے۔ اور کچھ دریا میں غرق ہو گئے۔

والدۂ معتز کی جلاوطنی

معتز کی ماں قبیحہ زر و جواہر میں کھیلتی تھی۔ لیکن بخیل اتنی کہ اکلوتے بیٹے کی جان کھونی گوارا کرلی۔ مگر روپے کو ہوا نہ لگنے دی۔ چنانچہ وہ دولت کی حفاظت کے لئے روپوش ہوگئی۔ پھر یہ خیال کر کے کہ وہ شاہی جاسوسوں سے زیادہ عرصے تک چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور وہ لوگ اسے ڈھونڈ نکالنے پر خدا جانے اس کے ساتھ کیسا سلوک کریں۔ خود ہی ظاہر ہو کر ساری دولت صالح بن وصیف کے سپرد کر دی۔ صالح نے پوری دولت سمیٹ کر جو لاکھوں اشرفیوں اور ان گنت گراں بہا جواہرات پر مشتمل تھی قبیحہ کو جلاوطن کر دیا۔

مساور خارجی کی بغاوت

مساور خارجی کی جورگ بغاوت جوش میں آئی۔ تو اس نے ۲۵۵ھ میں موصل پر چڑھائی کردی

اور وہاں کے باشندوں اور حاکم کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر اس میں داخل ہو گیا۔ پھر وہاں کے عامل عبداللہ بن سلیمان کے مکان کو نذر آتش کر کے حدیثہ کی راہ لی۔ مساور نے میدان خالی پا کر اور پاؤں پھیلانے شروع کر دیئے۔ اور عراق کی آمدنی ہتھیالی۔ حکومت کی طرف سے ترک اس کے مقابلے کو نکلے لیکن ناکام واپس آگئے۔

علی خارجی کا قیامت خیز فتنہ

بنی عبد قیس کا ایک معمولی آدمی علی بن عبدالرحیم منتصر کے اہلِ دربار کا ہم نشین تھا۔ اس نے حکومت کی کمزوری اور انقلابات کو بھانپ کر سر اٹھایا۔ اور خارجیوں کا عقیدہ رکھنے کے باوجود کبھی علوی اور کبھی عباسی بن کر ہوسِ اقتدار میں شورش کی آگ کو ہوا دے دی۔ چنانچہ اس نے لاکھوں حبشی غلاموں کو آزادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور "صاحب الزنج" کہلانے لگا۔

بغاوت پسند عوام نے جب دیکھا۔ کہ ہر طرف "صاحب الزنج" کی روز افزوں طاقت کا طوطی بول رہا ہے۔ تو وہ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ اس نے اپنی چال کو کامیاب اور ناوک تدبیر کو نشانے پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر جب اتنی زبردست جمعیت کو اپنے زیرِ علم پایا۔ تو بے پناہ تاخت و تاراج سے عراق بھر میں قیامت برپا کر دی۔ یہاں تک کہ طائران ہوا اور ماہیانِ دریا تک لرز لرز گئیں۔ اور عالم اسلام کا ذرہ ذرہ چیخ چیخ اٹھا۔ اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آئے گی۔

سامرا میں موسیٰ کا داخلہ

امیر بغا کا بیٹا موسیٰ رے میں تھا۔ جب فوج کو خبر ملی۔ کہ امیر صالح بن وصیف نے کاتبوں سے ایک رقم خطیر وصول کی ہے۔ تو فوج نے موسیٰ پر زور ڈالا۔ کہ وہ فوراً سامرا پہنچے۔ چنانچہ وہ طبرستان سے روانہ ہو گیا۔ صالح مہتدی کو ترغیب دی۔ کہ موسیٰ کو رے میں واپس جانے کا حکم دے دیا جائے۔ مہتدی نے ایسا ہی کیا لیکن موسیٰ نے موالیوں کی ہٹ سے مجبور ہو کر سفر جاری رکھا۔ اور دربارِ خلافت میں اعتذار

Marfat.com

لکھ بھیجا۔ کہ واپسی کا قصد کرتے سے موالی مجھے جان سے مار ڈالیں گے۔

محرم ۲۵۶ھ میں موسیٰ فوج لے کر سامرا پہنچ گیا۔ اُس روز مہتدی دربار لگائے رعایا کی داد رسی کر رہا تھا۔ موسیٰ نے باریابی کی اجازت لے کر مہتدی سے گفتگو کا آغاز کیا۔ کافی دیر تک بحث و تمحیص کے بعد فریقین میں معاہدہ ہوگیا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد ایک واقعے کی بنا پر ترک موالی کو شک ہوا۔ کہ مہتدی صالح کے ساتھ جانب داری برت رہا ہے۔ چنانچہ ترکوں نے مہتدی کو تاج و تخت سے محروم کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن امیر بابکیال نے اس کے خلاف رائے دی۔

مہتدی کی پُرجوش تقریر

مہتدی کو اس فیصلے کی خبر ملی۔ تو اس نے گلے میں تلوار حمائل کر کے ترکوں سے یوں خطاب کیا:-

"مستعین اور معتز پر نہ بھول جانا۔ میں سر بکف اور کفن بدوش آیا ہوں جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ وہ چمک چمک کر تمھارے سروں پر بجلیاں گراتی رہے گی۔ یاد رکھو۔ اگر میرا بال بھی بیکا ہوا۔ تو اس کے بدلے میں تمھاری پوری فوج کا تیا پانچا کر دیا جائے گا۔ کیا دین شرم اور ڈر دنیا سے اُٹھ گیا۔ خلفا اور خدا سے یہ دشمنی۔ آخر یہ دیدہ دلیری کب تک؟ خلیفہ تمھارا دوست ہو یا دشمن۔ تمھاری جسارت دونوں صورتوں میں برابر قائم رہتی ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو۔ کہ میں تمھاری ذات سے کوئی دنیوی نفع حاصل کرتا ہوں۔ تو بتاؤ۔ وہ نفع کیا ہے۔ بابکیال تمھیں علم ہوگا۔ کہ تمھارے بعض متوسلین کے پاس میری اولاد اور بھائیوں سے زیادہ دولت ہے۔ یقین نہ ہو۔ تو جاؤ۔ ان کے گھروں میں جا کر دیکھ لو۔ تمھیں وہاں فرش فروش۔ لونڈی غلام۔ خدم و حشم۔ جاگیر اور آمدنی کچھ بھی اپنے برابر نظر آتا ہے۔ پھر بھی تم سمجھتے ہو۔ کہ مجھے صالح کا علم ہے۔ اور میں بتاتا نہیں۔ صالح میں کیا خاص بات ہے۔ وہ بھی تمھاری طرح میرا ایک معمولی غلام ہے۔ جب اسے تم اچھا نہیں سمجھتے۔ تو میں اس

کے ساتھ کیونکر رہ سکتا ہوں۔ لیکن میں صلح کی تجویز ضرور پیش کروں گا۔ کیونکہ یہ تم لوگوں کے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ لیکن اگر اس کے باوصف تم اپنے مطالبے پر اڑے ہوئے ہو۔ تو تمھیں آزادی ہے۔ خوشی سے اسے تلاش کرو۔ اور اپنی تسلی کے لئے اس کے ساتھ جیسا سلوک چاہو روا رکھو۔ ہاں یہ یاد رہے۔ کہ مجھے صالح کے متعلق کوئی علم نہیں۔ قسم لینا چاہتے ہو۔ تو اس سے بھی انکار نہیں لیکن کل جمعہ میں بنی ہاشم۔ قضاۃ۔ حکام اور منصب داران حکومت کے سامنے حلف اٹھاؤں گا۔ بابکیال اور محمد بن بغا کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ صالح نے کاتبوں اور والدہ معتز کی جو دولت بھی لی ہے۔ وہ تمھارے سامنے لی ہے۔ اور اگر لی ہے تو تمھارا دامن بھی اس سے پاک نہیں "

یہ سن کر ترک واپس چلے گئے۔ لیکن بابکیال اور محمد بن بغا بھی مہتدی کے مخالف ہو گئے۔ اور ان سب نے بالاتفاق اسے معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

فیصلہ عزل کے متعلق ترکوں کی روش

معزولی کے اس فیصلے کو لباس عمل پہنانا آسان نہ تھا۔ رعایا کی ناراضی اور روپے کی کمی راستے میں آہنی دیوار بن کر حائل ہو گئی۔ اسی اثنا میں فارس سے لئی لاکھ کا خراج آگیا۔ ترکوں کی لوٹی ہوئی ہمت بندھ گئی۔ لیکن عوام میں ان کے خلاف طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ بعض موالی بھی ترکی امرا کے مخالف ہو گئے۔ اور تقسیم مشاہرہ کی باقاعدگی کے مطالبے کے ساتھ سر اطاعت خم کرنے کا یقین دلایا۔

مہتدی کا رویہ اور وفاداروں کی عرض داشت

مہتدی نے مطالبے کا اطمینان بخش جواب دیا اور انھوں نے دربار خلافت میں یہ عرض داشت ارسال کی:-

" تمام سیاسی معاملات امیرالمومنین کے حضور میں پیش کئے جائیں۔ اور اس امر میں کوئی شخص مزاحمت نہ کرے۔ فوج کے رسوم عہد مستعین کے مطابق کر دئے جائیں۔ اور وہ دربار خلافت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ جو کوئی اس باب

Marfat.com

میں امیرالمومنین سے مزاحم ہو گا۔ اسے فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اور اگر امیرالمومنین کا بال بھی بیکا ہوا۔ تو موسیٰ بن بغا۔ بایکیال اور باجور تمام امرا کی بوٹیاں اڑا دی جائیں گی۔"

مہتدی نے یہ تمام مطالبات منظور کر لئے۔ اور ترک افسروں نے فوج سے معذرت طلب کی۔ پھر فوج نے اور مطالبات پیش کرتے ہوئے کہا۔ جب تک صالح برآمد نہ کیا جائے گا۔ اور اس کی اور موسیٰ بن بغا کی تلاشی نہ لی جائے گی۔ اسے تسلی نہ ہو گی۔ مہتدی نے ان مطالبات کی بھی منظوری دے دی۔ اس دوران میں فوج میں اختلاف ہو گیا۔ اور ترک افسروں کو ترک فوج کی حمایت حاصل کر لینے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ صالح کو تلاش کر کے گرفتار کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا۔

مہتدی کا قتل

۲۵۶ھ میں ترکوں کا غلبہ و تشدد رنگ لایا۔ اور مہتدی کو تاج و تخت سے محروم کر کے تہ تیغ کر دیا گیا۔ اس کی مدت خلافت ساڑھے گیارہ مہینے تھی۔

صورت اور سیرت

مہتدی کا قد چھوٹا۔ جسم موٹا۔ رنگ گندمی اور ڈاڑھی لمبی تھی۔

مہتدی اگرچہ خود زیادہ پڑھا لکھا نہ تھا۔ لیکن علم دوست اور کمال پرور تھا۔ چنانچہ بہت سے عالم۔ فقیہ اور باکمال لوگ اس کے دربار کی زینت تھے۔ اس نے ان لوگوں کا وقار اور عظمت بڑھا کر انھیں مالا مال کر دیا۔

انصاف۔ خوف خدا اور پابندی شریعت اس کے آئینہ سیرت کے نمایاں جوہر تھے۔ "قبۃ المظالم" یعنی ایوان عدل میں وہ مظلوموں کی دادرسی کیا کرتا تھا۔ عدل وانصاف کا وہ اس قدر سختی سے پابند تھا۔ کہ اپنے بیٹے تک کو بھی نہ چھوڑتا تھا۔ ایک مورخ کا بیان ہے کہ:۔

"مہتدی نے عمال حکومت کے ظلم و تعدی کو سختی سے روک دیا تھا۔ اس باب میں اس نے اکثر رؤسا کو شکنجہ عقوبت میں جکڑ دیا۔"

Marfat.com

خلفائے عباسیہ کے برعکس اس نے سادگی اور زہد و ورع کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔ وہ اپنے اہلِ خاندان سے کہا کرتا تھا۔ کہ :۔

▪ مجھے عمر بن عبدالعزیزؒ کے نقشِ قدم پر گام زن ہونے دو۔ کہ میں بنی امیہ کی طرح بنی عباس میں بھی عمر بن عبدالعزیزؒ کی مثال پیدا کردوں "

چنانچہ اس نے اپنے اس قول کو صحیح معنی میں عمل کا لباس پہنا کر دکھا دیا۔

ہاشم بن قاسم کہتے ہیں :۔

" ایک دفعہ رمضان میں شام کے وقت میں مہتدی کے پاس بیٹھا تھا۔ چلنے لگا تو اس نے مجھے بٹھالیا۔ پھر ہم نے افطار کیا۔ نماز پڑھی۔ اور ایک بید کی ڈلیا میں مہتدی کا کھانا آیا۔ اس میں دو پتلی پتلی روٹیاں۔ ایک پیالی میں تھوڑا سا نمک دوسری میں سرکہ اور تیسرے برتن میں روغنِ زیتون تھا۔ اس نے مجھے کھانا کھانے کو کہا۔ میں اسے محض افطار سمجھ کر آہستہ آہستہ کھانے لگا۔ مہتدی نے کہا۔ کیا تمھارا روزہ نہ تھا؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پوچھا۔ کیا کل روزہ نہ رکھو گے؟ میں نے کہا۔ رمضان ہے۔ روزہ کیوں نہ رکھوں گا۔ کہا۔ پھر اچھی طرح کھاؤ۔ کیونکہ اس کے سوا اور کھانا ہمارے یہاں نہیں۔ میں نے کہا۔ امیرالمومنین! خدا نے آپ کو گوناگوں نعمتیں بخشی ہیں۔ پھر اس کے سوا کچھ کیوں نہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہاں یہ درست ہے۔ لیکن میں نے غور کیا۔ تو بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پایا۔ کہ وہ کم خوری اور رعایا کے آرام و آسائش کی فکر سے کمزور ہوگئے تھے۔ پھر میں نے اپنے خاندان کی طرف دیکھا۔ تو مجھے بے حد شرم آئی۔ کہ ہم لوگ بنی ہاشم ہوتے ہوئے بھی ان کی مانند نہ ہوں۔ اس لئے میں نے یہ طریق زندگی اختیار کیا "

Marfat.com

معتمد علی اللہ

۲۵۶ھ تا ۲۷۹ھ

معتمد علی اللہ بن متوکل ۲۲۹ھ میں ایک کوفی لونڈی فتیان کے لبطن سے پیدا ہوا۔ مہتدی کے قتل کے بعد رجب ۲۵۶ھ میں ترکوں نے معتمد کو جوسق کے قید خانے سے نکال کر تخت نشین کیا۔ اور عام بیعت لی گئی۔ خلیفے نے عبیداللہ بن یحییٰ کو وزارت کے عہدے پر سرفراز کیا۔ معتمد کے عہد میں یہ تغیر قابلِ ذکر ہے۔ کہ حکومت کا نظم ونسق ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر اس کے بھائی موفق باللہ کے ہاتھ میں آگیا۔ لیکن معتمد اس کی چیرہ دستی سے سخت پریشان تھا۔ اس لئے اس نے ابن طولون کا سہارا لینا چاہا۔ مگر بے سود۔

ملک کا سیاسی مطلع

ملک کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ سیاسی مطلع تیرہ وتاریک تھا۔ اطراف واکناف میں شورش۔ بغاوت اور طوائف الملوکی کے ہنگامے برپا تھے۔ غرض معتمد کے زمانے میں حکومت عباسیہ کی مشینری کے تمام پرزے گھس گئے تھے۔ موفق نے بدنظمی اور بدامنی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ اور اسے بعض صورتوں میں کامیابی بھی ہوئی۔ لیکن دریا کا ٹوٹتا ہوا بند ہاتھوں سے بند نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے شر وفساد کا طوفان زیادہ دیر تک نہ تھم سکا۔

عاملِ شام کا خروج

عیسیٰ بن شیخ عامل شام ابھی تک برابر امن شکن سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ اس نے معتمد کی بیعت سے انکار کردیا۔ معتمد نے مدبرانہ حکمتِ عملی سے کام لے کر شام کے علاوہ آرمینیہ کا قلمدانِ حکومت بھی اس کے سپرد کردیا۔ یہ ناوکِ تدبیر عین نشانے پر بیٹھا۔ اور اس نے بیعت کرلی۔

صاحب الزنج کی حشر آفریں شورش

صاحب الزنج نے جس کی

قیامت خیز فتنہ آرائیوں کے ابتدائی حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ معتمد کے عہد میں زبردست قوت پکڑ کر تھوڑے ہی عرصے میں بصرہ۔ ابلہ۔ عبادان۔ اہواز۔ واسط وغیرہ عراق کے بڑے حصے پر تسلط بٹھالیا۔ اور چودہ پندرہ برس تک قاہرانہ اور بہیمانہ ستم آرائیوں سے عالم اسلام کو جہنم زار بنائے رکھا۔

"صاحب الزنج" کے ایک ساتھی مہلبی نے تو اہلِ بصرہ پر ظلم وجور کی وہ بجلیاں گرائیں۔ کہ چپے چپے سے الامان الامان کی صدائیں آنے لگیں۔ آخر جب وہ لوگ سخت تنگ آکر سربکف مقابلے کو نکلے۔ تو مہلب نے انھیں انتہائی سنگ دلی سے بے فرق وامتیاز بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ:۔

"جان کے ساتھ عزت بھی خطرے میں تھی۔ سادات بنی ہاشم اور عرب کی عورتیں پکڑ کر دو دو تین تین درہم میں نیلام کی جاتی تھیں۔ اور زنگی عورتیں ان سے لونڈیوں کی طرح کام لیتی تھیں"۔

مقتولین کی صحیح تعداد کوئی نہیں بتا سکتا۔ البتہ سرسری اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ تنہا مہلبی نے ۱۵ لاکھ آدمی قتل کئے۔ اور صرف بصرہ میں ایک دن میں ۵ لاکھ آدمی فنا کے گھاٹ اتارے گئے۔ آخر آتش وخون کے متعدد ہلاکت بار طوفانوں کے بعد ۲۷۰ھ میں موفق نے "صاحب الزنج" کو ٹھکانے لگایا۔ اور ساری اسلامی دُنیا نے اطمینان کا سانس لیا۔

صفاریہ اور طاہریہ

دولت صفاریہ کے بانی یعقوب بن لیث کے فارس پر قبضہ اور سجستان کی طرف مراجعت تک کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔ ۲۵۷ھ میں معتمد نے حسن بن فیاض کو فارس کا حاکم مقرر کیا۔ تو یعقوب آندھی کی طرح اس طرف آیا۔ لیکن معتمد نے طخارستان۔ بلخ اور سندھ کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ تو وہ فارس کا خیال چھوڑ کر کابل چلا گیا۔ اور وہاں کے والی کو ٹھکانے لگا کر کابل پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

انھیں دنوں یعقوب کا ایک حریف عبداللہ السجزی طاہری حکومت پر تصرف کرنے کے لئے نیشاپور پہنچا۔ اور محمد بن طاہر کے محل کا محاصرہ کر لیا لیکن فریقین میں صلح ہو گئی۔ اور ابن طاہر نے قہستان اور طبسین کی عنانِ نظام اس کے ہاتھ میں دے دی۔ یعقوب صفار کو اطلاع ملی۔ تو اس نے ابن طاہر سے عبداللہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ اور اس کے انکار پر خود نیشاپور پہنچا۔ اب طاہری حکومت دم توڑ رہی تھی۔ اس لئے یعقوب نے آسانی سے ابن طاہر اور اس کے تمام افراد خاندان کو گرفتار کر کے اس حکومت کو آغوشِ لحد میں سُلا دیا۔

عبداللہ السجزی کا قتل

یعقوب نیشاپور آیا۔ تو عبداللہ السجزی نے راہ فرار اختیار کر کے طبرستان میں حسن بن زید علوی کے پاس پناہ لی۔ اس لئے یعقوب نے طبرستان پہنچ کر ابن زید کو نیچا دکھایا۔ اور انھوں نے دیلم کا رُخ کیا۔ اس دوران میں عبداللہ رے چلا گیا تھا۔ یعقوب نے وہاں کے حاکم سے عبداللہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ اس نے مجبوراً یہ مطالبہ منظور کر لیا۔ اور یعقوب عبداللہ کو قتل کر کے سجستان لوٹ گیا۔

فارس پر یعقوب کا قبضہ

دولت عباسیہ اور ابن واصل کی مخالفت سے فائدہ اٹھا کر یعقوب فارس پہنچا۔ اور ابن واصل سے مقابلہ کر کے اسے شکست دینے کے بعد فارس کو زیر نگیں کیا۔

معتمد کے ساتھ یعقوب کی ٹکّر

دولت عباسیہ کے عاملین سے جنگ کے سلسلے میں یعقوب خلیفہ کے احکام سے سرتابی کرتا تھا۔ اس لئے یعقوب کو حکومت کے ساتھ ٹکّر لگانی پڑی۔ معتمد نے تمام مشرقی علاقوں میں اعلان کرا دیا۔ کہ وہ یعقوب صفار کے اعمال کا ذمّہ دار نہیں۔ اس نے جو کچھ کیا ہے۔ مطلق العنانی سے کیا ہے۔ اس نے اسے کہیں کا حاکم مقرر نہیں کیا۔

یعقوب کو خبر ہوئی تو اس نے معتمد کی خدمت میں ایک درخواست ارسال

Marfat.com

کی۔ جس میں یہ مطالبات درج تھے:۔

"(۱) طاہر بن حسین کے رقبۂ حکومت کی عنان نظام میرے ہاتھ میں دے دی جائے۔

(۲) مجھے طبرستان۔ جرجان۔ رے۔ آذربائیجان۔ کرمان۔ سجستان۔ سندھ تمام مشرقی ممالک کا والی بنایا جائے۔

(۳) بغداد اور سر من رائے کا پولیس کا محکمہ میرے متعلق کیا جائے۔

(۴) جن لوگوں نے معتمد کا پہلا فرمان سنا ہے۔ انھیں جمع کرکے اس کی منسوخی کا فرمان سنایا جائے۔"

یہ عرض داشت ارسال کرنے کے بعد یعقوب نے بغداد کی راہ لی۔ معتمد اس سے شدید برہمی کی بنا پر برسرِ پیکار ہونا چاہتا تھا۔ لیکن مسلوب الاختیارات ہونے کے باعث مجبور تھا۔ کیونکہ حکومت کے سپید وسیاہ کا مالک موفق تھا۔ موفق نے اسے عازمِ بغداد ہونے سے روکنے کے لئے اس کے تمام مطالبات مان لئے۔ اس سے موالی آگ بگولا ہو کر یعقوب سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان مطالبات کی منظوری کے بعد بھی یعقوب نے عزمِ بغداد ملتوی نہ کیا۔ اس سے مترشح ہوتا تھا۔ کہ وہ ترکوں کو دولت عباسیہ سے بیدخل کرکے خود اس پر چھا جانا چاہتا تھا۔ ترک موفق سے خفا ہو گئے۔ معتمد نے یعقوب کے بغداد آنے کی خبر سنی۔ تو وہ فرطِ غیظ سے آپے سے باہر ہو کر یعقوب سے مقابلے کے لئے میدان میں نکل آیا۔

ترکوں نے اسے قومی جنگ سمجھ کر سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ یعقوب بھی کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ اس کی بہادری کا گھر گھر چرچا تھا۔ چنانچہ فریقین میں گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خلیفے کے بہ نفسِ نفیس میدان کارزار میں موجود ہونے کے باعث ترکوں کی ہمت بندھی ہوئی تھی۔ اور موجودگی معتمد کی بنا پر یعقوب کی فوج کا ایک حصہ جنگ سے گریزاں تھا۔ اس

لئے اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن خود آخر تک اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ جب اس کی فوج نے راہ فرار اختیار کی۔ تو وہ بھی خوزستان کے راستے سے جندیسا پور کی جانب چلا گیا۔ موفق نے فارس کو اس کے قبضے سے چھڑانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے۔ مگر بے سود۔

اسی سال احمد بن عبداللہ خجستانی نے خراسان پر قبضہ کر کے وہاں سے صفاریوں کا نام و نشان مٹا دیا۔

یعقوب کی وفات

۲۶۵ھ میں یعقوب صفار کو مرض الموت نے آگھیرا اور تھوڑے دنوں کے بعد اس کا انتقال ہو گیا یعقوب تدبیر و سیاست۔ بہادری اور حسن انتظام میں اپنی نظیر آپ تھا۔ اس کی تدبیر و سیاست کے واقعات سے تاریخوں کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔

عمرو بن لیث الصفار

یعقوب کے بعد اس کے بھائی عمرو نے اس کی مسند نشینی پر قدم رکھا۔ اور اس نے خلافت بغداد سے تعلقات استوار کر کے خراسان۔ اصفہان۔ سجستان اور خراسان کی عنانِ ولایت ہاتھ میں لیتے ہوئے بغداد و سرمن رائے کی شحنگی کا پروانہ حاصل کیا۔

چند سال تک عمرو اور معتمد میں بنی رہی۔ لیکن ۲۷۱ھ میں معتمد کسی بنا پر اس سے ناراض ہو گیا۔ اور خراسان کا علاقہ اس سے چھین کر محمد بن طاہر کو دے دیا۔ طرفین میں جنگ ہوئی۔ اور عمرو بھاگ گیا۔ ۲۷۶ھ میں پھر اس پر معتمد کی نظر عنایت ہو گئی۔ اور اسے شحنگی بغداد کے منصب پر سرفراز کر کے ڈھالوں پر اس کا نام ثبت کر دیا۔

احمد بن طولون

معتز کے عہد میں احمد بن طولون مصر کا حاکم تھا۔ معتمد کے دور میں اس کے عروج و اقبال کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا۔ کندی بیان کرتا ہے کہ:۔

Marfat.com

"عیسیٰ بن شیخ والی شام کی بغاوت کے خاتمے پر شام کی حکومت بھی ابن طولون کے سپرد کردی گئی۔ لیکن مصر کا شعبۂ خراج ابن مدبر کے ماتحت تھا۔ پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد معتمد نے یہ شعبہ اور اس کے ساتھ سرحدات شام کی حفاظت بھی اسی کی تحویل میں دے دی۔ اس سے مصر۔ سکندریہ اور شام کا وسیع علاقہ ابن طولون کے ماتحت ہوگیا۔"

مقریزی لکھتا ہے۔ کہ:۔

"ابن مدبر بہت بدسرشت اور بد دماغ تھا۔ اس نے گوناگوں تدابیر سے ابن طولون کو رام کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس کے دام میں نہ آیا۔ اس سے ابن مدبر نے اس کے خلاف ساز باز شروع کردی۔ لیکن ناکام رہا۔ ابن طولون کے مدارج میں ترقی ہوتی چلی گئی۔ جس سے ابن مدبر کو اس کے آگے سر اطاعت خم کرنے کے سوا چارہ نہ رہا۔"

ابن طولون کے کارنامے

ابن طولون نے حکومت کے تمام شعبوں کو بام ترقی پر پہنچادیا۔ اور ایک جدید خوش نما شہر آباد کیا۔ جس میں ہر قوم کے الگ الگ محلّے اور تمام پیشہ وروں کے علٰحدہ علٰحدہ بازار بنوائے۔ گلیاں صاف ستھری اور سڑکیں وسیع تعمیر کرائیں۔ مسجدیں حمام اور شفاخانے قائم کیا اور ایک وسیع سیرگاہ بنوائی۔

ابن طولون کے خلاف سازباز

ابن طولون کا یہ عروج واقبال دوسرے امراء کے لئے خار پہلو ثابت ہوا۔ اور انھوں نے آتشِ حسد سے جل کر اس کے خلاف جوڑ توڑ کرتے ہوئے خلیفے کو اس سے منحرف کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ان منصوبہ بازوں کی ایک نہ چلی۔ اور ابن طولون نے سازشیوں کے ایک سرغنہ ابن مدبر کو گرفتار کرکے قید وبند میں ڈال دیا۔

ابن طولون سے موفق کی ٹکر

ابن طولون کی یہ حیرت افزا اور رشک انگیز

Marfat.com

ترقی خلافت عباسیہ کے مختار مطلق موفق کی نگاہوں میں بھی کانٹا بن کر کھٹکتی تھی۔ لہٰذا وہ اسے قعر پستی میں گرانے پر تل گیا۔ اور موسیٰ بن بغا کو اس کام کے لئے تیار کیا۔ موفق نے ابن طولون کو مصر سے معزول کر کے اس کی جگہ ماجور حاکم دمشق کو بھیجنے کا حکم دیا۔ لیکن ماجور کو اس شجاعت آزما مہم کا بیڑا اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی اس لئے موسیٰ نے خود مصر کی جانب پیش قدمی کی۔ ابن طولون نے اطلاع پاتے ہی جنگ کی زبردست تیاری کی۔ اتنے میں موسیٰ وہاں پہنچ گیا۔ اور دس مہینے تک رقہ میں ٹھہرا رہا۔ لیکن میدانِ مقابلہ میں اترنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ موسیٰ کی فوج تنگ آکر اسے جنگ یا واپسی پر مجبور کرنے لگی۔ اسی دوران میں موسیٰ نے زندگی کی جنگ میں ہتھیار ڈال دئے۔ اور راہ عدم اختیار کی۔

شام پر قبضہ انھیں دنوں ماجور عامل دمشق نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا اب ابن طولون کے لئے حکومت مصر سے دمشق کا الحاق آسان ہو گیا۔ چنانچہ اس نے خود جاکر رملہ اور دمشق پر قبضہ کر لیا۔ پھر حمص۔ انطا اور طرطوس کو زیر نگیں کر کے واپس چلا گیا۔

باپ بیٹے کی بغاوت ابن طولون نے خیال کیا۔ کہ شام میں چند روز قیام کر کے اس کی سرحد کو رومی حملوں سے محفوظ کر لینا چاہیئے۔ لیکن اسی دوران میں اسے خبر ملی۔ کہ اس کے بیٹے عباس نے اس کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فوراً عازمِ مصر ہو گیا۔ اُدھر سے عباس بھی فسطاط پہنچ گیا۔ ابن طولون نے فسطاط پہنچ کر عباس کا قصور معاف کرتے ہوئے اسے بلا بھیجا۔ وہ آنے کو تیار تھا۔ لیکن کان بھرنے والوں نے اسے بھڑکا کر پھر روک دیا۔ اور وہ افریقہ چلا گیا۔ مگر وہاں بھی اسے ٹھہرنا نصیب نہ ہوا۔ اور تباہ حالی میں برقہ لوٹ گیا۔

عباس کا حشر اس پر ابن طولون خود عباس کی گوشمالی کے لئے روانہ ہوا لیکن اس کی روش میں تبدیلی کی اطلاع پا کر خود رک گیا

اور صرف طیار کو روانہ کر دیا۔ اس نے عباس کو شکست دے کر گرفتار کرنے کے بعد ابن طولون کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے بیٹے کو بغاوت کے جرم میں قطع دست و پا کی سزا دی۔

اہلِ طرطوس کی بغاوت

اس کے بعد ابن طولون نے اپنے غلام لولو کو فوج دے کر دمشق روانہ کیا۔ لیکن موفق نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ ابن طولون نے اطلاع پاکر اس کا تعاقب کیا۔ اور عامل طرطوس کے نائب خلف کو حکم بھیجا۔ کہ وہ مازیار خادم کو گرفتار کر کے بھیج دے۔ لیکن اہل طرطوس نے مازیار کو خلف سے چھین لیا۔ اور اسے نکال کر مازیار کو اس کی جگہ والی بنا دیا۔ ابن طولون نے خبر پاتے ہی اہلِ طرطوس کی سرکوبی کے لئے قدم بڑھایا۔ مگر معتمد کا ایک ضروری خط ملنے کے باعث یہ ارادہ ترک کر دیا۔

معتمد ابن طولون کی پناہ میں

معتمد نے موفق کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر ابن طولون کے دامن میں پناہ لینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اسے اپنی آمد کی اطلاع کے لئے خط لکھا۔ معتمد طرطوس کو روانہ ہونے والا تھا۔ مگر خط پاکر رُک گیا۔

معتمد نے شکار کے حیلے سے مصر کی راہ لی۔ اس خبر سے موفق کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اور اس نے اسحٰق بن کندرج کو لکھا۔ کہ جس طرح ہو سکے۔ معتمد کو ابن طولون سے نہ ملنے دو۔ اسحٰق نے حدیثیہ میں معتمد کی خدمت میں تحفے نذر کئے۔ اور تدبیر سے اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے معتمد کو سامرا واپس کر دیا۔ موفق نے اسحٰق کی اس جلیل القدر خدمت کے صلے میں اسے مصر کی ولایت بخش دی۔

ابن طولون کی وفات

اس واقعے سے موفق سے ابن طولون کے سابقہ اختلاف نے عداوت کا رنگ اختیار کر لیا۔ اور ابن طولون نے دمشق پہنچ کر اہلِ مصر کو حسب ذیل مضمون کا ایک خط تحریر کیا۔

"موفق نے معتمد کی بیعت فسخ کردی ہے۔ اور اس کے ساتھ ایسا نامناسب تاؤ کیا ہے۔ کہ اس کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ معتمد نے اس برتاؤ سے سخت پریشان ہو کر رو دیا ہے۔"

مصر والے یہ خط پڑھ کر موفق کے خلاف ہو گئے۔ اور ایک جماعت دمشق پہنچ وہاں کے سرحدی باشندے بھی آ گئے۔ ابن طولون نے ان سب سے اعلان جہاد پر دستخط ثبت کرائے۔ پھر مازیار خادم کو ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ لیکن نہ مانا۔ اور مخالفت پر اڑا رہا۔ ابن طولون اس کے مقابلے کو طرطوس پہنچا۔ مازیار نے شدید مزاحمت کر کے اسے لوٹ جانے پر مجبور کر دیا۔ ابن طولون مصیصہ آ کر بیمار ہو گیا۔ اور چند روز کے بعد ۲۷۰ھ میں وفات پا گیا۔

ابوالجیش خمارویہ

ابن طولون کے بعد اس کا بیٹا ابوالجیش خمارویہ باپ کی مسند جانشینی پر متمکن ہوا۔ اب مختلف حریفوں کی نظریں شام کی طرف اٹھنے لگیں۔ خمارویہ نے احمد واسطی اور سعد الایسر کو شام پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا۔ اسحٰق والی موصل و جزیرہ اور ابن ابی الساج نے موفق کو فوج کشی کے لئے اکسایا۔ موفق دشمن کو شکست دے کر دمشق میں داخل ہو گیا۔ خمارویہ کو مصر میں خبر ہوئی۔ تو وہ ۲۷۱ھ میں شام پہنچا۔ لیکن زک اٹھا کر فسطاط واپس چلا گیا۔ پھر سعد الایسر نے خمارویہ کی فوج سے موفق کو شکست دے کر دمشق واپس لے لیا۔ اس کے بعد خمارویہ اور موفق میں صلح ہو گئی۔ اور موفق نے خمارویہ اور اس کی اولاد کے نام مصر اور شام کی حکومت کا پروانہ لکھ دیا۔

دولت سامانیہ

اسد بن سامان خراسان کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ نوح۔ احمد۔ یحییٰ۔ الیاس۔ جس زمانے میں مامون الرشید مرو میں تھا۔ یہ چاروں بھائی اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مامون نے ان سب کو اعلیٰ عہدوں پر سرفراز کیا۔ اور اسد کی اولاد میں اعزاز برابر منتقل ہوتا رہا۔ احمد کے سات بیٹے تھے۔ جن میں سے نصر ۲۶۱ھ

Marfat.com

اس کا قائم مقام ہوا۔ اور اسے ماوراء النہر کی حکومت عطا ہوئی۔ اس طرح یہاں دولت سامانیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

موصل کی بغاوت

موصل کے حاکم اساتگین کے بیٹے اور نائب اذکوتکین نے جو سخت بدچلن تھا۔ اہلِ موصل پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے۔ جس سے رعایا اس کے خلاف ہو گئی۔ اور ایک اجتماع میں اس پر لعنت وملامت کے تیر برسائے۔ اذکوتکین کو اطلاع ہوئی۔ تو لشکر لے کر آ گیا۔ لیکن لوگوں نے مقابلہ کر کے اسے بھگا دیا۔ اور یحییٰ بن سلیمان کو امیر منتخب کر لیا۔

اساتگین کو خبر ملی۔ تو اس نے ہیثم بن عبداللہ کو مقابلے کے لئے موصل روانہ کیا۔ پھر اسحق بن ایوب کو اس مہم پر مامور کیا۔ اسے اس شرط پر صلح کرنی پڑی۔ کہ آئندہ اہل موصل کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد ایک جھگڑے کی بنا پر اہلِ موصل نے اسے نکال دیا۔

اُن دنوں "صاحب الزنج" کے ساتھ معرکہ آرائی کے باعث حکومت موصل کے انتظام کی طرف متوجہ نہ ہو سکی۔ اور وہاں خوارج واعراب نے فتنہ انگیزی کا طوفان برپا کر دیا۔

موصل پر خارجی بڑی طرح چھائے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کے خلاف زبردست صف آرائیوں کے باوجود ان کا زور نہ ٹوٹ سکا۔ لیکن پھر ان میں خانہ جنگی کی آگ مشتعل ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں ہرون بن عبداللہ نے نواح موصل پر قبضہ کر لیا۔ اور یہ قبضہ سالہا سال تک قائم رہا۔

قرامطہ

۲۷۸ھ میں حمدان قرمط سواد کوفہ کے مقام نہرین میں ظاہر ہوا۔ وہ غالی شیعہ تھا۔ اس نے ایک نیا مذہب جاری کیا۔ وہ دن رات نمازیں پڑھتا اور لوگوں کو پچاس نماز روزانہ کی تلقین کرتا تھا۔ کھجوروں کے ایک باغ کا مالی تھا۔ اس نے ظاہری زہد وتقشف سے لوگوں کے دل مٹھی میں لے لئے۔ جمعہ کے بجائے پیر کا دن مبارک سمجھتا۔ سال بھر میں دو روزے فرض

قرار دیتا۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال کہتا۔ کاشت کاروں میں اس کے مریدوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس سے زراعت کو نقصان پہنچا۔ اس علاقے کے امیر ہیثم کی آمدنی میں کمی ہونے لگی۔ تو اس نے تحقیقات کے بعد قرمط کو قید کر دیا۔ امیر کی ایک کنیز نے ترس کھا کر چوری چھپے اسے نکال دیا۔ عوام نے اسے قرمط کی کرامت سمجھا۔ اور اس کا مذہب دُور دُور تک پھیل گیا۔ لیکن اس کی تحریک کا پول چونکہ کھل چکا تھا۔ اس لئے اس نے عراق کے قیام میں خطرہ محسوس کر کے شام کی راہ لی۔

جنگِ روم

معتمد کے عہد میں بیرونی مہمات پھر شروع ہوئیں۔ ۲۵۹ھ میں رومیوں نے عطیہ پر حملہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ ۲۶۳ھ میں رومیوں نے طرطوس کے قلعہ کرکرہ کو مسلمانوں سے چھین لیا۔ ۲۶۴ھ میں عبداللہ بن الرشید نے چالیس ہزار کے لشکرِ جرار کے ساتھ ارضِ روم پر فوج کشی کی۔ پہلے اسے فتح حاصل ہوئی۔ لیکن بعد میں گرفتار ہو کر قسطنطنیہ پہنچا۔ ۲۶۲ھ میں رومیوں نے اذنہ پر حملہ کیا۔ چار سو مسلمان شہید اور چار سو گرفتار ہوئے۔ اسی سال قیصرِ روم نے عبداللہ بن رشید کو مع چند مصاحف کے احمد بن طولون کے پاس ہدیۃً روانہ کیا۔

۲۶۶ھ میں صقلیہ کے پاس رومیوں اور مسلمانوں کے جنگی بیڑوں میں معرکہ ہوا۔ جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور رومیوں نے ان کی کئی جنگی کشتیاں پکڑ لیں۔ ابن طولون کے نائب شام نے ارضِ روم پر ایک کامیاب حملہ کیا اور ان گنت مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

۲۶۷ھ میں ابن طولون کے عامل خلف فرغانی والی شام نے بلادِ روم پر چڑھائی کی۔ دشمن کے دس ہزار آدمی کھیت رہے۔ اور بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

۲۷۰ھ میں رومی ایک لاکھ کی ٹڈی دَل فوج کے ساتھ مقام قلیہ پر

Marfat.com

جو طرطوس سے چھ میل کے فاصلے پر ہے۔ رزم آرا ہوئے۔ ابن طولون کے غلام مازیار عامل طرطوس نے شب خون مار کران کے دانت کھٹے کر دیے۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ستر ہزار رومی مارے گئے۔ بطریق اعظم مقتول ہوا۔ اور بے اندازہ مال غنیمت میسر آیا۔ جس میں جواہرات سے مرصع صلیب اعظم بھی تھی۔

سنہ ۲۷۳ھ میں مازیار نے رومیوں کے خلاف کامیاب پیش قدمی کی۔

سنہ ۲۷۸ھ میں مازیار اور احمد جعفری نے مل کر ارض روم پر فوج کشی کی۔ مازیار منجنیق کا ایک پتھر لگنے سے واپس ہوا۔ اور راستے ہی میں سفر آخرت اختیار کیا۔

صقلیہ کی فتح سب سے زیادہ شاندار تھی۔ سنہ ۲۶۴ھ میں جعفر بن محمد امیر صقلیہ نے سمندر اور خشکی دونوں طرفوں سے صقلیہ کے صدر مقام سرقوسہ کا محاصرہ کیا رومیوں نے بحری بیڑا روانہ کیا۔ لیکن مسلمانوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور چند ماہ کے بعد سرقوسہ زیر نگیں ہو گیا۔ مسلمانوں نے بے شمار مال غنیمت پر قبضہ کر لیا۔

ولی عہدی

سنہ ۲۷۸ھ میں معتمد کے بھائی اور ولی عہد موفق نے وفات پائی۔ اور فوج نے معتمد کے بیٹے جعفر کی جگہ موفق کے بیٹے معتضد کو نام زد کیا۔ لیکن اس کا نام جعفر کے بعد رکھا۔ سنہ ۲۷۹ھ میں معتمد نے خود جعفر کے بجائے معتضد کو ولی عہد مقرر کیا۔

وزارت

معتمد کے زمانے میں چھ اشخاص یکے بعد دیگرے وزارت کے عہدے پر فائز ہوئے۔ سب سے پہلا وزیر عبداللہ بن یحییٰ تھا جس کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

دوسرا وزیر حسن بن مخلد تھا۔ جس کا شمار اپنے وقت کے نامور کاتبوں میں ہوتا تھا۔ قوت حافظہ میں اپنی نظیر آپ تھا۔

اس کے بعد یہ منصب عالیہ سلیمان بن وہب کو ملا۔ جو علم و فضل۔ دانائی

فرزانگی اور دفتری کاموں کی دسترس میں دنیا بھر کے بڑے بڑے کاتبوں میں ایک ممتاز مقام پر متمکن تھا۔ اس کا رشک انگیز عروج و اقبال مامون کی جوہر شناس نظر کا شرمندۂ احسان تھا۔

چوتھا وزیر اسمٰعیل بن بلبل نہایت سخی۔ صاحب جاہ وحشم۔ صاحبِ سیف اور صاحبِ قلم تھا۔ آخر میں کسی وجہ سے قید و بند میں ڈال دیا گیا۔ اور وہیں تہ تیغ کر دیا گیا۔

بعد ازآں یہ عہدۂ جلیلہ احمد بن صالح بن شیرزاد قطربلی کے حصے میں آیا۔ وہ ایک فصیح و بلیغ انشا پرداز اور نظم و نثر دونوں پر استادانہ قدرت رکھتا تھا۔ لیکن ایک ہی مہینے کی وزارت کے بعد اسے پیامِ اجل آ گیا۔

چھٹا وزیر سلیمان بن وہب کا بیٹا عبداللہ۔ فہم و فراست کا پتلا اور نامور کاتب تھا۔ ۲۸۸ھ میں انتقال کیا۔

وفات ۲۰ رجب ۲۷۹ھ کو معتمد نے پچاس سال چھ ماہ کی عمر میں ساڑھے تیئیس سال کی خلافت کے بعد سوء ہضم سے دفعۃً وفات پائی اور سامرا میں مدفون ہوا۔

معتمد برائے نام خلیفہ تھا۔ اور ہر وقت عیش و عشرت میں مشغول رہتا تھا۔ جملہ امور مملکت موفق انجام دیتا تھا۔ اس نے تدبیر و سیاست اور تمام اوصاف جہاں بانی کے بل پر حیرت انگیز کارنامے انجام دیے۔ اور ترکوں کا جو سلطنت کے سیاہ و سپید پر چھائے ہوئے تھے۔ زور توڑ ڈالا۔

Marfat.com

معتضد باللہ

۲۷۹ھ تا ۲۸۹ھ

ابوالعباس احمد بن موفق الملقب بہ معتضد باللہ ربیع الاول ۲۴۳ھ میں صواب کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور اپنے چچا کی وفات کے بعد رجب ۲۷۹ھ میں تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنے غلام بدر کو بغداد کا کوتوال اور عبیداللہ بن سلیمان کو وزیر مقرر کیا۔ وہ بڑا معاملہ فہم۔ مدبر اور صاحب جبروت بادشاہ تھا۔ اس نے ترکوں اور مخالف طاقتوں کو زیر کر کے دولتِ عباسیہ کو بام ترقی پر پہنچا دیا۔

رافع بن ہرثمہ کا خاتمہ رافع بن ہرثمہ نے عَلَم بغاوت بلند کر کے خراسان کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اس لئے معتضد نے اس سے خراسان کی نیابت چھین کر احمد بن عبدالعزیز کو اس کے اخراج پر مامور کیا۔ اس نے رافع کو شکست دے کر نکال دیا۔ لیکن انھیں دنوں ابن عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا۔ تو رافع پھر رے پہنچ گیا۔ اب کے عمرو بن لیث صفاری حاکم خراسان خود اس کے مقابلے کو بڑھا۔ رافع مختلف سرحدی طاقتوں کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھا کر میدان میں ڈٹ گیا۔ لیکن عمرو نے اسے شکست دی۔ اور وہ خوارزم بھاگ گیا۔ وہاں ابوسعید فرغانی نے اسے تلوار کے گھاٹ اتار کر اس کا سر عمرو کے پاس بھجوا دیا۔

خارجیوں کی سرکوبی خارجیوں کے ایک سردار ہارون نے بغاوت پر کمر باندھ کر نواح موصل پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن اسحٰق بن کنداج نے ہارون بن سیما شیبانی کو موصل کا والی مقرر کیا۔ اس پر شیبانیوں اور خارجیوں میں مقابلہ ہوا جس میں خارجیوں کو شکست ہوئی۔

۲۸۰ھ میں خارجیوں اور رومیوں میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ اور یہ تباہ کن ہنگامہ عرصے تک قائم رہا۔

Marfat.com

اسی سال معتضد خود باغیوں کی سرکوبی کے لئے نکلا۔ اور مرد میدان بن کر ان کے چھکے چھڑاتے ہوئے بے شمار خارجیوں کو فنا کے گھاٹ اُتارا۔

عربوں اور کردوں کو مغلوب و مطیع کر کے معتضد نے موصل کی عنانِ انتظام نصر قشوری کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بغداد کو مراجعت کی۔ لیکن اس کے بعد فور ہی خارجی پھر سرکشی پر اُتر آئے۔ اور نصر کی جماعت پر دھاوا بول دیا۔ معتضد نے حسن بن علی کو موصل کا حاکم مقرر کیا۔ وہ پوری تیاری سے مقابلے کو آ ڈٹا گھمسان کا رن پڑا۔ خارجیوں نے سترہ حملے کئے۔ لیکن حسن نے ان کی کچھ پیش نہ جانے دی اور نہایت بہادری سے مدافعت کرتے ہوئے اَن گنت خارجیوں کو قتل کر کے میدان کارزار کو لاشوں کا کھیت بنا دیا۔

ہارون بچ نکلا تھا۔ اس لئے ۲۸۳ھ میں معتضد نے پھر موصل کے لئے خو سفر باندھا۔ اور ہارون کو گرفتار کر کے اس کی تشہیر کرنے کے بعد سولی پر لٹکا دیا۔ اب موصل میں امن و سکون کی خوش گوار ہوائیں چلنے لگیں۔

قرامطہ جب قرمطی تحریک کا رہنما حمدان شام چلا گیا۔ تو اس کے بعد یہ تحریک خفیہ طور پر پھولتی پھلتی رہی۔ اور اس کے پیروؤں کی تعداد اندر ہی اندر حیرت انگیز طریق سے بڑھتی چلی گئی۔ اس کا میدان ترقی زیادہ تر بحرین کا علاقہ تھا۔ ۲۸۱ھ میں ایک قرمطی مبلغ یحییٰ بن مہدی نے قطیف میں داعی مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور امام زمان کا ایک خط پیش کیا۔ شیعوں نے اس دعوت کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دئے۔ کچھ عرصے کے بعد یحییٰ نے دو اور خط پیش کئے۔ اور شیعوں نے حرف بحرف ان کے مندرجہ احکام کی تعمیل کی ۲۸۶ھ میں ابو سعید جنابی نے اس تحریک کا علم بلند کر کے ایک کثیر التعداد اور زبردست جمعیت اپنے گرد جمع کر لی۔ اس نے قطیف میں قیام کر کے اہم ساز و سامان سے لیس ہوتے ہوئے بصرہ کا قصد کیا۔ اُدھر یحییٰ نے مختلف و متعدد قبیلوں میں دورہ کر کے بہت سے آدمی اپنے ساتھ ملا لئے۔ یہاں تک کہ

Marfat.com

سنہ ۲۸۷ھ میں قرامطہ نے ہجر کے مضافات میں ترک تاز شروع کردی معتقد نے صورتِ حالات سے اطلاع پاتے ہی عباس بن عمر غنوی حاکم فارس کو یمامہ اور بحرین کا والی مقرر کرکے مقابلے کے لئے بھیجا۔ بصرہ میں معرکہ آرائی ہوئی اور ابو سعید نے فتح حاصل کرکے عباس کو گرفتار کرنے کے بعد اس کے ہمراہیوں کو آگ میں ڈال کر جلا دیا۔

اس کامیابی کے نشے میں سرشار ہوا کے گھوڑے پر سوار قرامطہ بڑھتے چلے گئے۔ اور مضافات کوفہ میں تاخت و تاراج شروع کردی۔ ایک طالبی غلام بدر نے میدانِ مقابلہ میں اتر کر قرامطہ کے بہت سے امرا کو تہ تیغ کر دیا۔ اور معتمد کی فوجوں نے بھی ان کے ہزاروں افراد کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر قرامطہ کا ایک داعی ذکرویہ بن مہرویہ بنی قلیصر کو ساتھ ملا کر سرحد شام تک تباہی اور بربادی پھیلاتا چلا گیا۔ اور کسی کے روکے نہ رک سکا۔

اسمٰعیل اور عمرو کی جنگ

عمرو بن لیث صفاری نے رافع بن ہرثمہ کا خاتمہ کرنے کے صلے میں معتضد سے ماوراء النہر کی حکومت کا مطالبہ کیا۔ اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اور عمرو نے محمد بن بشیر کو اس علاقے پر تصرف کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اسمٰعیل سامانی حاکم ماوراء النہر نے ابن بشیر کا مقابلہ کرکے اسے شکست دی۔ اس پر عمرو خود میدان میں اتر آیا۔ لیکن وہ بھی شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ معتضد نے اسے قید کرکے اس کا سارا علاقہ اسمٰعیل کے حوالے کر دیا۔

علویوں کا خروج

عمرو بن لیث کی اسیری سے طبرستان کے علویوں کے دل میں خراسان پر قبضہ کرنے کی دیرینہ آرزو نے پھر سر اٹھایا۔ اور محمد بن زید نے عَلَمِ خروج بلند کرکے خراسان پر حملہ کرنے کے لئے باگ اٹھالی۔ باب جرجان میں آتش و خون کا سمندر موج زن ہوا۔ ابن زید شکست کھا کر شدید مجروح ہوئے۔ اور چند روز کے بعد انتقال کر گئے۔

Marfat.com

رومیوں سے جنگ

۲۸۵ھ میں موفق کے غلام راغب نے بحری حملہ کیا۔ اور رومیوں کے تیس جہاز جلا کر تین ہزار رومیوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔ ۲۸۷ھ میں رومیوں نے طرطوس پر فوج کشی کی۔ وہاں کے عامل ابو ثابت نے انھیں شکست دی۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔

۲۸۸ھ میں حسن بن علی کورہ نے متعدد رومی قلعوں پر حملہ کرکے ان کے بہت سے آدمی گرفتار کر لئے۔ رومیوں نے جوشِ انتقام میں کیسوم پر چڑھائی کرکے پندرہ ہزار مسلمان گرفتار کئے۔

وزارت

پہلا وزیر عبید اللہ بن سلیمان تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قاسم منصب وزارت پر فائز ہؤا۔ وہ علم و فضل کا پیکر۔ تدبیر و سیاست کا مجسمہ اور شان و شکوہ کی تصویر تھا۔ قاسم معتضد کے اختتام عہد تک اپنے منصب پر قائم رہا۔

وفات

ربیع الاوّل ۲۸۹ھ میں معتضد بیمار ہؤا۔ اور بیماری نے مرض الموت کی صورت اختیار کر لی۔ اس کے بیٹے اور ولی عہد مکتفی باللہ کی بیعت کی تجدید کی گئی۔ آخر ربیع الاوّل اور بروایت دیگر ربیع الآخر میں اس نے سات سال نو مہینے خلافت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ چار بیٹے اور گیارہ بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔

متفرق حالات

معتضد دبدبہ و سطوت۔ بلند ہمتی۔ عالی حوصلگی اور اخلاق حمیدہ کا پیکر تھا۔ اس نے دولتِ عباسیہ کو نشأۃ ثانیہ عطا کرنے میں اعجاز مسیحائی سے کام لیا۔ مسعودی بیان کرتا ہے:۔

"جونہی معتضد سریر آرائے خلافت ہؤا۔ فتنہ و فساد کے شعلے بجھ گئے جنگ و جدل کا طوفان تھم گیا۔ شورش و بغاوت کے ہنگامے دب گئے۔ ظفر و اقبال نے اس کے قدم چومے۔ مخالفین نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ مشرقی اور مغربی

علاقے زیر اطاعت آ گئے "
ابن طقطقی کا بیان ہے۔کہ:۔

" معتضد زیرک۔ دانا۔ عالم و فاضل اور اخلاق عالیہ سے آراستہ تھا۔ اس کے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سلطنت میں بربادی کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ سرحدیں کمزور تھیں۔ اس نے نہایت قابلیت سے اصلاحی قدم اٹھایا۔ جس سے سلطنت کے گوشے گوشے میں رونق و آبادی کے پھول برسنے لگے۔ سرحدیں مستحکم ہوگئیں۔ وہ سیاست کا دھنی اور مفسدہ پردازوں کے لئے پیام اجل تھا۔ اس نے رعایا کو فوجوں کی جیرہ دستی سے محفوظ کردیا۔ اس کے عہد میں شور و شر کے جھکڑ چلے۔ سرکشی و بغاوت کی بجلیاں کوندیں۔ عمرو بن لیث الصفار نے زبردست اقتدار حاصل کرکے عجم کے بڑے علاقے پر تسلط بٹھالیا۔ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں دریائے بلخ پر سونے کا پل بنوا سکتا ہوں۔ اس کے باورچی خانے کا سامان چھ سو اونٹوں پر بار ہوتا تھا۔ لیکن معتضد کے جاہ و جلال نے اسے قید و بند میں ڈال دیا۔ اس نے خلافت عباسیہ کو از سر نو منظم و مضبوط کردیا۔ رعایا کو عدل و انصاف سے نوازا۔ اور مرتے وقت بہت سی دولت چھوڑ گیا۔"

یہ زریں کارنامہ معتضد کے تاج عظمت و فضیلت میں درشہوار بن کر چمک رہا ہے۔کہ اس نے ترکوں کی ترکی تمام کرکے ظلم و جور کا قلع قمع کردیا۔ جس سے رعایا نے اطمینان کا سانس لیا۔ حکام کو جبر و تشدد سے روک کر عدل و انصاف کی تلقین کی۔

اس حسن تدبیر سے عدالتوں میں بھی مساوات کے منظر دکھائی دینے لگے۔ اس ضمن میں ایک دلکش واقعہ یہ ہے۔کہ:۔

" ایک امیر کے ذمے بہت سے لوگوں کا قرض تھا۔ قرض خواہوں نے قاضی ابوحازم کی عدالت میں نالش کی۔ وہ امیر معتضد کا بھی مقروض تھا۔ اس نے

Marfat.com

قاضی کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ یہ شخص میرا بھی مقروض ہے۔ میرا قرض بھی دلایا جائے۔ قاضی نے جواب دیا۔ میں شہادت کے بغیر کسی دعوے کا فیصلہ نہیں کر سکتا معتضد نے دو معزز آدمیوں کو اپنا شاہد قرار دیا۔ قاضی نے کہا۔ گواہوں کو عدالت میں آکر گواہی دینی چاہیئے۔ لیکن قاضی کی جرح کے ڈر سے کوئی گواہ بھی عدالت میں جاکر شہادت دینے پر رضامند نہ ہؤا۔ اس لئے معتضد کے دعوے کی سماعت نہ کی گئی"

معتضد کی انتظامی قابلیت سے حکومت کی آمدنی میں نمایاں اضافہ ہوگیا۔ کہاں وہ تباہی خیز زمانہ کہ خزانہ خالی ہونے کے باعث کئی کئی مہینوں تک تنخواہیں بھی تقسیم نہ کی جا سکتی تھیں۔ اور کہاں یہ آسودگی بخش عہد کہ سلطنت کے ضروری مصارف کے بعد ہر سال خزانے میں ایک معقول رقم جمع رہتی تھی۔ پھر لطف یہ کہ کوئی نیا ٹیکس لگانے کے بجائے بعض پرانے ٹیکس بھی بند کر دئے گئے تھے

دینی خدمت

معتضد نے نفع بخش سیاسی اصلاحات کے ساتھ ساتھ قابلِ قدر مذہبی خدمات بھی انجام دیں۔ وہ بڑا نیک اور دین دار تھا۔ یونانی فلسفے کا چرچا ہو جانے کے باعث عوام کے عقائد و خیالات بہت ناقص ہو گئے تھے۔ اس لئے معتضد نے مذہبی جھگڑوں کے انسداد کے لئے فلسفہ اور مذہب کی کتابوں کی اشاعت روک دی۔ اوہام و خرافات کو مٹانے کے لئے منجموں اور قصہ خوانوں کو عام گزرگاہوں پر بیٹھنے سے منع کر دیا۔ مجوسیوں کی دیکھا دیکھی مسلمان بھی نوروز کو آگ جلاتے۔ اور عید مناتے تھے۔ معتضد نے یہ مشرکانہ رسم حکماً بند کر دی۔

کسی رنگین مزاج شخص نے گانے۔ متعہ اور نبیذ کے مختلف فیہ مسائل سے متعلق صرف جواز کے پہلو ڈھونڈھ کر ایک کتاب میں جمع کئے۔ معتضد نے قاضی اسماعیل سے رائے لینے کے بعد اسے زندقہ کی پوٹ سمجھتے ہوئے نذرِ آتش کرا دیا۔

ذوی الارحام کی میراث کے باب میں معتضد نے امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے ہوئے انھیں حصّہ دلانے کا التزام کیا۔ جس سے رعایا خوش ہوکر اس پر جان چھڑکنے لگی۔

مکتفی باللہ

۲۸۹ھ تا ۲۹۵ھ

علی نام۔ ابو محمد کنیت۔ مکتفی باللہ لقب۔ ۲۶۳ھ یا ۲۶۴ھ میں ایک ترکی کنیز جیجک کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور جمادی الاولیٰ ۲۸۹ھ میں اپنے باپ معتضد کی وفات کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

بدر حمامی بدر حمامی معتضد کا مشہور غلام تھا۔ اور اس کے عہد میں سلطنت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہ چکا تھا۔ وہ اپنے آقا کے انتقال کے وقت فارس کا حاکم تھا۔ معتضد کے وزیر قاسم بن عبید اللہ اور بدر میں مخالفت تھی۔ کیونکہ قاسم نے معتضد کے جیتے جی اس کے خاندان سے خلافت کے اخراج کی کوشش کی تھی۔ اور بدر نے اس سے شدید اختلاف کا اظہار کیا تھا۔ اب قاسم کو بدر سے افشائے راز کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ اس لئے وہ ہاتھ دھوکر بدر کی جان کے پیچھے پڑ گیا۔ مکتفی کسی بنا پر بدر سے ناراض تھا۔ اس سے قاسم کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اور اس نے مکتفی کے دل میں بدر کی طرف سے بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ مکتفی نے بدر کو فارس کی حکومت سے برطرف کر دیا۔ اور جب وہ بغداد آرہا تھا۔ تو راستے ہی میں قاسم کے مقرر کئے ہوئے آدمیوں نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔

شام میں قرامطہ کی ہنگامہ خیزی مکتفی کے زمانے میں قرامطہ کی ہلاکت

Marfat.com

بار سرگرمیوں کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی۔ انھوں نے کوفہ میں زک اٹھانے کے بعد دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر مکتفی خود مقابلے کو نکلا۔ ۲۹۰ھ میں رقہ پہنچ کر قیام کیا۔ اور محمد بن سلیمان کو ایک جرّار فوج دے کر اس گروہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس نے نہایت مستعدی سے داد شجاعت دے کر قرامطہ کے چھکے چھڑا دئے۔ ان کا سردار ذکرویہ ۲۹۱ھ میں گرفتار ہو کر مکتفی کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوا۔ اور بے شمار قرامطہ مقتول۔ گرفتار اور مفرور ہوئے۔ ذکرویہ کے بعد اس کے بھائی حسین نے سر اٹھایا۔ اور بقیۃ السیف قرامطہ کو جمع کر کے فتنہ و فساد کے شعلوں کو ہوا دی۔ لیکن وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ اور شام میں امن قائم ہو گیا۔ لیکن اس کے بعد قرامطہ نے یمن کو اپنی فتنہ انگیزیوں کی جولان گاہ قرار دیا۔

بنی طولون کا خاتمہ

احمد بن طولون والی مصر کا پوتا ہارون سخت نا اہل نکلا۔ دولت عباسیہ کی نظروں سے گر جانے کے علاوہ خود اپنے عزیزوں اور امرا کی نگاہوں میں بھی ذلیل ہو گیا۔ چنانچہ بدر حمامی اور امیر فائق طولونی نے جو حکومت طولونی کی طرف سے شام کے حاکم تھے۔ ہارون کے خلاف ہو کر عباسی امیر محمد بن سلیمان کو مصر پر حملہ کرنے کے لئے لکھا۔

۲۹۱ھ میں محمد بن سلیمان اور امیر دمیانہ والی سرحد نے یکبارگی مصر پر چڑھائی کر دی۔ ہارون نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست فاش کھائی۔ صفر ۲۹۲ھ میں ہارون کے مخالف چچا شیبان اور عدی نے موقع پا کر اسے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔

اب مصر پر شیبان کا پرچم حکومت لہرانے لگا۔ لیکن ہارون کے بعض ہواخواہ اس قتل کو پسند نہ کر کے محمد بن سلیمان کے ساتھ مل گئے۔ اور فسطاط میں میدان کارزار گرم ہوا۔ شیبان کو سر اطاعت خم کرنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ اور ربیع الاوّل ۲۹۲ھ میں ابن سلیمان نے فسطاط کو زیر نگیں کر لیا۔ پھر اس نے طولونی خاندان کے تمام افراد کو حکومت سے بے دخل کر کے مصر اور شام سے طولونی حکومت

نام ونشان مٹا دیا۔

بنی حمدان ۲۹۳ھ میں مکتفی نے ابو الہیجا عبداللہ بن حمدان ثعلبی کو صوبۂ موصل کی حکومت عطا کی۔ لیکن چند ہی روز بعد کردوں نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ ابن حمدان نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔ اور ۲۹۴ھ میں دربار خلافت سے کمک لے کر دوبارہ فوج کشی کی۔ کرد خوف زدہ ہو کر کوہ سلق کی ایک گھاٹی میں چلے گئے۔ بہت دنوں تک جنگ کا بازار گرم رہا۔ آخر کردوں کے سردار محمد بن بلال نے اطاعت قبول کر لی۔ تمام کردوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور موصل میں پوری طرح امن قائم ہو گیا۔

فتوحات مکتفی کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ۲۹۲ھ میں زرافہ نے اناطولیہ کے ساحلی شہر انطاکیہ پر فوج کشی کی۔ اور رومیوں کا ٹڈی دل لشکر بحری مقابلے کے لئے آگیا لیکن اس نے منہ کی کھائی۔ اور مسلمانوں نے رومی بیڑے پر قبضہ کر لیا۔ بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

۲۹۳ھ میں اندورقس رومی نے مرعش پر تاخت و تاراج کی۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کام آئی۔ سرحد کے نئے حاکم رستم بن براد نے فدیہ دے کر بارہ سو مسلمانوں کو رومیوں کی قید سے نجات دلائی۔ اسی سال رومیوں نے قورس واقع حلب پر فوج کشی کر کے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ اور گرفتار کیا۔ اور قورس کی جامع مسجد کو آگ لگا دی۔

۲۹۴ھ میں ابن کیغلغ نے ایشیائے کوچک پر حملہ کر کے چار ہزار رومی گرفتار کئے۔ پھر شکنہ پر فتح کا پرچم لہراتے ہوئے لیس تک پیش قدمی کی۔ اور پچاس ہزار رومی گرفتار کر کے بے شمار فنا کے گھاٹ اتارے۔

وزارت پہلا وزیر قاسم بن عبید اللہ تھا۔ جس کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد قلمدان وزارت عباس بن حسن کے سپرد ہوا۔

Marfat.com

لیکن وہ نااہل اور عیاش تھا۔

وفات سنہ ۲۹۵ھ میں مکتفی نے ساڑھے چھ سال خلافت کرنے کے بعد وفات پائی۔ اور امیر محمد بن طاہر کے مکان میں رسم تدفین عمل میں لائی گئی۔ انتقال سے پہلے اپنے سیزدہ سالہ بھائی جعفر کو ولی عہد مقرر کیا۔

اخلاق وعادات مکتفی کی فطرت میں نرمی اور تحمل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ عفو خطا میں مشہور تھا۔ اس نے مجرموں کی سزا دہی کے لئے معتضد کے بنوائے ہوئے تہ خانے مسمار کرا کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کرادیں۔ اور اپنے پیش رو کے زمانے کے تمام قیدی رہا کر دئے۔

معتضد نے اپنا محل تعمیر کراتے وقت رعایا کے باغ اور دکانیں لے لی تھیں مکتفی نے ان تمام کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دیا۔ اور بہت سا نقد روپیہ بھی عطا کیا۔ ان قابل تعریف اوصاف کے باعث اس نے رعایا کا دل مٹھی میں لے لیا تھا۔ اور ہر لب اس کے لئے دعائے خیر کرتا تھا۔

کفایت شعار اتنا تھا۔ کہ اس کی یہ عادت بخل تک پہنچ گئی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد روٹیوں کے بچے ہوئے ٹکڑے ثرید بنانے کے لئے محفوظ کر لیتا تھا۔ اور سالم روٹیوں کو دوسرے وقت کے لئے بچا رکھتا تھا۔

مقتدر باللہ

سنہ ۲۹۵ھ تا سنہ ۳۲۰ھ

جعفر نام۔ ابوالفضل کنیت۔ مقتدر باللہ لقب۔ رمضان سنہ ۲۸۲ھ میں غریب کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اگرچہ مکتفی خود اسے اپنا ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ لیکن وہ ابھی صرف تیرہ سال کا تھا۔ اس لئے اکثر امرائے حکومت اس کی بیعت پر رضامند نہ تھے۔ مگر عباس بن حسن وزیر سلطنت نے اپنے مفی

Marfat.com

کی خاطر مکتفی کے حسب وصیت بیعت کی رسم ادا کر دی۔ اور ذی قعدہ ۲۹۵ھ میں وہ سریر آرائے خلافت ہوا۔

مقتدر کی معزولی

بیعت کے بعد بھی اکثر امرائے دولت نے مخالفت ترک نہ کی۔ اور مقتدر کو معزول کر کے عبداللہ بن معتز کو تخت خلافت پر بٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔ ابن معتز سے قبول خلافت کی استدعا کی گئی۔ تو اس نے اس شرط کے ساتھ منظور کر لی۔ کہ کشت و خون قطعاً نہ ہو۔

عباس نے یہ رنگ دیکھ کر امرا کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ لیکن ابھی وہ کوئی عملی اقدام نہ کرنے پایا تھا۔ کہ امیر حسین بن حمدان نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ پھر مقتدر کا کام تمام کرنے کے لئے قصر خلافت کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن ناکام لوٹ آیا۔ دوسرے دن اس نے ابن معتز کو اورنگ خلافت پر متمکن کر دیا۔ اور مرتضیٰ باللہ لقب دیا۔

مقتدر کی بحالی

اب ابن حمدان نے مقتدر کو قصر خلافت کے چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اس پر جنگ ہو گئی۔ اور ابن حمدان نے موصل کی راہ لی۔ ابن معتز کے حامی اپنی کمزوری دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور خود اس نے بھی راہ فرار اختیار کر کے امیر عبداللہ بن جصاص کے گھر میں پناہ لی۔

اس انقلاب سے بغداد میں شورش کی آندھیاں چلنے لگیں۔ اور مقتدر اپنے کھوئے ہوئے منصب خلافت پر بحال کر دیا گیا۔ اس نے ابن معتز کے حامی امرا کو گرفتار کر کے بعض کو تہ تیغ کرا دیا۔ اور قلمدان وزارت ابن فراط کے سپرد کیا۔ اس دوران میں ابن معتز کو بھی تلاش کر کے ٹھکانے لگا دیا گیا۔

حسین بن حمدان کا خاتمہ

مقتدر کا سب سے بڑا مخالف اور نامور امیر حسین بن حمدان ابھی تک قابو میں نہ آیا تھا۔ اس لئے مقتدر نے اس کے بھائی ابوالہیجا کو اس کام پر مامور کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی۔ مگر بے نتیجہ۔ آخر ابن حمدان وزیر ابن فرات کی وساطت سے خطا معاف کرا کے

Marfat.com

دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ مقتدر نے اس کے علو مرتبت کا لحاظ کر کے قم اور قاشان کی عنان ولایت اس کے ہاتھ میں دے دی۔ پھر دیار ربیعہ کا علاقہ بھی اس کی تحویل میں دے دیا۔ اور وہ ۳۰۳ھ تک ان علاقوں پر حکومت کرتا رہا۔

کچھ عرصہ کے بعد دوسرے وزیر علی بن عیسٰی نے کسی اختلاف کے باعث حسین کو موصل کا علاقہ چھوڑ دینے پر مجبور کیا۔ حسین کے انکار پر جنگ ہوئی۔ اور ۳۰۵ھ میں اسے فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

صفاری حکومت کا خاتمہ

طاہر صفاری نے فارس پر تسلط بٹھا کر مکتفی سے اس کا ٹھیک لے لیا تھا۔ لیکن صفاریوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور تباہ کن جنگ کے بعد لیث بن علی نے فارس پر قبضہ کر لیا۔ طاہر کے چچا لیث کے غلام سبکری نے مقتدر سے فارس کا ٹھیک لے لیا تھا۔ اس لئے اس نے مونس کو سبکری کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اس نے لیث بن علی کو مغلوب کر کے فارس سبکری کے حوالے کر دیا۔ لیکن سبکری نے خراج دینا بند کر دیا۔ تو محمد بن جعفر نے اسے نیچا دکھا کر فارس سے نکال باہر کیا۔ اس طرح دولت صفاریہ بہت کمزور ہو گئی۔ اور ۲۹۸ھ میں اسمٰعیل سامانی نے حملہ کر کے لیث بن علی کے بھائی اور جانشین بلال بن لیث کو شکست دینے کے بعد صفاریہ حکومت کو آغوشِ لحد میں سلا دیا۔

قرامطہ

مقتدر کے عہد میں قرامطہ نے پھر سر اٹھایا۔ اور عراق و شام میں ہنگامہ برپا کر دیا۔ ۳۱۱ھ میں ابوطاہر قرمطی نے بصرہ پر چڑھائی کر کے وہاں کے والی کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور سترہ دن تک قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ ۳۱۲ھ میں حاجیوں کے ایک قافلے کو لوٹا۔ پھر کوفہ پر فوج کشی کر کے اسے لوٹا اور قتل عام کیا۔ ۳۱۵ھ میں مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کو ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن ابوطاہر نے اسے مغلوب کر کے گرفتار کر لیا۔ پھر اس نے بغداد کی طرف پیش قدمی کی۔ شاہی فوجیں اسے روکنے کے لئے بڑھیں۔ لیکن

Marfat.com

قرامطہ کے آگے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔

۳۱۶ھ میں قرامطہ نے شام پر چڑھائی کر کے ایک ہنگامہ قتل وجرح برپا کر دیا۔ مقتدر نے فوجیں بھیجیں۔ اور ابوطاہر کوفہ لوٹ گیا۔

علاقہ سواد میں قرامطہ کی ایک ہم عقیدہ جماعت نے موقع پاکر حریص بن مسعود اور عیسیٰ بن موسیٰ کی سرکردگی میں شورش برپا کردی۔ لیکن شاہی لشکر نے اسے نیچا دکھا کر سواد میں قرامطہ کی قوت توڑ دی۔

۳۱۷ھ میں ابوطاہر نے حاجیوں کو تہ تیغ کر کے ان کا مال لوٹ لیا۔ اور سرزمین مکہ میں تباہی کی جھاڑو پھیر دی۔

مصر میں فاطمی حکومت

مقتدر کے عہد میں مصر کی فاطمی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ جو طاہری۔ صفاری اور طولونی وغیرہ حکومتوں کے برعکس اپنے آپ کو خلافت بغداد کی سیادت سے بالکل آزاد کر کے دولت عباسیہ کی مدمقابل بن گئی۔ بنی فاطمہ کو اہل بیت نبویؐ کے ساتھ صحیح نسبت تھی۔ اگرچہ بعض مؤرخین کو اختلاف ہے۔

اہل بیت میں مختلف اماموں کے پیرو فرقوں میں سے ایک فرقہ باطنیہ اسمٰعیلی تھا۔ جو امام جعفر صادق کے بعد ان کے صاحبزادے اسمٰعیل کی امامت کو تسلیم کرتا تھا۔ اسی سے عبیدی فرقہ ظہور میں آیا۔ جو عبیداللہ المہدی بن محمد بن جعفر مصدق بن محمد مکتوم بن جعفر صادق کو امام مانتا تھا۔ اس فرقے کے مبلغین نے یمن۔ حجاز۔ بحرین وغیرہ میں اپنی دعوت کی اشاعت کی۔ لیکن مغرب میں محمد الحبیب کے زمانے میں اس کا آغاز اور عبیداللہ کے زمانے میں تکمیل ہوئی۔

عبیداللہ مہدی نے فاطمی حکومت کے قیام کے بعد مسلسل سے مصر تک دولت فاطمیہ کا پرچم لہرانے کی کوشش کی۔ چنانچہ ۳۰۱ھ میں ان کے بیٹے ابوالقاسم نے مصر پر فوج کشی کر کے برقہ۔ فیوم اور سکندریہ کو زیرنگیں کیا۔ لیکن عباسی امیر مونس نے انھیں واپس لے لیا۔ اور مہدی کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر

Marfat.com

نہ ہو سکا۔

جرجان میں زیاری حکومت

احمد بن اسمٰعیل سامانی نے محمد بن زید علوی حاکم طبرستان کو قتل کر کے طبرستان پر تصرف کر لیا تھا۔ ابن زید کے ایک عزیز اطروش نے طبرستان واپس لینے کے لئے سامانیوں کا مقابلہ کیا۔ اور ۳۰۱ھ میں فتح حاصل کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ۳۰۴ھ میں سامانیوں نے اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اطروش کے بعد حسن ان کے جانشین ہوئے۔ انھوں نے دیالمہ کے ساتھ ساز باز کر کے سامانیوں سے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ حسن کے ایک دیلمی افسر اسفار نے سامانیوں سے مل کر جرجان کی حکومت حاصل کر لی۔ پھر وہ ایک اور دیلمی افسر مرداویج بن زیار کی مدد سے طبرستان کے بعض حصّوں پر قابض ہو گیا۔ حسن نے اسفار کا مقابلہ کیا لیکن ناکام رہ کر مقتول ہو گئے۔ اور اسفار نے طبرستان سے علوی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

اسفار فتح و کامرانی کے نشے میں چوُر ہو کر اپنی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگا۔ لیکن مرداویج کے آدمیوں نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔ اور مرداویج نے اس کے تمام علاقوں پر قبضہ کر کے ہمدان۔ قم۔ دینور۔ اصفہان اور قاشان کو بھی زیر نگیں کرنے کے بعد اپنی حکومت قائم کر لی۔ اس طرح جرجان میں باقاعدہ زیاری حکومت کا پرچم لہرانے لگا۔

رومیوں کا ہنگامہ

۳۱۴ھ میں رومیوں نے ملطیہ پر قبضہ کر لیا۔ ۳۱۵ھ میں دمیاط کو زیر نگیں کیا۔ اور شہر میں لوٹ مار کر کے جامع مسجد میں ناقوس بجوایا۔ اسی سال اہل روم خلاط پر قابض ہو گئے۔ اور وہاں کی جامع مسجد میں سے منبر نکال کر اس کی جگہ صلیب نصیب کر دی۔

مقتدر کی معزولی اور بحالی

مقتدر نے امیر الامرا مونس مظفر کی جگہ ہارون بن غریب کو حاجب مقرر کرنا چاہا۔ مونس کو

کو اطلاع ہوئی۔ تو اس نے فوج لے کر قصر خلافت کا محاصرہ کر لیا۔ اور مقتدر کو گرفتار کر کے اس کے سوتیلے بھائی محمد بن معتضد کو قاہر باللہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا۔ فوج نے انعام و اکرام کا مطالبہ کیا۔ لیکن اس کے پورا ہونے میں توقف ہو جانے کے باعث لوگوں نے مونس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ اور مقتدر کو کندھوں پر اٹھا کر قصر خلافت میں واپس لے گئے۔ قاہر کو پکڑ کر مقتدر کے سامنے پیش کیا۔ مقتدر نے اسے بے قصور قرار دے کر کوئی مواخذہ نہ کیا۔ اور اپنی تجدید بیعت کا فرمان جاری کیا۔

مقتدر کا قتل صفر ۳۲۰ھ میں مونس نے موصل پر قبضہ کر لیا۔ اور چند روز کے بعد بغداد پر حملہ کرنے کی غرض سے فوجوں کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اُدھر مقتدر نے بھی لشکر روانہ کیا۔ اور باب شماسیہ پر طرفین میں جنگ شروع ہو گئی۔ مقتدر کو شکست ہوئی۔ اور واپس چلا۔ راستے میں بربریوں کے ایک دستہ فوج نے اسے گھیر لیا۔ اور ایک بربری نے اس کا سر قلم کر دیا۔ ان لوگوں نے مقتدر کے جسم کے کپڑے اتار کر برہنہ لاش وہیں چھوڑ دی۔ اور سر کو نیزے پر رکھ کر مونس کے پاس لے گئے۔

وزارت پہلا وزیر عباس بن حسن تھا۔ جس کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اس کے بعد قلم دانِ وزارت ابوالحسن علی بن محمد بن موسیٰ بن فرات کے سپرد کیا گیا۔ وہ عالم و فاضل۔ خلیق و شریف۔ مدبر اور سخی تھا۔ اس نے حسن تدبیر سے ارکانِ سلطنت کی مخالفت ختم کر کے انھیں مقتدر کا ہوا خواہ بنا دیا۔ ابن فرات تین مرتبہ وزارت سے معزول اور بحال کیا گیا۔ آخری دفعہ حمایت قرامطہ کے الزام میں تہ تیغ کر دیا گیا۔

ابن فرات کے بعد ابوعلی بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان منصب وزارت پر سرفراز کیا گیا۔ وہ بالکل نااہل۔ اخلاق باختہ اور رشوت خوار تھا۔ اس لئے ۳۰۰ھ میں معزول کر دیا گیا۔

Marfat.com

ابوعلی کے بعد یہ عہدۂ جلیلہ علی بن عیسیٰ کو ملا۔ وہ صاحب علم۔ قرآن و حدیث سے واقف۔ ماہر حساب اور پرہیزگار تھا۔ کھلے دل سے صدقہ و خیرات کرتا تھا امور سلطنت میں بھی اسے دسترس اور تجربہ حاصل تھا۔ اس لئے اس کا عہد وزارت ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔

مقتدر پر حرم سلطانی کا بہت اثر تھا۔ خصوصاً اس کی ماں کی قہرمانہ ام موسیٰ تو اس پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ کسی بنا پر ابن عیسیٰ سے خفا ہو گئی۔ اور مقتدر کو اس کے خلاف پٹی پڑھا کر ۳۰۴ھ میں اسے معزول کرا دیا۔

ابن عیسیٰ کے بعد ابن فرات اور بروایت دیگر حامد بن عباس وزیر مقرر ہوا۔ ابن عباس نا اہل اور تند مزاج تھا۔ سخاوت بہت کرتا تھا۔ ناقابلیت کے باعث جلد علیحدہ کر دیا گیا۔ اور ابوعلی کا دوبارہ تقرر عمل میں لایا گیا۔ لیکن چند روز کے بعد اسے بھی معزول کر کے ابوالعباس احمد بن عبید اللہ بن احمد بن خصیب کو منصب عطا کیا گیا۔ اس کے باب میں ایک مؤرخ لکھتا ہے :۔

"ابوالعباس بہت دانش مند۔ دین دار اور عالم تھا۔ اخبار عرب کا اسے خاص مذاق تھا۔ فصاحت و بلاغت اور خطاطی میں نامور تھا۔ حکومت اور رعایا دونوں کے مال میں احتیاط برتتا تھا۔ مقتدر کی ماں کسی بات پر اس سے ناراض ہو گئی۔ اس لئے ۳۱۴ھ میں اسے علیحدہ کر دیا گیا۔"

دوسرا مؤرخ بیان کرتا ہے :۔

"ابوالعباس دختِ رز کا دلدادہ تھا۔ ہر وقت نشے میں غرق رہتا تھا۔ فرائض حکومت کی انجام دہی نائبوں پر چھوڑ رکھی تھی۔ عرصے تک کاغذات یونہی بے دیکھے پڑے رہتے تھے۔ اس سے نظام سلطنت میں خلل پیدا ہو گیا۔ اور اسے علیحدہ کر دیا گیا۔"

ابوالعباس کے بعد ابوعلی محمد بن علی بن مقلہ کو وزارت ملی۔ وہ علم و فضل کا پتلا اور نامور خطاط تھا۔ خط محقق جو بعد میں خط نسخ کے نام سے موسوم ہوا

Marfat.com

اسی کی ایجاد ہے۔ پہلے وہ کسی دفتر میں ایک معمولی محرّر تھا۔ پھر صاحب کمال ہونے کے باعث ترقی کرتے کرتے ۳۱۶ھ میں لیلائے وزارت سے ہم کنار ہؤا۔ ۳۱۸ھ میں علیحدہ کر دیا گیا۔

ابوعلی کے بعد ابوالقاسم سلیمان بن حسن بن مخلد مسندِ وزارت پر متمکن ہؤا۔ لیکن نااہل ہونے کے باعث یہ اہم فرائض انجام نہ دے سکا۔ اس لئے جلد ہی معزول ہو گیا۔ اور اس کی جگہ عبیداللہ بن محمد کلواذانی کا تقررِ عمل میں آیا۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو اس منصب کے ناقابل سمجھ کر خود ہی استعفا دے دیا۔

ابوالقاسم کے بعد حسین بن قاسم بن عبیداللہ بن سلیمان وزیر ہؤا لیکن وہ بھی اس بارگراں کو سنبھال نہ سکا۔ اور ۳۱۹ھ میں علیحدہ کر دیا گیا۔

ابن قاسم کے بعد ابوالفضل جعفر بن فرات کو وزارت کا عہدہ ملا لیکن اس کا دامنِ قابلیت بھی ادائے فرائض کی اہلیت کے پھولوں سے خالی تھا۔ اس کے عہد وزارت میں مقتدر نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

متفرق حالات

اگرچہ مقتدر دانا اور مدبّر تھا۔ لیکن عیش و عشرت نے اسے نکمّا کر دیا تھا۔ اور اس کے مزاج پر عورتیں چھائی ہوئی تھیں۔

فضول خرچ حد سے زیادہ تھا۔ اس نے لونڈیوں اور حرموں پر خزانے کا مُنہ کھول دیا۔ اور وہ بیت المال جو اس کی سریر آرائی کے وقت بیش بہا درّ و گوہر سے بھرپور تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں خالی ہو گیا۔

درباروں کی آرائش میں پانی کی طرح روپیہ بہاتا تھا۔ اس کے علاوہ ذاتی تعیّش پر جو روپیہ اس نے صرف کیا۔ اس کی مقدار مؤرخین کے اندازے کے مطابق سات کروڑ اشرفی بیان کی جاتی ہے۔

مقتدر کی ماں امیر کبیر ہونے کی وجہ سے سیم و زر میں کھیلتی تھی۔ اس نے اپنی دولت بعض مفید کاموں میں صرف کی۔ ایک شفاخانہ قائم کیا۔ اور حفاظت

Marfat.com

سرحد اور مکہ۔ مدینہ اور محتاجوں کے لئے ایک بہت بڑا وقف قائم کیا۔ جس پر مقتدر کے انتقال کے بعد قاہر جبراً قابض ہو بیٹھا۔

قاہر باللہ

۳۲۱ھ تا ۳۲۲ھ

محمد نام۔ ابو منصور کنیت۔ قاہر باللہ لقب۔ فتنہ کنیز کے بطن سے پیدا ہوا مقتدر کے قتل کے بعد امیر مونس نے اس کے بیٹے احمد کا نام خلافت کے لئے پیش کیا۔ اور اس کے محاسن و محامد پر روشنی ڈالی۔ لیکن امیر ابو یعقوب اسحٰق بن اسمٰعیل نوبختی نے اس تجویز کی شدید مخالفت کرتے ہوئے معتضد کے بیٹے محمد کا نام پیش کیا۔ مونس نے صدائے اختلاف بلند کی۔ جو ابو یعقوب کے نقارۂ اصرار کے شور وشغب میں دب کر رہ گئی۔ اور شوال ۳۲۱ھ میں قاہر باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

قاہر نے اورنگ خلافت پر قدم رکھتے ہی مقتدر کی ماں کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کی شدید ناراضامندی کے باوجود اس کے اوقاف پر جبراً قبضہ کر لیا۔ پھر مقتدر کے بھائیوں اور دوسرے متعلقین کو گرفتار کر کے ان سے روپیہ حاصل کیا۔

عبدالواحد کا قبول اطاعت

مقتدر کے قتل کے بعد اس کا بیٹا عبدالواحد اور دوسرے متعلقین مدائن چلے گئے تھے قاہر نے اس خطرے کو دُور کرنے کے لئے تگ و دو کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ امیر ہارون بن غریب کی طرف سے پیش کی ہوئی تین لاکھ کی رقم وصول کر کے اس کی جان بخشی کرنے کے بعد ماہ الکوفہ۔ ماسبذان اور مہر جانقذف کی عنان حکومت اس کے ہاتھ میں دے دی۔ اور امیر بلیق کو عبدالواحد کے مقابلے

Marfat.com

کے لئے روانہ کیا۔ عبدالواحد کی بددل فوج نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور وہ سر اطاعت خم کر کے بغداد لوٹ آیا۔ قاہر نے عبدالواحد کی ضبط شدہ جائداد وغیرہ اسے واپس دے دی۔

امیر مونس کا قتل

مونس اور قاہر میں شروع ہی سے کشیدگی تھی۔ اس لئے قاہر نے امیر محمد بن یاقوت کی مرتبہ افزائی کی۔ وزیر ابن مقلہ اور ابن یاقوت میں اَن بن تھی۔ لہٰذا ابن مقلہ نے اس کے خلاف مونس کو مشتعل کیا۔ اس پر مونس نے قاہر کی کڑی نگرانی شروع کرادی۔ قاہر کو اطلاع ملی۔ تو اس نے بلیق اور مونس کی گرفتاری کے خفیہ احکام نافذ کر دئے۔ ان لوگوں کو خبر ہوئی۔ تو مونس۔ بلیق اور ابن مقلہ تینوں نے ساز باز کر کے قاہر کو معزول کرنے اور ابواحمد بن مکتفی باللہ کو خلیفہ بنانے کے منصوبے باندھنے شروع کر دئے۔ قاہر کو اس سازش کا سراغ ملا۔ تو اس نے ان تینوں کو گرفتار کرنے کی ٹھان لی۔ آخر کچھ دیر کے بعد وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ اور موقع پا کر ان تینوں خوفناک دشمنوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔

بنی بویہ یا دیلمی حکومت

قاہر کے زمانے میں بنی بویہ یا دیلمی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ ابو شجاع بویہ بن فنا خسرو اس خاندان کا مورث اعلیٰ تھا۔ اسے باختلاف روایات بہرام گور اور یزدگرد کی نسل سے بتایا جاتا ہے۔ بویہ خود تو ایک نہایت غریب ماہی گیر تھا۔ لیکن اس کے بیٹوں علی۔ حسن اور احمد کا ستارہ اوج پر ہؤا۔ اور انھوں نے غیر معمولی قابلیت و ہمت سے کام لے کر حکومت حاصل کی۔ چنانچہ عماد الدولہ۔ رکن الدولہ اور معز الدولہ کے القاب انھیں کے ناموں کی زینت ہیں۔

سامانیۂ ماوراء النہر اور علویۂ طبرستان کی فوجوں میں دیلمی بھرے پڑے تھے۔ ان میں سامانیہ کا افسر اسفار بن شیرویہ دیلمی اور علویہ کا افسر ماکان بن کاکی دیلمی زیادہ نامور تھے۔ اسفار طاقت پکڑ کر علویوں کے ساتھ مل گیا۔ اور طبرستان پر

Marfat.com

قبضہ کر لیا۔ ماکان نے اسے وہاں سے نکال دیا۔ لیکن وہ پھر مرداویج کی مدد سے طبرستان پر قابض ہوگیا۔ اور ظلم وستم پر کمر باندھ لی۔ جس سے مرداویج اس کے خلاف ہوگیا۔ علی حسن اور احمد اسے چھوڑ کر مرداویج کے پاس چلے گئے۔ مرداویج نے ان کی امداد سے ماکان کا خاتمہ کر کے طبرستان اور جرجان وغیرہ کو زیرنگیں کیا اور ان تینوں بھائیوں کو مختلف علاقوں کی حکومت کا پروانہ لکھ دیا۔

علی نے مایہ الامتیاز فہم اور بہادری کے باعث ترقی پر ترقی کرنی شروع کی۔ اور اصفہان وشیراز پر بھی اس کے اقتدار کا پرچم لہرانے لگا۔ قبضۂ شیراز کے بعد اس کی مالی حالت نہایت کمزور ہوگئی لیکن اس موقع پر قدرت نے اس کی امداد کی۔ اور ایک روز اتفاقاً دارالامارت کی چھت سے ایک سانپ کے گرنے اور ایک سوراخ میں داخل ہوجانے پر اس نے سوراخ کو کھدوایا۔ تو ایک خزانہ مل گیا۔ جس سے وہ روپے کی ضرورت سے بالکل بے فکر ہوگیا۔

وزارت پہلا وزیر ابن مقلہ تھا۔ جس کا حال بیان ہوچکا ہے۔

اس کے بعد قلمدانِ وزارت محمد بن قاسم بن عبیداللہ کے سپرد کیا گیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد اس کی معزولی اور گرفتاری عمل میں آئی۔ اور جلد ہی اس کا انتقال ہوگیا۔

قاہر کی معزولی قاہر نہایت باجبروت۔ صاحب شوکت وسطوت لیکن سخت گیر خلیفہ تھا۔ جب اس نے مفسدہ پرداز امراء کے ایک گروہ کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ تو دوسرا گروہ اس کے خون کا پیاسا ہوگیا۔ چنانچہ ۱ جمادی الاخریٰ ۳۲۲ھ کو اسی مخالف گروہ نے قصر خلافت پر دھاوا بول دیا قاہر نے مقابلہ کیا۔ لیکن آخر مغلوب ہوکر باغیوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ اور انھوں نے اسے اندھا کر دیا۔

متفرق حالات قاہر جری وشجاع اور بڑے جاہ وجلال کا خلیفہ تھا لیکن متلوّن مزاج ہونے کے باعث کامیاب نہ ہوسکا چنانچہ مسعودی لکھتا ہے:۔

Marfat.com

" قاہر کے تلوّن اور عدم استقلال کے باعث اس کی سیرت کی سچی تصویر سامنے نہیں آسکتی۔ وہ شجاع اور سخت گیر تھا۔ چند ہی روز میں اس نے مونس، بلیق اور علی جیسے ارکان سلطنت کو نیست و نابود کر دیا۔ اور لوگ اس کے دبدبہ و ہیبت سے کانپنے لگے۔ اس کی سخت گیری نے خلفا کے خلاف امرا کی چیرہ دستیوں کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن ثبات و استقلال کے فقدان اور لوگوں کو زجر و توبیخ کا نشانہ بنانے کے باعث اس کا انجام اچھا نہ ہوا۔"

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے :۔

" اس کی سیاست کا تلوّن اور تضاد اس کی ساری زندگی میں جاری و ساری نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو اس نے متعدد مذہبی اصلاحات کیں۔ رقاصاؤں اور مغنیاؤں کا پیشہ اور مے نوشی کو قانوناً بند کر دیا۔ مغنّیوں کو قید اور ہیجڑوں کو ملک بدر کر دیا۔ راگ اور عیش و نشاط کے تمام آلات تلف کرا دئے۔ گانے والی کنیزوں کو بیچ ڈالا۔ لیکن خود دائم الخمر تھا۔ عیش و عشرت کے لئے اس نے ایک باغ بنوا کر اس میں ایک شاندار محل تعمیر کرایا تھا۔ باغ اور محل کی زیب و زینت کے لئے دُور دُور سے درخت اور رخت زیبائش منگوایا تھا۔"

مسعودی کا بیان ہے کہ :۔

" قاہر کی عیش گاہ میں بہت سی خوبصورت اور یکساں قد و قامت کی کنیزیں بھڑکیلے مردانہ لباس میں ملبوس شراب پلانے کا فریضہ انجام دیتی تھیں :"

راضی باللہ

۳۲۲ھ تا ۳۲۹ھ

احمد نام۔ ابو العبّاس کنیت۔ راضی باللہ لقب۔ ۲۹۷ھ میں رومی کنیز ظلوم کے بطن سے پیدا ہوا۔

Marfat.com

قاہر کی معزولی کے بعد جمادی الاخریٰ ۳۲۲ھ میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اور علی بن عیسیٰ کے اظہار معذوری اور تجویز پر ابن مقلہ کو وزیر بنایا۔ اس نے قلم دانِ وزارت سنبھالتے ہی اپنی پالیسی تبدیل کرلی۔ اور مخالفوں تک سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آکر لوگوں کا دل مٹھی میں لے لیا۔ زمانۂ قاہر کے تمام قیدی چھوڑ دئے۔ امیر بدر الحسنی کو شحنۂ بغداد اور محمد بن یاقوت کو حاجب مقرر کیا۔

ہارون بن غریب کا خروج

مقتدر کے عزیز اور دینور و ماسبندان وغیرہ کے حاکم ہارون بن غریب نے علم بغاوت بلند کرکے بغداد کی طرف باگ اٹھائی۔ راضی نے ابن یاقوت کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ہارون نے اس کے چھکے چھڑا کر اس کا تعاقب کیا۔ لیکن راستے میں گھوڑے سے گر پڑا۔ اور پاؤں پر سخت چوٹ آئی۔ ہارون کے غلام یمن نے انعام کے لالچ میں اس کا سر کاٹ لیا۔ اور اس کی فوج نے بے دل ہوکر راہ فرار اختیار کی۔

عماد الدولہ کی حکومت کی تصدیق

عماد الدولہ علی بن بویہ صوبۂ فارس کی سند حکومت حاصل کرنے کے لئے درخواست دی۔ اور اقرار کیا۔ کہ اس کے معاوضے میں ایک کروڑ اسی لاکھ درم سالانہ بطور خراج پیش کیا کروں گا۔ ابن مقلہ نے درخواست منظور کرکے راضی کی طرف سے اسے خلعت اور لوائے حکومت بھجوا دیا۔ مرداویج اپنے حریف کی اس مابہ الامتیاز شان وعظمت پر سخت چراغ پا ہوکر میدانِ مقابلہ میں اتر آیا۔ لیکن عماد الدولہ نے حکمتِ عملی سے کام لے کر اس کے ساتھ صلح کرلی۔

مرداویج کا خاتمہ

مرداویج کے طور طریقے بالکل بدل گئے۔ اور اس نے ترکوں کو جبر و تشدد کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔ اس لئے انھوں نے داخلۂ اصفہان کے بعد ایک دن موقع پاکر حمام میں اسے تلوار کے گھاٹ

اتار دیا۔ مرداویج کے بعد اس کا بھائی دشمگیر اس کا جانشین ہوا۔

عماد الدولہ کا خروج

عراق اور خوزستان کی سرزمین نہایت زرخیز ہونے کے باعث امرا میں استخوان مخاصمت بنتی چلی آتی تھی راضی کے عہد میں اس مخاصمت نے زور پکڑ لیا۔ عماد الدولہ نے امیر یاقوت کو نیچا دکھا کر اپنی طاقت میں حیرت انگیز اضافہ کر لیا۔ یہاں تک کہ راضی نے فارس عراق اور خوزستان کی حکومت باقاعدہ اس کے سپرد کر دی۔ اور اس نے شیراز کو اپنا صدر مقام مقرر کیا۔

امیر یاقوت کے بیٹوں کی گرفتاری

محمد بن یاقوت راضی پر اس قدر چھا گیا۔ کہ وہی حکومت کے سیاہ و سپید کا مالک بن گیا۔ ابن مقلہ کے لئے ابن یاقوت کا یہ اقتدار خار پہلو بن گیا چنانچہ اس نے مخالفت پر کمر باندھ کر راضی کو اس کی طرف سے بدل کرتے ہوئے اسے اور اس کے بھائی مظفر کو قید کرا دیا۔

حنبلیوں کا ہنگامہ

ترکوں اور دوسری عجمی قوموں کے زیر اثر بغداد کی اخلاقی حالت تباہ ہوگئی تھی۔ ۳۲۳ھ میں حنبلیوں نے اس کی اصلاح کا بیڑا اٹھاتے ہوئے سختی سے احتساب شروع کر دیا۔ اور خلاف شریعت امور میں مزاحمت کرنے لگا۔ بغداد کے کوتوال نے تمام امن کی غرض سے ان کے خلاف اقدام کیا۔ اس کارروائی نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ اور حنبلیوں نے اپنی سرگرمیوں کی رفتار تیز تر کر کے شافعیوں کو زدو کوب اور قتل و جرح کا ہدف بنانا شروع کر دیا۔ جب راضی نے دیکھا۔ کہ اب تو پانی سر سے گزرا جا رہا ہے۔ تو اس نے یہ شدید حکم نافذ کیا۔ کہ اگر حنبلی اس مذہبی تشدد کو ترک نہ کریں گے۔ تو انھیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔

ناصر الدولہ والی موصل

موصل کا حاکم ناصر الدولہ حکومت کے خلاف گوناگوں ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا تھا۔ اس

Marfat.com

لئے راضی نے اس کے چچا ابوالعلاء کو موصل روانہ کیا۔ ناصرالدلہ نے اسے گرفتار کرکے تہ تیغ کردیا۔ یہ خبر سنتے ہی راضی آگ بگولا ہوگیا۔ اور اس نے ابن مقلہ کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ ناصرالدولہ اپنے آپ میں مقابلے کی تاب نہ پاکر موصل سے باہر چلا گیا۔ اور ابن مقلہ نے علی بن طباب اور ماکرد دیلمی کو اس کا نگران و محافظ مقرر کرکے مراجعت کی۔ ناصرالدولہ نے ان دونوں کو نکال کر راضی سے طلب معذرت کے بعد دوبارہ ولایت موصل کا صلح نامہ حاصل کیا۔

ابن مقلہ کی گرفتاری اور عزل

۳۲۴ھ میں بغداد کی فوجوں نے ابن مقلہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرکے اس کے مکان پر دھاوا بول دیا۔ اس نے راہ فرار اختیار کی۔ ساجیہ نے حسن تدبیر سے معاملہ سلجھایا۔ اور باغی واپس چلے گئے۔ ابن مقلہ نے اپنے مخالف ابن یاقوت کو اس خروج کا ذمّہ دار قرار دے کر اس کی جماعت کو شہر بدر کردیا۔ فوجیں پھر بگڑ گئیں۔ ابن مقلہ نے تدبّر سے کام لے کر مظفر کو رہا کردیا۔ اس نے رہائی پاتے ہی ابن مقلہ کو گرفتار کرلیا۔ اور راضی نے فوجوں کے تقاضے اور پسند کے مطابق عبدالرحمٰن بن عیسیٰ کو وزیر مقرر کیا۔ لیکن اسے جلد ہی اپنی ناقابلیت کے باعث وزارت سے استعفا دینا پڑا۔

امیر یاقوت کا خاتمہ

امیر یاقوت نہایت نیک دل اور سادہ لوح تھا۔ اس نے اپنے کاتب ابو عبداللہ کو اہواز کا علاقہ ٹھیکے میں دے دیا تھا۔ اور عبداللہ بڑا مطلب پرست اور چلنا پرزہ تھا۔ جب یاقوت عمادالدولہ سے شکست کھاکر برے حالوں عسکر مکرم واپس آیا۔ تو عبداللہ نے اسے رائے دی۔ کہ وہ اپنی مالی حالت کی کمزوری کے باعث بغدادی فوجیں اس کے پاس بھجوا دے۔ اور اسے پچاس ہزار اشرفیاں بھی ارسال کردیں۔ یاقوت نے ایسا ہی کیا۔ لیکن ابو عبداللہ نے جب دیکھا کہ تیر عین نشانے پر بیٹھا ہے۔ تو یاقوت سے بے اعتنائی اختیار کرلی۔ یاقوت

Marfat.com

چوکڑی بھول گیا۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ ابو عبداللہ نے تھوڑی سی منتخب فوج اہواز میں رکھ کر باقی کو لوٹا دیا۔ بقیہ فوج نے تنخواہ کے لئے یاقوت کو پریشان کرنا شروع کیا۔

اس کے بعد ابو عبداللہ نے یاقوت کو یہ پیغام بھیجا "مجھے دربارِ خلافت سے حکم موصول ہوا ہے۔ کہ یاقوت کو بغداد یا علاقہ جبل کی طرف بھیج دو۔ اس حکم کو رد کرنا میرے اختیار سے باہر ہے" ساتھ ہی ابو عبداللہ نے یاقوت کے مقابلے کے لئے فوجیں بھیج دیں۔ یاقوت نے شکست کھائی۔ اور اسے قتل کر دیا گیا۔ ابو عبداللہ نے یاقوت کے بیٹے مظفر کو جو اہواز ہی میں تھا۔ گرفتار کر کے بغداد روانہ کر دیا۔ اور خود یاقوت کے علاقے پر قابض ہو گیا۔

امیر الامرا ابن رائق

حکومت کی مالی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی۔ اس لئے راضی نے مجبور ہو کر عطائے وزارت سے متعلق ابن رائق کی درخواست منظور کر لی۔ اور اسے کمان دار اعظم اور ڈبہ خراج اور تمام دفتروں کا حاکمِ اعلیٰ بنا کر نہایت عزت و احترام سے بغداد طلب کیا۔ وہ شاہانہ طمطراق سے بغداد آیا۔ اور اسے امیر الامرا کے منصب جلیلہ پر سرفراز کر دیا گیا۔

راضی کو ابن رائق کی امیر الامرائی سے یہ فائدہ تو ہو گیا۔ کہ اس نے حکومت کے تمام مصارف کا بار اپنے ذمے لے کر راضی کو اس فکر جاں گسل سے نجات دلائی۔ لیکن خود خلافت کے سیاہ و سپید کا مختارِ مطلق بنتے ہوئے اسے ایک کٹھ پتلی بنا کر بٹھا دیا۔ اور راضی کے رہے سہے اختیارات بھی چھن گئے۔ اس کے باوجود دولت عباسیہ کا درہم برہم نظام اصلاح پذیر نہ ہو سکا۔

سلطنت کا طویل و عریض دامنِ اقتدار پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ شمالی افریقہ میں علوی۔ مصر اور شام کے ایک حصے میں محمد بن طغج۔ مشرقی صوبوں میں خود سر امرا۔ ماوراء النہر میں سامانی۔ موصل۔ دیار ربیعہ اور دیار مضر میں

Marfat.com

آل حمدان ۔ طبرستان اور جرجان میں دیلمی ۔ فارس اور خوزستان کے ایک حصّے پر عماد الدولہ اور بڑے حصّے پر ابو عبد اللہ ۔ کرمان میں ابو علی محمد بن الیاس ۔ بحرین اور یمامہ میں قرامطہ ۔ بصرہ اور واسط میں ابن رائق حکمران تھا ۔ اور عراق عجم پر دشمگیر اور رکن الدولہ دونوں کی رال ٹپک رہی تھی ۔ صرف بغداد اور اس کے قرب و جوار کے علاقے پر خلیفہ شاہ شطرنج بنا بیٹھا تھا ۔ اور اشک حسرت بہاتے ہوئے اپنی بدنصیبی کا تماشا دیکھ رہا تھا ۔

عراق اور خوزستان کا ہنگامہ

۳۲۵ھ میں ابن رائق راضی کو ساتھ لے کر ابو عبد اللہ سے خوزستان واپس لینے کے لئے عازم واسط ہوا ۔ حجریہ بھی بادل ناخواستہ ساتھ ہو لئے ۔ ابن رائق نے ان کا ایک حصّہ چھانٹ دیا ۔ تو انھوں نے بگڑ کر ہنگامہ برپا کر دیا ۔ ابن رائق نے مقابلہ کر کے ان کے چھکے چھڑا دیے ۔ تو وہ بغداد پہنچے ۔ وہاں کے کوتوال نے ان کی جائدادیں ضبط کر کے مکانوں کو نذرِ آتش کر دیا ۔ اور حجریہ کا زور ٹوٹ گیا ۔

اب ابن رائق ابو عبد اللہ کی طرف متوجہ ہوا ۔ وہ حجری سپاہیوں کو ساتھ لئے خم ٹھونک کر میدانِ مقابلہ میں اتر آیا ۔ اور مختلف امرار میں عرصے تک کشمکش جاری رہی ۔ آخر ابن رائق کو فتح ہوئی ۔ اور ابو عبد اللہ اہواز کو چھوڑ کر بصرہ لوٹ گیا ۔

ابن رائق کے خلاف ابن مقلہ کے جوڑ توڑ

ابو الفتح فضل بن جعفر نے ابن رائق سے کہا ۔ کہ اگر اسے خراج مصر و شام کی نگرانی اور انتظام کے منصب پر بحال کر دیا جائے ۔ تو وہ مصر و شام پر تسلّط جمانے میں اس کی امکانی امداد کرے گا ۔ ابن رائق نے حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر راضی ہو کر ابو الفتح کو اس کے پہلے منصب پر واپس کر دیا ۔ راضی نے ابن مقلہ کو قلم دانِ وزارت عطا کیا ۔ لیکن ابن رائق کی امیر الامرائی کے سامنے ابن مقلہ کی وزارت کی کوئی حیثیت نہ تھی ۔ ابن مقلہ نے ہر چند کوشش کی ۔ کہ ابن رائق نے اس کے بیٹوں کی جو جائداد ضبط کر رکھی ہے ۔ وہ واگزار کر دی جائے ۔ مگر اسے

Marfat.com

کامیابی نہ ہوئی۔ اس پر ابن مقلہ نے ابن رائق کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اور راضی سے یہ وعدہ کیا۔ کہ اگر ابن رائق کی جگہ بجکم کو امیر الامراء بنا دیا جائے۔ تو میں اس سے اکتیس لاکھ اشرفیاں لے دوں گا۔ راضی خاموش رہا۔ اور ابن مقلہ نے اس خاموشی کو نیم رضا سمجھ کر بجکم کو اس منصبِ جلیلہ کے حصول کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کر دینے پر آمادہ کیا۔

بجکم کی امیر الامرائی

بجکم کو خوزستان میں ابن مقلہ کا پیغام ملا۔ تو وہ اس عہدۂ عالیہ کے حصول کے لئے جان توڑ کوشش کرنے لگا۔ ابن رائق نے ابو عبداللہ کو بجکم کے مقابلے پر اکسایا۔ لیکن بجکم نے ابو عبداللہ کو پسپا کر کے اس کے منصوبوں کی بساط الٹ دی۔ مگر پھر حصولِ مطلب کے لئے اسے واسط کی حکومت عطا کر دینے کا عہد کر کے اس سے صلح کر لی۔

۳۲۶ھ میں بجکم نے بغداد کی طرف باگ اٹھائی۔ اور ابن رائق کا مقابلہ کر کے اسے شکست دینے کے بعد فاتحانہ بغداد میں داخل ہو گیا۔ ابن رائق نے راہ فرار اختیار کی۔ اور راضی نے ابن مقلہ کی ہاں میں ہاں ملا کر بجکم کو ابن رائق کی جگہ امیر الامراء بنا دیا۔

ابن رائق پھر بغداد میں

ناصر الدولہ حاکم موصل نے خراج دینا بند کر دیا۔ تو ۳۲۷ھ میں راضی اور بجکم نے موصل پر حملہ کر کے ناصر الدولہ کو شکست دی۔ ابن رائق نے موقع کو غنیمت جان کر قرامطہ کی امداد سے بغداد پر قبضہ کر لیا۔

شام پر ابن رائق کا پرچم حکومت

راضی اور بجکم ابھی موصل سے واپس نہ آئے تھے۔ کہ ابن رائق نے اپنی کمزوری محسوس کرتے ہوئے مصر و شام کی حکومت حاصل کرنے کے لئے راضی سے صلح کر لی۔ جس پر راضی نے اسے دیارِ مضر۔ حران۔ رہا۔ قنسرین کی چھاؤنی اور عواصم وغیرہ کی حکومت عطا کر دی۔

Marfat.com

بالبا کا خروج بجکم کو ابھی قدرے اطمینان کا سانس لینا نصیب ہوا ہی تھا۔ کہ انبار میں اس کے نائب ترک بالبا نے عَلَم بغاوت بلند کیا۔ اور ابن رائق کی چیرہ دستیوں سے تحفظ کے لئے علاقۂ فرات کی حکومت طلب کی۔ بجکم نے اس کی درخواست منظور کرلی۔ لیکن بالبا نے عنانِ حکومت سنبھالتے ہی ابن رائق کے ساتھ ساز باز کرلی۔ بجکم نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے بالبا کے خلاف ایک فوج بھیج کر اسے گرفتار کرنے کے بعد بغداد میں قید کردیا۔

ابو عبداللہ کی ہنگامہ خیزی بجکم اور ابو عبداللہ میں بظاہر صلح تھی لیکن ابو عبداللہ بڑا ریاکار۔ کینہ توز اور غرض پرست تھا۔ اس لئے وہ بجکم کو نیچا دکھانے کی غرض سے خفیہ طور پر برابر جوڑ توڑ کرتا رہا۔ چنانچہ اس نے بغداد پر قبضہ کرنے کی نیت سے بجکم کو عراق پر حملہ کرنے کے لئے اُبھارا۔ بجکم اس کی چال میں آگیا۔ لیکن اس کے کماندار ابوزکریا نے اس کا دلی ارادہ بھانپ کر بجکم کو اطلاع دے دی۔ اس نے بغداد واپس جاکر واسط پر چڑھائی کردی۔ ابو عبداللہ کو خبر ہوئی۔ تو اس نے واسط چھوڑ کر بصرہ کی راہ لی۔ اور بجکم بلامزاحمت واسط پر قابض ہوگیا۔

ابن رائق اور اخشیدی حکومت اُن دنوں شام کے چند سرحدی مقامات کے سوا شام و مصر کا سارا علاقہ اخشیدی حکومت کے زیرِ نگیں تھا۔ ابن رائق نے توسیع مملکت کے لئے مصر کی جانب پیش قدمی کی۔ محمد بن طغج اخشیدی نے مدافعت کی۔ اور عرصے تک فریقین میں شکست و فتح کی نیرنگی سے رسہ کشی جاری رہی۔ آخر اس شرط پر صلح ہوگئی۔ کہ ابن رائق ارملہ کے اس پار مصر تک اخشیدی علاقے میں دخل انداز نہ ہوگا۔ باقی شام کا سارا علاقہ اس کے زیرِ نگیں رہے گا۔ اور وہ اخشیدی حکومت کو ایک لاکھ چالیس ہزار دینار سالانہ ادا کیا کرے گا۔

وزارت پہلا وزیر ابن مقلہ تھا۔ جس کا ذکر اوپر گزر چکا۔

Marfat.com

اس کے بعد قلم دانِ وزارت عبدالرحمٰن بن علیسیٰ کی تحویل میں دیا گیا۔ لیکن اس
اپنے آپ کو انتظامی قابلیت سے عاری پاکر خود ہی استعفا دے دیا۔
بعد ازاں یہ منصب عالیہ ابوجعفر محمد بن کرخی کو ملا۔ لیکن وہ بھی نااہل ثابت ہوا
رہی روز کے بعد حالات نے یاس انگیز کروٹ لی۔ اور وہ وزارت ترک کر کے
یں غائب ہوگیا۔
پھر سلیمان بن وہب بن مخلد اس سٹیج پر جلوہ گر ہوا۔ لیکن وہ بھی حسن قابلیت
ے اپنا پارٹ ادا نہ کرسکا۔
ناچار راضی کو ابن رائق کی درخواست منظور کر کے امیرالامرا کا جدید عہدہ تخلیق
نے کے بعد اسے اس منصبِ جلیلہ پر فائز کرنا پڑا۔ ابن رائق امیرالامرا بن کر
ومت کے سیاہ وسپید پر قابض ہوگیا۔ اور ابوجعفر کو اپنا وزیر بنایا۔
اس کے بعد یہ رتبۂ بلند دوبارہ ابن مقلہ کو ملا۔ پھر سلیمان بن حسن اس عہدے
سرفراز ہوا۔

ات

ربیع الاوّل ۳۲۹ھ میں راضی نے مرض استسقا سے بتیس سال کی عمر میں چھ سال دس مہینے خلافت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

یرت

راضی کا دماغ تاریخی معلومات کا خزانہ تھا۔ ادب وشعر سے انتہائی دل بستگی تھی۔ شعر گوئی پر استادانہ قدرت رکھتا تھا۔ اہلِ علم وفضل
ارباب کمال کا بے حد قدردان تھا۔ اور خاص خاص موقعوں پر انھیں اپنی
ضیوں سے مالا مال کر دیتا تھا۔
راضی کا عہدِ حکومت دولت عباسیہ کے گلزار اقتدار کی آخری بہار تھا۔
ضی نے عباسی دربار کی قدیم روایات اور خصوصیات کو قائم رکھتے ہوئے ارباب
کے مجمع۔ خدم وحشم وغیرہ جیسے لوازم سلطنت اور شاہانہ طمطراق میں کوئی کمی
آنے دی۔ لیکن اس کی آنکھوں کی شمعیں بجھتے ہی حکومت عباسیہ کا چراغ وقار
ظمت بھی گل ہوگیا۔

Marfat.com

متقی باللہ

۳۲۹ھ تا ۳۳۳ھ

ابراہیم نام۔ ابو اسحٰق کنیت۔ متقی للہ لقب۔ زہرہ کنیز کے بطن سے پیدا ہوا ۲۹ ربیع الاول ۳۲۹ھ کو چونتیس سال کی عمر میں ارکانِ سلطنت کے مشورہ سے تختِ خلافت پر بیٹھا۔ واسط میں امیر الامراء بجکم کو خلعت اور لوائے خلافت ارسال کیا۔ سلامہ طولونی کو حاجب مقرر کیا۔ اور سلیمان بن وہب کو وزیر بنا

بجکم کا قتل جن دنوں بجکم نے ابو عبداللہ کو مغلوب کرنے کے لئے واسط حملہ کیا تھا۔ اسی دوران میں مال و زر کے لالچ سے کردوں نے ایک جرگے پر ہلہ بول دیا۔ لیکن ناکام رہا۔ اور ایک کرد نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔

ابو عبداللہ کے خلاف مہم بجکم کے خاتمے سے ابو عبداللہ کے لئے راہ صاف ہو گیا۔ اور دیلمی سپاہ کے اس کے پاس چلے جانے سے اس کی طاقت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ اب ان لوگوں نے واسط کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن متقی نے ان کی طلبِ زر پر انہیں ڈیڑھ لاکھ دینار بھجوا کر پیچھا چھڑایا۔ اس پر دیلمیوں نے حکومت کے ساتھ مل کر ابو عبداللہ کے مقابلے کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے مزید روپے کا مطالبہ کیا۔ متقی نے چار لاکھ دینار ان میں اور بغدادی فوج میں تقسیم کر کے سلامہ حاجب کو ملک کے عہدے پر فائز کیا۔

ابو عبداللہ کی فتح و شکست ابو عبداللہ میدان خالی پا کر امیر الامرائی کے پروں سے اڑتا ہوا بغداد پہنچا۔ وہاں فوج کا ایک حصہ تو اس سے مل گیا۔ اور دوسرا بنی حمدان کے پاس موصل چلا گیا۔ ابو عبداللہ نے متقی کو ڈرا دھمکا کر جبراً اس سے پانچ لاکھ دینار لے لئے۔ فوج

س سے روپیہ مانگا۔ تو اس نے کورا جواب دے دیا۔ اس پر ترک اور دیلمی اس کے خلاف ہو گئے۔ اور دونوں نے مل کر اس سے سارا مال چھین لیا۔ ابو عبداللہ نے مقابلے کی تاب نہ لا کر راہ فرار اختیار کی۔ اور واسط پہنچ کر دم لیا۔

کورتکین اور ابن رائق میں جھڑپ

ترکوں کا سردار کورتکین اس مہم میں پیش پیش تھا۔ اس لئے اس نے اپنی شجاعت اور اقتدار کے بل بوتے پر متقی سے امیرالامرائی کا منصب حاصل کیا۔ موصل میں مقیم دیلمی سپاہ نے شام پہنچ کر ابن رائق کو عازم بغداد ہونے کے لئے ابھارا۔ اُدھر متقی کی طرف سے بھی اسے طلبی کا پروانہ آگیا۔ وہ بغداد کے قریب پہنچا۔ تو عکبرا میں کورتکین نے اس سے مقابلہ کیا۔ لیکن وہ مغربی جانب سے بغداد میں داخل ہو گیا۔ اتنے میں کورتکین بھی مشرقی جانب سے وہاں آ پہنچا۔ ابن رائق کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ لیکن اہل بغداد نے اس کے ساتھ مل کر کورتکین کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور متقی نے ابن رائق کو امیرالامرائی کا عہدہ عطا کیا۔

ابو عبداللہ کی شورش آفرینی

کورتکین اور ابن رائق کی رسن کشی سے فائدہ اٹھا کر ابو عبداللہ نے واسط پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب اس نے خراج روک دیا۔ اور ابن رائق فوج کا مطالبہ زر پورا نہ کر سکا۔ اس لئے فوج ابن رائق کا ساتھ چھوڑ کر ابو عبداللہ کے پاس چلی گئی۔ ابو عبداللہ نے اپنے بھائی ابوالحسین کو زبردست فوج دے کر بغداد روانہ کیا۔ جس نے وہاں پہنچ کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ متقی موصل کی طرف بھاگ گیا۔ اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

ابن رائق کا خاتمہ اور متقی کی واپسی

موصل کے قریب پہنچ کر متقی نے اپنے بیٹے ابو منصور کو ابن رائق کی معیت میں ناصرالدولہ والی موصل کے پاس طلب امداد کے لئے بھیجا۔ اس

Marfat.com

نے دیرینہ دشمنی کی بنا پر ابن رائق کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور خود متقی کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ متقی نے ضرورت اور غرض کے پیشِ نظر قتل ابن رائق سے متعلق اغماض برت کر ناصر الدولہ کو امیر الامرائی کا منصب عطا کیا۔ پھر ناصر الدولہ نے متقی کے ساتھ بغداد پہنچ کر ابو عبداللہ کو شکست دی۔ اور اس نے واسط کی طرف راہ فرار اختیار کی۔

ترکوں کی سرکشی

ابو عبداللہ واسط میں پوری طرح تیاری کر کے ناصر الدولہ سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترا۔ لیکن شکست کھائی۔ پھر ۳۳۱ھ میں واسط پر حملہ کر کے وہاں بھی ابو عبداللہ کو نکال باہر کیا۔ اتنے میں ترک افسروں نے بغاوت کر دی۔ ناصر الدولہ موصل کی حفاظت کے لئے چلا گیا۔ تو ترکوں نے اس کے بغدادی مکان کو لوٹ لیا۔ اس سے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ناصر الدولہ کی امارت نے دم توڑ دیا۔

تورون کی امیر الامرائی

باغی ترک افسر تورون اور اس کے ساتھی میں کشمکش ہوئی۔ ابو عبداللہ نے اس سے فائدہ اٹھا کر واسط پر قابض ہونے کی ٹھانی۔ اور تورون کے ساتھی پر ڈورے ڈالنے لگا۔ تورون کو اپنے ساتھی کی دغا بازی کا علم ہوا۔ تو اسے گرفتار کر کے اندھا کر دیا۔ اور خود بغداد چلا گیا۔ متقی نے اسے امیر الامرا کے منصب پر فائز کر دیا۔

تورون کے خلاف سازش

ابو عبداللہ نے موقع پا کر واسط پر قبضہ کر لیا تو ناچار تورون کو میدان میں آنا پڑا۔ اسی دوران میں بعض افسروں نے متقی کو تورون کے خلاف برانگیختہ کیا۔ کہ تورون اور ابو عبداللہ دونوں مل کر آپ کی دولت کو ہتھیا لینے کے بعد آپ کو گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر متقی نے ہراس زدہ ہو کر عازم موصل ہونے کا ارادہ کیا۔

موصل کو متقی کی روانگی

ابو عبداللہ کے افسر ابو جعفر بن شیرزاد نے بغداد پہنچ کر خود سری سے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ

لے لی۔ ناصر الدولہ نے بغداد میں فوج بھیج دی۔ اور متقی اس کی نگرانی میں موصل روانہ ہو گیا۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ ابن شیرزاد نے اہلِ بغداد کو ظلم و ستم کے جہنم میں جھونک دیا۔ تورون نے ناصر الدولہ اور اس کے بھائی سیف الدولہ دونوں کو نیچا دکھایا۔ متقی مایوس ہو کر رقّہ چلا آیا۔ اور تورون کو پیغام بھیجا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ تم بنی حمدان کے ساتھ صلح کر لو۔ تورون نے حکم کی تعمیل کی۔

ابو عبداللہ کی موت

ابو عبداللہ بے زر اور اس کا بھائی ابو یوسف مالدار تھا۔ بھائی کے قرض کے بارگراں نے ابوعبداللہ کی کمر ہمت توڑ ڈالی۔ جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ ابو یوسف کی دولت کے جادو نے عبداللہ کی فوج کو اس سے برگشتہ کر کے بھائی کی طرف مائل کر دیا ابو عبداللہ کو خبر ملی۔ کہ بھائی اس کا منصب حاصل کرنے کا خواہاں ہے۔ اس دوران میں بعض اور واقعات بھی رو پذیر ہوئے۔ جن کے باعث ابو عبداللہ نے جوشِ انتقام میں بھائی کو تہ تیغ کر دیا۔ لیکن اس سے چند ماہ کے بعد اسے بھی موت نے آلیا۔

بیرونی لڑائیاں

سلطنت عباسیہ کی کمزوری کے باعث رومیوں کو کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ ۳۳۰ھ میں انھوں نے سرحد شام پر فوج کشی کر کے مضافات حلب میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ اور پانچ ہزار آدمی گرفتار کر لئے۔ شام کے مسلمانوں نے انتقام کے طور پر رومی حدود پر زبردست حملہ کر کے کثیر المقدار مال غنیمت حاصل کیا۔ اور بہت سے پادری قید و بند میں ڈال دیئے۔

۳۳۲ھ میں قیصر روم نے متقی کو پیغام بھیجا۔ کہ "رہا کے گرجے میں ایک مقدس رومال ہے۔ جس سے حضرت عیسٰیؑ نے مُنہ صاف کیا تھا۔ اگر آپ اسے میرے پاس بھیج دیں۔ تو میں اس کے عوض تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دوں گا۔ متقی نے قاضیوں اور فقیہوں سے مشورے کے بعد رومال بھجوا دیا۔ اور کثیر التعداد مسلمان قیدی آزاد ہو گئے۔

اسی زمانے میں روسیوں نے آذربائیجان پر دھاوا بول دیا۔ اور بروعہ تک جا پہنچے طرفین میں گھمسان کا رَن پڑا۔ جس میں بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ پھر مسلمانوں نے جوشِ انتقام کے نشے میں چور ہو کر کوس جہاد بجا دیا۔ اور رومیوں کے چھکے چھڑا کر انھیں بھگا دیا۔

وزارت دولت عباسیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ وزارت کا وقار بھی کم ہونے لگا حتیٰ کہ منصب امیرالامرائی کے قیام پر تو وزارت برائے نام رہ گئی۔

قاضی تنوخی جامع التواریخ میں لکھتے ہیں:۔

"بنی عباس کی حکومت میں پہلے عہدۂ قضا کی مٹی پلید ہوئی۔ اور اَن پڑھ قاضیوں کا تقرر عمل میں آنے لگا۔ پھر وزارت کی اہمیت کم ہوئی۔ متقی کے زمانے میں تو اس کا گلا ہی گھونٹ دیا گیا۔ اور وزارت کوچہ و بازار میں تماشا بن کر رہ گئی۔ ابوالحسین بن عیاش لکھتے ہیں کہ شارع خلد میں بندر کا تماشا ہو رہا تھا۔ مداری نے بندر سے باری باری بزاز۔ عطار اور دوسرے پیشہ وروں کا نام لے کر پوچھا۔ کہ کیا تم ویسا بننا چاہتے ہو۔ اس نے ہر بار اثبات میں سر ہلایا۔ لیکن آخر میں جب یہ پوچھا۔ کہ کیا تم وزیر بننا چاہتے ہو۔ تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اور تماشائی قہقہہ مار کر ہنس پڑے"

متقی کے عہد میں امیرالامرائی کی طرح وزارت بھی بدلتی رہتی تھی۔ چنانچہ متعدد وزارتیں بنیں اور بگڑیں۔ پہلا وزیر سلیمان بن وہب تھا۔ پھر ابوالخیر احمد بن محمد بن میم ابو عبداللہ۔ عبدالرحمٰن بن عیسیٰ۔ محمد بن قاسم کرخی۔ احمد بن عبیداللہ اصفہانی اور ابو مقلہ یکے بعد دیگرے منصب وزارت پر فائز ہوئے۔

متقی کی معزولی متقی کو بنی حمدان کے پاس مقیم ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ انھوں نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ اب اس نے ایک طرف تو بغداد جانے کے لئے تورون سے صلح کی کوشش کی۔ اور دوسری طرف محمد بن طغج والی مصر کو مدد کے لئے طلب کیا۔ تورون نے صلح کی دعوت منظور کر

متقی کے ساتھ وفاداری کا حلف نامہ لکھ دیا۔ اُدھر محمد بن طغج بھی آ پہنچا۔ اور متقی کو مصر چلنے کے لئے کہا۔ متقی نے ہامی نہ بھری۔ تو اس نے عرض کی۔ کہ تورون کے فریب میں نہ آیئے۔ متقی نے سُنی اَن سنی ایک کردی۔ اور عازم بغداد ہوگیا۔ تورون نے بظاہر متقی کی خوب خاطر مدارات کی۔ لیکن بعد میں اسے حفاظت کا اطمینان دلا دینے کے ساتھ ہی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر اندھا کردیا۔ پھر اسے بغداد لاکر تخت خلافت سے معزول کردیا۔

سیرت متقی کو امور مملکت پر عبور نہ تھا۔ اور اگر کچھ درک تھا بھی، تو وہ بغاوت و انقلاب کی نذر ہوگیا۔ ابن طقطقی لکھتا ہے :۔

"متقی میں ملک رانی کا کوئی جوہر نہ تھا۔ اس کے عہد میں حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ شروع سے آخر تک حرب و ضرب اور شورش و انقلاب کی آندھیاں چلتی رہیں۔ تورون کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔ جس کی وجہ سے وہ حوادث کی چکی میں پس کر رہ گیا۔ انقلاب کے تزلزل نے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بغداد میں شدید قحط نے تباہی پھیلادی۔ غلہ سونے کے نرخ پر فروخت ہونے لگا۔ لوگ مردار کھانے پر مجبور ہوگئے۔"

متقی دین دار اور خوش اخلاق تھا۔ خطیب لکھتا ہے :۔

"متقی اپنے پیش رو خلفا کی بہت سی برائیوں سے بچا رہا۔ نبیذ کو چھوا تک نہیں۔ حالانکہ خلفاء کو اس کے بغیر کھانا ہضم نہ ہوتا تھا۔ صوم و صلوٰۃ کا سختی سے پابند تھا۔ ہر وقت قرآن کریم پڑھتا رہتا۔ اور کہا کرتا تھا۔ کہ مجھے قرآن کے سوا کسی مصاحب کی ضرورت نہیں۔"

Marfat.com

مستکفی باللہ

۳۳۳ھ تا ۳۳۴ھ

عبداللہ نام۔ ابوالقاسم کنیت۔ مستکفی باللہ لقب۔ املح الناس کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔

صفر ۳۳۳ھ میں اکتالیس سال کی عمر میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ متقی کو جزیرہ میں اسیر زنداں کر دیا گیا۔ اور وہ وہیں ۳۵۰ھ میں انتقال کر گیا

معز الدولہ کی ہنگامہ خیزی

مستکفی نے تورون کو خلعت اور تاج سے نوازا اور ابوالفرج محمد بن علی کو وزیر مقرر کیا لیکن اس کی وزارت نام نہاد تھی۔ اور امور مملکت کی انجام دہی کا فریضہ تورون کے کاتب ابن شیرزاد کے سپرد تھا۔

معز الدولہ دیلمی اپنی دیرینہ جدوجہد میں کامیاب ہو کر ۳۳۳ھ میں واسط پر قابض ہو گیا۔ لیکن تورون کے مقابلے کی تاب نہ لا کر واسط چھوڑ کر چلا گیا۔

ناصر الدولہ کی سرکشی

ناصر الدولہ والی موصل نے پھر پر پرزے نکال کر خراج بھیجنا بند کر دیا۔ لیکن تورون کے سامنے دال گلتے نہ دیکھ کر مجبوراً صلح کر لی۔ اور خراج کی پائی پائی ادا کر دی۔

ابوالحسین بریدی کا خاتمہ

ابوعبداللہ کے بھائی ابوالحسین نے معزولی کے بعد اپنے بھتیجے ابوالقاسم کی جگہ لینی چاہی۔ اور تورون کو ایک بھاری رقم دینے کا وعدہ کر کے بصرہ کی حکومت اسے عطا کر دینے پر اُکسایا۔ ابوالقاسم کو خبر ہوئی۔ تو اس نے ابوالحسین سے زیادہ رقم ادا کرنے کی پیشکش بھجوا دی۔ اس طرح ابوالحسین کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اس کام میں ابن شیرزاد کا بھی ہاتھ تھا۔ اس لئے ابوالحسین نے اس کے خلاف سازش کی۔ لیکن ابن شیرزاد

نے موقع پاکر اسے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔

ابن شیرزاد امیر الامرائی کے منصب پر

۳۳۴ھ میں امیر الامرا تورون نے رحلت کی۔ ابن شیرزاد نے ناصر الدولہ والی موصل کو اس منصب کے لئے تجویز کیا۔ لیکن فوج نے مخالفت کا اظہار کر کے خود ابن شیرزاد کو یہ عہدہ دلوا دیا۔

ابن شیرزاد نے اس احسان کا بدلہ دینے کے لئے فوجیوں کی تنخواہیں بڑھا دیں لیکن خزانہ خالی تھا۔ اس نے امرا سے بڑی بڑی رقمیں وصول کر کے ضروریات سے عہدہ برآ ہونے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن یوں بھی کمی پوری نہ ہوئی۔ تو رعایا پر طرح طرح کے ٹیکس لگا دئے۔ اس پر بغداد کے گوشے گوشے میں فتنہ و شورش کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔

بغداد میں معز الدولہ دیلمی کا داخلہ

مدت سے بغداد پر معز الدولہ دیلمی والی فارس کی رال ٹپک رہی تھی۔ بغداد کے انقلاب نے اس کے لئے زریں موقع مہیا کر دیا۔ چنانچہ واسط کا حاکم نیال کوشر اس سے مل گیا۔ اور ترکی و دیلمی فوجوں نے ہنگامے میں شامل ہو کر اس کی طاقت میں حیرت انگیز اضافہ کر دیا۔ آخر معز الدولہ کا معتمد علیہ امیر عبداللہ ہاشمی مع دیلمی فوجوں کے بغداد میں داخل ہو گیا۔ اور ابن شیرزاد اور مستکفی دونوں روپوش ہو گئے۔

اسی دوران میں مستکفی نے ظاہر ہو کر بنی بویہ کا استقبال کیا۔ اور ۳۳۴ھ میں معز الدولہ بھی بغداد آ پہنچا۔ معز الدولہ نے مستکفی کی بیعت کر کے اس سے عہد وفا باندھا۔

جونہی دیالمہ نے خلافت پر دستِ تصرف دراز کیا۔ خلفاء کا رہا سہا وقار بھی جاتا رہا۔ چنانچہ معز الدولہ نے مستکفی کو نظامِ حکومت سے بے دخل کر کے اس کے گزارے کے لئے پانچ ہزار ماہانہ اور کچھ جاگیر مقرر کر دی۔

Marfat.com

مستکفی کی معزولی حرم شاہی کی قہرمانہ علم خلافت پر حاوی ہو گئی تھی۔ اس نے افسروں کی دعوت کی۔ معزالدولہ نے خیال کیا۔ کہ علم ان افسروں کی مدد سے اسے بغداد سے نکال دینا چاہتی ہے۔ چنانچہ اس نے اسی روز سے مستکفی کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اس دوران میں ایک دن معزالدولہ کے مقرر کئے ہوئے دو دیلمیوں نے موقع پاکر مستکفی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے تخت سے گرا دیا۔ اور معزالدولہ کو قیام گاہ میں لاکر قید و بند میں ڈال دیا۔ دارالخلافہ کا سارا سامان لوٹ لیا گیا۔ اور ایک سال چار مہینے کی خلافت کے بعد مستکفی کا دور حکمرانی ختم ہو گیا۔

اب بنی بویہ خلافت عباسیہ کے سیاہ و سپید کے مالک بن گئے۔ اور مستکفی محض ایک وظیفہ خوار بن کر رہ گیا۔ معزالدولہ نام نہاد خلیفے کے دوش بدوش بیٹھتا تھا۔

مطیع للہ

۳۳۴ھ تا ۳۶۳ھ

فضل نام۔ ابوالقاسم کنیت۔ مطیع للہ لقب۔ مشغلہ کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔

معزالدولہ نے شیعہ ہونے کے باعث بنی عباس کو خلافت سے محروم کر کے بنی فاطمہؓ کی خلافت قائم کرنی چاہی۔ لیکن اس کے ایک ماہر سیاست مشیر نے اسے اس ارادے سے باز رکھتے ہوئے سمجھایا۔ کہ اگر آپ نے کسی علوی کو خلیفہ مقرر کیا۔ تو آپ کی ساری قوم اسے خلافت کا حق دار سمجھ کر اس کی فرمانبرداری کو مقدم خیال کرے گی۔ نہ تو دیلمیوں پر آپ کا موجودہ اثر و اقتدار باقی رہے گا۔ اور نہ یہ خسروانہ ٹھاٹھ۔ لہٰذا کسی عباسی کو تخت پر بٹھایئے۔ تاکہ تمام شیعہ اسے غیر مستحق خلیفہ

Marfat.com

جان کر آپ کی خدمت و اطاعت پر آمادہ رہیں۔ اور بغداد پر شیعہ حکومت کا سکہ بیٹھا رہے۔ چنانچہ معزالدولہ نے یہ مشورہ پسند کر کے خلیفہ مقتدر کے بیٹے فضل کو جو مدت سے روپوش تھا۔ تلاش کر کے جمادی الاخریٰ ۳۳۴ھ میں تخت خلافت پر متمکن کیا اور اس نے مطیع للہ کا لقب اختیار کیا۔

مطیع محض نام نہاد خلیفہ تھا۔ اسے امور مملکت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس کا وظیفہ پانچ ہزار ماہانہ سے کم کر کے تین ہزار کر دیا گیا۔

جاگیریں فوجوں کے تصرف میں

فوجیں روپیہ طلب کرتی تھیں اور حکومت کا خزانہ خالی پڑا تھا۔ معزالدولہ نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ رعایا سے بھی بہت کچھ ہتھیالیا۔ لیکن فوجی مطمئن نہ ہوئے۔ اس لئے خالصہ شاہی اور امرا کی جاگیریں فوجی افسروں کے سپرد کر دی گئیں۔

عام جاگیریں خراب حالت میں تھیں۔ زراعت برباد ہوگئی۔ پیداوار میں کمی واقع ہوئی۔ گاؤں ویران ہو گئے۔ جو جاگیریں کسی قدر بہتر حالت میں تھیں۔ ان پر فوجیوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور معزالدولہ کا ان پر کچھ زور نہ رہا۔

معمولی علاقے جو عام سپاہیوں کے حصے میں آئے۔ دیکھ بھال اور رکھ رکھاؤ سے محروم ہو گئے۔ اس لئے ان کی حالت پہلے سے بھی ابتر ہوگئی۔ فوجیوں نے کسانوں سے محاصل وصول کرنے کے لئے سختی سے کام لینا شروع کیا۔ تو کسان تباہ ہو گئے۔ محاصل کی آمدنی میں افسوس ناک کمی آگئی۔ چونکہ یہ جاگیریں ترک فوج کے حصے میں آئی تھیں۔ اس لئے دیلمی بگڑ گئے۔ اور عام افراتفری پھیل گئی۔

بنی بویہ اور آل حمدان

فی الواقع بنی بویہ کے دورِ تسلط سے عباسی خلافت ختم ہوگئی۔ اب عراق میں دو طاقتیں بہت بڑی تھیں۔ (۱) موصل کے حمدانی عرب اور (۲) بصرہ کی بریدی حکومت۔ معزالدولہ کے عہد میں دو نئی طاقتیں اور پیدا ہوگئیں۔ (۱) بطیحہ میں شاہینی ریاست (۲) عمان میں یوسف بن وجیہہ کی طاقت۔ معزالدولہ کو ان چاروں سے عہدہ برآ ہونا پڑا۔

Marfat.com

اور بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔

آل حمدان عرب اور سُنّی تھے۔ اور بنی بویہ عجمی اور شیعہ۔ یوں تو ان دونوں میں قدیم زمانے ہی سے کشیدگی چلی آتی تھی۔ لیکن خلافت بغداد پر بنی بویہ کے تصرّف کے بعد ان سے بنی حمدان کی آتش عناد تیز تر ہوگئی۔ اور مستکفی کے ساتھ بنی بویہ کی بدسلوکی سے تو ان کے جوشِ مخالفت کی کوئی حد نہ رہی۔ چنانچہ جذبۂ انتقام سے آگ بگولا ہو کر ناصر الدولہ نے بغداد پر حملہ بول دیا۔ معز الدولہ نے مدافعت کا انتظام کیا۔ اور طرفین میں شدید مقابلہ ہوا۔ آخر ناصر الدولہ نے مُنہ کی کھائی۔ اور دیلمیوں نے اس کے سامان پر جھاڑو پھیر دی۔ محرم ۳۳۵ھ میں معز الدولہ نے دوبارہ بغداد پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد فریقین میں مصالحت ہوگئی لیکن یہ مصالحت نام نہاد تھی۔ دونوں میں خون و آتش کا دریا سالہا سال تک موجزن رہا۔ یہاں تک کہ ۳۵۴ھ میں پھر صلح کا عہد و پیمان ہوگیا۔

ابوالقاسم بریدی کی شورش انگیزی

دوسری مخالف طاقت ابوالقاسم بریدی والی بصرہ کی تھی۔ ۳۳۵ھ میں اس نے شورش و بغاوت کا پرچم لہرایا۔ لیکن معز الدولہ نے اسے ایسے ناک چنے چبوائے۔ کہ بصرہ پر حملہ کر کے اس کا دستِ قوت ہمیشہ کے لئے شل کر دیا۔

بطیحہ میں شاہینی ریاست

۳۳۸ھ میں عمران بن شاہین نے بطیحہ میں ایک ریاست کی داغ بیل ڈالی۔ عمران ایک معمولی سپاہی تھا۔ لیکن اس نے اولوالعزمی اور بہادری کے بل بوتے پر فتح پر فتح حاصل کرتے ہوئے بطیحہ کا علاقہ زیرنگیں کر لیا۔ اب تو معز الدولہ بھی چونک پڑا۔ اور پوری طرح لیس ہو کر اس کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ لیکن عمران کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ اس نے وہ پٹے کے ہاتھ دکھائے۔ کہ معز الدولہ کی فوجوں کو میدان سے بھاگنا پڑا۔ آخر معز الدولہ نے مجبور ہو کر صلح کا ہاتھ بڑھایا۔ اور بطیحہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ لیکن اس کے بعد بھی اس کی تباہی خیز سرگرمیوں میں کوئی کمی

Marfat.com

واقع نہ ہوئی۔ ناچار معزالدولہ نے پھر اس پر حملہ کیا۔ مگر بیماری کے باعث اس مہم میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور عمران نے بطیحہ میں باضابطہ شاہینی ریاست قائم کر لی۔

اہواز اور شیراز میں بغاوت کے شعلے ۳۴۵ھ میں روزبہان دیلمی نے اہواز اور اس کے بھائی بلکا نے شیراز میں بغاوت کر دی۔ معزالدولہ کو سخت پریشانی ہوئی۔ لیکن نہایت بہادری اور استقلال سے مقابلہ کر کے دونوں باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور جوشِ انتقام میں دیلمی افسروں کو آگے بڑھایا۔ اور فوج میں ترک ہی ترک بھر دئے گئے۔

بحرین اور عمان میں مخالفانہ مظاہرے عمان کے حاکم یوسف بن وجیہ نے قرامطہ کو ساتھ لے کر بصرہ پر ہلہ بول دیا۔ لیکن معزالدولہ کی فوجوں نے ان کے دانت کھٹے کر دئے۔ یوسف کی وفات کے بعد اس کا غلام نافع جانشین ہوا۔ ۳۵۴ھ میں معزالدولہ نے اسے مغلوب کیا۔ اہلِ عمان نے معزالدولہ کے خلاف مظاہرے کرتے ہوئے وہاں کی حکومت قرامطہ ہجر کے سپرد کر دی۔ لیکن وہ نااہل ثابت ہوئے۔ اس پر ان میں باہم پھوٹ پڑ گئی۔ اور حکومت کا سفینہ ڈگمگانے لگا۔ یہ حالات دیکھ کر ۳۵۵ھ میں معزالدولہ نے عمان پر فوج کشی کر کے اسے زیر نگیں کیا۔ اور قتلِ عام کر کے اس مخالف طاقت کو پرزے پرزے کر دیا۔

شیعیت کی فتنہ انگیز تبلیغ معزالدولہ نے خلفا کے اقتدار کا گلا گھونٹنے کے ساتھ ہی بغداد میں کھلم کھلا شیعیت کی ترویج و اشاعت شروع کر دی۔ اور ۳۵۱ھ میں جامع مسجد بغداد کے دروازے پر تبرا کی عبارت لکھوا دی۔

معزالدولہ نے اس سے بھی آگے بڑھ کر بغداد میں عید غدیر منانے کا حکم دیا۔ اور زور شور سے ڈھول بجا کر اظہارِ مسرت کیا گیا۔

۳۵۲ھ کے آغاز میں معزالدولہ نے حکم دیا کہ "۱۰ محرم کو شہادت حضرت

Marfat.com

امام حسینؑ کے سوگ میں تمام دُکانیں بند رکھی جائیں۔ خرید و فروخت موقوف کر دی جائے۔ شہر اور دیہات کے تمام مسلمان ماتمی لباس پہن کر نوحہ کریں۔ عورتیں بال کھولے۔ چہرے کو سیاہ اور کپڑوں کو چاک کئے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مرثیے پڑھتی اور سینہ کوبی کرتی ہوئی نکلیں"۔ سُنّی یہ حکم سن کر دم بخود رہ گئے۔ اور حکومت کے مقابلے میں ان کا کچھ بس نہ چلا۔ لیکن جب اگلے سال ۳۵۳ھ میں پھر یہی حکم دہرایا گیا۔ اور سنیوں پر بھی اس حکم کی تعمیل لازم قرار دی گئی۔ تو وہ اس ذلت کو برداشت نہ کر سکے۔ اور شیعوں۔ سنّیوں میں فساد کی آگ بھڑک اٹھی جس سے خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ اور بغداد کے گوشے گوشے میں شورش و بدنظمی کے شعلے بلند ہونے لگے۔

معزّ الدولہ کی وفات

۳۵۶ھ میں معز الدولہ عمران بن شاہین کو مغلوب کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ کہ راستے میں طبیعت ناساز ہوگئی۔ اس لئے واسط واپس چلا آیا۔ یہاں مرض کی شدت بڑھ گئی۔ اور صحت کے متعلق مایوسی ہوگئی۔ تو بغداد آگیا۔ بہتیرا علاج کیا۔ لیکن شفا نہ ہوئی۔ آخر بائیس سال حکومت کرنے کے بعد ۳۵۶ھ میں انتقال کیا۔

عزّ الدولہ کی حکومت

معز الدولہ کے بعد اس کا بیٹا عزّ الدولہ حکمرانی کرنے لگا۔ یہ ناقابل تھا۔ اور اس نے اپنے باپ کی کسی وصیت کا بھی پاس نہ کیا۔ البتہ ابوالفضل عباس بن حسین کو وزیر مقرر کیا۔ اسے نظامِ حکومت کی ہوا تک نہ لگی تھی۔ اور رات دن عیش و عشرت میں غرق رہتا تھا۔

عزّ الدولہ نے جاگیردار دیلمی امرا کو جاگیروں کی ہوس میں نکال باہر کیا۔ سبکتگین ترک کے ساتھ ناجائز برتاؤ کیا۔ اس طرح دیالمہ اور ترک دونوں اس کے مخالف ہوگئے۔

بغداد میں شورش

حکومت کا خزانہ معز الدولہ کے عہد میں بھی خالی ہوگیا

تھا۔ لیکن وہ لشتم پشتم کر کے کاربرآری کرتا رہا۔ عزالدولہ کے زمانے میں روپے کی اور بھی کمی ہوگئی۔ عباس وزیر نے رعایا کو دکھ دے کر زبردستی روپیہ وصول کیا جس سے شہر کے تمام لوگ چیخ اٹھے۔ اور بغداد میں شورش کا بازار گرم ہوگیا۔

۳۶۲ھ میں عزالدولہ نے عباس کو معزول کر کے محمد بن بقیہ کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ اس نئے وزیر نے اصلاح حالات کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ آخر وہ بھی اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلنے لگا۔ اور بغداد پھر ظلم و بدنظمی کا مرکز بن گیا سبکتگین بڑی مشکل سے صورت حال کو اعتدال پر لایا۔

ترکوں اور دیلمیوں میں ہنگامہ

۳۶۳ھ میں سوء اتفاق سے ایک ترک اور ایک دیلمی میں کسی معمولی سی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ جس نے بڑھتے بڑھتے ان دونوں جماعتوں کے بہت سے حریفوں کو مقابلے پر لاکھڑا کیا۔ اور طرفین کے بے شمار آدمی مارے گئے۔

بغداد میں ترکوں کی حکومت

ان دنوں بغداد میں سبکتگین کا طوطی بول رہا تھا۔ عزالدولہ نے اسے گرفتار کرنا چاہا لیکن سے وقت سے پہلے خبر ہوگئی۔ اور وہ بچ نکلا۔ پھر اس نے عزالدولہ کے بھائی ابو سحٰق کو حکومت پیش کی۔ اس نے انکار کیا۔ تو سبکتگین نے عزالدولہ کے محل کو آگ لگادی۔ اور اثر و اقتدار سے کام لے کر دیالمہ سے بُری طرح انتقام لیا۔ بغداد میں ترکوں کی حکومت سے سنّیوں کو شیعوں سے بدلہ لینے کا موقع مل گیا۔ اور ان دونوں میں خونریز لڑائی ہونے سے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ لیکن ترکوں کے اقتدار کے باعث سنّی غالب رہے۔

رومیوں کی یورش

عباسیوں اور ترکوں کے زمانے میں رومیوں کو اسلامی علاقوں پر قابض ہونے کا خیال بھی نہ آیا تھا۔ لیکن بنی بویہ کی خانہ جنگی نے ان کے حوصلے بڑھادئے۔ اور انھوں نے جزیرہ۔ شام آرمینیا آذربائیجان وغیرہ پر تاخت و تاراج شروع کردی۔ جو برسوں تک جاری رہی۔

Marfat.com

رومیوں نے اکثر سرحدی شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ان دنوں مسلمان حکمرانوں میں سیف الدّولہ والی حلب بڑا بہادر تھا۔ اس لئے وہ تن تنہا دشمن کے مقابلے میں ڈٹا رہا۔ ان خونریز لڑائیوں میں لاکھوں مسلمان ہلاک اور اسیر ہوئے۔ مسجدیں شہید کردی گئیں۔ اور کثیر التعداد مسلمانوں کو زور و جبر سے عیسائی بنالیا گیا۔

۳۵۶ھ میں سیف الدّولہ نے وفات پائی۔ تو اس کا غلام قرویہ حلب پر قابض ہو گیا۔ سیف الدّولہ کے بیٹے ابوالمعالی شریف نے اس سے جنگ کی۔ رومیوں نے موقع سے فائدہ اٹھاکر شام پر تباہ کن حملے کئے۔ اور اس لہلہاتے چمن زار کو بے آب و گیاہ صحرا میں تبدیل کر دیا۔

اس کے بعد رومیوں نے ملاذکرد پر دست تصرف دراز کیا۔ اور دیار بکر پر دھاوا کرنے کی تدبیر کر رہے تھے۔ کہ قیصر ارمانوس کے کمان دار اعظم تقفوز کو تہ تیغ کر دیا گیا قتل تقفوز سے ذرا متاثر نہ ہوتے ہوئے ۳۶۱ھ میں رومیوں نے دیار بکر پر فوج کشی کر کے اسے تہس نہس کر دیا۔ آخر ناصر الدولہ کے بیٹے ہبۃ اللہ نے رومیوں کو ناک چنے چبوا کر ان کے کمان دار اعظم کو گرفتار کر لیا۔ اس سے رومیوں کے حملے کا زور ٹوٹ گیا۔

مطیع کا انتقال

سبکتگین نے مطیع کی دیرینہ بیماری بھانپ کر ۳۶۳ھ میں اس پر زور ڈالتے ہوئے اسے اس کے بیٹے عبدالکریم طائع کے حق میں خلافت سے دست بردار کرادیا۔ اس کے بعد اس نے بغداد سے واسط کی راہ لی اور وہیں ۲۹ سال خلافت کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

مطیع کا دور حکومت فتنہ و فساد سے لبریز رہا۔ قحط کا یہ عالم تھا۔ کہ لوگ مردار کھانے پر مجبور ہو گئے۔ غرض بغداد کا جنت نظیر شہر ہولناک ہنگاموں اور قیامت خیز انقلابات کے ہاتھوں جہنّم زار بن گیا۔

طائع للہ

۳۶۳ھ تا ۳۸۱ھ

عبدالکریم نام۔ ابوالفضل کنیت۔ طائع للہ لقب۔ ہزار کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور ۲۳ ذیقعد ۳۶۳ھ چہارشنبہ کو اورنگ خلافت پر بیٹھا۔ سبکتگین کو نصرالدولہ کا خطاب دے کر عزالدولہ کی جگہ نائب سلطنت مقرر کیا۔ عزالدولہ اپنی والدہ سے ملنے کے لئے واسط آیا۔ اور رکن الدولہ والی فارس کو سبکتگین اور ترکوں کے خلاف امداد بھیجنے کے لئے تحریر کیا۔ رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابوالفتح بن عمید کو فوج دے کر بھیجا۔ اور عضدالدولہ کو خط لکھا۔ کہ تم بھی اپنے بھائی عزالدولہ کی مدد کرو۔ ادھر سبکتگین ترکی فوج کو ساتھ لے کر عازم واسط ہوا۔ یہ اطلاع پاتے ہی ابوتغلب حاکم موصل نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران میں سبکتگین نے وفات پائی۔ تو ترکوں نے افتگین کو اپنا سردار منتخب کر کے واسط کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ یہ محاصرہ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک جاری رہا۔

عزالدولہ اور عضدالدولہ نے کچھ دن واسط میں رہ کر بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ عرصے کے بعد فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ آخر جمادی الاولیٰ ۳۶۴ھ میں عزالدولہ اور عضدالدولہ بغداد میں داخل ہوئے۔ رجب ۳۶۴ھ میں عضدالدولہ نے طائع للہ کو بغداد واپس بلا کر بیعت کی۔ اور عزالدولہ کو قید و بند میں ڈال کر خود حکومت کرنے لگا۔

رکن الدولہ نے اس صورت حالات سے اطلاع پا کر عضدالدولہ کو ایک عتاب آمیز فرمان لکھا جس کی تعمیل میں عضدالدولہ نے عزالدولہ کو رہا کر کے عراق کا والی بنا دیا۔ اور ابوالفتح کو عزالدولہ کے پاس چھوڑ کر خود فارس کی راہ لی۔

عضدالدولہ کی حکومت

۳۶۶ھ میں رکن الدولہ نے وفات پائی۔ اور عضدالدولہ اس کا جانشین ہوا۔ اب عزالدولہ اور عضدالدولہ میں لڑائی ہونے لگی۔ اور موخرالذکر نے اپنے حریف کو تہ تیغ کر دیا۔ آخر ۳۷۲ھ میں عضدالدولہ نے ساڑھے پانچ برس حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ اور اس کا بیٹا صمصام الدولہ

Marfat.com

تخت حکومت پر متمکن ہوا۔

صمصام الدولہ کی حکومت

اِدھر صمصام الدولہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ اُدھر اس کا بھائی شرف الدولہ باغی ہوکر فارس پر قابض ہو گیا۔ ۳۷۵ھ میں شرف الدولہ نے بغداد پر فوج کشی کی۔ ۳۷۶ھ میں اس نے صمصام الدولہ کو گرفتار کر کے بغداد پر دست تصرف دراز کیا۔

شرف الدولہ کی حکومت

شرف الدولہ کے دوران حکومت میں موصل فتنہ و فساد کی جولان گاہ تھا۔ حلب وغیرہ پر سعد الدولہ کا پرچم حکومت لہرا رہا تھا۔ ۳۷۹ھ میں شرف الدولہ نے دو سال آٹھ ماہ کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔ اور اس کا بھائی بہار الدولہ سریر آرائے حکومت ہوا۔

بہار الدولہ کی حکومت

بہار الدولہ نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ناصر الدولہ کے بیٹوں ابراہیم اور حسن کو موصل کی حکومت کا پروانہ دیا۔ ۳۸۰ھ میں بہار الدولہ نے اپنے برادر زادہ ابو علی والی فارس کو فریب سے طلب کر کے تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور خود فارس کی راہ لی۔ اسی دوران میں صمصام الدولہ نے فارس میں اپنے گرد ایک جمعیت فراہم کر کے فارس پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ آخر بہار الدولہ نے صمصام الدولہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی. کہ فارس صمصام الدولہ کے زیر نگیں رہے۔

فارس سے فارغ ہو کر بہار الدولہ بغداد آیا۔ یہاں سنیوں اور شیعوں میں جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ بہار الدولہ نے ان میں صلح کرا دی۔

طائع کی گرفتاری

دیلمی حکومت کا خزانہ خالی ہونے کے باعث فوج کی تنخواہ میں بے قاعدگی اور بد نظمی پیدا ہو گئی۔ اس لئے ۳۸۱ھ میں فوج نے علم بغاوت بلند کر کے ایک طوفان برپا کر دیا۔ بہار الدولہ نے اپنے ایک مشیر کی رائے سے طائع کو گرفتار کر کے اس کی دولت کے سمیٹ لینے کا منصوبہ باندھا۔ چنانچہ وہ طائع سے ملاقات کے بہانے چند دیلمیوں کی معیت میں اس کے پاس

پہنچا۔ اور اسے کھینچ کر تخت سے نیچے اتار لیا۔ پھر اسے تخت خلافت سے معزول کر کے نظر بند کر دیا۔ وہیں ۳۹۳ھ میں اس نے سترہ سال آٹھ مہینے کی خلافت کے بعد ۶۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔

طائع بڑا قوی الصحت اور بہادر آدمی تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس نے ایک مست پہاڑی مینڈھے سے لڑائی کر کے اسے مغلوب کر لیا تھا۔

سیاسیات اور نظام حکومت کے باب میں وہ بالکل کورا تھا۔ اس کے عہد میں دیالمہ حکومت کے سیاہ و سپید پر چھا گئے۔ اور خلافت کی قوت نے دم توڑ دیا۔

قادر باللہ

۳۸۱ھ تا ۴۲۲ھ

احمد نام۔ ابوالعباس کنیت۔ قادر باللہ لقب۔ دمنہ کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ ۱۲ رمضان المبارک ۳۸۱ھ کو ۴۴ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ ماہر سیاسیات اور شان و شکوہ کا خلیفہ تھا۔ اور اس نے کھوئے ہوئے عباسی اقتدار کو امکانی حد تک بحال کرنے میں تمام قوتیں صرف کر دیں۔

فارس پر بہاء الدولہ کی حکومت

۳۸۳ھ میں بہاء الدولہ نے صمصام الدولہ کے ساتھ معاہدۂ مصالحت کے خلاف فارس پر فوج کشی کی۔ لیکن ناکام رہا۔ ایک سال کے بعد پھر حملہ کیا۔ حتیٰ کہ ۳۸۸ھ تک جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر ذی الحجہ ۳۸۸ھ میں صمصام الدولہ تہ تیغ کر دیا گیا۔ اور فارس پر بہاء الدولہ کا پرچم حکومت لہرانے لگا۔

۳۸۹ھ میں بہاء الدولہ نے عراق کی حکومت ابوجعفر حجاج بن ہرمنہ کے سپرد کی۔ جسے خلیفہ قادر باللہ نے عمید الدولہ کے نام سے نوازا۔

کچھ عرصے کے بعد شیعوں اور سنیوں میں لڑائی ہو گئی۔ اس پر بہاء الدولہ نے

عمید الدولہ کو معزول کر کے ۳۹۰ھ میں اس کی جگہ ابو علی حسن بن ہرمز کو مقرر کیا۔ اور عمید الجیوش کا خطاب عطا کیا۔ اس نے شیعہ سنی کے فساد کا قلع قمع کر کے نظام حکومت کو بہ طریق احسن انجام دیا۔

۳۹۱ھ میں عمید الجیوش بھی معزول کر دیا گیا۔ اور عراق و بغداد کی عنان حکومت ابو نصر بن سابور کے ہاتھ میں آئی۔ شیعوں اور سنیوں میں پھر فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ مگر جلد ہی آب مصالحت سے بجھا دی گئی۔

بہار الدولہ کی وفات

۴۰۳ھ یا بہ اختلاف روایت ۴۰۲ھ میں بمقام ارجان بہار الدولہ نے بیالیس سال کی عمر میں بائیس یا چوبیس سال کی حکومت کے بعد وفات پائی۔

سلطان الدولہ کی حکومت

بہار الدولہ کے بعد اس کا بیٹا ابو شجاع سلطان الدولہ مسند آرائے حکومت ہوا۔ اس نے اپنے ایک بھائی ابو طاہر جلال الدولہ کو بصرہ کی اور دوسرے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کی حکومت عطا کی۔ اور ابو محمد حسن بن سہلان کو نائب السلطنت مقرر کیا۔

بہت سے دیلمیوں نے ابو الفوارس کے کان بھر کر اسے سلطان الدولہ کے خلاف پٹی پڑھاتے ہوئے اپنے بھائی سے حکومت چھین لینے پر ابھارا۔ چنانچہ ابو الفوارس نے شیراز پر فوج کشی کی۔ لیکن سلطان الدولہ نے اسے شکست دے کر کرمان تک اس کا تعاقب کیا۔ ابو الفوارس نے سلطان محمود غزنوی سے استمداد کی۔ اس نے امیر ابو سعید طائی کو فوج دے کر اس کے ساتھ کر دیا۔ ابو الفوارس نے کرمان اور شیراز پر قبضہ کر لیا۔ سلطان الدولہ یہ خبر سنتے ہی لوٹا۔ اور ابو الفوارس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اب کے وہ محمود غزنوی کے پاس نہ گیا۔ کیونکہ ابو سعید کے ساتھ اس کا سلوک اچھا نہ رہا تھا۔ اور اس نے مہذب الدولہ حاکم بطیحہ کے دامن میں پناہ لی۔ پھر سلطان الدولہ سے معذرت طلب کر کے کرمان کی حکومت پر فائز ہوا۔

Marfat.com

مشرف الدّولہ کی حکومت جب عراق میں مشرف الدولہ کی حکومت قائم ہوئی۔ تو سلطان الدّولہ نے اپنے بیٹے ابو کالیجار کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ ۴۱۲ھ میں قرار پایا۔ کہ عراق مشرف الدولہ کے زیرنگیں رہے۔ اور فارس پر سلطان الدولہ کی حکومت ہو۔

۴۱۴ھ میں کوفہ شیعوں اور سنّیوں کا میدانِ جنگ بن گیا۔ اس جنگ کی آگ بغداد تک جا پہنچی۔ خلیفہ قادر باللہ نے آتش فساد کو فرو کرنے کی کوشش کی۔ ترکوں نے جو سب کے سب سُنّی تھے۔ اور بغداد کے سُنّیوں نے خلیفہ کی تائید و حمایت کی۔ جس سے اسے کچھ وقار حاصل ہو گیا۔

سلطان الدّولہ اور مشرف الدّولہ کا انتقال ۴۱۵ھ میں سلطان الدّولہ نے وفات پائی۔ اور ۴۱۶ھ میں مشرف الدّولہ نے پانچ سال کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔

جلال الدّولہ کی حکومت سلطان الدّولہ کے بعد اس کے بیٹے ابو کالیجار نے فارس کی عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ اور مشرف الدّولہ کے بعد عراق میں اس کا بھائی جلال الدّولہ تختِ حکومت پر بیٹھا۔

۴۱۹ھ میں ترکوں نے جلال الدّولہ کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کیا۔ لیکن قادر کی کوشش سے مصالحت ہو گئی۔

اسی سال ترکوں اور دیلمیوں میں جنگ ہوئی۔ اور جلال الدولہ کے بیٹے ابو منصور عزیز حاکم بصرہ نے طرح مصالحت ڈالنے کی کوشش کی۔

اس کے بعد ابو کالیجار نے عراق پر فوج کشی کی۔ جلال الدّولہ نے اس کے مقابلے پر لشکر بھیجا۔ اس طرح جنگ و جدل کی داغ بیل ڈالی گئی۔ اور تباہی و ہلاکت کا یہ ہولناک سلسلہ برسوں جاری رہا۔ حتیٰ کہ ۴۲۳ھ میں خلیفہ قادر باللہ کا انتقال ہو گیا۔

خصائل و فضائل قادر باللہ عالم و فاضل۔ مدبّر و سیاست دان اور متقی تھا۔

Marfat.com

عدل و انصاف میں مشہور تھا۔ اس کے عہدِ حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ کوئی رکنِ حکومت کسی پر تشدد نہ کر سکتا تھا۔

علم کے ساتھ اس کا دامنِ سیرت عمل کے موتیوں سے بھی مالامال تھا۔ اس کی دین داری تہجد گزاری اور سخاوت ضرب المثل تھی۔

صدقہ اور خیرات کا یہ حال تھا۔ کہ اپنے افطار کی چیزوں کو تین حصّوں میں تقسیم کر کے ایک حصّہ خود استعمال کرتا تھا۔ اور باقی دو رصافہ اور بغداد کی مسجدوں میں بھیج دیتا تھا۔

ابن اثیر لکھتا ہے :۔

" قادر باللہ سے پہلے خلافت ترکوں اور دیلمیوں کی ہوا و ہوس کا اکھاڑا بنی ہوئی تھی۔ قادر نے اس کی شان و عظمت میں دوبارہ روح پھونک دی۔ قدرتاً لوگ اس سے مرعوب رہتے تھے۔ اور کسی کو اس کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔"

ابن طقطقی کا بیان ہے :۔

" قادر کے عہد میں عباسی خلافت کو دوبارہ عروج حاصل ہؤا۔ اس کی مقبولیت میں اضافہ ہؤا۔ اور اس کا پورا نظام مضبوط و مستحکم ہو گیا۔ دیالمہ نے اپنے آپ کو حکومت کے سیاہ و سپید کا مالک سمجھ رکھا تھا۔ اور عزل و نصب کی باگ اپنے ہاتھ میں لے رکھی تھی۔ لیکن قادر جس تقرر کو خلافِ طبع سمجھتا تھا۔ نامنظور کر دیتا تھا۔"

Marfat.com

قائم بامر اللہ

۴۲۲ھ تا ۴۶۷ھ

عبداللہ نام۔ ابوجعفر کنیت۔ قائم بامراللہ لقب۔ ایک ارمنی کنیز بدرالدجیٰ کے بطن سے پیدا ہوا۔ ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں ۳۱ سال کی عمر میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔

اُن دِنوں نظامِ خلافت کے فرائض جلال الدولہ انجام دیتا تھا۔ لیکن اس کی غفلت ایسا رنگ لائی کہ ترکی فوج کی مسلسل بغاوت نے اس کا سارا انتظامِ حکومت زیر و زبر کردیا۔

۴۱۹ھ میں ترکوں کی بغاوت کا مختصر حال اوپر گزر چکا ہے۔ ۴۲۲ھ میں شیعہ سُنّی تصادم سے فائدہ اٹھاکر ترکی فوج نے پھر سر اٹھایا۔ لیکن آب زر نے شورش کی آگ بجھادی۔

۴۲۳ھ میں پھر فوج عَلَمِ بغاوت بلند کرکے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور جلال الدولہ کا پتلا حال کردیا۔ اس پیہم بدنظمی سے بغداد کا امن وضبط تباہ ہوگیا۔

۴۲۷ھ میں فوج نے آتشِ بغاوت مشتعل کرکے جلال الدولہ کے مکان میں لوٹ مچادی۔ وہ تکریت چلا گیا۔ قائم نے اس میں اور ترکوں میں صلح کرادی۔

۴۲۸ھ میں جلال الدولہ اور اس کے بھتیجے ابوکالیجار میں صلح ہوگئی۔

۴۲۹ھ میں جلال الدولہ نے قائم سے اسے "ملک الملوک" کا خطاب عطا کرنے کی استدعا کی۔ قائم نے علما سے استفتاء کے بعد اسے "ملک الملوک" بنادیا۔

۴۳۱ھ میں ابوکالیجار نے بصرہ پر حملہ کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔ اور اپنے بیٹے عزالملوک کو بصرہ کا حاکم مقرر کرکے خود اہواز کی راہ لی۔

اسی سال طغرل بیگ سلجوقی نے نیشاپور پر قبضہ کرلیا۔ اور خراسان کو زیرنگیں کرکے سلطان اعظم بن گیا۔

۴۳۵ھ میں جلال الدولہ کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کا بیٹا ملک العزیز اس

Marfat.com

کا قائم مقام مقرر کیا گیا۔ لیکن ملک العزیز فوج کو خوش نہ رکھ سکا۔ ابوکالیجار نے موقع پاکر فوج کے افسروں کو اپنا طرف دار بنا لیا۔ اور ۴۳۶ھ میں بغداد پہنچ گیا۔ قائم نے اسے "محی الدین" کے خطاب سے نوازا۔ ۴۳۹ھ میں ابوکالیجار نے سلطان طغرل بیگ سے اپنی بیٹی کا عقد کر کے صلح کرلی۔

ابوکالیجار کی حکومت

ابوکالیجار نے اصفہان وکرمان کو زیرنگیں کیا۔ اور چار سال کی حکومت کے بعد ۴۴۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابونصر فیروز "ملک الرحیم" کے لقب سے مسند پر بیٹھا۔

ملک الرحیم کی حکومت

ملک الرحیم نے بغداد وعراق کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ اور اس کا بھائی ابومنصور خسرو شیراز پر قابض ہوگیا۔

اب بغاوتوں پر بغاوتیں اور فساد پر فساد شروع ہوئے سیکڑوں آدمی ہلاک ہوگئے۔ ۴۴۲ھ میں سلطان طغرل بیگ نے اصفہان پر دستِ تصرف دراز کیا۔ اور اس کے بھائی ارسلان بن داؤد نے فارس پر قبضہ کرلیا۔

۴۴۳ھ میں سلطان طغرل بیگ بغداد پہنچا۔ اور قائم نے اسے خلعت عطا کیا۔

۴۴۵ھ میں شیعوں اور سنیوں میں نہایت ہولناک فساد رونما ہوا۔ جس میں محلے کے محلے جل کر راکھ کے ڈھیر ہوگئے۔ قائم نے بڑی مشکل سے فساد کی آگ بجھائی۔ ملک الرحیم اپنے بھائی بھتیجوں سے جنگ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ۴۴۷ھ شروع ہوگیا۔

اس دوران میں سلطان طغرل بیگ نے آذربائیجان اور جزیرہ پر تسلط بٹھایا۔ رومیوں سے جنگ کر کے بہت سا زرومال حاصل کیا۔ اور خراسان وفارس کو بخوبی زیرنگیں کر کے موصل وشام پر قبضہ جما لیا۔ قائم نے سلطان طغرل بیگ کی یوں عزت افزائی کی۔ کہ خطبوں میں اس کا نام لیا جانے لگا۔ سلطان نے خلیفہ سے باریابی کی اجازت حاصل کی۔ اور ۲۵ رمضان ۴۴۷ھ کو بغداد میں سلطان طغرل بیگ کا خیر مقدم کیا گیا۔ بساسیری نے بغداد کو فتنہ وفساد کا شعلہ زار بنا دیا۔ طغرل بیگ نے آتشِ جنگ

Marfat.com

فرو کر کے دیلمیوں کا دست قوت شل کر دیا۔
۴۴۸ھ کے آغاز میں سلطان طغرل بیگ نے اپنی بھتیجی خدیجہ المخاطب بہ ارسلان خاتون کا عقد خلیفہ سے کر کے خاندان خلافت سے قرابت داری قائم کی۔
آخر شوال ۴۴۸ھ میں سلطان طغرل بیگ کے چچیرے بھائی قتلمش نے بساسیری سے جنگ کر کے شکست کھائی۔ اور بساسیری نے صوبہ موصل کو تصرف میں لا کر اپنے دوست مستنصر عبیدی والئ مصر کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ طغرل بیگ نے موصل پر فوج کشی کر کے اسے فتح کیا۔ اور آغاز ۴۴۹ھ میں بغداد کی طرف مراجعت کی۔
خلیفہ نے نہایت تپاک و گرم جوشی سے طغرل بیگ کا خیر مقدم کیا۔ ایک دربار منعقد کر کے اسے "ملک المشرق والمغرب" کے خطاب سے نوازا۔ اور تمام ملکوں کی عنان حکومت اس کے سپرد کر دی۔
اسی اثنا میں بساسیری نے والی مصر سے سازش کر کے ہمدان میں بغاوت کرا دی۔ طغرل بیگ نے اسے فرو کرنے کے لئے اُدھر کی راہ لی۔ بساسیری موقع پا کر بغداد پر قابض ہو بیٹھا۔ اور ذی قعد ۴۵۰ھ کو اس نے عبیدی والی مصر کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ بغداد کے شیعوں نے اپنے ہم عقیدہ بساسیری کو ہر امکانی امداد بہم پہنچائی۔
بغداد کے سنیوں نے بساسیری کے تشدد سے تنگ آ کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ لیکن متعدد افراد شکست کھا کر مارے گئے۔ بساسیری نے قائم کے وزیر اعظم کو نذر وار کر کے والی مصر سے استمداد کی۔ لیکن اس نے کسی قسم کی امداد بہم نہ پہنچائی۔
اس اثنا میں بساسیری کو خبر ملی۔ کہ سلطان طغرل بیگ نے اپنے بھائی ابراہیم کے مقابلے میں فتح حاصل کر لی ہے۔ اس پر بساسیری نے خلیفہ اور اس کی بیوی ارسلان خاتون کو گرفتار کر کے بغداد سے باہر کسی مقام پر نظر بند کر دیا۔ اور قصر خلافت میں جھاڑو پھروا دی۔

Marfat.com

جونہی طغرل بیگ کو ان واقعات کا علم ہوا۔ اس نے فی الفور بغداد کی طرف باگ اٹھائی۔

۶ ذی قعدہ ۴۵۱ھ کو بساسیری نے بغداد کو خیر باد کہی۔ اور طغرل بیگ بغداد میں داخل ہوا۔

اس کے بعد سلطان طغرل بیگ نے خلیفہ کو بغداد میں طلب کر کے اورنگ خلافت پر متمکن کیا۔ اور اس سے معذرت طلب کی۔ ۲۵ ذی قعدہ ۴۵۱ھ کو قائم بغداد میں وارد ہوا۔

حکومت سلجوقیہ کا آغاز

سلجوق ترکوں کے ایک شریف قبیلے کے سردار کا نام تھا۔ یہ لوگ ترکوں سے زیادہ تہذیب یافتہ اور زیادہ طاقتور تھے۔ سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد سلجوق قبیلہ خراسان کے طول و عرض میں پھیل گیا۔ غزنویوں اور سلجوقیوں میں متعدد خونریز لڑائیاں ہوئیں جن میں سلجوقیوں نے فتح پاکر حیرت انگیز ترقی کی۔ ان کے سردار طغرل بیگ نے خراسان آذربائیجان اور جزیرہ وغیرہ کو مسخر کر کے اپنی طاقت میں اضافہ کیا۔ پھر اس نے بغداد کی طرف عنان توجہ منعطف کر کے دیالمہ کو بے دخل کرتے ہوئے بغداد میں نائب السلطنت کا منصب عالیہ حاصل کیا۔ اور اس کا خاندان مدت دراز تک حکومت کی گراں بہا نعمت سے بہرہ یاب رہا۔ اس کے جانشین الپ ارسلان سلجوقی نے ڈینیوب سے سندھ تک ایک زبردست حکومت قائم کی۔

بساسیری کا خاتمہ

۴۵۱ھ میں بساسیری نے کوفہ کو قتل و غارت کا ہنگامہ زار بنا رکھا تھا۔ کہ سلطان طغرل بیگ نے اس پر حملہ کر کے اسے تہ تیغ کر دیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا۔ جہاں وہ باب قصر خلافت پر آویزاں کیا گیا۔ ۴۵۲ھ میں سلطان طغرل بیگ نے بغداد کی طرف سے بے فکر ہو کر واسط کی راہ لی۔ وہاں کے نظم و نسق سے فراغت حاصل کرنے کے بعد بلاد جبل و آذربائیجان کی طرف کوچ کیا۔ ۴۵۳ھ میں ابوالفتح بن احمد اہواز سے بغداد پہنچا۔ اور خلیفہ

Marfat.com

اسے وزارت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز کیا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد اسے معزول کر کے اس کی جگہ ابو نصر بن جہیر کو وزیر مقرر کیا۔ اور ابو الفتح اہواز واپس چلا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد سلطان طغرل بیگ کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اور اس نے خلیفہ کی خدمت میں اس کی بیٹی سیدہ سے نکاح کے لئے استدعا کی۔ لیکن خلیفہ نے انکار کر دیا۔ سلطان نے سیاسی جوڑ توڑ سے کام لے کر حالات کو اس قدر نازک و پیچیدہ بنا دیا۔ کہ خلیفہ کو اس کی درخواست منظور کرتے ہی بنی۔ علاوہ بریں خلیفہ کی بیوی نے بھی جو سلطان کی بھتیجی تھی۔ خلیفہ کو سلطان کی بات مان لینے پر مجبور کیا۔ بہر حال ۴۵۴ھ میں شادی ہو گئی۔ اور سلطان طغرل بیگ آرمینیا سے عازم بغداد ہوا۔ شہزادی کی تقریب وداع منائی گئی اور سلطان دو تین تک بغداد میں مقیم رہا۔ پھر اپنی بیوی سیدہ خاتون کو ہمراہ لے کر بلاد جبل کی جانب روانہ ہوا۔ لیکن رَے میں پہنچ کر بیمار ہو گیا۔ اور ۴۵۵ھ میں وفات پائی۔

سلطان طغرل بیگ لاولد تھا۔ اس لئے وزیر عبد الملک نے اس کے بھتیجے اور ربیب سلیمان بن داؤد چغری بیگ کو تخت پر بٹھایا۔ لیکن قتلمش حاکم قونیہ اور بعض دیگر امرا نے علم مخالفت بلند کیا۔ اور اس کی جگہ سلطان کے دوسرے بھتیجے الپ ارسلان کا خطبہ جاری کیا۔ الپ ارسلان نے رے پر حملہ کیا۔ اور عمید الملک کو مغلوب کر کے اس سے بیعت لی۔ لیکن اسے عبد الملک کی طرف سے کبھی اطمینان نہ ہوا۔ اس لئے ۴۵۶ھ میں اسے قید کر کے اپنے وزیر نظام الملک طوسی کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ الپ ارسلان نے شہزادی سیدہ خاتون کو جو رَے میں تھی۔ نہایت عزت و احترام اور جاہ و جلال کے ساتھ بغداد کی جانب روانہ کیا۔ بغداد میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ خلیفہ نے دربار عام کر کے نظام الملک کو ضیاء الدین عضد الدولہ کا خطاب و خلعت اور سلطان الپ ارسلان کو الوالد المؤید کا خطاب عطا کیا۔

۴۶۰ھ میں وزارت سے فخر الدولہ بن جہیر کی معزولی عمل میں آئی۔ لیکن

Marfat.com

سنہ ۴۶۱ھ میں اسے پھر قلم دانِ وزارت دے دیا گیا۔

سنہ ۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والی مکہ نے عبیدی مصری کا نام خطبے سے خارج کر کے خلیفہ قائم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کا نام اس میں داخل کیا۔ اور اپنے بیٹے کو سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان نے دس ہزار دینار سالانہ اس کی تنخواہ مقرر کی۔ تیس ہزار دینار کے گراں بہا انعام سے نوازا اور ایک خلعت مرحمت کیا۔

سنہ ۴۶۳ھ میں حلب کے اندر بھی خلیفہ اور سلطان کا خطبہ پڑھا گیا۔

اسی سال قیصر روم ارمانوس نے تین لاکھ کا لشکرِ جرار لے کر صوبہ خلاط پر چڑھائی کی۔ روس۔ غزی۔ تفچاقی۔ کرجی۔ خزر اور ارمنی فوجیں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ سلطان الپ ارسلان صرف پندرہ ہزار فوج لے کر مقابلے کے لئے میدان میں نکلا۔ اگرچہ رومیوں کے لشکر سے سلجوقیہ کی فوج کو کوئی نسبت نہ تھی۔ لیکن قادر و قوی ذات باری نے دین اللہ کی تائید و حمایت کے لئے مجاہدین میں حیرت انگیز طاقت و شجاعت پیدا کر دی۔ اور مٹھی بھر سلجوقیوں نے لاتعداد رومیوں کی صفوں میں داخل ہو کر انھیں بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔ میدانِ جنگ میں خون کا دریا لہریں لینے لگا۔ اور جگہ جگہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ قیصر ارمانوس گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن کئی کروڑ فدیے کے وعدے اور اس شرط پر رہا کر دیا گیا۔ کہ وہ تمام مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دے گا اور ضرورت کے وقت الپ ارسلان کو فوجی امداد بہم پہنچائے گا۔

سنہ ۴۶۵ھ میں الپ ارسلان نے ماوراء النہر پر فوج کشی کی۔ جیحون پر پل باندھ کر سلطانی لشکر نے بیس دن میں اسے عبور کیا۔ ایک قلعہ دار یوسف خوارزمی مجرم کے طور پر دربار سلطانی میں پیش کیا گیا۔ یوسف سلطان پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ خادموں نے روکنا چاہا۔ لیکن سلطان نے انھیں منع کر کے خود اس پر تیر چلایا۔ مگر نشانہ خطا گیا۔ یوسف نے سلطان پر خنجر کا وار کر کے اسے مجروح

کیا۔ خادموں نے یوسف کو تہ تیغ کیا۔ لیکن سلطان اس کاری زخم سے جانبر نہ ہو سکا۔ اور ۱۰ ربیع الاول ۴۶۵ھ کو انتقال کیا۔ اس کی نعش مرو لے جاکر دفن کی گئی۔

ملک شاہ

الپ ارسلاں کے بعد اس کا بیٹا ملک شاہ تخت پر بیٹھا۔ ۴۶۶ھ میں خلیفہ نے اس کے پاس عہد نامہ اور لوائے سلطنت بھیج دیا۔

۱۵ شعبان ۴۶۷ھ کو خلیفہ قائم بامر اللہ نے فصد کھلوائی۔ لیکن خون زیادہ جاری ہو جانے کے باعث دوسرے دن ۷۶ سال کی عمر میں ۴۴ سال ۸ مہینے کی حکومت کے بعد سفرِ آخرت اختیار کیا۔

اخلاق و عادات

قائم جہانبانی میں الولد سر لابیہ کا پورا پورا مصداق تھا۔ ابن طقطقی لکھتا ہے:۔

"وہ عالم، فاضل اور شریف النفس خلیفہ تھا۔ اس نے خلافت عباسیہ کی قوت و شان میں اضافہ کیا۔ اور سلجوقیوں کی امداد سے خلافت کو دیلمیوں کے پنجۂ استبداد سے رہائی دلائی۔"

حافظ ذہبی بیان کرتے ہیں کہ:۔

"قائم بالعموم روزہ رکھتا تھا۔ راتوں کو جاگتا اور عبادت الٰہی میں مصروف رہتا تھا۔"

قائم ایک صاحب ذوق ادیب اور ماہر فن کاتب تھا۔ دفتری تحریروں کو ناپسند کرتا اور ان میں اصلاح دیا کرتا تھا۔ بے انصافی کو روا نہ رکھتا تھا۔ جود و سخا میں مشہور تھا۔ کوئی سائل اس کے دروازے سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔ اس کی سخاوت کے واقعات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

Marfat.com

مقتدی بامر اللہ

۴۶۷ھ تا ۴۸۷ھ

عبداللہ نام۔ ابوالقاسم کنیت۔ مقتدی بامر اللہ لقب۔ ارغوان نامی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور شعبان ۴۶۷ھ میں اُنیس سال تین ماہ کی عمر میں تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

۴۶۸ھ میں سلطان ملک شاہ کے ایک سردار اتسز بن آبق خوارزمی نے دمشق کو زیر نگیں کر کے خلیفہ مقتدی اور سلطان ملک شاہ کے نام کا خطبہ جاری کرایا۔ اور رفتہ رفتہ سارے شام پر تسلط بٹھا لیا۔

۴۶۹ھ میں حنابلہ اور اشاعرہ کے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور فریقین کے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔

۴۷۰ھ میں ملک شاہ نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو شام کا علاقہ جاگیر میں عطا کیا۔ اور اجازت دے دی کہ جس قدر علاقہ والی مصر کے تسلط سے نکال سکتے ہو نکال لو۔

۴۷۱ھ میں تتش نے حلب کا محاصرہ کیا۔ تو مصری فوج نے دمشق کو گھیر لیا۔ اتسز نے تتش سے مدد مانگی۔ وہ قدموں کو پر لگا کر دمشق پہنچا۔ مصریوں نے راہ فرار اختیار کی۔ تتش نے اتسز کو اس کی کاہلی کے الزام میں تہ تیغ کرا دیا۔

۴۷۲ھ میں خلیفہ مقتدی نے عبدالملک بن فخر الدولہ بن جہیر کے بجائے ابوشجاع محمد بن حسن کو وزیر مقرر کیا۔ اور ملک شاہ نے عمید الدولہ کو دیار بکر کی عنان ولایت سپرد کی۔

۴۷۷ھ میں سلیمان بن قتلمش سلجوقی حاکم قونیہ نے انطاکیہ کو رومیوں کے تصرف سے آزاد کرایا۔

۴۷۹ھ میں شہر مراقش کے بانی اور حاکم یوسف بن تاشفین نے خلیفہ مقتدی

کی خدمت میں درخواست ارسال کی۔ کہ اسے اس کے مقبوضہ علاقے کی سند اور سلطان کا لقب عطا فرمایا جائے۔ خلیفہ نے درخواست کو شرف قبول بخش کر خلعت و علم اور امیر المسلمین کا خطاب مرحمت فرمایا۔

اسی سال سلطان ملک شاہ پہلی بار بغداد میں آیا۔ اور خلیفہ سے خلعت حاصل کر کے دوسرے دن اس کے ساتھ چوگان کھیلا۔ نظام الملک وزیر نے اپنے مدرسہ نظامیہ کا معاینہ کیا۔ سلطان ایک ماہ بغداد میں قیام کر کے عازم اصفہان ہوا۔

سنہ ۴۸۱ھ میں ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین غزنوی نے وفات پائی۔ اور اس کی جگہ جلال الدین مسعود تخت پر بیٹھا۔

سنہ ۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے سارے جزیرۂ صقلیہ پر پرچم تصرف لہرایا۔ یہ جزیرہ سب سے پہلے مسلمانوں نے سنہ ۲۱۲ھ میں زیرنگیں کیا تھا۔ پہلے اس جزیرے پر بنی اغلب کا قبضہ رہا۔ پھر عبیدیوں کی حکومت ہوئی۔ ان سے فرنگیوں نے چھین لیا۔ اسی سال سلطان ملک شاہ دوبارہ بغداد میں داخل ہوا۔

سنہ ۴۸۵ھ میں بمقام بغداد سلطان ملک شاہ نے نہایت تزک و احتشام سے مجلس میلاد منعقد کی۔ اسی سال نہاوند کے مقام پر نظام الملک طوسی وزیر ۷۷ سال کی عمر میں ایک قرمطی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۱۵ شوال سنہ ۴۸۵ھ کو سلطان ملک شاہ سلجوقی کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی بیوی "ترکان خاتون" اور اس کے بیٹے برکیارق میں جنگ و جدل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

سنہ ۴۸۶ھ میں برکیارق وارد بغداد ہوا۔ تو خلیفہ نے اسے رکن الدولہ کا خطاب عطا کر کے نیابت و سلطانی کا خلعت مرحمت فرمایا

روایت ہے۔ کہ سلطان ملک شاہ نے خلیفہ سے بغداد چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جانے کو کہا۔ تاکہ سلطان تنہا اسے اپنا دار الخلافہ بنا لے۔ خلیفہ نے اس سے آٹھ دن کی مہلت حاصل کی۔ اور اس دوران میں اس کے لئے بد دعا کرتا رہا۔ خدا کی قدرت کہ ابھی مہلت کی میعاد پوری نہ ہوئی تھی۔ کہ سلطان کا انتقال ہو گیا۔ اور خلیفہ نے اس مصیبت سے نجات پائی۔

Marfat.com

مقتدی کا انتقال ۱۵ محرم ۴۸۷ھ کو کھانا کھاتے ہی یکایک مقتدی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شمس النہار کنیز نے اسے زہر دے دیا تھا۔ انتقال کے بعد فوراً ہی اس کے بیٹے مستظہر باللہ کی بیعت لی گئی۔ اور تجہیز و تکفین کی رسم ادا کی گئی۔ مقتدی نے انیس سال آٹھ مہینے خلافت کی۔ اور انتالیس سال کی عمر پائی۔

اخلاق و عادات ابن اثیر لکھتا ہے۔ کہ :۔

" مقتدی کا دل مضبوط اور ہمت بلند تھی۔ اس کی فضائے حکومت میں خیر و برکت کے پھول برستے تھے۔ علوم کی کثرت تھی۔ خلافت کے وقار میں اضافہ ہوا۔ بغداد کی آبادی بڑھ گئی۔ بصلیہ۔ حلبہ۔ قطیعیہ۔ مقتدیہ۔ خربہ ابن جردہ۔ خربہ ابن ہراس۔ دربہ القیار۔ اجمہ وغیرہ بہت سے نئے محلے آباد ہوئے۔"

سیوطی بیان کرتا ہے۔ کہ :۔

" مقتدی عباس کے نجیب خلفاء میں تھا۔ اس کے عہد میں قوانین خلافت نافذ ہوئے۔ اور ان کی حرمت قائم کی گئی۔"

تاریخ الخلفا وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ :۔

" مقتدی نے سیاسی اقتدار قائم رکھتے ہوئے دینی احترام کے قیام میں بھی قابل قدر جدوجہد کی۔ مذہبی اور اخلاقی اصلاحیں کیں۔ رقص و سرود کو ذریعۂ معاش بنانے والی اخلاق باختہ عورتوں کو دارالخلافہ سے خارج کر دیا۔ ازار کے بغیر حمام میں جانے اور کشتیوں میں مردوں اور عورتوں کے یک جا سوار ہونے کی ممانعت کر دی۔ کبوتر بازی کے برج اور چھتریاں اکھڑوا دیں۔"

مستظہر باللہ

۴۸۷ھ تا ۵۱۲ھ

احمد نام۔ ابوالعباس کنیت۔ مستظہر باللہ لقب۔ شوال ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا۔ اور سولہ سال کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ ان دنوں برکیارق بغداد میں موجود تھا۔ اس نے اور تمام سلجوقی امراء نے بطیب خاطر مستظہر باللہ کی بیعت کی۔

خلیفہ مقتدی کی بزم عزا میں سلطان برکیارق اور دوسرے عمائد سلطنت نے شرکت کی۔ ۴۸۷ھ میں مستنصر عبیدی والی مصر کا انتقال ہوا۔ اور اس کا بیٹا مستعلی تخت پر بیٹھا۔

۴۸۸ھ میں احمد خاں عامل سمرقند بے دینی کے باعث تہ تیغ کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ اس کا عم زاد بھائی تخت نشین ہوا۔

اسی سال برکیارق کے بھائی سلطان محمد نے خراسان پر دست تصرف دراز کیا۔ برکیارق نے مقابلے کے لئے زبردست تیاری کی۔ اور ۴۹۲ھ میں رے کے مقام پر معرکۂ کارزار گرم ہوا۔ برکیارق کو شکست ہوئی۔ اور اس نے خوزستان جاکر پناہ لی۔

۱۵ ذی الحجہ ۴۹۲ھ کو سلطان محمد وارد بغداد ہوا۔ اور خلیفہ مستظہر باللہ نے اسے "غیاث الدنیا والدین" کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اس کے بعد سلطان نے خراسان کی راہ لی۔

برکیارق خوزستان سے واسط پہنچا۔ اور فوج مرتب کی۔ پھر ۱۵ صفر ۴۹۳ھ کو وہ بغداد میں داخل ہوا۔ خلیفہ نے اسے مبارک باد دے کر خلعت سے نوازا۔ اور اس کے نام کا خطبہ جاری ہوا۔

برکیارق نے قوت حاصل کرکے سلطان محمد کے خلاف فوج کشی کی۔ رود ابیض کے ساحل پر فریقین میں رزم آرائی ہوئی۔ جس میں برکیارق نے زک

Marfat.com

اٹھائی۔ اور ۱۵ رجب ۴۹۳ھ کو بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

برکیارق ناکام ہو کر کچھ عرصہ رے میں ٹھہرا۔ پھر اصفہان ہوتا ہوا خوزستان پہنچا۔ وہاں لشکر جمع کر کے جنگ کی تیاری کی۔ اور یکم جمادی الاخریٰ ۴۹۴ھ کو سلطان محمد کے خلاف حرب و ضرب کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ سلطان محمد کو شکست ہوئی۔ اور برکیارق فتح کا پرچم لہراتا ہوا رے میں داخل ہوا۔ سلطان محمد اپنے حقیقی بھائی سنجر کے پاس جرجان چلا گیا۔

۱۵ ذی قعدہ ۴۹۴ھ کو برکیارق داخلِ بغداد ہوا۔ اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

غرض اسی طرح ان دونوں بھائیوں میں جدال و قتال کا بازار گرم رہا۔ کبھی ایک عروسِ فتح سے ہم آغوش ہوتا۔ کبھی دوسرا۔ کچھ عرصے تک حکومت کا گوہر بے بہا یونہی دونوں میں گل بازی بنا رہا۔ اور مسلسل کشت و خون سے عراق فارس وغیرہ ممالک کا امن و امان تباہ ہو گیا۔

آخر جمادی الاولیٰ ۴۹۷ھ میں دونوں کے درمیان معاہدۂ صلح قرار پایا جس کے رو سے ملکوں کی تقسیم عمل میں آئی۔ اور دونوں نے یہ شرط منظور کر لی کہ ہر ایک کے مقبوضہ ملک میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔

اس صلح نامے سے بغداد کی حکومت سلطان برکیارق کے حصے میں آئی لیکن تقدیر اس کی فاتحانہ خوشی پر خندہ زن ہو رہی تھی۔ برکیارق نے کچھ دنوں اصفہان میں قیام کیا۔ پھر وہاں سے بغداد کی جانب آ رہا تھا۔ کہ ربیع الآخر ۴۹۸ھ میں بمقام یزدجرد بیمار ہو کر سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اور اس کی نعش اصفہان میں لے جا کر دفن کی گئی۔

انتقال سے کچھ دیر پہلے برکیارق نے اپنے پنج سالہ بیٹے ملک شاہ کو اپنا ولی عہد اور امیر ایاز کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔

۱۵ ربیع الآخر ۴۹۸ھ کو امیر ایاز ملک شاہ کو لے کر بغداد آیا۔ خلیفہ

اسے اس کے دادا ملک شاہ بن الپ ارسلان کے تمام خطابات عطا فرمائے۔ اور بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سلطان محمد نے موصل کو زیر نگیں کر کے بغداد کی طرف باگ اٹھائی۔ ۵۰۱ھ میں داخلِ بغداد ہو کر امیر ایاز کو تہ تیغ کرنے کے بعد اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔

۵۰۲ھ میں سلطان محمد نے بغداد میں ایک قصر سلطانی تعمیر کرایا۔ اس کے تمام آبائی علاقوں پر اس کی فرماں روائی کے نقارے بجنے لگے۔ اور فتنہ و فساد کے شعلے امن و امان کے پھولوں میں تبدیل ہو گئے۔

ذی الحجہ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور اس کا بیٹا سلطان محمود باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ خلیفہ نے اس کی حکومت پر مہر تصدیق ثبت کر کے اسے خلعت عطا فرمایا۔ اور ۱۵ محرم ۵۱۲ھ کو بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

۱۵ ربیع الآخر ۵۱۲ھ کو خلیفہ مستظہر باللہ نے ۴۲ سال کی عمر میں ۲۴ سال ۳ مہینے کی خلافت کے بعد دار فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔

اخلاق و عادات ابن اثیر لکھتا ہے۔ کہ:۔

مستظہر حلیم الطبع اور خوش اخلاق تھا۔ عوام کے ساتھ احسان و سلوک کرتا تھا۔ نیکی کے کاموں میں بڑا ہوشیار و مستعد تھا۔ عاملین پر پور بھروسا رکھتا تھا۔ ان کے خلاف شکایت اور غیبت پر توجہ نہ کرتا تھا۔ مطلب پرستوں کی باتیں اس کے عزم کو متزلزل نہ کر سکتی تھیں۔ اور وہ اپنی رائے میں تبدیلی نہ کرتا تھا۔"

دول الاسلام میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"مستظہر ایک عالم و فاضل شخص تھا۔ ادب و انشا میں سلیم المذاق تھا۔ خط بہت اچھا تھا۔ اس کی مختصر توقیعات اس کے مذاق ادب کا آئینہ ہیں۔"

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"مستظہر علما و مشائخ کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔"

انتظام حکومت اور رعایا کی فلاح و بہبود کے اعتبار سے اس کا عہد نمایاں حیثیت

Marfat.com

رکھتا تھا۔ ابن اثیر کا بیان ہے :۔ کہ:۔

"مستظہر کا عہد حکومت رعایا کے لئے راحت و سرور کا زمانہ تھا۔ امن و سکون مسرت و شادمانی اور رنگا رنگ کے محاسن کے اعتبار سے ہر روز روزِ عید اور ہر شب شب برات تھی۔

"وہ رحم و مروّت کا پیکر تھا۔ رعایا کے کسی فرد کو اس کے ہاتھ سے تکلیف نہ پہنچتی تھی۔ اس باب میں وہ سلجوقی سلاطین اور ان کے نائبوں کے احکام کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔"

مسترشد باللہ

۵۱۲ھ تا ۵۲۹ھ

فضل نام۔ ابو منصور کنیت۔ مسترشد باللہ لقب۔ ربیع الاول ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۱۵ ربیع الآخر ۵۱۲ھ کو ۲۷ سال کی عمر میں تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔

عباسی خاندان کے تمام افراد نے بیعت کر لی۔ لیکن مسترشد کا ایک بھائی ابو الحسن بغداد سے واسط چلا گیا۔ اور ایک سال کے بعد گرفتار ہو کر آیا۔ خلیفہ نے اس کی فردِ جرم پر خطِ عفو کھینچ کر اسے قصرِ خلافت میں ٹھہرایا۔ اور ہم آغوش ہو کر خلعت سے سرفراز کیا۔

سلطان محمود کے بھائی مسعود مقیم موصل نے عَلَمِ بغاوت بلند کیا۔ اور سنجار اور اربل کے حاکموں کو ساتھ ملا کر بغداد میں پرچم اقتدار لہرایا۔

سلطان محمود نے اپنے ایک اور بھائی سلطان طغرل والی زنجان پر فوج کشی کی طغرل نے راہ فرار اختیار کی۔ اور سلطان محمود نے زنجان میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا سلطان محمد کی وفات کے بعد اس کے بھائی سلطان سنجر والی ماوراء النہر نے سلطان محمود پر چڑھائی کی۔ اور جمادی الاولیٰ ۵۱۳ھ میں بمقام ساوہ چچا بھتیجا میں

کارزار میں اتر آئے۔ امیر ابوالفضل عامل سجستان، خوارزم شاہ محمد، امیر انز داور علاءالدولہ حاکم یزد، سلطان سنجر کی پشت پر تھے۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ اور سلطان سنجر نے فتح کے شادیانے بجا کر ہمدان کو زیر نگین کیا۔ بغداد میں سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ سلطان محمود پسپا ہو کر اصفہان پہنچا۔ آخر سلطان سنجر کی والدہ نے اس شرط پر صلح کرادی۔ کہ سلطان سنجر سلطان محمود کو اپنا ولی عہد تسلیم کرے۔ اور خطبوں میں سنجر کے بعد محمود کا نام لیا جائے۔ سلطان سنجر نے والدہ کے ارشاد پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے تمام علاقوں میں فرمان بھیج دئے۔ صرف رے کا علاقہ اپنے قبضے میں رکھا۔

ادھر سلطان محمود نے اپنے بھائی مسعود سے مصالحت کی طرح ڈال کر موصل اور آذربائیجان کے علاقے اس کی تحویل میں دے دئے۔

۵۱۴ھ میں سلطان مسعود نے سلطان محمود کے خلاف خروج کیا اور ۱۵ ربیع الاول ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں میں حرب و ضرب کا ہنگامہ برپا ہوا۔ سلطان مسعود زک اٹھا کر موصل کے قریب پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوا لیکن امراء نے صلح کرادی۔ رجب ۵۱۴ھ میں سلطان محمود بغداد واپس آگیا۔ اور موصل میں پھر سلطان مسعود کا طوطی بولنے لگا۔

۵۱۵ھ میں سلطان محمود نے موصل کا علاقہ اقسنقر برسقی کو دیا۔ اور مسعود کے پاس صرف آذربائیجان کا علاقہ رہ گیا۔

سلطان طغرل اپنے بھائی سلطان محمود سے ہزیمت اٹھا کر گنجہ میں چلا آیا تھا ۵۱۶ھ میں ان دونوں بھائیوں میں معاہدہ صلح قرار پایا۔ اور سلطان محمود نے اقسنقر برسقی کو واسط کا علاقہ بھی عطا کر دیا۔ اس نے اپنی طرف سے اپنے بیٹے عمادالدین زنگی کو واسط کی حکومت پر مقرر کیا۔

۵۱۷ھ میں سلطان محمود نے اپنے وزیر شمس الملک کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس کے بھائی نظام الدولہ کو خلیفہ مسترشد نے اپنی وزارت سے برطرف کر دیا۔

Marfat.com

ذی الحجہ ۵۱۷ھ میں خلیفہ مسترشد نے دبیس بن صدقہ کو مغلوب کرنے کے لئے فوج کشی کی۔ موصل و واسط کی فوجوں نے خلیفہ کے لئے اپنی خدمات پیش کیں۔ بارکہ میں مقابلہ ہوا۔ جس میں خلیفہ نے فتح پائی۔ پھر خبر گرم ہوئی۔ کہ دبیس بصرہ میں غارت گری کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چنانچہ خلیفہ نے عماد الدین زنگی بن اقسنقر کو اس مہم پر روانہ کیا۔ اور دبیس ناکام تمنا ہو کر سلطان طغرل کے پاس چلا گیا۔

۵۱۸ھ میں اقسنقر شحنہ عراق نے عماد الدین زنگی کو بصرہ کی حکومت سے اپنے پاس موصل میں طلب کیا۔ وہ موصل کے بجائے سلطان محمود کے پاس اصفہان پہنچا۔ سلطان نے اسے بصرہ کا پروانۂ حکومت عطا کر کے بصرہ واپس کر دیا۔

سلطان طغرل نے دبیس کو اپنا مصاحب بنا لیا تھا۔ اس نے سلطان کو ورغلا کر ۵۱۹ھ میں عراق پر حملہ کرا دیا۔ مسترشد مقابلے کے لئے نکلا۔ نہروان میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ لیکن دبیس اور طغرل نے راہ فرار اختیار کر کے خراسان میں سلطان سنجر کے پاس جا کر پناہ لی۔

رجب ۵۲۰ھ میں یرنقش زکوی شحنہ بغداد نے اصفہان جا کر سلطان محمود کو اطلاع دی۔ کہ مسترشد اپنی طاقت میں اضافہ کر رہا ہے۔ اس کی مالی حالت بھی اچھی ہو گئی ہے۔ بغداد جا کر اس کا تدارک کرنا چاہیے۔ ورنہ اس پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔

اس پر سلطان محمود نے فوجیں لے کر بغداد کی طرف باگ اٹھائی۔ مسترشد کو خبر ہوئی۔ تو اس نے لکھا۔ کہ ادھر آنے کا ارادہ ملتوی کر دو۔ اس سے سلطان محمود کے شبہ نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ وہ تیز تر رفتار کے ساتھ بغداد کی جانب سفر کی منزلیں طے کرنے لگا اور ۱۷ ذی الحجہ ۵۲۰ھ کو بغداد میں داخل ہو گیا۔ مسترشد قصر خلافت چھوڑ کر غربی بغداد میں چلا گیا۔

یکم محرم ۵۲۱ھ کو سلطانی فوج نے ایوان شاہی میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ عباسی لشکر بھی مقابلے پر آ گیا۔ اور دجلہ کا ساحل میدان جنگ بن گیا۔ کئی دن

Marfat.com

تک کشت و خون کا سلسلہ جاری رہنے کے بعد فریقین میں صلح ہو گئی۔

ربیع الآخر ۵۲۱ھ میں سلطان محمود عازم ہمدان ہوا۔ اور عماد الدین زنگی کو ولایت بصرہ سے طلب کر کے شحنۂ بغداد مقرر کیا۔

دبیس اور طغرل نے جو سلطان سنجر کے پاس اماں گیر تھے۔ اسے مسترشد اور محمود دونوں کی طرف سے بدظن و مشتعل کرنے کی کوشش کی جس سے متاثر ہو کر سلطان سنجر نے لشکر لے کر رے کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر ہمدان سے سلطان محمود کو ملاقات کے لئے طلب کیا۔ وہ بے تامل اپنے چچا سنجر کے پاس چلا آیا۔ سنجر نے اس کی بڑی عزت کی۔ اور دبیس کو اس کے ساتھ کر دیا۔

محمود دبیس کو لے کر ہمدان لوٹ آیا۔ اور ۹ محرم ۵۲۳ھ کو مع دبیس وارد بغداد ہوا۔ پھر سفارش کر کے خلیفہ کی خطا معاف کرائی۔ سلطان محمود نے بہروز کو شحنہ بغداد مقرر کیا۔ اور عماد الدین زنگی کو موصل کی ولایت عطا کی۔

جمادی الاخری ۵۲۳ھ میں سلطان محمود نے بغداد سے ہمدان کی راہ لی۔ دبیس نے موقع پا کر حلہ پر دست تصرف دراز کرتے ہوئے مسترشد کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ مسترشد نے اس کے مقابلے کا حکم دیا۔ چنانچہ ذی قعد ۵۲۳ھ میں سلطان محمود بھی دبیس کی بغاوت سے اطلاع پا کر بغداد پہنچ گیا۔ دبیس حلہ سے بصرہ چلا گیا۔ اور غارت گری کا ہنگامہ برپا کر کے پہاڑوں میں روپوش ہو گیا۔ سلطان محمود ہمدان لوٹ آیا۔

شوال ۵۲۵ھ میں سلطان محمود نے ستائیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس کے بعد وزیر ابوالقاسم اور اتابک اقسنقر نے اس کے کم سن بیٹے داؤد کو تخت پر بٹھایا۔ لیکن اس کے چچوں طغرل۔ مسعود۔ اور سلجوق شاہ میں سے کسی نے بھی اس کی حکومت تسلیم نہ کی۔ بہر نوع بلاد جبل و آذربائیجان میں داؤد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ذی قعد ۵۲۵ھ میں داؤد ہمدان سے عازم زنجان ہوا۔ اسی دوران میں اطلاع موصول ہوئی۔ کہ سلطان مسعود نے تبریز پر تسلط بٹھا لیا ہے۔

Marfat.com

داؤد فوراً تبریز کی طرف بڑھا۔ اور محرم ۵۲۶ھ میں شہر کا محاصرہ کر لیا۔ چچا بھتیجے میں رزم آرائی ہوئی۔ لیکن صلح ہو گئی۔ داؤد ہمدان چلا آیا۔ مسعود نے ایک ٹڈی دل فوج جمع کی۔ اور مسترشد سے بغداد میں اپنے خطبے کی استدعا کی۔ داؤد نے بھی درخواست کر رکھی تھی۔ مسترشد نے جواب دیا۔ کہ سردست سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ تم دونوں میں سے کسی کا نام نہ لیا جائے گا۔

ابھی ان دونوں کی کشمکش جاری تھی۔ کہ سلجوق شاہ اتابک قراجہ ساقی کے ساتھ لشکر فراہم کر کے بغداد پہنچ گیا۔ مسترشد نے اس کی بڑی عزت کی۔ ادھر سلطان مسعود نے عماد الدین زنگی حاکم موصل سے امداد طلب کی۔ اور دونوں نے بغداد پر چڑھائی کر دی۔ سلجوق شاہ نے قراجہ ساقی کو مقابلے پر بھیجا۔ طرفین میں خونریز جنگ ہوئی۔ زنگی نے شکست کھا کر تکریت کی طرف کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر موصل کی راہ لی۔

سلطان مسعود حسن تدبیر سے اس مدعا میں کامیاب ہو گیا۔ کہ عراق پر خود اس کی حکومت ہو۔ اور خطبے میں اس کے بعد سلجوق کا نام لیا جائے۔ چنانچہ جمادی الاولیٰ ۵۲۶ھ میں سلطان مسعود بغداد میں داخل ہوا۔ اور معاہدۂ صلح مرتب کیا گیا۔

سلطان سنجر کو یہ حالات معلوم ہوئے۔ تو اس نے طغرل اور دبیس کو ساتھ لے کر رے کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں سے ہمدان کی جانب کوچ کیا۔ ادھر سے سلطان مسعود اور سلجوق شاہ بغداد سے مقابلے کے لئے بڑھے۔ ان دونوں نے سنجر کے مقابلے میں زک اٹھائی۔ اور مسترشد نے دبیس کو شکست دی۔ سلطان سنجر نے مسعود اور سلجوق کو معاف کر کے عزت سے اپنے پاس رکھا۔ اور طغرل کو عراق کا والی مقرر کیا۔

ذی الحجہ ۵۲۷ھ میں اطلاع ملی۔ کہ ماوراء النہر کے حاکم نے بغاوت کی آگ بھڑکا دی ہے۔ سلطان سنجر نے فی الفور خراسان پر چڑھائی کی۔ اور سلطان داؤد

Marfat.com

آذر بائیجان سے ہمدان پر فوج کشی کی۔ اُدھر سے طغرل بھی فوجیں لے کر پہنچ گیا داؤد رنگ اٹھا کر عازم بغداد ہوا۔ مسعود بھی بغداد کی جانب آیا۔ داؤد اور مسعود نے مسترشد سے اجازت لے کر صوبۂ آذر بائیجان پر قبضہ کرلیا۔ طغرل نے مقابلہ کیا۔ مگر مُنہ کی کھائی۔ سلطان مسعود نے ہمدان کو زیر نگیں کیا۔ اور سلطان داؤد آذر بائیجان پر قابض رہا۔

سلطان مسعود کو پرچہ لگا۔ کہ سلطان داؤد نے آذر بائیجان میں علم خود مختاری بلند کردیا ہے۔ اس لئے اس نے آذر بائیجان کی طرف باگ اٹھائی۔ سلطان طغرل نے موقع سے فائدہ اٹھا کر بلاد جبل کو تسخیر کرنا شروع کیا۔ مسعود نے مزاحمت کی۔ لیکن رمضان ۵۲۸ھ میں طغرل نے اسے شکست دی۔ مسعود بغداد آگیا۔ اور طغرل نے ہمدان میں قیام کیا۔

ایک عرصے تک سلجوقیوں کی خانہ جنگی کے شعلے بھڑکتے رہے۔ آخر محرم ۵۲۹ھ میں طغرل سلطان نے وفات پائی۔ اور سلطان مسعود نے عراق پر قبضہ کرلیا۔

خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود میں کشمکش ہوگئی۔ اور مسترشد نے اس پر فوج کشی کردی۔ لیکن خلیفہ کی فوج غداری کرکے اس سے الگ ہوگئی۔ اور اسے زک اٹھا کر ہمدان میں ایک قلعے کے اندر قید ہونا پڑا۔

یہ اطلاع بغداد پہنچی۔ تو اس کے باشندوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ سلطان سنجر نے سلطان مسعود کو لکھا۔ کہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت طلب کرو۔ اور انھیں عزت و احترام سے بغداد پہنچاؤ۔ سلطان مسعود سلطان سنجر کی تعمیل ارشاد میں خلیفہ کے پاس گیا۔ سلطان مسعود کی فوج میں سترہ آدمی باطنی فرقے کے بھی شامل تھے۔ انھوں نے مسترشد کے خیمے میں داخل ہوکر اسے تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ سانحۂ قتل ۱۶ ذی قعد ۵۲۹ھ کو مراغہ میں رونما ہوا۔

Marfat.com

اس حادثے کی خبر بغداد پہنچی۔ تو اس کے گوشے گوشے میں کہرام مچ گیا۔ اور مرد و زن کی دردناک چیخوں سے فضائے آسمانی لبریز ہو گئی۔ سلطان مسعود نے بھی انتہائی حزن و ملال کا اظہار کیا۔

اخلاق و صفات سیوطی رقم طراز ہے :-

" مسترشد ایک بلند ہمت۔ شجاع۔ دلیر۔ صاحب الرائے اور جاہ و جلال کا خلیفہ تھا۔ اس نے خلافت کا منتشر شیرازہ نئے سرے سے مرتب و مجتمع کیا۔ اس کے استخوانِ بوسیدہ میں روح پھونکی۔ ارکانِ شریعت مضبوط کئے۔ جنگ میں خود شریک ہوتا تھا "

ابن اثیر کا بیان ہے :-

" مسترشد بہادر۔ صاحب جرأت۔ دلاور۔ آگے بڑھنے والا اور بلند ہمت خلیفہ تھا۔"

سبکی لکھتا ہے :-

" مسترشد کی بہادری و دلیری اور ہیبت و اقدام سورج سے زیادہ روشن اور ماہ کامل سے زیادہ منوّر ہے "

حافظ ذہبی کہتے ہیں :-

" مسترشد نے بنی عباس کے شکوہ و تجمل اور جلال و جبروت کو زندہ اور امور سلطنت کو منظّم کیا۔ وہ خود میدانِ کارزار میں نکلتا تھا "

مسترشد ایک عالم و فاضل خلیفہ اور مشاہیر علماء کی جماعت میں ایک ممتاز مقام پر متمکن تھا۔ بہت سے علما نے اس سے حدیث روایت کی ہے۔

ابن اثیر لکھتا ہے :-

" مسترشد فصاحت و بلاغت میں نام آور تھا۔ اس کا خط پاکیزگی اور فصاحت دونوں پہلوؤں سے بہترین تھا "

مسترشد فصیح و بلیغ ہونے کے علاوہ جادو بیان خطیب بھی تھا۔ سیوطی نے

Marfat.com

اس کی ایک تقریر کے چند اقتباسات درج کئے ہیں۔ جو انشا و ادب اور بلاغت کے اعتبار سے بلند پایہ ہیں۔

وہ ایک سلیم المذاق سخن دان اور سخنور تھا۔ اس کے اشعار میں بہادری کے اثرات پائے جاتے ہیں۔

علم و فضل کے ساتھ وہ عمل کا بھی مرد میدان تھا۔ کنج عزلت میں عبادت و ریاضت اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ قرآن عزیز کی تلاوت شغف و انہماک سے کرتا تھا۔ جس روز اس نے جام شہادت نوش کیا۔ وہ روزے سے تھا۔ اور قرآن حکیم کی تلاوت کر رہا تھا۔

ملک کی فلاح و بہبود میں سرگرم تھا۔ رعایا پر شفقت و ہمدردی کی نظر رکھتا تھا۔ عنان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی ظلم و تشدد کا نام و نشان مٹا دیا۔ بیش قیمت کپڑے بنانے والوں اور زربافوں سے جو ٹیکس وصول کئے جاتے تھے۔ وہ منسوخ کر دئے۔ مسترشد نے بغداد کی بوسیدہ فصیل کو نئے سرے سے تعمیر کرنا شروع کیا اور اس کا سارا خرچ شہر کے باشندوں سے وصول کیا۔ عوام کو یہ سخت ناگوار معلوم ہوا۔ مسترشد کو اطلاع ملی۔ تو اس نے ساری وصول شدہ رقم واپس کر کے یہ بار مصارف امرائے حکومت کے کندھوں پر ڈالا۔ احمد بن نظام الملک وزیر سلطنت نے پندرہ ہزار دینار کی گراں قدر رقم پیش کی۔ جس سے اہل شہر نے باغ باغ ہو کر اس پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔

راشد باللہ

۵۲۹ھ تا ۵۳۰ھ

منصور نام۔ ابو جعفر کنیت۔ راشد باللہ لقب ۵۰۲ھ میں ایک کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور رمضان ۵۲۹ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔

Marfat.com

دبیس کا قتل

دبیس نے فتنہ انگیزی اور غارت گری سے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ اور ہر کوئی اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اگرچہ سلطان مسعود میں اور اس میں مصالحت ہوگئی تھی۔ لیکن سلطان اس کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ اس لئے ایک بار جب دبیس سلطان سے ملاقات کرنے آیا۔ تو سلطان نے موقع پاکر اسے فنا کے گھاٹ اتروادیا۔

صدقہ اپنے باپ کے قتل کی اطلاع پاکر غیظ وغضب سے پاگل ہوگیا۔ چنانچہ اس کی فوج اس کے پاس جمع ہوگئی۔ سلطان نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر دونوں میں صلح ہوگئی۔

راشد کی معزولی

راشد باللہ نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی تعدی و تشدد سے کام لینا شروع کیا۔ لوگ شکایت پر شکایت لکھ کر سلطان محمود کے پاس بھیجنے لگے۔ سلطان عازم بغداد ہوا۔ راشد کو خبر ہوئی۔ تو اس نے موصل کی راہ لی۔ سلطان نے بغداد میں داخل ہو کر ایک محضر تیار کرایا جس میں راشد کے ظلم و تشدد۔ جبراً مال چھیننے۔ خونریزی اور مے خواری کے متعلق لوگوں کی شہادتیں فراہم کی گئیں۔ پھر یہ محضر علما کی خدمت میں پیش کر کے فتویٰ طلب کیا گیا۔ اگر خلیفہ ان جرائم کا ارتکاب کرے۔ تو سلطان وقت کو اسے معزول کر دینے کا اختیار ہے یا نہیں۔ پھر قاضی بغداد ابوطاہر بن کرخی کے سامنے راشد کی بے اعتدالیوں کی شہادتیں پیش کر کے ان سے فتویٰ حاصل کر لیا۔ کہ سلطانِ وقت ایسے خلیفہ کو معزول کر دینے کا مجاز ہے۔ چنانچہ سلطان مسعود نے ذی قعدہ ۵۳۰ھ میں اسے معزول کر دیا۔ اس کی مدت خلافت ایک سال تھی۔

راشد اپنی معزولی کی اطلاع پاکر موصل سے بلاد آذربائیجان کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور فوج میں مال تقسیم کیا۔ پھر اس طرف کے شہروں میں تباہی اور بربادی کا طوفان برپا کر کے ہمدان چلا آیا۔ وہاں بھی فتنہ پردازی اور فساد انگیزی سے قیامت برپا کی۔ لوگوں کو گرفتار کر کے تہ تیغ اور مذبوح دار کیا۔ علما کی ڈاڑھیاں منڈوا ڈالیں

پھر اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔

اسی دوران میں راشد بیمار ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ اور ۱۶ رمضان المبارک ۵۳۲ھ کو عجمیوں نے اسے چھریوں سے ذبح کر ڈالا۔

جب راشد کے قتل کی خبر بغداد پہنچی۔ تو اس کے ماتم میں تمام دفتر ایک دن کے لئے بند کر دئے گئے۔

اوصاف سیوطی رقم طراز ہے:۔

"راشد بہادری اور شجاعت میں نامور تھا۔ سخی اور عالی ظرف تھا۔ اس کا دامن کردار بے لوث تھا۔ اسے بری باتوں سے نفرت تھی۔ فصاحت و بلاغت میں اسے بلند مقام حاصل تھا۔ ادب و شعر میں بھی کافی دسترس رکھتا تھا۔"

سلطان مسعود نے راشد کے خلاف جو محضر تیار کرایا۔ اس سے راشد کی صحیح تصویر آنکھوں کے سامنے نہیں آتی۔ راشد کا سلطان کے خلاف میدان میں آنا راشد کی بہادری کا آئینہ دار ہے۔ سلطان کو کچھ ضرورت نہ تھی۔ کہ راشد جیسے بے ضرر خلیفہ کی معزولی کے در پے ہو جاتا۔ پھر مسعود کو کیا پڑی تھی۔ کہ راشد کی مذہبی اور اخلاقی حیثیت کو معرض بحث میں لاتا۔ اس کے علاوہ راشد کو صرف ایک سال کے لئے خلافت کرنے کا موقع ملا۔ اتنے تھوڑے سے عرصے میں وہ کس طرح اس قدر بے اعتدالیوں کا مرتکب ہو سکتا تھا۔

مقتفی لامر اللہ

۵۳۰ھ تا ۵۵۵ھ

محمد نام۔ ابو عبداللہ کنیت۔ مقتفی لامر اللہ لقب۔ ۱۲ ربیع الاول ۴۸۹ھ کو ایک حبشی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور ۲۲ ذی الحجہ ۵۳۰ھ کو عنان خلافت ہاتھ میں لی۔

Marfat.com

خلیفہ کے تخت نشین ہوتے ہی حرب و ضرب کا ہنگامہ گرم ہوگیا۔ سلطان مسعود نے سلطان داؤد کے خلاف فوج کشی کی۔ داؤد نے مراغہ میں تو زک اٹھائی۔ لیکن خوزستان پہنچ کر لشکر فراہم کرنے کے بعد تستر کا محاصرہ کرلیا۔

سلطان مسعود نے سلجوق شاہ حاکم واسط کو تستر کی حفاظت کے لئے بھیجا لیکن اسے پس پا ہوکر لوٹنا پڑا۔

مسعود نے عماد الدین زنگی حاکم موصل کو مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھنے کا حکم بھیجا راشد ۵۳۱ھ میں خفا ہوکر موصل سے چلا گیا۔

فارس کے بعض سرداروں نے راشد کی حمایت پر کمر باندھی۔ یہ اطلاع پاتے ہی سلطان مسعود نے بغداد سے کوچ کیا۔ اور شعبان ۵۳۲ھ میں مخالفین کے چھکے چھڑا کر آذر بائیجان کی راہ لی۔ اُدھر راشد۔ داؤد اور خوارزم شاہ مل کر عازم عراق ہوئے۔ سلطان مسعود نے انھیں شکست دی۔ داؤد اور خوارزم شاہ راشد سے علیحدہ ہو گئے۔ راشد نے اصفہان کا محاصرہ کیا۔ لیکن اسی دوران میں خراسانی غلاموں نے اس کا خاتمہ کردیا۔

اُدھر سلجوق شاہ نے واسط سے آکر بغداد پر دستِ تصرف دراز کیا۔ اور شورش و بدامنی سے ہر طرف ایک قیامت برپا ہوگئی۔

اہلِ بغداد نے سلجوق شاہ کو ایک لمحے کے لئے بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ اور اس کے خلاف بغاوت کا ایک طوفان برپا کر کے اسے شکست دینے کے بعد شہر سے نکال دیا۔ طوائف الملوکیت اور فوضویت کے ہولناک شعلے آسمان کی خبر لانے لگے امن وامان کا خرمن برق فساد کی نذر ہوگیا۔ یہاں تک کہ ۵۳۲ھ میں بغداد سے غلاف کعبہ بھی روانہ نہ کیا گیا۔

۵۳۳ھ میں سلطان مسعود وارد بغداد ہوا۔ اور آتے ہی متعدد محصولات پر خط نسخ کھینچ دیا۔

کچھ عرصے کے بعد بہت سے سلجوقیوں کے علاوہ دوسرے سردار بھی مطلق العنا

کے منصوبے باندھنے لگے۔ سلطان مسعود نے اپنے مخالف سرداروں کے خون سے ہاتھ رنگنے شروع کیے۔ جس سے اس کا دستِ قوت شل ہوگیا۔ اور وہ بغداد و عراق کو ہلچل اور افراتفری کی حالت میں چھوڑ کر بلاد جبل میں جاکر رہنے لگا۔

خلیفہ مقتفی نے اس موقع سے فائدہ اٹھاکر اپنی طاقت اور اثر و اقتدار میں اضافہ کرنا شروع کیا۔ اُدھر سلطان مسعود اور سلطان سنجر کی سطوت اور وقار کم ہو رہا تھا۔ سلطان سنجر نے سلطان مسعود کو قتل امرا پر شدید ملامت کی۔ اور ۵۴۴ھ میں بمقام رے اقامت گزیں ہوا۔ سلطان مسعود بھی یہیں اس کے پاس پہنچ گیا۔

رجب ۵۴۳ھ میں ملک شاہ بن سلطان محمود نے بغداد پر فوج کشی کی۔ خلیفہ نے قلعہ بند ہوکر مدافعت کی۔ اور سلطان مسعود کو بلا بھیجا۔ لیکن وہ رے سے نہ آسکا۔

ملک شاہ داخل بغداد ہونے میں تو ناکام رہا۔ لیکن نہروان میں قتل و غارت کا بازار گرم کرکے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

۱۵ شوال ۵۴۴ھ کو مسعود بغداد میں داخل ہوا۔ اور ۵۴۵ھ میں ہمدان کی راہ لی۔

یکم رجب ۵۴۷ھ کو سلطان مسعود نے چند روز بیمار رہ کر ۴۵ سال کی عمر میں ۱۸ سال کی حکومت کے بعد انتقال کیا۔

سلطان مسعود کی وفات کے بعد عظیم الشان سلجوقی خاندان کی جلالت و عظمت ختم ہوگئی۔ اسے اس دودمان کا آخری پاسبان سمجھنا چاہیے۔

راوندی لکھتا ہے:۔

"سلطان مسعود مضبوط ڈیل ڈول کا اور زبردست قوتِ بازو کا حامل تھا۔ علم پرور۔ فقیر دوست۔ سخی۔ عادل۔ شفیق اور زندہ دل تھا۔ سیر و شکار کا شوقین اور جنگ کا مردِ میدان تھا۔"

ابن اثیر بیان کرتا ہے:۔

"سلطان مسعود خوش اخلاق۔ ظریف اور رعایا نواز ہونے کے باعث نیک ترین

فرماں رواؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔"

عماد الدّین اصفہانی کا بیان ہے :-

"سلطان مسعود اپنی بلندیٔ اقبال پر نازاں تھا۔ سیاسی ہتھکنڈوں کا کچھ ایسا خیال نہ کرتا تھا۔ اس کا دل کینے کی آلائش سے ملوّث نہ تھا۔ لیکن بہت سی خوبیوں کے ساتھ ہی سفلہ نواز بھی تھا۔"

سلطان مسعود کے بعد رجب ۵۴۷ھ میں سلجوقی امرا نے اس کے بھتیجے ملک شاہ بن محمود کو تخت پر بٹھایا۔ وہ بڑا عیاش اور کاہل تھا۔ اس نے اپنے ایک سردار کو حلہ پر قابض ہونے کے لئے روانہ کیا۔ جس نے حلہ کو تسخیر کرلیا۔ لیکن مسعود بلال شحنۂ بغداد نے اس سردار کو بے سر کرکے حلہ پر خود تسلّط بٹھایا۔ مقتفی نے عون الدین بن ہبیرہ کو اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے مسعود کو حلہ سے خارج کرکے کوفہ اور واسط کو زیرنگیں کیا۔ اس دوران میں سلجوقی اور عباسی فوجوں کے درمیان گھمسان کارن پڑا۔ جس میں سلجوقیوں کو شکست ہوئی۔ یکم شعبان ۵۴۹ھ کو خلیفہ بغداد واپس آگیا۔ ۵۵۰ء میں خلیفہ نے دقوقا پر حملہ کیا۔ لیکن چند روز تک محاصرہ کرنے کے بعد بغداد لوٹا

ملک شاہ ان دنوں بھی عیش پرستی میں غرق تھا۔ حکومت پر سلطان مسعود کا وزیر خاص بک مسلّط تھا۔ جس نے چالاکی سے ملک شاہ کو ایک دعوت میں بلا گرفتار کرنے کے بعد مرج ہمدان میں اسیر زنداں کردیا۔

امیر خاص بک نے ہوا و ہوس سے مغلوب ہوکر اورنگ حکومت پر متصرّف چاہا۔ اسے ملک شاہ کے بھائی سلطان محمد مقیم خوزستان کی طرف سے مخالفت کا خطرہ تھا۔ اس لئے امیر جمال الدین کو بھیج کر اسے سریر آرائے حکومت کرنے کے حیلے سے طلب کیا۔ امیر نے اسے خاص بک کی چال سے مطلع کردیا۔ جس پر سلطان محمد نے خاص بک کا سر قلم کرادیا۔

ترکستان کے نومسلم وحشی قبائل غزّ کے نام سے موسوم تھے۔ ترکان خطا ماوراء النہر پر قابض ہوکر انھیں وہاں سے خارج کردیا تھا۔ اور وہ بلخ میں سلطا

کے پاس چلے گئے تھے۔

سلطانی تحصیل داروں نے رشوت ستانی کے لئے انھیں تنگ اور ذلیل کرنا شروع کیا۔جس پر انھوں نے انتہائی تشویش و اضطراب میں ایک تحصیل دار کو تہ تیغ کرڈالا

غزوں کی قوت توڑنے کے لئے سلجوقی امیر قماج نے سلطان سے کہہ کر ان کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔اور غزوں سے مقتول تحصیل دار کا قصاص طلب کیا۔غزوں نے اسے ذلیل کر کے لوٹا دیا۔ قماج نے آگ بگولا ہو کر ان پر چڑھائی کر دی۔لیکن شکست کھائی۔اور قماج اور اس کا بیٹا دونوں مارے گئے۔غزوں نے بلخ میں قتل و غارت کا بازار گرم کر کے وہاں گدھے کے ہل چلوا دئے۔

اس پر سلطان خود غزوں کی سرکوبی کے لئے نکلا۔انھوں نے ندامت سے اعتذار کرتے ہوئے نقصان کی تلافی پر آمادگی ظاہر کی۔لیکن سلطان نے امرا کے مجبور کرنے پر ان کی معذرت کو سرپائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔دونوں میں ہولناک جنگ ہوئی۔سلطان زک اٹھا کر گرفتار ہوا۔غزوں نے اسے برائے نام تخت پر قائم رکھتے ہوئے حکومت کے سیاہ و سپید پر قبضہ کر لیا۔

اس کے بعد غزوں نے خراسان پر حملہ کر کے اس کے بڑے بڑے شہروں مرو۔ طوس اور نیشاپور وغیرہ کو لوٹ مار سے تباہ و برباد کر ڈالا۔

۵۵۱ھ میں سلطان سنجر جس کی حیثیت ایک معزز قیدی سے زیادہ نہ تھی۔ قید سے نکل بھاگا۔اور ربیع الاول ۵۵۲ھ میں ۷۲ سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔

اس کے بعد خوارزم شاہ اور اس کی اولاد سارے خراسان پر قابض ہو گئی۔ اصفہان و رے اور آل سبکتگین کے زیر اثر صوبوں پر بھی تسلط بٹھالیا۔اور ان کا قبضہ خروج چنگیز خاں تک قائم رہا۔غرض اس خلیفہ کے عہد میں دولت خوارزم شاہیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔

خراسان کے سلجوقی مرکز سے محروم ہو گئے۔اس لئے باقی امرائے سلجوقی نے سلطان سنجر کے بھتیجے سلیمان شاہ کو بادشاہ مقرر کیا۔اور وہ خراسان میں اپنے آپ

Marfat.com

کو غیر محفوظ پاکر بغداد آگیا۔

محرم ۵۵۱ھ میں سلیمان شاہ نے خلیفہ کے دربار میں باریاب ہو کر اس سے بیعت کی۔ خلیفہ نے اسے نائب السلطنت مقرر کیا۔ اور بغداد میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

ربیع الاول ۵۵۱ھ میں سلیمان شاہ نے بلاد جبل کی راہ لی۔

ذی الحجہ ۵۵۱ھ میں سلطان محمد بن سلطان محمود نے بغداد پہ فوج کشی کی قطب الدین بن عماد الدین زنگی بھی جو موصل کا کماندار تھا۔ اس حملے میں سلطان محمد کے ساتھ شریک تھا۔ قطب الدین کو اس کے بڑے بھائی نور الدین زنگی نے زجر و توبیخ سے لبریز خط لکھا۔ کہ تم اس یورش میں کیوں شریک ہوئے۔ جس پر اس نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ربیع الاول ۵۵۲ھ میں سلطان محمد محاصرے سے دست کش ہو کر عازم ہمدان ہوا۔ اور قطب الدین نے موصل کی راہ لی۔ ذی الحجہ ۵۵۴ھ میں سلطان محمد نے بمقام ہمدان انتقال کیا۔

اس کے بعد تخت نشینی سے متعلق سلجوقی شہزادوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ آخر سلطان محمود کے چچا شاہ سلیمان کو موصل طلب کر کے تخت پر بٹھایا گیا۔

اب سلیمان شاہ سلجوقی شہزادوں سے مقابلہ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ آخر اس نے حکومت تو قائم کر لی۔ لیکن یہ بلند اقبالی اسے راس نہ آئی۔ اور وہ اپنے ہی ایک سردار شرف الدین کے ہاتھوں مارا گیا۔

پھر شرف الدین نے ارسلان شاہ بن طغرل کو تخت پر بٹھانے کی تجویز کی۔ اور اس کے اتابک ایلدکز کو اسے اپنے ساتھ لانے کے لئے لکھا۔ وہ فوج لے کر ہمدان آگیا جہاں ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

ایلدکز سلطان مسعود کا ایک غلام تھا۔ اور ارسلان شاہ کے باپ کا انتقال ہو جانے پر اس کی ماں کو حبالہ عقد میں لے آیا تھا۔

اب ارسلان شاہ کی تقریب تخت نشینی کے بعد ایلدکز ہی اس کا اتابک اعظم

Marfat.com

مقرر ہوا۔ اور خلیفہ کی خدمت میں درخواست ارسال کی۔ کہ بغداد میں ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ لیکن خلیفہ نے ایلچی کو ذلیل کر کے بے نیل مرام واپس کیا۔

خلیفہ کے وزیر نے محمود بن ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی تحریک کی محمود جو ایک کم سن لڑکا تھا۔ اپنے باپ کے مصاحبوں کے ساتھ فارس کی طرف گیا ہوا تھا۔ وہاں کے حاکم زنگی بن وکلا سلغری نے محمود کو ان لوگوں سے چھین کر قلعہ اصطخر میں قید کر دیا۔ خلیفہ کے وزیر نے زنگی کو لکھا۔ کہ محمود کو آزاد کر دو۔ اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے علاقے میں اس کے نام کا خطبہ پڑھواؤ۔ زنگی نے اس کی تعمیل کی۔

اُدھر ایلدکز نے زنگی کو ارسلان شاہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تحریر کیا۔ لیکن زنگی نے انکار کر کے فوجیں جمع کیں۔ ایلدکز نے لشکر تیار کر کے فارس پر یورش کی۔ طرفین میں حرب و ضرب کا ہنگامہ برپا ہوا۔ مگر کوئی قابلِ ذکر نتیجہ رونما نہ ہوا۔

آخر ۲ ربیع الاول ۵۵۵ھ کو مقتفی نے ۶۶ سال کی عمر میں ۲۴ سال ۳ مہینے خلافت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

اوصاف

مقتفی میں گوناگوں کمالات جمع تھے۔ وہ مدبر و سیاست دان۔ بہادر و شجاع۔ جری و حوصلہ مند۔ عالم و فاضل۔ زاہد و متقی۔ خوش اخلاق اور شریف النفس تھا۔ اس نے عراق سے سلجوقیوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔

تاریخ الخلفا میں لکھا ہے:۔

"مقتفی بذات خود میدان کارزار میں نکلتا۔ اور تیغ زنی کے جوہر دکھاتا تھا۔ اس نے اپنے تمام حریفوں پر حملہ کر کے انھیں ناک چنے چبوائے"

ابن اثیر کا بیان ہے:۔

"دیلمیوں کے اقتدار خلافت کے بعد سے مقتفی پہلا خلیفہ تھا جس نے عراق

Marfat.com

کو سلاطین کے اثر سے رہائی دلاکر آزاد حکومت قائم کی۔ اور مقتفی کی ایک مستثنیٰ مثال کے سوا مستنصر کے بعد پہلا بادشاہ ہے۔ جس نے خلافتِ بغداد پر صحیح معنی میں اختیار حاصل کیا۔ اور فوج اور عہدہ داران حکومت پر اقتدار قائم کیا۔ وہ بہادر اور صاحب جرأت تھا۔ خود جنگ کے شعلہ زار میں کودتا تھا۔ خبر رسانی کے محکمے پر بے تحاشا روپیہ خرچ کرتا تھا۔ ملک کے گوشے گوشے سے ہر خبر اس کے پاس پہنچ جاتی تھی

ابن جوزی رقم طراز ہے:۔

"مقتفی سے پہلے خلافتِ بغداد پر سلاطین کا قبضہ تھا۔ خلفاء نام نہاد تھے۔ مقتفی کے عہد سے عراق اور بغداد پر صحیح معنی میں خلفاء کی حکومت قائم ہوئی۔ اور ان کا کوئی حریف نہ رہا۔"

ابن سمعانی بیان کرتا ہے:۔

"مقتفی نیک کردار اور کامیاب حکمران تھا۔ اس میں ذکا و فہم، فضل و کمال، تدبر و سیاست تمام اوصاف جمع تھے۔ اس نے امامت کے جسم میں نئی روح پھونکی۔ اور رسوم خلافت کی ترتیب و تنظیم کی۔"

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:۔

"مقتفی عالم و فاضل۔ حلیم و شجاع اور خوش اخلاق تھا۔ وہ فطرتاً سردار معلوم ہوتا تھا۔ اپنے محاسن کے لحاظ سے منصب امانت کے قابل تھا۔ خلفا میں اس کی نظیریں شاذ و نادر ہی پائی جاتی تھیں۔ ہر چھوٹے بڑے حکم پر اس کے دستخط کا ثبت ہونا ضروری تھا۔

"وہ علم پرور اور علما کا قدردان تھا۔ اسے حدیث نبوی سے خاص شغف و انہماک تھا۔ زہد و تقویٰ کی راہ پر ثابت قدم تھا۔ خلافت سے قبل وہ ہر وقت عبادت و ریاضت۔ قرآن خوانی اور علمی کاموں میں مصروف رہتا تھا۔"

Marfat.com

مستنجد باللہ

۵۵۵ھ تا ۵۶۶ھ

یوسف نام۔ ابو مظفر کنیت۔ مستنجد باللہ لقب۔ ربیع الآخر ۵۱۰ھ میں ایک گرجستانی کنیز طاؤس کے بطن سے پیدا ہوا۔ ۵۴۷ھ میں ولی عہد مقرر کیا گیا۔ اور ربیع الاول ۵۵۵ھ میں تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔

۵۵۶ھ میں ترکمانوں۔ کردوں اور عربوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن خلیفہ نے ان سب کو مغلوب کر کے بغاوت کا استیصال کر دیا۔

حلہ میں بنی اسد نے سرکشی پر کمر باندھی۔ اور ۵۵۸ھ میں خلیفہ نے فوج کشی کر کے انھیں عراق سے نکال دیا۔

۵۵۹ھ میں واسط کے اندر بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ لیکن فوجی طاقت سے انھیں ٹھنڈا کر دیا گیا

۵۶۰ھ میں خلیفہ کے وزیر عون الدین کا انتقال ہوا۔

۵۶۳ھ میں ابن سوار نے مصر کے آخری عبیدی حاکم عاضد الدین اللہ کے وزیر شاور کو مصر سے خارج کر دیا۔ شاور نورالدین زنگی عامل حلب و شام کے پاس پہنچا۔ اس نے امیر اسد الدین شیرکوہ کو دو ہزار سوار دے کر مصر بھیجا۔ شیرکوہ نے ابن سوار کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن شاور نے اپنے وعدے پورے نہ کئے۔

ان دنوں فرانسیسیوں نے شام و مصر کے ساحلی مقامات پر دست تصرف دراز کر رکھا تھا۔ شیرکوہ کو ان عیسائیوں کے اخراج پر مامور کیا گیا۔ اس نے اپنے بھتیجے صلاح الدین کے ساتھ مل کر فرنگیوں کے خلاف حرب و ضرب کا ہنگامہ گرم کر دیا۔ مہینوں کی معرکہ آرائی کے بعد انھیں مصر سے باہر نکال دیا۔ اور خود شام کی جانب چلا آیا۔

۵۶۴ھ میں فرانسیسیوں نے پھر مصر پر فوج کشی کی۔ عاضد الدین اللہ نے

Marfat.com

نورالدین زنگی سے امداد طلب کی۔ نورالدین نے شیرکوہ کو صلاح الدین کی معیت میں مصر بھیجا۔ فرانسیسیوں نے شیرکوہ کی آمد کی اطلاع پاتے ہی راہ فرار اختیار کی۔ اور عاضدالدین اللہ نے شیرکوہ کو اپنا وزیر مقرر کر کے اپنے پاس رکھ لیا۔ شاور نے بغاوت پر کمر باندھی۔ شیرکوہ نے فی الفور اسے ٹھکانے لگا دیا۔

۵۶۵ھ میں شیرکوہ نے بمقام مصر وفات پائی۔ تو عاضدالدین اللہ والی مصر نے اس کے بھتیجے سلطان صلاح الدین یوسف کو منصب وزارت پر فائز کیا۔ اس نے حسن قابلیت سے یہاں تک ترقی کی۔ کہ گویا وہی حکومت مصر کے سیاہ وسپید کا مالک بن گیا۔ عاضد کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی۔

مصر میں صلاح الدین کی سطوت وصولت اور نورالدین کے اثر واقتدار سے فرنگی چوکڑی بھول گئے۔ انھوں نے اندلس اور سسلی کی حکومتوں کو امداد کے لئے بھیجا۔ اور دونوں حکومتوں نے بہت سی فوج۔ سامانِ جنگ اور زر ومال بھیج دیا ۵۶۵ھ میں شام کے عیسائیوں نے مصر پر حملہ کر کے دمیاط کا محاصرہ کر لیا۔ اُدھر صلاح الدین اور نورالدین دونوں نے حریف کے مقابلے کے لئے اپنی تمام طاقتیں صرف کر دیں۔ محاصرہ ایک مہینے تک قائم رہا۔ لیکن فرنگیوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر بھی وہ محاصرے پر ڈٹے رہے۔ مگر جب انھیں کامیابی کی کوئی امید نہ رہی۔ تو پانچ مہینوں کے بعد محاصرہ اٹھا کر نامراد واپس چلے گئے۔

مستنجد کا قتل

مستنجد کا وزیر ابوجعفر بن بلدی امیر عضدالدین ابوالفرج اور امیر قطب الدین قائماز کا مخالف تھا۔ مستنجد نے ابوجعفر کو ان دونوں امیروں کے گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔ امیروں کو بھی خبر ہوگئی۔ اتفاق سے ان دنوں ربیع الآخر ۵۶۶ھ میں مستنجد سخت بیمار ہوگیا۔ امیران مذکور کے ساتھ اس کے معالج کا قارورہ ملا ہوا تھا۔ طبیب نے ان کے اشارے سے مستنجد کو حمام کرنے کا مشورہ دیا۔ اس میں ضعف صحت کے باعث حمام کی طاقت نہ تھی۔ لیکن ان امیروں نے جبراً اسے لے جا کر حمام میں بند کر دیا۔ اور وہ وہیں ٹھنڈا ہوگیا۔

خلیفہ نے ۵۶ سال کی عمر پائی اور ۱۱ سال خلافت کی۔

اوصاف مستنجد انصاف پسند۔ رعایا پرور اور شفیق و بامروّت تھا۔ اس نے ہر قسم کا محصول بند کر دیا۔ فسادیوں کا قلع قمع کر کے فتنہ و شر کی بنیاد اکھاڑ ڈالی۔

بغداد کا ایک جابر قاضی ابن مرخم بڑا دولت مند تھا۔ مستنجد نے اسے گرفتار کر کے ساری دولت ضبط کرنے کے بعد اس کے مستحق ساتھیوں میں تقسیم کر دی۔ ابن جوزی لکھتا ہے:-

"مستنجد صاحب فہم و ذکا۔ عالم و فاضل اور صائب الرّائے خلیفہ تھا۔ اسے اصطرلاب اور فلکی آلات بنانے میں دسترس تھی۔ وہ ایک فصیح شاعر اور عالی پایہ نثار تھا۔"

مستضی بامر اللہ

۵۶۶ھ تا ۵۷۵ھ

حسن نام۔ ابو محمد کنیت۔ مستضی بامر اللہ لقب۔ ۵۳۶ھ میں ایک ارمنی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور ربیع الآخر ۵۶۶ھ میں تخت خلافت کی زینت بنا۔

امیر عضد الدین اور امیر قطب الدین نے مستنجد کا خاتمہ کرنے کے بعد اس کے وزیر ابو جعفر کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ باندھا۔ چنانچہ اسے بیعت کے بہانے سے طلب کر کے تلوار کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

مستضی کے عہد حکومت کے پہلے ہی سال مصر سے عبیدیوں کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور اس کی جگہ ایوبی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔

سلطان صلاح الدین یوسف وزیر مصر جو گوناگوں کمالات کے باعث حکومت کے نظم و نسق پر چھا گیا تھا۔ ملک کی بدنظمی کا استیصال کر کے حسن انتظام سے

حکومت کرنے لگا۔

۵۶۶ھ کے اواخر میں نورالدین محمود زنگی والی شام نے سلطان صلاح الدین کو مصر میں خلیفہ مستضی کے نام کا خطبہ جاری کرنے کے لئے فرمان نافذ کیا۔ محرم ۵۶۷ھ میں سلطان نے مستضی کے نام کا خطبہ پڑھا۔ ۱۰ محرم ۵۶۷ھ کو عاضد الدین اللہ والی مصر کا انتقال ہو گیا۔ اور اگلے جمعہ کو مصر کے گوشے گوشے میں خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جب یہ اطلاع بغداد میں پہنچی۔ تو خلیفہ نے جشن شادمانی منعقد کیا۔ اور اپنے مصاحب خاص صندل کے ہاتھ نورالدین اور صلاح الدین کے لئے خلعت اور سیاہ عَلَم ارسال کیا۔

پہلے نورالدین شام۔ جزیرہ اور موصل پر قابض تھا۔ اب خلیفہ نے اسے مصر شام۔ جزیرہ۔ موصل۔ دیار بکر۔ خلاط۔ بلاد روم اور سواد عراق کا پروانہ حکومت بھیج دیا۔ اور اسے ان علاقوں میں اپنا نائب السلطنت مقرر کر کے مختار کار بنا دیا۔ جس طرح صلاح الدین وفاداری کی بنا پر نورالدین کی قوتِ بازو تھا۔ اسی طرح نورالدین حسن تعلقات کے باعث خلیفہ مستضی کا دست راست بنا ہوا تھا۔ اس بڑے بڑے بادشاہ خلیفۂ بغداد کی شمشیر ہیبت وسطوت کا لوہا مان کر اس سے لرزہ براندام رہنے لگے۔ اور اطراف واکناف میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔

۵۷۰ھ میں قطب الدین قائماز کمان دار عساکر نے بغداد میں عَلَم بغاوت بلند کیا۔ رعایا اپنے بادشاہ پر جان چھڑکتی تھی۔ اس لئے لوگوں نے خلیفہ کے اس حکم پر کہ قطب الدین قائماز کے مال و متاع سے متعلق تم سے کوئی باز پرس نہیں اس کے مکان پر ٹوٹ کر سب کچھ لُوٹ لیا۔

قائماز بغداد سے بھاگ کر حلہ پہنچا۔ وہاں سے موصل کو جا رہا تھا۔ کہ راستے میں لقمۂ اجل ہو گیا۔

۵۷۳ھ میں خلیفہ کا وزیر عضد الدین ابوالفرج محمد بن عبداللہ حج کو جا رہا

کہ ایک قرمطی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کی جگہ ظہیرالدین ابن عطار منصبِ وزارت پر فائز کیا گیا۔

ذی قعدہ ۵۷۵ھ میں مستضی نے نو سال سات مہینے کی خلافت کے بعد انتالیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔

اوصاف مستضی بامراللہ نہایت شریف النفس اور کامیاب خلیفہ تھا۔ ملک کے گوشے گوشے میں امن و سکون اور فراغت و آسودگی کے پھول برستے تھے۔

ابن اثیر لکھتا ہے:۔

"مستضی عدل پرور اور رعایا پر مہربان تھا۔ ملک کی فلاح و بہبود کے لئے خزانے کا منہ کھول دیتا تھا۔ مقررہ محصول کے سوا رعایا سے ایک کوڑی بھی زیادہ وصول نہ کرتا تھا۔ اس کے عہد میں ملک کو بے نظیر امن و امان اور سکون و اطمینان حاصل تھا۔ طبیعت میں نرمی اور درگزر تھی۔ جرائم پر بھی کم باز پرس کرتا تھا چشم پوشی اس کی فطرت تھی۔ اس کے عہد میں رعایا کے لئے گویا دن عید اور رات شب برات تھی۔

ابن جوزی بیان کرتا ہے:۔

"مستضی نے سریرآرائی کے بعد ہی تمام ناروا محصول منسوخ کر دئے جس کی جو چیز ظلم سے حاصل کی گئی تھی۔ لوٹا دی گئی۔ اور اس قدر انصاف اور داد و دہش سے کام لیا۔ کہ اس کی مثال نہ ملتی تھی۔ بنی ہاشم۔ علویوں۔ عالموں۔ درگاہوں اور خانقاہوں پر کشادہ دلی سے روپیہ خرچ کرتا تھا۔ مال و زر اس کی نظر میں ہیچ تھا۔ اس کا دست سخا ابر کرم بن کر ہمیشہ ضرورت مندوں کے مزرع تمنا کی آبیاری کرتا تھا۔ اورنگ نشینی کے وقت امرائے حکومت اور حکام کو گراں بہا خلعت عطا کئے۔ جن میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ صرف ریشمی قبائیں تھیں۔ عام مجالس میں شاذ و نادر ہی شریک ہوتا تھا۔ اور جب کبھی شریک

ہوتا تھا۔ تو نہایت تزک و احتشام سے۔"

حافظ ذہبی رقم طراز ہیں :۔

"مستضی بڑا سخی اور حامی شریعت تھا۔ اس کے عہد میں ملک بھر میں امن و امان رہا۔ خدا نے اس کے عہد کو سعادت سے لبریز کر دیا تھا۔ یمن سے مصر و مغرب تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور تمام حاکم اس کے فرمانبردار تھے"۔

ناصر الدین اللہ

۵۷۵ھ تا ۶۲۲ھ

احمد نام۔ ابو العباس کنیت۔ ناصر الدین اللہ لقب۔ ۱۰ رجب ۵۵۳ھ کو ایک ترکی کنیز زمرّد کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور ذی قعد ۵۷۵ھ میں تخت پر بیٹھا۔ خلیفہ نے سریر آرائے خلافت ہوتے ہی بیعت لینے کے لئے اسلامی ممالک محروسہ میں قاصد بھیجے۔ ہمدان۔ اصفہان اور رے کے حاکم بہلوان بن ایلدکز نے بیعت کرنے میں لیت و لعل کی۔ لیکن پھر اپنے ہی سرداروں کا تہدید آمیز رویہ دیکھ کر بیعت کر لی۔

ایلدکز ارسلان شاہ بن سلطان طغرل کا اتالیق اور نگران تھا۔ ارسلان شاہ ایلدکز کا سوتیلا بیٹا بھی تھا۔ ایلدکز کے انتقال پر اس کا بیٹا بہلوان ارسلان شاہ کا اتالیق بنا۔

۵۷۳ھ میں ارسلان شاہ نے بھی وفات پائی۔ تو بہلوان نے اس کے بیٹے طغرل کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ اور خود بلاد مذکور کی حکومت کے فرائض انجام دیتا رہا۔

۵۸۲ھ میں بہلوان نے انتقال کیا۔ تو اس کا بھائی عثمان معروف بہ قزل ارسلان

اس کا قائم مقام ہوا۔ طغرل کچھ عرصے تک تو قزل ارسلان کی کفالت و نگرانی میں رہا پھر اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور امرا کی امداد سے بعض شہروں پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ مدت تک قزل ارسلان اور طغرل میں حرب و ضرب کا ہنگامہ برپا رہا۔ آخر طغرل کا اقتدار روز افزوں ہوتا رہا۔ اور قزل ارسلان قعر زوال میں گرتا چلا گیا۔

قزل ارسلان نے ایک عرض داشت کے ذریعے سے دربار خلافت میں اطاعت کا اقرار کرتے ہوئے اس امر کا اظہار کیا۔ کہ طغرل کی طاقت میں اضافہ ہو جانے سے دربارِ خلافت کے لئے شدید خطرہ لاحق ہونے کا احتمال ہے۔ اس پر خلیفہ نے بغداد میں شاہانِ سلجوقی کے عالی شان محلوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور ابوالمظفر عبیداللہ بن یونس کو ایک لشکرِ جرّار دے کر قزل ارسلان کی امداد کے لئے روانہ کیا۔

عبیداللہ ابھی راستے ہی میں تھا۔ کہ ۱۸۔ ربیع الاول ۵۸۴ھ کو ہمدان میں طغرل سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ اور خونریز لڑائی کے بعد میدان طغرل کے ہاتھ رہا۔ عبیداللہ گرفتار کر لیا گیا۔ اور باقی فوج بغداد آ گئی۔

اس کے بعد قزل ارسلان اور طغرل میں معرکہ آرائی ہوئی جس میں طغرل شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ اور ایک قلعے میں نظر بند کر دیا گیا۔

اب اصفہان۔ رے۔ ہمدان وغیرہ تمام صوبوں پر قزل ارسلان کا پرچم حکومت لہرانے لگا۔ اور اس کے نام کا سکّہ و خطبہ جاری ہو گیا۔

۵۸۵ھ میں امیر عیسیٰ والی تکریت کے انتقال پر اس کے بھائیوں نے تکریت پر دستِ تصرف دراز کیا۔ خلیفہ ناصر نے اس پر خود قبضہ کر کے امیر عیسیٰ کے بھائیوں کو جاگیریں عطا کر دیں۔

اسی طرح ۵۸۶ھ میں عانہ کو زیر نگیں کر کے وہاں کے امیروں کو جاگیریں بخشیں۔ ۵۹۰ھ میں طغرل کو قید ہی کی حالت میں ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اور اوّل بہ آخر نسبتے دارد کے مطابق وہ ایوان حکومت جس کا سنگِ بنیاد طغرل نے رکھا تھا۔ اسی کے ہم نام سلطان کے آغوشِ لحد میں سو جانے پر پیوند زمین ہو گیا۔

Marfat.com

۵۹۱ھ میں خلیفہ نے خوزستان پر تسلط بٹھایا۔ اور اپنی طرف سے وہاں کی عنان حکومت مجیرالدین کے ہاتھ میں دے دی۔ خوارزم شاہ نے رے پر حملہ کرکے وہاں کے حاکم قتلغ بن بہلوان کو شکست دینے کے بعد بھگا دیا اور اس علاقے پر خود تصرف کر لیا۔ مویدالدین فاتح خوزستان بھاری لشکر لئے ہوئے روانہ ہونے کو تھا کہ قتلغ بن بہلوان نے اس کے پاس جاکر اسے رے پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی۔ مویدالدین نے اس کے ساتھ ہمدان کی طرف باگ اٹھائی۔ وہاں خوارزم شاہ کا بیٹا فوج لئے ہوئے موجود تھا۔ وہ مویدالدین کے آنے کی اطلاع پاکر رے کی طرف چل دیا۔ اور مویدالدین کو ہمدان کے فتح کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی۔ وہاں سے اس نے رے کی جانب کوچ کیا۔ ابن خوارزم رے کو خیرباد کہہ کر چلا گیا۔ مویدالدین نے رے کو بھی مسخر کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں قتلغ کا سارا علاقہ زیرنگیں کر لیا۔

ملک گیری کی ہوس نے خوارزم شاہ کے دل میں چٹکی لی۔ تو اس نے ایک ٹڈی دل لشکر کے ساتھ ہمدان پر یورش کی۔ انھیں دنوں شعبان ۵۹۲ھ میں مویدالدین نے وفات پائی۔ لیکن اس کی فوج ثبات و جرأت سے حریف کے مقابلے پر ڈٹی رہی۔ آخر بغداد کی سپاہ نے سالار کے فقدان کے باعث زک اٹھائی۔ اور خوارزم شاہ نے ہمدان کو فتح کر لیا۔ پھر اصفہان کو مسخر کرکے اپنے بیٹے کی تحویل میں دیا۔ اور ایک بھاری فوج وہاں مقرر کی۔

اس کے بعد خلیفہ ناصر نے سیف الدین طغرل کے زیر قیادت اصفہان کی جانب ایک لشکر بھیجا۔ اس نے ابن خوارزم کو شکست دے کر اصفہان پر قبضہ کیا۔ پھر ہمدان، زنجان۔ قزوین وغیرہ پر بھی تسلط بٹھا لیا۔

۶۰۲ھ میں مجیرالدین امیر خوزستان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ خلیفہ ناصر نے اس کے داماد سنجر کو اس کا جانشین مقرر کیا۔ ۶۰۶ھ میں خلیفہ کسی بات پر سنجر سے ناراض ہو گیا۔ تو اپنے نائب وزیر کو اس کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ سنجر بھاگ کر اتابک سعد زنگی کے پاس فارس پہنچا۔ اس نے سنجر کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

Marfat.com

ربیع الاوّل ۶۰۶ھ میں خلیفہ کے لشکر نے خوزستان کو فتح کر کے سنجر کو بلا بھیجا لیکن وہ نہ آیا۔ اس پر بغداد کی فوج نے شیراز کی جانب پیش قدمی کی۔ سعد نے سفارش کر کے سنجر کو نائب وزیر کے پاس بھیج دیا۔ وہ محرم ۶۰۸ھ میں سنجر کو ساتھ لے کر بغداد واپس آیا۔ اور پابند سلاسل کر کے دربارِ خلافت میں پیش کیا۔ خلیفہ نے اپنے خادم یاقوت کو خوزستان کی ولایت سپرد کر کے بھیج دیا۔ اور سنجر کو خلعت دے کر آزاد کر دیا۔

محرم ۶۱۳ھ میں خلیفہ نے اپنے پوتے موید بن علی کو تشتر کی امارت عطا کی۔

پہلوان کے ایک سردار اغلمش نے بلاد جبل پر تسلّط بٹھا لیا تھا۔ ۶۱۴ھ میں اسے قرامطہ نے تہِ تیغ کر ڈالا۔

اغلمش کے نذرِ اجل ہو جانے کے بعد اس کے علاقے پر اتابک سعد زنگی اور خوارزم شاہ دونوں نے دندان حرص دراز تیز کر لئے۔ طرفین میں خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ جس میں خوارزم شاہ نے فتح پا کر اغلمش کا سارا علاقہ زیر نگیں کر لیا۔ اور خلیفہ کی خدمت میں درخواست بھیجی۔ کہ بغداد میں اس کا خطبہ بطور نائب سلطنت پڑھا جائے۔ خلیفہ نے انکار کیا۔ تو خوارزم شاہ نے بغداد پر چڑھائی کی لیکن برف باری کی کثرت سے اس کی فوج کا بہت سا حصّہ تباہ ہو گیا۔ باقی سپاہ ترکوں اور کردوں کی غارت گری کا شکار ہوئی۔ بچے کھچے لوگ بُرے حالوں خوارزم شاہ کے پاس واپس آ گئے۔ وہ اسے بدشگونی سمجھ کر خراسان کی طرف لوٹ گیا۔ ۶۱۵ھ میں اپنے بیٹے رکن الدین کو نیا فتح کیا ہوا علاقہ سپرد کر کے عماد الملک کو اس کا مدار المہام مقرر کیا۔ اور اپنے تمام علاقوں سے خلیفہ کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔

تاتاریوں کا قیامت خیز طوفان

اس زمانے میں سارا جہان اسلام خصوصاً وسط ایشیا کی اسلامی حکومتیں ایک نہایت ہولناک اور تباہ کن دَور میں مبتلا ہو گئیں۔ طمغاج (چین) کے پہاڑوں سے وحشی تاتاریوں کا ایک قیامت خیز طوفان اٹھا۔ جو سارے وسط ایشیا اور روس پر چھا گیا۔ اور چند ہی سال میں تمام اسلامی ممالک کو تاخت و تاراج

Marfat.com

کر ڈالا۔ لاتعداد مسلمان گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے گئے۔ بے شمار بڑے بڑے شہروں میں سناٹا چھا گیا۔ اور وسط ایشیا کے طول و عرض میں جہاں تہذیب و تمدن کے پھول برستے تھے۔ ویرانی و بربادی کے انگاروں کی بارش ہونے لگی۔ غرض دنیائے اسلام میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک خاک اُڑنے لگی۔

۶۱۶ھ میں قبیلۂ تاتار نے اپنے سردار چنگیز خاں کی سرکردگی میں خروج کرکے ترکستان و ماوراءالنہر پر یورش کی۔ اور ترکان خطا سے یہ علاقے چھین لئے۔

پھر چنگیز خاں نے خوارزم کے خلاف صف آرائی کی۔ اور خراسان و بلاد جبل پر قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ارانیہ اور شروان کو مسخر کیا۔ انھیں تاتاریوں کی ایک جماعت نے غزنی۔ سجستان۔ کرمان وغیرہ کی طرف پیش قدمی کی۔

خوارزم شاہ نے تاتاریوں سے زک اٹھا کر ۶۱۱ھ میں طبرستان کے کسی مقام انتقال کیا۔

تاتاریوں نے خوارزم شاہ کو نیچا دکھانے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین غزنی میں شکست دی۔ اور چنگیز خاں نے دریائے سندھ تک اس کا تعاقب کیا۔ جلال الدین دریائے سندھ کو عبور کرکے ہندوستان میں داخل ہوا۔ پھر ۶۲۲ھ میں خوزستان و عراق کی راہ لی۔ اور آذر بائیجان و آرمینیہ پر قبضہ کیا۔ حتیٰ کہ مظفر کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ناصر کی وفات

رمضان ۶۲۲ھ میں خلیفہ ناصرالدین اللہ نے بیس دن بیمار رہ کر ۴۷ سال کی خلافت کے بعد انتقال کیا۔ کسی عباسی خلیفہ نے اس قدر طویل زمانے تک حکومت نہیں کی۔

اوصاف

ابن طقطقی بیان کرتا ہے:۔

"ناصر عالم و فاضل۔ نکتہ آفریں۔ فصیح و بلیغ۔ ذہین۔ ذکی۔ حاضر دماغ۔ تیز طبع۔ سیاست دان۔ باہیبت۔ شجاع اور پُر صولت تھا۔ عالموں سے ماہرانہ بحث کرتا اور امور مملکت کو بہ طریق احسن انجام دیتا تھا۔"

Marfat.com

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:۔

" ناصر کا عہدِ حکومت تمام خلفا سے زیادہ طویل تھا۔ وہ سینتالیس سال حکمران رہا۔ اور اس نے نہایت جاہ وجلال سے زندگی بسر کی۔ دشمنوں کی بیخ کنی کی۔ اور سلاطین کو مغلوب کیا۔ جو مخالف طاقت اُبھری اسے خاکِ فنا میں دبا دیا۔ جس نے اس سے برائی کرنے کی ٹھانی۔ اسے قدرت نے نامراد کر دیا۔ اس بلند اقبالی کے باوجود وہ ملکی مصلحتوں کا پورا خیال رکھتا تھا۔ رعایا کے حالات سے کاملاً باخبر رہتا تھا۔ مملکت کے گوشے گوشے میں جاسوسوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ جو وہاں کے عاملین کے حالات سے برابر آگاہ کرتے رہتے تھے۔ وہ شطرنج سیاست کا چابک دست کھلاڑی تھا۔ اس کی گہری چالوں تک لوگوں کے ذہن نہیں پہنچ سکتے تھے۔ وہ اپنی سیاسی مصلحتوں سے دشمن بادشاہوں میں دوستی اور دوست حکمرانوں میں دشمنی پیدا کر دیتا تھا۔ اور انھیں اس کا علم تک نہ ہونے پاتا تھا۔"

عبداللطیف رقم طراز ہے:۔

" ناصر کی ہیبت سے لوگوں کے دل دہل جاتے تھے۔ اہل بغداد کی طرح اہلِ مصر و ہند بھی اس سے خوف کھاتے تھے۔ اس نے خلافت کی ہیبت میں جس نے معتصم کے بعد دم توڑ دیا تھا۔ از سرِ نو روح پھونک دی۔ مصر اور شام تک کے فرماں رواؤں پر اس کے ذکر سے لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔"

تاریخ الخلفا میں لکھا ہے:۔

" عالمِ اسلام کے تمام حکمران اس کے اطاعت گزار و تابع فرمان تھے۔ اور خلافت بغداد کے تمام قدیم باغیوں نے اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے تھے۔ اس کی برشِ تیغ نے بڑے بڑے جابر حکمرانوں کی اکڑی ہوئی گردنیں خم کر دی تھیں۔ اس نے ملک پر ملک مسخر کیے۔ اندلس سے چین تک اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے نام کا سکّہ رواں اور خطبہ پڑھا جاتا تھا۔"

الفخری میں تحریر ہے:۔

Marfat.com

"ناصر رات کے وقت گلی کوچوں میں پیدل پھرا کرتا تھا۔ اس لئے رعایا اور حکام دونوں خائف رہتے تھے۔ کہ اسے امور خانگی تک کی خبر ہو جاتی ہے۔ اس کا محکمۂ جاسوسی شہرۂ آفاق تھا۔"

رفاہِ عام کے سلسلے میں اس کے زرّیں کارنامے محتاج تشریح نہیں۔ ابن طقطقی بیان کرتا ہے:۔

"ناصر کے خیراتی کام اور اوقات لاتعداد ہیں۔ اس نے بہت سے مسافر خانے۔ خانقاہیں اور مسجدیں تعمیر کرائیں۔"

ان محاسن کے ساتھ ساتھ ناصر ہوس زر میں بُری طرح بتلا تھا۔ اس نے فراہمیِ دولت کی پیاس بجھانے کے لئے رعایا پر بڑا تشدّد کیا۔ متعدد نئے نئے ٹیکس لگائے مال و جائداد کی خاطر بیسیوں آدمی جیل میں ٹھونس دئے۔ خراج میں غیر معمولی اضافہ کر دیا۔ فی الواقع وہ انتہا پسند تھا۔ جس طرف جُھکتا تھا۔ جُھکا ہی چلا جاتا تھا۔

حافظ ذہبی بیان کرتے ہیں:۔

"ناصر جب داد و دہش پر آتا۔ تو فارغ البال کر دیتا تھا۔ اور جب شکنجۂ عقوبت میں جکڑتا۔ تو سخت جکڑتا تھا۔"

یہی وجہ ہے۔ کہ اس کی طمع زر بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ لیکن اس کے پہلو بہ پہلو اس کے جود و سخا کے واقعات بھی پائے جاتے ہیں۔ تاریخ الخلفا میں لکھا ہے:۔

"ایک بار کوئی ہندوستانی انعام کی خاطر اس کے دربار میں ایک طوطا لے گیا۔ جو قل ھو اللہ پڑھتا تھا۔ لیکن سوء اتفاق سے یہ طوطا ناصر کی خدمت میں پیش ہونے سے پہلے ہی مرگیا۔ ناصر نے اطلاع پاتے ہی پان سو اشرفیاں اس کے مالک کو ارسال کر دیں۔"

علم حدیث سے ناصر کو خاص شغف تھا۔ اس نے متعدد عالموں۔ فرماں رواؤں اور اکابر کو قرأت و روایت کی اجازت دے رکھی تھی۔ اور راوی علما کی تنخواہیں مقرر کر دی تھیں۔ ستر احادیث پر مشتمل ایک مجموعہ بھی مرتب کیا گیا تھا۔

Marfat.com

ظاہر بامر اللہ

۶۲۲ھ تا ۶۲۳ھ

محمد نام۔ ابو نصر کنیت۔ ظاہر بامر اللہ لقب۔ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا۔ اور یکم شوال کو باون سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔

ظاہر نے سریر آرائے خلافت ہوتے ہی اس خوبی سے داد انصاف دی۔ کہ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے زمانے کی یاد تازہ ہوگئی۔ رعایا کی فلاح و بہبود پر خاص توجہ مبذول کی۔ ہر قسم کا ناجائز ٹیکس معاف کر دیا ضبط کی ہوئی جائدادیں لوٹا دی گئیں۔ مقروضوں کا قرض خود ادا کر دیتا تھا۔

خلیفہ کہا کرتا تھا۔ "میں نے سر شام دکان کھولی ہے۔ اس لئے نیکی کا جتنا بھی سودا ہو سکے۔ کر لینے دو۔ میری زندگی ہی کے روز کی ہے۔"

ایک دفعہ ظاہر خزانے کی طرف چلا آیا۔ ایک عہدہ دار نے گزارش کی۔ کہ "آپ کے والد کے زمانے میں خزانہ بھرا رہتا تھا۔" ظاہر نے جواب میں فرمایا۔ "خزانہ پُر کرنے کے لئے نہیں۔ بلکہ خالی کرنے اور راہِ خدا میں صرف کرنے کے لئے ہے۔ مال و زر جمع کرنا تاجروں کا کام ہے۔"

۱۵۔ رجب ۶۲۳ھ کو خلیفہ نے ساڑھے نو مہینے خلافت کرنے کے بعد انتقال کیا۔

ظاہر نے انتقال سے چند روز پہلے اپنے ملک کے فرماں رواؤں اور عہدہ داروں کے لئے حسب ذیل فرمان نافذ کیا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں نے تم لوگوں کو جو کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ اور تمھاری حرکات سے جو اغماض برتتا ہوں۔ اس کی وجہ غفلت اور بے پروائی نہیں۔ بلکہ قصداً اس لئے ہے۔ کہ اندازہ ہو سکے۔ تم میں سے کس کے افعال پسندیدہ ہیں۔ تمھاری تمام سابقہ حرکات یعنی ملک کی تباہی۔ رعایا کی خانہ بربادی۔ شریعت کی توہین۔ فریب کاری سے حق کی پوشیدہ صورت میں کھلے ہوئے باطل کا اظہار۔ نجی قاصد

Marfat.com

کے لئے استیفا و استدراک کے حسین الفاظ سے استیصال اور احتیاج کی تعبیر وغیرہ جس کا تم نے ایک شیر غرا کے سامنے موقع پاکر ارتکاب کیا ہے۔ معاف کی جاتی ہیں۔

تم اس شیر کے امین اور معتمد ہو۔ اس کے باوجود اس کی رائے کو اپنی تمناؤں کے مطابق اور اپنے باطل کو اس کے حق سے ملا دینا چاہتے ہو۔ وہ تمھیں دیتا ہے۔ اور تم اس کا حکم نہیں مانتے۔ وہ تم سے ہمدردی کرتا ہے۔ اور تم اس کی دشمنی پر تلے ہوئے ہو۔ اب خدا نے تمھارے ڈر کو بے خوفی۔ تمھاری مفلسی کو دولت مندی اور تمھارے باطل کو حق سے تبدیل کر دیا ہے۔ تمھیں ایک ایسا فرماں روا دیا ہے۔ جو غلطیوں سے درگزر کرتا ہے۔ صرف اسی سے باز پرس کرتا۔ اور اسی سے بدلہ لیتا ہے۔ جو اصرار سے اپنی لغزشوں پر جما رہتا ہے۔ وہ تمھیں انصاف کا حکم دیتا اور تم سے انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔ وہ تمھیں ظلم سے منع کرتا اور اسے تمھارے لئے برا خیال کرتا ہے۔ وہ آپ خدا سے خوف کھاتا اور تمھیں بھی بزور اس سے خوف دلانا چاہتا ہے۔ خدا سے اچھی توقع رکھنا اور تمھیں اس کی فرماں برداری کی جانب راغب کرتا ہے۔ پس اگر تم خلفاء اللہ فی الارض کے عہدہ داروں اور اس کی مخلوق کے امینوں کی پیروی کرو گے۔ تو بہتر۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔"

اس فرمان کے ساتھ یہ زبانی پیغام بھی ارسال کیا:۔

"اس فرمان کا مقصد یہ نہیں۔ کہ لوگ صرف زبان سے یہ کہنا کافی سمجھیں۔ "فرمان شرف صدور لایا" بلکہ اس کا پورا اثر اور پورا نتیجہ ان کے عمل کی صورت میں ظاہر ہونا چاہئے۔ تم لوگوں کے لئے باتونی امام سے زیادہ زینت عمل سے آراستہ امام کی ضرورت ہے۔"

Marfat.com

مستنصر باللہ

۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ

منصور نام۔ ابو جعفر کنیت۔ مستنصر باللہ لقب ۵۸۸ھ میں ایک ترکی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور رجب ۶۲۳ھ میں تخت پر بیٹھا۔

مستنصر کے عہد میں دو اہم واقعے رو پذیر ہوئے۔ (۱) بیت المقدس پر صلیبیوں کا عارضی قبضہ اور (۲) تاتاریوں کی دوسری یورش اور خوارزمی حکومت کا خاتمہ۔

بیت المقدس ایوبی خاندان کی حفاظت میں تھا۔ ادھر صلاح الدین ابن لحد میں روپوش ہوا۔ اُدھر اس کے تینوں بیٹوں عزیز۔ افضل اور ظاہر غازی نے علی الترتیب مصر۔ دمشق اور حلب میں الگ الگ حکومتیں قائم کرلیں۔ اوران میں خانہ جنگی کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر ربیع الآخر ۶۲۶ھ میں بیت المقدس چند شرائط کے ماتحت عارضی طور پر صلیبیوں کے حوالے کردیا گیا۔

۶۲۴ھ میں چنگیز خاں کی وفات کے بعد اس کا بیٹا اکتائی قاآن تخت پر بیٹھا تھا۔ اس نے خوارزم شاہ کے بیٹے جلال الدین کے مقابلے کو جس نے اپنی طاقت میں اضافہ کرکے۔ عراق۔ فارس۔ گرجستان۔ آذربائیجان اور خلاط وغیرہ پر تسلط بٹھا لیا تھا۔ اسی ہزار کا ٹڈی دل لشکر روانہ کیا۔ جلال الدین نے لاکھ جوڑ توڑ کئے لیکن اس کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور وسط شوال ۶۲۶ھ میں جلال الدین ایک کُرد کے ہاتھوں جس کے بھائی کو اس نے قتل کردیا تھا۔ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جلال الدین کے قتل کے بعد خوارزمی حکومت نے بھی دم توڑ دیا۔

مستنصر کے دورِ حکومت میں تاتاری مملکت عباسیہ کے قرب وجوار کے تمام ملکوں کو زیرنگیں کرکے عباسی سرحد تک آپہنچے تھے لیکن خلیفہ نے مدافعت کے سلسلے میں تاتاریوں کے دانت کھٹے کرنے کے لئے عظیم الشان فوج تیار کر رکھی تھی اس لئے انھیں اس طرف رُخ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

جمادی الاخریٰ سنہ ۶۴۰ھ میں مستنصر نے سترہ سال کی خلافت کے بعد باون سال کی عمر میں انتقال کیا۔

اوصاف ابن طقطقی رقم طراز ہے :-

"مستنصر شجاع۔ سخی اور حوصلہ مند تھا۔ اس کے انعام واکرام اور فیاضی کی شہرت محتاجِ دلیل نہیں۔ اس میدان میں کوئی عباسی خلیفہ اس کا حریف نہ تھا۔ اس نے اپنے عہد میں زرّیں کارنامے انجام دیئے۔ اور عالی شان یادگاریں چھوڑ گیا۔ مدرسہ مستنصریہ سب سے بڑی یادگار تھا۔ جس کی تعریف احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ علاوہ بریں سرائے حربی۔ اس کا پل۔ سرائے خزیننی۔ سرائے نہر سابس۔ متعدد مسافر خانے خانقاہیں اور مسجدیں بنوائیں۔ اس کا قول تھا۔ "میری نظر میں سونا اور مٹی یکساں ہے۔ ارشاد باری ہے۔ کہ "لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون"۔ لٰہذا مجھے اندیشہ ہے۔ کہ میں نے جو کچھ خرچ کیا ہے۔ اس کا مجھے کچھ ثواب نہ ملے گا"۔ اس کے زمانے میں عیش ونشاط کے پھول برستے تھے۔ سلطنت کے اطراف واکناف میں امن وامان اور خیروبرکت کی بارش ہوتی تھی۔ اور سرسبزی وشادابی کا دَور دَورہ تھا۔"

حافظ ذہبی بیان کرتے ہیں :-

"مستنصر ایک صاحب جاہ وجلال خلیفہ تھا۔ خدم وحشم بکثرت تھے۔ وہ بہت انصاف پسند۔ پرہیزگار اور باغیوں کا دشمن تھا۔ اس نے بڑی خوبی سے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ بہت سی مسجدیں اور مدرسے تعمیر کرائے۔ روپیہ بے تامل اور کثرت سے صرف کیا۔ تمام سلاطین اس کے اطاعت گزار تھے۔ اس کا دادا ناصر اس کی دانش وفراست اور پرہیزگاری کی بنا پر اسے قاضی کہا کرتا تھا۔ اس نے ایک ایسا عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا۔ جو عالم اسلام میں مثال نہ رکھتا تھا۔ تاتاریوں کے مقابلے کے لئے ایک لشکر جرار تیار کیا۔ جس میں ایک لاکھ سوار تھے۔ اندلس اور شمالی افریقہ تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔"

سیوطی لکھتا ہے :-

Marfat.com

"مستنصر نے اورنگ نشین ہوتے ہی رعایا کو عدل و انصاف سے نوازا۔ عالموں اور دین داروں کو مصاحب بنایا۔ مدرسے۔ شفاخانے۔ مسجدیں اور خانقاہیں بنوائیں۔ دین کا پرچم لہرایا۔ باغیوں کی بیخ کنی کی۔ سیرت رسولؐ کی نشر و اشاعت کی۔ فتنہ و فساد کا استیصال کیا۔ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گام زن کیا۔ جہاد کا فریضہ کامل تن دہی سے انجام دیا۔ دین مبین کی امداد اور سرحدوں کے تحفظ کے لئے فوجیں جمع کرلیں"۔

مستنصر کا عظیم ترین کارنامہ مدرسہ مستنصریہ ہے۔ جس نے بغداد کے سب سے بڑے مدرسہ نظامیہ کو جو نظام الملک طوسی کی یادگار تھا۔ مات کر کے عظمت عباسیہ کی لاج رکھ لی۔

حافظ ذہبی کا بیان ہے:۔

"۶۲۵ھ میں ساحلِ دجلہ پر اس مدرسے کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ عمارت کی تعمیر سات سال میں اختتام کو پہنچی۔ اور ۶۳۲ھ میں اس کی رسم افتتاح نہایت تزک و احتشام سے منائی گئی۔ جس میں عالموں۔ قاضیوں۔ مدرسوں۔ امرائے سلطنت اور اکابر حکومت نے شرکت کی"۔

"اس مدرسے میں ایک عالی شان کتب خانہ قائم کیا گیا۔ جس میں ۶۰ اور بروایت دیگر ۱۶۰ بار شتر گراں بہا اور نایاب کتابیں جمع کی گئیں۔ مدرسے کے طلبہ کی تعداد ۲۴۸ تھی۔ جو چاروں فرقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ حدیث۔ نحو۔ طب اور فرائض کے استاد علیحدہ علیحدہ مقرر کئے گئے۔ علاوہ بریں چھوٹے اساتذہ کافی تعداد میں تھے۔ ان سب کے لئے اکل و شرب۔ فواکہ۔ شیرینی وغیرہ کا انتظام مدرسے کی طرف سے کیا جاتا تھا۔ مدرسے کے مصارف کے لئے بہت سے گاؤں وقف کئے گئے"۔

ابن واصل بیان کرتا ہے:۔

"دنیا بھر میں اس سے بڑا کوئی مدرسہ نہ تھا۔ اس کا وقف بھی اپنی نظیر آپ تھا۔ اس میں چاروں فرقوں کے طالب علم تھے۔ مدرسے کے ساتھ ایک باورچی خانہ۔

Marfat.com

دار الشفا۔ حمام اور آب سرد کے لئے آب دار خانہ تھا۔ طالب علموں کے لئے فرش۔ چٹائیاں۔ تیل اور لکھنے کا سامان مفت مہیا کیا جاتا تھا۔ خوراک کے علاوہ ہر متعلم کو ایک اشرفی ماہانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔"

تاریخ الخلفا میں صفحہ ۴۷۵ پر یہ عبارت درج ہے۔

"مستنصر شاعری کا دلدادہ اور شعراء کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ایک دفعہ وجیہ قیروانی نے ایک قصیدہ پڑھا۔ جس کے ایک شعر کا مفہوم یہ تھا "اگر آپ سقیفہ کے دن موجود ہوتے تو امامت کا قرعۂ انتخاب آپ ہی کے نام پر پڑتا۔"

"مستنصر نے اس شعر کی بہت تعریف کی۔ حاضرین دربار میں سے ایک حق گو اور حق پرست شخص نے شاعر کو ٹوک کر کہا۔ "تمھارا خیال غلط ہے۔ حضرت امیر المومنین کے جد امجد حضرت عباسؓ بن عبد المطلب اس زمانے میں موجود تھے۔ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ کے مقابلے میں انھیں کسی نے امام منتخب نہ کیا۔"

"مستنصر نے اس سچے جواب پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور اس حق گو شخص کو عطائے خلعت سے سرفراز کرتے ہوئے شاعر کو خارج البلد کرا دیا۔"

مستعصم باللہ

۶۴۰ھ تا ۶۵۵ھ

عبد اللہ نام۔ ابو احمد کنیت۔ مستعصم باللہ لقب۔ ۵۹۰ھ میں ایک کنیز ہاجر کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور جمادی الاخری ۶۴۰ھ میں تختِ خلافت پر بیٹھا۔

اگرچہ مستعصم ذاتی طور پر شریف النفس۔ خوش اخلاق اور پاکباز تھا۔ لیکن اسے حکمرانی کے اوصاف کی ہوا تک نہ لگی تھی۔ وہ کم ہمت۔ کوتاہ نظر۔ کمزور طبع۔ بے اور امورِ سلطنت سے بے خبر تھا۔ علم و فن کی طرف چنداں راغب نہ تھا۔ رذیل۔ کی

Marfat.com

اور جاہل عوام اس کے مصاحب تھے۔ ہنسی مذاق اور راگ رنگ اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ البتہ اس نے مؤیدالدین محمد بن علقمی کو جو بڑا دانش مند اور بالغ نظر تھا۔ اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔ لیکن وہ نہایت بدطینت۔ جانب دار اور شر انگیز تھا۔ اس نے منصب وزارت پر قائم ہوتے ہی خلیفہ کو عضو معطل بنا کر الگ کر دیا۔ اور خود سلطنت کے سیاہ وسفید کا مالک بن گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خلافت عباسیہ کا عالی شان ایوان اقتدار کھنڈر بن کر رہ گیا۔

ابن علقمی پہلے ہی سے خلافتِ بغداد کو متعصبانہ نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اب کہ عنان اختیار اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے عباسیوں کا نام ونشان مٹا کر بغداد میں علویوں کی حکومت قائم کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ سلطنت کے خیر سگالوں نے خلیفہ کو وزیر کے غدارانہ منصوبوں سے آگاہ کیا۔ لیکن ابن علقمی کی عیاریوں اور مکاریوں کے آگے ان کی کچھ پیش نہ گئی۔ اور اس نے خلیفہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلا کر اس کا دل مٹھی میں لے لیا۔

اب تو ابن علقمی اور بھی کھل کھیلنے لگا۔ چنانچہ اس نے خلیفہ کو لہو ولعب میں مصروف کر کے من مانی کارروائیاں کرنی شروع کر دیں۔ اس دوران میں خلیفہ کے بیٹے ابوبکر نے بغداد کے محلہ کرخ پر جس میں سراسر شیعہ آباد تھے۔ حملہ کیا۔ اور ابن علقمی کو بھی برا بھلا کہا۔ اس سے ابن علقمی آگ بگولا ہو گیا۔ اور خلیفہ سے شکایت کی لیکن اس نے چنداں پروا نہ کی۔ ابن علقمی نے غیظ وغضب سے دیوانہ ہو کر چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں سے مراسلت شروع کی۔ ہلاکو خاں تاتاریوں کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اور خراسان وغیرہ ممالک اس کے زیر نگیں تھے۔ ابن علقمی نے ہلاکو خاں کو لکھا تھا۔ کہ "آپ بغداد پر فوج کشی کریں۔ میں نہایت آسانی سے بغداد اور ملک عراق کو آپ کے تصرف میں لا دوں گا۔" ہلاکو خاں نے خلیفہ کے لشکر کی کثرت۔ عربوں کی شجاعت اور اہل بغداد کی بہادری کا خیال کر کے تامل وتذبذب سے کام لیا۔ تو ابن علقمی نے بہ لطائف الحیل فوج میں تخفیف کرنے کی تجویز منظور کرالی۔ بہت سی

Marfat.com

فوج باہر دوسرے ملکوں میں بھیج دی گئی۔ باقی آدمیوں کی تنخواہیں ادا کرنے کے لئے لشکریوں کو بازار کا محصول وصول کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس سے لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ اور شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ ابن علقمی نے فوج کا بہت سا حصہ برخاست کر دیا۔ اور خلیفہ کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا۔ کہ اس طرح بچت کا روپیہ تاتاریوں کی مدافعت کے دوسرے انتظامات میں صرف کیا جائے گا۔

بغداد پر ہلاکو خاں کا حملہ

ہلاکو خاں کا وزیر خواجہ نصیر الدین طوسی ابن علقمی کے ڈھب کا آدمی تھا۔ اس نے طوسی کو خط لکھا۔ کہ ہلاکو خاں کو بغداد پر فوج کشی کرنے کے لئے آمادہ کرو۔ اور اس زرّیں موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ دوسرا خط خود ہلاکو خاں کو تحریر کیا۔ کہ میں نے بغداد کو فوجوں سے خالی کر کے جنگ کا سارا سامان باہر بھیج دیا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی ضمانت کی ضرورت ہے؟

ان تمام امور کے باوجود ہلاکو خاں خلافت بغداد پر ہاتھ ڈالنے سے ہچکچاتا تھا۔ کہ کہیں بھڑوں کے اس چھتے کو چھیڑنے سے سارے عالم اسلام میں غم و غصہ کی لہر نہ دوڑ جائے۔ اور اس طرح ایک ہولناک مصیبت کا سامنا ہو۔ بہر نوع اس نے اپنے وزیر نصیر الدین سے اس باب میں مشورہ طلب کیا۔ وزیر نے علم نجوم سے معلوم کر کے کہا۔ کہ آپ خوشی سے بغداد پر حملہ کر دیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

غرض ذی الحجہ ۶۵۵ھ میں ہلاکو خاں نے نہایت زور شور سے بغداد پر حملہ کر دیا۔ پہلے تو امیر دلودار نے رہے سہے عباسی جانبازوں کو ساتھ لے کر پوری قوت سے مدافعت کرتے ہوئے تاتاریوں کے دانت کھٹے کر دئے۔ لیکن پھر تاتاری لشکر نے اس زور سے حملہ کیا۔ کہ عباسی فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور تاتاریوں نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ اب اہلِ بغداد میں مقابلے کی تاب نہ رہی۔ ہلاکو خاں نے اپنے لشکر کو قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ اور تاتاری درندوں نے سولہ لاکھ اور دوسری روایت سے ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ خون کی اس

قدر ندیاں بہائی گئیں۔ کہ دریائے دجلہ کا پانی سُرخ ہوگیا۔ اور خاندان عباسیہ کا کوئی بھی فرد جو مغلوں کے ہتھے چڑھ گیا زندہ نہ بچ سکا۔ ابن علقمی نے اپنے آقا مستعصم باللہ کو نمدے میں لپیٹ کر ایک ستون سے باندھا۔ اور لاتیں لگوا کر اس کا خاتمہ کرا دیا۔

اب ہلاکو خاں نے شاہی کتب خانے کو برباد کرنے کی ٹھانی۔ اور اس کی تمام بے شمار و نایاب کتابیں دریائے دجلہ میں پھکوا دی گئیں۔ دجلہ کا پانی جو مقتولوں کے خون سے سرخ ہو رہا تھا۔ اب ان کتابوں کی روشنائی سے سیاہ ہوگیا۔ اور مدت تک سیاہ رہا۔ اس حشر انگیز خونریزی اور تباہی و بربادی کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اور اسے بجا طور پر قیامت صغریٰ کہا جاتا ہے۔

سقوط بغداد کے بعد عراق کے گوشے گوشے میں تاتاریوں کا پرچم اقتدار لہرانے لگا۔ اور عباسی خلافت کے خاتمے کے ساتھ ہی مسلمانوں کی سیاسی مرکزیت نے بھی دم توڑ دیا۔

اس کے بعد ابن علقمی نے تاتاریوں کو علوی خلافت قائم کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں۔ لیکن وہ اپنی نمک حرامی کے صلے میں انتہائی ذلت و رسوائی کی موت مر گیا۔

عبّاسی خلافت مصر میں

مستنصر باللہ

۶۵۹ھ تا ۶۶۰ھ

بغداد سے خلافت عباسیہ کا چراغ گُل ہونے کے بعد مصر میں روشن ہوا لیکن اس کی لو مدھم ہی رہی۔ اور اسے ممالیک کی اصل حکومت کے آفتاب کے آگے

فروغ حاصل نہ ہو سکا۔ خلفائے عباسیہ محض ان کے وظیفہ خوار تھے۔ اور اتنے اختیارات بھی نہ رکھتے تھے۔ جتنے انھیں دیلمیوں اور سلجوقیوں کے عہد میں حاصل تھے۔

مستعصم باللہ کے قتل کے وقت اس کا چچا ابوالقاسم احمد تاتاریوں کی قید سے نکل بھاگا۔ اور ۶۵۹ھ میں عرب سرداروں کے ساتھ مصر پہنچا۔ ان دنوں خاندان مملوک کا چوتھا بادشاہ ملک الظاہر بیبرس اورنگ حکومت پر متمکن تھا۔ وہ رجب ۶۵۹ھ میں اسے نہایت تزک و احتشام سے قاہرہ لے گیا۔ اور اس نے خود امرائے سلطنت اور اکابر مصر نے اس کے ہاتھ پر بیعتِ خلافت کی۔ اس کے لئے مستنصر باللہ کا لقب تجویز کیا گیا۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سکہ جاری کیا گیا۔

اب مستنصر نے بغداد کو تاتاریوں کے قبضے سے چھڑانا چاہا۔ تو ظاہر بیبرس نے اس کے لئے ایک لشکر جرار مہیا کر دیا۔ اور دمشق تک اس کے ساتھ گیا۔ ذی الحجہ ۶۵۹ھ میں مستنصر عازم عراق ہوا۔ اور حدیثہ وغیرہ کو زیر نگیں کر کے بغداد کی طرف باگ اٹھائی راستے میں تاتاریوں سے مڈبھیڑ ہوئی۔ مصری لشکر نے نہایت جانبازی سے تیغ شجاعت کے جوہر دکھائے۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ لیکن تاتاریوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور مصری فوج کو ناکامی و ہزیمت سے دوچار ہونا پڑا۔

مستنصر اس شکست سے ایسا شکستہ دل اور نادم ہوا۔ کہ وہ چھپ چھپا کر کسی طرف چلا گیا۔ پھر ایسا مفقود الخبر ہوا۔ کہ اس کے قتل یا روپوش ہو جانے سے متعلق کوئی پتا نہ چل سکا۔ اور صرف چھ مہینے کے بعد اس کے چمن زار خلافت میں خزاں آگئی۔

Marfat.com

حاکم بامراللہ

۶۶۱ھ تا ۷۰۱ھ

مستنصر کے بعد ظاہر بیبرس عباسی خاندان کے فرد ابوالعباس احمد کو جو رجبہ (شام) میں مقیم تھا۔ قاہرہ لے گیا۔ اسے بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ خلیفہ بنایا۔ اور حاکم بامراللہ کا لقب تجویز کیا گیا۔

حاکم ابھی اپنے گلشنِ خلافت کی دوسری ہی بہار دیکھنے پایا تھا۔ کہ اسے ظاہر کے ساتھ کسی معاملے میں اختلاف ہو گیا۔ اور ۶۶۳ھ میں حاکم نظر بند کر دیا گیا۔

حاکم کی زندگی کا بڑا حصہ قید و بند میں بسر ہوا۔ اور اس کے عہد میں نو بادشاہ مصر میں تخت نشین ہوئے۔ (۱) ظاہر بیبرس (۲) محمد سعید برکہ خاں (۳) سلامش بن بیبرس (۴) سیف الدین قلاؤن (۵) صلاح الدین خلیل بن قلاؤن (۶) الملک الظاہر بیدرا (۷) ناصر محمد بن قلاؤن (۸) الملک العادل کتبغا (۹) منصور لاجین۔

حاکم ۲۷ سال تک نظر بند رہنے کے بعد صلاح الدین خلیل کے زمانہ ۶۸۹ھ میں آزاد کیا گیا۔ ۶۹۴ھ میں اس نے حج کیا۔ ملک العادل نے اسے پھر قید کر دیا۔ ۶۹۶ھ میں منصور لاجین نے اسے آزاد کر کے اس کا اقتدار بڑھایا اور وظیفہ مقرر کیا۔ ۶۹۷ھ میں جب حاکم دوسری دفعہ عازم حج ہوا۔ تو منصور نے اسے زادِ راہ کے طور پر سات لاکھ درہم دیئے۔

۱۸۔ جمادی الاولیٰ ۷۰۱ھ کو حاکم نے چالیس سال پانچ مہینے دس دن کی خلافت کے بعد انتقال کیا۔ اور سیدہ نفیسہ کے مزار کے قریب اس کی رسم تدفین ادا کی گئی۔

بظاہر تو حاکم چالیس سال سے زیادہ عرصے تک سریر آرائے حکومت رہا۔ اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کی گئی۔ اس کے نام کا خطبہ بھی پڑھا گیا۔ سکہ بھی جاری کیا گیا۔ اور اس نے امیر المومنین ہونے کی حیثیت سے معمول کے مطابق ظاہر کو

Marfat.com

خلعت عطا کر کے امورِ سلطنت کی باگ ڈور بھی اس کے ہاتھ میں دی۔ لیکن فی الحقیقت آخری چند سال کے سوا اس کی ساری مدت خلافت نظر بندی میں گزری۔ اور ایک مسلوب الاختیارات خلیفے کے سوا اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

مستکفی باللہ اوّل

۷۰۱ھ تا ۷۴۰ھ

حاکم نے وفات پائی۔ تو ناصر محمد بن قلاؤن دوسری دفعہ مصر میں حکومت کر رہا تھا۔ اس نے حاکم کے بیٹے ابوالربیع سلیمان الملقب بہ مستکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ناصر اور مستکفی میں مدت تک گہرے دوستانہ تعلقات قائم رہے۔ ناصر کا دل اس کی محبت کے علاوہ اس کے احترام اور قدر و منزلت کا بھی حامل تھا۔ ناصر نے قصر کبش کو مستکفی کے شایانِ شان نہ سمجھ کر اسے قلعے میں جگہ دے دی۔ اور مستکفی اور اس کے تمام عزیزوں کے وظائف میں اضافہ کر دیا۔ وہ دونوں اکٹھے گوے و چوگاں کھیلتے تھے۔ باہم سیر و تفریح کا لطف اٹھاتے تھے۔ اور دوش بدوش جنگ میں داد شجاعت دیتے تھے۔

اتفاق و اتحاد اور محبت و احترام کے ان تعلقات میں بتیس سال تک سرمو فرق نہ آیا۔ پھر مفسدہ پردازوں کے جوڑ توڑ رنگ لائے۔ اور ناصر کے دل میں اس کی طرف سے گرہ بیٹھ گئی۔ چنانچہ ۷۳۶ھ میں اس نے مستکفی کو قصر کبش میں واپس بھیج دیا۔ ۷۳۷ھ میں قوص روانہ کر دیا۔ لیکن وظائف بدستور قائم رہنے دئے۔

مقریزی لکھتا ہے :۔

" ناصر اور مستکفی کے تعلقات تھوڑے عرصے تک خوش گوار رہے۔ اور قوص کی

Marfat.com

روانگی سے قبل مستکفی کو دو دفعہ نظر بند کیا گیا۔ قوص بھیجنے کے بعد وظیفے میں تخفیف کر کے معمولی گزارہ مقرر کیا گیا۔ اور وہیں قوص میں ۷۴۰ھ میں مستکفی کا انتقال ہو گیا۔"

سیوطی رقم طراز ہے :۔

"مستکفی علم و فضل میں ممتاز تھا۔ فن خوش نویسی میں دسترس رکھتا تھا۔ سخاوت اس کی فطرت ثانیہ تھی۔ شجاعت میں مشہور تھا۔ عالموں اور باکمال لوگوں کو سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا۔ اس کی جوہر شناسی اور قدردانی کے باعث ارباب فضل و کمال اس کے دربار میں کھچے چلے آتے تھے۔"

واثق باللہ

۷۴۰ھ تا ۷۴۱ھ

مستکفی کی وفات کے بعد ناصر نے اس کے نااہل بھتیجے ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن حاکم الملقب بہ واثق باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ قاضی القضات نے مخالفت کی ناصر نے نہ اس کی مخالفت کی پروا کی۔ اور نہ اس بات کا خیال کیا۔ کہ مستکفی نے اپنے بیٹے احمد کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چنانچہ واثق کے ہاتھ پر بیعت ہو جانے کے بعد اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سکہ جاری کیا گیا۔

آخر یہ بے جا انتخاب قائم نہ رہا۔ ناصر بعد میں کف افسوس ملنے لگا۔ اور تقرر واثق سے تھوڑے ہی عرصے کے بعد ناصر کی مدت عمر ختم ہو گئی۔ اس نے وفات سے قبل اپنے بیٹے منصور کو وصیت کی۔ کہ احمد کو خلیفہ بنایا جائے۔ واثق صرف چھ مہینے تک تخت خلافت پر متمکن رہا۔

Marfat.com

حاکم بامراللہ دوم

۷۴۱ھ تا ۷۴۸ھ

منصور نے واثق کو معزول کر کے اپنے باپ ناصر کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے ابوالعباس احمد بن مستکفی الملقب بہ حاکم بامراللہ دوم کو تخت خلافت پر متمکن کیا۔

حاکم کے عہد میں سات بادشاہ مصر میں سریر آرائے سلطنت ہوئے (۱) منصور ابوبکر (۲) علاؤالدین کجک ابن محمد (۳) ناصر شہاب الدین احمد (۴) ملک الصالح اسمٰعیل (۵) کامل زین الدین شعبان (۶) مظفر زین الدین (۷) ناصر حسن بن محمد۔

تمام سلاطین نے حاکم کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور ان کے باہمی تعلقات میں کسی قسم کی کشیدگی رونما نہ ہوئی۔

ابن فضل اللہ بیان کرتا ہے :۔

" حاکم نے رسوم خلافت میں نئی روح پھونکی۔ اور مصر کے بادشاہ اس کے کسی کام کو مخالفانہ نظر سے نہ دیکھ سکے "۔

حاکم نے ۷۴۳ھ اور دوسری روایت کے مطابق ۷۵۳ھ میں انتقال کیا۔

معتضد باللہ اوّل

۷۴۸ھ تا ۷۶۳ھ

حاکم کے بعد اکابر مصر نے اس کے بھائی ابوبکر بن مستکفی الملقب بہ معتضد اوّل کو تخت پر بٹھایا۔

معتضد کے عہد میں تین بادشاہ مصر میں اورنگ نشین حکومت ہوئے (۱) ناصر حسن بن محمد مذکور (۲) صالح صلاح الدین بن محمد (۳) ناصر حسن بن محمد دوسری دفعہ۔

اب خلافت کی وہ تمکین وعظمت بھی ختم ہوگئی۔ جس کا قیام حاکم کی مساعی جمیلہ کا شرمندۂ احسان تھا۔ زرگروں سے جو محصول لیا جاتا تھا۔ وہ خلفا کے وظائف کی مد میں صرف کیا جاتا تھا۔ لیکن اس رقم کی کمی کے باعث خلفاء کو تکلیف ہوتی تھی۔ اس لئے سیدہ نفیسہ کے مزار کی معقول آمدنی بھی اس مد میں منتقل کر دی گئی۔ جس سے خلفاء کی تنگ دستی خوش حالی میں تبدیل ہوگئی۔ لیکن خلافت کا آبگینۂ وقار چور چور ہوگیا۔

۷۶۳ھ میں معتضد نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

سیوطی لکھتا ہے:۔

"معتضد شریف النفس۔ خوش کردار۔ کشادہ دست اور علم نواز تھا۔"

متوکّل علی اللہ اوّل

۷۶۳ھ تا ۷۸۵ھ

معتضد کے بعد اس کا بیٹا ابو عبداللہ محمد الملقب بہ متوکّل علی اللہ تخت پر بیٹھا۔ متوکّل کے عہد میں پانچ سلاطین ہوئے (۱) منصور محمد بن حاجی (۲) اشرف شعبان بن حسن (۳) منصور علی بن شعبان (۴) صالح حاجی بن شعبان (۵) ملک الظاہر برقوق۔ متوکّل نے عالی دماغی اور اولوالعزمی سے اپنا وقار قائم کرنے اور خلافت کے قالبِ اقتدار میں روح پھونکنے کی کوشش کی جس میں وہ کامیاب ہوا۔ اگرچہ اسے دو بار معزولی کی پریشانی سے دوچار ہونا پڑا۔

مصر کے سلاطین اور عمائد اس کی خودسری سے چیں بر جبیں ہوتے تھے۔ چنانچہ ۷۷۹ھ میں سلطان منصور علی بن شعبان کے نائب الحکومت امیر اینبک نے متوکّل کو برطرف کر کے اس کے عم زاد بھائی نجم الدین زکریا کو خلیفہ بنا دیا۔ لیکن دو ہی ہفتے کے بعد متوکّل اپنے منصب پر بحال کر دیا گیا۔

Marfat.com

۷۸۳ھ میں سلطان منصور کی وفات پر اس کے نائب ظاہر برقوق چرکسی نے منصور کے نوعمر بیٹے ملک الصالح کو تخت پر بٹھایا۔ لیکن درحقیقت صالح کے پردے میں خود برقوق حکمرانی کرتا تھا۔ چنانچہ چند ہی روز کے بعد یہ راز بے نقاب ہو گیا۔ برقوق نے کھلم کھلا تاج و تخت کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ اور مصر کی سلطنت ترکی ممالیک کے بجائے چرکسی خاندان میں منتقل ہو گئی۔

اکثر امرا برقوق کے خلاف تھے۔ وہ اس کے مقابلے کے لئے متوکل کو میدان میں لے آئے۔ متوکل نے مصر۔ عراق اور شام کے امراء سے امداد طلب کی۔ مصر کے امراء و اکابر سے برقوق کی چیرہ دستی و انصاف براندازی کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ قطعاً حکمرانی کا اہل نہیں۔ اور انھیں برقوق کا کام تمام کر دینے کی ترغیب دی۔ برقوق نے یہ اطلاع پاتے ہی قاضیوں سے متوکل کی معزولی کے متعلق استفتاء کیا۔ لیکن حصول مدعا میں ناکام رہنے کے بعد ۷۸۵ھ میں برقوق نے خود اسے معزول کر کے نظر بند کر دیا۔

واثق باللہ

۷۸۵ھ تا ۷۸۸ھ

متوکل کی معزولی کے بعد برقوق نے ابوحفص عمر بن معتصم الملقب بہ واثق باللہ کو اورنگِ خلافت پر متمکن کیا۔

واثق نے چار سال تک خاموشی سے زندگی بسر کی۔ اس کے عہد حکمرانی میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ رونما نہ ہوا۔ ۷۸۸ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

مستعصم

۷۸۸ھ تا ۷۹۱ھ

واثق کے بعد برقوق نے اس کے بھائی زکریا بن مستعصم الملقب بہ مستعصم کو تخت پر بٹھایا۔

متوکل کی معزولی رنگ لائے بغیر نہ رہی۔ امرا کی طرف سے برقوق کی مخالفت زور پکڑ گئی۔ اور ۷۹۱ھ میں حلب کے نائب الحکومت امیر یلبغا ناصری نے اس پر حملہ کر دیا۔

متوکل علی اللہ دوبارہ

۷۹۱ھ تا ۸۰۸ھ

متوکل کی معزولی برقوق کے حق میں اُستروں کی مالا ثابت ہوئی۔ اور اسے اپنی حکومت کا سفینہ خطرات کی منجدھار میں ڈگمگاتا نظر آیا۔ چنانچہ ۷۹۱ھ میں اس نے متوکل کو نظر بندی سے آزاد کر کے عزت و احترام کے ساتھ دوبارہ تختِ خلافت پر بٹھایا۔

برقوق نے متوکل کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ اور اس نے باقی زندگی عزت و احترام سے بسر کی۔

مال و زر۔ جاہ و جلال۔ آل و اولاد ہر اعتبار سے متوکل کی قسمت کا ستارہ اوج پر تھا۔ درہم و دینار کے علاوہ وہ کافی جاگیر کا مالک تھا۔ اولاد بھی بہت ہوئی۔ ۸۰۸ھ میں متوکل نے دُنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔

مستعین باللہ

۸۰۸ھ تا ۸۱۶ھ

متوکل کے بعد خلافت کا منصب اس کے بیٹے ابوالفضل عباس الملقب بہ مستعین باللہ کے حصے میں آیا۔ ان دنوں ظاہر برقوق کے بیٹے ملک الناصر کا طوطی بول رہا تھا۔

سات سال تک مستعین کی زندگی میں کوئی خاص ہنگامہ خیز واقعہ پیش نہ آیا۔ ۸۱۵ھ میں ملک الناصر کے دو امیروں شیخ محمودی اور نوروز نے بغاوت کے شعلوں کو ہوا دی۔ ناصر نے مستعین کو ساتھ لے کر آتش سرکشی کے فرو کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ شیخ محمودی نے ناصر کو ملحد و زندیق قرار دیتے ہوئے قاضی ناصرالدین سے اس کے محضر قتل پر دستخط کرا لئے۔ اور مستعین کو سلطنت مصر کا قلم دان سنبھالنے کی ترغیب دی۔ وہ کسی قدر تامل سے کام لے کر ہر طرح کا اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس پر رضامند ہوا۔ اور امیرالمومنین کے ساتھ سلطان مصر بھی قرار پایا۔

شیخ محمودی اس تدبیر کی آڑ لے کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے پُرزور اصرار کے ساتھ مستعین سے کہا۔ کہ وہ اسے حسب معمول سلطنت مصر کی خلعت عطا کر کے امور مملکت کا مختار بنا دے۔ لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ شیخ محمودی نے اسے قید کر لیا۔ پھر قاضی جلال سے اس کی معزولی کا فتویٰ حاصل کر کے ۸۱۶ھ میں اسے معزول کرنے کے بعد اسکندریہ بھیج دیا۔ اور سلطنت مصر کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔

۸۳۳ھ میں مستعین نے اسکندریہ میں وفات پائی۔

معتضد باللہ

۸۱۶ھ تا ۸۴۵ھ

شیخ محمودی نے مصالح سیاست کے پیش نظر مستعین کی معزولی کے بعد اس کے بھائی ابوالفتح داؤد الملقب بہ معتضد باللہ کو منصب خلافت پر فائز کیا۔

معتضد صاحب علم۔ روشن دماغ۔ بالغ نظر اور ارباب کمال کا قدردان تھا۔ اس نے انتیس سال تک سکون و عافیت سے فرائض خلافت انجام دئے۔ لیکن اس طویل عرصے میں کوئی خاص قابلِ ذکر واقعہ رونما نہ ہوا۔

معتضد کے عہد میں سات بادشاہ مصر کے اورنگ سلطنت پر متمکن ہوئے۔

(۱) شیخ محمودی (۲) مظفر احمد بن شیخ (۳) ملک الظاہر ططر (۴) صالح محمد بن ططر (۵) ملک الاشرف برس بائی (۶) عزیز یوسف بن برس بائی (۷) ملک الظاہر جقمق

۸۴۵ھ میں معتضد قیدِ حیات سے آزاد ہوگیا۔

مستعین باللہ دوم

۸۴۵ھ تا ۸۵۴ھ

معتضد کے بعد اس کے بیٹے ابوالربیع سلیمان الملقب بہ مستعین باللہ دوم نے تختِ خلافت پر قدم رکھا۔

مستعین نے دس سال تک خاموشی اور امن سے فریضۂ خلافت انجام دیا۔ اور اس ساری مدت میں اس کی خلافت سے متعلق کوئی ایسا واقعہ پیش نہ آیا۔ جسے الفاظ کے موقلم سے نمایاں کئے بغیر اس کی تصویرِ حیات تشنۂ تکمیل رہے۔

مستعین ایک عابد و زاہد۔ انصاف پسند۔ امن خواہ اور خاموش خلیفہ تھا۔ عبادت و ریاضت اس کی رگ رگ میں خون کی طرح جاری و ساری تھی۔ سلطان

Marfat.com

ظاہر جقمق اس کا بڑا عقیدت مند تھا۔ اور ہر طرح اس کے حقوق کا خیال رکھتا تھا۔

۸۵۴ھ میں مستعین نے عالم بقا کی راہ لی۔ اور سلطان اس کی میت کو کندھا دیتے ہوئے قبرستان تک ساتھ گیا۔

قائم بامر اللہ

۸۵۴ھ تا ۸۵۹ھ

مستعین کے بعد ملک الظاہر جقمق نے اس کے بھائی ابو البقار حمزہ الملقب بہ قائم بامر اللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس کے عہد میں تین بادشاہ مصر میں سریر آرائے حکومت ہوئے (۱) ملک الظاہر جقمق (۲) منصور عثمان بن جقمق (۳) ملک الاشرف اینال۔

قائم نہایت اولوالعزم اور ہمت ور تھا۔ اس کے عہد کا یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ ملک اشرف کی فوج نے علم بغاوت بلند کیا۔ قائم نے حکومت مصر کو تصرف میں لانے کی غرض سے باغیوں کی امداد کی۔ لیکن باغیوں کے شکست کھا جانے کے باعث اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ اشرف قائم کی اس مخالفانہ روش سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور اسے سخت سست کہا۔ قائم نے جوش غیظ و غضب سے جواب دیا۔ کہ "میں خلافت سے دست کش ہوتا ہوں۔ لیکن تمھیں بھی معزول کرتا ہوں"۔

آخر معاملہ قاضی وقت کی عدالت میں پیش ہوا۔ وہ قائم کے بھائی یوسف کا طرف دار تھا۔ اس نے قائم کے بیان میں قانونی موشگافی کرتے ہوئے فیصلہ کیا۔ کہ قائم نے پہلے خلافت سے دست کشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد اشرف کو معزول کیا جب وہ خلافت سے دست کش ہی ہو گیا۔ تو اسے معزول کرنے کا اختیار کیونکر حاصل ہو سکتا تھا۔ اس بنا پر دست کشی درست اور اشرف کی معزولی نادرست ہے۔ یہ فیصلہ سن کر اشرف خوشی کے مارے جامے میں پھولا نہ سمایا۔ چنانچہ ۸۵۹ھ میں اس نے قائم کو اسکندریہ بھیج دیا۔ جہاں ۸۶۳ھ میں اس کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز

کر گیا۔

مستنجد باللہ دوم

۸۵۹ھ تا ۸۸۴ھ

قائم کے بعد اس کا بھائی ابوالمحاسن یوسف الملقب بہ مستنجد باللہ دوم اورنگِ خلافت پر متمکن ہوا۔ بیعت کی رسم ادا ہونے کے بعد اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور سکہ جاری ہوا۔

یوسف کے عہد میں چھ بادشاہ مصر میں تاج پوش سلطنت ہوئے (۱) اشرف اینال۔ (۲) احمد بن اینال (۳) ملک الظاہر خوش قدم (۴) ملک الظاہر بلبائی (۵) ملک الظاہر تمربغا (۶) ملک الاشرف قائت بائی۔

مستنجد نے پچیس سال تک امن و سکون سے خلافت کے فرائض انجام دئے اور اس طویل مدت میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ رونما نہ ہوا۔

۸۸۴ھ میں مستنجد اس سرائے فانی سے کوچ کر گیا۔

متوکل علی اللہ ثانی

۸۸۴ھ تا ۹۰۳ھ

مستنجد کے بعد اس کا بھتیجا عبدالعزیز بن یعقوب الملقب بہ متوکل علی اللہ جسے وہ ولی عہد مقرر کر گیا تھا۔ خلافت کے تخت پر بیٹھا۔

متوکل کے عہد میں تین بادشاہ مصر میں اورنگ نشین سلطنت ہوئے (۱) ملک الاشرف قائت بائی (۲) ناصر محمد بن قائت بائی (۳) اشرف قانصوہ۔

متوکل خوش اخلاق و شریف النفس تھا۔ اور اس نے حسن سیرت کے بے پناہ

Marfat.com

حربے سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ علم دوست اور فن نواز تھا۔ امام سیوطی اسی کے عہد میں تھے۔ غیرت اور خودداری اس کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی۔

متوکل سیدہ نفیسہ کے مزار کی آمدنی میں سے ایک حبہ بھی ذاتی ضروریات پر صرف نہ کرتا تھا۔ بلکہ ساری کی ساری مزار سے متعلق مکانات وغیرہ پر خرچ کر دیتا تھا۔

سنہ ۹۰۳ھ میں متوکل محبوب حقیقی سے واصل ہو گیا۔

مستمسک باللہ

سنہ ۹۰۳ھ تا سنہ ۹۲۰ھ

متوکل کے بعد اس کا بیٹا یعقوب الملقب بہ مستمسک باللہ تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کے عہد میں پانچ بادشاہ مصر کے اورنگ سلطنت پر بیٹھے (۱) ناصر محمد بن قائت بائی۔ (۲) ظاہر قانصوہ اشرفی (۳) ملک الاشرف جان بلاط (۴) ملک العادل طومان (۵) ملک قانصوہ غوری۔

مستمسک نے سترہ سال تک امن وعافیت سے فریضۂ خلافت انجام دیا۔ اور اس دوران میں کوئی قابلِ ذکر واقعہ صورت پذیر نہ ہوا۔

سنہ ۹۲۰ھ میں مستمسک نے وفات پائی۔

متوکل علی اللہ ثالث

سنہ ۹۲۰ھ تا سنہ ۹۲۳ھ

مستمسک کے بعد محمد الملقب بہ متوکل علی اللہ اورنگ نشین خلافت ہوا۔

مصر کے اس آخری عباسی خلیفہ کی فرماں روائی کے چوتھے سال سنہ ۹۲۳ھ میں

Marfat.com

سلطان سلیم اوّل عثمانی نے مصر پر قابض ہوکر حکومت ممالیک کا خاتمہ کردیا۔

متوکل محض ایک نام نہاد خلیفہ تھا۔ اور ترکان عثمانی کا ستارۂ اقبال پوری تابانی سے مصر کے در و دیوار پر تجلیاں برسا رہا تھا۔ اس لئے جب اس نے دیکھا کہ اب سلطان سلیم سلطنتِ مصر کے سیاہ و سفید کا مالک بن گیا ہے۔ تو متوکل نے اس کے حق میں خلافت سے بھی دست کشی اختیار کرلی۔ اور رسول اللہ صلعم کے تبرکات عَلَم۔ تلوار اور ردائے مقدس جو خاندانِ خلافت میں نشان خاص کے طور پر بطریق وراثت زمانۂ قدیم سے چلے آتے تھے۔ اس کے سپرد کردئے۔ ساتھ ہی حرمین شریفین کی کنجیاں بھی اس کی تحویل میں دے دیں۔

اب خلافت قریش کے قبضے سے نکل کر عثمانی خاندان میں منتقل ہوگئی۔ اور ممالیک مصر کے ساتھ مصر کی عباسی خلافت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

2/53.
Masoom Rizvi,
1577, Kalan Mahal,
Madarsa Shah Abdul Aziz,
Delhi - 6.

Marfat.com

Asif

Asif

Asif

Asif

ASif Khan

ASif

Asif

Asif

Marfat.com

بیسواں باب

ترکانِ عثمانی

عثمان خاں اوّل

۱۲۸۸ء تا ۱۳۲۶ء

ارطغرل کے بعد اس کے بیٹے عثمان خاں اوّل نے سریر آرائے سلطنت ہو کر دولت عثمانیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر سلطان قونیہ کا ایک باوفا جاگیردار بنا رہا۔ اُن دنوں دولت سلجوقیہ بسترِ مرگ پر ایڑیاں رگڑ رہی تھی۔ اور ایشیائے کوچک میں طوائف الملوکی کا دَور دَورہ تھا۔ ان حالات سے کماحقہٗ فائدہ اٹھاتے ہوئے عثمان اپنی فتوحات کا سلسلہ دُور دراز علاقوں تک قائم کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے بیشتر بازنطینی علاقوں ہی کو اپنے توسن شجاعت کی جولان گاہ بنائے رکھا۔ کیونکہ ایک تو اس کی ذاتی جاگیر اس سرحد کے قریب تھی۔ دوسرے تبلیغ اسلام پیشِ نظر تھی۔ تیسرے وہ چادر سے باہر پاؤں پھیلانا نہ چاہتا تھا۔

بازنطینی قلعہ داروں نے دولت سلجوقیہ کی سرحد پر تاخت و تاراج شروع کر رکھی تھی۔ اس لئے عثمان کو سلطان قونیہ کا نائب ہوتے ہوئے مدافعت کے لئے پیش قدمی کرنی پڑی۔ اور قراجہ حصار کا معرکہ سر کر کے بازنطینیوں کے دانت کھٹے

کردئے۔ سلطان علاء الدین نے عثمان کی بہادری پر تحسین وآفرین کے پھول برساتے ہوئے قراجہ حصار اور اس کے قرب وجوار کا مفتوحہ علاقہ خود اس کو جاگیر میں دے دیا۔ علاوہ بریں اسے "بک" کا خطاب عطا کرکے اپنے سکے کے اجرا اور خطبۂ جمعہ میں اپنا نام شامل کرنے کی اجازت بھی بخش دی۔

سنہ ۱۳۰۰ء میں تاتاریوں نے ایشیائے کوچک پر ہلّہ بول کر سلطان علاء الدین اور اس کے بیٹے غیاث الدین کو فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ جس سے دولت سلجوقیہ نے دم توڑ دیا۔ عثمان ایک آزاد وخود مختار حکمران بن گیا۔ اور ینی شہر کو دارالحکومت مقرر کیا۔

سنہ ۱۳۰۱ء میں عثمان نے بمقام قیون حصار شہنشاہ قسطنطنیہ کی افواج قاہرہ کو ناک چنے چبوا کر ظفر وکامرانی کا پرچم لہرایا۔ اور چھ ہی برس میں اس کے مقبوضہ کی حدیں بحیرۂ اسود کے ساحل سے ٹکرانے لگیں۔ بازنطینی قلعے برابر زیر نگیں ہوتے گئے۔ جس سے پریشان ہوکر بازنطینیوں نے تاتاریوں کو مقابلے کے لئے اکسایا۔ لیکن عثمانی لشکر نے ان کے بھی چھکے چھڑا دئے۔ اور بازنطینیوں کی تمام امیدیں آغوش لحد میں جا سوئیں۔

وفات

سنہ ۱۳۱۷ء میں عثمان نے بروصہ پر حملہ کیا۔ اور تقریباً دس سال تک محاصرہ جاری رکھا۔ آخر سنہ ۱۳۲۶ء میں دشمن نے گھٹنے ٹیک دئے اور عساکر عثمانی نے سلطنت عثمانیہ کے تاج دار اول کے فرزند اورخاں کی کمان میں قلعۂ بروصہ پر فتح کا جھنڈا گاڑ دیا۔ عثمان بستر مرگ پر آخری سانس لے رہا تھا کہ اورخاں فتح کا مژدہ لے کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ عثمان نے بیٹے کی شجاعت پر داد وستائش کے موتی برساتے ہوئے اسے اپنا جانشین مقرر کیا۔ اور رعایا کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی۔

اخلاق ومحاسن

عثمان نہایت ہمت ور اور بہادر تھا۔ میدان کارزار میں فتح اس کے استقبال کو آتی تھی۔ انتظام سلطنت میں

کمال رکھتا تھا۔ ہر کس و مہ اس کے عدل و انصاف۔ رحم و ہمدردی اور جود و سخاوت کا کلمہ پڑھتا تھا۔ رعایا کے تمام افراد کو بے امتیاز مذہب و ملت ایک نظر سے دیکھتا تھا۔ رعیت کی فلاح و بہبود اور ملک کی آسودہ حالی ہر وقت اس کے پیشِ نظر تھی۔ اس کی زندگی بالکل سادہ اور نمود و نمائش سے خالی تھی۔ مال و دولت فراہم کرنے کا قطعاً شوق نہ تھا۔ مکان میں کوئی شاہانہ سامان وغیرہ نہ تھا۔ اسی لئے وہ نہایت محبوب و ہر دل عزیز تھا۔ غرض وہ قرونِ اولیٰ کا ایک مجاہد تھا۔

اور خاں

۱۳۲۶ء تا ۱۳۵۹ء

عثمان کے بعد اس کا فرزند اصغر اور خاں ۴۲ سال کی عمر میں تختِ سلطنت پر متمکن ہوا۔ اور بڑا بیٹا علاء الدین اس کا وزیر بنا۔

اصلاح و ترقی

علاء الدین نے اپنے علم و فضل اور تدبیر و دانش کی بنا پر امورِ مملکت میں زبردست تنظیم و اصلاح سے کام لیا۔ عثمان نے اجرائے سکّہ کی اجازت حاصل کرنے کے باوجود اس پر عمل نہ کیا تھا۔ اب علاء الدین نے ساری سلطنت عثمانیہ میں اور خاں کے نام کا سکّہ جاری کیا۔ اور رعایا کی مختلف جماعتوں کے لئے الگ الگ لباس تجویز کئے۔

فوجی اصلاحات

پہلے کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی۔ بلکہ جنگ کے موقع پر اعلان کے مطابق رضاکار سوار کسی خاص مقام پر جمع ہو جاتے تھے۔ اور دادِ شجاعت دینے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے۔ ان کی کوئی تنخواہ مقرر نہ تھی۔ بلکہ مالِ غنیمت ہی سے حقِ خدمت ادا کر دیا جاتا تھا۔ جنگ آوروں کی کوئی امتیازی وردی بھی نہ تھی۔ لیکن رزم گاہ میں شہسواری کے جوہر خوب دکھاتے۔ اور صف بندی و پیش قدمی میں مہارتِ تامہ

Marfat.com

کا ثبوت پیش کرتے تھے۔ علاء الدین نے سلطنت کی ترقی اور استواری کے لئے یہ انتظام ناقص خیال کرتے ہوئے ایک باضابطہ مستقل اور زبردست فوج کی شدید ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ اس نے "پیادے" کے نام سے تنخواہ دار سپاہیوں کی ایک فوج بنائی۔ جو دس دس۔ سو سو اور ہزار ہزار جنگ آزماؤں کے دستوں پر مشتمل تھی۔ لیکن اس فوج نے جلد ہی زور و قوت کے زعم باطل میں علمِ بغاوت بلند کردیا۔ اورخاں نے پریشان ہوکر علاء الدین اور اپنے ایک عزیز قراخلیل سے مشورہ کیا۔ موخرالذکر نے ایک حیرت انگیز اور فتوحات بخش تجویز پیش کی۔

ینی چری

اس تجویز کا ماحصل یہ تھا۔ کہ مسیحی جنگی قیدیوں کے کم سن۔ طاقت ور اور ہونہار لڑکوں کو حلقۂ اسلام میں داخل کرکے انھیں فوجی تربیت دی جائے۔ اورخاں نے اس تجویز پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے پہلے ایک ہزار عیسائی لڑکوں کو فوجی تربیت سے آراستہ کرنا شروع کیا۔ پھر سال بہ سال اسی طریقے پر عمل ہوتا رہا۔ اور جس سال نوعمر اسیرانِ جنگ سے یہ تعداد پوری نہ ہوسکتی اسے مسیحی رعایا کے لڑکوں سے پورا کرلیا جاتا۔ اس فوج کو ترکی میں ینی چری (نئی فوج) کہتے ہیں۔

جاگیردار اور بے ضابطہ پیادے

پیادوں کی زیادہ دلجوئی کے لئے انھیں تنخواہ کی جگہ جاگیر دے دی جاتی۔ اور ان کے فرائض میں فوجی خدمات کے علاوہ جاگیروں سے متصل سڑکوں کی مرمت کا اضافہ کردیا جاتا۔

بے ضابطہ پیادوں کی ایک اور فوج مرتب کی گئی۔ جنھیں نہ تنخواہیں ملتی تھیں نہ جاگیریں۔ یہ فوج لڑائی کے وقت سب سے آگے جاکر جان پر کھیلتی ہوئی غنیم کے پہلے حملے کی مدافعت کرتی۔

تنخواہ دار اور جاگیردار سوار

پیادوں کی طرح سوار بھی دو قسم کے تھے۔ باضابطہ اور بے ضابطہ مستقل تنخواہ دار سوار چار دستوں

پر مشتمل تھے۔

ان کے علاوہ جاگیردار سواروں کی بھی ایک فوج تھی۔ جو "زعامت" اور "تیمار" کہلاتی تھی۔

اکنجی بے ضابطہ سواروں کی بھی ایک فوج مرتب کی جاتی تھی جنھیں "اکنجی" کہتے تھے۔ انھیں تنخواہیں یا جاگیریں نہ ملتی تھیں۔ وہ جنگ کے مالِ غنیمت سے شکم پُری کرتے تھے۔

نائکومیڈیا اور نائسیا کی تسخیر سنہ ۱۳۲۶ء میں اورخاں نے نائکومیڈیا کو فتح کیا۔ اب اس کی نظر نائسیا پر پڑی۔ یہ شہر عظیم و اہم تھا۔ اورخاں نے ہمت سے کام لے کر اس پر چڑھائی کر دی۔ اور سنہ ۱۳۳۰ء میں اسے زیرنگیں کر لیا۔

قراسی کی فتح سنہ ۱۳۳۳ء میں ترکی ریاست قراسی کے امیر نے وفات پائی۔ اور اس کے بڑے بیٹے نے تخت پر قابض ہو کر اپنے چھوٹے بھائی کو قتل کرا دیا۔ اورخان نے جوشِ انتقام سے مشتعل ہو کر قراسی پر دھاوا کر کے اسے فتح کر لیا۔

رفاہِ عام کے کام اس کے بعد بیس سال کا عرصہ اورخاں نے ملکی اور فوجی آئین کے نظم و انصرام۔ امن و امان کے قیام اور رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کیا۔ مسجدیں۔ مدرسے اور عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بروصہ کی عظیم الشان درس گاہ اس قدر مشہور ہوئی۔ کہ ایران اور عرب کے طلبہ وہاں حصولِ تعلم کے لئے کھچے چلے آئے۔ نائسیا میں سلطنت عثمانیہ کا پہلا مدرسہ اور اوّلین لنگر خانہ قائم کیا گیا۔

پالیسی پہلے عثمانی فرماں رواؤں کی حکمت عملی یہ تھی کہ یہ مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہی ان کے داخلی انتظام میں منہمک ہو جاتے۔ اور نظم و آئین کے مطابق انھیں مضبوط کر کے سلطنت میں شامل کر لیتے۔ اسی وجہ سے

Marfat.com

انھوں نے ایشیائے کوچک میں ایک زبردست حکومت قائم کرلی۔ اس ملک میں ترکوں کی کثرت آبادی بھی استقلال حکومت کا ایک نمایاں سبب ثابت ہوئی۔

یورپ میں عمل دخل

اب اورخاں نے فتوحات کا دائرہ یورپ تک وسیع کرنے کی ٹھان لی۔ اور سلطنت بازنطینی کے پورے علاقوں کو مسخر کرنے کی پوری تیاریاں شروع کردیں۔ خانہ جنگیوں کے طوفان سے اس سلطنت کا سفینۂ حیات ڈگمگا رہا تھا۔ ۱۳۴۱ء میں شہنشاہ اینڈرونیکس سوم کی وفات پر اس کا بڑا چانسلر کنٹاکوزین اس کے کم سن بیٹے جان پلیولوگس کا سرپرست اور ملکہ اینا کے ساتھ اس کا مدارالمہام مقرر ہوا۔ لیکن ۱۳۴۳ء میں کنٹاکوزین نے دست ہوس دراز کرکے نیکوٹیکا میں اپنی شہنشاہی کا اعلان کردیا۔ ملکہ نے سخت چیں بجبیں ہوکر علم بغاوت بلند کیا۔ اور فریقین میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ طرفین اورخاں امداد کے طالب ہوئے۔ لیکن اس نے کنٹاکوزین کی مدد کے لئے چھ ہزار سپاہی بھیج دئے۔ جس نے اس کمک کے عوض اپنی بیٹی تھیوڈورا کو اس کے حبالۂ ازدواج میں دینے کا وعدہ کیا۔ کنٹاکوزین فاتحانہ قسطنطنیہ میں داخل ہوا۔ ملکہ نے مجبوراً صلح کرلی۔ کنٹاکوزین نے شہزادی تھیوڈورا کا نکاح اورخاں سے کردیا۔

۱۳۵۳ء میں فریقین پھر خانہ جنگی کا شکار ہوگئے۔ اور اورخاں نے اپنے فرزند اکبر سلیمان پاشا کی کمان میں بیس ہزار سپاہی بھیج کر کنٹاکوزین کی امداد کی جس پر موخرالذکر نے یورپی ساحل کا ایک قلعہ بطور معاوضہ پیش کیا۔ کچھ عرصہ بعد تھریس میں زلزلہ آیا جس سے اور شہروں کے علاوہ دردانیال کے مغربی ساحل پر واقع گیلی پولی کے مشہورترین قلعے کی فصیل بھی مسمار ہوگئی۔ سلیمان پاشا اس موقع سے فائدہ اٹھا کر فی الفور گیلی پولی پر قابض ہوگیا۔ اور اس کی فصیل کی مرمت کرکے وہاں ایک دستہ مقرر کردیا۔ پھر تھریس کے بعض دوسرے مقامات پر بھی تسلّط بٹھالیا۔

یورپ میں اوّلین فاتحانہ اقدام

گیلی پولی کی تسخیر سے ترکوں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔ ۱۳۵۴ء

انھوں نے پہلی مرتبہ فاتحانہ حیثیت سے سرزمین یورپ پر قدم رکھ کر عیسائی دنیا میں ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔ جس کا حلقہ دو ہی صدیوں میں پھیلی پولی سے ویانا تک وسیع ہوگیا۔ عرب مجاہدوں نے تبلیغ اسلام کا جو فرض مغربی یورپ میں انجام دیا تھا۔ مشرقی یورپ میں اسی کے ادا کرنے کی سعادت ترک مجاہدوں کے حصے میں آئی۔

سلطنت بازنطینی

ان حالات سے قسطنطنیہ میں کنٹاکوزین کے خلاف بغاوت اور انقلاب کا ایک طوفان برپا ہوگیا جس سے سلطنت بازنطینی دم توڑنے لگی۔ اور ترکوں کا ستارۂ ظفر و اقبال زیادہ بلندیوں پر چمکنے لگا۔ آخر یہ سلطنت دولت عثمانیہ کے حلقۂ اقتدار میں آگئی۔

وفات اور دیگر حالات

۱۳۵۹ء میں اورخاں نے اپنے نہایت قابل اور بہادر فرزند سلیمان پاشا کے صدمۂ انتقال سے بیحد متاثر ہوکر سفر آخرت اختیار کیا۔

اورخاں نے ۳۲ سالہ عہد حکومت میں عثمانی فتوحات کو دُور دُور تک وسعت دے دی۔ اس نے ایشیائے کوچک کے بقیہ بازنطینی علاقوں پر قابض ہونے کے علاوہ بعض ترکی ریاستوں کو بھی دولت عثمانیہ میں شامل کرلیا۔ بلکہ ارض یورپ میں قدم رکھ کر تھریس کے بعض علاقے بھی زیر نگیں کرلئے۔

اس شاہانہ جاہ و جلال کے باوجود وہ درویشی اوصاف میں اپنے باپ کا آئینہ تھا۔ چنانچہ مسٹر گبنس رقم طراز ہیں:۔

"اناطولیا میں اورخاں غریبوں کو روٹی اور شوربا اپنے ہاتھ سے دیتا تھا۔ علوم و فنون کی سرپرستی آل عثمان کی ایک امتیازی خصوصیت تھی۔ اورخاں کا یہ اختصاص بھی بہت نمایاں تھا۔ بڑے بڑے مشہور علما اور مشائخ اس کی رفاقت میں تھے۔ انھیں میں سے بعض کو وہ اپنے قائم کئے ہوئے مدرسوں میں معلم مقرر کرتا۔ مثلاً ملا داؤد قیصری اور تاج الدین کُرد جو ایک دوسرے کے بعد

Marfat.com

مدرسہ نائسیا میں معلم اوّل مقرر ہوئے۔ بروصہ کے علم و فضل کی شہرت اس وقت بھی قائم رہی۔ جب یہ سلطنت عثمانیہ کا دارالخلافہ نہ رہا۔ اور عرصے تک یہ شہر ارباب فضل و کمال کا مرکز بنا رہا۔ یہیں عثمانیوں کے اوّلین شعرانے اپنا اپنا کلام سنایا۔ اور یہیں ان کے بڑے بڑے بزرگوں کے مزاروں پر آج بھی سرِ عقیدت خم کیا جاتا ہے۔

مراد اوّل

۱۳۵۹ء تا ۱۳۸۹ء

اورخاں کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا مراد چالیس سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ مراد کی سریر آرائی کے وقت دولت عثمانیہ ایشیائے کوچک کے شمال مغربی حصّہ اور یورپ میں زنپ۔ گیلی پولی اور تھریس کے بعض دوسرے علاقوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن مراد نے اپنے عہدِ حکومت میں اسے پانچ گنا زیادہ وسعت دے دی۔

بغاوت کے شعلے

تخت سلطنت پر قدم رکھتے ہی مراد نے سب سے پہلے یورپ کی جانب پیش قدمی کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن امیر کرمانیہ نے دیرینہ عداوت کے باعث ایشیائے کوچک میں مراد کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکا دیئے۔ جس پر اسے ادھر کوچ کرنا پڑا۔ چنانچہ اس نے ادھر سے فراغت پاکر یورپ کی جانب توجہ مبذول کی۔ اور ۱۳۶۰ء میں دردانیال کو عبور کرکے فتوحات کے میدان کو مرکزِ عمل بنا لیا۔

تھریس کی فتوحات

مراد نے دیکھا۔ کہ سلطنت بازنطینی کی حالت یاس افزا ہے۔ لہٰذا اس نے دردانیال کو پار کرکے ایک لشکرِ جرّار لئے ہوئے تھریس پر چڑھائی کی۔ اور شورلو۔ کرک کلیسے اور اسکی

Marfat.com

کو فتح کرکے گویا سارے تھریس پر تسلط بٹھالیا۔ پھر عثمانی جرنیل لالہ شاہین نے بلغاریہ میں داخل ہوکر فلپو پولس کو زیرنگیں کیا۔ اور شہنشاہ قسطنطنیہ نے مجبوراً ان شرائط پر مراد سے صلح کرلی۔ کہ تھریس کے جو علاقے اس کے قبضے سے نکل گئے ہیں ان کے دوبارہ حصول کی کوشش نہ کرے گا۔ عثمانیوں کے آئندہ حملوں میں سرویہ اور بلغاریہ کی امداد نہ کرے گا۔ اور اناطولیہ کے ترکی امرا کے مقابلے میں مراد کو مدد دے گا۔ اس کے بعد مراد نے بروصہ کو مراجعت کی۔

معرکہ ماریٹزا

اب تک تو مراد صرف بازنطینیوں سے برسرپیکار تھا۔ اور دوسری عیسائی حکومتوں نے سلطنت بازنطینی کی حمایت کا بیڑا نہ اٹھایا تھا۔ لیکن فلپو پولس کی تسخیر نے حالات کی رو یکسر پلٹ دی۔ اور کلیسائے روما کی وابستۂ دامن حکومتیں بھی تلملا اٹھیں۔ چنانچہ پوپ اربن پنجم نے ہنگری۔ سرویہ۔ بوسینیا اور ولاچیا کے حکمرانوں کو ترکوں کے خلاف فوجیں بھیجنے پر آمادہ کیا۔ اس پر ۱۳۶۳ء میں اتحادیوں نے بیس ہزار فوج تھریس بھیج کر اعلان کیا۔ کہ وہ ترکوں کو یورپ میں رہنے نہ دیں گے۔ یہ سنتے ہی مراد اناطولیہ سے عازم یورپ ہوا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے قبل ہی لالہ شاہین نے آگے بڑھ کر دریائے ماریٹزا کے ساحل پر اتحادی فوجوں پر چڑھائی کرکے انھیں تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اور بقیۃ السیف سپاہی دریا میں ڈوب کر مر گئے۔

اس اہم معرکے کے سر ہوجانے سے کوہ بلقان کا سارا جنوبی علاقہ دولت عثمانیہ میں شامل ہوگیا۔ اور عیسائیوں کی طاقت کو شدید جھٹکا لگا۔ اب مراد نے ایشیا کے بجائے یورپ کو فتوحات کا میدان بنانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے ڈیموٹیکا واقع تھریس کو دارالسلطنت قرار دیا۔ اور تین سال کے بعد ادرنہ کو پایہ تخت بنایا۔ یہیں سے وہ بلقانی ریاستوں پر ہلہ بولنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ معرکہ ماریٹزا کے بعد مراد اور شہنشاہ قسطنطنیہ کے درمیان ایک اور معاہدہ ہوا۔ جس کے مطابق شہنشاہ نے سلطان کو خراج ادا کرنے کی شرط منظور کی۔

Marfat.com

شہنشاہ کی نامرادی

کچھ عرصے کے بعد شہنشاہ قسطنطنیہ ذلت محکومی کے شدید احساس سے پیچ وتاب کھاکر ۱۳۶۹ء میں عازم یورپ ہوا۔ اور یورپ کے پاس جاکر پوپ کی عیسائی طاقتوں کو دولت عثمانیہ کے خلاف اکسانے میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں۔ لیکن نتیجہ وہی ٹائیں ٹائیں فش۔ آخر شہنشاہ نامرادی کا کلنک ماتھے پر لگواکر لوٹ آیا۔ راستے میں وینس کے مقام پر وہاں کے بعض ساہوکاروں نے عدم ادائے قرض کی بنا پر اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے بڑے بیٹے اینڈرونیکس نے جس کے لئے وہ قسطنطنیہ میں اپنا تخت حکومت چھوڑ گیا تھا قرض چکانے کا مطلق خیال نہ کیا۔ البتہ چھوٹے مینوئل نے قرض اداکر کے باپ کو رہاکرایا۔ قسطنطنیہ پہنچتے ہی شہنشاہ نے اینڈرونیکس کو تمام مناصب حکومت سے موقوف کر کے اس کی جگہ مینوئل کو متعین کیا۔

شہزادہ صاووجی کی سرکشی

اینڈرونیکس کے بیٹے نے مراد کے بیٹے صاووجی سے سازباز کر کے فیصلہ کیا۔ کہ شہنشاہ اور مراد دونوں کو تاج وتخت سے محروم کر کے خود عنانِ حکومت ہاتھ میں لے لیں۔ اِدھر صاووجی نے عَلَم بغاوت بلند کیا۔ اُدھر اینڈرونیکس کا بیٹا بازنطینی امرا کی معیت میں شہنشاہ کے خلاف جنگ پر تل گیا۔ لیکن اس فتنے کے قیامت بن جانے سے پہلے ہی اسے موت کی نیند سُلا دیا گیا۔ اور شہنشاہ نے ایک جدید معاہدے کے رو سے سلطنت عثمانیہ کی باج گزاری نئے سرے سے تسلیم کی۔ عثمانی فوج میں جنگی خدمت انجام دینے کا وعدہ کیا۔ اور اپنے بیٹے مینوئل کو بطور کفالت مراد کے پاس بھیج دیا۔

بلغاریہ۔ مقدونیہ اور سرویہ کی فتح

ریاست ہائے بلقان کی پھوٹ نے ان کی جڑیں ہلا دیں تھیں جس سے مراد کی مُنہ مانگی مراد بر آئی۔ اور ۱۳۶۶ء اور ۱۳۶۹ء کے درمیان اس نے بلغاریہ میں پیش قدمی کرتے ہوئے کوہ روڈوپ تک وادی مارٹیزا پر قبضہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سرویہ بھی بلغاریہ کے ساتھ مل گیا۔ جب پھر ۱۳۷۱ء میں لالہ شاہین نے ساکوف کے میدا

یں بلغاروی اور سروی لشکر کا مقابلہ کر کے ان کے ڈھس بلا دئے۔ اس کے بعد وہ بلقان تک بلغاریہ کا سارا علاقہ دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔

۱۳۷۲ء میں لالہ شاہین اور جرنیل افرینوس نے مقدونیہ پر چڑھائی کی۔ اور کوالا۔ ڈروما اور سریز کو مسخر کرتے ہوئے قدیم سرویہ۔ البانیہ اور بوسینیا میں داخل ہو گئے۔ لازار شاہ سرویہ نے شکست کھا کر مراد کے آگے سر اطاعت خم کیا۔ سیمان حاکم بلغاریہ نے بھی صلح کی درخواست کی۔ اور ۱۳۸۱ء تک مراد اپنے ایشیائی مقبوضات کی وسعت و استواری میں منہمک رہا۔

اصلاحات

۱۳۷۶ء سے ۱۳۸۱ء تک مراد کی سلطنت میں امن و امان کی خوشگوار ہوائیں چلتی رہیں۔ اس نے حرب و ضرب کو بالائے طاق رکھ کر استحکام سلطنت پر توجہ مبذول رکھی۔ فوجی نظام میں اصلاحات کا نفاذ کر کے جاگیری نظام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ سپاہیوں کو جاگیریں عطا کر کے ہر جاگیردار کو ضرورت کے وقت ایک یا زیادہ مسلح سوار مہیا کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ مسجدوں اور دوسرے دینی اداروں کے لئے زمینیں وقف کیں۔ سپاہیوں کے علم کے لئے سرخ رنگ مراد ہی کے زمانے میں تجویز کیا گیا۔ جو افواج عثمانیہ کا قومی رنگ قرار پایا۔

توسیع سلطنت

دوران امن میں بھی مراد کو سلطنت کی توسیع کا خیال برابر دامنگیر رہا۔ ۱۳۷۶ء میں اس نے شہزادہ بایزید کی شادی امیر کرمیان کی بیٹی سے کر دی جس سے ریاست کرمیان کا بہت سا حصہ اور قلعہ کوتاہیہ جہیز میں ملا۔ اور یہ سارا علاقہ دولت عثمانیہ سے ملحق کر لیا گیا۔

۱۳۷۷ء میں مراد نے ریاست حمید کے امیر سے اس کی ریاست کا بڑا حصہ خرید لیا۔ جس میں ضلع آق بھی شامل تھا۔ اس سے دولت عثمانیہ کی سرحد ریاست کرمانیہ کے بالکل قریب ہو گئی۔ کرمانیہ اور آل عثمان کی دیرینہ کشمکش کو دور کرنے کے لئے مراد نے اپنی بیٹی نفیسہ کو علاء الدین امیر کرمانیہ کے حبالۂ عقد میں دے دیا۔ اس صلح کا اثر دس سال تک قائم رہا۔ لیکن اس کے باوجود امیر کرمانیہ کی

Marfat.com

سرکشی اور امن براندازی مراد کے جام سکون میں عدم اطمینان کا زہر گھولتی رہتی تھی۔ چنانچہ ۱۳۷۷ء میں فریقین صف آرا ہو گئے۔ اور قونیہ میں علاء الدین نے گھٹنے ٹیک دئے۔ مراد نے نفیسہ کے کہنے پر علاء الدین کی خطاؤں سے درگزر کر کے اس کی ریاست اسے واپس دے دی۔ اور بروصہ کو لوٹ گیا۔

عیسائی سلطنتوں کا اتحاد

۱۳۸۸ء تک یورپ میں دولت عثمانیہ سے سارے قدیم تھریس اور جدید رومیلیا کا الحاق ہو چکا تھا اور بعض دوسرے اہم علاقے بھی مفتوح ہو چکے تھے۔ ان علاقوں میں ترک اور عرب نوآبادیاں بنا دی گئی تھیں۔ اور وہاں کے بہت سے باشندے دوسرے علاقوں میں بھیج دئے گئے تھے۔ ان نوآبادیوں سے مسیحی دنیا میں ایک عام ہیجان برپا ہو گیا۔ ینی چری کے لئے سالانہ ایک ہزار عیسائی لڑکوں کا مطالبہ اور جنگ قونیہ کے بعد وحشیانہ لوٹ مار کے جرم میں سروی سپاہیوں کا قتل اور شدید سزائیں۔ یہ دونوں باتیں جلتی آگ پر تیل کا کام کر گئیں۔ بس پھر کیا تھا۔ شاہ سرویہ نے عیسائی سلطنتوں کا ایک زبردست اتحاد قائم کر کے ترکوں کو نیست و نابود کر دینے کا عزم صمیم کیا۔ سرویہ بوسینیا اور بلغاریہ اس تحریک کی رہنما بنیں۔ البانیہ۔ ولاچیا اور ہنگری نے حمایت کی ہامی بھری۔ پولینڈ نے کمک بھیجی۔ سلافی قوموں کا ایسا زبردست اتحاد اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ سرویہ نے مغربی یورپ کی حکومتوں سے بھی شرکت کی درخواست کی۔ لیکن وہ بعض وجوہ سے شریک نہ ہو سکیں۔ سارے یورپ کے متحد نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ لاطینی کلیسا کی وہ شدید پھوٹ تھی جس نے تمام مغربی طاقتوں کو تین تیرہ کر کے دو مخالف جماعتوں میں منقسم کر دیا تھا۔ ایک جماعت پاپائے روم کی پیرو تھی۔ اور دوسری اس کے حریف پوپ کی مقلد جس نے اونیاں واقع فرانس کو اپنے جدید کلیسا کا مرکز بنایا تھا۔

جنگ کسووا

غرض سرویہ ان عیسائی سلطنتوں کے اتحاد کے بل پر ترکوں کو یورپ سے کلیتہً خارج کر دینے کے لئے کیل کانٹے سے لیس

ہو گیا۔ مراد کو بروصہ میں اطلاع ہوئی۔ تو وہ ستر سال کا بوڑھا ہونے کے باوجود جواں ہمتی سے کام لے کر عیسائیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے اس مہم پر روانہ ہو گیا۔ اتحادیوں نے پہلے ہی بوسینیا میں ایک عثمانی فوج پر دھاوا کر کے بیس ہزار ترک سپاہیوں میں سے پندرہ ہزار کو قتل کر ڈالا تھا۔ اس پر مراد غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور علی پاشا کو حملے کا حکم دیا۔ جو درۂ دربند کے راستے سے کوہ بلقان کو عبور کر کے بلغاریہ میں داخل ہوا۔ اور شوملہ اور ترنوا پر قابض ہو کر دریائے ڈینوب کی جانب پیش قدمی کی۔ ۱۵ جون ۱۳۸۹ء کو کسووا کے میدان میں ایک فیصلہ کن گھسان کا رن پڑا۔ لڑائی ختم ہونے کو تھی۔ کہ میلوش کو بیلووچ نامی ایک سروی سردار مراد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس نے دھوکے سے مراد پر خنجر کا وار کر کے اسے شہید کر دیا۔ قاتل نے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن سپاہیوں نے اسی وقت اسے تکا بوٹی کر ڈالا۔

اس جنگ کے بعد پانسو سال تک اہل سرویہ کو متحد ہو کر کبھی ترکوں سے جنگ کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ اور اس وقت سے سرویہ بہ حیثیت ایک خود مختار حکومت کے تو ختم ہو گیا۔ البتہ ستر سال بعد ایک باج گزار سلطنت کی حیثیت سے ترکی حکم رانوں کے ماتحت اس کا وجود قائم رہا۔

کارنامے

مراد اپنے ۳۰ سالہ عہد حکومت میں چوبیس سال تک جنگ وجدل میں مصروف رہا۔ اور عظیم الشان فتوحات حاصل کر کے بلغاریہ۔ سرویہ اور بوسینیا کو دولت عثمانیہ میں شامل کیا۔ اس نے سلطنت عثمانیہ کے حلقۂ اقتدار کو وسعت دے کر دریائے ڈینوب تک پہنچا دیا۔ اور تھریس۔ مقدونیہ اور جنوبی بلغاریہ کی ریاستوں پر عثمانی پرچم حکومت لہرا دیا۔

مسٹر گبنس تحریر فرماتے ہیں:۔

"تیس سال تک مراد نے عثمانیوں کی قیادت ایسے سیاسی تدبر سے کی کہ اس زمانے کا کوئی مدبر اس سے گوئے سبقت نہ لے جا سکا۔ مجھ پر اس

لئے کہ مراد کی نسبت محمد فاتح اور سلیمان اعظم کے باب میں ہماری معلومات بہت زیادہ ہیں۔ مراد کا صحیح مقام کہ وہ خاندان عثمانی کا سب سے زیادہ ممتاز وکامیاب ماہر سیاست اور محارب تھا۔ کبھی پہچانا نہ جا سکا۔ جب ہم ان مشکلات کا جن کا اس نے مقابلہ کیا۔ ان مسائل کا جنھیں اس نے حل کیا۔ اور اس کے عہد حکومت کے نتائج کا موازنہ اس سے زیادہ پرشکوہ جانشینوں کے کارناموں سے کرتے ہیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اگر وہ ان سے بڑھ کر نہیں۔ تو ان کے برابر ضرور ہے۔ جو تغیر اس نے اپنی مدت حیات کے اندر کر دیا۔ وہ تاریخ کے نہایت حیرت انگیز واقعات میں سے ہے۔ اس کی فتوحات کو پانچ صدیوں تک قائم رہنا تھا۔ ۱۸۷۸ء کے معاہدۂ برلن تک۔ ان میں سے بعض حال کی جنگ بلقان کے طوفان کے بعد بھی باقی رہ گئی ہیں۔"

مراد نے عیسائی علاقوں کو زیر نگیں کر کے اس میں اسلامی حکومت قائم کرنے کے باوجود کسی عیسائی کو قبول اسلام کے لئے مجبور نہ کیا۔ بلکہ اس نے انھیں پوری طرح مذہبی آزادی کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ جس کا روشن ثبوت اس مکتوب سے ملتا ہے۔ جو ۱۳۸۵ء میں یونانی کلیسا کے بطریق اعظم نے پوپ اربن ششم کو تحریر کیا تھا۔

بایزید اوّل یلدرم

۱۳۸۹ء تا ۱۴۰۲ء

مراد کے بعد اس کا بیٹا بایزید اوّل یلدرم سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور تاج شاہی زیب سر کرتے ہی اپنے برادر اصغر شہزادہ یعقوب کو تہ تیغ کرا دیا۔

سرویہ سے صلح

سرویہ زک اٹھانے کے باوجود مقابلے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ لیکن اس نے جلد ہی اپنی کمزوری اور ناکا

کا صحیح اندازہ کر کے ہتھیار ڈال دئے۔ اور بساطِ صلح آراستہ کی۔ بایزید نے عالی حوصلگی سے کام لے کر سرویہ کی خود مختاری پر آنچ نہ آنے دی۔ اور اسے صرف باج گزار بنا کر چھوڑ دیا۔ لازار کے جانشین سٹیفن نے سالانہ خراج کے علاوہ یہ بھی معاہدہ کیا۔ کہ وہ پانچ ہزار سپاہی ہر وقت سلطان کی خدمت کے لئے تیار رکھے گا۔ اس طرح سرویہ امداد بڑی مفید ثابت ہوئی۔

شہنشاہ سے جدید صلح نامہ

اس کے بعد بایزید نے شہنشاہ قسطنطنیہ کو ایک جدید صلح نامے پر مجبور کیا۔ جس کے رو سے اس نے تیس ہزار طلائی سکّے سالانہ خراج کے طور پر ادا کرنے اور بارہ ہزار سپاہی ہر وقت سلطان کی خدمت میں حاضر رکھنے کا وعدہ کیا۔ ساتھ ہی سلطنت بازنطینی کا باقی ماندہ ایک قلعہ فلاڈلفیا بھی بایزید کے قبضے میں آگیا۔ اور پوری سلطنت دولتِ عثمانیہ میں شامل ہوگئی۔

اناطولیہ کی فتوحات

بایزید نے ایشیائے کوچک کی بقیہ ریاستوں پر قبضہ کرنے کے لئے ایدین کی جانب پیش قدمی کی۔ اور اسے فتح کر کے منتشا اور صاروخاں کو بھی زیرنگیں کر لیا۔ پھر سمرنا پر چڑھائی کی۔ اور ریاست تکہ کے باقی علاقے کو بھی مسخر کیا۔ پھر کرمانیہ پر ہلّہ بول دیا۔ وہاں کے امیر علاء الدین نے اپنی ریاست کا ایک حصّہ دے کر صلح کر لی۔

قسطنطنیہ پر چڑھائی

بایزید فتح و ظفر کے نشے میں سرشار دردانیال کو فتح کر کے ادرنہ جا پہنچا۔ اس دوران میں جان پلیولوگس نے وفات پائی۔ اور اس کا بیٹا منیوئل جو بایزید کے دربار میں مامور تھا۔ وہاں سے خفیہ بھاگ کر قسطنطنیہ پہنچتے ہی باپ کے تخت شاہی پر متمکن ہوگیا۔ بایزید نے طیش میں آکر قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد خود ہی دس سال کے لئے صلح کر کے اس خیال سے محاصرہ اٹھا لیا۔ کہ اسے بلغاریہ میں شاہ ہنگری کے حملے کی مدافعت کے لئے فوجوں کی ضرورت تھی۔ شرائط صلح کے رو سے تیس ہزار طلائی کراؤن

Marfat.com

سالانہ خراج کی رقم مقرر ہوئی۔ قسطنطنیہ میں ایک اسلامی عدالت کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں ایک ترکی قاضی متعین کیا گیا۔ ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی گئی۔ مسٹر گبن لکھتے ہیں:۔

"مینوئل نے شہر کے سات سو مکانات بھی مسلمانوں کے سپرد کر دیئے۔ اور غلطہ کا نصف حصہ بایزید کو دے دیا۔ جس میں اس نے چھ ہزار عثمانی فوج مقرر کر دی۔ شہر کے باہر جو انگور کے باغ اور سبزی کے کھیت تھے۔ ان کی پیداوار کا دسواں حصہ بھی صلح نامہ کے مطابق عثمانی خزانے کو دے دیا گیا۔ اسی وقت سے عثمانیوں نے قسطنطنیہ کو استنبول کہنا شروع کیا۔"

ولاچیا اور نانکوپولس کی فتح

اس کے بعد بایزید ولاچیا کی طرف بڑھا۔ اور اسے باج گزار بنا کر بوسینیا اور ہنگری کی جانب پیش قدمی کی۔ پہلے تو ترک پس پا ہو گئے۔ لیکن پھر جنگ کا پانسہ پلٹتے ہی شاہ ہنگری سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔ اور نانکوپولس پھر ترکوں کے قبضے میں آگیا۔

بلغاریہ کی تسخیر

۱۳۹۳ء میں بایزیدؒ کے فرزند اکبر سلیمان پاشا نے بلغاریہ کے شمالی حصے کو مسخر کیا۔ جنوبی حصہ مراد ہی کے زمانے میں فتح ہو چکا تھا۔ اس طرح بلغاریہ کا سارا علاقہ عثمانیوں کے قبضے میں آگیا۔

ویدین اور سلسٹریا کی فتح

بلغاریہ کے بعد بایزید نے ہنگری کے سرحدی قلعوں ویدین اور سلسٹریا کے زیر نگیں کیا۔ پھر ترکوں نے ہنگری کے سرحدی علاقے میں چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

کرمانیہ کی فتح

کرمانیہ اور آل عثمان میں آویزش کا سلسلہ مدت سے جاری تھا۔ مراد نے اپنی ایک بیٹی کو امیر کرمانیہ کے عقد میں دے کر آتشِ عداوت کو فرو کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن علاء الدین دولت عثمانیہ کی راہ میں کانٹے بونے سے باز نہ آتا تھا۔ چنانچہ اس نے اناطولیہ کے عثمانی مقبوضات پر ہلہ بول دیا۔ انگورہ اور بروصہ کے درمیان گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں عثمانی فوج نے بھاری زک اٹھائی

Marfat.com

اور بایزید کا نائب سلطنت تیمور تاش پاشا سالار فوج گرفتار ہو گیا۔ بایزید یہ اطلاع پاتے ہی اناطولیہ پہنچا۔ اور آق چائی میں کرمانی فوج کو شکست دے کر علاء الدین اور اس کے دو بیٹوں محمد اور علی کو قید کر لیا۔ یہ لوگ تیمور تاش پاشا کی حراست میں تھے جس نے بایزید سے اجازت لئے بغیر تینوں کو حوالہ دار و رسن کر دیا۔ اس سے بایزید کو سخت رنج و افسوس ہوا۔ بہر نوع کرامانیہ فتح ہو گیا۔ اور اب ایشیائے کوچک میں آلِ سلجوق کی قائم مقامی کے لئے آلِ عثمان کا کوئی حریف باقی نہ رہا۔

بقیہ ترکی ریاستوں کی تسخیر

اس کے بعد بایزید نے سمسون۔ سیواس اور رساسیا کو سخر کیا۔ پھر مفتوحہ علاقوں کے امرا کی جائے پناہ قسطمونی پر چڑھائی کر کے اناطولیہ کی اس آخری ترکی ریاست کو بھی اپنی سلطنت میں ملا لیا۔

سلطان کا لقب

اب بایزید نے اپنی شوکت و سطوت اور جاہ و جلال کے پیشِ نظر مصر کے عباسی خلیفہ سے اجازت لے کر امیر کے بجائے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ اس باب میں لین پول عام مورخین کے علی الرغم رقم طراز ہے:۔

"آلِ عثمان میں بایزید پہلا شخص نہیں جس نے سلطان کا لقب اختیار کیا بلکہ برطانی عجائب خانہ اور دوسرے مقامات پر عثمانیوں کے جو سکے محفوظ ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ اورخاں اور مراد اوّل بھی اپنے سکوں پر سلطان کا لقب کندہ کراتے تھے۔ عثمان کے نام کا کوئی سکہ موجود نہیں (کیونکہ اگرچہ سلطان علاء الدین سلجوقی نے اسے اپنا سکہ جاری کرنے کی بھی اجازت دے دی تھی۔ پھر بھی اس نے یہ حق استعمال نہیں کیا) اور غالباً پہلا عثمانی سکہ اورخاں کے عہد میں جاری ہوا۔ پس بایزید کے لئے سلطان کا لقب صرف اس بنا پر ایک نئی چیز ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے اس کے لئے خلیفۂ اسلام کی اجازت بھی حاصل کر لی۔"

نا و نوش

ان شاندار فتوحات کی تھکن دُور کرنے کے لئے بایزید نے اپنے آپ

Marfat.com

کو دخت رز کی آغوش میں گرادیا۔ اور بول اٹھا ع ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں
لیکن اس نے بے خودی کے اس طوفان میں بھی خودی کا سفینہ ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور
جب یہ وحشت ناک خبر سُنی۔ کہ دولت عثمانیہ کا تختہ اُلٹنے کے لئے یورپ سے صلیبی
اتحاد کا تباہ کُن ریلا آرہا ہے۔ تو ناو نوش اور کیف و رنگ کا خمار اتار کر سوئے ہوئے
شیر کی طرح بیدار ہونے کے بعد تازہ دم اٹھ کھڑا ہوا۔

صلیبی اتحاد

شاہ ہنگری کو ہر وقت اپنی آزادی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا زبردست
خطرہ لاحق رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے یورپ بھر کی مسیحی حکومتوں
سے امداد کی درخواست کی۔ عیسائی طاقتوں نے اس کی التجا کو گوش قبول سے سُنا
اور اب کے یورپ کی سلطنتیں بھی میدان میں آدھمکیں۔ ڈیوک آف برگنڈی کا
بیٹا کونٹ ڈی نیورس سالار فوج مقرر کیا گیا۔ غرض سنہ ۱۳۹۶ء میں اتحادیوں کی
ہوئی فوج فرانس سے روانہ ہوئی۔ رفتہ رفتہ مختلف عیسائی سلطنتوں کی فوجیں
جمع ہوتی گئیں۔ حتیٰ کہ ان کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔

اتحادیوں کا ابتدائی غلبہ

اتحادیوں نے اپنے ٹڈی دل لشکر پر مغرور ہو
عثمانی مقبوضات کی جانب یلغار کرنی شروع
اور یہ جان کر کہ شاہ سرویہ بایزید کا حلیف ہے۔ اہل سرویہ کو جو سب کے سب
عیسائی تھے۔ وحشیانہ قتل و غارت کا نشانہ بنایا۔ پھر شاہ ہنگری ویدین سے
اور آرسووا کو فتح کرتا ہوا نائکو پولس کی جانب بڑھا۔ اور وہاں پہنچتے ہی اس
محاصرہ کر لیا۔ نائکو پولس کا کمان دار یوغلان کچی گولیاں نہ کھیلا تھا۔ اس لئے
بایزید کی متوقع امداد کی شہ پاکر سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح دشمن کے مقابل
میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں بایزید بھی جاں باز مجاہدین کا دیو پیکر لشکر لے
آ پہنچا۔

۲۴۔ ستمبر سنہ ۱۳۹۶ء کو کونٹ ڈی نیورس کھانا کھا رہا تھا۔ کہ اسے یکا یک
ملی۔ ترک آ گئے۔ سب کے سب مسیحی جنگ جو ترکوں پر حملہ کرنے کے لئے

کھڑے ہوئے۔ فریقین میں خونریز لڑائی ہوئی۔ اور تین ہی گھنٹوں میں عثمانی غازیوں نے کشتوں کے پشتے لگا کر عظیم الشان فتح حاصل کی۔ اتحادیوں کے ہزاروں سپاہی مارے گئے۔ اور دس ہزار گرفتار ہوئے۔

جب بایزید کو معلوم ہوا۔ کہ آغاز جنگ میں جن ترکوں نے جاں بخشی کے وعدے پر سپر ڈال دی تھی۔ انھیں بھی عیسائیوں نے عہد شکنی کر کے قتل کر ڈالا۔ تو وہ فرطِ غضب سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور جوشِ انتقام سے دیوانہ ہو کر دس ہزار عیسائی قیدیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے کا حکم دے دیا۔ البتہ کونٹ ڈی نیورس اور اس کے چوبیس ساتھیوں کی جاں بخشی کر دی۔ اور ایک سال تک زیر حراست رکھنے کے بعد ان کا زرفدیہ فرانس سے آجانے پر انھیں رخصت کیا۔ اس موقع پر بایزید نے کونٹ ڈی نیورس کو مخاطب کرتے ہوئے حسب ذیل تقریر کی:۔

"جان! مجھے خوب معلوم ہے۔ کہ تو اپنے ملک میں ایک بڑا سردار اور ایک طاقتور رئیس کا بیٹا ہے۔ تو نوجوان ہے۔ اور ابھی تیرے لئے امید کے بہت سے سال باقی ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ میدانِ جنگ میں تیری اس پہلی کوشش کی ناکامی پر لوگ تجھے قابلِ الزام ٹھہرائیں۔ اور تو اس بہتان کا داغ مٹانے اور شہرت و ناموری کو مکرر حاصل کرنے کے لئے ایک زبردست فوج فراہم کر کے میرے مقابلے میں جنگ کے لئے آئے۔ اگر میں تجھ سے ڈرتا۔ تو تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے تیرے ایمان اور عزت پر حلف لے لیتا۔ کہ نہ تو اور نہ وہ کبھی میرے مقابلے میں ہتھیار اٹھائیں گے۔ لیکن نہیں۔ میں ایسے حلف کا مطالبہ نہ کروں گا۔ بہ خلاف اس کے میں خوش ہوں گا۔ اگر تو اپنے ملک میں واپس پہنچ کر ایک فوج جمع کرے۔ اور اسے لے کر یہاں آئے۔ تو مجھے ہمیشہ میدانِ جنگ میں اپنے مقابلے کے لئے تیار پائے گا جو بات میں اس وقت کہہ رہا ہوں۔ اسے تو جس شخص سے بھی چاہے نقل کر دینا۔ کیونکہ میں ہمیشہ جنگی کارناموں اور اپنی فتوحات کی توسیع کے لئے تیار اور آرزومند رہتا ہوں۔"

مزید فتوحات

اس کے بعد عساکر عثمانیہ نے ولاچیا۔ سٹائریا اور ہنگری پر یورش کی۔ اور پیٹر وارڈین پر قابض ہو گئے۔ پھر سرمیا پر حملہ کر کے ساحل ڈینوب کے قلعے دوبارہ تسخیر کئے۔

بایزید خود بودا پر حملہ کرنے کے لئے پر تول رہا تھا۔ کہ یکایک طبیعت نے مالش کی اور یہ مہم مجبوراً معرض التوا میں پڑ گئی۔

یونان کی تسخیر

۱۳۹۷ء میں بایزید نے یونان پر چڑھائی کی۔ اور تھسلی۔ ڈوریس فوسیس اور لوکریس پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس کے دو جرنیلوں یعقوب اور افرینوس نے سارے موریا کو زیر نگیں کر لیا۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ

بایزید یونان کی مہم میں فتح و کامرانی کے پھریرے اُڑانے کے بعد پھر ادرنہ واپس ہوا۔ اور قسطنطنیہ کو معاً زیر نگیں کر لینے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے ایک خاص قاصد کی وساطت سے شہنشاہ کو کہلا بھیجا۔ کہ "تاج و تخت سے ہاتھ اٹھالو۔ ورنہ شہر بہ زور شمشیر فتح کر لیا جائے گا۔ اور اس وقت وہاں کے باشندے رحم و کرم کے حق دار نہ سمجھے جائیں گے۔ اگر تم قسطنطنیہ کے معاوضے میں اپنے لئے کوئی دوسری حکومت پسند کر لو گے۔ تو تمہیں دے دی جائے گی۔"

قسطنطنیہ کے باشندے تو دل سے چاہتے تھے کہ جنگ نہ ہو۔ لیکن جان نے اس توقع پر کہ مسیحی سلطنتیں قسطنطنیہ کی حفاظت میں ضرور اس کی امداد کریں گی قاصد کو یہ جواب دے کر رخصت کر دیا:۔

"اپنے آقا سے کہہ دو۔ کہ ہم ضعیف و ناتواں ہونے کے باوجود خدا کے سوا کسی دوسری طاقت سے نہیں ڈرتے۔ وہی کمزور کی حفاظت کرتا اور طاقت ور کا غرور توڑتا ہے۔ سلطان کو اختیار ہے۔ کہ جو چاہے کرے۔"

یہ جواب سنتے ہی بایزید نے فی الفور قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔

حالات میں ناگہانی تغیر

ادھر بایزید قسطنطنیہ کی مہم کا انتظام کر رہا تھا۔

Marfat.com

اس کے ایشیائی مقبوضات میں تغیر حالات کی خونیں آندھیاں چل رہی تھیں۔ بایزید نے اس حشر انگیز انقلاب سے متاثر ہو کر فوراً محاصرے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ یہ انقلاب اس آویزش سے رونما ہوا۔ جو بایزید اور تیمور کے درمیان رونما ہو گئی تھی۔

تیمور تیمور وہ شہرۂ آفاق تاتاری امیر تھا۔ جس کی سلطنت دیوار چین سے ایشیائے کوچک کی سرحد تک اور بحیرۂ ارل سے گنگا اور خلیج فارس تک پھیلی ہوئی تھی اس نے ۳۵ سال سے کم عرصے میں ۲۷ سلطنتیں مسخر کر لی تھیں۔ اور نو شاہی خاندانوں کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ اس کا پایہ تخت سمرقند تھا۔ وہ غضب کا بہادر تھا۔ اعلیٰ جرنیل۔ بے نظیر مدبر اور عالی دماغ حکمران تھا۔ وہ اپنے ہوش مند جاسوسوں کے ذریعے سے دشمنوں کے پورے پورے حالات سے کما حقہٗ آگاہ رہتا تھا۔ ہوا خواہوں کے لئے زندگی بخش نسیم اور دشمنوں کے لئے شمشیر اجل تھا۔

بایزید اور تیمور کی سلطنتیں ہم سرحد تھیں۔ اس لئے باہمی آویزش کا ہونا ناگزیر تھا دوسرا سبب ایک دوسرے کے باج گزار رئیسوں کو حملے کی دھمکی دینا۔ اور ایک دوسرے کے باغیوں کو پناہ دینا تھا۔

سیواس سنہ ۱۴۰۰ء میں تیمور نے سرحد عثمانی میں داخل ہو کر سیواس کا محاصرہ کر لیا۔ بایزید نے پوری قوت سے مدافعت کی۔ جس سے تیمور کی سات آٹھ لاکھ فوج کی ہمت ٹوٹ سی گئی۔ لیکن معاً تیمور نے ایک اور زبردست و حیرت انگیز تدبیر سے کام لیا۔ اس نے مزدوروں کے ذریعے سے دیواروں کی بنیادیں کھدوائیں اور انھیں گرنے سے بچانے کے لئے شہتیروں کی تھونی لگائی۔ کھدائی کا کام ختم ہوا تو بنیادوں کے اندر بڑی بڑی سرنگیں تیار ہو گئیں۔ تو شہتیروں کو آگ دے دی۔ اور تمام دیواریں انھیں سرنگوں میں دھنس گئیں۔ اس طرح شہر فتح ہو گیا۔

بایزید نے قسطنطنیہ میں سیواس کے مفتوح ہونے کی خبر سنی۔ تو ایشیائے کوچک کی راہ لی۔ تیمور وہاں نہ تھا۔ دو سال کے بعد لوٹا۔ تو دونوں میں خط و کتابت ہوئی۔ اور صلح کے بجائے جنگ کی طرح ڈال دی گئی۔

Marfat.com

جنگ انگورہ بایزید نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر سیواس کی جانب پیش قدمی کی۔ لیکن تیمور کی فوج سات آٹھ لاکھ کے درمیان تھی۔ اس نے انگورہ پہنچ کر وہاں کا محاصرہ کیا۔ بایزید نے بھی اطلاع پاکر اپنی فوج کا رُخ انگورہ کی طرف پھیر دیا۔ اور دونوں فوجیں آمنے سامنے مقابلے کے لئے ڈٹ گئیں۔ بایزید کی فوج کثیر التعداد تاتاریوں پر مشتمل تھی۔ تیمور کے جاسوسوں نے انھیں بایزید سے توڑ کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ عثمانی فوج کے افسروں نے بایزید کو جنگ سے ہاتھ اٹھا لینے کا مشورہ دیا۔ لیکن ان کا ہر لفظ اس کے بہرے کانوں پر پڑا۔ اور وہ اپنی طاقت کے نشے میں سرشار ہو کر تیمور کی فوجی قوت کو جانچ نہ سکا۔ لہٰذا اس سے متواتر غلطیوں پر غلطیاں سرزد ہونے لگیں۔

آخر ۲۰۔ جولائی ۱۴۰۲ء کو وہ فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ جس نے تیمور کو بقائے دوام کا خلعت عطا کیا۔ اور بایزید کو ذلتِ ابدی کا طوق پہنایا۔ اناطولیہ کی ترکی ریاستوں کے دستے بھی جنھیں بایزید نے جبراً بھرتی کیا تھا۔ وقت پر غدار ثابت ہوئے۔ سروی فوج لڑائی سے دست کش ہو کر بھاگ گئی۔ اب بایزید کے پاس صرف ینی چری کے دس ہزار جوان باقی رہ گئے۔ اگرچہ اس مٹھی بھر فوج نے فوق العادت شجاعت اور معجزانہ جانبازی کا ثبوت دیا۔ لیکن تعداد کے لحاظ سے طرفین کا مقابلہ ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ تھا۔ نتیجہ وہی نکلا جس کا یقین تھا۔ یعنی تیمور نے فتح پائی۔ اور بایزید سعیٔ فرار کے باوجود گرفتار کر لیا گیا۔

بایزید حالتِ اسیری میں جب بایزید حالتِ اسیری میں تیمور کے سامنے آیا۔ تو اس نے بڑھ کر خیر مقدم کیا۔ ہتھکڑی اُتروا دی۔ اور عزت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا۔ پھر افسوس اور ہمدردی کے انداز میں کہنے لگا:۔

"اگرچہ احوال عالم تمام تر اللہ تعالیٰ کے ارادہ و قدرت کے مطابق پیش آتے ہیں۔ اور کسی دوسرے کو واقعی کوئی اختیار و اقتدار حاصل نہیں۔ تاہم انصاف

Marfat.com

اور حق یہ ہے۔ کہ تم پر جو مصیبت آئی ہے۔ خود تمھاری لائی ہوئی ہے۔ تم نے بارہا اپنی حد سے باہر قدم رکھا۔ اور بالآخر مجھے انتقام پر مجبور کر دیا۔ پھر بھی تم چونکہ اس دیار میں کفار سے جہاد کر رہے تھے۔ میں نے بہت کچھ تحمل کیا۔ اور ان حالات میں ایک خیر اندیش مسلمان کا جو فرض تھا۔ اسے بجالایا۔ میری خواہش تھی۔ کہ اگر تم فرماں برداری کی راہ اختیار کرو۔ تو تمھیں مال و لشکر کی جس قدر ضرورت ہو۔ اس سے تمھاری مدد کروں۔ تاکہ تم اطمینان و قوت کے ساتھ جہاد میں مصروف رہ سکو۔ اور کشور اسلام کے گوشے گوشے سے بے دینوں کے شرک کی شوکت کو فنا کر دو۔ لیکن تم نے بغاوت اور عداوت اختیار کی۔ حتیٰ کہ یہ نوبت آگئی۔ سب کو معلوم ہے۔ کہ اگر صورت حال اس کے خلاف ہوتی۔ اور یہ قوت و غلبہ جو قادر مطلق نے مجھے بخشا ہے۔ تمھیں حاصل ہوتا۔ تو اس وقت مجھ پر اور میرے لشکر پر کیا گزرتی۔ لیکن اس فتح کے شکرانے میں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے حاصل ہوئی ہے۔ میں تمھارے اور تمھارے آدمیوں کے ساتھ کچھ نہ کروں گا۔ اطمینان رکھو۔"

بایزید نے شرمندہ ہو کر اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ اور آئندہ سر اطاعت خم رکھنے کا وعدہ کیا تیمور نے اسے شاہانہ خلعت پہنایا۔ اور شہزادہ موسیٰ کو بھی آزاد کر کے اس کے پاس بھیج دیا۔

وفات ان سہولتوں کے باوجود بایزید اپنے گزشتہ جاہ و جلال کو یاد کر کے تڑپ رہا تھا۔ اور اسی تڑپ نے اسے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا تیمور کو خبر ہوئی۔ تو وہ زیادہ کڑی نگرانی کرنے لگا۔ بایزید اس اسیری اور ذلت کو بہت دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ اور آٹھ مہینے بعد اس نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ تیمور یہ اطلاع پاتے ہی اشک بار ہو گیا۔ اور موسیٰ کو آزاد کر کے بایزید کی نعش شاہانہ عزت و احترام سے بروصہ بھیج دی۔ جہاں اسے سابق عثمانی فرماں رواؤں کے پاس آغوش لحد میں لٹا دیا گیا۔

Marfat.com

دولت عثمانیہ کی بظاہر تباہی

جنگ انگورہ سے بایزید کے ساتھ ہی دولت عثمانیہ کا بھی گویا خاتمہ ہو گیا۔ تیمور نے عثمانیہ سے ملحق کی ہوئی تمام ترکی ریاستیں ترکی امیروں کو واپس دلا دیں۔ اور ایشیائے کوچک بظاہر کلیۃً آلِ عثمان کے ہاتھ سے نکل گیا۔

محمد اوّل

سنہ ۱۴۱۳ء تا سنہ ۱۴۲۱ء

شہزادوں کی آویزش

بایزید کی وفات کے وقت ایشیا اور یورپ دونوں میں سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات کی حالت یاس انگیز تھی۔ لیکن اس کے قابل و بہادر جانشینوں نے چند ہی سال کے اندر نہ صرف سلطنت کے تمام قدیم مقبوضات پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ بلکہ اس کی سطوت و عظمت کو چار چاند بھی لگا دیئے۔

بایزید کے ان تین بیٹوں میں سے جو جنگ انگورہ میں جان بچا کر بھاگ گئے تھے۔ سب سے بڑے سلیمان نے ادرنہ پہنچ کر باپ کی وفات کے بعد اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ دوسرا بیٹا عیسیٰ بروصہ میں بایزید کا جانشین بن بیٹھا۔ سب سے چھوٹے محمد نے ایشیائے کوچک کے شمال مشرق میں اماسیا کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ اب ان تینوں میں سلطنت کے لئے آویزش شروع ہو گئی۔ چوتھا بیٹا موسیٰ بھی جسے تیمور نے اس کے باپ کے انتقال پر رہا کر دیا تھا۔ تاج تخت کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔

پہلے محمد اور عیسیٰ جنگ آزما ہوئے۔ جس میں عیسیٰ نے زک اٹھائی۔ اور بھاگ کر امداد کے لئے سلیمان کے پاس پہنچا۔ سلیمان لشکر لے کر آیا۔ تو محمد نے موسیٰ سے کہا۔ کہ وہ یورپ جا کر سلیمان کے علاقے پر یورش کر دے۔ سلیمان

Marfat.com

فوراً اپنی سلطنت کو بچانے کے لئے یورپ کی جانب مراجعت کی۔ عیسیٰ شکست کھا کر ایسا گیا۔ کہ پھر نہ آیا۔

اب سلیمان اور موسیٰ میں جنگ چھڑی۔ سلیمان اپنی ہی فوج کے ہاتھوں جو اس کے تشدد کی وجہ سے سرکش ہو گئی تھی۔ مارا گیا۔ اور موسیٰ نے میدان خالی پاکر ادرنہ کے تخت پر بیٹھتے ہوئے اپنے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا۔

موسیٰ موقع پاتے ہی قسطنطنیہ پر ہلہ بولنے کا اہتمام کرنے لگا۔ محمد شہنشاہ کی درخواست امداد کو منظور کر کے فوجیں لئے ہوئے وہاں آگیا۔ آخر موسیٰ نے محاصرہ اٹھالیا۔ اور محمد اس کے عقب میں چلا۔ سرحد سرویہ پر طرفین میں رزم آرائی ہونے ہی والی تھی کہ موسیٰ کی فوج میں بغاوت پھوٹ پڑی۔ اور وہ محمد کے ساتھ جا ملی۔ موسیٰ کو اسی کے کسی باغی سپاہی نے قتل کر ڈالا۔

محمد کی سریر آرائی

اب میدان صاف تھا۔ اس لئے محمد کے سلطان ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ اس نے صرف آٹھ سال کی قلیل مدت حکومت میں اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کر کے یورش تیمور سے قبل کی طرح دولت عثمانیہ کو وسیع۔ قوی اور مستحکم بنا دیا۔ استقلال مملکت کے لئے اس نے آس پاس کی تمام سلطنتوں سے پیمان ہائے صلح استوار کئے۔ اور کرمانیہ وغیرہ ترکی ریاستوں کو دولت عثمانیہ کے آگے اظہار اطاعت کر کے ادائے خراج پر مجبور کیا۔

اخلاق و عادات

محمد نہایت وسیع القلب۔ عادل اور صادق العہد تھا۔ رعایا کے تمام فرقے اس کے حسن سلوک اور رواداری سے خوش تھے۔ ادب کا بھی مربی تھا۔

سنہ ۱۴۲۰ء میں محمد نے عالم جاودانی کی راہ لی۔ اور بروصہ میں اپنی تعمیر کرائی ہوئی مسجد خضرا سے متصل سپرد خاک کیا گیا۔ اس مسجد کے پاس ہی اس نے دو عمارتیں بنوا کر مدرسہ اور طعام خانہ جاری کیا۔

اس حقیقت کے پیش نظر کہ جنگ انگورہ کے بعد محمد نے دولت عثمانیہ کے

گرتے ہوئے ایوان کو نہایت قابلیت سے سنبھال لیا۔ اسے سلطنت کے بانیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

مراد ثانی

۱۴۲۱ء تا ۱۴۵۱ء

مصطفیٰ کا خاتمہ

محمد اوّل کے بعد اس کا بڑا بیٹا مراد ثانی ۱۸ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ اس کی کم سنی سے فائدہ اٹھا کر سلطنت عثمانیہ کے زیر اہتمام فرماں رواؤں نے علمِ بغاوت بلند کرنا شروع کیا۔ چنانچہ شہنشاہ قسطنطنیہ نے ایک شخص مصطفیٰ کو جو اپنے آپ کو سلطان بایزید یلدرم کا بیٹا کہتے ہوئے تاج و تخت کا مدعی تھا۔ مراد کے مقابلے میں کھڑا کر دیا۔ یہ وہی مصطفیٰ تھا جس نے محمد اوّل سے شکست کھا کر قسطنطنیہ میں پناہ لی تھی۔ اور جس کی نظر بندی کے معاوضے میں شہنشاہ قسطنطنیہ سلطان سے سالانہ ایک رقم خطیر پاتا تھا۔ شہنشاہ نے مصطفیٰ کو اس شرط پر رہا کر دیا۔ کہ وہ فتح پانے کی صورت میں گیلی پولی اور ساحل بحیرۂ اسود کے تمام بازنطینی شہر اسے واپس کر دے گا۔ اور اس کی امداد کے لئے فوج بھی دے دی۔ مراد نے ایشیائے کوچک سے ایک فوج بایزید پاشا کے زیر کمان مصطفیٰ کو نیچا دکھانے کے لئے روانہ کی۔ لیکن یورپ میں ترکی افواج کی کمک سے مصطفیٰ کا پلہ بھاری ہو جانے کے باعث بایزید پاشا شکست کھا کر مارا گیا۔ پھر مصطفیٰ نے ایشیائے کوچک میں پہنچ کر مراد کا مقابلہ کیا۔ لیکن زک اٹھا کر بھاگ گیا۔ اور گیلی پولی میں پناہ لی۔ مراد نے گیلی پولی کو مسخر کر کے مصطفیٰ کمال کو پھانسی پر لٹکا دیا۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ

۱۴۲۲ء میں مراد نے شہنشاہ قسطنطنیہ کو اس کی غداری کا مزہ چکھانے کے لئے بیس ہزار فوج کے ساتھ قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ مراد کو اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ کہ شہنشاہ نے ایسی چال چلی

Marfat.com

جس سے مراد کو محاصرے سے دست کش ہونا پڑا۔ شہنشاہ نے مراد کے برادر کوچک مصطفیٰ کو جو ایشیائے کوچک میں تھا۔ مراد کے مقابلے میں کھڑا کر دیا۔ اور مصطفیٰ نے کرمانیہ اور کرمیان کے امیروں کی مدد سے ایشیائے کوچک میں مراد کی ایک فوج کو شکست دے کر اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ یہ اطلاع پاتے ہی مراد قسطنطنیہ کے محاصرے سے ہاتھ اٹھا کر ایشیائے کوچک پہنچا۔ اور مصطفیٰ کی فوج کے دھوئیں بکھیر دیے۔ مصطفیٰ گرفتار کر لیا گیا۔ اور مراد کی اطلاع و اجازت کے بغیر نذر دار کر دیا گیا۔

ترکی ریاستیں اس کے بعد مراد نے ان ترکی ریاستوں کی طرف عنان توجہ منعطف کی۔ جو جنگ انگورہ کے بعد دولت عثمانیہ کے حلقۂ اطاعت سے نکل گئی تھیں۔ پہلے کرمانیہ پر یورش کر کے اسے سلطنت کا باج گزار بنایا۔ پھر کرمیان قسطمونی۔ منتشا۔ صاروخاں۔ حمید وغیرہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ کر کے ان سب کو دولت عثمانیہ کا مطیع و منقاد بنایا۔ اس طرح ایشیائے کوچک میں دولت عثمانیہ کا سابق اقتدار بحال ہو گیا۔

یورپ میں جدید مقبوضات سنہ ۱۴۲۴ء میں مراد عازم یورپ ہوا۔ اور قسطنطنیہ پہنچ کر وہاں کے فرماں رواؤں جاپلیولوگس سے پیمان صلح باندھا۔ جان نے ادائے خراج کا معاہدہ کرنے کے علاوہ سیلبریا اور درکوس کے سوا زیتون اور دریائے اسٹرانیا اور بحیرۂ احمر کے ساحل پر باقی ماندہ تمام دوسرے یونانی شہر سلطان کے سپرد کر دیے۔

سالونیکا کی تسخیر سالونیکا کا فرماں روا اینڈرونیکس تھا۔ اس نے غداری سے کام لے کر اسے وینس کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ مراد نے اس معاملۂ فروخت کی مخالفت کر کے سنہ ۱۴۳۰ء میں اسے بزور شمشیر مسخر کیا۔ اور اسے مع اس کے ملحقہ علاقے کے دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا۔

سرویہ کی تسخیر سرویہ کا فرماں روا اسٹیفن لازار تو ہمیشہ دولت عثمانیہ کا

Marfat.com

وفادار رہا۔ لیکن وہ انتقال کر چکا تھا۔ اور اب اس کی جگہ جارج برنیکو وِچ سربراہ ہوا۔ جو ترکوں کی مخالفت پر اُدھار کھائے بیٹھا تھا۔ اس نے ترکوں کے خلاف ہنگری سے ایک معاہدہ کر کے سمندریا میں ایک زبردست قلعہ بنوایا۔ مراد نے جارج کی مخالفانہ روش سے آگاہ ہو کر اس قلعے کا مطالبہ کیا۔ اس نے انکار کیا۔ مراد نے سرویہ پر یورش کر کے جارج کو شکست دی۔ اور اس سارے علاقے پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا۔

مسیحی حکومتوں کا اتحاد جنگِ انگورہ کے بعد ہنگری دولتِ عثمانیہ کے حلقۂ اطاعت سے آزاد ہو کر قوت پکڑتا جاتا تھا۔ بوسینیا۔ البانیہ اور ولاچیا بھی خود مختاری کے لئے مضطرب تھے۔ مراد کے برسرِ اقتدار آنے سے کوئی بیس سال تک تو یہ مسیحی طاقتیں متحد نہ ہو سکیں لیکن ۱۴۴۰ء میں جب لاڈسلاس شاہ پولینڈ نے ہنگری کی عنانِ حکومت ہاتھ میں لی۔ تو سلطنت عثمانیہ کی مخالف مسیحی طاقتوں نے بہت زور پکڑا۔ اور ان میں متحدہ مقابلے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اس کا محرک ایک فوجی سردار ہونیاڈے تھا۔ اس نے ہنگری پہنچ کر ترکوں کے مقابلے کی مہم سر کرنے کی حامی بھری۔ اور بیس سال تک دولتِ عثمانیہ سے برسرِ پیکار رہا۔

بلغراد ۱۴۴۲ء میں مراد نے سرویہ کے شہر بلغراد پر جو ہنگری کے قبضے میں تھا۔ چڑھائی کی۔ کیونکہ اسے تسخیر کئے بغیر ہنگری میں داخلہ غیر ممکن تھا۔ لیکن مراد کو ناکامی ہوئی۔

ہونیاڈے کی خونریز کامرانی انھیں دنوں عثمانی جرنیل زید پاشا نے ٹرانسلوینیا میں ہرمان اسٹاٹ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ہونیاڈے اس قلعے کی حمایت کے لئے میدان میں اترا۔ اور ترکوں کے لشکرِ جرار کا منہ پھیر دیا۔ بیس ہزار ترک کھیت رہے۔ پھر دعوتِ فتح کے موقع پر ترک قیدیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مراد نے اسی ہزار جنگ آزما

Marfat.com

بہادروں کی ایک اور فوج شہاب الدین پاشا کے زیر کمان روانہ کی۔ اور وازاگ میں ہونیاڈے نے پھر فتح کا پرچم لہرایا۔

اسلام کے خلاف عیسائیت کا اتحاد ہونیاڈے کی فتح اور ترکوں کی شکست نے یورپ بھر کی حکومتوں کے سمند آرزو پر تازیانے کا کام کیا۔ اور یورپ سے ترکوں کو خارج کر دینے کے لئے طاقتور صلیبی اتحاد کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس اتحاد میں ہنگری۔ پولینڈ۔ ولاچیا۔ بوسینیا اور سرویہ کی حکومتیں شامل ہوئیں۔ جرمنی اور فرانس نے فوجوں سے امداد کی۔ یورپ کے ہر ملک نے کثیر تعداد میں نبرد آزما سپاہی روانہ کئے۔ پوپ نے اسے اسلام کے خلاف عیسائیت کی جنگ قرار دے کر سب سے زیادہ فوجی اور مالی امداد بہم پہنچائی۔

ترکوں کی ناکامی مراد کرمانیہ کی آتش بغاوت فرو کرنے کے لئے ایشیائے کوچک میں تھا۔ اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر مسیحی فوج نے ۱۴۴۳ء میں بمقام نیش عثمانی فوج کو نیچا دکھایا۔ پھر ہونیاڈے نے صوفیا پر قبضہ کر کے فلپوپولس پر چڑھائی کی تیاری شروع کی۔ کوہ بلقان کے دامن میں ترک ایک مرتبہ اور مقابلے کے لئے بڑھے۔ لیکن پھر بھی ناکام رہے اور ہونیاڈے نے بودا کی طرف مراجعت کی۔

صلح ۱۲۔ جولائی ۱۴۴۴ء کو ریجیڈین میں مراد نے دس سال کے لئے اتحادیوں سے صلح کر لی جس کے رو سے سرویہ دولت عثمانیہ کے حلقۂ اقتدار سے آزاد کر دیا گیا۔ ولاچیا ہنگری کو دے دیا گیا۔ اور مراد نے ساٹھ ہزار دوکات عثمانی جرنیل محمد چلپی کا زر فدیہ ادا کیا۔

حکومت سے مراد کی بے تعلقی بیس بائیس سال کی متواتر جنگ و پیکار کے باعث مراد امور مملکت سے بیزار ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ باقی زندگی امن و سکون سے بسر کرنا چاہتا تھا

Marfat.com

صلح نامہ مذکور کے بعد جب وہ ایشیائے کوچک میں واپس گیا۔ تو اس کے قابل و شجاع فرزند اکبر شہزادہ علاء الدین کی خبر وفات اس کے خرمنِ قرار پر بجلی بن کر گری۔ مراد اس صدمے سے دیوانہ سا ہو گیا۔ اور اس نے ہمیشہ کے لئے ترک حکومت کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ وہ اپنے دوسرے ۱۴ سال بیٹے محمد کو تخت نشین کرکے ریاست ایدین میں مقیم ہو گیا۔

عیسائیوں کا نقض عہد

تخت سے مراد کی کنارہ کشی کی خبر یورپ کے گوشے گوشے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور عیسائیوں کے گھروں میں عیش و طرب کے شادیانے بجنے لگے۔ ہنگری کی مجلس قومی نے اس معاہدے کو پارہ پارہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ تحریک غداری کی روح رواں کارڈینل جولین تھا۔ جو پوپ کی کلی تائید سے نقضِ عہد پر اصرار کر رہا تھا۔ حالات عیسائیوں کے لئے سازگار تھے۔ جب شاہ ہنگری نے صلح نامے کی خلاف ورزی میں اظہار تامل کیا۔ تو جولین نے اس فتوے سے اس کے لب پر مہر سکوت لگا دی۔ کہ غیر عیسائیوں کے ساتھ معاہدے کی پابندی نہ کرنی چاہیئے۔ ہنگری کی مجلس قومی کے بعض ارکان کا جوشِ مخالفت بھی اسی فتوے سے ٹھنڈا کر دیا گیا۔ اس نے مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔

"کیا تم اس موقع پر ان امیدوں کو پرزے پرزے کر دو گے۔ جو لوگوں نے تمھارے ساتھ وابستہ کر رکھی ہیں۔ اور اس خوش نصیبی سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے۔ جو تمھیں نصیب ہوئی ہے۔ تمھارا معاہدہ تمھارے خدا اور تمھارے مسیحی بھائیوں کے ساتھ ہے۔ اور وہ سابق عہد و پیماں اس ناعاقبت اندیشانہ اور مخالف مذہب معاہدے کو ساقط کر دیتا ہے۔ جو مسیح کے دشمنوں سے کیا گیا ہو۔ دنیا میں اس کا نائب پاپائے روما ہے۔ جس کی اجازت کے بغیر تم نہ کوئی وعدہ کر سکتے اور نہ اسے پورا کر سکتے ہو۔ اس کی جانب سے میں تمھیں

Marfat.com

دروغ حلفی سے بری الذمہ قرار دیتے ہوئے تمھاری فوج کو برکت دیتا ہوں شہرت اور نجات کی راہ پر میرے نقشِ قدم پر چلو۔ اور اگر اب بھی تمھیں کچھ پس و پیش ہے۔ تو میں اس گناہ کا وبال اپنے سر لیتا ہوں"۔

لین پول کہتا ہے۔ کہ "جس طریقے سے یہ غداری عمل میں لائی گئی۔ اس سے زیادہ بری بات یورپ کے سورماؤں اور ایک بڑے سپہ سالار کی شہرت کے لئے تصور میں بھی نہیں آسکتی"۔

جب عثمانی فوجیں مندرجہ صدر قلعوں وغیرہ سے نکل آئیں۔ اور اتحادیوں نے صلح نامہ سے کما حقہٗ جلب منفعت کر لیا۔ تو یکم ستمبر کو شاہ لاڈسلاس۔ کارڈینل جولین اور ہونیاڈے بیس ہزار فوج لے کر دولتِ عثمانیہ کو تاخت و تاراج کرنے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔ ترک اس دجل و زور سے قطعاً آگاہ نہ تھے۔ اس لئے انھیں اکثر قلعوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ترکی دستے فنا کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ پھر دشمن نے جنوب کی طرف سے فاتحانہ یلغار کرتے ہوئے وارنا پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بھی ترک بے خبری کے باعث تیار نہ تھے۔ مجبوراً انھیں گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ اور وارنا پر بھی مسیحی پھریرا اڑنے لگا۔

معرکۂ وارنا

مراد نے اپنے ہوا خواہوں کے مشورے سے چالیس ہزار سرباز و تجربہ کار مجاہدین کا لشکرِ جرار لے کر اتحادیوں کو ناک چنے چبوانے کے لئے پیش قدمی کی۔ اور وارنا کے قریب ڈیرہ ڈال کر جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گیا۔

ادھر ہونیاڈے فتح و کامرانی کے نشے میں بدمست ہوا کے گھوڑے پر سوار مراد پر حملہ کرنے کو نکل کھڑا ہوا۔ ۱۰ نومبر ۱۴۴۴ء کو طرفین میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ پہلے پہلے عیسائیوں کا پلہ بھاری رہا۔ لیکن پھر مراد نے تخت یا تختہ کے زریں اصول کو سامنے رکھتے ہوئے ینی چری کی ہمت افزائی کی۔ اور دیکھتے دیکھتے ہوا کا رخ پلٹ گیا۔ عیسائی زک اٹھا کر پیچھے ہٹنے لگے۔ لاڈسلاس کا سر قلم کر کے نیزے پر چڑھایا

Marfat.com

گیا۔ ہونیاڈے جان بچاکر بھاگا۔ اور اتحادی لشکر کا دو تہائی حصّہ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ کارڈینل کی نعش مکافات عمل کی عبرت ناک مثال پیش کر رہی تھی۔

اگرچہ ترکوں کی اس فتح سے ہنگری تو فوراً زیرنگیں نہ لایا جاسکا۔ لیکن سرویہ اور بوسینیا پوری طرح مسخر کرلئے گئے۔

یتی چری کی سرکشی

اس کے بعد مراد نے عنانِ حکومت پھر شہزادہ محمد کے ہاتھ میں دے کر ایدین میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ اب کے بھی اسے تخت سے کنارہ کشی راس نہ آئی۔ کیونکہ خود ینی چری نے محمد کی نوعمری سے فائدہ اٹھاکر علم بغاوت بلند کردیا۔ اور ادرنہ میں لوٹ مار کی قیامت برپا ہوگئی۔ مراد کو اصلاح حالات کے لئے مجبوراً پھر زمام سلطنت ہاتھ میں لینی پڑی۔ اور اس کے ادرنہ پہنچنے پر بدامنی کے انگارے امن وسکون کے پھولوں میں تبدیل ہوگئے۔

موریا کی تسخیر

شہنشاہ قسطنطنیہ کے بھائیوں کی چیرہ دستیوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مراد نے موریا کا رُخ کیا۔ اور آسانی سے صورت حالات پر قابو پالیا۔ ان دونوں بھائیوں نے سر اطاعت خم کرتے ہوئے ادائے خراج منظور کیا۔ اور موریا پر قبضہ کرلیا۔

کسووا کا دوسرا معرکہ

ہونیاڈے جوشِ انتقام میں آپے سے باہر ہوگیا۔ اور کافی عرصے میں اسی ہزار کی زبردست فوج جمع کرکے سرویہ میں آدھمکا۔ سرویہ اور بوسینیا نے کھلی غداری کا ثبوت دے کر اپنی اپنی فوجیں میدانِ جنگ میں اُتار دیں۔ تین روز تک گھمسان کا رن پڑا۔ آخر ۱۷۔ اکتوبر ۱۴۴۸ء کو مراد نے دشمن کی فوج کے چھکے چھڑا کر اسے شکست فاش دی۔ سرویہ کو آزادی سے ہاتھ دھونے پڑے۔ اور اسے دولت عثمانیہ سے ملحق کرلیا گیا۔ بوسینیا نے ادائے خراج کی شرط پر اظہار اطاعت کیا۔

سکندر بک کی غداری

مراد کے آغاز حکومت میں البانیہ کی ایک ریاست کے امیر جان کستریو نے دولت عثمانیہ کی اطاعت

Marfat.com

قبول کر کے اپنے چار بیٹے بطور ضمانت سلطان کے پاس روانہ کر دیئے تھے۔ تین تو عالم طفلی ہی میں وفات پا گئے۔ چوتھا جارج کستریو زندہ رہا۔ مراد نے اسے اسلامی تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ایک سنجق کا حکمران بنا دیا۔ اور اسے سکندر بیک کا لقب عطا فرمایا۔ جان کستریو کی وفات پر مراد نے اس کی ریاست دولت عثمانیہ سے ملحق کر لی۔ تو سکندر بیک آگ بگولا ہو گیا۔ لیکن اس دفعہ ضبط کا دامن تھام کر موقع کا منتظر رہا۔ اور ۱۴۴۳ء میں عثمانی لشکر کی ہزیمت کو غنیمت سمجھ کر ریاست کو زیر تسلط لانے پہ تل گیا۔ چنانچہ اس نے فریب و تشدّد سے کام لیتے ہوئے البانیہ کا رخ کر کے آق حصار پر دست تصرف دراز کیا۔ اور اپنے ارتداد کا اعلان کر کے عیسائیت کی حمایت اور البانیہ کی آزادی کے لئے خدمات پیش کیں۔ اس طرح وہ سرداران البانیہ کی مدد سے بہت سے قلعوں پر قابض ہو کر فاتحانہ حیثیت سے اپنے آبائی مقبوضات میں داخل ہوا۔ تمام قومی امرا نے اس کے آگے سر اطاعت خم کر دیا۔ اور وہ ۲۵ سال تک ترکوں سے جنگ کرتا رہا۔

اخلاق و عادات آل عثمان کا مخالف اور مشہور متعصب نکتہ چیں لارڈ ایورسلے مراد کے عہد حکومت پر رائے زنی کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

"اس کی حکومت پر نظر ڈالنے سے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اس نے سلطنت کو وسعت دینے کے لئے لڑائیاں کیں۔ تقریباً ہر جنگ کے لئے وہ مجبور کیا گیا۔ تین مرتبہ ہنگری نے اس کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ ہر دفعہ مراد نے اسے نیچا دکھایا۔ کرامانیہ کو صرف ایک باج گزار ریاست بنا لینے پر قناعت کی۔ اور اس کی آزادی سلب کر کے اسے سلطنت میں جذب کر لینے پر اصرار نہ کیا۔ یہ دکھایا جا چکا ہے۔ کہ شہنشاہ قسطنطنیہ کا طریق عمل کیسا غدارانہ تھا۔ اور امرا اس کے دائرہ مقبوضات کو تنگ سے تنگ کر دینے میں کس قدر حق بجانب تھے۔ اسی طرح سالونیکا پر بھی مراد کی یورش جب وہ شہر جمہوریہ وینس کے ہاتھ میں تھا۔ بالکل جائز تھی۔ کیونکہ شہنشاہ قسطنطنیہ کو اسے فروخت کرنے اور یوں ایک غیر حکومت کو وہاں قدم جمانے کی جگہ دینے

کا کوئی حق نہ تھا۔ شمالی سرحد پر جو لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں مراد کو اہلِ ہنگری اور ان کی حلیف مسیحی طاقتوں کے جارحانہ اقدام سے مجبور ہو کر میدان میں آنا پڑا۔ اتحادیوں نے تلوار سے فیصلہ چاہا۔ اور فیصلہ ان کے خلاف ہوا۔"

گبن ایک ترک مورخ کا بیان یوں نقل کرتا ہے:۔

" سلطان مراد نے ۴۹ سال کی عمر پائی۔ اور تیس سال چھ مہینے آٹھ دن سلطنت کی۔ وہ ایک منصف بہادر فرماں روا تھا۔ نہایت کشادہ قلب۔ مستقل مزاج۔ عالم۔ رحم دل۔ پابند مذہب اور فیاض۔ وہ اہلِ علم اور کسی علم یا فن میں کمال رکھنے والے تمام اشخاص سے محبت اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا۔ وہ ایک نیک شہنشاہ اور عظیم المرتبت سپہ سالار تھا۔ کسی شخص نے مراد سے زیادہ یا اس سے بڑی فتوحات حاصل نہیں کیں۔ اس کے عہدِ حکومت میں سپاہی ہمیشہ فتح مند تھا۔ اور شہری خوش حال و مامون۔ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتا۔ تو سب سے پہلے وہاں مسجدیں۔ کارواں سرائیں۔ ہسپتال اور مدرسے تعمیر کراتا۔ ہر سال وہ ایک ہزار طلائی سکے سادات کی نذر کرتا۔ اور ڈھائی ہزار مکۂ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے دیندار لوگوں کے لئے بھیجتا۔"

اس کے بعد گبن اپنی ذاتی تحقیق اس طرح درج کرتا ہے:۔

" مراد کے عدل و انصاف اور تحمل کی تصدیق اس کے طرزِ عمل اور خود عیسائیوں کی شہادت سے ہوتی ہے۔ جن کا خیال ہے۔ کہ اس کے عہد کی آسودگی اور اس کی پُرسکون موت اس کے غیر معمولی محاسن کا صلہ تھی۔ اپنی عمر اور فوجی طاقت کے دورِ شباب میں بھی اس نے شاذ ہی کسی میدانِ جنگ میں قدم رکھا۔ جب تک پہلے دشمنوں کی طرف سے اسے جنگ کے لئے کافی طور پر برانگیختہ نہ کیا گیا۔ دشمن کے مطیع ہو جانے کے بعد فاتح سلطان اپنے ہتھیار کھول کر رکھ دیتا تھا۔ اور صلح ناموں کی پابندی میں اس کا عہد ناقابلِ شکست و مستحکم تھا۔ حملے کی ابتدا عموماً اہلِ ہنگری کی طرف سے ہوا کرتی تھی۔ سکندربیک کے خلاف اسے اشتعال

Marfat.com

خود سکندر بک کی بغاوت کے باعث پیدا ہوئے۔ اور کرمانیہ کے غدار امیر کو عثمانی سلطان نے دوبارہ زیر کیا۔ اور دونوں مرتبہ معاف کر دیا۔ قبل اس کے کہ موریا پر چڑھائی کرے۔ تھیبز پر موریا کا فرماں روا اچانک حملہ کر چکا تھا۔ جہاں تک سالونیکا کی فتح کا تعلق ہے۔ بایزید کا پوتا اہل وینس کی تازہ خریداری کو زیر بحث لا سکتا تھا۔ اور قسطنطنیہ کے پہلے محاصرے کے بعد سلطان کو پھر کبھی پلیو لوگس کی مصیبت۔ غیر حاضری یا زیادتیوں کی بنا پر سلطنت بازنطینی کے بجھتے ہوئے چراغ کو گل کر دینے کی ترغیب نہ ہوئی۔"

محمد فاتح

۱۴۵۱ء تا ۱۴۸۱ء

مراد ثانی کے بعد اس کا بیٹا محمد فاتح ۱۴۵۱ء میں بمقام اورنہ تخت نشین ہوا۔ اور ینی چری کو خوش کرنے کے لئے انعامات تقسیم کئے۔

شیر خوار بھائی کا قتل محمد ثانی نے تاج سلطنت سر پر رکھتے ہی فتنہ و شر سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے شیر خوار بھائی کو حوض میں غرق کرا دیا۔

شہنشاہ قسطنطنیہ سے آویزش سلطان بایزید یلدرم کا پوتا اورخان قسطنطنیہ میں نظر بند تھا۔ اس کے مصارف سلطان ادا کرتا تھا۔ قسطنطنیہ کے فرماں روا قسطنطین یازدہم نے اس رقم میں اضافے پر زور دیتے ہوئے یہ انتباہ بھی کر دیا۔ کہ اگر یہ اضافہ منظور نہ کیا گیا۔ تو اورخان میدان مقابلہ میں اتر آئے گا۔ محمد ثانی ان دنوں ایشیائے کوچک میں آتش بغاوت فرو کرنے میں مشغول تھا۔ اس نے بازنطینی سفراء کو حسن تدبیر سے رخصت کر دیا۔

Marfat.com

یورپ میں دولت عثمانیہ کے استحکام کے لئے قسطنطنیہ پر قبضہ ہونا نہایت ضروری تھا۔ جب تک اس اہم مقام پر عیسائیوں کا تسلط قائم رہتا۔ ایشیا اور یورپ میں عثمانی مقبوضات کا درمیانی تعلق کسی طرح محفوظ نہ ہو سکتا تھا۔ لہٰذا جب سے ترکان عثمانی نے سرزمین یورپ کو اپنی جولان گاہ بنایا اسی وقت سے اس شہر کو زیرنگیں کرنا ان کا مطمح نظر قرار پایا۔ یہ وجہ بجائے خود محمد ثانی کو اس مہم کا بیڑا اٹھانے کے لئے کافی تھی۔ اب قسطنطین کی تہدید اس کے توسن یورش کے لئے تازیانہ ہوگئی

قسطنطنیہ پر یورش کی تیاریاں محمد ثانی نے پہلے ایشیائے کوچک کی مکدر فضا کو شورشوں کے رفع کرنے سے صاف کیا امیر کرمانیہ اور ہونیاڈے سے پیمان صلح استوار کیا جس سے شمالی یورپ کی حد بھی خطرے سے خالی ہوگئی۔ پھر موریا میں ایک فوج روانہ کی۔ تاکہ شہنشاہ کے حکم ماں بھائی اس کی امداد نہ کر سکیں۔ پھر اس نے آبنائے باسفورس کے یورپی ساحل اور قسطنطنیہ سے کوئی پانچ میل کے فاصلے پر ایک نہایت مضبوط قلعے کی تعمیر شروع کرادی۔ جو ۱۴۵۲ء کے موسم سرما سے پہلے مکمل ہوگیا۔ اب آبنائے باسفورس پر ترکوں کا پورا پورا قبضہ تھا۔

قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ضروری تھا۔ کہ ان تین دیواروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے۔ جو مغربی جانب سے اس کی حفاظت کر رہی تھیں۔ محمد ثانی نے اس مقصد کے حصول کے لئے نہایت زبردست توپیں بنوائیں۔ علاوہ ازیں محاصرے کے لئے ۱۸۰ جہازوں کا ایک بیڑا بھی تیار کرایا۔

قسطنطین کی طرف سے مدافعت ادھر قسطنطین بھی مدافعت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔ اس نے مغربی یورپ کے حکمرانوں سے استمداد کی۔ اور پوپ کی انتہائی اعانت حاصل کرنے کے لئے کلیسائے قسطنطنیہ کو کلیسائے روم سے ملحق کر دیا۔ اس تجویز سے یونانی پادری بے حد مشتعل ہوئے۔ اور شہنشاہ کی رعایا کا بہت سا حصہ اس سے کٹ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ صرف

Marfat.com

چھ ہزار یونانیوں نے اس مہم کے لئے پیش قدمی کی۔ مغربی یورپ نے بھی برائے نام امداد کی۔ اور فلسطین کی ساری فوج کی تعداد نو ہزار سے آگے نہ بڑھ سکی۔

محاصرہ ۶۔ اپریل ۱۴۵۳ء کو محاصرے کا آغاز ہوا۔ چند دن کے بعد ایک چھوٹی سی بحری جنگ پیش آگئی۔ جس میں عثمانیوں کو زک اٹھانی پڑی۔ اب محمد ثانی نے محاصرے کو سخت کر دینے کے لئے ایک حیرت انگیز تدبیر سوچی۔ باسفورس اور بندرگاہ قسطنطنیہ کے درمیان پانچ میل کا فاصلہ ہے۔ اس نے یہاں چوبی تختوں کی ایک سڑک بنوا کر اس پر اچھی طرح چربی مل دی۔ اور راتوں رات ۸۰ کشتیاں بیلوں سے کھچوا کر بندرگاہ کے اس حصے میں پہنچا دیں۔ اب یہ حصہ بھی حملے کی زد میں آگیا۔

سقوط قسطنطنیہ ۲۹۔ مئی ۱۴۵۳ء کو نماز فجر کے بعد حملہ شروع ہوا۔ اور کچھ دیر تک مقابلہ ہونے کے بعد محمد ثانی نے ینی چری فوج کو لے کر پیش قدمی کی۔ یونانی اس تازہ حملے کی تاب نہ لا سکے۔ اور قسطنطین نے یکسر ناامیدی کی حالت میں لڑتے ہوئے جان دی۔

محمد فاتح کا داخلہ اسی روز ظہر کے قریب سلطان محمد فاتح شہر میں داخل ہوا۔ اور سینٹ صوفیا کے گرجے میں اقانیم ثلاثہ کا خاتمہ کر کے خدائے واحد کا نام بلند کیا۔ یورپی سلطنتوں نے ایسے موقعوں پر وحشیانہ مظالم کی جو ہولناک مثالیں پیش کیں۔ ان کے مقابلے میں ترکوں نے قسطنطنیہ میں داخل ہوتے وقت گویا کچھ بھی نہ کیا۔ لاریب پہلے تو فتح کے نشے میں قتل عام شروع کر دیا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا۔ کہ عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ تو فی الفور تلواریں نیام میں کر لیں۔ اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس باب میں ایوسلے رقم طراز ہے:۔

"اگرچہ سلطان اور اس کے سپاہیوں نے بہت سے مظالم کئے۔ اور یونانیوں کی پوری جماعت پر مصیبت ٹوٹ پڑی۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ فتح قسطنطنیہ

کے موقع پر ویسی نفرت انگیز بدمستیوں کا مظاہرہ ہوا۔ جیسی ۱۲۰۴ء میں دیکھی گئی تھی۔ جب محاربین صلیبی نے اس پر قبضہ کیا تھا۔ داخلے کے ابتدائی چند گھنٹوں کے بعد اس موقع پر کوئی قتل عام نہ ہوا۔ آتش زنی بھی زیادہ نہ ہوئی۔ سلطان نے گرجاؤں اور دوسری عمارتوں کو محفوظ رکھنے میں پوری کوشش کی۔ اور وہ اس میں کامیاب رہا۔"

محمد فاتح کی رواداری

یکم جون ۱۴۵۳ء کو سلطان محمد فاتح نے امن عام کا اعلان کیا۔ اور قسطنطنیہ سے بھاگے ہوئے تمام عیسائیوں کو مراجعت کی دعوت دی۔ اس نے ان کی جانی و مالی حفاظت کا ذمہ لیتے ہوئے انہیں اپنے کاروبار میں بدستور مشغول ہو جانے پر آمادہ کیا۔ پھر بطریق کلیسا کو اس کے منصب پر بحال کر کے کلیسا کی سرپرستی خود قبول کی۔ اور ایک خاص فرمان کے ذریعے سے یونانی بطریق کی ذات کو محترم قرار دیتے ہوئے اس کے کلیسا کے دوسرے عہدہ داروں کو تمام ٹیکس معاف کر دئے گئے۔ اسی فرمان کے مطابق یونانیوں کو ان کے نصف گرجے واپس دے دئے گئے۔ اور مذہبی رسوم ادا کرنے کی کلی آزادی عطا کر دی گئی۔ دیگر اہم مذہبی مراعات بھی کشادہ دلی سے دے دی گئیں۔

اس سلسلے میں پروفیسر آرنلڈ اپنی مشہور کتاب "دعوتِ اسلام" میں رقمطراز ہیں:

"سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے اور شہر میں امن ہونے کے بعد پہلا انتظام یہ کیا۔ کہ یونانی کلیسا کا حامی اور سرپرست بنا۔ تاکہ عیسائی اس کی اطاعت قبول کریں۔ عیسائیوں پر سختی ہونے کی ممانعت کر دی۔ اور ایک فرمان جاری کیا جس کے مطابق قسطنطنیہ کے نئے بطریق اور اس کے جانشینوں اور ماتحت اسقفوں کو قدیم اختیارات جو حکومت سابقہ میں انھیں حاصل تھے۔ دے دئے گئے جو ذریعے ان کی آمدنی کے تھے۔ وہ بحال ہوئے۔ اور جن قواعد سے وہ مستثنیٰ تھے۔ ان سے بدستور مستثنیٰ کئے گئے۔ گنادیوس کو جو ترکوں کی فتح کے بعد قسطنطنیہ کا پہلا بطریق ہوا۔ سلطان نے اپنے ہاتھ سے وہ عصا عنایت فرمایا۔ جو اس کے

Marfat.com

منصب کا نشان تھا۔ ہزار اشرفیوں کا ایک خریطہ اور پُر تکلف سامان والا ایک گھوڑا اسے دیا۔ نیز اجازت دی۔ کہ وہ اپنے قدیم سامان جلوس کے ساتھ شہر میں سوار ہو کر دورہ کرے۔ ترکوں نے صرف یہی نہیں کیا۔ کہ کلیسا کے سب سے بڑے افسر کی وہی عزّت و وقعت قائم رکھی۔ جو اسے عیسائی شہنشاہان روم کے وقت میں حاصل تھی۔ بلکہ عدالت کے وسیع اختیارات بھی اسے دئے۔ بطریق قسطنطنیہ کی عدالت ایسے تمام مقدمات کا جس میں فریقین عیسائی ہوں۔ فیصلہ کرتی تھی۔ جرمانہ کرنے اور مجرموں کو قید کی سزا دینے کے اختیارات جس کے لئے علٰحدہ قیدخانے بنے ہوئے تھے۔ اور حالات میں سزائے موت کے حکم دینے کا بھی اختیار اسے حاصل تھا۔ وزرائے سلطنت اور ترکی حکام کو ہدایت تھی۔ کہ اس عدالت کے فیصلوں کی تعمیل کریں۔ سابقہ عیسائی سلطنت نے رعایا کے مذہبی امور میں گوناگوں دست اندازیاں کی تھیں۔ لیکن ترکوں نے ان میں کچھ دخل نہ دیا۔ بطریق اور اس کی مذہبی مجلس کو مذہب اور مذہبی انتظامات کے باب میں کلّی اختیارات حاصل ہوئے۔ بطریق کو اختیار حاصل تھا۔ کہ مذہبی مشوروں کی مجلس کو جب چاہے قائم کرے اور اس کے ذریعے سے عیسوی فقہ اور اصول کے تمام مسائل کو سلطنت کی مداخلت کے بغیر طے کرے۔ اور چونکہ ایک حیثیت سے وہ سلطانی عہدہ دار بھی تھا۔ اس لئے اس کے اختیار میں تھا۔ مصیبت زدہ عیسائیوں کی حالت کی اصلاح اس طرح کرے۔ کہ سلطان کو غیر منصف ترکی گورنروں کے کاموں سے مطلع کرے۔ ضلاع کے یونانی اسقفوں کی بھی بہت عزّت تھی۔ اور عدالتی اختیارات انھیں اس قدر دئے گئے تھے۔ کہ موجودہ زمانے تک انھوں نے اپنے علاقوں میں عیسائیوں پر ترکی حاکموں کی طرح حکومت رکھی۔"

الیورسلے کہتا ہے:۔

"محمد کی یہ عظیم الشان رواداری اس عہد کی مسیحی یورپی حکومتوں کی سیاسی اخلاقیات سے بہت آگے تھی۔ اہل ہسپانیہ نے ان مسلمان مراکشیوں کو جنھوں

نے اپنے گرفتار کرنے والوں (عیسائیوں) کا مذہب اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے ملک سے نکالتے وقت اس کے نمونے پر عمل نہیں کیا تھا۔ یونانیوں یا قسطنطنیہ کے دوسرے باشندوں کو ترغیب یا جبر سے مسلمان بنانے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔"

قسطنطنیہ کی رونق و خوش حالی محمد ثانی نے قسطنطنیہ کو نئے سرے سے آ[باد] کرنے پر خاص توجہ مبذول کی۔ اس نے بہت سے باشندوں کو جو وہاں سے بھاگ گئے تھے۔ واپس طلب کر کے آباد کیا۔ دولت عثمانیہ کے مختلف علاقوں سے کثیر التعداد یونانیوں۔ یہودیوں اور ترکوں کو لا کر قسطنطنیہ میں بسایا۔ علاوہ بریں ہر جدید فتح کے موقع پر مفتوحہ علاقوں کے بے شمار باشندوں کو پایہ تخت میں طلب کر کے وہاں آباد کرتا تھا۔ اس کے دور حکمرانی کے خاتمے پر قسطنطنیہ اپنے آخری یونانی حاکم کے عہد سے کہیں زیادہ آباد۔ پُر رونق آسودہ حال تھا۔

پایہ تخت محمد ثانی سے قبل گیارہ مرتبہ سلاطین اسلام قسطنطنیہ کا محاصرہ کر چکے لیکن فتح کا سہرا اسی کے سر رہا۔ اور اسی نے اسے دولت عثمانیہ کا پایہ تخت بنایا۔

جامع ایوبؓ قسطنطنیہ کی فصیل کے ساتھ ہی حضرت ایوب انصاریؓ کا مزار دریافت ہوا۔ جہاں سلطان نے جامع ایوبؓ کے نام سے ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ اب یہ دستور ہو گیا۔ کہ تخت نشینی کی تقریب اسی مسجد میں جا کر منائی جانے لگی

دوسری فتوحات قسطنطنیہ کی فتح سلطان محمد ثانی کا سب سے بڑا زریں کارنامہ ہے۔ جو اس کے تاج سطوت و عظمت میں دُرِ شہوار بن کر چمک رہا ہے۔ اور اسی نمایاں امتیاز نے اسے فاتح کے لقب سے مشہور کیا۔ علاوہ بریں اس نے اپنے عہدِ حکومت میں دوسری متعدد شاندار فتوحات بھی حاصل کیں

اس کے حسن جاہ وجلال کو چار چاند لگا رہی ہیں۔

یونان ۱۴۵۴ء میں محمد ثانی نے یونان کی طرف باگ اٹھائی۔ لیکن وہاں کے دونوں حکمرانوں نے جو قسطنطین کے بھائی تھے۔ سلطان کے پہنچنے کا انتظار کئے بغیر اپنے سفیروں کی وساطت سے اظہارِ اطاعت کیا۔ اور ہر سال بارہ ہزار دوکات خراج ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔

سرویہ اسی سال محمد نے سرویہ کا رُخ کیا۔ اور سمندریہ پر یورش کرکے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بادشاہ بھاگ گیا۔ ہونیاڈے نے امداد کے لئے پیش قدمی کرکے ترکوں کے ہراول دستے کو پسپا کیا۔ لیکن اہلِ سرویہ عثمانی غلبہ کو ہنگری کے تسلّط سے کہیں بہتر سمجھتے تھے۔ اس لئے شاہ سرویہ نے پیمانِ صلح باندھ کر تیس ہزار دوکات سالانہ خراج ادا کرنا منظور کیا۔

بلغراد کا محاصرہ اگلے سال پھر محمد ڈیڑھ لاکھ کا لشکر جرار اور تین سو توپیں لے کر سرویہ میں داخل ہونے کے بعد بلغراد پہنچ گیا۔ اور معاً اس کا محاصرہ کر لیا۔ بلغراد اس وقت ہنگری کے زیرِ تسلّط تھا۔ قسطنطنیہ کی فتح سے یورپ بھر کے در و دیوار لرز گئے تھے۔ اس لئے یورپ نے صلیبی جنگ کا اعلان کرکے اپنے نمائندہ جان کاپسٹران کو ساٹھ ہزار کی فوج کے ساتھ ہنگری کی امداد کے لئے بھیجا۔ آٹھ روز تک گولوں کی موسلا دھار بارش کے بعد سلطان نے عام حملے کا فرمان صادر کیا۔ طرفین میں شدید خونریز لڑائی ہوئی۔ آگ اور خون کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ پچیس ہزار ترکوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ محمد خود میدانِ کارزار میں لڑنے کے باعث مجروح ہوا۔ اور محاصرہ چھوڑ دیا گیا۔ اُدھر ہونیاڈے زخموں سے چور ہو کر چل بسا۔ اور دو ماہ بعد جان کاپسٹران نے بھی وفات پائی۔

سرویہ کی فتح محمد ناکام ہو کر ادرنہ کو لوٹ گیا۔ اور محمود پاشا صدرِ اعظم نے دو سال میں سارے سرویہ کو فتح کر لیا۔ سرویہ کے شاہی خاندان میں خانہ جنگیوں کا طوفان برپا ہو گیا۔ جس نے ہمیشہ کے لئے ملک کی آزادی کا

بیڑا غرق کر دیا۔ آخر ۱۴۵۹ء میں سرویہ کو سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔

بوسینیا کی تسخیر بوسینیا صدیوں سے لاطینی اور یونانی کلیساؤں کی معرکہ آرائیوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ لوگوں نے پریشان ہو کر ایک تیسرے مذہب کی پیروی شروع کر دی۔ اب یہ دونوں کلیسا اس نئے فرقے کے مقلدوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے لگے۔ اور اہلِ بوسینیا کو دامنِ اسلام میں پناہ لینے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ محمود پاشا کی فاتحانہ یلغار دیکھ کر بادشاہ نے سپر ڈال دی۔ اور ۱۴۶۲ء میں بوسینیا دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔

موریا کی فتح موریا میں طاس اور دمتریس ادائے خراج کے وعدے پر حکومت کر رہے تھے۔ بلغراد میں سلطان کی ناکامی دیکھ کر پوپ کے اکسانے پر طاس نے ادائے خراج سے انکار کر دیا۔ محمد نے اس انکار کو بغاوت کا اعلان قرار دے کر ۱۴۵۸ء میں موریا پر فوج کشی کی۔ اور علاقے پر علاقہ فتح کرتا ہوا بڑھتا چلا گیا۔ طاس اور دمتریس نے صلح کر لی۔ اور محمد لوٹ آیا۔ لیکن اس کے جاتے ہی یہ دونوں فرماں روا پھر شورش آرائی پر تل گئے۔ محمد پھر پلٹ آیا۔ اور اب بڑی شدت سے حملے کر کے موریا کے سارے علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد اسے دولت عثمانیہ کا ایک صوبہ بنا لیا۔

کرمانیہ ایشیائے کوچک میں کرمانیہ کے امیر ابراہیم کی وفات پر اس کے بیٹوں میں ریاست کے لئے رسہ کشی شروع ہو گئی۔ محمد نے ریاست ان کے ہاتھ سے چھین کر خود ان پر قبضہ کر لیا۔

طرابزون اور سینوپ ایشیائے کوچک میں طرابزون اور سینوپ کے علاقے ابھی مسخر نہ ہوئے تھے۔ محمد نے سینوپ پر یورش کی۔ اور اسمٰعیل بیگ نے مقابلے کی تاب نہ لا کر ہتھیار ڈال دیے۔ ۱۴۶۱ء میں محمد نے طرابزون کو فتح کر کے دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا۔ ایشیائے کوچک کے اطراف و اکناف میں عثمانی پرچم لہرانے لگا۔ ساحل بحیرہ

پر جنوا کے علاقے بھی مسخر کر لئے گئے۔

یونانی مجمع الجزائر

محمد نے یونانی مجمع الجزائر پر فوج کشی کر کے لسبوس۔ لمنوس سیفالونیا اور یوبیا کو بھی زیر نگیں کر لیا۔

فتح کریمیا کا شاندار کارنامہ

دوسرے اسباب کے علاوہ کریمیا پر حملہ کرنے کا ایک بہت بڑا سبب اس کا محل وقوع بھی تھا اور محمد جانتا تھا۔ کہ کریمیا پر قبضہ کئے بغیر عثمانی مقبوضات کا پورا پورا تحفظ غیر ممکن ہے چنانچہ ۱۴۷۵ء میں سلطنت عثمانیہ کے مشہور سپہ سالار احمد کدک پاشا نے ایک زبردست جنگی بیڑے اور چالیس ہزار لشکر جرّار کے ساتھ پہلے کافہ پر دھاوا کیا۔ اس کے مسخر ہوتے ہی پورا ملک ترکوں کے قبضے میں آگیا۔ اور کریمیا کی آزادی کا خاتمہ ہوگیا۔

ولاچیا میں رفع بغاوت

ولاچیا کے امیر ولاد چہارم نے سلطان کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کر دیا۔ اور عثمانی تاجروں کو وحشیانہ طریق سے قتل کرا دیا۔ جب اس کی درندگی اور ہولناک مظالم سے تڑپنے والے ستم رسیدوں کی فلک پاش چیخوں سے قسطنطنیہ کے ایوان حکومت کے ستون لرزنے لگے۔ تو سلطان ایک عظیم الشان لشکر لے کر اس کی گوشمالی کے لئے نکلا لیکن حملے سے پہلے ہی ولاد نے اظہار اطاعت کر لیا۔ اور محمد لوٹ آیا۔ ولاد نے موقع پاکر ہنگری سے ساز باز کرتے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی سے پھر سرکشی پر کمر باندھ لی۔ اور دردانگیز ظلم و تشدد کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی۔ اس پر سلطان ڈیڑھ لاکھ کا لشکر جرّار لے کر حملہ آور ہوا۔ اور شہر پر شہر فتح کرتے ہوئے صدر مقام بخارسٹ پر قبضہ کر لیا۔ پھر اس نے ولاد کو معزول کر کے ولاچیا کی زمام عمارت اس کے بھائی رادول کے ہاتھ میں دے دی۔ اور یہ ریاست پھر دولت عثمانیہ کے زیر اطاعت اس کی باج گزار ہوگئی۔

البانیہ اور ہرزیگوویتا

البانیہ کی تسخیر میں سکندر بک حائل تھا۔ عثمانی لشکر اس علاقے پر قبضہ کرنے میں ناکام رہا۔ تو سلطان

Marfat.com

نے سکندر بک کو البانیہ اور اپائرس کا حاکم مان لیا۔ لیکن چھ سال کے بعد اس کے انتقال پر البانیہ اور اپائرس کے علاوہ ہرزیگووینا کا علاقہ بھی مسخر کر کے دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔

وینس

سکندر بک کی فتح وظفر نے وینس کو بھی دولت عثمانیہ سے ٹکر لینے پر آمادہ کر دیا۔ اور حالات نے جلد ہی ایسی کروٹ لی۔ کہ ان دونوں میں معرکہ آرائی اٹل ہو گئی۔ ۱۴۶۳ء میں جنگ کا آغاز ہوا۔ اور سولہ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ترکوں کو فتح پر فتح حاصل ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ۱۴۷۹ء میں حکومت وینس نے مجبوراً صلح کر کے سالانہ خراج ادا کرنے کا معاہدہ کیا۔

روڈس میں ناکامی

۱۴۸۰ء میں محمد نے مسیح پاشا کو روڈس کی مہم پر بھیجا اس نے بہت سے مقامات فتح کر کے روڈس کا محاصرہ کر لیا۔ عرصے تک کوئی قابلِ ذکر نتیجہ رونما نہ ہوا۔ تو ترکوں نے عام ہلہ بول کر عیسائیوں کے دھوئیں بکھیر دیے۔ لیکن عین داخلۂ شہر کے وقت مسیح پاشا نے یہ اعلان کرا دیا۔ کہ سارا مالِ غنیمت سلطان کے حق میں محفوظ سمجھا جائے گا۔ اس سے فوج میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ عیسائیوں نے اس حالت سے فائدہ اٹھا کر نہایت زبردست حملہ کیا۔ اور شہر میں داخل شدہ ترکوں کو شکست دے کر باہر نکال دیا۔ ناچار محاصرہ اٹھا لیا گیا۔

اوٹرانٹو کی تسخیر

اٹلی کو مسخر کرنے کے لئے اس کے دروازے یعنی اوٹرانٹو کی فتح ضروری تھی۔ لہٰذا احمد کدک پاشا فاتح کریمیا نے اس پر خشکی اور سمندر دونوں طرف سے زبردست حملہ کیا۔ اور ۱۱۔ اگست ۱۴۸۰ء کو اوٹرانٹو پر قبضہ کر لیا گیا۔

وفات

اوٹرانٹو کے بعد دوسرے سال محمد کسی نئی مہم کی تیاریاں کر رہا تھا۔ کہ یکایک ۳ مئی ۱۴۸۱ء کو ۵۱ برس کی عمر میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اور قسطنطنیہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

Marfat.com

فوجی کمالات فوجی قابلیت کے اعتبار سے کوئی جرنیل سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کا مقابلہ نہ کرسکتا تھا۔ وہ یہ سمجھ کر کہ جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے رازداری اور سرعت عمل لازم ہے۔ اسی اصول کا پابند تھا۔ اور یہی مسلک واقعات کی روشنی میں اسے ایک کامیاب فاتح جرنیل قرار دے رہا ہے۔

علم وفضل اور ادب نوازی لین پول رقم طراز ہے:۔

"محمد کی عظمت محض فتوحات کے وسیع دائرے میں محدود نہ تھی۔ اُس کی خداداد قابلیت کے جوہر رزم وبزم دونوں جگہ یکساں طور پر نمایاں تھے۔ بہترین اساتذہ کے زیر نگرانی اس نے حیرت انگیز سرعت سے علوم وفنون کی تحصیل کی تھی۔ اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی۔ فارسی۔ عبرانی۔ لاطینی اور یونانی پر بھی قدرت رکھتا تھا۔ دنیا کی تاریخ اور جغرافیہ میں اسے کامل دسترس تھی۔ وہ ایک عالی پایہ شاعر اور شعروسخن کا بہت بڑا سرپرست بھی تھا۔ اس کے دربار سے تیس عثمانی شعرا وظیفہ پلتے تھے۔ اور وہ ہر سال خواجہ جہاں (ہندوستان) اور مولانا جامیؒ (ایران) کی خدمت میں قیمتی تحفے ارسال کیا کرتا تھا۔"

اہلِ علم وفضل اور ارباب کمال اس کی قدردانی کے باعث دربار میں کھچے چلے آتے تھے۔ اس نے قسطنطنیہ اور دوسرے مقامات میں بہت سی مسجدیں شفاخانے اور درس گاہیں قائم کر کے ان کے مصارف کے لئے بیش قرار جائدادیں وقف کیں۔

گبن لکھتا ہے:۔

▪ سلطان سکندر۔ اغسطس قسطنطین اور تھیوڈوسیس کے حالات زندگی اور کارنامے گہری دلچسپی سے پڑھا کرتا تھا۔ اس کے حکم سے یونانی سوانح نویس پلوٹارک کی مشہور کتاب جو مشاہیر یونان وروما کے تذکروں پر مشتمل ہے۔ ترکی زبان میں ترجمہ کی گئی۔"

اخلاق وعادات کہا جاتا ہے۔ کہ عالم وفاضل اور خادمِ اسلام ہونے کے

Marfat.com

باوجود اس کا دامنِ کردار معصیت کے داغوں سے پاک نہ تھا۔ مغربی مورخین اسے ظالم۔ بے اعتماد اور عیاش قرار دیتے ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ " وہ ذرا سے اشتعال پر قتل کا حکم دے دیتا تھا۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے پاشاہوں اور وزیروں کو بھی اپنی جان کی طرف سے کبھی بے فکری نہ رہتی تھی "

لین پول کہتا ہے۔ کہ " وہ نقضِ عہد میں اہلِ ہنگری کا حریف تھا"۔ شوبل لکھتا ہے۔ " اپنے عیسائی معاصرین کی طرح محمد اس اصول کا قائل تھا۔ کہ جو عہد کفار کے ساتھ باندھا جائے۔ اس پر قائم رہنا ضروری نہیں "۔ اب محمد کے معاصرین کی آراء ملاحظہ کیجئے :۔

الورسلے سلطان محمد ثانی کی بے رحمی اور عہد شکنی کے بہت سے واقعات درج کرنے کے بعد آخر میں رقم طراز ہے :۔

" محمد کے مظالم اور غداریوں پر ایک بلند معیار کے لحاظ سے رائے قائم کرنا شاید قرینِ انصاف نہیں۔ اس کے دشمن یعنی ان ملکوں کے فرماں روا جن پر اس نے حملہ کیا۔ اور جنھیں اس نے مسخر کیا، ان امور میں اکثر اس سے کم نہ تھے۔ سکندر بک جیسے البانیہ کی وطن پرستانہ مدافعت کے صلے میں اپنے ملک کے اندر ایک ملی کی شہرت اور تاریخ میں ایک بلند مقام حاصل ہوا۔ جب کبھی اسے موقع ملتا۔ نہایت سفاک اور انتقام جو ثابت ہوتا۔ وہ عادتاً اسیرانِ جنگ کو قتل کرا دیتا تھا۔ اس معاملے میں موریا کے دونوں حکمران بھی پیچھے نہ تھے۔ ولاچیا کا حاکم ولاد تاریخ کے شدید ترین ظالم اور خونخوار بدمعاشوں میں تھا۔ وہ " امپیلر " یعنی جسم میں میخیں ٹھونک کر ہلاک کرنے والا مشہور تھا۔ اُسے ان قیدیوں اور دوسرے مظلوموں کی جنھیں وہ اس ظالمانہ طریق سے قتل کراتا۔ مرتے وقت کی اذیت اور تڑپ دیکھنے میں خاص لطف آتا تھا۔ وہ اس غرض سے اس کی ضیافتوں کی رونق کے لئے محفوظ رکھے جاتے تھے۔ ایک دفعہ جب کسی مہمان نے اس امر پر اظہار تعجب کیا۔ کہ وہ ایسی موت مرنے والوں کے جسم کی بو کیونکر برداشت

کرتا ہے۔ تو اس نے اس مہمان کو فوراً سُولی پر چڑھوا دیا۔ اور حکم دیا۔ کہ سولی کا کھمبا دوسروں سے بلند رکھا جائے۔ تاکہ جس بو کی مہمان نے شکایت کی ہے۔ اس کی تکلیف اسے نہ پہنچے۔"

گبن لکھتا ہے:۔

"اشتعال یا انتقام کے موقع پر محمد ثانی نے جو کچھ بھی کیا ہو۔ تاہم اس کی فطرت نرم و لطیف جذبات سے محروم نہ تھی۔ قسطنطنیہ کی فتح کے دن اس نے جس رحم دلی اور رقتِ قلب کا ثبوت دیا۔ اس کی مثال اس کے کسی ہم عصر نے کبھی پیش نہ کی۔ ڈیوک نوٹاراس جو افواج قسطنطنیہ کا کمان دار اعظم تھا۔ جب گرفتار کر کے اس کے سامنے لایا گیا۔ تو محمد نے اسے نہ صرف معاف کر دیا۔ بلکہ اپنی سرپرستی کا بھی یقین دلایا۔ اس نے ڈیوک پر یہاں تک نوازش کی۔ کہ اس کی بیوی کی عیادت کے لئے گیا۔ جو علالت اور تازہ مصیبت کے غم سے پریشان تھی۔ اور نہایت نرمی و احترام کے ساتھ جیسے کوئی لڑکا اپنی ماں کو سمجھائے۔ اسے تسلی و تشفی دی۔ ایسی ہی نرمی کا برتاؤ اس نے حکومت کے بڑے بڑے افسروں سے بھی کیا۔ اور ان میں سے کئی ایک کا زر فدیہ خود ادا کیا۔ چند ہی روز میں اس کے عفو و کرم کا دامن تمام باشندگانِ شہر تک دراز ہو گیا۔"

نوٹاراس اور اس کے بیٹوں کے قتل پر روشنی ڈالتے ہوئے مسیحی مورخین نے محمد کو عہد شکن۔ ظالم اور عیاش ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور اسے ملاحیاں سُنا کر دل کا غبار نکالا ہے۔ لیکن گبن نے داد تحقیق دیتے ہوئے حقیقت کے چہرے سے نقاب الٹ دی ہے۔ اور ایک بازنطینی مورخ کی حق گوئی نے بہتان کے اس جال کو جو کینہ و خصومت کے تاروں سے بُنا گیا تھا۔ ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا ہے۔ مسیحی مورخ ڈیوک اور اس کے بیٹوں کو شہید قرار دیتے ہوئے قتل کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے اپنے بیٹوں کو سلطان کے جذبۂ ہوس پرستی کی تسکین کے لئے اس کے پاس بھیجنا منظور نہ کیا تھا۔ لیکن حقیقتاً یہ قتل ایک سازش کا نتیجہ تھا۔ جو نوٹاراس قسطنطنیہ کی

Marfat.com

رہائی کے لئے اٹلی سے کر رہا تھا۔ گبن رقم طراز ہے :۔

"ایسی باغیانہ سازش لائق تعریف ہو سکتی ہے۔ لیکن جو باغی دلیرانہ جرأت کرتا ہے۔ وہ اس کی پاداش میں اپنی جان کے حق سے بجا طور پر محروم ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی فاتح اپنے دشمنوں کو قتل کر دے۔ جن پر آئندہ وہ اعتبار نہیں کر سکتا۔ تو ہمیں اسے قابلِ الزام قرار نہ دینا چاہیے"۔

سلطان محمد ثانی چاہتا تھا۔ کہ وہ ایک خود مختار بادشاہ کی طرح حکومت کرے۔ کوئی وزیر اس کے طرز سلطنت میں دخل نہ دے۔ اس نے سابق سلاطین کا یہ دستور ترک کر دیا تھا۔ کہ وزیروں اور کمان داروں سے مشورہ لیا اور انھیں شریک طعام کیا جائے۔ وہ صرف اپنی مرضی سے فرامین جاری کرتا۔ اور کسی کو دل کے راز سے آگاہ نہ کرتا۔ اکل و شرب میں بھی وہ کسی کو شامل نہ کیا کرتا تھا۔

آئینِ حکومت آج تک فوجی اصلاحات کے سوا نظامِ حکمرانی کے ضمن میں کوئی مستقل دستور وضع اور مدوّن نہ ہوا تھا۔ محمد ثانی پہلا سلطان ہے جس نے دستور حکومت کو باقاعدہ مرتّب کیا۔ اس کے "قانون نامہ" کو دولت عثمانیہ کا دستور اساسی کہنا چاہیئے۔

ارکانِ سلطنت "قانون نامہ" میں حکومت کو اس خیمے سے تشبیہ دی گئی ہے جو چار ستونوں پر قائم ہو۔ یعنی (۱) وزرائے سلطنت (۲) قضاۃ عسکر (۳) دفتردار (خازن) اور (۴) نشان جی (معتمد سلطنت) اس شاہی خیمے کے بلند دروازے کو باب عالی کہتے ہیں جس سے مراد سلطنت عثمانیہ ہے۔

محمد ثانی کے عہد میں چار وزیر تھے۔ ان کا صدر وزیر اعظم تمام حکام دولت کا حاکم اعلیٰ تھا۔ سلطنت کا مُہر بردار بھی وہی تھا۔ وہ اپنی قیام گاہ پر بھی وزرا کا اجلاس طلب کر سکتا تھا۔ قضاۃ عسکر علما میں سے مقرر کئے جاتے تھے۔ محمد کے عہد میں دو قاضی عسکر تھے۔ ایک یورپ کی۔ دوسرا ایشیا کی عثمانی عدالتوں کا صدر تھا۔ علماء ہی میں سے تین بڑے حاکم مقرر کئے جاتے تھے۔

Marfat.com

(۱) خواجہ یعنی سلطان اور شہزادوں کا اتالیق (۲) مفتی اور (۳) قاضی قسطنطنیہ۔ نشان جی کا فریضہ یہ تھا۔ کہ سرکاری دستاویزیں تیار کر کے ان پر سلطان کا طغرا ثبت کرے۔

دیوان حکومت کی مجلس بست وکشاد دیوان کہلاتی تھی۔ سلطان کی غیبت میں وزیر اعظم اس کا صدر ہوتا تھا۔ دوسرے وزرار اور قضاۃ عسکر اس کی داہنی جانب بیٹھتے تھے۔ اور بائیں جانب دفتردار اور نشان جی کے لئے تھی۔

علمار محمد ثانی نے جماعت علمار کی تنظیم پر خاص توجہ مبذول کی۔ کریسی رقمطراز ہے:۔

" محمد ثانی کے پیش روؤں خصوصاً اورخان کو سکولوں اور کالجوں کے قائم کرنے کا بہت شوق تھا۔ لیکن محمد ان سب سے بڑھ گیا۔ اسی نے "سلسلۂ علمار" قائم کیا۔ اور سلطنت کے مفتیوں اور قاضیوں کی تعلیم و ترقی کا ضابطہ مرتب کیا۔ فاتح قسطنطنیہ خوب جانتا تھا۔ کہ ایک بڑی سلطنت کے پیدا کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لئے جواں مردی اور فوجی مہارت کے علاوہ کچھ اور چیزیں بھی ضروری ہیں۔ محمد نے جو خود بھی علوم میں ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اپنی رعایا میں تعلیم پھیلانے کے لئے بڑی عالی حوصلگی سے کام لیا۔ وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ عدالت کا نظم ونسق کما حقہ، درست رکھنے کے لئے ناگزیر ہے۔ کہ قاضیوں کا احترام قائم کیا جائے۔ اور ان کا احترام قائم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ نہ صرف علم و دیانت سے آراستہ ہوں۔ بلکہ سلطنت کے اونچے اور باعزت عہدوں پر مامور بھی کئے جائیں۔ نیز افلاس کے وسوسوں اور پریشانیوں سے محفوظ کردئے جائیں "

اس مقصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے محمد ثانی کا مرتب کیا ہوا نظام تعلیم دینی اور علمی حیثیت کے علاوہ سیاسی حیثیت بھی رکھتا تھا۔ بقول مولانا شبلی مرحوم:۔

" پچھلے عہد میں تمام مدرسے محض مذہبی مدرسے ہوتے تھے۔ اگرچہ ان میں اور

Marfat.com

علوم بھی پڑھائے جاتے تھے۔ لیکن ترکوں کا سررشتۂ تعلیم پولٹیکل حیثیت رکھتا تھا۔
وہ سلطنت کے لئے لائق لائق عہدہ دار پیدا کرتا تھا۔"

مدرسوں کے علاوہ محمد نے اونچے درجے کی درس گاہیں بھی قائم کیں۔ جو عہد حاضر کے کالجوں کے برابر تھیں۔ ان میں صرف۔ نحو۔ منطق۔ مابعدالطبیعیات۔ لسانیات بلاغت۔ طرز تحریر۔ فن خطابت۔ اقلیدس۔ ہیئت یعنی دس مضمونوں کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی تھی۔ ان درس گاہوں کے فارغ التحصیل طلبہ کو" دانش مند" یعنی ایم۔اے کی سند دی جاتی تھی۔ لیکن جماعت علما کا رکن بننے کے لئے " دانش مند" کی سند لینے کے بعد فقہ اور اصول فقہ کا ایک طویل حساب مکمل کرنا پڑتا تھا۔ اور مختلف امتحانوں میں کامیابی حاصل کرنی پڑتی تھی۔ اس جماعت میں علوم کے بلند ترین مراتب پر فائز ہونے والے اشخاص داخل کئے جاتے تھے۔ اور ایسے لوگوں کو حکومت بڑے بڑے عہدے اور منصب عطا کرتی تھی۔ نیز انھیں خاص مراعات وحقوق دئے جاتے تھے۔

خونیں قانون

سلطان محمد ثانی نے قانون نامے کی ترتیب کے وقت برادر کشی سے متعلق بھی حسب ذیل دفعہ اس میں درج کردی۔ کیونکہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے شیرخوار بھائی کو قتل کرادیا تھا۔

" میرے فقہا کی اکثریت نے یہ فتویٰ صادر کیا ہے۔ کہ میرے جانشینوں میں سے جو تخت پر بیٹھیں۔ وہ دنیا کے امن وامان کی غرض سے اپنے بھائیوں کو قتل کرسکتے ہیں۔ ان کا فرض ہوگا۔ کہ اس پر عمل کریں۔"

Marfat.com

بایزید ثانی

۱۴۸۱ء تا ۱۵۱۲ء

سلطان محمد ثانی کے دو بیٹے تھے۔ (۱) شہزادہ بایزید حاکم اتاسا اور (۲) شہزادہ جم والی کرمانیہ دونوں لائق اور بہادر تھے۔ لیکن وزیر اعظم شہزادہ جم کا حامی تھا۔ سلطان کی وفات پر ینی چری نے وزیر اعظم کو قتل کر دیا۔ اور بایزید تخت حکومت پر متمکن ہوا۔

شہزادہ جم

شہزادہ جم نے یہ تمنا ظاہر کی۔ کہ یورپی علاقے بایزید کے قبضے میں رہیں۔ اور ایشیائی مقبوضات اسے دے دیئے جائیں۔ بایزید نے اسے منظور نہ کیا۔ تو شہزادہ جم نے بغاوت کر کے جنگ کی طرح ڈال دی۔ ۲۰ جون ۱۴۸۱ء کو جم شکست کھا کر مصر چلا گیا۔ وہاں سے فوج لے کر پلٹا۔ اور ایشیائے کوچک کے ترکی سرداروں کی مدد سے برسرپیکار ہوا۔ لیکن پھر ناکام ہو کر رودس پہنچا۔ وہاں کے سردار ڈی آبوسن نے اپنی چالاکی اور غداری کی بنا پر اسے کامیاب نہ ہونے دیا۔ اور بایزید سے فیصلہ کیا۔ کہ وہ ۴۵۰۰۰ دوکات سالانہ کے عوض جم کو نظر بند رکھے۔ آخر چارلس ہشتم شاہ فرانس نے جم کو ڈی آبوسن کی قید سے چھڑا کر پوپ انوسنٹ ہشتم کے پاس رومہ روانہ کر دیا۔ پوپ نے ۴۰۰۰۰ دوکات سالانہ جم کی نگرانی کے معاوضے میں بایزید سے وصول کرنے شروع کئے۔ پوپ کی وفات پر سکندر بورجیا اس کا جانشین ہوا۔ اس نے ایک سفیر کے ذریعے سے جم کی زندگی کے متعلق سابق معاہدے کی تجدید کے ساتھ ہی اس دفعہ کا اضافہ کیا۔ کہ اگر وہ سلطان کو جم کے باب میں ہمیشہ کے لئے بے فکر کر دے۔ تو ۴۰۰۰۰ دوکات سالانہ کے بجائے ۳۰۰۰۰۰ دوکات یک بارگی وصول کرنے کا حق دار ہوگا۔ اس دوران میں چارلس ہشتم نے اٹلی پر فوج کشی کر دی۔ اور ۳۰۔ دسمبر ۱۴۹۵ء کو روما پر قبضہ کر لیا۔ پھر چارلس اور سکندر کے درمیان صلح ہو گئی۔ اور ایک اہم شرط

Marfat.com

کے مطابق جم چارلس کے ساتھ فرانس روانہ ہو گیا۔ لیکن سکندر ..... ۳۰ دکات وصول کرنے کے لئے قتل جم کی ظالمانہ تدبیروں میں منہمک ہو گیا۔ اور آخر کامیابی حاصل کر لی۔ بایزید نے بھائی کی نعش یورپ سے منگوا کر شاہانہ کروفر سے بروصہ میں سپرد خاک کر دی۔

ان حالات پر رائے زنی کرتے ہوئے لین پول رقم طراز ہے:۔

"اس ساری غم ناک گزشت سے یہ حیرت انگیز نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ دنیائے مسیحیت میں ایک بھی ایمان دار پاشا نہ تھا۔ جو قیدی پر ترس کھاتا۔ اور نہ کوئی ایسا تھا۔ جو قیدی ماسٹر (ڈی آبوسن) پوپ اور چارلس ہشتم کی غیر شریفانہ اور ضمیر فروشانہ سازشوں پر نفرین کرتا۔ ان میں سے ہر ایک غداری اور فضیحت کے انعام کے لئے دوسرے سے مسابقت کی کوشش کر رہا تھا۔ اپنے بھائی کو محفوظ نگرانی میں رکھنے کی خواہش کینا بایزید کے لئے قابل عفو ہو سکتا ہے۔ لیکن مسیحی کلیسا کے پیشوائے اعظم اور رہبانی نائٹوں کی جماعت کے سردار کی مدافعت میں کیا کہا جا سکتا ہے۔ جنھوں نے کافر کی اشرفیوں کے لئے ایک بے کس و مجبور پناہ لینے والے کو دغا دی"۔

اوٹرانٹو۔ ہرزیگووینا اور ہنگری

بایزید ثانی نے احمد کدک پاشا کو اوٹرانٹو سے واپس بلا کر اس کی جگہ خیر الدین پاشا کو مقرر کیا۔ وہ کافی کمک نہ پہنچنے کے باعث شہر کو ڈیوک آف کلبریا کے حوالے کر دینے پر مجبور ہو گیا۔

ہرزیگووینا ایک باج گزار ریاست تھی۔ بایزید نے اسے مستقلاً دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا۔

ہنگری سے برسوں تک آویزش جاری رہی۔ آخر طرفین میں صلح ہو گئی۔

وینس

۱۴۹۸ء میں وینس سے جس جنگ کی ابتدا ہوئی۔ وہ اہم اور نتیجہ خیز تھی ترکوں نے موریا میں وینس کے تین بقیہ قلعوں نواریو۔ موڈن اور کورن بھی قبضہ کر لیا۔ بایزید ثانی نے اس ترکی بیڑے کو جو محمد فاتح ہی کے عہد میں بحیرۂ

Marfat.com

روم کی تمام بحری قوتوں پر غلبہ حاصل کر چکا تھا۔ مزید ترقی دی۔ چنانچہ ۱۴۹۹ء میں ترکی امیر البحر کمال رئیس نے وینس کے بیڑے کو شکست فاش دے کر لیپانٹو کی بندرگاہ پر تسلط بٹھا لیا۔

شہزادہ سلیم کی بغاوت

بایزید کے تین بیٹے کرکود۔ احمد اور سلیم ایشیائے کوچک کے مختلف صوبوں پر حکومت کرتے تھے کرکود محض علمی مذاق رکھتا تھا۔ احمد بایزید کو سب سے پیارا تھا۔ اور اسی کو وہ تخت سلطانی پر بٹھانا چاہتا تھا۔ سلیم کو تشویش ہوئی۔ وہ طرابزون سے عازم قسطنطنیہ ہو کر ادرنہ پہنچا۔ خم ٹھونک کر مقابلے پر اتر آیا۔ لیکن شکست کھا کر کریمیا چلا گیا۔ بایزید نے ینی چری کا ایک وفد طلب کر کے اس سے اس کے مطالبے کی توضیح چاہی۔ وفد نے جواب دیا۔ " ہمارا بادشاہ بوڑھا اور ناتواں ہے۔ اس لئے ہم سلیم کو تخت پر بٹھانا چاہتے ہیں "۔ بایزید نے موقع شناسی سے کام لے کر اعلان کیا۔ "میں اپنے بیٹے سلیم کے حق میں تاج و تخت سے دست بردار ہوتا ہوں اللہ تعالیٰ اسے ایک خوش حال عہدِ حکومت عطا فرمائے"۔ اس کے بعد اس نے حکومت سے بے تعلقی اختیار کر لی۔ اور تین دن کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔

سلیم اوّل

۱۵۱۲ء تا ۱۵۲۰ء

سلیم کی تخت نشینی کے وقت اس کے دونوں بھائی کرکود اور احمد ایشیائے کوچک کے دو صوبوں پر حکومت کرتے تھے۔ چند ہی روز کے بعد شہزادہ احمد والیٔ اماسیا نے سرکشی پر کمر باندھ کر بروصہ پر دست تصرف دراز کیا۔ سلیم اس کی گوشمالی کے لئے آیا۔ تو اس نے راہ فرار اختیار کی۔ سلیم نے بروصہ پر تسلط بٹھایا۔

لیکن اس کی فوج کے بعض افسروں نے شہزادہ احمد کے کان بھر کر پھر جنگ کے شعلے بھڑکا دیئے۔ پہلے پہل تو قسمت نے کسی قدر احمد کی یاوری کی۔ لیکن آخر اسے بھاگنے کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ سلیم نے مصطفیٰ پاشا وزیراعظم کو جواحمد سے جاملا تھا۔ پھانسی پر لٹکا دیا۔ اور اپنے پانچ بھتیجوں کو قتل کرا دیا۔

شہزادہ کرکود حاکم صاروخاں نے حالات کی ہولناک رفتار دیکھ کر بھانپ لیا۔ کہ اب وہ بھی چند ہی روز کا مہمان ہے۔ لہٰذا اس نے جان بچانے کے لئے بنی چری سے استمداد کی۔ سلیم کو پتا چل گیا۔ تو وہ دس ہزار سواروں کے ہمراہ اس کے علاقے میں داخل ہوا۔ کرکود نے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔ آخر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

اس دوران میں شہزادہ احمد نے پھر ایک بار سلیم کے خلاف رزم آرائی کی لیکن ۱۵۱۳ء کی جنگ میں اس کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔

ایران کی تسخیر ان دنوں ایران کی زمام حکومت شاہ اسمٰعیل صفوی کے ہاتھ میں تھی۔ اسمٰعیل شیعہ تھا۔ اور سلیم سنّی۔ اسمٰعیل کے آدمی اناطولیہ میں شیعیت کی تبلیغ کر کے لوگوں کو سلیم کے خلاف مشتعل کرتے رہتے تھے سلیم فرط غیظ و غضب سے آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے اپنی مملکت کے ستّر ہزار شیعوں میں سے چالیس ہزار کو تہ تیغ کرا دیا۔ اور بقیہ تیس ہزار کو قید و بند میں ڈال دیا۔ اس ہولناک واقعے سے ایران کے گوشے گوشے میں غصّہ و اضطراب کی سُرخ آندھیاں چلنے لگیں۔ لیکن شاہ اسمٰعیل اپنی اور حریف کی طاقت کا اندازہ کر کے خاموش رہا۔

ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ اسمٰعیل نے دولت عثمانیہ کے خلاف مصر سے اتحاد کی پینگیں بڑھالی تھیں۔ لیکن سب سے بڑا سبب یہ تھا۔ کہ شاہ ایران نے شہزادہ احمد کے بیٹے شہزادہ مراد کو پناہ دینے کے علاوہ سلیم کو تاج و تخت سے محروم کر کے اس کی جگہ مراد کو سریر آرا کرنے کے لئے لشکر فراہم کرنا شروع کر دیا۔

تھا۔ سلیم کو خبر ہوئی۔ تو اس نے ایران پر فوج کشی کا عزم صمیم کر کے شاہ اسمٰعیل کو دعوتِ جنگ دے دی۔

سلیم نے ۲۰۔ اپریل ۱۵۱۴ء کو ایک لاکھ چالیس ہزار کا لشکرِ جرار۔ اور تین سو توپیں لے کر ایران کے دارالسلطنت تبریز کی طرف پیش قدمی کی۔ شاہ اسمٰعیل نے یہ چال چلی۔ کہ جنگ آزما ہونے کے بجائے اپنے تمام سرحدی علاقے ویران کرا کے واپس چلا گیا۔ سلیم کو حصول رسد میں سخت مشکل پیش آئی۔ فوج نے ہمت ہار دی۔ اور آگے بڑھنے میں تردد کا اظہار کیا۔ لیکن سلیم کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ جب فوج نے کھلم کھلا پیش قدمی سے انکار کر دیا۔ تو سلیم نے اس نازک موقع پر جرأت و استقلال سے کام لے کر فوج سے یوں خطاب کیا:۔

"کیا اسی طرح تم اپنے سلطان کی خدمت کرتے ہو۔ کیا تمھارا ادعائے وفا محض زبانی تھا۔ جو لوگ واپس جانا چاہتے ہیں۔ وہ فوج سے علٰحدہ ہو جائیں۔ اور چلے جائیں۔ لیکن میں نے تو اتنی دُور کا سفر اس لئے نہیں کیا۔ کہ یہاں سے لوٹ جاؤں۔ تم میں سے جو بزدل ہیں۔ وہ فوراً ان بہادروں سے علٰحدہ ہو جائیں جنھوں نے تیغ و تفنگ اور جسم و روح کے ساتھ ہماری مہم کے لئے اپنی جانیں وقف کر دی ہیں"۔

بعد ازآں اس نے لشکر کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ اور ایک بھی سپاہی کو انکار کی جرأت نہ ہوئی۔

۲۴۔ اگست ۱۵۱۴ء کو وادی چالدیران میں طرفین کی فوجیں معرکہ آرا ہوئیں۔ ایرانی لشکر اسی ہزار سواروں پر مشتمل تھا۔ عثمانی بہادر بارہ سو میل کی سنگلاخ اور کٹھن راہ طے کرنے کے باعث تھک کر چور اور ایرانی سپاہی تازہ دم تھے۔ جب ترکوں نے شدت سے گولہ باری کی۔ تو ایرانی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اور ۲۵ ہزار لاشیں میدان کارزار میں چھوڑ گئے۔ شاہ اسمٰعیل نے بھی مجروح ہو کر راہ گریز اختیار کی۔

Marfat.com

۴ ستمبر ۱۵۱۴ء کو سلیم فتح وظفر کا پرچم لہراتا ہوا تبریز میں داخل ہوا۔ اور وہاں آٹھ دن قیام کرنے کے بعد قسطنطنیہ کی جانب لوٹا۔ اس جنگ سے دیار بکر اور کردستان کے علاقے دولت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔

شام اور مصر

اس کے بعد سلیم نے توجہ کا رُخ شام اور مصر کی جانب پھیر دیا۔ اُن دنوں ان علاقوں کی عنان فرماں روائی قانصوہ غوری کے ہاتھ میں تھی۔ دولت عثمانیہ اور مصر کے درمیان بایزید ثانی ہی کے وقت سے آویزش جاری تھی۔ ۱۵۱۶ء میں قانصوہ غوری نے شام کے شمالی علاقے میں ایک بھاری لشکر متعین کر دیا تھا۔ تاکہ عثمانی فوجوں کی حرکات سے آگاہ رہے۔ ایشیائے کوچک کے جنوب مشرق میں عثمانی فوج کے کماندار سنان پاشا نے اس واقعے کی خبر سلیم کو دے کر اس رائے کا اظہار کیا۔ کہ ان حالات میں وادیٔ فرات کی جانب کوچ کرنا پُرخطر ہو گا۔ سلیم نے یہ مسئلہ دیوان میں غور و بحث کے لئے پیش کیا۔

جہانِ اسلام کی پراگندگی

دولت مملوکیہ اور سلطنت عثمانیہ کی آویزش کا تعلق فی الواقع جہانِ اسلام کی عام پراگندگی سے تھا۔ جس کا نقشہ مولانا سید سلیمان ندوی "خلافت عثمانیہ" میں یوں کھینچتے ہیں

"نویں صدی کے اواخر میں دنیائے اسلام کے نقشے پر نظر ڈالو۔ تو معلوم ہو گا کہ اس عظیم الشان جمہوریت کا قالبِ بے جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ کے دل و دماغ (خلافت مصر) کی کمزوری اور ضعف کا یہ حال پہنچا ہے۔ کہ وہ دُور کے اجزائے بدن کی تو کیا۔ آس پاس کے اعضا کی قوت کا سہارا بھی نہیں رہے ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتیں اور حکومتیں چھوٹی چھوٹی ریاستوں۔ امارتوں اور ٹکڑیوں میں بٹ گئی ہیں۔ ہندوستان سے لے کر ہسپانیہ تک تمہیں یہی کیفیت اور یہی نقشہ نظر آئے گا۔ ہندوستان کی طاقت سندھ۔ گجرات۔ مالوہ احمد نگر۔ بیجا پور۔ برہان پور۔ بیدر۔ کشمیر۔ جون پور۔ بنگال۔ دہلی وغیرہ صوبہ دار

حکومتوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ ترکستان میں بخارا۔ بلخ۔ خوارزم۔ مرو اور کاشغر میں بیسیوں خان چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر حکمران ہیں۔ روس کا علاقہ کریمیا۔ قازان۔ استراخان میں بٹ گیا ہے۔ علاقہ قفقاز میں آذربائیجان۔ داغستان۔ گرجستان سب بکھرے ہوئے اجزا ہیں۔ افغانستان و خراسان میں مختلف تیموری شہزادے اور ترکمانی امراء اِدھر اُدھر قسمت آزمائی کر رہے ہیں۔ عراق ایک مستقل حکومت ہے۔ مصر و شام میں مملوک سلطانوں کی سلطنت ہے۔ عرب چھوٹے چھوٹے شیوخ میں بٹا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ یمن میں تو ایک ایک شہر کا الگ الگ امیر ہے۔ حجاز شرفا کے ایک خاندان کے ماتحت تھا۔ جو کبھی مصر کے زیر اثر بن جاتے تھے۔ اور جب کبھی موقع ملتا تھا۔ امام یمن سے سازباز کر لیتے تھے۔ امام یمن اور سلطان مصر میں ایک سلسلہ جنگ برپا تھا۔ مصر کے پار سوڈان طرابلس تونس۔ الجزائر۔ فاس کتنی ہی ریاستیں تھیں۔ ہسپانیہ کی ایک سلطنت کے غرناطہ۔ قرطبہ۔ طلیطلہ۔ شاطبہ۔ حمص۔ بطلیوس کتنے ٹکڑے ہو گئے تھے جن میں سے اب صرف ایک یا دو باقی تھے۔ غرض خانوادۂ اسلام کا ایک ایک گھر اجڑ گیا تھا۔ اور جامۂ خلافت کا تار تار الگ ہو گیا تھا۔"

جہانِ اسلام کی پراگندگی سے جو نتائج رونما ہوئے۔ ان کی تصویر مولانائے ممدوح نے یوں کھینچی ہے:۔

"یورپ کے سبھی سپاہیوں نے ایک ہی دفعہ اس پر چار گوشوں سے حملہ کیا۔ ۸۹۳ھ سے روس نے ایشیائے وسطی کے صحرا سے اسلام پر اپنا حملہ شروع کیا۔ یہ قازان کی اسلامی ریاست تھی۔ اور ایک طویل سلسلہ جنگ کے بعد ۹۹۳ھ میں اس کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد استراخان اور کریمیا وغیرہ کی باری آئی۔ یہاں تک کہ اس کے ڈانڈے بحیرۂ اسود اور سرحد ایران سے آکر مل گئے۔ اسپین اور پرتگال ملک اندلس میں اسلام کا ۸۹۷ھ میں خاتمہ کر کے آگے کو بڑھے۔ اسپین نے دوستی کے پردے میں تونس و الجزائر پر قبضہ کیا۔ پرتگال نے

Marfat.com

پورے افریقہ کو ناپ کر بحیرۂ عرب اور بحر ہند میں آکر اپنے ڈیرے ڈالے۔ اور عرب اور ہندوستان کے اسلامی سواحل پر قتل و غارت گری کا آغاز کیا۔ دوسری طرف مراکش کے سواحل پر آکر وطاسی خاندان پر حملہ آور ہوئے۔ جو مغرب میں ایک نئی اسلامی حکومت کی بنیاد ڈال رہا تھا۔ اور آسفی۔ رزمور اور معمورہ پر قبضہ کرلیا۔ صلیبی سپاہیوں کی چوتھی کمین گاہ بحیرۂ روم کے جزائر تھے۔ قبرص۔ روڈس۔ مالٹا اور وینس کے صلیبی دستے مصر و شام کی ناکہ بندی میں مصروف تھے۔ خصوصاً قبرص۔ روڈس اور مالٹا تو سینٹ جان کے صلیبی مجاہدین کے بڑے بڑے مستحکم قلعے تھے۔ جو دن رات صرف مسلمانوں کے خون کے پیاسے رہتے تھے۔ اور یہی ان کی زندگی کا مذہبی فرض تھا۔ جو درحقیقت گزشتہ صلیبی سپاہیوں کی یادگار اور فلسطین کی مسیحی نود سالہ حکومت کی شکست خوردہ فوج کی نسل تھے۔ یہ بحیرۂ روم کے دربان تھے۔ جن کے سامنے سے کوئی اسلامی جہاز مسلمان ملکوں کو روانہ نہیں ہوسکتا تھا۔ قبچاق۔ کریمیا اور روم کے مسلمان حج نہیں کرسکتے تھے۔ وینس کا بازار مسلمان عورتوں کی ناموس اور مسلمان مردوں کی آزادی کی خرید و فروخت کی بڑی منڈی بن گئی تھی۔ جو قیدی کسی حال میں اسلام سے پھرنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اگر مرد ہوتے۔ تو وہ مصر لاکر بیچ ڈالے جاتے تھے۔ جہاں وہ مملوک سپاہیوں میں بھرتی کرلئے جاتے تھے۔ اور اگر لڑکیاں ہوتیں۔ تو وہ اٹلی کے امراء اور دولت مندوں کے عیش خانوں میں بھیج دی جاتی تھیں۔ اور جب کبھی موقع ملتا۔ وہ اسکندریہ تک دھاوا کرتے چلے آتے:

"اس سے زیادہ بدقسمتی یہ کہ اسی زمانے میں ۹۰۵ھ میں ایران و خراسان میں صفوی خاندان کا ظہور ہوا۔ جس نے تنگ نظری سے اسلام کے بجائے شیعیت کو اپنے سیاسی کارناموں کا مرکز قرار دیا۔ اہل سنت اس ملک میں یا تو جلاوطن ہونے پر مجبور ہوئے۔ یا ہنگاموں میں قتل ہوئے۔ یا وہ شیعہ بنا ڈالے گئے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ صفویوں نے سلطنت عثمانیہ کے باغی

Marfat.com

شہزادوں کو اپنے ہاں پناہ دی۔ اور سلطان مصر سے خط و کتابت کر کے سلطنت عثمانیہ کے خلاف ایک متحدہ حملے کا سامان کیا۔ اس کا نتیجہ باہمی ہنگامہ آرائیاں ہوئیں۔ اور مجموعی حیثیت سے اسلام کی تباہی"۔

فیصلہ

جب سلیم نے دیوان میں سنان پاشا کی تحریر پیش کی۔ تو قانصوہ غوری کے مخالفانہ رویئے اور خلافت و امامت دونوں مسئلوں پر بحث و تمحیص ہوئی اور فیصلہ ہوا۔ کہ سلطان عثمانی سے زیادہ خدمت حرمین شریفین کا حق دار کوئی مسلمان بادشاہ نہیں۔ اور اس کے لئے حرب و ضرب کے میدان میں اترنا ضروری ہے۔ پس طے پایا۔ کہ پہلے قانصوہ غوری کو اظہار اطاعت کے لئے کہا جائے۔ اگر وہ مان جائے فبہا۔ ورنہ معرکہ آرائی کی جائے۔

شام کی تسخیر

قانصوہ غوری کو سلیم کے ایلچیوں نے پیغام دیا۔ تو اس نے طیش میں آکر انھیں اسیر زنداں کر دیا۔ سلیم نے فوج کے ہمراہ شام کی جانب باگ اٹھائی۔ اور اس کے حدود شام میں داخل ہوتے ہی قانصوہ غوری نے اپنی غلطی کا احساس کر کے صلح کا دامن تھام لیا۔ لیکن اب پانی سر سے گزر چکا تھا۔ ۲۴۔ اگست ۱۵۱۶ء کو مرج وابق میں جنگ کا بازار گرم ہوا۔ مملوکوں کی باہمی پھوٹ اور قانصوہ غوری کے دو فوجی سرداروں خیربے اور غزالی کی غداری سے مصری فوجوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ عثمانی لشکر کی گولہ باری نے ایک ہی گھنٹے میں سلیم کی فتح کا اعلان کر دیا۔ قانصوہ غوری سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔ اور اسی بھاگڑ میں مارا گیا۔

خادم الحرمین الشریفین

حلب میں سلیم کے فاتحانہ داخلے سے متعلق مفتی دحلان یوں رقم طراز ہیں:۔

"حلب کے باشندے اپنے علما اور صلحا کے ساتھ سروں پر قرآن رکھے ہوئے سلطان کے استقبال کو آئے۔ فتح کی مبارکباد پیش کی۔ اور عفو کے طالب ہوئے۔ سلیم ان سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ پھر جب وہ جامع مسجد میں گیا۔ تو اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ پہلے سلاطین مصر کے القاب

Marfat.com

میں خادم الحرمین الشریفین کا لقب شامل کیا جاتا تھا۔ لیکن حلب کی فتح کے بعد جب جامع مسجد کا خطیب خطبہ دینے کھڑا ہوا۔ تو سلطان سلیم خاں کے نام کے ساتھ اس لقب کا اضافہ کیا۔ سلیم اسے آئندہ کامیابی کا پیش خیمہ سمجھ کر اتنا خوش ہوا کہ جو حلہ وہ پہنے ہوئے تھا۔ اسے اُتار کر اسی وقت خطیب کو دے دیا۔"

دیگر فتوحات اس کے بعد سلیم نے شام کے دوسرے شہروں کا رُخ کیا۔ اور ہر جگہ فتح و کامرانی نے اس کے قدم چومے۔ چنانچہ دمشق بیت المقدس حمص وغیرہ پر فتح کا پھریرا اُڑایا گیا۔

ردانیہ کی جنگ شام کے بعد سلیم نے فوج کو مصر کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ ادھر قانصوہ غوری کا جانشین طومان بے بھی مدافعت کی تیاریوں میں مشغول ہوا۔ آخر ۲۲ جنوری ۱۵۱۷ء کو ردانیہ میں گھمسان کا رن پڑا۔ مملوکوں کی نادر الوجود بہادری نے عثمانی فوجوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ لیکن ترکوں کی توپوں نے ان کی کچھ پیش نہ جانے دی۔ اور طومان بے نے پچیس ہزار مملوک سواروں کی لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔

قاہرہ میں قتلِ عام جنگ کے چند روز بعد عثمانی لشکر کا ایک دستہ قاہرہ میں داخل ہوا۔ تو طومان بے نے اچانک اس پر حملہ کر کے پورے کا پورا دستہ تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ سلیم نے آگ بگولا ہو کر چنی ہوئی فوجیں روانہ کیں۔ تین دن تک خون و آتش کا سمندر موج زن رہا۔ آخر سلیم کی طرف سے جان بخشی کا اعلان سن کر مملوکوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ لیکن سلیم نے عہد شکنی کر کے قتل عام کا حکم دیا۔ اور پچاس ہزار آدمی گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے

مصر کا نظم و نسق قاہرہ کی تسخیر کے بعد سلیم نے طومان بے کا زور توڑنے کی کوشش کی۔ اور اس میں کامیاب ہو کر اسے گرفتار کر لیا۔ پھر اسے قتل کرا کے اطمینان کا سانس لیا۔ اب سلیم مصر کے نظام حکومت کا مسئلہ حل کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے مملوک سلاطین کے عہد کا نظام برقرار رکھا

Marfat.com

ہوئے مصر اور شام دونوں کو بارہ بارہ ضلعوں میں تقسیم کر کے ہر ضلع ایک مملوک سردار کے سپرد کیا۔ مرکزی حکومت کا انتظام مجلس دیوان کبیر کے حوالے کر کے اس کے صدر کو پورے ملک کا فرماں روا مقرر کیا۔ اور نظم سلطنت سے متعلق دوسرے اہم امور اس اصول کی روشنی میں طے کئے۔ کہ سلطنت عثمانیہ کے خلاف مختلف طبقات حکومت کے باہم متحد ہونے کا امکان کم از کم رہ جائے۔

حرمین کی خدمت

مصر کے بعد حجاز پر بھی سلطنت عثمانیہ کا پرچم اقتدار لہرانے لگا۔ اور یہ مدعا جنگ کے بغیر ہی اس تدبیر سے حاصل ہو گیا۔ کہ سلیم نے ایک فرمان ہمایونی مع دو گراں بہا خلعتوں کے ایک خود شریف برکات کے لئے اور دوسرا ان کے بیٹے ابونمی کے واسطے ارسال کیا۔ اور دونوں کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ سلطان سلیم کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جس میں اس کے نام کے ساتھ سلمان بادشاہ کے لئے معزز ترین لقب "خادم الحرمین الشریفین" شامل کیا گیا۔ سلیم کو صرف تین سال تک خدمت حرمین کا موقع میسر رہا۔ جس پر مفتی دحلان نے اپنی کتاب "فتوحات اسلامیہ" میں یوں روشنی ڈالی ہے:

> "سلاطین مملوک کی طرف سے شریف مکہ کو جو وظیفہ ملتا تھا۔ سلیم نے اس میں پانسو دینار کا اضافہ کر دیا۔ اس نے ایک دفتر قائم کیا جس میں حرم محترم کے مجاوروں کے نام لکھے گئے۔ ان میں سے ہر ایک کا وظیفہ سو دینار مقرر کیا گیا۔ جو مصر کے خزانے سے ادا کیا جاتا تھا۔ اس نے تیس آدمیوں کی ایک جماعت بھی مقرر کی۔ جو روزانہ قرآن عزیز کا ایک ختم پڑھتی تھی۔ اور ان میں سے ہر ایک کی تنخواہ بارہ دینار مقرر کی۔
>
> سلاطین مصر ہر سال بدوؤں اور فقرائے مکہ کے لئے غلہ بھیجا کرتے تھے۔ سلیم نے وہ دستور جاری رکھا۔ اور حکم دیا۔ کہ سالانہ سات ہزار اردب (تقریباً من) غلہ اہل حرمین کے لئے ارسال کیا جائے۔ اس میں سے پانچ ہزار اردب مکہ معظمہ کے لئے اور دو ہزار اردب مدینہ منورہ کے واسطے مقرر ہوا۔

Marfat.com

"سلیم نے مکہ معظمہ میں مقام حنفی کو از سرِ نو تعمیر کرایا۔ اور مدینہ منورہ میں امیر مصلح بیگ کو روانہ کر کے بہت سے رفاہی کام انجام دیئے۔ اس کی داد و دہش اور امور خیر کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تھوڑے ہی دنوں میں حرمین شریفین میں فارغ البالی پھیل گئی۔ مکہ کے ایک مشہور عالم اور سلیم کے معاصر شیخ قطبی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے بچپن میں مطاف کو اکثر خالی پاتا تھا۔ اور تنہا طواف کرتا تھا۔ بازار مسعی کو بھی چاشت کے وقت تک سنسان دیکھتا تھا۔ اور اکثر یہ نظر آتا تھا۔ کہ غلہ فروشوں کے قافلے آئے ہوئے ہیں۔ مگر خریدنے والے بہت کم ہیں۔ لیکن اب دولت عثمانیہ کے عہد میں لوگوں کی کثرت ہے۔ رزق وسیع ہے۔ خوش حالی اور فارغ البالی ہے۔ لوگ اس سلطنت کے زیر سایہ امن و اطمینان سے ہیں۔ اور اس کے انعام و اکرام کے دریا میں غوطے لگا رہے ہیں۔"

خلافت

سلیم کو خدمت حرمین کی سعادت حاصل ہونے پر آخری عباسی خلیفہ [المتوکل] نے اسے خلافت کے تمام حقوق۔ مقامات مقدسہ و حرمین شریفین کی کنجیاں اور بعض تبرکاتِ نبویہ مثلاً رسول اللہ صلعم کی تلوار۔ عَلم اور چادر، سندِ خلافت کے طور پر تفویض کر دیئے۔ اس وقت سے سلاطین عثمانی خلیفہ کے لقب سے مشہور عالم ہوئے۔ اور خطبوں میں امیر المومنین کی حیثیت سے ان کا نام لیا جانے لگا۔

مراجعت

ستمبر ۱۵۱۷ء میں سلیم مصر اور حجاز کا انتظام کرنے کے بعد شام کی طرف لوٹا۔ اور مختلف مفتوحہ ممالک میں قیام کرنے کے بعد ۲۵۔ جولائی ۱۵۱۸ء قسطنطنیہ پہنچا۔

روڈس پر چڑھائی کی تیاریاں

اب سلیم نے بحری طاقت کی ترقی و توسیع کے لئے ۱۵۰ نئے جہاز تعمیر کرائے۔ علاوہ بریں سو اور جہاز اور آٹھ ہزار کا لشکر جرار مع ایک بڑے توپ خانے کے فراہم کر کے سلیم زبردست تیاریوں کے ساتھ روڈس کے سفر کے لئے آمادہ ہو رہا تھا۔ کہ یکایک اسے سفرِ آخرت کی تیاری کرنی پڑی۔

Marfat.com

وفات سلیم قسطنطنیہ سے ادرنہ کی جانب روانہ ہوا۔ طبیعت پہلے ہی سے علیل تھی۔ اس لئے ترکِ پرہیز کے باعث بیماری نے زور پکڑا۔ اور ۲۲ ستمبر ۱۵۲۰ء کو راستے ہی میں عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔

سلیمان اعظم قانونی

۱۵۲۰ء تا ۱۵۶۶ء

سلطان سلیم اوّل کے بعد سلطان سلیمان اعظم قانونی چھبیس سال کی عمر میں تختِ سلطنت پر متمکن ہوا۔ اس کے تدبّر اور قابلیت حکم رانی کی شہرت اس سے پہلے پہنچ چکی تھی۔

بلغراد کی تسخیر دولت عثمانیہ اور ہنگری کی باہمی آویزش کو رفع اور سرحدی علاقے میں امن وامان قائم کرنے کے لئے سلیمان نے بلغراد اور زاباکز کو زیرنگیں کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس نے لوئی ثانی شاہ ہنگری کے پاس سفیر روانہ کرکے خراج طلب کیا۔ لوئی نے جواب میں سفیروں کے سرقلم کرا دئے۔ اس پر سلیمان نے ہنگری کی تسخیر کے لئے باگ اٹھائی۔ اور زاباکز کو مسخر کرکے بلغراد کی جانب پیش قدمی کی۔ ۲۹۔ اگست ۱۵۲۱ء کو بلغراد فتح کرکے قسطنطنیہ لوٹ آیا۔

روڈس کی تسخیر روڈس کے جنگ جو جہازوں کے ذریعے سے قسطنطنیہ اور شام ومصر کے باہمی تعلقات کے رنگ میں بھنگ ڈالتے اور بحیرۂ روم کے مشرقی حصّے مجمع الجزائر اور اناطولیہ کے ساحلوں پر قتل وغارت کا بازار گرم کرتے رہتے تھے۔ اس لئے سلیمان نے ایک لاکھ جوانوں کا لشکرِ جرّار لے کر یکم اگست ۱۵۲۲ء کو روڈس کا محاصرہ کرلیا۔ اور وہاں کے راہب جنگ جُو

تقریباً پانچ ماہ تک بہادری سے مدافعت کرنے کے بعد ۲۵ دسمبر ۱۵۲۲ء کو سپر ڈال دینے پر مجبور ہو گئے۔ سلیمان نے ان کے ساتھ نہایت رواداری کا سلوک کیا۔

مصر کی بغاوت احمد پاشا حاکم مصر نے باغیانہ روش اختیار کی۔ اس لئے سرکشی کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے سلیمان نے ایک فوج وہاں بھیج دی۔ احمد پاشا شکست کھا کر مارا گیا۔ اور اس کی جگہ مصر کی عنانِ حکومت ابراہیم پاشا کے ہاتھ میں دے دی گئی۔

۱۵۲۵ء میں سلیمان نے شکار کھیلنے کے لئے ادرنہ کی راہ لی۔ تو اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ینی چری نے عَلَم بغاوت بلند کرتے ہوئے وزراء اور دوسرے حکام کے مکانات لوٹ لئے۔ سلیمان نے فوراً لوٹ کر آتشِ بغاوت فرو کی۔

ہنگری کی تسخیر تسخیر بلغراد کے بعد ہنگری کے ساتھ جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ فرانسس اول شاہ فرانس نے سلیمان سے ہنگری پر یورش کرنے کے لئے انتہائی منت وسماجت سے التجا کی۔ تاکہ شہنشاہ چارلس پنجم جس نے حاکم فرانس کو پیویا کی جنگ میں مغلوب کر کے قید و بند میں ڈال دیا تھا۔ فرانس کا پیچھا چھوڑ کر ہنگری کو مرکزِ توجہ بنالے۔ نیز انہیں دنوں شاہ ایران نے پر پُرزے نکال کر دولت عثمانیہ کے خلاف شہنشاہ چارلس اور شاہ ہنگری کے ساتھ اتحاد کی پینگیں بڑھانے کی کوشش کی۔ ان اسباب کی بناء پر سلیمان نے ایک لاکھ سپاہیوں کی بے پناہ فوج اور تین سو توپوں کے ساتھ ہنگری پر یورش کی۔ ۲۸۔ اگست ۱۵۲۶ء کو موہاکز کے مقام پر طرفین میں صف آرائی ہوئی۔ اور شاہ ہنگری شکست کھا کر بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس کے آٹھ پادری۔ بہت سے اکابر ملک اور چوبیس ہزار سپاہی بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دئے گئے۔ ۱۰ ستمبر ۱۵۲۶ء کو سلیمان فتح کا پھریرا اُڑاتا ہوا ہنگری کے صدر مقام بودا میں داخل ہوا۔ اور وہاں کے باشندوں نے سپر ڈال کر اظہارِ اطاعت کیا۔

ایران کی مہم ۱۵۳۴ء میں سلیمان نے ایران کا رُخ کیا۔ اور تبریز پر قبضہ

Marfat.com

کرکے ابراہیم پاشا کے ساتھ موصل اور بغداد کی طرف باگ اٹھائی۔ پھران پر تسلط بٹھاکر دولت عثمانیہ میں شامل کیا۔ ۵۴-۱۵۵۳ء میں بھی سلیمان نے ایران پر چڑھائی کی۔ اور اریوان و دان کے علاوہ آرمینیا اور میسوپوٹامیا کے چند اہم علاقے لے لئے پھر عدن پر قبضہ کرکے عرب و ایران کے ساحلوں اور شمال مغربی ہند پر اپنا اقتدار قائم کیا۔

بحری طاقت بری طاقت کے میدان میں ایشیا یا یورپ کا کوئی ملک دولت عثمانیہ سے بازی نہ لے جا سکتا تھا۔ بحری طاقت کے لحاظ سے بھی وہ تمام دوسری سلطنتوں سے پیش پیش تھی۔ چنانچہ سلیمان کے زمانے میں بحیرۂ روم کے اندر ترکی بیڑے کا اقتدار برابر قائم رہا۔ جس کی بنا پر سلیمان نے الجزائر۔ طرابلس اور ادرن کے صوبے اور بحیرۂ ایجین کے بہت سے جزیرے جو وینس کے ماتحت تھے۔ مسخر کرلئے۔

پرتگال سے بحری جنگ اندلس میں ہسپانیہ کے بعد پرتگال مسلمانوں کے سفینۂ حیات کو بحر حوادث کی طوفان خیز موجوں کے سپرد کرنے میں تمام سلطنتوں سے گوئے سبقت لے گیا۔ ہندوستان۔ چین۔ سیام۔ جاوا۔ سماٹرا۔ جزائر ہند۔ سیلون۔ ملیبار۔ ممباسہ۔ زنجبار۔ حبش۔ مصر۔ عرب کی بحری تجارت پر عرب تاجروں کا اثر و اقتدار تھا۔ بحر ہند۔ بحیرۂ عرب۔ خلیج فارس اور بحیرۂ احمر کے تجارتی راستوں پر انھیں کا قبضہ تھا۔ یہ لوگ چین۔ ایران۔ ہندوستان وغیرہ کا مال مصر بھیجتے۔ اور وہاں سے وینس اور جنوا کے تاجر اسے یورپ پہنچاتے تھے۔ پھر اسی طریق پر یورپ کا مال عربوں کے جہازوں پر چین۔ ایران۔ ہندوستان وغیرہ مشرقی ممالک میں جاتا تھا۔ یہ تجارت مسلمانوں اور بالخصوص عربوں کے لئے بہت نفع رساں تھی۔ لیکن جب واسکوڈی گاما نے راس امید کی طرف سے ہندوستان تک پہنچنے کا راستہ دریافت کیا۔ تو پرتگال نے یہ تجارت عربوں سے چھین لینے کے لئے امکانی کوشش شروع کی۔ اور مشرقی ممالک سے تجارت

Marfat.com

کرنے کے لئے قدیم راستے کے بجائے واسکوڈی گاما کا دریافت کیا ہوا راستہ اختیار کرنے کی ٹھانی۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے پرتگیزوں نے جس طریقے سے کام لیا۔ اس پر مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب "خلافتِ عثمانیہ" میں یوں روشنی ڈالی ہے:۔

"اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عرب جہازوں پر تاخت شروع کی عرب حبش۔ ہندوستان اور فارس کے ساحلی مقامات پر حملے کئے۔ اور ناسلموں کو مجبور کیا۔ کہ وہ مسلمانوں اور عربوں کے ہاتھ اپنا سامانِ تجارت فروخت نہ کریں۔ ملیبار کے موپلا تاجروں پر بڑی زیادتیاں کیں۔ یمن اور حجاز کے ساحلی شہروں پر قبضہ جمایا۔ اور ہندوستان میں سندھ سے لے کر مدراس و گجرات و بمبئی تک کے بندرگاہوں پر دھاوے کئے۔ ساحلوں اور جزیروں میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہو رہا تھا۔ مسجدیں توڑ توڑ کر کلیسا بنائی جا رہی تھیں۔ کالی کٹ کے راجے کو اس پر مجبور کیا گیا۔ کہ وہ مسلمانوں کو عرب آنے جانے سے روک دے۔ کوچین ساحلِ ہند پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور مسجد کو کلیسا بنا لیا۔ پھر رفتہ رفتہ عرب کے سواحل پر عدن۔ ہرمز۔ پریم وغیرہ کو اور ہندوستان کے سواحل میں سے گوا۔ جیول۔ دابل۔ دیپ۔ دمن۔ مہائم وغیرہ کو تاخت و تاراج کیا۔ ۹۱۵ھ میں کالی کٹ پر حملہ کر کے شہر کو لوٹ لیا۔ اور وہاں کی جامع مسجد کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ یہی حال انھوں نے عرب کے ساحلی مقامات کا کر دیا۔ عرب کے بحری مسافران قزاقوں کے ہاتھوں سے بہ مشکل جانبر ہو سکتے تھے۔ گوا کا مشہور بندرگاہ سلطنت بیجاپور سے چھین لیا۔ اور سلطان گجرات کے تمام بندرگاہوں پر غارت گری شروع کر دی۔ جدہ اور عدن پر کئی حملے کئے۔ کبھی کامیابی ہوئی اور کبھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ انتہا یہ ہے۔ پرتگالی یہ خواب دیکھنے لگے۔ کہ جدہ پر قبضہ کر کے حجاز پر حملہ کیا جائے۔ اور ظالم بدبخت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ویران اور حرمین محترمین کو منہدم

کرکے اسلام کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے۔

"یہ حالات تھے۔ جن کے دفعیے کی ذمہ داری سلیمان نے تخت پر آنے کے بعد بحیثیت خلیفۃ المسلمین کے محسوس کی۔ پھر اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی حتی الامکان پوری کوشش کی۔ چنانچہ ۹۳۱ھ (۱۵۲۵ء) میں اس نے ایک بیڑا رئیس سلیمان کی ماتحتی میں عدن کے محاصرے کے لئے روانہ کیا۔ جس پر اس وقت پرتگیزوں کا قبضہ تھا۔ مگر اس مہم میں ترکوں کو شکست ہوئی۔ پھر بھی وہ دل شکستہ نہ ہوئے۔ اور بحر ہند میں برابر پرتگال کے جہازوں پر حملے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ گجرات کے ساحل تک پہنچ گئے۔ جہاں ان میں اور پرتگیزوں میں متعدد معرکے پیش آئے۔ اس کے بعد ۹۴۵ھ (۱۵۳۸ء) میں ایک عظیم الشان ترکی بیڑا سلیمان پاشا والئ مصر کی سرکردگی میں سویز سے نکلا۔ اور عدن پر قبضہ کرتا ہوا گجرات کی طرف روانہ ہوا۔ دیپ پہنچنے کے بعد گجراتیوں سے مل کر اس نے پرتگیزوں پر حملے شروع کردئے۔ سلیمان پاشا نے دیپ کا محاصرہ کرلیا۔ اور اگر وہ استقلال کے ساتھ محاصرے کو جاری رکھتا۔ تو یہ بندرگاہ پرتگال کے قبضے سے ضرور نکل جاتا۔ لیکن غالباً سلیمان پاشا کی خودرائی اور استبداد نے امرائے گجرات کو آزردہ کردیا تھا۔ جس کی وجہ سے انھوں نے سامان رسد کا بھیجنا بند کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز دفعۃً ترکی بیڑے نے لنگر اٹھاکر کوچ کردیا۔ اور دیپ پر پرتگیزوں کا قبضہ بدستور قائم رہا۔ سلیمان کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اسے بہت غصہ آیا۔ اس نے سلیمان پاشا کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ اور غضب ناک ہوکر کہنے لگا۔ کہ میں نے تم کو دیپ سے فرنگیوں کو نکالنے اور وہاں کے پاشا کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں پر حاکم بناکر نہیں بھیجا تھا۔"

پیری رئیس

حریف کی ناکامی سے پرتگیز ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور ہمت دجرأت سے دوبارہ عدن پر تسلط جمالیا۔ اس لئے ۱۵۵۱ء میں سلیمان نے نامور ترکی امیر البحر پیری رئیس کی سرکردگی میں ایک زبردست بیڑا بحر ہند میں

بھیجا۔ جو عدن پر قبضہ کرکے مسقط پہنچا۔ اور پرتگالی بیڑے کو گرفتار کر لیا۔ لیکن ہرمز میں ترکوں کو ناکامی ہوئی۔ اور دو جہازوں کے سوا ان کے باقی تمام جہاز گرفتار ہو گئے۔

سید علی

سنہ ۱۵۵۴ء میں سلیمان نے یہ مہم مشہور امیرالبحر سید علی کے سپرد کی۔ جس۔ راس موسدام کے قریب پہنچ کر پرتگیزوں کو شکست دی۔ لیکن مسقط میں طرفین نے سخت نقصان اٹھایا۔ پھر سید علی طوفانی ہوا سے بہتا ہوا بحر ہند میں آگ اور سورت پہنچ کر خشکی پر گام زن ہوتے ہوئے افغانستان۔ ایران اور عراق کے را سے قسطنطنیہ لوٹ آیا۔ اور یہ مہم ادھوری ہی رہی۔

مالٹا پر حملہ

مالٹا پر سینٹ جان کے جنگ جوؤں کا قبضہ تھا۔ ان کے جہاز مخالف سے مل کر عثمانی بیڑوں پر یورش کرتے رہتے تھے۔ نیز وہاں کے ظا عیسائیوں نے مسلمان غلاموں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اس لئے یکم اپریل ۱۵ کو سلیمان نے تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ ۱۸۱ جہازوں کا ایک عظیم الشان بیڑا مصطفیٰ کے زیر قیادت مالٹا پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن اسے چنداں کامیابی نہ ہوئی چار ماہ کے بعد محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ اس مہم میں پچیس ہزار ترک اور پانچ ہزار عیسا ہلاک ہوئے۔

ہنگری پر حملہ

سلیمان نے مہم مالٹا کی ناکامی کی خبر اس وقت سُنی۔ جب ہنگ پر فوج کشی کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ یکم مئی سنہ ۱۵۶۶ء کو سال کا بوڑھا ہونے کے باوجود پالکی میں بیٹھ کر عازم ہنگری ہوا۔ سلین میں ہنگری ا ٹرانسلونیا کے بادشاہ سجسمنڈ زاپولیا نے اظہارِ اطاعت کیا۔ سلیمان نے زیجتی کو تو سر کر لیا۔ لیکن وہاں کا حکم ران زرینی اپنے ۳۲۰۰ آدمیوں کے ساتھ قلعے میں محصور ہو گیا۔ ترکوں نے چار دن تک لگاتار گولہ باری کرکے نہایت مشکل سے سنہ ۱۵۶۶ء کو یہ قلعہ فتح کیا۔

سلیمان کی وفات

تسخیر قلعہ سے تین دن پہلے ۵۔ ستمبر سنہ ۱۵۶۶ء کی رات کو سلیمان کا قصرِ زندگی زلزلۂ اجل کے ایک ہی جھٹکے سے زمین

ہو گیا تھا۔ لیکن مصلحتاً یہ خبر پوشیدہ رکھی گئی۔ اور سلیمان کی نعش مسالے سے محفوظ کر دی گئی۔ آخر سات ہفتوں کے بعد جب شہزادہ سلیم تخت نشین ہو چکا۔ تو ۴ اکتوبر ۱۵۶۶ء کو ساری فوج کے سامنے سلیمان کی وفات کا اعلان کر دیا گیا۔

دولتِ عثمانیہ کی وسعت سلیمان کے عہد حکومت کو اس پہلو سے بھی ایک خاص اور نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ کہ اس میں دولت عثمانیہ طول و عرض۔ طاقت اور خوش حالی کے اعتبار سے معراج کمال کو پہنچ گئی تھی۔ اس عظیم الشان سلطنت کا رقبہ چالیس ہزار میل مربع سے زیادہ تھا۔ یہ بوداسے بصرہ تک اور بحیرۂ خزر سے بحیرۂ روم کے مغربی حصے تک پھیلی ہوئی اور ایشیائے یورپ اور افریقہ کے متعدد ممالک پر مشتمل تھی۔ سلیمان نے اس طویل و عریض مملکت کو اکیس ولایتوں اور ۲۵۰ سنجقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

آبادی سلیمان کی طویل و عریض مملکت میں بیس مختلف نسلوں کے لوگ آباد تھے۔ جن کی مجموعی تعداد کا اندازہ پانچ کروڑ کے قریب کیا جاتا ہے۔ عثمانی ترک تعداد میں ڈیڑھ کروڑ کے قریب تھے۔

فوج سلیمان کی بے شمار اور بے پناہ فوج میں ینی چری کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ جس کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ مستقل اور تنخواہ دار فوج کی تعداد اڑتالیس ہزار تھی۔ جو فوجیں سلطنت کے جاگیر دار جمع کرتے تھے۔ یا جو مواقع جنگ پر خود ہی اکٹھی ہو جاتی تھیں۔ ان کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی۔

حق یہ ہے۔ کہ یورپ کی مسیحی فوجیں تنظیم اور ساز و سامان کے اعتبار سے عثمانی فوجوں کے سامنے پرکاہ سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھیں۔ کریسی رقم طراز ہے۔

"سلیمان اپنی فوجوں کے جسمانی آرام اور اخلاقی نگرانی پر جس قدر توجہ رکھتا تھا۔ اسے اس بے پروائی سے کوئی مناسبت نہ تھی۔ جو اس کے حریفوں کے لشکر میں بدنصیب سپاہیوں کے ساتھ برتی جاتی تھی۔"

آمدنی سلیمان کے عہد میں سرکاری زمین کی آمدنی پچاس لاکھ دوکات تھی۔

Marfat.com

عشر۔ جزیہ وغیرہ مستقل محصولوں کی رقم جمع کر کے ساری آمدنی ستر اسی لاکھ ذوکات تک پہنچ جاتی تھی۔ بعض ریاستوں سے خراج بھی وصول ہوتا تھا۔ جن اعلیٰ حکام کو کسی جرم کی بنا پر شاہی حکم سے قتل کی سزا ملتی تھی۔ ان کے سامان اور جائدادوں سے بھی معقول آمدنی ہو جاتی تھی۔

قوانین سلیمان نے "قانونِ رعایا" کے نام سے ایک آئین وضع کیا تھا جس میں لگان اور جاگیردار کی طرف سے رعایا پر عائد کی ہوئی دوسری خدمات کو تفصیل سے درج کرا دیا تھا۔ تاکہ جاگیردار ناجائز مطالبہ نہ کر سکے۔ اس قانون کے مطابق مزروعہ زمین کا مالک کاشت کار ہوتا تھا۔ اور اس کے معاوضے میں وہ لگان اور دوسرے محصول ادا کرتا اور اپنے جاگیردار کے لئے چند مقررہ خدمات انجام دیتا تھا۔

فوجداری۔ پولیس اور دوسرے قوانین میں بھی سلیمان نے معقول ترمیم و اصلاح کی۔ اور اکثر جرائم کی سزائیں ہلکی کر دیں۔ جھوٹے گواہوں اور کھوٹے سکے چلانے والوں کے لئے داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنے کی سزا تجویز کی۔ متواتر تین وقتوں کی نماز، ایک روزہ ترک کرنے والے کے لئے جرمانے کی سزا مقرر کی۔

تعمیرات سلیمان کو عمارتیں بنوانے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ اس نے قسطنطنیہ، دمشق۔ بغداد۔ قونیہ وغیرہ میں نہایت خوشنما اور شاندار عمارتیں بنوائیں۔ بہت سی مسجدیں تعمیر کرانے کے علاوہ کثیر التعداد مساجد کو نئے سرے سے درست کرایا۔ مکہ معظمہ کی پرانی نہروں کی مرمت کے ساتھ ہی قسطنطنیہ میں ایک نہایت عظیم الشان نہر بنوائی۔ اور مملکت کے تمام مشہور شہروں میں شفا خانے اور پُل تعمیر کرائے۔

علم و فضل سلیمان خود عالم و فاضل ہونے کے علاوہ علوم و فنون کا بہت بڑا سرپرست بھی تھا۔ وہ ایک عالی پایہ مصنف اور نغز گو شاعر تھا۔ اس کی تصانیف ترکی ادب میں امتیازی حیثیت رکھتی۔ اور قدر و منزلت کی نگاہ سے

لکھی جاتی ہیں۔

اخلاق و عادات سلیمان رحم و مروت کا پتلا تھا۔ عدل و انصاف اس کے آئینہ عدالت کا تابناک جوہر تھا۔ وہ ہمیشہ رعایا کی فلاح و بہبود میں مشغول رہتا تھا۔ ظلم کا ارتکاب خواہ گورنروں اور اعلیٰ حکام ہی کی طرف سے کیا جاتا اسے یک بارگی بھڑکا دیتا اور وہ ظالم حاکموں کو فوراً برطرف کر دیتا تھا۔

سلیم ثانی

۱۵۶۶ء تا ۱۵۷۴ء

سلیمان اعظم کے بعد سلیم ثانی سریر آرائے سلطنت ہوا۔ لیکن وہ بالکل نااہل تھا۔ اور امور مملکت میں دلچسپی لینے کے بجائے اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کرتا تھا۔ نظامِ حکومت کی باگ حقیقتاً سلیمان اعظم کے تربیت یافتہ قابل وزیر محمد صوقوللی کے ہاتھ میں تھی۔

محمد صوقوللی کی سیاسی بالغ نظری محمد صوقوللی نے دو اہم تجویزیں مرتب کیں۔ ایک تجویز یہ تھی۔ کہ خاکنائے سویز میں ایک نہر نکال کر بحیرۂ احمر اور بحر ہند کو ملا دیا جائے۔ تاکہ ترکی بیڑے کو ان کے اندر داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ دوسری تجویز یہ تھی۔ کہ ایک نہر کھود کر ڈان اور والگا کو ملا دیا جائے۔ اس طرح ان دونوں دریاؤں کو اس مقام پر جہاں درمیانی فاصلہ تیس میل رہ جاتا ہے۔ ملا دینے سے جہازوں کے لئے بحیرۂ خزر میں پہنچ کر ایران کے شہر تبریز پر چڑھائی کرنا آسان ہو جاتا۔ نیز تجارتی فوائد حاصل ہو سکتے۔ لیکن یہ مقصد جبھی حاصل ہو سکتا تھا۔ کہ روس کے مقبوضہ شہر استراخان کو زیر نگیں کر لیا جائے۔

Marfat.com

استراخاں پر حملہ ۱۵۶۸ء میں ۲۵ ہزار ینی چری اور دوسرے سپاہیوں اور کریمیا کے تیس ہزار تاتاریوں کی متفقہ فوج نے استراخاں پر یورش کی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ اور دوسری تجویز پر خطِ نسخ کھینچ دیا گیا۔ ۱۵۷۰ء میں روس کی تحریک سے صلح ہو گئی۔

یمن میں بغاوت پہلی تجویز بھی معرض التوا میں ڈال دی گئی۔ کیونکہ یمن میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور سنان پاشا کو فوج دے کر وہاں روانہ کرنا پڑا۔ آتش بغاوت فرو کردی گئی۔ اور یمن اور عرب کے دوسرے علاقے دولت عثمانیہ کے ساتھ ملحق کر لئے گئے۔

تونس کی مہم ۱۵۶۹ء میں تونس پر قبضہ کرنے کے لئے اولوج پاشا کے زیر کمان ایک ترکی بیڑا روانہ کیا گیا۔ شہر پر تو قبضہ کر لیا گیا لیکن ہسپانوی فوج نے قلعے میں پناہ لے کر ۱۵۷۴ء تک اس پر اپنا قبضہ قائم رکھا۔

قبرص کی تسخیر ۱۵۷۰ء میں سلیم نے قبرص پر یورش کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن صوقوللی نے اس تجویز کے خلاف رائے دی۔ سلیم نے کچھ پروانہ کی۔ اور مصطفیٰ پاشا نے ایک لاکھ سپاہیوں کا لشکرِ جرّار لے کر قبرص پر ہلہ بول دیا۔ ترکوں نے اسے فتح تو کر لیا۔ لیکن اپنی فوج کے تقریباً پچاس ہزار جوان ضائع کر دیئے۔

عیسائی طاقتوں کا اتحاد تسخیر قبرص کی ہولناک خبر مسیحی طاقتوں پر تباہ کن بم کا گولہ بن کر گری۔ اس لئے بحیرۂ روم کی عیسائی طاقتوں کا اتحاد قائم کیا گیا۔ جس میں ہسپانیہ۔ وینس۔ بہادرانِ مالٹا وغیرہ شامل ہوئے۔ اور ڈان جان کو اس بحری بیڑے کا سالار اعظم مقرر کیا گیا۔ ترکی بیڑے کا امیر البحر علی پاشا تھا۔

لیپانٹو کی جنگ ۱۷۔ اکتوبر ۱۵۷۱ء کو خلیج لیپانٹو کے دہانے کے قریب دو بیڑے معرکہ آرا ہوئے۔ جس میں طرفین کو سخت نقصان

اٹھانا پڑا۔ علی پاشا مارا گیا۔ ترکوں کے پاؤں لڑکھڑا گئے۔ اور انھیں بھاری شکست ہوئی۔ عیسائیوں نے ترکوں کے ۲۶۶ جہازوں پر قبضہ کیا۔ اور تیس ہزار ترک موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

اتحادی تو اپنی اس شاندار فتح کے نشے میں چور ہو کر لوٹ گئے۔ لیکن ترکوں نے تلافیٔ نقصان کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ سلیم بھی عیش منزل سے نکل کر جنگ میں دلچسپی لینے لگا۔ اور امداد کے لئے ایک گراں قدر رقم عطا کی۔ چند ہی ماہ کے اندر ۱۶۸ جہاز کا ایک نیا بیڑا تیار ہو گیا۔ ۱۵۷۲ء میں اتحادی بیڑا پھر بحیرۂ روم میں لنگر انداز ہوا۔ اولوج پاشا نے حملے میں پہل کرنے کے بجائے اتحادیوں کے اقدام کا انتظار کیا۔ اتحادیوں نے ترکوں کی اس زبردست تیاری سے ہیبت زدہ ہو کر حملے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور ترکی بیڑا لوٹ آیا۔

وینس ۱۵۷۳ء میں حکومت وینس نے دولت عثمانیہ سے صلح کا معاہدہ کیا جس کے رو سے وینس نے قبرص پر سلطنت عثمانیہ کا قبضہ تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اس کے مصارف حصول کی رقم یعنی تین لاکھ دوکات کی ادائی بھی منظور کر لی۔ جزیرۂ زانطہ کی سابقہ رقم خراج یعنی ۵۰۰ دوکات میں اضافہ کر کے ۱۵۰۰ دوکات سالانہ کر دیا گیا۔ اور قبرص کی رقم خراج ۸۰۰۰ دوکات موقوف کر دی گئی۔

تونس کا شمول مذکورۂ صدر صلح نامے کے بعد ڈان جان نے ایک ہسپانوی بیڑا لے کر تونس پر یورش کی۔ اور قلعے پر ہسپانیہ کا قبضہ جاری ہونے کے باعث ہنستے کھیلتے شہر کو مسخر کر لیا۔ اس نے تونس میں ایک نیا قلعہ بنوایا۔ اور ہسپانوی جوانوں کا ایک زبردست دستہ وہاں مقرر کر کے مراجعت کی۔

جب شہر تونس پر ہسپانوی قبضے کی خبر دولت عثمانیہ کے دارالسلطنت قسطنطنیہ میں پہنچی۔ تو صدر اعظم صوقوللی نے اولوج پاشا کے زیر کمان ایک نہایت عظیم الشان بیڑا روانہ کیا۔ ہسپانوی فوج نے مدافعت کے لئے تمام قوتیں صرف کرتے ہوئے سردھڑ کی بازی لگا دی۔ لیکن لشکر عثمانی کے دیو ہیکل مجاہدین نے تابڑ توڑ حملوں

سے حریف کی فوج کے چھکے چھڑا دئے۔ ہسپانوی سپاہی جانباز ترکوں کے مقا
کی تاب نہ لاتے ہوئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ ادلوج پاشا میدان خالی پا
فتح و کامرانی کا پھریرا اُڑاتے ہوئے شہر میں داخل ہوا۔ اور شہر۔ قلعہ اور تونس کے
سارے علاقے کو زیرنگیں کرکے اسے دولت عثمانیہ میں شامل کرلیا۔

۱۵۷۴ء میں سلیم نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مراد ثالث

۱۵۷۴ء تا ۱۵۹۵ء

سلطان سلیم ثانی کے بعد اس کا فرزند اکبر مراد ثالث ۲۸ سال کی عمر میں تخت
حکومت پر متمکن ہوا۔ اور سلطان محمد فاتح کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے پا
بھائیوں کو جام فنا پلا دیا۔ پھر سب سے پہلے شراب کی بندش کا حکم نافذ کیا

مراد پر حرم کا اثر اگرچہ حکومت کے پہلے چار سال تک صوقوللی پاشا کی صد
قائم رہی۔ پھر بھی حرم کی چار خاتونیں (۱) سلطانہ والدہ پا
(۲) سلطانہ صفیہ (۳) ہنگروی خاتون اور (۴) جان فدا سلطان پر ساحرانہ اثر ڈ
کر اس کے مزاج میں پوری طرح دخیل ہوگئی تھیں۔ اور انتظام حکومت انھیں کے
مشورے اور منشا کے مطابق انجام پاتا تھا۔

ایران کی مہم ۱۵۷۶ء میں شاہ طہماسپ حاکم ایران نے وفات پائی۔ اور وہ
کا مطلع سیاست خلفشار و بدنظمی کی ہولناک گھٹاؤں سے تیرہ
و تار ہوگیا۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ سلطنت عثمانیہ نے اس زریں موقع
فائدہ اٹھایا۔ مصطفیٰ پاشا نے زبردست ساز و سامان کے ساتھ ایران کی حلیف حک
جارجیا پر فوج کشی کردی۔ اور سارے علاقے کو زیرنگیں کرلیا۔
ایرانی غصے سے آگ بگولا ہوگئے۔ اور ان کے چار لشکروں نے یک بار

Marfat.com

جارجیا پر یورش کر دی۔ عثمان پاشا حاکم شروان نے ایرانی فوجوں کو ناک چنے چبوا کر پسپا کر دیا۔ لیکن جب دولت ایران کے سب سے بڑے لشکر نے دھاوا کیا۔ تو عثمان پاشا نے گھٹنے ٹیک کر دربند کی راہ لی۔ سائمن لوارسب سابق حاکم جارجیا نے تفلس کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن ترک محصورین نے ہمت نہ ہاری۔ اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اتنے میں صوقوللی پاشا کا بیٹا حسن پاشا فوجی امداد لے کر آ گیا۔ اور سائمن نے محاصرے سے ہاتھ اٹھا لیا۔

سنہ ۱۵۸۳ء میں عثمان پاشا نے داغستان پر چڑھائی کی۔ اور اسے زیرنگیں کر کے کافہ پہنچ گیا۔ پھر محمد گرائی خان کریمیا کو علم بغاوت بلند کر دینے کی پاداش میں قتل کر کے عازم قسطنطنیہ ہوا۔

اس کے بعد عثمان پاشا ایک لاکھ ساٹھ ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ تبریز پر حملہ آور ہوا۔ اور ایرانی فوج کے دھوئیں بکھیر کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ چھ سال تک طرفین میں جنگ و جدل کا بازار گرم رہا۔ آخر سنہ ۱۵۹۰ء میں صلح ہو گئی۔ جس کے رو سے جارجیا۔ شروان۔ تبریز۔ لورستان اور آذربائیجان کا ایک حصہ دولت عثمانیہ میں شامل ہو گیا۔

زوال۔ بغاوت اور بدنظمی مراد کے درباریوں شمسی پاشا وغیرہ اور حرم کی سازش سے محمد صوقوللی پاشا قتل کر دیا گیا۔ اور مملکت کے گوشے گوشے میں بدنظمی کے انگارے برسنے لگے۔ یکے بعد دیگرے دس وزرار صدراعظم کے منصب پر فائز کئے گئے۔ اس مسلسل ردو بدل میں حرم کا ہاتھ کارفرما تھا۔ اور وہی وزرا اس منصب کے لئے آگے بڑھ سکتے تھے۔ جن پر حرم کی مربیانہ امداد کے موتی برستے تھے۔ ان حالات کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ رشوت کا دَور دَورہ ہو گیا۔ یہ فتنہ بڑھتے بڑھتے قیامت بن گیا۔ اور حکومت کا کوئی شعبہ اس لعنت سے محفوظ نہ رہا۔

بگڑی ہوئی فضا کے تباہ کن اثرات فوج تک آ پہنچے۔ جاگیری نظام کا شیرازہ

Marfat.com

تار تار ہو کر جاگیروں کی خرید و فروخت شروع ہو گئی۔ آخر ینی چری نے بغاوت پر کمر باندھ لی۔ اور رفتہ رفتہ دولت عثمانیہ کے متعدد علاقوں میں سرکشی کا طوفان برپا ہو گیا۔

ہنگری اور آسٹریلیا سے جنگ

انھیں دنوں حالات نے ایسی کروٹ لی کہ ہنگری اور آسٹریا سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اور ینی چری کو وہاں بھیج دیا گیا۔ پہلے پہل عثمانی لشکر کا پلہ بھاری رہا۔ لیکن پھر سیسک کے محاصرے میں اسے نیچا دیکھنا پڑا۔ اور حسن پاشا حاکم بوسنیا دریا سے پار ہوتے ہوئے ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ اس پر سنان پاشا نے ادھر کا رخ کیا اتنے میں آسٹریا کی فوجوں نے بودا کے پاشا کو پس پا کر دیا۔ اور آسٹریا نے چند عثمانی قلعے سر کر لیے۔

۱۵۹۴ء میں مولڈلویا۔ ولاچیا اور ٹرانسلونیا کے علاقے عَلَمِ بغاوت بلند کر کے آسٹریا سے مل گئے۔ اور اپنی ریاستوں کے تمام مسلمانوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

آسٹریا کی جنگ ابھی ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ ایران سے پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ اوّل اوّل عثمانی لشکر شاہد کامرانی سے ہم کنار نہ ہو سکا۔

وفات

۱۶- جنوری ۱۵۹۵ء کو سلطان مراد ثالث نے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

اخلاق و اوصاف

مراد ذاتی طور پر شریف النفس اور صلح پسند تھا۔ اس کی سریر آرائی کے وقت دولت عثمانیہ جس نقطۂ عروج پر پہنچ چکی تھی۔ اگرچہ مراد میں اس کے بحال رکھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ پھر بھی تنزل و تباہی کی ذمہ داری صرف اسی کی ذات پر عائد نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ زوال و انحطاط کی ہوائیں سلیمان ہی کے عہد سے چلنی شروع ہو گئی تھیں۔ بعد میں ان کی تندی و تیزی بتدریج بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ مراد کے زمانے میں انھوں نے

Marfat.com

ہولناک طوفان کی صورت اختیار کرلی۔

مراد تصوف کا دلدادہ تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں اس کی تصنیف فتوحات الصیام مشہور ہے۔ شعر و شاعری میں بھی دسترس رکھتا تھا۔ اور مراد ہی تخلص کرتا تھا۔

محمد ثالث

۱۵۹۵ء تا ۱۶۰۳ء

سلطان مراد ثالث کے بعد اس کا فرزند اکبر محمد ثالث سریرآرائے سلطنت ہوا۔

فوج میں بغاوت کے شعلے

محمد ثالث نے تاج حکومت سر پر رکھتے ہی اپنے بھائیوں کو ابدی نیند سلادیا۔ اور فوج کا دل مٹھی میں لینے کے لئے خزانے کا منہ کھول کر سپاہیوں پر انعام و اکرام کی بارش کردی۔ لیکن دوستوں نے مزید بخشش پر اصرار کیا۔ اور فرہاد پاشا صدر اعظم پر تکمیل مطالبہ کے لئے زور دیا۔ جب اُدھر سے کوئی تسلی بخش جواب نہ ملا۔ تو ہوتے ہوتے بات یہاں تک بڑھ گئی۔ کہ فوجیوں نے علم بغاوت بلند کردیا۔ اور قسطنطنیہ کے سوار دستوں نے بھی ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ آخر ینی چری نے کسی نہ کسی طرح سرکشی کی اس آگ کو ٹھنڈا کیا۔

سرحد کی جنگ

اس اثنا میں سرحد کی جنگ کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اور دو مقاموں پر ترکوں کو نیچا بھی دیکھنا پڑا۔ ہرطرف سے زور دیا جارہا تھا۔ کہ محمد ثالث خود فوج لے کر اس مہم سے عہدہ برآ ہو۔ محمد تردد و تامل سے کام لے رہا تھا۔ لیکن جنگ کی حالت میں آئے دن خطرناک تغیر واقع ہورہا تھا۔ اور مسیحی طاقتوں کی باہمی حمایت سے متعدد قلعے ترکوں کے ہاتھ سے نکل چکے تھے آخر ینی چری کی اس دھمکی پر کہ جب تک سلطان خود ان کی سرکردگی کا اہم فریضہ انجام نہ دے گا۔ وہ دشمن کے خلاف سینہ سپر نہ ہوں گے۔ جون ۱۵۹۶ء میں محمد ثالث

Marfat.com

نے سرحد کی طرف باگ اٹھائی۔ اور وہاں پہنچ کر آسٹریا وہنگری کی فوجوں کو ناک چنے چبوائے۔ ٹرانسلونیا نے ان فوجوں کی پشتی بانی کی۔ اور وہ تازہ جوش سے یلغار کرتی ہوئی آگے بڑھیں۔ ۲۴۔ اکتوبر ۱۵۹۶ء کو طرفین نے سیرسٹیز کے میدان میں آمنے سامنے ڈیرے ڈالے۔ اور تین دن تک گھمسان کا رن پڑا۔ ابتدا میں عیسائیوں کو فتح ہوئی۔ اور ان کے غلبہ پانے سے عثمانی فوجیں راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگئیں۔ سلطان بھی مایوس ہوکر بھاگنے کا ارادہ کرنے لگا۔ لیکن اس کے ہم رکاب مورخ سعدالدین پاشا نے قرآن عزیز کی ایک آیت پڑھ کر اس کی رگ رگ میں ہمت و شجاعت کی بجلیاں بھردیں۔ اور وہ بنیان مرصوص بن کر میدان میں ڈٹ گیا۔

اتنے میں کماندار سیکالا پاشا اپنے جانباز بہادروں کے ساتھ دشمن کی صفوں پر برق بے اماں بن کر گرا۔ اور ایسی حیرت انگیز شجاعت سے حریفوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کرنا شروع کیا۔ کہ وہ بے اوسان ہوکر بھاگے۔ ان کے پچاس ہزار جوان دلدل میں پھنس کر اور ترکوں کی شمشیر ہائے خاراشگاف سے لقمۂ اجل ہو گئے۔ اور ان کی ۹۵ توپیں اور بہت سامال وزر ترکوں کے ہاتھ آیا۔

اس نہایت عظیم الشان فتح کے بعد جو ترکان عثمانی کی پوری تاریخ کے اندر ان کے فاتحانہ زریں کارناموں میں ایک نمایاں عظمت واہمیت کی مالک ہے۔ اور جس کا سہرا دراصل سعدالدین پاشا اور سیکالا پاشا کے سر تھا۔ سلطان محمد نازو تمکنت کی مونچھوں پر تاؤ دے کر قسطنطنیہ لوٹ آیا۔ اور اپنے آپ کو رامش و رنگ کی بھول بھلیاں میں کھو دیا۔

ایشیائے کوچک میں بغاوت

سیکالا پاشا اپنی یگانہ بہادری کے صلے میں صدر اعظم کے منصب عالیہ پر سرفراز کیا گیا لیکن یہ نہایت ذمّہ دار عہدہ جس تدبر اور سیاسی بالغ نظری کا متقاضی تھا۔ وہ سیکالا پاشا میں کافی حد تک موجود نہ تھی۔ جنگ سیرسٹیز میں عیسائیوں سے مغلوب ہوکر بھاگنے والے ترکی سپاہیوں کی تعداد سیکالا پاشا کی تحقیقات کے مطابق تیس ہزار تھی۔ اس

Marfat.com

نے ان تمام کو "فراری" قرار دے کر ان کی تنخواہیں روک دیں۔ اور جاگیریں ضبط کرلیں بہت سے سپاہیوں کو تہ تیغ کرادیا۔ ان میں سے کثیر التعداد سپاہیوں نے ایشیائے کوچک واپس جاکر ایسی ہولناک بغاوت کی آگ مشتعل کی۔ جس کے فلک بوس شعلے سالہا سال تک بھڑکتے رہے۔

سلطنت کے خلاف شورش آرائی

اب سلطان محمد چاروں طرف سے شورش و بغاوت کی غیر مرئی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ ۱۵۹۹ء میں فوجی جاگیرداروں کے سردار عبدالحمید "قرہ یازیجی" نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے ڈھب کے آدمیوں کا ایک لشکر مرتب کیا۔ اور بارہا عثمانی فوجوں کو نیچا دکھایا۔

سلطان نے فتنۂ شورش کا استیصال کرنے کے لئے حسن صوقوللی پاشا کو روانہ کیا۔ اس نے "قرہ یازیجی" کے دانت کھٹے کر کے اسے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا "قرہ یازیجی" تو ایک شدید زخم سے ختم ہو گیا۔ لیکن اس کا بھائی ولی حسن والی بغداد بھائی کی موت کا بدلہ لینے کے لئے خم ٹھونک کر میدان میں آگیا۔ اور حسن پاشا کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی روز افزوں طاقت سے مجبور ہو کر ۱۶۰۳ء میں سلطان نے اس سے صلح کرلی۔ اور اسے بوسینیا کا حاکم بنا دیا۔

ایران سے جنگ

اس شورش سے فائدہ اٹھا کر شاہ ایران نے دولت عثمانیہ کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ اور اپنے غصب شدہ صوبوں کو واپس لے لیا۔

وفات

جون ۱۶۰۳ء میں سلطان محمد ثالث نے اپنے فرزند اکبر محمود کی اس درخواست کو کہ اسے باغیوں کی سرکوبی کے لئے ایشیائے کوچک کا سالار لشکر مقرر کر دیا جائے۔ غصب سلطنت کی پُر فریب تدبیر سمجھ کر شبہ میں تہ تیغ کرادیا۔ لیکن چاہ کن را چاہ درپیش۔ ۲۷ اکتوبر ۱۶۰۳ء کو وہ خود بھی نہنگ اجل کا شکار ہو گیا۔

احمد اوّل

۱۶۰۳ء تا ۱۶۱۷ء

سلطان محمد ثالث کے بعد اس کا بیٹا احمد اوّل ۱۴ سال کی عمر میں تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ اور کم سنی کے باوجود سطوت وثبات کا اظہار کرتے ہوئے حکومت کے نظم ونسق میں اُمید افزا اقدامات کئے۔ مثلاً جب مہم ہنگری کے قائد صدر اعظم نے اپنی پیش قدمی کو اس شرط سے مشروط کر دیا۔ کہ اسے اس قدر رقم فوراً بھیج دی جائے تو احمد نے اسے لکھ بھیجا۔ "اگر تم اپنے سر کی خیر چاہتے ہو۔ تو فوراً روانہ ہو جاؤ"۔ صدر اعظم کی اکڑی ہوئی گردن خم ہو گئی۔ اور وہ خاموشی سے مہم پر روانہ ہو گیا۔

علاوہ بریں سلطان نے اپنے پیش رووں کے علی الرغم سلطانہ صفیہ اور اس کی جماعت کو امور مملکت میں دخل انداز ہونے سے یکسر منع کر دیا۔

مہمات

اس کے بعد احمد نے سیکالا پاشا کو ایران کی مہم پر بھیجا۔ لیکن وہ ناکام رہا اور ۱۶۰۵ء میں اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

مہم ہنگری کے قائد صدر اعظم مصطفیٰ پاشا نے بوداپر تو قبضہ کر لیا۔ لیکن اسے حالات کی ناساعدت کے باعث پست اور گران کے محاصرے سے مجبوراً دست کش ہونا پڑا۔ پھر کچھ دن کے بعد گران کو زیر نگیں کر لیا۔

صلح نامہ سیتوا تورک

۱۱۔ نومبر ۱۶۰۶ء کو صلح نامہ سیتوا تورک پر فریقین کے دستخط ثبت کئے گئے۔ اس کے مطابق طرفین کے مقبوضات میں تو کوئی قابلِ ذکر تغیّر رونما نہ ہوا۔ لیکن یہ اہم تبدیلی ضرور ہوئی۔ کہ باب عالی نے بین الاقوامی قانون کی پابندی اختیار کر لی۔ اور شاہ آسٹریا کو "حکمران ویانا" کی جگہ "شہنشاہ" لکھنا منظور کیا۔

زوال کی طرف قدم

یہ صلح نامہ دولت عثمانیہ کے لئے زوال کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ سترھویں صدی کا ابتدائی زمانہ اس کے لئے

نہایت نازک اور تشویش انگیز تھا۔ لیکن سلطنت کی خوش نصیبی سے یورپ کی کوئی بڑی طاقت ترکوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے قابل نہ تھی۔ سلطنت عثمانیہ کے شدید ترین دشمن ایران میں بھی اتنا دم خم نہ تھا۔ کہ اپنی فوجوں کو مغرب کی جانب بڑھا کر سلطنت کے لئے خطرے کا موجب ہو سکے۔

وفات ۲۲۔ نومبر ۱۶۱۷ء کو سلطان احمد اوّل نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مصطفیٰ اوّل اور عثمانِ ثانی

۱۶۱۷ء تا ۱۶۲۳ء

سلطان احمد اوّل کے بعد دولت عثمانیہ کے رائج دستور کے خلاف اس کے بیٹے کے بجائے اس کا بھائی مصطفیٰ سریر آرائے سلطنت ہوا۔

سلطان مصطفیٰ اپنی بے شعوری اور ناقابلیت کے باعث انتظام سلطنت کا بارِ گراں سنبھال نہ سکا۔ اس لئے ارکانِ دولت نے ۱۶۔ فروری ۱۶۱۸ء کو اسے تخت سے اتار کر احمد کے ۱۴ سالہ بیٹے عثمان کے سر پر تاجِ حکومت رکھ دیا۔

سلطان عثمانِ ثانی کے عہدِ حکومت میں دولت عثمانیہ زوال کے قعرِ عمیق میں گر گئی۔ ایران سے مجبوراً صلح کر کے بہت سے مقبوضات اسے واپس دے دئے گئے۔ ینی چری اور سپاہی دستے سلطنت کے لئے ایک مستقل خطرے کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے عثمان ان کا زور توڑنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اسی مقصد کے لئے ۱۶۲۱ء میں پولینڈ کے خلاف معرکۂ کارزار گرم کر دیا گیا۔ نیز قوانینِ حکومت سخت تر کر دئے گئے۔ ان باتوں سے رعایا کے تمام طبقوں میں عثمان کے خلاف مخالفت کی لہر دوڑ گئی۔

۱۶۲۲ء میں عثمان نے حج کو جانا چاہا۔ لیکن اس کی تہ میں کچھ اور راز تھا جسے پوشیدہ نہ رکھ سکا۔ اور ینی چری نے اس کے منصوبے سے پوری طرح آگاہ

ہو کر اسے حج سے روکتے ہوئے وزراء حاضر کو ختم کر دینے پر اصرار کیا۔ بغاوت پھوٹ پڑی۔ اور یہ فتنہ چند ہی روز میں بڑھتے بڑھتے قیامت بن گیا۔

عثمان کو نظر بند کر کے مصطفیٰ کو دوبارہ تخت نشین کیا گیا۔ اور داؤد پاشا صدر اعظم نے گوناگوں مصلحتوں کی بنا پر عثمان کو پھانسی دلوا دیا۔

حالات اصلاح پذیر ہونے کے بجائے زیادہ خراب ہو گئے۔ اور اگست ۱۶۲۳ء میں مصطفیٰ کو دوبارہ تخت سے اُتار کر اس کی جگہ سلطان عثمان کے بھائی شہزادہ مراد کو اورنگ سلطنت پر بٹھایا گیا۔

مراد رابع

۱۶۲۳ء تا ۱۶۴۰ء

سلطان مراد رابع صرف ۱۲ سال کی عمر میں تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ؎

بالائے سرش ز ہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

اس کم سنی میں بھی جو جو باتیں اس سے ظہور میں آئیں۔ ان سے وزراء نے بھانپ لیا۔ کہ سلطنت کے دن پھرنے والے ہیں۔ اور اس فرزانہ و بیدار بخت سلطان کے جاہ و جلال سے حکومت کا ستارہ چمکنے والا ہے۔ ترک مورخ اولیہ رقم طراز ہے :-

" تخت نشینی کے بعد جب سلطان مراد خزانے میں داخل ہوا۔ تو میرا باپ درویش محمد اس کے ساتھ تھا۔ خزانے میں طلائی اور نقرئی ظروف میں سے کچھ بھی باقی نہ تھے۔ صرف تیس ہزار پیاستر (چھوٹے نقرئی سکے) اور الماریوں میں چند مونگے اور چینی کے برتن رہ گئے تھے۔ بادشاہ نے سجدہ

کیا اور پھر کہا۔ "انشاء اللہ میں اس خزانے کو انھیں لوگوں کی جائداد سے پُر کردوں گا۔ جنھوں نے اسے لُوٹا ہے۔"

سلطنت کی حالت مراد کی کم سنی کے باعث نظامِ حکومت کے فرائض کلیۃً اس کی والدہ سلطانہ ماہ پیکر انجام دیتی تھیں۔ سلطانہ والدہ کے تدبّر اور سیاسی علم و نظر نے مستحکم ستون بن کر گرتے ہوئے قصرِ سلطنت کو تھام لیا۔ دولت عثمانیہ کا گوشہ گوشہ سورِ نظم اور بدامنی کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ سرحد پر ایرانی لشکر فتح و کامرانی کے پھریرے اُڑا رہا تھا۔ اباظا پاشا شورش کا عَلَم بلند کر کے ایشیائے کوچک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا۔ لبنان کا چپہ چپہ بغاوت کے تیروں کی آماج گاہ بن گیا تھا۔ مصر اور دوسرے علاقوں کے حکم رانوں نے اطاعت و انقیاد کا جوا کندھوں سے اتار پھینکا تھا۔ تونس۔ طرابلس اور الجزائر نے مطلق العنانی کے جھنڈے گاڑ رکھے تھے۔ روسی لٹیروں نے بحیرۂ اسود کے ساحل ہی پر تباہ کاریوں کا طوفان برپا نہیں کر رکھا تھا۔ بلکہ تاخت و تاراج کا دائرہ قسطنطنیہ کے قریبی علاقے تک وسیع کر دیا تھا۔ شاہی خزانہ فقیر کی جھولی بن رہا تھا۔ اسلحہ خانے میں نام نہاد آلات جنگ باقی رہ گئے تھے۔ رعایا بھوکوں مر رہی تھی۔ اور خود مراد کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ ان یاس انگیز حالات میں سلطانہ والدہ کا کمال سیاست آڑے آیا۔ اور ہر شعبۂ حکومت میں بتدریج اصلاح کی روشنی جلوہ گر ہونے لگی۔ حتیٰ کہ مراد نے ۲۱ سال کی عمر میں انتظامِ سلطنت کا بارِ گراں اپنے نوجوان کندھوں پر اٹھا لیا۔ اور حکومت کی گوناگوں خرابیوں کے بھیانک بادل تیزی کے ساتھ چھٹ کر مطلع سیاست صاف و تابناک ہونے لگا۔

ہنگامۂ بغداد ان دنوں بغداد کی ولایت عباس صفوی شاہ ایران کی قلمرو میں تھی۔ وہاں کا فتنہ انگیز کوتوال بکیر آغا حاکم شہر کو ٹھکانے لگا کر خود وہاں کا حکم ران بن بیٹھا۔ مراد نے حافظ پاشا کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اور اس نے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ بکیر آغا نے منافقت سے کام لے کر پہلے شاہ

عباس سے۔ پھر حافظ پاشا سے یہ شرط منظور کرالی۔ کہ اگر اسے بغداد کا حاکم مقرر کردیا جائے۔ تو وہ شہر خالی کردے گا۔ اس طرح پہلے ترکی فوجیں شہر میں درانہ چلی آئیں۔ پھر شاہ عباس نے ایرانی فوجیں لاکر اس کا محاصرہ کرلیا۔ بکیر آغا نے پھر دام تزویر پھیلایا۔ اور شاہ عباس سے پہلی شرط منظور کراکے ترکوں سے غدّاری کرتے ہوئے ایرانی فوجیں شہر کے اندر داخل کردیں۔ شاہ عباس نے بغداد کو زیرنگیں کرنے کے بعد بکیر آغا کو اس غدّاری کی پاداش میں قتل کراکے کیفرکردار کو پہنچادیا۔

ایران پر فوج کشی

۱۶۲۸ء میں شاہ عباس والی ایران کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کا کم سن بیٹا شاہ مرزا تخت پر بیٹھا خسرو پاشا صدر اعظم نے موقع پاکر ایران پر چڑھائی کی۔ اور ۱۶۳۰ء میں ہمدان پر قبضہ کرنے کے بعد بغداد کی جانب پیش قدمی کی۔ وہاں پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن چند ہی روز کے بعد فوج نے بگڑ کر جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور نومبر ۱۶۳۰ء میں خسرو پاشا کو مجبوراً محاصرہ اٹھاکر مراجعت کرنی پڑی۔ اس پر خسرو پاشا کو معزول کرکے اس کی جگہ حافظ احمد پاشا کو دوبارہ صدر اعظم بنایا گیا۔

حافظ پاشا کا قتل

فروری ۱۶۳۲ء میں ینی چری اور سپاہی فوجوں کے باغیوں نے مہم بغداد نے ناکام واپس آنے کے بعد رجب پاشا کے برانگیختہ کرنے سے ایوان شاہی کے سامنے جمع ہوکر صدر اعظم حافظ پاشا مفتی اعظم یحییٰ۔ دفتردار مصطفیٰ وغیرہ کے قتل کا مطالبہ بے حد گستاخانہ اور اصرار سے پیش کیا۔ مراد نے انھیں سمجھا بجھاکر اس سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کسی صورت نہ مانے۔ مراد نے حافظ پاشا کو طلب کرکے باغیوں کے مطالبے سے آگاہ کیا۔ اس پر حافظ پاشا سربکف باغیوں پر پل پڑا۔ اور ایک باغی کا سر قلم کرکے بہادری سے جان دے دی۔ مراد نے اشک بار ہوکر کہا۔

"خدا کی مرضی پوری ہوئی۔ لیکن اے خونخوار انسانو! جو وقت اس نے مقرر کردیا ہے۔ عین اسی وقت ضرور تم سے اس کا انتقام لیا جائے گا۔ تمھیں نہ خدا

Marfat.com

کا خوف ہے۔ نہ رسولؐ کی شریعت کا احترام "

لیکن چکنا گھڑا۔ بوند پڑی ڈھل گئی۔ باغی اس تہدید سے قطعاً متاثر نہ ہوئے۔

رجب پاشا کا قتل

مراد کو حالات کے آئینے میں اس حقیقت کا چہرہ نظر آیا۔ کہ تخت یا تختہ۔ اس نے عزم صمیم کر لیا۔ کہ وہ اپنے عزل و قتل کی ذرا پرواہ نہ کرتے ہوئے باغیوں کو آغوشِ لحد میں سُلا کر سلطنت کی خدمت کرے گا۔

چنانچہ اس نے پوری رازداری سے کام لیتے ہوئے ایک بہادر و قابلِ اعتماد دستہ تیار کر لیا۔ ینی چری اور سپاہی دستوں کی پھوٹ اس کی کشت آرزو کے لئے بارانِ رحمت ثابت ہوئی۔ سب سے پہلے اس نے بغاوت کے اصل سرچشمہ رجب پاشا کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر باغیوں کے قلع قمع پر کمر ہمت باندھی۔

بغاوت کا استیصال

۲۹ مئی ۱۶۳۲ء کو مراد نے ایک دیوانِ عام منعقد کیا۔ جس میں مفتی اعظم۔ وزرائے حکومت۔ مشاہیر علماء اور سواروں کے چھ قابلِ اعتماد دستے شامل ہوئے۔ اس نے ینی چری اور سپاہی دستوں سے حلف لیا۔ کہ وہ پوری طرح بادشاہ کے مطیع و وفادار رہیں گے۔ اور باغیوں کے سواروں کو گرفتار کر کے اس کے سپرد کر دیں گے۔

اس کے بعد مراد نے آزاد حکومت کی بساط آراستہ کی۔ اور تمام باغیوں کو چُن چُن کر موت کے گھاٹ اُتارا۔ تھوڑے ہی عرصے میں بغاوت کی خونیں آندھیاں تھم گئیں۔ اور سلطنت کے اطراف و جوانب میں امن و امان کی خوش گوار ہوائیں چلنے لگیں۔

اریوان کی تسخیر

۱۶۳۵ء میں مراد نے اپنے کھوئے ہوئے مقبوضات پر دوبارہ قبضہ کرنے کی مہم کو سر کرنے کے لئے باگ اٹھائی۔ اور اریوان کو زیر نگیں کیا۔

بغداد کی شان دار فتح

۱۶۳۸ء میں مراد ترک بہادروں کا لشکرِ جرّار لے کر بغداد کی مہم پر روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچتے ہی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ تیس ہزار محصورین نے مدافعت کے لئے جانیں لڑا دیں لیکن عثمانی

Marfat.com

لشکر ترک تازی کرتا اور موت سے کھیلتا ہوا فاتحانہ شہر میں داخل ہوا۔ پھر مراد نے بارہ سو جانباز سواروں کا ایک دستہ وہاں چھوڑ کر مراجعت کی۔ اور ۱۰ جون ۱۶۳۹ء کو دار السلطنت میں واپس پہنچ گیا۔

اریوان کی واپسی ۱۵ ستمبر ۱۶۳۹ء کو ایک صلح نامہ کے رو سے اریوان ایران کو واپس دے دیا گیا۔

وفات بغداد سے واپسی پر مراد نے بحری طاقت کو مضبوط کیا۔ اور البانیہ وغیرہ کی بغاوت رفع کی۔ اس کے بعد وہ جنگ وینس کے لئے تیاری کر رہا تھا کہ یکایک بخار نے اسے آگھیرا۔ اور ۹ فروری ۱۶۴۰ء کو اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

اخلاق وعادات سلطان مراد رابع جسمانی طاقت اور فوجی لیاقت میں اپنی نظیر آپ تھا۔ اور ساری عثمانی فوج اس کا مدِ مقابل پیش کرنے سے قاصر تھی۔ بے شبہ تشدد اور سخت گیری اس کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی لیکن اسی سخت گیری کا یہ ساحرانہ کرشمہ تھا۔ کہ فوج کی بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔ صوبہ داروں کی سرکشی کا تختہ اُلٹ گیا۔ سلطنت کا گوشہ گوشہ فتنہ و فساد اور تباہی و بربادی کی آلائشوں سے پاک وصاف ہو گیا۔ ملک کا ہر متنفس نشاۃ الثانیہ کی امن پرور اور سکون بخش فضا میں سانس لینے لگا۔ عدالتوں میں عدل و انصاف کے جنت نگاہ مناظر دکھائی دینے لگے۔ غرض رعایا کے تمام طبقوں میں اطمینان اور آسودگی کی لہر دوڑ گئی۔ اور حکومت کے ہر شعبے میں حسن انتظام اور تعمیر و ترقی کے پھول برسنے لگے۔

Marfat.com

ابراہیم

سنہ ۱۶۴۰ء تا سنہ ۱۶۴۸ء

سلطان مراد رابع کے بعد اس کا بھائی ابراہیم سریر آرائے سلطنت ہوا۔ لیکن مراد نے جس مملکت کو ہمت۔ شجاعت۔ حسن تدبیر اور مسیحانہ اعجاز نمائی سے تازہ زندگی بخش کر پُرامن و مرفہ الحال بنا دیا تھا۔ ابراہیم نے اسے کاہلی۔ بے تدبیری اور عیش پرستی سے بدنظمی اور تباہی کے کنارے پر لاڈالا۔ حکومت کے ہر شعبے میں بے راہ روی اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہونے لگا۔ نئے نئے اور مضحکہ خیز محصول لگادئے گئے۔ حرم کے مصارف اور عیش و عشرت کے جذبات کی تسکین کے لیے جب اس ذریعۂ محاصل نے بھی کفایت نہ کی۔ تو امیر لوگوں کی ذاتی جائدادوں پر ہاتھ صاف کیا گیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سلطنت بھر میں عام بے چینی اور اضطراب کی ہوائیں چلنے لگیں۔ اور شورش و بغاوت کے چھینٹے پڑنے لگے۔ باغیوں کی ایک زبردست جماعت ابراہیم کو معزول کرنے کے لئے پیدا ہوگئی جس نے اس پر یہ فرد جرم عائد کی:۔

"بادشاہ نے ظلم و تشدد سے سلطنت عثمانیہ کو برباد کر دیا ہے۔ زمام حکومت عورتوں کے ہاتھوں میں ہے۔ خزانہ ان کے مصارف کی تکمیل سے قاصر ہے۔ رعایا تباہ ہوگئی ہے۔ کفار کی فوجیں سرحدی شہروں کا محاصرہ کر رہی ہیں۔ ان کے بحری بیڑوں نے درِ دانیال کی ناکابندی کر رکھی ہے" شورش

ابراہیم کی معزولی اور قتل

آخر ۸ راگست سنہ ۱۶۴۸ء کو سلطانہ والدہ کی سعی مزاحمت کے باوجود ابراہیم کو معزول کر کے اسیر زنداں کر دیا گیا۔ اور تاج سلطنت ۷ سالہ شہزادہ محمد کے سر پر رکھ دیا گیا۔

ابراہیم نے ابھی اپنی حیات اسیری کے دس ہی دن پورے کئے تھے۔ کہ معزول کرنے والی جماعت نے مفتی اعظم سے فتویٰ لے کر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

Marfat.com

ازف کی فتح سنہ ۱۶۴۱ء میں ابراہیم کے سابق صدر اعظم قرہ مصطفیٰ نے ازف کی تسخیر کے لئے ایک فوجی بیڑا روانہ کیا۔ لیکن روسی قزاقوں نے جو اس پر قابض تھے بہادری سے مدافعت کی۔ اور ترکی فوج لوٹ آئی۔ اگلے سال پھر چڑھائی کی گئی۔ اور اب کے سلطنت عثمانیہ کے باج گزار خان کریمیا نے ایک لاکھ تاتاری سپاہیوں سے امداد کی۔ قزاق اس فوج کی تاب نہ لاکر بھاگ گئے۔ اور ازف پر فتح کا علَم نصب کر دیا گیا۔

کریٹ کی مہم سنہ ۱۶۴۵ء میں ابراہیم نے وینس کے علاقے کریٹ کو سر کرنے کے لئے ایک لشکر روانہ کیا۔ کیونکہ مالٹا کے بحری قزاق قسطنطنیہ سے مصر جانے والے ترکی بیڑے کو گرفتار کر کے کریٹ کی بندرگاہوں میں لنگر انداز ہوتے تھے ترکوں نے کانیا اور ریٹینو پر قبضہ کر کے کریٹ کے صدر مقام کینڈیا کا محاصرہ کر لیا جو تقریباً اکیس سال کے بعد سلطان محمد رابع کے زمانے میں مسخر ہوا۔ اور جزیرہ کریٹ پر عثمانی پرچم لہرایا گیا۔

محمد رابع

سنہ ۱۶۴۸ء تا سنہ ۱۶۸۷ء

شہزادہ محمد رابع کی ... عمر کے باعث زمام سلطنت حرم کے ہاتھ میں تھی لیکن حرم میں دو جماعتیں مصروفِ آویزش تھیں۔ جس کے سبب سلطنت کی فضا شورش و بغاوت کی گھٹاؤں سے تیرہ و تار ہو رہی تھی۔

جمہوریہ وینس نے دولت عثمانیہ کی اس بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر اس کے مقابلے کے لئے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا۔ جس نے دردانیال کے قریب ایک عثمانی بیڑے کو نیچا دکھا کر لیمناس اور ٹینیواس پر قبضہ کر لیا۔ اور دردانیال کا دہانہ روک لیا۔

دولت عثمانیہ سخت نازک و ناسازگار حالات کے باعث تباہی کے کنارے

پہنچ چکی تھی۔ کہ سلطانہ والدہ نے منصب صدر اعظم کی باگ ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دی۔ جس نے سیاسی بالغ نظری اور انتظام سلطنت کی غیر معمولی قابلیت سے مملکت کو نہ صرف برباد ہونے سے بچا لیا۔ بلکہ اس میں حیرت انگیز قوت و شوکت بھی پیدا کر دی۔

محمد کوپریلی محمد کوپریلی ایشیائے کوچک کے ایک چھوٹے سے گاؤں کوپری کا باشندہ تھا۔ جو معمولی تعلیم سے بھی بے بہرہ رہا۔ خوش نصیبی سے وہ سلطان کے مطبخ میں ملازم ہوگیا۔ اور اس نے فطری قابلیت سے بتدریج ترقی کرتے کرتے ۱۶۵۶ء میں صدارت عظمیٰ کی باگ ہاتھ میں لے لی۔

صدر اعظم کا منصب قبول کرنے سے پہلے محمد کوپریلی نے سلطانہ والدہ سے بعض ایسی اہم شرائط منظور کرالیں۔ جن سے وہ غیر محدود اختیارات کا مالک بن گیا۔ اور منتشر شیرازۂ سلطنت کی تنظیم و اصلاح کے سلسلے میں بے شمار باغیوں کو فنا کے گھاٹ اُتار کر جبر و تشدد کے فولادی پنجے سے سازشوں اور بغاوتوں کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے جاسوس سلطنت کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہ ایسی سرگرمی و مستعدی سے کام کرتے تھے کہ چپراسی سے لے کر حکومت کے بڑے سے بڑے عہدہ داروں تک اس کی ہیبت سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے عہد صدارت میں ۳۶۰۰۰ آدمی قتل کئے گئے۔

محمد کوپریلی کی یہ جابرانہ حکمت عملی مزرع سلطنت کے لئے ابر رحمت ثابت ہوئی۔ اور اسی بظاہر ناپسندیدہ سختی کا یہ خوش گوار نتیجہ رونما ہوا۔ کہ شورش و سرکشی کے فتنے پیوند زمین ہوکر امن و امان کا دَور دورہ ہوگیا۔ اور حکومت کے ہر شعبے میں باقاعدگی۔ تنظیم۔ انصاف۔ تعمیر۔ اصلاح اور ترقی کے مناظر دکھائی دینے لگے۔

۱۶۶۱ء میں محمد کوپریلی کا انتقال ہوگیا۔ وفات سے پہلے اس نے سلطان اور سلطانہ والدہ سے اپنے بیٹے احمد کوپریلی کو اپنا جانشین مقرر کرالیا تھا۔ دمِ آخر بھی اس نے فلاح سلطنت کے پیش نظر سلطان کو مندرجۂ ذیل چار نصیحتیں کر کے ان پر

عمل کرنے کی تائید کی:۔

(۱) عورتوں کا مشورہ کبھی خاطر میں نہ لایا جائے۔

(۲) رعایا کے کسی طبقے یا فرد کو حد سے زیادہ متموّل نہ ہونے دیا جائے۔

(۳) حکومت کا خزانہ ہمیشہ زر و جواہر سے مالا مال رکھا جائے۔

(۴) سلطان ہمیشہ گھوڑے پر سوار رہے۔ اور فوج کو ہر وقت نقل و حرکت میں مصروف رکھے۔

احمد کوپریلی

اب سلطان محمد رابع نے گلشنِ حیات کی بیسویں بہار میں قدم رکھا تھا اور وہ زمامِ سلطنت کو کامیابی سے ہاتھ میں لینے پر قادر تھا۔ لیکن شکار کا شوق جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے معتمد علیہ صدر اعظم احمد کوپریلی کو سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ مچھلی کے بچے کو تیرنا کون سکھاتا ہے۔ انتظامِ حکومت کی اعلیٰ قابلیت کے اعتبار سے وہ الولد سرٌ لابیہ کا پورا پورا مصداق تھا۔ لیکن علم و فضل کے لحاظ سے باپ کو ناخواندہ ہونے کے باعث بیٹے سے کوئی نسبت نہ تھی۔

احمد کوپریلی کو رعایا کا دل مٹھی میں لینے کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ اس کی زندگی یکسر اسلامی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ رعایا کے تمام طبقوں میں نہایت ہر دل عزیز تھا۔ اس نے محصولات میں معتد بہ تخفیف کر دی۔ رعایا کو حکام کی سخت گیری سے نجات دلائی۔ کلیساؤں کی تعمیر سے متعلق تمام پابندیاں دُور کر دیں۔ غرض ہر لحاظ سے سلطنت کو بامِ عروج پر پہنچایا۔

آسٹریا کی جنگ

سنہ ۱۶۶۳ء میں گزشتہ آویزشوں کی بنا پر آسٹریا کے خلاف بساط جنگ آراستہ ہو گئی۔ احمد کوپریلی ایک لشکرِ جرار لے کر روانہ ہوا۔ اور نوہزل کا مشہور قلعہ فتح کر کے دوسرے قلعوں کو بھی مسخر کرنے کے بعد بلغراد کی جانب لوٹ گیا۔

اگلے سال وہ پھر نوہزل آیا۔ اور سنہ ۱۶۶۴ء میں قلعہ سری نوار کو مسخر کیا۔ اس

بعد کو مورن پہنچا۔ لیکن وہ اس دریا کو عبور نہ کرسکا۔ کیونکہ آسٹریا اور ہنگری کی فوجوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ یکم اگست ۱۶۶۴ء کو خانقاہ سینٹ گاتھرڈ کے میدان میں فریقین معرکہ آرا ہوئے۔ عثمانی فوج تعداد میں تو حریف سے زیادہ تھی۔ لیکن تنظیم۔ اسلحہ اور مہارت فن حرب کے اعتبار سے بہت پیچھے۔ اس لئے اسے کثرت تعداد کے باوجود نیچا دیکھنا پڑا۔ اور اپنے دس ہزار سپاہیوں کی جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ سلطنت عثمانیہ کی پوری تاریخ میں آسٹریا کے ہاتھوں عثمانی فوج کو یہ پہلی مرتبہ بھاری زک اٹھانی پڑی۔

صلح نامہ واسوار واسوار میں ایک صلح نامہ مرتب ہوا۔ جس کے رو سے فیصلہ کیا گیا۔ کہ آسٹروی اور ترک دونوں ٹرانسلونیا سے دستبردار ہوجائیں۔ اور اس کی زمام حکومت اپاتی کے ہاتھ میں دی جائے۔ جو سلطان کو خراج ادا کرتا ہے۔ سرلوار اور نوہزل کے قلعے ترکوں ہی کے قبضے میں رہیں۔ ہنگری کے سات صوبوں میں سے تین پر آسٹریا اور چار پر دولت عثمانیہ قابض ہو۔ شہنشاہ آسٹریا دو لاکھ فلورن تاوانِ جنگ سلطان کو ادا کرے۔

کینڈیا کی تسخیر ۱۶۶۷ء میں احمد کوپریلی نے کینڈیا پر فوج کشی کی جس کا محاصرہ بیس سال سے جاری تھا۔ محصورین نے تاب مقابلہ نہ لاکر احمد کوپریلی کو ایک گراں بہا رقم پیش کرتے ہوئے استدعا کی۔ کہ وہ محاصرے سے دست کش ہوکر لوٹ جائے۔ احمد نے کہا:۔

"ہم لوگ روپے کا کاروبار نہیں کرتے۔ ہم کینڈیا کو مسخر کرنے کے لئے صف آرا ہیں۔ اور کسی قیمت پر اسے ترک نہ کریں گے"

کینڈیا کو باہر سے زبردست کمک آگئی۔ لیکن احمد کوپریلی کے قدم ذرا نہ ڈگمگائے ۱۶۶۹ء میں اہلِ وینس کے سردار موروسینی نے سپر ڈال دی۔ اور یہ اہم تاریخی محاصرہ تقریباً اکتیس سال کے بعد ختم ہوا۔

فریقین میں ایک صلح نامہ مرتب ہوا۔ جس کے مطابق کریٹ دولت عثمانیہ میں

شامل کر لیا گیا۔ لیکن تین چھوٹی چھوٹی بندرگاہیں وینس کے پاس رہنے دی گئیں۔

پولینڈ سے جنگ

۱۶۷۰ء میں پولینڈ اور اس کے ماتحت اوکرین کے قزاقوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ قزاقوں نے دولت عثمانیہ سے مدد طلب کی۔ باب عالیہ نے ان کی درخواست منظور کر کے خود بھی چھ ہزار کی ترک فوج بھیجی۔ اور خان کریمیا کو بھی ان کی امداد کرنے کا حکم دیا۔ اس پر پولینڈ اور دولت عثمانیہ کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ جو چار برس تک جاری رہی۔

صلح نامہ

۲۶۔ اگست ۱۶۷۲ء کو ترکوں نے کمینیک اور لمبرگ کو فتح کر لیا۔ اور شاہ پولینڈ نے صلح نامہ بوزاکس پر دستخط ثبت کر کے پوڈولیا اور کرین کے صوبے دولت عثمانیہ کو دے دئے۔ اور دو لاکھ بیس ہزار دوکات سالانہ خراج ادا کرنا منظور کیا۔ محمد رابع نے جو اب کے احمد کوپریلی کے ساتھ مہم میں شامل ہوا تھا فاتحانہ جوش وخروش سے ادرنہ کی طرف مراجعت کی۔

پھر جنگ

پولینڈ نے اس صلح نامے کو پرزے پرزے کر کے نئے سرے سے جنگ کی داغ بیل ڈال دی۔ چنانچہ احمد کوپریلی نے حریف کی گوشمالی کے لئے باگ اٹھائی۔ لیکن ۱۶۷۳ء میں پولینڈ کے جرنیل سوبیسکی نے خوزیم کے قریب اچانک ترکی فوج پر شب خون مار کر احمد کو بھاری شکست دی۔ ولاچیا اور مولڈیویا غداری کر کے سوبیسکی سے مل گئے۔ اگلے سال پھر ایک ترکی فوج اوکرین کی تسخیر کے لئے روانہ کی گئی۔ لیکن ناکام رہی۔ کیونکہ پولینڈ کی حمایت روس بھی کر رہا تھا۔ ۱۶۷۴ء میں سوبیسکی پولینڈ کے اورنگ حکومت پر متمکن ہوا۔ اور اگلے ہی سال اس نے لمبرگ میں پھر ترکوں کو نیچا دکھایا۔ مگر ترکوں کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ اور انھوں نے زرانہ میں سوبیسکی کے چھکے چھڑا کر پوڈولیا کو زیرنگیں کیا۔

صلح نامہ زرانہ

سوبیسکی کو صلح کے سوا کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ چنانچہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۶۷۶ء کو صلح نامہ زرانہ پر دستخط ہو گئے۔ جس کے رو سے کمینیک اور پوڈولیا ترکوں کے حوالے کئے گئے۔ اور اوکرین کا تقریباً سارا علاقہ

دولت عثمانیہ میں شامل ہو گیا۔

احمد کوپریلی کا انتقال

صلح نامہ زرانہ کے تین دن بعد احمد کوپریلی کا انتقال ہو گیا۔ اس نے اپنی نادر الوجود قابلیت اور زریں کارناموں سے ثابت کر دیا۔ کہ دولت عثمانیہ کا کوئی وزیر اس کے اوج مرتبت کو نہیں پہنچ سکتا۔

قرہ مصطفیٰ

سلطان نے احمد کوپریلی کے بعد اس کے لائق اور حقیقی مستحق بھائی مصطفیٰ کوپریلی کے بجائے اپنے داماد قرہ مصطفیٰ کو صدر اعظم کے منصب پر سرفراز کیا۔ لیکن وہ اس عہدۂ جلیلہ کے قابل نہ تھا۔ اور محض ہوس جاہ اور حب عظمت کا شیدائی تھا۔ چنانچہ اس کے بے جا تشدد سے رعایا میں زبردست بے چینی پھیل گئی۔ وہ آسٹریا پر فوج کشی کر کے ویانا کو زیر نگیں کرنے کا آرزو مند تھا۔ لیکن اس میں بھی اس کی یہ ذاتی غرض پنہاں تھی کہ ڈینوب اور رہائن کے درمیانی علاقوں کی حکومت حاصل کرے۔ مگر اس مہم کے آغاز سے قبل روس کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔ جس میں قرہ مصطفیٰ کو نیچا دیکھنا پڑا۔

اوکرین

۱۶۷۷ء میں اوکرین کے قزاقوں نے قرہ مصطفیٰ کے تشدد سے تنگ آ کر بغاوت پر کمر باندھ لی۔ روس نے ان کی پیٹھ ٹھونکی۔ قرہ مصطفیٰ نے ادھر کا رُخ کیا۔ لیکن روس اور پولینڈ دونوں کی فوجیں باغیوں کے دوش بدوش سینہ سپر ہوئیں۔ لہٰذا اسے ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ ۲۱۔ اگست ۱۶۷۸ء کو اس نے قلعہ سیزرائم پر تسلط بٹھایا۔ آخر ۱۶۸۱ء میں روس اور دولت عثمانیہ کے درمیان ایک صلح نامے پر دستخط ہوئے۔ جس کے رو سے اوکرین پر روس کا قبضہ تسلیم کیا گیا۔

ویانا پر دوبارہ فوج کشی

۱۶۸۲ء میں ہنگری کے ایک علاقے نے آسٹریا کے خلاف عَلم بغاوت بلند کیا۔ اور باغیوں کے سرغنہ توکولی نے شاہ ہنگری ہونے کا اعلان کر کے سلطان کی خدمت میں اظہار اطاعت کیا۔ قرہ مصطفیٰ نے اس زریں موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۶۸۳ء میں پونے تین لاکھ جوانوں کے لشکر کے ساتھ ویانا کی طرف پیش قدمی کی۔ آسٹریا کے شہنشاہ

Marfat.com

لیو پولڈ کے پاس تقریباً ۲۵ ہزار فوج تھی۔ لہٰذا اس نے سوبیسکی سے استمداد کی۔ سوبیسکی نے پولینڈ اور باب عالی کے صلح نامے کو بالائے طاق رکھ کر ۵۰ ہزار سپاہیوں کی کمک بھیجنے کا وعدہ کیا۔

۱۵۔ جولائی ۱۶۸۳ء کو دوسری دفعہ ویانا کا محاصرہ کیا گیا۔ لیکن قرہ مصطفیٰ کی ہوس دولت سے پکی پکائی کھیر دلیا ہو کر رہ گئی۔ اور اس کے التوائے حملہ سے فائدہ اٹھا کر سوبیسکی اپنی عظیم الشان فوج لے آیا۔ اب پولینڈ اور آسٹریا کی متفقہ فوجیں عثمانی لشکر پر دونوں طرف سے حملہ کرنے لگیں۔ جس کا متوقع نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سوبیسکی نے فتح کا پرچم لہراتے ہوئے تین سو توپیں۔ نو ہزار گولہ بارود کی گاڑیوں اور ۲۵ ہزار خیموں پر قبضہ کر لیا۔

قرہ مصطفیٰ کا قتل

قرہ مصطفیٰ بھاگ کر بودا پہنچا۔ اور شکست کی ذمہ داری عثمانی لشکر کے چند نامور سرداروں پر ڈال کر ان کی گردن مار دی۔ پھر اس نے بلغراد کا رخ کیا۔ لیکن وہاں سلطان نے اسے اپنے حکم سے تہ تیغ کرا دیا۔ اور اس کی جائداد پر قبضہ کر لیا۔

صلیبی طاقتوں کا اتحاد

ترکوں کی اس افسوس ناک شکست سے یورپ کے گوشے گوشے میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اور ۱۶۸۴ء میں صلیبی طاقتوں کا ایک اتحاد قائم کیا گیا۔ جس میں آسٹریا۔ پولینڈ۔ وینس اور مالٹا شامل ہوئے۔ ۱۶۸۶ء میں روس نے بھی شرکت کر لی۔

ترکوں کا ستارہ گردش میں

اب ترکوں کے گلشن حیات میں ادبار کی باد سموم چلنے لگی۔ عثمانی فوجیں ان حملہ آوروں پر غالب نہ آسکیں۔ اور رفتہ رفتہ گران۔ نوہزل۔ اوفن۔ ریجیڈین اور بلغراد کے سوا ہنگری کے تمام قلعے کورن۔ نواریو۔ کورنتھ۔ ایتھنز حتیٰ کہ کروشیا اور بودا بھی جو تقریباً ۵۰ سال سے دولت عثمانیہ کے زیر نگیں تھے۔ اس کے ہاتھ سے نکل گئے۔

۱۲۔ اگست ۱۶۸۷ء کو موہاکز میں میدان کارزار گرم ہوا۔ اور سلاوونیا اور کروشیا کے صوبوں پر مستقلاً آسٹریا کا قبضہ ہو گیا۔ سلطنت عثمانیہ کے باج گزار علاقہ ٹرانسلونیا

Marfat.com

پر بھی آسٹریا کی سیادت قائم ہو گئی۔

سلطان کی معزولی اور وفات

لگاتار ناکامیوں سے عثمانی فوج میں بے دلی اور غم و غصہ کے جذبات پھیل گئے۔ اور انھوں نے سلطان سے مطالبہ کیا۔ کہ صدر اعظم سلیمان پاشا کو تہ تیغ کر کے سیاؤش پاشا کو اس منصب پر فائز کیا جائے۔ سلطان نے ہوا کا رُخ دیکھ کر اس مطالبے پر منظوری کی مہر ثبت کردی۔ لیکن فوج نے اس سے بھی آگے بڑھ کر قسطنطنیہ پہنچتے ہی عزل سلطان کا مطالبہ پیش کردیا۔ اور علماء نے بالاتفاق معزولی کا فتویٰ دے دیا۔ اس پر ۸ نومبر ۱۶۸۷ء کو محمد رابع سے تاج و تخت چھین کر اسے سلیمان کی جگہ نظر بند کردیا گیا۔ اور سلیمان کو تختِ حکومت پر متمکن کیا گیا۔

۱۷۔ دسمبر ۱۶۹۲ء کو سلطان محمد رابع نے دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی راہ لی۔

الجزائر اور تونس

محمد رابع کے زمانے میں سلطنت عثمانیہ کو یہ نقصانِ عظیم بھی برداشت کرنا پڑا۔ کہ الجزائر اور تونس کی حکومتیں آزادی اور خود مختاری کی دولت سے مالا مال ہو گئیں۔ یہ آزادی ۱۶۸۰ء کے قریب عمل میں آئی۔ الجزائر تقریباً دو سو سال اور تونس پچاس سال سے زائد عرصے تک چمنستان آزادی کی بہاروں سے کیف اندوز ہونے کے بعد علی الترتیب ۱۸۳۰ء اور ۱۸۸۱ء میں فرانس کے زیرنگیں ہو گئے

ینی چری کے نظام میں ترمیم

اوّل اوّل ینی چری فوج میں صرف عیسائی نوجوان سالانہ انتخاب کے ذریعے سے بھرتی کئے جاتے تھے۔ لیکن سلطان محمد رابع کے زمانے میں یہ پابندی اٹھا دی گئی۔ اور اس میں ترکی سلطان امیدوار بھی بھرتی ہونے کے خواستگار ہوئے۔ لیکن ۱۶۷۵ء سے عیسائی نوجوانوں کو اس میں بھرتی ہونے کی قطعاً ممانعت کردی گئی۔

سلطان کی علم نوازی

اگرچہ سلطان محمد رابع کو شبانہ روز شکار کے ساتھ غیر معمولی دلچسپی ہونے کے باعث کسی اور کام کی طرف متوجہ ہونے کا موقع بہت کم ملتا تھا۔ پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح علوم پروری اور فنون نوازی کے

Marfat.com

لئے بھی وقت نکال لیتا تھا۔ وہ علماء و فضلاء اور ارباب کمال کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اس کا دربار مختلف علوم و فنون میں استادانہ مہارت رکھنے والے اصحاب سے بھرا رہتا تھا۔ اور وہ ان کی مصاحبت سے گہری دلچسپی لیتے ہوئے متعدد علمی مسائل اور فنی رموز سے محظوظ و بہرہ یاب ہوا کرتا تھا۔ جب وہ کسی صاحب کمال سے زیادہ خوش ہوتا تھا۔ تو اس کا دامنِ امید دُر ہائے مقصود سے مالامال کر دیتا تھا تاریخ نگار حضرات پر اس کا ابر جود و کرم خاص طور پر گہرباری کیا کرتا تھا۔ اور وہ انھیں مستقل طور پر اپنے دربار میں متعین رکھتا تھا۔

سلیمان ثانی

۱۶۸۷ء تا ۱۶۹۱ء

سلطان سلیمان ثانی ۴۵ سال کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ مملکت پر چاروں طرف سے مصائب و نوازل کا ہجوم دیکھ کر اس کی جبینِ استقلال پر شکن تک نہ آئی۔ اس نے تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی بغاوت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے فوج پر انعام و اکرام کا مینہ برسا دیا۔ اگرچہ اس کے تدبّر اور سیاسی بالغ نظری کا یہ تیر کسی قدر نشانے پر بیٹھا۔ لیکن سرکشی کے بجھتے ہوئے شعلے پھر تیزی سے بھڑکنے لگے قسطنطنیہ کے در و دیوار سے خون کے فوّارے چھوٹنے اور کوچہ و بازار میں لوٹ مار کے انگارے برسنے لگے۔ صدر اعظم سیاوش پاشا کے محل پر حملہ کر کے اس کا سر قلم کر دیا گیا اور خواتین کی توہین کی گئی۔ باغیوں اور بد معاشوں کی دھما چوکڑی اور طوفان کشت و خون سے عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔ آخر علما نے ہمت و جرأت سے کام لے کر عام لوگوں اور ینی چری کو باغیوں کے استیصال پر اکسایا۔ جس کا یہ خوش آئند نتیجہ نکلا۔ کہ بغاوت کی آگ دب گئی۔ اور اس قدر امن قائم ہو گیا۔ کہ سلطان نے ہنگری کی سرحد پر ایک فوج بھیج دی۔

سلطنت میں ضعف واختلال

جدھر نظر اٹھتی تھی۔ سلطنت کا قصر استقلال ضعف واختلال کے جھٹکوں سے متزلزل دکھائی دے رہا تھا۔ ۱۶۸۷ء میں آسٹریا کی فوجوں نے قلعہ ایرلا (ہنگری) کو مسخر کیا۔ ۱۶۸۸ء میں بلغراد پر قبضہ کیا۔ پھر بوسینیا کے بڑے حصے نیش اور وڈین پر تسلط جمایا۔ ڈلماشیا بغاوت کے زور سے خود مختار ہوگیا۔ سرویا کا بہت سا علاقہ بابِ عالی کے حلقۂ اقتدار سے نکل چکا تھا۔

مملکت کے جنوبی علاقے کی بھی یہی حالت تھی۔ اور دولت عثمانیہ کے قدیم مقبوضات پر غنیم کا پرچم اقتدار لہرا رہا تھا۔ یونان اور البانیہ وینس کے زیر نگیں تھے۔ باب عالی کا بحری بیڑا دشمنوں کی فاتحانہ تاخت وتاراج سے زور وقوت کھو چکا تھا۔

مصطفیٰ کوپریلی

سلطنت کی یہ مایوس کن اور لبریز مصائب حالت دیکھ کر سلطان نے ۱۶۸۹ء میں بمقام ادرنہ ایک دیوان منعقد کیا۔ جس میں موجودہ صورت حال کی اصلاح کے لئے حاضرین سے رائے طلب کی گئی۔ سب نے بالاتفاق یہی مشورہ دیا۔ کہ مصطفیٰ کوپریلی کو صدارت عظمیٰ کے منصب پر سرفراز کیا جائے۔ چنانچہ اسی وقت اس مشورے کو لباسِ عمل پہنایا گیا۔

مصطفیٰ کوپریلی نے مدبرانہ حکمت عمل سے کام لے کر حکومت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ رعایا کو مضطرب کرنے والے غیر ضروری محصول معاف کردئے۔ متشدد کابر سلطنت سے گراں قدر رقمیں وصول کرکے خزانہ بھر دیا۔ ذاتی نقرئی ظروف بھی خزانے میں دے دئے۔ کافی روپیہ جمع ہونے کے بعد فوجی قوت بڑھانے پر توجہ مبذول کی۔

عیسائی رعایا کو سلطنت کا حقیقی خیر خواہ بنانے کے لئے ان پر مخصوص مراعات کی بارش کردی۔ اور تمام حکام کے نام اسی مضمون کے فرامین جاری کئے۔

Marfat.com

نیا کلیسا تعمیر نہ کر سکنے کی پابندی دور کر دی۔

مقدونیہ کی تسخیر

یہ دیکھ کر کہ آسٹروی فوجیں مقدونیہ کے در و دیوار سے ٹکرا رہی ہیں۔ مصطفیٰ کوپریلی نے ایک مجلس جنگ کے فیصلے کے مطابق خالد پاشا کے زیر کمان ایک عظیم الشان لشکر مقدونیہ کو روانہ کیا۔ ترکی اور تاتاری فوجوں نے جرمنی۔ آسٹریا اور البانیہ کی متحدہ فوجوں کو دو میدانوں میں ناک چنے چبوائے۔ اور ترکوں نے مقدونیہ اور اس کے قریبی مقامات واپس لے لئے۔

اس عظیم الشان فتح سے عثمانی فوج کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور ۱۶۹۰ء میں ترکوں نے ڈراگومان اور نیش کو مسخر کر لیا۔ ہنگوی سردار ٹیکیلی نے ٹرانسلوینیا پر قابض ہو کر سلطنت عثمانیہ کی سیادت کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد کوپریلی نے سمندریا پر قبضہ کر کے ودین کو دوبارہ مسخر کیا۔ پھر بلغراد پر فتح کا پھریرا اڑانے کے بعد فاتحانہ شان سے قسطنطنیہ لوٹا جہاں دھوم دھام سے اس کا خیر مقدم کیا گیا۔

سلیمان کی وفات

۱۶۹۱ء میں مصطفیٰ کوپریلی نے پھر مہم آسٹریا کے لئے باگ اٹھائی۔ لیکن اس جنگ کے اختتام سے پہلے ہی سلطان سلیمان ثانی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

احمد ثانی

۱۶۹۱ء تا ۱۶۹۵ء

سلطان سلیمان ثانی کے بعد اس کا بھائی احمد ثانی ۱۶۹۱ء میں تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس کے عہد میں مصطفیٰ کوپریلی کو پورے پورے اختیارات حاصل رہے۔ اس نے بلغراد میں عثمانی لشکر جمع کر کے آسٹریا کی جانب پیش قدمی کی۔ ۱۹۔ اگست ۱۶۹۱ء کو سلان کمن کے قریب طرفین میں جنگ چھڑ گئی۔ اور ڈنیوب میں عیسائی اور ترکی بیڑے بھی رزم آرا ہوئے۔ ترکی بیڑے نے حریف کو نیچا دکھایا۔ لیکن بری میدان جنگ عیسائیوں کے

مصطفیٰ کوپریلی نے جوش شجاعت میں اپنے تجربہ کار مشیروں کی رائے کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔ اور امدادی فوج کا انتظار کئے بغیر آسٹری فوج پر ہلّہ بول دیا۔ جب اس نے عثمانی مجاہدین کے پائے ثبات میں لغزش دیکھی تو خود تلوار علم کر کے دشمن پر پل پڑا۔ اور عیسائیوں کو قتل و جرح کا تختہ مشق بناتا ہوا جام شہادت نوش کر گیا۔

یہ دیکھ کر عثمانی فوجوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور انھوں نے راہ فرار اختیار کی۔

بعد ازاں آسٹریا کی ایک فوج نے ٹرانسلونیا پر یورش کی۔ اور تکیلی کو شکست دے کر اس علاقے کو زیر نگیں کیا۔

اس کے بعد چھوٹی چھوٹی غیر اہم لڑائیاں ہوتی رہیں۔ البتہ وینس سے جو خونریز جنگ ہوئی۔ اس میں حریف نے جزیرہ سافز پر قبضہ کر لیا۔

مفلسی میں آٹا گیلا۔ مرے کو مارے شاہ مدار۔ دولت عثمانیہ ابھی شکستوں اور داخلی بغاوتوں کے ہلاکت خیز ریلوں سے سر نہ اٹھانے پائی تھی۔ کہ اس پر وبا اور قحط کی بلائیں بھی نازل ہو گئیں۔ سمرنا میں ایک تباہ کن زلزلہ آیا۔ جس نے اسے زبردست نقصان پہنچایا۔ ۱۶۹۳ء میں قسطنطنیہ ہولناک آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ جس کی ہلاکت خیزی نے زلزلے کی تباہی کو بھی فراموش کر دیا۔

۶۔ فروری ۱۶۹۵ء کو سلطان احمد ثانی ابدی خواب کی مدہوشیوں میں کھو گیا۔

مصطفیٰ ثانی
۱۶۹۵ء تا ۱۷۰۳ء

سلطان احمد ثانی کے بعد معزول سلطان محمد رابع کا بیٹا شہزادہ مصطفیٰ تخت حکومت کی زینت بنا۔ اس کی بہادری اور اولوالعزمی مسلّم تھی۔ اختلال سلطنت کی اصلاح کے سلسلے میں سب سے پہلے وہ آسٹریا کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اکابر حکومت کے فیصلے کے خلاف ۱۶۹۵ء میں بہ نفس نفیس بلغراد سے تمیسوار کی طرف باگ اٹھائی۔ بہت سے

قلعے آسٹریا کے قبضے سے چھڑا کر دوبارہ زیر نگیں کئے گئے۔ پھر لیوگوش کے پاس آسٹروی فوج سے جنگ ہوئی جس میں میدان سلطان کے ہاتھ رہا۔ اور آسٹروی کمانڈر ویٹرانی اور اس کی نصف فوج کھیت رہی۔

فتوحات کی ابتدا

سردیوں میں التوائے جنگ کے باعث مصطفیٰ کو فرصت مل گئی۔ اور اس سے فائدہ اٹھا کر اس نے جنگ کے لئے خوب تیاری کر لی۔ ۱۶۹۶ء میں اس نے تمیسوار پر دوبارہ قبضہ کیا۔ اور اپنے ہنگری قلعوں کو مضبوط کر کے لوٹ آیا۔

زنتا کی شدید ناکامی

۱۶۹۷ء میں مصطفیٰ ایک زبردست فوج لئے بلغراد سے چل کر ہنگری پہنچا۔ اور دریائے تھائیس کی جانب پیش قدمی کی۔ زنتا کے مقام پر آسٹروی فوجوں اور عثمانی لشکر کے درمیان معرکہ کارزار گرم ہوا لیکن ترکوں کی باہمی پھوٹ اور ینی چری کی بغاوت رنگ لائے بغیر نہ رہی۔ انھیں بھاری شکست ہوئی۔ ۲۶ ہزار سپاہی جنگ میں کام آئے۔ اور دس ہزار عبور دریا کی جدوجہد میں غرق ہو گئے۔

حسین کوپریلی

مصطفیٰ نے سیاسی فرزانگی سے کام لے کر محمد کوپریلی کے برادر زادہ حسین کوپریلی کو صدارت عظمیٰ کے منصب عالی پر فائز کیا۔ اس نے اصلاحات کے سلسلے میں سب سے پہلے سلطنت کی فوجی طاقت اور مالیات پر توجہ مبذول کی۔ اور مختلف ٹیکسوں اور جائداد موقوفہ کی آمدنی سے معتدبہ سرمایہ جمع کر کے پچاس ہزار پیادوں اور اڑتالیس ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کر لیا۔

ازف کا معرکہ

بحیرۂ اسود میں قیام اقتدار روس کا منتہائے نظر تھا۔ اس غرض سے پہلے اس نے ازف کو مسخر کرنے کی ٹھانی۔ اور ۱۶۹۵ء میں ... ہزار سپاہیوں کی ایک زبردست فوج لے کر اس پر یورش کر دی۔ لیکن شدید ناکامی سے دوچار ہو کر اپنے تیس ہزار مبارزین کی جانوں سے ہاتھ دھوتے ہوئے پس پا ہو گیا مگر دوسرے سال اس کا محاصرہ کامیاب رہا۔ اور ازف نے گھٹنے ٹیک دئے۔

Marfat.com

صلح نامہ کارلووٹز

۲۶۔ جنوری ۱۶۹۹ء کو صلح نامہ کارلووٹز پر دستخط ہوئے۔ جس کے روسے آسٹریا کا قبضہ ٹرانسلونیا۔ سلاوونیا اور مروش کے شمالی اور تھائیس کے مغربی ہنگروی علاقوں پر بحال رکھا گیا۔ ہنگری اور ٹرانسلونیا کی طرف سے جو خراج شہنشاہ آسٹریا سلطان کو ادا کرتا تھا۔ وہ موقوف کر دیا گیا۔ موریا اور البانیہ وینس کے زیر اقتدار رہنے دیئے گئے۔ لیکن آبنائے کورنتھ کے شمالی مقامات سلطنت عثمانیہ کو لوٹا دیئے گئے۔ پولینڈ کو پوڈولیا اور کامینیک واپس دے دیئے گئے۔ شہر ازف اور بحیرۂ ازف پر روس کا تسلط بحال رکھا گیا۔ پیٹر اعظم نے صرف دو برس اور دوسری سلطنتوں نے پچیس برس کے لئے اس صلح نامے پر دستخط ثبت کئے۔

شاندار اصلاحات

حسین کوپرلی نے کریمیا۔ مصر۔ عرب اور سرحد ایران کی بغاوتوں کا قلع قمع کر کے مملکت میں امن وامان قائم کیا۔ اس کے بعد بری و بحری افواج۔ مالیات۔ مکاتب۔ مساجد۔ اوقاف تمام محکموں کو شاندار اصلاحات سے بہرہ اندوز کیا۔ سلطنت کے طول و عرض میں چھاؤنیوں۔ بازاروں۔ مسجدوں اور مدرسوں کے جال بچھا دیئے۔ ۱۷۰۲ء میں حسین کوپرلی نے اپنے مخالفوں کی ریشہ دوانیوں سے تنگ آکر استعفا دے دیا۔ اور چند ہی روز کے بعد اس نے عالم عقبیٰ کی راہ لی۔

دال طبان پاشا کا تقرر اور معزولی

حسین کوپرلی کے بعد صدارت عظمیٰ کا منصب دال طبان پاشا کے سپرد کیا گیا۔ اس نے مبارزانہ رواج کے زیر اثر صلح نامہ کارلووٹز کے پرزے اڑا دینے چاہے۔ لیکن فوج اور رعایا نے اس کی پالیسی سے شدید اختلاف کرتے ہوئے سلطان سے اس کی معزولی کا مطالبہ کیا۔ مفتی فیض اللہ کی تائید و سعی سے دال طبان پاشا معزول کر دیا گیا۔

مصطفیٰ کا عزل اور انتقال

دال طبان پاشا کے بعد رامی محمد پاشا صدر اعظم بنا۔ اس نے حسین کوپرلی کے طریق کار کی

روشنی میں سلطنت کی خرابیاں دُور کرنے پر کمر باندھی۔ لیکن جن لوگوں پر اس کی زد پڑنے لگی۔ انھوں نے ینی چری کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ فوج نے اسے معزول کر دینے کے لئے سلطان پر زور ڈالا۔ یہ مطالبہ بڑھتے بڑھتے ۱۷۰۳ء میں بغاوت کی صورت اختیار کر گیا۔ فوج نے مفتی فیض اللہ کی معزولی پر بھی اصرار کیا۔ سلطان ادرنہ میں مقیم تھا۔ اس نے مفتی کی معزولی کے لئے تو فرمان جاری کر دیا۔ مگر صدر اعظم کا عزل اپنی واپسی تک معرض التوا میں ڈال دیا۔

باغیوں نے شورش کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی۔ اور خود سلطان کے عزل کی تحریک کرتے ہوئے علما سے فتویٰ بھی لے لیا۔ سلطان نے آتشِ بغاوت کے فرو کرنے کی امکانی کوشش کی۔ مگر بے سود۔ آخر ۱۵۔ اگست ۱۷۰۳ء کو مصطفیٰ کا عزل عمل میں آیا اور باغیوں نے اس کے بھائی احمد کو تختِ سلطنت پر متمکن کیا۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۷۰۳ء کو سلطان مصطفیٰ ثانی کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔

اوصاف سلطان مصطفیٰ ثانی تدبر۔ سیاسی بالغ نظری اور حسن انتظام کے محاسن سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ اس کی اولوالعزمی اور بہادری کا روشن ثبوت ان فتوحات سے ملتا ہے۔ جو اُس کے عہد میں حاصل ہوئیں۔ زنتا کی شکست کے بعد صلح کا دامن تھامنا اس کی عالی دماغی اور مصلحت بینی پر دال ہے۔ کیونکہ وہ مملکت کی فوجی طاقت کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے سمجھ گیا تھا کہ کامیابی کے ساتھ آسٹریا سے عہدہ برآ ہونا غیر ممکن ہے۔

احمد ثالث

۱۷۰۳ء تا ۱۷۳۰ء

سلطان احمد ثالث نے تخت نشین ہوتے ہی باغیوں کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیا۔ اور ان کے اصرار پر مفتی فیض اللہ کے قتل کا بھی حکم دے دیا۔ لیکن

Marfat.com

اغیوں کو یہ قتل بہت مہنگا پڑا۔ کیونکہ سلطان نے اپنے ہاتھ پوری طرح مضبوط کر لینے کے
علاوہ ینی چری کے متعدد عہدہ داروں کو چُن چُن کر تہ تیغ کر ڈالا۔

سلطان نے احمد پاشا کو معزول کر کے صدارت عظمیٰ کی باگ اپنے بہنوئی حسن پاشا کے
ہاتھ میں دی۔ لیکن وہ بھی سازشوں کا شکار ہو کر برطرف کر دیا گیا۔ پھر پندرہ سال کے
دوران میں بارہ صدر اعظم یکے بعد دیگرے مامور ہوئے۔ جس کے باعث روس کی طرف
توجہ نہ کرنے کی بنا پر اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔

روس کے ساتھ نیا معاہدہ

۱۷۰۰ء میں روس اور دولت عثمانیہ کے درمیان جو معاہدہ قرار پایا تھا۔ روس اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اس لئے ۱۷۰۵ء میں ایک نیا معاہدہ مرتب ہوا۔

روس سے جنگ

سویڈن کو شکست دینے کے بعد روس نے اپنی سرگرمیوں کا رُخ سلطنت عثمانیہ کی طرف پھیر دیا۔ اور کریمیا پر چڑھائی کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ جب خان کریمیا نے قسطنطنیہ آکر پیٹر کی جنگی تیاریوں سے پیدا شدہ خطرات پر روشنی ڈالی۔ تو ۲۸۔ نومبر ۱۷۱۰ء کو سلطان نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ ۲۵۔ فروری ۱۷۱۱ء کو روس کی طرف سے بھی جواباً ترکوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا گیا۔

مئی ۱۷۱۱ء میں بلطہ جی محمد پاشا صدر اعظم نے ترک مجاہدین کے لشکر جرار کے ساتھ مولڈیویا کی جانب پیش قدمی کی۔ جس کے حاکم نے سلطنت عثمانیہ سے غداری کر کے پیٹر کے ساتھ سازباز کر لی تھی۔ پیٹر بھی اپنی فوج کے ہمراہ وہیں آگیا۔ اور دریائے پرتھ کو عبور کر کے اس کے ساحل پر ڈیرے ڈال دیے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ کیونکہ اس کی ایک جانب دریائے پرتھ اور دوسری جانب ایک وسیع دلدل تھی۔ سامنے کی پہاڑیوں پر بلطہ جی محمد پاشا اپنے لشکر کے ساتھ قابض تھا۔ روسی فوجیں عثمانی توپوں کی زد میں آچکی تھیں۔ جن سے بچ کر وہ

Marfat.com

دریا کو عبور نہ کر سکتی تھیں ۔

پیٹر کا یاس انگیز مکتوب

پیٹر نے اپنے اور اپنی فوج کے اوپر ہلاکت کی خون آشام تلواریں لٹکی ہوئی دیکھیں ۔ تو اس نے حسب ذیل مضمون کا ایک مکتوب روسی سینٹ کے نام ماسکو ارسال کیا :۔

" میں تمھیں اطلاع دیتا ہوں ۔ جھوٹی خبر سے فریب کھا کر اور اپنی کسی غلطی کے بغیر میں اپنے آپ کو اس حالت میں پاتا ہوں ۔ کہ ترکی فوج نے مجھے خود میرے لشکر میں بند کر رکھا ہے ۔ ہمارے سامان رسد کی فراہمی منقطع کر دی گئی ہے ۔ اور ہمیں ہر لحہ ہلاک یا قید ہو جانے کا خطرہ ہے ۔ بجز اس کے کہ خدا کسی غیر متوقع طریق پر ہماری مدد کرے اگر میں ترکوں کے ہاتھ گرفتار ہو جاؤں ۔ تو پھر تم مجھے اپنا زار یا فرماں روا نہ سمجھنا ۔ اور نہ میرے کسی حکم کی پروا کرنا ۔ جو میری طرف سے تمھارے پاس پہنچایا جائے ۔ خواہ تم میرے خط کو پہچان ہی کیوں نہ لو ۔ بلکہ خود میری آمد کے منتظر رہنا ۔ اگر میں یہاں ہلاک ہو جاؤں اور تمھیں میری وفات کی مصدقہ اطلاع ملے ۔ تو اس وقت میرا جانشین اُس شخص کو منتخب کر لینا ۔ جو تم میں سب سے زیادہ اہل ہو "

صلح نامۂ پرتھ

اب روسی ترکوں کے لئے بالکل مردہ بدست زندہ تھے ۔ پیٹر مصائب کے ہجوم سے حواس باختہ ہو گیا تھا ۔ لیکن اس کی بیوی کیتھرائن نے اوسان قائم رکھتے ہوئے ایک ایسی چال چلی ۔ جس سے روسیوں کو زندہ سلامت مراجعت وطن کا موقع مل گیا ۔ اس نے اپنا سارا زیور اور فوج سے وصول زر نقد صدر اعظم کے نائب کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی ۔ صدر اعظم بلطہ جی پاشا پیٹر کے حریف چارلس دوازدہم کے نمائندہ کاؤنٹ پونیاٹوسکی اور خان کریمیا کی مخالفت کے باوجود اپنے نائب کی سفارش سے دولت عثمانیہ کے لئے نہایت مفید شرائط پر صلح کرنے کے لئے راضی ہو گیا ۔ چنانچہ ۲۱ ۔ جولائی ۱۷۱۱ء کو صلح نامہ مرتب ہو گیا ۔ جس میں اندراج دفعات سے قبل یہ الفاظ تحریر کئے گئے :۔

" اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فاتح اسلامی فوج نے زار روس کو اس کی تمام فوجوں

کے ساتھ دریائے پرتھ کے قریب گھیر لیا ہے۔ اور زار نے صلح کی درخواست کی ہے۔
اور اسی کی درخواست پر حسب ذیل دفعات مرتب اور منظور کی جاتی ہیں:۔

(۱) زار نے قلعۂ ازف اور اس کے ملحق علاقوں سے اپنا قبضہ اٹھا لینا منظور کیا۔ ور انھیں اسی حالت میں سلطنت عثمانیہ کے حوالے کر دینے کا وعدہ کیا۔ جس حالت میں ں نے اُن پر قبضہ کیا تھا۔

(۲) زار نے منظور کیا۔ کہ اس کا بنا شہر تگنروگ جو بحیرۂ ازف پر واقع تھا۔ نیز اس لاقے کے بعض دوسرے قلعے جو اس نے تعمیر کرائے تھے۔ سب مسمار کر دئے جائیں۔ ور کبھی تعمیر نہ ہوں۔ علاوہ بریں کمینسکی میں اُس نے جو توپیں اور فوجی سامان اکٹھا یا تھا۔ وہ تمام وکمال باب عالی کو دے دیا جائے۔

(۳) زار نے معاہدہ کیا۔ کہ آئندہ وہ اہلِ پولینڈ یا ان قزاقوں کے معاملات میں جو پولینڈ یا خان کریمیا کے محکوم ہیں۔ دخل نہ دے گا۔ اور ان کے علاقوں سے روسی نوجیں ہٹا لے گا۔

(۴) تجارت آزاد قرار دی گئی۔ لیکن یہ شرط رکھی گئی۔ کہ آئندہ کوئی روسی سفیر قسطنطنیہ میں مقیم نہ ہوگا۔ کریسی لکھتا ہے۔ کہ "اس شرط کی وجہ غالباً سازشیں تھیں۔ جو روس یونانیوں اور دولت عثمانیہ کی دوسری عیسائی رعایا سے کرتا رہتا تھا۔

(۵) اہلِ روس ان مسلمانوں کو آزاد کر دیں۔ جنھیں انھوں نے دورانِ جنگ میں یا جنگ سے قبل گرفتار کر لیا ہے۔

(۶) شاہ چارلس کو روس سے ہو کر اپنے ملک سویڈن جانے کی اجازت دی گئی۔ اور زار نے معاہدہ کیا۔ کہ راستے میں اس سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی جائے۔ اس دفعہ میں اس امر کی بھی سفارش کی گئی۔ کہ روس اور سویڈن باہم صلح کر لیں۔

(۷) باب عالی کی طرف سے وعدہ کیا گیا۔ کہ آئندہ وہ اہلِ روس کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ اور اسی طرح اہلِ روس کی طرف سے یہ معاہدہ ہوا۔ کہ وہ سلطان کی رعایا اور ماتحتوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائیں گے۔

سلطان کو اس صورت حالات کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ اور بالطہ جی محمد پاشا کو معزول اور اس کے نائب عثمان اور رئیس آفندی عمر کو تہ تیغ کرا دیا اس نے صلح نامے کی منظوری سے بھی جواب دے دیا۔ اور روس سے پھر جنگ کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔ لیکن امرائے دولت اور سفیر برطانیہ کے مشورے سے سلطان نے جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور دو سال بعد زار روس کے ساتھ ایک اور معاہدۂ صلح قرار پایا۔ جس میں مذکورۂ صدر صلح نامے کی تمام دفعات درج تھیں۔

موریا کی تسخیر

۱۱۲۷ھ/۱۷۱۵ء میں صدر اعظم داماد علی پاشا نے موریا پر یورش کی۔ کیونکہ وینس نے معاہدۂ کارلووٹز کی خلاف ورزی کر کے مونٹی نیگرو کے لوگوں کو دولت عثمانیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے میں امداد دی تھی۔ ۷ جولائی ۱۷۱۵ء کو کورنتھ نے سپر ڈال دی۔ عثمانی لشکر سارے موریا میں پھیل گیا۔ اور وینس کے تمام قلعے موڈن۔ کورن اور نوارینو وغیرہ باری باری سے سر کر لئے۔ صرف ایک سو ایک دن میں سارا موریا زیر نگیں ہو گیا۔

آسٹریا سے جنگ

۱۱۲۸ھ/۱۷۱۶ء میں آسٹریا نے باب عالی کے خلاف وینس سے اتحاد کر لیا۔ دولت عثمانیہ نے اسے معاہدۂ کارلووٹز کی خلاف ورزی قرار دے کر آسٹریا سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ داماد علی پاشا ڈیڑھ لاکھ فوج لے کر بلغراد پہنچا۔ وہاں سے پوری فوج نے پیٹروارڈین کا رخ کیا۔ اور اسی مقام پر ۱۰۔ اگست ۱۷۱۶ء کو میدان کارزار گرم ہوا۔ پہلے ترکوں کو شاندار فتح ہوئی۔ لیکن شہزادہ یوجین کے مخصوص دستے نے اچانک ہلہ بول کر لڑائی کا پانسا پلٹ دیا۔ اور ترکوں کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ داماد پاشا سخت مجروح ہو گیا۔ تو ترکوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ اور وہ بلغراد کی جانب بھاگ گے۔

سقوط بلغراد

۱۱۲۹ھ/۱۷۱۷ء میں صدر اعظم خلیل پاشا کی سرکردگی میں ایک اور لشکر جرار آسٹریا سے مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ شہزادہ یوجین پیش قدمی کر کے بلغراد کا محاصرہ کر لیا۔ بعد میں عثمانی لشکر آیا۔ تو اس نے محاصرین

کا محاصرہ کر لیا۔ آسٹروی فوج کو عجب مشکل کا سامنا ہوا۔ کہ اس کے آگے تو بلغراد کا محصور عثمانی دستہ تھا۔ اور پیچھے خلیل پاشا کا سارا لشکر۔ اگر خلیل پاشا یک بارگی حملہ کر دیتا تو فتح یقینی تھی۔ لیکن اس نے دیر کی۔ اور حریف کو عثمانی لشکر پر اچانک حملہ کرنے کا موقع مل گیا۔ عثمانی اس ناگہانی یورش سے حواس باختہ ہو گئے۔ اور انھیں مُنہ کی کھانی پڑی۔ بیس ہزار عثمانی سپاہی مقتول و مجروح ہوئے۔ اور بہت سا سامانِ جنگ حریف کے قبضے میں چلا گیا۔ اگلے دن محصور عثمانی دستے نے بھی سپر ڈال دی۔ اور یوجین نے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

معاہدۂ پسارووچ معرکۂ بلغراد میں ناکام رہنے کی پاداش کے طور پر خلیل پاشا سے منصبِ صدارت چھین کر ابراہیم پاشا کے سپرد کیا گیا۔ وہ اپنی ہم خیال جماعت کے حسب منشا آسٹریا سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ لیکن حالات نے ایسی کروٹ لی۔ کہ ۲۱۔ جولائی ۱۷۱۸ء کو اس نے صلح پر راضی ہو کر معاہدہ پسارووچ پر دستخط کر دئے۔ جس کے رو سے آسٹریا کو تمیسوار کا علاقہ۔ سرویہ اور ولاچیا کا بڑا حصّہ بوسینیا کے چند حصّے۔ بلغراد۔ سمندریا۔ رمنک اور متعدد دوسرے شہر مل گئے۔ موریا ترکوں کے حصّے میں آیا۔ باب عالی نے عہد کیا۔ کہ الجزائر۔ تونس۔ طرابلس اور رگوسا کے بحری ڈاکوؤں کی چیرہ دستیوں کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔ اور ہنگروی باغیوں کو آسٹریا کی جدید سرحد سے پرے ہٹا دیا جائے گا۔

معرکۂ ایران ۱۷۲۰ء میں دولت عثمانیہ اور روس کے درمیان معاہدہ ہوا۔ ۱۷۲۲ء میں امیر محمود افغان نے ایران کے اختلال اور کمزوری سے فائدہ اٹھا کر پچاس ہزار کی بھاری فوج کے ساتھ اس پر چڑھائی کر دی۔ اور اصفہان پر تسلّط بٹھا لیا۔ شاہ طہماسپ نے روس اور دولت عثمانیہ سے استمداد کی۔ روس نے بحیرۂ خزر اور بحیرۂ اسود کے ساحلی علاقوں کے معاوضے میں امداد دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اور ان علاقوں کو زیر نگیں کرنے کے لئے ایک لشکر بھیج دیا۔ سلطنت عثمانیہ کا ماتھا ٹھنکا۔ اور فریقین میں ٹھن جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ لیکن سفیر فرانس کے بیچ بچاؤ سے ۱۷۲۳ء

Marfat.com

میں طرفین کے درمیان ایک معاہدۂ صلح قرار پایا۔ جس کے رُو سے اریوان۔ جارجیا باکو اور تبریز کے صوبے ترکوں کے حصے میں آئے۔ اور شروان اور بحیرۂ خزر کے چند ساحلی علاقوں پر قبضے کا قرعہ روس کے نام پڑا۔ روس پہلے ہی ان علاقوں پر قابض ہوچکا تھا۔ باب عالی کو اپنے علاقے لینے کے لئے ایک لشکر بھیجنا پڑا۔ ایران مقابلے پر آیا۔ لیکن بے سود۔ شاہ طہماسپ نے ہوا کا رخ دیکھ کر صلح کی طرح ڈالی۔ چند روز کے بعد امیر محمود نے پھر ایران پر قبضہ جمالیا۔ ۱۷۲۵ء میں امیر کے انتقال پر اس کا ایک عزیز شاہ اشرف تخت پر بیٹھا۔ ۱۷۲۷ء میں شاہ اشرف اور دولت عثمانیہ کے درمیان ایک نیا معاہدۂ صلح قرار پایا۔ لیکن اسی سال ایک ایرانی سردار نادر قلی خاں نے اصفہان پر حملہ آور ہوکر افغانوں کو نیچا دکھایا۔ شاہ اشرف تہ تیغ ہوکر شاہ طہماسپ پھر تخت نشین ہوگیا۔ اب طہماسپ کا طائر خیال بلند فضا میں پرواز کرنے لگا۔ اور اس نے سلطان سے ایرانی علاقوں کی بازدہی کا مطالبہ کیا۔ جب اسے خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ تو دولت عثمانیہ سے ٹکر لے لی۔ نادر خاں نے تیغ شجاعت کے وہ جوہر دکھائے۔ کہ ترکوں نے جی چھوڑ دیا۔ قسطنطنیہ میں حالت جنگ کی اطلاع پہنچی۔ تو ینی چری میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔

سلطان کا عزل اور انتقال

باغیوں نے سلطان سے ابراہیم پاشا۔ امیر البحر قبودان پاشا اور مفتی اعظم کے قتل کا مطالبہ اس جرم کی بنا پر کیا۔ کہ یہ لوگ عجمیوں سے صلح کے خواہاں ہیں۔ سلطان نے دوررس حکمت عملی سے کام لے کر صدر اعظم اور امیر البحر کا تو خاتمہ کرا دیا۔ لیکن مفتی اعظم کو چھوڑ دیا۔ باغیوں نے یہ سمجھ کر کہ اب تو میدان مار لیا۔ خود سلطان سے ترک تاج و تخت کا مطالبہ کیا۔ احمد ثالث نے چپکے سے تخت چھوڑ کر اپنے برادر زادہ محمود کو اورنگ نشین کردیا۔ اور خود محمود کے مقام نظر بندی میں چلا گیا۔ جہاں چند سال کے بعد اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔

اخلاق و اوصاف

سلطان احمد ثالث رموز مملکت سے باخبر تھا۔ اس کے

اس نے سلطنت کی بھی توسیع کی۔ اور خزانہ بھی بھرا رکھا۔ حالانکہ رعایا پر کوئی غیر معمولی ٹیکس بھی عائد نہ کیا گیا۔

احمد خود عالم ہونے کے ساتھ ہی علماء و فضلاء کی قدردانی اور علوم و فنون کی سرپرستی بھی شاہانہ طریق پر کرتا تھا۔ چنانچہ اسی کے عہد میں قسطنطنیہ کے اندر اوّلین مطبع کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اور بعد میں متعدد چھاپہ خانے قائم کئے گئے۔ اگرچہ مفتی اعظم کے فرمان سے ان میں قرآن عزیز کا طبع کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

محمود اوّل

سنہ ۱۷۳۰ء تا سنہ ۱۷۵۴ء

سلطان احمد ثالث تاج و تخت سے دست بردار ہو گیا۔ تو باغیوں اور عمائد مملکت نے اس کے بھتیجے محمود کو سریر آرا کیا۔ لیکن بادشاہ کے پردے میں پطرونا خلیل سلطنت کے سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا۔ اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ وہ موقع پاتے ہی ایسا کھل کھیلا۔ کہ بڑے بڑے حکام کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنی جماعت کے آدمی متعین کر دئے۔ مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ آخر باغیوں کی چیرہ دستیاں حد سے زیادہ تجاوز کر گئیں۔ اور پانی سر سے گزر گیا۔ تو باب عالی کے ہوا خواہ عہدہ داران نے ینی چری کے ساتھ مل کر علی بابا چالیس چوروں کی اس ٹولی کو تہ تیغ کر دیا۔ اور یونانی بوچر بنیا کی حاکم مولڈیویا اور اس کے سات ہزار ساتھیوں کو بھی فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس طرح فساد و بدنظمی کے تاریک افق سے امن و نظم کا آفتاب تجلّی فشاں ہوا۔

دنیا تمام امن کے ساتھ ہی ایرانی علاقوں کی بازیابی کے لئے ترک
معرکۂ لمور کرنا قبیا کے منہ کا خون کھولنے لگا۔ چنانچہ ایران سے جنگ کی طرح ڈال
دی گئی نے بانچہ نے بہت دفعہ مات کھا کر بساط صلح آراستہ کی۔ اور سنہ ۱۷۳۲ء
میں فرہبا کا تباہ صلح نامے پر دستخط ہو گئے جس کے رو سے تبریز۔ ہمدان

Marfat.com

لورستان اور اردھان کے علاقے طہماسپ کو واپس کر دیئے گئے۔ اور جارجیا۔ داغستان اریوان۔ ناخ شیوان اور تفلیس سلطان کے حصے میں آئے۔ لیکن نادر خاں نے اس صلح نامے کی سخت مخالفت کر کے اصفہان پر ہلّہ بول دیا۔ اور شاہ طہماسپ کو تاج و تخت سے محروم کر کے اس کے بیٹے عباس ثالث کو اورنگ نشین کیا۔ عباس کی نابالغی کے باعث نادر خاں نے اپنے آپ کو اس کا مدار المہام قرار دے کر یلغار کرتے ہوئے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔

سنہ ۱۷۳۳ء میں ساحلِ دجلہ پر گھمسان کا رن پڑا۔ جس میں نادر خاں سخت مجروح ہوا۔ اور ایرانیوں نے بغداد کے محاصرے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اسی سال عثمان پاشا نے ایرانیوں پر دھاوا کر کے انھیں ناک چنے چبوائے۔ اس کے بعد کرکود کے قریب نادر خاں سے پھر مقابلہ ہوا۔ جس میں ترکوں کو شدید ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا۔ اور عثمان پاشا تیغ زنی کے جوہر دکھاتا ہوا کام آیا۔

پھر ترکوں نے متعدد مرتبہ ایرانیوں سے جنگ کی۔ لیکن ہر دفعہ زک اٹھائی۔ آخر باب عالی نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی۔ اس اثناء میں یکم دسمبر سنہ ۱۷۳۵ء کو نادر خاں نے ایران کی زمامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور ۱۷۔ اکتوبر سنہ ۱۷۳۶ء کو ایک معاہدہ صلح قرار پایا۔ جس کے رو سے فریقین کے دائرہ مملکت کی حدود وہی طے پائیں۔ جو سنہ ۱۶۳۹ء میں سلطان مراد رابع کے معاہدے میں مقرر ہوئی تھیں

ایران کے ساتھ باب عالی کی طرف سے خود صلح کی تحریک اس لئے کی گئی تھی کہ روس اس کی جانب فوجیں لئے آ رہا تھا۔ جب روس نے موقع پا کر دولت عثمانیہ کے علاقوں پر یورش کر دی۔ تو سنہ ۱۷۳۶ء میں باب عالی نے مجبوراً روس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔

۱۷۔ جون سنہ ۱۷۳۶ء کو روسی کمان دار اعظم مارشل میونخ نے کر... کے بعد انہوں شہر کوسلوف پر قبضہ کر کے وہاں غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ پھر اس کی جانب پیش قدمی کی۔ اس باب میں کریسی رقم طراز ہے :۔

"پھر میونخ نے اپنے روسی اور قزاق سپاہیوں کو اس شہر کے سامنے لا کھڑا کیا۔ جس کی مدافعت کرنے والا کوئی باقی نہ رہ گیا تھا۔ بعد ازاں اپنی فوج کے ایک چوتھائی حصے کو چند مقررہ گھنٹوں کے لئے بھیجنا شروع کیا۔ تاکہ شہر کے اندر جاکر لوٹ مار کا بازار گرم کرے۔ اس وحشیانہ اور ظالمانہ کام کی تکمیل پوری طرح کی گئی۔ دو ہزار مکانات اور تمام سرکاری عمارتیں برباد ہو گئیں۔ خواتین کا وسیع محل۔ وہ عظیم الشان کتب خانہ جسے سلیم گیرائی نے قائم کیا تھا۔ سب جل کر راکھ ہوگئے۔ اس کے بعد روسیوں نے سمفیروپولس پر چڑھائی کی۔ جو باغچہ سرائے کے شمال مشرق میں واقع تھا۔ اس کے باشندے اور دولت سپاہیوں کی درندگی اور لوٹ مار کے حوالے کر دی گئی۔ اور اس کی عمارتیں شعلوں کی نذر کر دی گئیں۔

کریمیا کی ساری مہم میں میونخ کی فوج نے سفاکی و درندگی۔ بہیمیت و بربریت کی انتہا کر دی۔ روسیوں نے بوڑھوں۔ بچوں اور عورتوں پر ذرا بھی رحم نہ کیا جہاں روسی فوجوں کی مطلق مزاحمت نہ کی گئی۔ وہاں بھی انھوں نے شہروں اور قصبوں میں آگ لگا دی۔ اور باشندوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ قدیم یادگاریں بے رحمی سے مٹا دی گئیں۔ کتب خانے اور مدرسے نذر آتش کر دئے گئے۔ اور قومی عمارتیں اور عبادت گاہیں عمداً برباد کر ڈالی گئیں۔ یہ پوری مہم جو کسی اعلان جنگ کے بغیر شروع کر دی گئی تھی۔ خالص سیتھین درندگی کی روح کے ساتھ ترتیب اور انجام دی گئی۔"

گفتگوئے صلح کی ناکامی

اب سلطنت عثمانیہ جنگ سے تنگ آکر صلح کا دامن تھامنا چاہتی تھی۔ لیکن روس اور آسٹریا کی طرف سے صلح کی جو شرائط پیش کی گئیں۔ وہ اس قدر شدید تھیں۔ کہ باب عالی کے لئے ان کا منظور کرنا قطعاً محال تھا۔

روس کا تباہ کن حملہ

صلح کی بات چیت ابھی جاری ہی تھی۔ کہ ۱۷۳۷ء میں پھر میونخ نے سترہ ہزار کی فوج کے ساتھ اوکزاکوف پر

Marfat.com

چڑھائی کردی۔ اور جنرل لاسکی چالیس ہزار روسی سپاہی لے کر کریمیا میں داخل ہوا۔ ترکوں نے معجزانہ جانبازی کے ساتھ مدافعت کی۔ لیکن تقدیر نے یاوری نہ کی۔ اور انھیں شکست کھانی پڑی۔ روسیوں نے فتح و کامرانی کے نشے میں چور ہو کر ہر جگہ قتل و غارت اور آتش زنی کا بازار گرم کردیا۔ کریسی لکھتا ہے:۔

"روسی فخر کرتے تھے۔ کہ اس مختصر سے حملے میں انھوں نے چھ ہزار مکانات۔ اڑتیس مسجدیں۔ دو گرجے اور پچاس چکیاں جلا ڈالیں"۔

آسٹریا کی پس پائی

اسی سال آسٹریا نے بھی کسی اعلانِ جنگ کے بغیر اچانک نیش پر حملہ بول دیا۔ لیکن اس کی فوجیں یہ مہم سر نہ کرسکیں اور منہ کی کھا کر پسپا ہوگئیں۔

صلح نامۂ بلغراد

آسٹروی فوجیں عثمانی مجاہدوں کی دندان شکن ضربوں سے بوکھلا کر زخم خوردہ سانپ کی طرح پھر بل کھا کر اٹھیں۔ اور سردیہ پر چڑھ دوڑیں۔ لیکن انھوں نے ذلت خیز ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے راہ فرار اختیار کی۔ اور بلغراد میں پناہ گزیں ہوگئیں۔ عثمانیوں نے ان کا تعاقب کر کے بلغراد پر گولے برسانے شروع کردئے۔

اب آسٹریا کا سارا دم خم ٹوٹ گیا۔ اور وہ صلح کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ آخر سفیر فرانس ویلنوف کے ذریعے سے یکم ستمبر ۱۷۳۹ء کو صلح نامے پر فریقین کے دستخط ہوگئے۔ جس کے رو سے اس نے بوسینیا۔ بلغراد۔ ولاچیا اور سردیہ کے تمام علاقے جو صلح نامۂ پسارو وچ کے وقت اس کے حوالے کئے گئے تھے۔ باب عالی کو واپس کردئے۔ آسٹریا کی جانب سے ایک دفعہ یہ بھی تحریر کی گئی تھی۔ کہ سلطنت عثمانیہ روس کے ساتھ بھی پیمان مصالحت باندھ لے۔ چنانچہ میونخ کو مطلع کیا گیا۔ پہلے تو وہ حالات سے آگاہ ہو کر فور غیظ و غضب سے آگ بگولا ہوگیا۔ لیکن غصّے کا جن اتر جانے کے بعد اسے بھی صلح کے بغیر کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا۔ چنانچہ ۱۸ ستمبر ۱۷۳۹ء کو روس اور سلطنت عثمانیہ کے درمیان جو معاہدۂ صلح قرار پایا۔ اس کے رو سے روس نے کریمیا اور مولڈ

کی تمام فتوحات اور اوکزاکوف سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس نے وعدہ کیا۔ کہ شہر ازف منہدم کر دیا جائے گا۔ ایک شرط یہ رکھی گئی۔ کہ بحیرۂ ازف یا بحیرۂ اسود میں روس اپنا کوئی بیڑا رکھنے کا مجاز نہ ہوگا۔ ان دونوں سمندروں میں روس کے جنگی یا تجارتی جہازوں کا داخلہ بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

وہابی تحریک

اس کے بعد وقتاً فوقتاً مختلف شورشیں برپا ہوتی رہیں جن میں ایک نہایت زبردست شورش وہابی تحریک کی تھی۔ اس کی داغ بیل شیخ عبدالوہاب نجدی نے ڈالی تھی۔ ابن سعود شیخ نجد کی تائید و حمایت سے اس تحریک کے ننھے پودے نے ایک پیڑ کی شکل اختیار کر لی۔ اور دولت عثمانیہ کو اس کی بیخ کنی کے لئے سعی موفور سے کام لینا پڑا۔ لیکن اس کی قوت گھٹنے کے بجائے بڑھتی ہی گئی۔ اور سلطان محمود کے جانشین بھی اسے مٹانے میں ناکام رہے حتیٰ کہ سلطان محمود ثانی کے زمانے میں محمد علی پاشا حاکم مصر نے اس فرقے کی سیاسی طاقت کا گلا گھونٹ کر اس کے آخری امیر کو گرفتار کر لیا۔ اور ۱۸۱۸ء میں اسے قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ جہاں وہ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

انتقال

۱۳۔ دسمبر ۱۷۵۴ء کو سلطان محمود اوّل نے عالم بقا کی راہ لی۔

اوصاف

سلطان محمود اوّل عدل و انصاف کا پتلا تھا۔ نرمی اور تحمل اس کے آئینۂ سیرت کا خاص جوہر تھا۔ جس طرح وہ رعایا پر مہربان تھا۔ اسی طرح رعایا بھی اس کی نصفت شعاری اور مساوات دوستی پر جان چھڑکتی تھی۔ اسے تعمیرات سے خاص اُنس تھا۔ چنانچہ اس نے قسطنطنیہ اور دوسرے صوبوں میں بہت سی عالی شان عمارتیں بنوائیں۔ ”جامع نور عثمانی“ کی تعمیر کا آغاز اسی نے کیا تھا۔ اس نے دارالسلطنت میں چار کتب خانے بھی قائم کئے۔

Marfat.com

عثمان ثالث

۱۷۵۴ء تا ۱۷۵۷ء

سلطان محمود اوّل کے بعد اس کا بھائی عثمان خاں ثالث تختِ حکومت پر متمکن ہوا
عثمان اپنے سہ سالہ عہدِ سلطنت میں محمود ہی کے نقشِ قدم پر چلتا رہا۔ اور ہمسایہ
سلطنتوں سے کسی قسم کی مڈبھیڑ نہ ہوئی۔

۱۷۵۶ء میں "جنگ ہفت سالہ" کا آغاز ہوا۔ جس سے یورپی حکومتیں دو مخالف
گروہوں میں بٹ گئیں۔ اور سات سال تک وسط یورپ میں حرب و ضرب کا بازار گرم
رہا۔ سلطنت عثمانیہ کو یہ دوسرا زرّیں موقع ملا تھا۔ جب وہ مخالفوں کی باہمی صف
آرائی سے نفع کثیر حاصل کر سکتی تھی۔ لیکن عثمان ثالث اپنے پیش رو کے اصول سے
ایک اِنچ بھی اِدھر اُدھر نہ ہوا۔

نہ تو سلطنت کے داخلی انتظام میں کوئی تغیّر رو پذیر ہوا۔ اور نہ اس عہد میں کوئی
قابلِ ذکر واقعہ پیش آیا۔

۳۰۔ اکتوبر ۱۷۵۷ء کو سلطان عثمان ثالث نے داعیٔ اجل کو لبّیک کہا۔

مصطفیٰ ثالث

۱۷۵۷ء تا ۱۷۷۳ء

سلطان عثمان ثالث کے بعد سلطان احمد ثالث کا بیٹا مصطفیٰ ثالث پچاس سال
کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔

راغب پاشا

راغب پاشا سلطان محمود اوّل کے عہد میں اس کے تاج حکومت کا گوہر شہوار تھا۔ اس نے حیرت انگیز قابلیت۔ غیر معمولی تدبّر اور زبردست نظم و نسق سے عمر بھر سلطنت عثمانیہ کو دوسری طاقتوں سے نبرد آزمانہ ہلو

Marfat.com

دیا۔ اس کی انتہائی لیاقت سے ملک کے گوشے گوشے میں امن وامان کے پھول برسنے لگے تھے۔ اور سلطنت تیزی سے اصلاح وترقی کے مراحل طے کر رہی تھی۔ اس نے اوقاف کی تنظیم ونگرانی کا بیڑا اٹھایا۔ شفا خانے تعمیر کرائے۔ اور صرفِ خاص سے ایک کتب خانۂ عام قائم کیا۔

پرشا سے معاہدہ

راغب پاشا کا سیاسی مطمح نظر یہ تھا۔ کہ سلطنت عثمانیہ کو روس اور آسٹریا کی مخالفت سے بچانے کے لئے دوسری عیسائی طاقتوں سے اتحاد کی پینگیں بڑھائی جائیں۔ "جنگ ہفت سالہ" کے بعد یورپ بھر میں مملکت پرشا کی طاقت وسطوت کا طوطی بولنے لگا تھا۔ اور اس کے حکمران فریڈرک ثانی کا وجود روس اور آسٹریا کے لئے خارِ پہلو بنا ہوا تھا۔ اس لئے ۱۷۶۱ء میں راغب پاشا نے سربکف ساعی سے کام لے کر دولت عثمانیہ اور پرشا کے درمیان معاہدۂ اتحاد کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ نیپلز۔ سویڈن اور ڈنمارک سے ایسے اتحاد کی داغ بیل پہلے ہی ڈال لی گئی تھی۔ اب راغب پاشا کی آرزو تھی کہ پرشا سے معاہدۂ اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے اس میں یہ شرط بھی بڑھا دی جائے کہ فریقین جارحانہ اور مدافعانہ لڑائیوں میں ایک دوسرے کی پشت پناہ ثابت ہوں گے۔ لیکن اس باب میں گفتگو کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ ۱۷۶۳ء میں راغب پاشا کا سلسلۂ حیات ٹوٹ گیا۔ اور یہ کام پورا نہ ہو سکا۔

فریڈرک کی عہد شکنی

راغب پاشا کے انتقال پر سلطان نے نظام سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ فریڈرک نے اسی وقت تک معاہدۂ اتحاد قائم رکھا۔ جب تک اس کے اغراض ومقاصد کی راہ تکمیل میں کوئی روڑا نہ اٹکا۔ لیکن جونہیں اس نے دیکھا۔ کہ اس کی ہوس کارانہ پیاس اس معاہدے کو توڑ ہی دینے سے بجھ سکتی ہے۔ فوراً اس پر خطِ نسخ کھینچ کر باب عالی کے مخالفوں سے قارورہ ملا لیا۔

اب پرشا نے روس کے ساتھ رشتۂ اتحاد جوڑ لیا۔ اور دولت عثمانیہ کے

خلاف حد سے زیادہ پاؤں پھیلائے۔ ترکوں نے ان دونوں ملکوں کے اس ظالمانہ طریق عمل کے خلاف پُرزور صدائے احتجاج بلند کی۔ لیکن ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ بلکہ روس نے تو ایسی روش اختیار کی۔ گویا باب عالی کو دعوتِ جنگ دے دی۔ یعنی اس نے موریا۔ کریمیا۔ جارجیا اور مونٹی نگرو میں سلطنت عثمانیہ کے خلاف بغاوت کا بیج بونے کی کوشش کی۔ علاوہ بریں جب پولینڈ کے ایک گروہ نے روس کے تشدد سے تنگ آکر دولت عثمانیہ کے علاقے میں پناہ لی تو روسی جرنیل وائسن نے بلطہ تک اس کا پیچھا کیا۔ اور شہر پر گولے برسا کر اسے تباہ و برباد کر دیا۔

روس کے خلاف اعلانِ جنگ

تنگ آمد بہ جنگ آمد۔ آخر سلطان نے ۶۔ اکتوبر ۱۷۶۸ء کو قسطنطنیہ میں دربار منعقد کر کے امرائے دولت سے رائے لی۔ سب نے بالاتفاق روس سے جنگ کرنے کے حق میں مشورہ دیا۔ صرف محسن زادہ پاشا صدر اعظم نے مخالفت کی۔ اور وہ بھی اس بنا پر کہ سلطنت عثمانیہ کی تیاری کافی نہ تھی۔ اسی اختلاف کے باعث اسے معزول کر کے اس کی جگہ سلطان کا داماد امین محمد پاشا صدر اعظم کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اور جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔

سلطان کو جنگ کی تیاریوں میں زیادہ دیر ہو گئی۔ اور روس نے اس سے فائدہ اٹھا کر دولت عثمانیہ کے شمالی علاقوں پر تاخت و تاراج کا سلسلہ جاری کر دیا۔

اوّلاً کریم گرائی خان کریمیا نے روسیوں کو نیچا دکھایا۔ اور جنوری ۱۷۶۹ء میں روس کے جنوبی علاقوں کو تہس نہس کر ڈالا۔ تھوڑے ہی عرصے میں کریم گرائی نے انتقال کیا۔ اور دولت گرائی اس کا جانشین مقرر ہوا۔

اس دوران میں روس نے جنگی تیاریوں کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی۔ اور بڑی زبردست فوجیں کیل کانٹے سے لیس کر کے میدان کارزار میں بھیج دیں۔

ادھر امین پاشا نے اپنی ناقابلیت کا ثبوت اس طرح دیا۔ کہ روس کی حیرت انگیز تیاریوں کو دیکھتے ہوئے بھی وہ ابھی تک یہی فیصلہ نہ کر سکا۔ کہ پہلے کس طرف کو

کرنا چاہیئے۔ اور حکام فوج کو طلب کر کے صاف صاف کہہ دیا:۔

"مجھے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں۔ فوج کی نقل وحرکت کا فیصلہ آپ لوگوں پر ہے۔ اور یہ آپ ہی بتائیں کہ افواج عثمانیہ کی کامیابی کے لئے بہترین تدبیریں کیا ہوں گی۔ آپ لوگ بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کریں۔ اور اپنے مشورے سے میری رہنمائی کریں"

اس پر فوجی حکام سخت حیران ہوئے۔ اور اتفاق رائے سے فیصلہ کرنے کے بعد فوج دریائے ڈینوب کو عبور کر کے ساحل پر تھ پر خاندیپی پہنچی۔ اور وہاں سے بندر کی راہ لی۔

اُدھر روس نے پولینڈ سے باب عالی کے خلاف جنگ کا اعلان کرا دیا تھا۔ اس لئے دولت عثمانیہ نے بھی جواباً پولینڈ کے خلاف صف آرا ہونے کے لئے کمر ہمت چست باندھ لی۔ خوزیم کے قریب روسیوں اور ترکوں میں جھڑپیں ہوئیں۔ جن میں امین پاشا نے نالائقی کا مظاہرہ کیا۔ سلطان نے اسے معزول کر کے واپس طلب کر لیا۔ اور اگست ۱۷۶۹ء میں ٹھکانے لگا دیا۔ علی پاشا اس کا جانشین مقرر ہوا۔ اس نے بہادری سے حریف کا مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی۔

۱۷۷۰ء میں سیوس کے قریب روسی فوج نے عثمانی بیڑے سے مقابلہ کیا۔ ترکوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ان کا سارا بیڑا برباد ہو گیا۔ صرف ایک جہاز باقی رہا۔ جو روسیوں کے ہاتھ آ گیا۔

حسن الجزائری کی فتح

اورلوف نے روسی بیڑے کے ساتھ لمنوس پہنچ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس پر حسن الجزائری نے سلطان کی اجازت سے قسطنطنیہ کے چار ہزار بدمعاشوں کی ایک فوج منظم کر کے اچانک روسی محاصرین پر یورش کر دی۔ بہت سے روسی وہیں ختم کر دیئے گئے۔ اور باقی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ سلطان نے حسن کو اس حیرت انگیز فتح کے صلے میں عثمانی بحریہ کا قپودان پاشا بنا دیا۔

اس کے بعد ترکوں کو مسلسل شکستوں سے دوچار ہونا پڑا۔ اور کریمیا۔ والاچیا۔ مولڈیویا۔ خوزیم۔ یاسی۔ جارجیا اور منگریلیا ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔

Marfat.com

یک بام و دو ہوا فرانس۔ انگلستان اور پرشا نے حالات کی نبض پر انگلی رکھتے ہوئے دو رُخی پالیسی سے کام لینا شروع کیا۔ اور یک بام و دو ہوا کا مظاہرہ کرتے ہوئے بظاہر دولت عثمانیہ کی دوستی کا دم بھرنے لگے۔ لیکن حقیقتاً اس کی جڑوں پر کلہاڑا رکھنے کے لئے گوناگوں ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو گئے۔

آسٹریا کی شدید فریب کاری بڑے میاں سو بڑے میاں۔ چھوٹے میاں سبحان اللہ اس جنگ میں فریب دہی اور ریاکاری کے اعتبار سے آسٹریا سب سے بازی لے گیا۔ وہ روس سے ڈر کر باب عالی کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتا تھا۔ اور اس دوستی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے دولت عثمانیہ کے چند مقامات ہتھیا لینے کا بھی متمنّی تھا۔ چنانچہ اس کی سیاست کا پلّہ کبھی روس کی طرف جھک جاتا تھا۔ اور کبھی باب عالی کی جانب۔ پھر وہ یہ بھی چاہتا تھا۔ کہ اس کے اپنے حلیف فرانس کے ساتھ دولت علیا کا اتحاد نہ ہونے پائے۔ تاکہ وہ موخرالذکر کو آسانی سے فریب دے سکے چنانچہ آسٹروی سفیر مقیم قسطنطنیہ نے سیاسی ہتھکنڈوں سے کام لے کر باب عالی سے فرانس کی تجویز مسترد کرا دی۔ کہ وہ مالی معاوضے پر اپنے جہازوں سے سلطنت عثمانیہ کی مدد کرے۔

آسٹریا کے بھاگ جاگے۔ سوکھے دھانوں پانی پڑا۔ انہیں دنوں روس نے کریمیا پر دست تصرف دراز کیا جس کے باعث دولت عثمانیہ نے موقع کو غنیمت جان کر آسٹریا کے ساتھ اتحاد کرنے میں جلدی کی۔ اور ۶۔ جولائی ۱۷۷۱ء کو دونوں میں حسب ذیل معاہدہ قرار پایا:۔

(۱) روس کے مقابلے میں آسٹریا سلطنت عثمانیہ کو امداد دے گا۔

(۲) آسٹریا دولت علیا کے کسی حصے کو علیحدہ نہ ہونے دے گا۔

(۳) آسٹریا باب عالی کی عزت کے پیش نظر پولینڈ کے استقلال کا تحفظ کرے گا۔

(۴) اس کے معاوضے میں سلطنت عثمانیہ عہد کرتی ہے کہ وہ ایک کروڑ تیرہ لاکھ پچاس ہزار فلورن کی رقم آسٹریا کو ادا کرے گی۔

Marfat.com

(۵) علاوہ بریں ولاچیائے کوچک کا علاقہ آسٹریا کے سپرد کردے گی اور

(۶) دولت علیا میں آسٹریا کی تجارت اور صنعت وحرفت کی ترقی کے لئے امکانی امداد بہم پہنچائے گی۔

اس معاہدے میں یہ بھی درج تھا کہ اسے عام سلطنتوں سے بالعموم اور فرانس سے بالخصوص پوشیدہ رکھا جائے گا۔

جب اس معاہدے کی نقل دستخط کے لئے حکومت آسٹریا کے پاس پہنچی۔ تو کونتز کی باچھیں کھل گئیں۔ اور اس نے باب عالی کی طرف سے اطمینان کا سانس لیا۔

ادھر روس نے اپنے ایک خاص سفیر کو دولت عثمانیہ کی تقسیم سے متعلق حسب ذیل تین تجویزیں دے کر حکومت آسٹریا کے پاس روانہ کیا۔

(۱) سرویہ۔ ہرزیگوینا۔ بوسینیا۔ مقدونیہ اور البانیہ پر آسٹریا قابض ہوجائے۔ اور دولت عثمانیہ کے باقی علاقے مع قسطنطنیہ روس کے لئے رہنے دے۔

(۲) سرویہ۔ ولاچیا۔ ہرزیگوینا اور بلغاریہ پر آسٹریا قبضہ کرے۔ اور البانیہ۔ مقدونیہ۔ رومانیہ۔ اکثر جزائر یونان۔ ایشیائے کوچک اور قسطنطنیہ روس کے حوالے کردے۔ کریمیا اور موریا کو خود مختاری دے دی جائے۔

(۳) دریائے ڈینیوب کے شمالی علاقے ترکوں کے پاس رہیں۔ بوسینیا۔ سرویہ اور ہرزیگوینا کے علاقے آسٹریا کے سپرد کردئے جائیں۔ بحیرۂ اسود کے ساحلی علاقے روس کے حلقۂ اقتدار میں چلے جائیں۔ اور تاتاری علاقے خود مختار رہیں۔

علاوہ بریں سفیر روس نے تقسیم پولینڈ کے باب میں بھی بعض تجاویز پیش کیں لیکن آسٹریا کی فریب کاری دیکھئے۔ کہ اس نے باب عالی کے ساتھ معاہدہ کرنے کے باوجود جس میں تقسیم پولینڈ کے انسداد کا بھی عہد کیا گیا تھا۔ روس کی ان تجاویز پر غور وخوض شروع کردیا۔ بہ خلاف اس کے دولت عثمانیہ اپنے اس معاہدے پر دیانت داری سے قائم رہی۔ اور ۲۵۔ جولائی ۱۷۷۱ء کو موعودہ رقم کی ایک قسط بھی حکومت آسٹریا کو ارسال کی۔ اس نے رقم تو وصول کرلی۔ لیکن معاہدے پر دستخط کرنے سے لیت ولعل کرتی رہی۔

Marfat.com

اسی دوران میں سفیرِ برطانیہ مقیم قسطنطنیہ کو اس خفیہ معاہدے کی نقل مل گئی۔ اس نے اس کی ایک ایک نقل پرشا اور روس کو بھیج دی۔ تاکہ آسٹریا کی غداری یورپ بھر میں آشکارا ہو جائے۔

جنگ کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ حالات نے ایسی کروٹ لی۔ کہ فریڈرک اور کیتھرائن پولینڈ کی تقسیم پر راضی ہو گئے۔ اب آسٹریا نے یورپی طاقتوں کے اس مرغوب و مروّج نصب العین کے پیشِ نظر کہ سیاست میں معاہدوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ روش اختیار کی۔ کہ روس اور پرشا کی ہاں میں ہاں ملا کر خود بھی پولینڈ کی تقسیم میں شامل ہو جائے۔ چنانچہ ۱۷۷۲ء میں پولینڈ کی پہلی تقسیم نے لباسِ عمل پہن لیا۔ دولت عثمانیہ نے آسٹریا کی فریب کاری سے مطلع ہو کر موعودہ رقم کی آئندہ قسط روک لی۔ آسٹریا نے اسے خلاف ورزی معاہدہ کی وجہ قرار دیا۔ حالانکہ نہ تو خود اس نے اس معاہدے پر دستخط کئے تھے۔ اور نہ اس کی کوئی شق ہی پوری کی تھی۔

اس کے بعد روس نے صلح پر آمادگی کا اظہار کیا۔ تو سلطنت عثمانیہ بھی راضی ہو گئی۔ چنانچہ صلح کی مجلس ہو ہو کر ٹوٹ ٹوٹ گئی۔ آخر ۱۷۷۳ء میں روس نے حسب ذیل شرائط دولت کے سامنے پیش کر کے الٹی میٹم دے دیا۔ کہ اگر یہ شرائط تسلیم نہ کی گئیں۔ تو جنگ نئے سرے شروع کر دی جائے گی :-

(۱) روس تاتاریوں کی آزادی کا محافظ قرار دیا جائے۔ اور ینی قلعہ اور کرش کے قلعوں پر روس کا تسلّط قائم رکھا جائے۔

(۲) بحیرۂ اسود اور بحیرۂ ایجین میں روس کے تجارتی اور جنگی جہازوں کو آمد و رفت کی پوری آزادی حاصل ہو۔

(۳) مندرجۂ صدر قلعوں کے سوا کریمیا کے تمام دوسرے قلعے تاتاریوں کو واپس دے دیئے جائیں۔

(۴) مولڈیویا کا امیر گریگوری غیکا جو اس وقت روسیوں کے قبضے میں تھا۔ پھر مولڈیویا کا موروثی حکم ران مقرر کر دیا جائے۔ اور وہ ہر تین سال میں ایک مرتبہ اپنی ریاست کی یک

Marfat.com

سالانہ آمدنی خراج کے طور پر باب عالی کو پیش کرتا رہے۔
(۵) روس کا ایک مستقل نمائندہ قسطنطنیہ میں مقیم رہے۔
(۶) کلبرن پورے مالکانہ حقوق کے ساتھ روس کے حوالے کر دیا جائے۔ اور اوکزاکوف قلعہ منہدم کر دیا جائے۔
(۷) باب عالی روس کے فرماں رواؤں کے لئے "پادشاہ" کا لقب اور کلیسائے یونان سے متعلق دولت عثمانیہ کے عیسائی باشندوں کی حمایت کا حق تسلیم کرے۔
دولت علیا نازک حالات کی بنا پر اور تمام شرائط کو تسلیم کر لینے پر رضامند ہو گئی تھی۔ لیکن اس نے پہلی شرط کے دوسرے حصے کو منظور کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔ یعنی وہ ینی قلعہ اور کرش سے دست بردار ہونے پر کسی صورت آمادہ نہ تھی۔ کیونکہ مفتی اعظم اور علمار سلطنت کی رائے کے خلاف اگر یہ شرط تسلیم کر لی جاتی۔ تو قسطنطنیہ میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھنے کا قوی احتمال تھا۔ چنانچہ اس مجلسِ صلح کا شیرازہ بھی منتشر ہو گیا۔ اور نئے سرے سے جنگ کا بگل بجا دیا گیا۔

سلسٹریا کی مہم

۱۷۷۳ء کی فصلِ گل میں امن و صلح کے پھولوں کی جگہ حرب و ضرب کے انگارے برسنے لگے۔ فریقین میں بہت دفعہ طاقت آزمائی ہوئی لیکن میزان جنگ کا کبھی ایک پلّہ بھاری ہو جاتا تھا۔ کبھی دوسرا۔ اتنے میں جرنیل رومانزوف نے دریائے ڈینیوب کو عبور کر کے سلسٹریا کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں گھمسان کا رن پڑا۔ آخر روسی فوجیں شہر کے اندر داخل ہو گئیں۔ لیکن ترکوں نے عثمان پاشا کی سرکردگی میں ایسی حیرت انگیز جانبازی سے مقابلہ کیا۔ اور آبادی کے تمام مرد یوں سینہ تان کر لڑنے مرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ کہ روسیوں کو بھاگتے ہی بنی۔ ان کے آٹھ ہزار سپاہی ہلاک اور ایک ہزار مجروح ہوئے۔ سلطان نے عثمان پاشا کو اس زرّیں کارنامے کے صلے میں "غازی" کا خطاب عطا فرمایا۔

روسیوں کے وحشیانہ مظالم

روسیوں نے عبرت ناک شکست کھا کر بھی جی نہ چھوڑا۔ اور قرہ سو پر چڑھائی کر کے ترکوں کو

Marfat.com

نیچا دکھایا۔ اب تو اَور بھی شیر ہو گئے۔ اور رومانزوف نے وارنا اور شوملہ کی طرف فوجیں روانہ کر دیں۔ شوملہ کی راہ میں بازار جیک پڑتا تھا۔ جہاں سے تقریباً ساری فوج اور بہت سے باشندے شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ روسیوں کو اس پر قبضہ کرنے میں کچھ مشکل پیش نہ آئی۔ لیکن ان کے متعلق کریسی رقم طراز ہے:۔

"فتح کی آسانی نے انھیں شہر کی بقیہ آبادی کے ساتھ جو تقریباً ساری کی ساری ضعیف و پیر مردوں۔ بے کس عورتوں اور بچّوں پر مشتمل تھی۔ انتہائی وحشیانہ سلوک کرنے سے باز نہ رکھا۔"

عورتیں۔ بچے اور بوڑھے تمام کے تمام دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر مار ڈالے گئے۔

روس کی عبرت انگیز شکست

تلوار کا کھیت کبھی سرسبز نہیں ہوتا۔ پاپی کی ناؤ منجدھار میں ڈوبتی ہے۔ آخر مکافات عمل کا دن آیا۔ اور عثمانی فوج نے بازار جیک اور وارنا میں روسیوں کے چھکے چھڑا دئے۔ بہت سے روسی گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دئے گئے۔ اور معتدبہ مالِ غنیمت ترکوں کے ہاتھ آیا۔

وفات

۲۵ دسمبر ۱۷۷۳ء کو سلطان مصطفیٰ ثالث قیدِ حیات سے آزاد ہو گیا۔

اوصاف

مصطفیٰ صاحب علم اور خوش ذوق تھا۔ تعلیم کے سلسلے میں اس نے متعدد کار ہائے نمایاں انجام دئے۔ بہت سے مدرسے اور خانقائیں قائم کیں۔

اس نے بعض اہم ملکی اصلاحات جاری کیں۔ مالیات کا نظام درست کیا۔ ادارۂ اوقاف کو قیزلر اغاسی کے ہاتھ سے لے کر صدر اعظم کی تحویل میں دیا۔ اگرچہ روس کے ساتھ طویل جنگ کا سلسلہ شروع ہو جانے کے باعث اسے تمام توجہات سلطنت کی حفاظت پر مرکوز کرنی پڑیں۔ پھر بھی اس نے بعض ایسی اصلاحات کو لباسِ عمل پہنایا۔ کہ یہ کارنامہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔

عبدالحمید اوّل

۱۷۷۳ء تا ۱۷۸۹ء

سلطان مصطفیٰ ثالث کے بعد اس کا بھائی عبدالحمید اوّل تخت نشین ہوا۔

ترکوں کی پس پائی

روس کے ساتھ معرکہ آرائی کا بازار ابھی گرم تھا۔ اور کیتھرائن نے گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لئے بخوبی تیاریاں کر لی تھیں۔ لیکن ترک جنگ کو ختم کر کے صلح کے آرزومند تھے۔ صرف علماء کی جماعت کہہ رہی تھی۔ کہ تاتاریوں کے سر سے اپنی سیادت کا سایہ اٹھا لینا اور کریمیا کے اہم قلعوں کرش اور ینی قلعہ کو روسیوں کے قبضے میں دے دینا زیبا نہیں۔

آخر ۱۷۷۴ء میں محسن زادہ پاشا صدر اعظم نے شوملہ سے ہرسوا کی جانب پیش قدمی کی۔ جہاں روسی فوجیں اپنے نئے جرنیل سوارو کے زیرِ کمان کیل کانٹے سے لیس لڑنے مرنے پر تلی کھڑی تھیں۔ سوارو نے خود آگے بڑھ کر کوزلیجہ کے مقام پر صدر اعظم کی فوج سے نبرد آزمائی کی۔ اور ترکوں کو نیچا دکھایا۔ حالات کی نزاکت کے ساتھ ہی ینی چری نے علم بغاوت بلند کر کے نیا گل کھلا دیا۔ اس پر محسن زادہ پاشا نے جنگ کو بند کر کے صلح کا رشتہ ہاتھ میں لیا۔

صلح نامہ کینارجی

۱۶۔ جولائی ۱۷۷۴ء کو کینارجی کے مقام پر ایک صلح نامہ مرتب ہوا جس کی دفعات کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

روس نے تقریباً ان تمام عثمانی مقامات سے ہاتھ اٹھا لیا جس پر اس کی فوجیں قابض ہو گئی تھیں۔ لیکن کریمیا باب عالی کو واپس نہ دیا گیا۔ بلکہ سرحد پولینڈ تک بسا ہوا کا تاتاری علاقہ اس کے ساتھ ملا کر ایک مستقل تاتاری حکومت کی تشکیل کر دی گئی جس کے خان کے انتخاب کا حق صرف تاتاریوں کو دیا گیا۔ اس دفعہ میں یہ وضاحت بالخصوص کر دی گئی تھی۔ کہ "کسی عذر کی بناء پر حکومتِ روس یا سلطنت عثمانیہ خان کریمیا کے انتخاب میں دخل نہ دے گی۔ اور نہ حکومت مذکورہ کے نجی۔ سیاسی۔ ملکی اور داخلی معاملات میں

Marfat.com

دست انداز ہوگی۔ بلکہ دونوں قوم تاتار کو سیاسی اور ملکی اعتبار سے ان طاقتوں کے برابر تسلیم کریں گی۔ جو خود مختار اور صرف خدا کے تابع فرمان ہیں۔" پھر بھی کریمیا اور دوسرے تاتاری علاقوں میں سے روس نے کرش۔ ینی قلعہ۔ ازف اور کلبرن کے قلعوں اور ان کے متصل علاقے پر اپنا تسلط قائم رکھا۔ قبارطہ کے دونوں علاقے بھی اگرچہ وہاں کے باشندے مسلمان تھے۔ روس کی تحویل میں دے دئے گئے۔ عیسائی رعایا کو مذہبی آزادی حاصل رہے گی اور آئندہ ان پر زیادہ نرمی سے حکومت کی جائے گی۔ باب عالی کی طرف سے سفیر روس مقیم قسطنطنیہ کو یہ اختیار بھی دیا گیا۔ کہ وہ ضرورت کے وقت ان صوبوں کے حق میں دولت عثمانیہ سے گزارش کرے۔

عام عیسائی رعایا کی نسبت صلح نامہ میں ایک اہم دفعہ درج تھی جس کے رو سے روس کو باب عالی کی عیسائی رعایا کا حقِ حمایت مل گیا۔ اور روس کے سفیروں کو باب عالی میں عیسائیوں کی طرف سے گزارشات پیش کرنے کی اجازت دے دی گئی۔

روس اور باب عالی کے تجارتی جہازوں کو ان حکومتوں کے کنارے پر کے تمام سمندروں میں آنے جانے کی مکمل آزادی دی گئی۔ اسی دفعہ سے روس کو اس حق سے بھی بہرہ اندوز کیا گیا۔ کہ باب عالی کے جس علاقے میں مناسب خیال کرے۔ اپنے قنصل متعین رکھے۔ لیکن دولت علیا کو اپنے قنصل روس میں بھیجنے کا حق نہ دیا گیا۔

صلح نامے میں یہ بھی فیصلہ ہوا۔ کہ آئندہ قسطنطنیہ میں ایک روسی سفیر متعین رہے گا۔ اور زار روس کو "بادشاہ" کا لقب دیا جائے گا۔ اس معاہدے سے پہلے فریقین کے درمیان جتنے معاہدے اور صلح نامے ہو چکے تھے۔ سب منسوخ کر دئے گئے۔ بجز اس معاہدے کے جو ۱۷۰۰ء میں علاقۂ ازف کی حدود اور سرحد کیوبان کی تعیین کے لئے تھا۔

یہ صلح نامہ دولت عثمانیہ کے لئے سخت نقصان رساں تھا۔ کریمیا کی آزادی روسی قبضے کا مقدمہ تھی۔ کیتھرائن نے خود ہی اس میں داخلی بدنظمی پیدا کی۔ اور خود ہی اس کو رفع کرنے کے بہانے سے لشکر بھیج کر سارے ملک کو زیر نگیں کر لیا۔

Marfat.com

اس صلح نامے کی وہ دفعہ جس میں روس کو باب عالی کی عیسائی رعایا بالخصوص کلیسائے یونان سے تعلق رکھنے والے عیسائیوں کی حمایت کا حق دیا گیا تھا۔ سلطنت عثمانیہ کی پیٹھ میں چھرا بھونک دینے کے مترادف تھی۔

حسن پاشا کی اصلاحات

اگرچہ ترکوں پر اس صلح نامے کا اثر خوش گوار نہ پڑا پھر بھی ایک اولوالعزم اور بہادر جماعت سربازی سے اپنے ملک کی حفاظت کرتی رہی۔ اس جماعت کی عنان قیادت حسن پاشا الجزائری کے ہاتھ میں تھی۔ حسن پاشا نے جدید مفید اصلاحات کے سلسلے میں طرز جدید کے متعدد جنگی جہاز تعمیر کرائے۔ اور حکام جہاز کی فنی تعلیم و تربیت کے لئے ایک بحری درس گاہ قائم کی۔

بغاوتوں کی بیخ کنی

حسن پاشا نے ایک نہایت مفید اصلاحی نظام عمل مرتب کیا تھا۔ لیکن سلطنت عثمانیہ کے مختلف صوبوں کی بغاوتوں کو رفع کرنے کی غرض سے چونکہ اسے عموماً دار السلطنت سے باہر رہنا پڑتا تھا۔ اس لئے وہ اپنی گوناگوں حیرت انگیز اور نفع بخش تجاویز کو بروئے کار نہ لا سکا۔

شام میں شیخ ظاہر نے عَلَم خودسری بلند کیا۔ حسن پاشا نے عکہ کا محاصرہ کر کے اسے سر کر لیا۔ اور شیخ طاہر کو اسیر زنداں کر دیا۔

۱۷۷۰ء میں حسن پاشا نے موریا کی طرف باگ اٹھائی۔ وہاں البانی دستوں نے سر اٹھا کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ حسن پاشا نے وہاں بیخ کران کے چھکے چھڑا دئے کے بعد انھیں باہر نکال دیا۔ سلطان نے حسن پاشا کو موریا کا والی بنا دیا۔

اس کے بعد سلطان نے حسن پاشا کو خودسر ممالیک مصر کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ اس نے قاہرہ کو زیر نگیں کر کے باغیوں کی سرکشی کا استیصال کیا۔ لیکن ۱۷۸۷ء میں روس سے لڑائی ہو جانے کے باعث سلطان نے اسے واپس طلب کر لیا۔

روس کی چالیں

کیتھرائن اپنے ناپاک مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔ اس کے دل و دماغ میں ایک ہی خیال موجزن تھا۔ کہ ترکوں کو یورپ بدر کر کے قسطنطنیہ کو زیر نگیں کر لیا جائے۔

کیتھرائن نے بخوبی سمجھ لیا۔ کہ آسٹریا کو ملائے بغیر باب عالی سے متعلق اس کے منصوبے شرمندۂ تکمیل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ مراسلت کے ذریعے سے روس اور آسٹریا میں ایک معاہدہ ہو گیا۔ اور کیتھرائن نے جوزف حاکم آسٹریا کے سامنے تقسیم دولت عثمانیہ کی ایک سکیم پیش کی۔

جوزف اس سکیم سے پوری طرح متفق نہ تھا۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق تقسیم میں آسٹریا کا حصّہ کم رکھا گیا تھا۔ پھر بھی اس نے کیتھرائن سے رشتۂ اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے اسے منظور کر لیا۔

کریمیا پر روس کا تسلّط

یہ سکیم توزیب قرطاس ہی رہی۔ البتہ ۱۷۸۳ء میں روس نے صلح نامۂ کنیارجی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کریمیا پر تسلّط بٹھا کر اپنی سلطنت کے ساتھ اس کا الحاق کر لیا۔

اس سلسلے میں فرانسیسی مورّخ ژون کیئر نے رولیئر کا مندرجہ تحت بیان نقل کیا ہے:

"صلح نامۂ کینارجی کے نتائج بہت جلد محسوس ہو گئے۔ مسقووی کارپردازوں کی سازشوں سے قرم میں فساد ہوا۔ دولت غرائے معزول کیا گیا۔ اور اس کی جگہ شاہین غرائے کا تقرر عمل میں آیا جس نے اپنے آپ کو کیتھرائن کی سرپرستی میں دے دیا۔ امرا نے نئے خان قرم کے خلاف علَم بغاوت بلند کیا۔ خان نے روس سے مدد کی درخواست کی (۱۷۸۳ء) پوٹمکن نے فوراً ستّر ہزار کی فوج سے قرم پر چڑھائی کر دی۔ لیکن اس کی فتح کو فتح کی دیوی نے شرف نہ بخشا۔ قتل کے ساتھ یہ فتح حاصل ہوئی۔ اور پھانسیوں کے ساتھ اس کا اعلان ہوا۔ خود خان کی آنکھوں کے سامنے کئی ہزار شریف تاتاری سنگسار اور قتل کر دیئے گئے۔ روسیوں نے بدنصیب شاہین غرائے کو ایک عرصے تک لیت و لعل میں رکھا۔ آخر بے چارے کو اپنی حکومت سے جس کی اس نے تذلیل کی تھی۔ ہاتھ اٹھانا پڑا۔ پھر روسیوں نے اسے کالوگا میں قید کیا۔ شدید تکلیفوں کے شکنجے میں جکڑا۔ اور اس کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کیا۔ آخر کار اسے ترکوں کے انتقام کے لئے سرحدی علاقے پر چھوڑ دیا۔ ترکوں نے اسے پکڑ کر روڈس روانہ کیا۔ جہاں وہ فرانسیسی قنصل کی مزاحمت کے باوجود تہِ تیغ کر دیا گیا"۔

اتحادِ مغرب میں فرانس کی مایوسی

کریمیا کے ان حالات کی اطلاع قسطنطنیہ پہنچی۔ تو وہاں ایک طوفان اضطراب برپا ہو گیا۔ لیکن باب عالی نے عاقبت اندیشی کی بنا پر خاموشی اختیار کر لی۔

فرانس روس کی اس منصوبہ بازی سے انگاروں پر لوٹنے لگا۔ اور اس نے روس کی خطرناک چیرہ دستیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مغربی طاقتوں کا اتحاد قائم کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ وہ سب سے پہلے انگلستان کی جانب متوجہ ہوا۔ لیکن انتہائی کوشش کے باوجود اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کے بعد فرانس نے پرشا اور آسٹریا کا رُخ کیا۔ لیکن وہاں بھی اس کا نخلِ تمنا بارآور نہ ہوا۔

اکیلے فرانس میں اتنا دم خم نہ تھا۔ کہ باب عالی کی حمایت میں روس سے دست و گریباں ہو سکے۔ چنانچہ اس نے دولت عثمانیہ کو یہ آخری اطلاع دے کر کہ مغربی طاقتوں سے مدد کی امید نہیں۔ مجبوراً ۱۷۸۳ء میں روس سے ایک صلح نامہ کر کے کریمیا اور کیوبان پر اس کا قبضہ تسلیم کر لیا۔

روس کے خلاف اعلانِ جنگ

روس جنگ کے لئے بالکل تیار تھا۔ لیکن وہ چاہتا تھا۔ کہ باب عالی پہل کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے خفیہ نمائندوں کے ذریعے سے دولت عثمانیہ کی عیسائی رعایا کو بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ امیر ولاچیا نے کھلم کھلا علَمِ بغاوت بلند کر کے روس کے پاس پناہ لی۔ دولت علیا نے روس سے مطالبہ کیا۔ کہ امیر ولاچیا کو پناہ نہ دی جائے۔ اور بغاوت کا زہر پھیلانے والے قنصلوں کو معزول کر دیا جائے۔ روس نے نہ صرف اس مطالبے کو نامنظور ہی کیا۔ بلکہ صوبہ بسرابیا اور اوکزاکوف اور اکرمان کے شہروں کا اس بنا پر مطالبہ بھی کر دیا۔ کہ پہلے یہ علاقے خان کریمیا کے قبضے میں تھے۔ جس کی سلطنت اب روس میں شامل ہو گئی ہے۔ ترکوں نے اس توہین آمیز سلوک سے آگ بگولا ہو کر مجبوراً ۱۵۔ اگست ۱۷۸۶ء کو روس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔

Marfat.com

انگلستان کی فریب کارانہ پالیسی

اس اعلان جنگ میں انگلستان کی فریب کارانہ پالیسی بھی کارفرما تھی۔ایک طرف تو اس نے سلطنت عثمانیہ اور فرانس کے ساغر اتحاد میں زہر گھولنے کی جدوجہد کی۔ اور دوسری طرف اپنی امداد کا فریب دے کر دولت علیا کو روس کے خلاف جنگ کا اعلان کرنے پر برانگیختہ کیا چنانچہ ژون کیئر نے انگلستان کی اس دو رخی اور پُر فریب پالیسی پر لوالے کا مندرجہ تحت بیان نقل کیا ہے:۔

"انگلستان نے جس کے مشورے۔ جس کا توسط اور جس کی غیر جانب داری ترکی کے حق میں سم قاتل کا کام کر رہی تھی۔ باب عالی کے سامنے فرانس کے اغراض کو بری روشنی میں پیش کیا۔ اور یہ اتہام لگایا۔ کہ فرانس حقیقتاً اس سے عیاری اور بیوفائی کو کام میں لا رہا ہے۔ اور دیوان کو ترغیب دی۔ کہ وہ فرانسیسی تجاویز صلح کو مسترد کر دے۔ روس سے سازش کر کے اس نے باب عالی کو باور کرایا۔ کہ روس اصل میں خوف سے پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اور یہ کہ اب سابقہ فتوحات کے واپس لینے کا وقت آگیا ہے۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا۔ کہ وہ آسٹریا کو جنگ سے باز رکھے گا۔ سویڈن اور پولینڈ کو اس کی طرف سے جنگ پر آمادہ کرے گا۔ اور اپنی بحری طاقت سے پوری مدد دے گا"۔

ترکوں کی ناکامی

ان دنوں غازی حسن پاشا مصر میں باغی مملوکوں کی سرکوبی کر رہا تھا۔ سلطان نے اسے واپس طلب کر کے کلبرن پر یورش کرنے کے لئے اوکزاکوف بھیج دیا۔ کلبرن میں سالار فوج مشہور جرنیل سواروسے مقابلہ ہوا جس میں ترکوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

آسٹریا کی فریب کاری اور شکست فاش

روس کے ساتھ معاہدۂ اتحاد کے باوجود آسٹریا نے ابھی تک باب عالی کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام نہ کیا تھا۔ لیکن اس کی یہ خاص وجہ تھی۔ کہ جوزف نیدرلینڈز کی آتشِ بغاوت کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف تھا۔ جونہی وہ ادھر سے فارغ ہوا۔ فوراً ترکوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں پر کمر باندھ لی۔ لیکن باب عالی کو اسی فریب

یں رکھا۔ کہ وہ اس کے اور روس کے درمیان صلح کرانے میں کوشاں ہے۔ چنانچہ ۲۔ دسمبر ۱۷۸۷ء کو آسٹریا نے اچانک بلغراد پر حملہ بول دیا۔ لیکن اسے بری طرح منہ کی کھانی پڑی۔ اور اس کا پورا دستۂ فوج ترکوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے ہی والا تھا۔ کہ آسٹروی کمانڈر نے بلغراد کے سالار سے معافی مانگ لی۔ دولت علیا کو آسٹریا سے انتقام لینے کا زریں موقع حاصل تھا۔ لیکن وہ انتہائی شرافت و دیانت داری سے معاہدے پر قائم رہی۔ اور آسٹریا سے جنگ آزما ہوئی۔ لیکن آسٹریا نے اس ایمانداری کا یہ صلہ دیا۔ کہ ۱۰۔ فروری ۱۷۸۸ء کو باب عالی کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔

سلطنت عثمانیہ نے روس کی جانب سے اپنے آپ کو خطرے سے محفوظ سمجھ کر آسٹریا کے مقابلے کے لئے فوج روانہ کر دی۔ اور منڈیا کے میدان میں حریف کو ناک چنے چبوائے۔ جوزف آگ بگولا ہو کر آگے بڑھا۔ لیکن ترکوں کی حیرت انگیز کامیابی سے اس کا جی چھوٹ گیا۔ اور وہ تمیسوار کی جانب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ اس مہم میں آسٹریا کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ اور اس کے تیس ہزار آدمی لڑائی میں اور چالیس ہزار بیماری سے ہلاک ہو گئے۔

سقوط اوکزاکوف

روسی جرنیل پوٹمکن نے محاصرۂ اوکزاکوف میں ہمت ہار دی۔ تو جرنیل سوارو کو امداد کے لئے بلایا۔ اور ۱۶۔ دسمبر ۱۷۸۸ء کو زبردست حملہ کر دیا۔ پہلے تو ترکوں نے روسیوں کے ایسے دانت کھٹے کئے۔ کہ ان کے چار ہزار آدمی ہلاک کر دئے۔ پھر جب روس کا ٹڈی دل لشکر ساون کے طوفان باد و باراں کی طرح لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی گیا۔ تو بے پناہ کثرت تعداد کی بنا پر روسیوں نے میدان مار لیا۔ اور شہر پر قابض ہو کر قتل عام کا بازار گرم کر دیا۔

اس موقع پر ترکوں کے صبر و ثبات کے باب میں اٹین رقم طراز ہے:۔

"ترکی عورتیں اور بچے جو تعداد میں تقریباً چار سو تھے۔ اوکزاکوف کی فتح کے بعد جب شہر سے نکال کر روسی فوج کے پڑاؤ پر لائے گئے۔ تو پہلی رات کو سب کے سب ایک خیمے میں ٹھہرا دئے گئے۔ موجودہ حالات میں ان کے قیام کے لئے اس سے بہتر انتظام

Marfat.com

نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مگر اس رات شدید برف باری ہو رہی تھی۔ اور ان غریبوں کو کڑاکے کی سردی اور کپڑوں کے نہ ہونے سے بے حد تکلیف تھی۔ ان میں سے اکثر زخموں کی شدید تکلیف میں بھی مبتلا تھے۔ چونکہ میں ترکی بولتا تھا۔ اس لئے مجھے ان کا محافظ اور نگران مقرر کیا گیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ ان سب پر کامل سکون طاری ہے۔ کوئی عورت نہ روتی ہے۔ اور نہ آہ و فغاں کرتی ہے۔ حالانکہ ان میں سے شاید ہر ایک کا باپ یا بچہ یا شوہر قتل ہو چکا تھا۔ یہ عورتیں سکون اور استقلال کے لہجے میں بات کرتیں۔ اور جو سوالات میں اُن سے کرتا۔ ان کے جواب بغیر کسی اضطراب کے دیتیں۔ میں حیران تھا۔ اور یہ فیصلہ نہ کر سکتا تھا۔ کہ ان کی یہ حالت بے حسی کا نتیجہ ہے۔ یا اس بات کا کہ انھوں نے قسمت کے بڑے بڑے نشیب و فراز دیکھے اور سنے ہیں۔ یا پھر اس کا سبب تسلیم و رضا کی وہ تعلیم ہے۔ جو ان کا مذہب انھیں دیتا ہے۔ اور آج بھی میں اس کا سبب معلوم کرنے سے ویسا ہی قاصر ہوں۔ ان میں سے ایک عورت خاموش لیکن غیر معمولی طور پر غمگین انداز میں بیٹھی تھی۔ میرا جی چاہا۔ کہ اسے کچھ تسلی دوں۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا۔ تو کیوں ہمّت سے کام نہیں لیتی اور مصیبت کو ایک مسلمان کی طرح برداشت نہیں کرتی۔ جیسے کہ تیری ساتھی عورتیں برداشت کر رہی ہیں؟ اس نے میرے سوال کا جواب ان موثر الفاظ میں دیا:۔

"میں نے اپنے باپ۔ شوہر اور بچوں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب میرا ایک ہی بچہ رہ گیا ہے۔" میں نے جلدی سے پوچھا۔ کہ وہ بچہ کہاں ہے۔ اس نے سکون کے ساتھ جواب دیا۔ کہ "یہ ہے"۔ اور ایک بچے کی طرف اشارہ کیا۔ جو اس کے پہلو میں پڑا تھا۔ اور جس نے اسی وقت دم توڑا تھا۔ میں اور وہ لوگ جو ساتھ تھے۔ بے اختیار رو پڑے۔ لیکن وہ ذرا بھی نہ روئی۔ اُس رات میں اُن مصیبت زدہ عورتوں اور بچوں کو جو زخموں اور سردی کی تکلیف سے مر رہے تھے۔ اپنے گرم زمین دوز کمرے میں لے گیا۔ اور جتنے آدمیوں کی اس میں گنجائش تھی۔ اتنوں کو وہاں ٹھہرایا۔ وہ لوگ بارہ روز میرے ساتھ رہے۔ لیکن اس پوری مدت میں ان میں سے کسی ایک نے بھی نہ کوئی شکوہ کیا۔ اور

Marfat.com

نہ اپنے شدید اندرونی صدمے کو ظاہر ہونے دیا۔ بلکہ ہر عورت خواہ وہ بوڑھی ہو یا جوان اپنی سرگزشت مجھ سے اس طرح بیان کرتی تھی۔ جیسے وہ کسی غیر متعلق آدمی کا قصہ کہہ رہی ہو۔ بغیر فریاد۔ بغیر ٹھنڈی سانسوں اور بغیر آنسوؤں کے"۔

وفات مارچ ۱۷۸۹ء میں یوسف پاشا صدر اعظم نے آسٹریا کی مہم کے لئے باگ اٹھائی۔ اور نوے ہزار مجاہدین کے ساتھ ڈینیوب کو عبور کر کے ٹرانسلونیا جا پہنچا۔ وہاں سے وہ آسٹریا پر یورش کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ ۷۔ اپریل ۱۷۸۹ء کو سلطان عبدالحمید اوّل نے وفات پائی۔ اور سلیم ثانی کی سریر آرائی کے ساتھ ہی صدارت عظمیٰ کے منصب عالیہ پر بھی کسی دوسرے آدمی کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ یہ جدید صدر اعظم ودین کا سابق حکمران تھا۔ فوجی قابلیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ ہرگز ہرگز اس عہدۂ جلیلہ کا حقدار نہ تھا جس کا لازمی نتیجہ اس صورت میں نکلا۔ کہ یوسف پاشا کی مہم موقوف کر دی گئی۔ اور ترکوں کا لشکر ٹرانسلونیا سے واپس طلب کر لیا گیا۔

سلیم ثالث

۱۷۸۹ء تا ۱۸۰۷ء

سلطان عبدالحمید اوّل کے بعد سلیم ثالث ستائیس سال کی عمر میں تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔

ترکوں کی متواتر ناکامیاں روس اور آسٹریا سے جنگ کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔ چنانچہ جوزف شاہ آسٹریا نے مشہور جرنیل لوڈن کی سرکردگی میں فوج روانہ کی۔ اس نے بوسینیا اور سرویہ پر یورش کر کے ان کے اکثر علاقوں کو زیر نگیں کیا۔

آسٹریا کی ایک اور فوج نے شہزادہ کوبرگ کے زیر کمان جرنیل سوارو کی روسی فوج

کے ساتھ مولڈیویا کی جانب پیش قدمی کی۔ سلطان سلیم نے حسن پاشا کو ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد ترکوں کی اور فوج میدانِ جنگ میں پہنچی مگر وہ بھی ۱۶۔ ستمبر ۱۷۸۹ء کو دریائے رمنک کے قریب پسپا ہو گئی۔

ترکوں کی ان مسلسل ناکامیوں کی اطلاع قسطنطنیہ پہنچی۔ تو وہاں شورش و بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ اور لوگوں نے سلطان سے حسن پاشا کے قتل کا مطالبہ کیا۔ سلطان رفع بغاوت کی غرض سے اس کے قتل کا حکم دینے پر مجبور ہو گیا۔ اسی سال آسٹریا نے سمندریا اور بلغراد پر بھی قبضہ کر لیا۔

آسٹریا سے مصالحت

۱۷۹۰ء میں جوزف نے وفات پائی۔ اور زمام حکومت اس کے بھائی گرانڈ ڈیوک لیوپولڈ کے ہاتھ میں آئی وہ پہلے ہی سے اپنی سلطنت کے فائدے کے لئے باب عالی سے آبرومندانہ صلح کرنے کا متمنی تھا۔ چنانچہ ۸۔ اگست ۱۷۹۱ء کو فریقین میں ایک صلح نامہ مرتب ہوا جس کے رو سے آسٹریا نے وہ تمام علاقے جو دورانِ جنگ میں سرویہ۔ بوسینیا اور ولاچیا کے صوبوں میں مسخر کئے تھے۔ اور جن میں سمندریا اور بلغراد کے قلعے بھی شامل تھے۔ باب عالی کو واپس دے دئے۔ صرف کروشیا کے ایک چھوٹے سے علاقے اور سوا کے قدیم شہر پر اپنا اقتدار قائم رکھا۔

یونانیوں کی شکست

کیتھرائن کے دم خم ابھی وہی تھے۔ اور وہ فتح قسطنطنیہ کی جنت الحمقاء میں ہوائی قلعے تعمیر کر رہی تھی۔ چنانچہ اس دلکش خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے اس نے یونان کے طول و عرض میں ا[illegible] آدمی روانہ کر کے وہاں کے باشندوں کو بغاوت کے کیل کانٹے سے پوری طرح لیس کر دیا۔ روس نے یونانیوں کے تیرہ جہازوں پر مشتمل بیڑے کو توپوں سے مدد دی۔ لیکن یونانی چوہوں کو تو ترکی بلی کی میاؤں سے ڈر لگتا تھا۔ اس لئے جب بحیرۂ ایجین میں عثمانی جہاز یونانیوں کے مقابلے کے لئے آئے۔ تو یونانی بیڑا سنہ کی کھا کر نہنگ اجل کا لقمہ بن گیا۔

Marfat.com

ترکوں کی ناکامی

بحری جنگ کی اس ناکامی سے کیتھرائن کچھ زیادہ پریشان نہ ہوئی کیونکہ برّی فوجوں کی کامیابی اس کی ڈھارس بندھا رہی تھی چنانچہ ۲۲۔دسمبر ۱۷۹۰ء کو جرنیل سوارو نے ترکوں کے اہم قلعہ اسمٰعیل کو سر کر لیا۔ ترکوں نے مدافعت میں حیرت انگیز بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور جب روسی شہر میں داخل ہو کر قتل عام کا بازار گرم کرتے ہوئے درمیانی حصے میں پہنچے۔ تو ترکوں اور تاتاریوں کے ایک دستے نے دو گھنٹے تک عدیم النظیر شجاعت سے مقابلہ کیا۔ اور اس دستے کا ایک ایک سپاہی تیغ زنی کے جوہر دکھاتا ہوا کام آیا۔ اس معرکے میں چونتیس ہزار ترک مقتول اور دس ہزار گرفتار ہوئے۔ روسیوں نے بربریت و درندگی کے وہ ہولناک مناظر پیش کئے۔ کہ خود سوارو کی آنکھیں بھی اشک بار ہو گئیں۔

تحریک صلح

انگلستان۔ پرشا اور ہالینڈ برابر صلح کے لئے جدوجہد کر رہے تھے کیتھرائن نے پہلے تو صاف جواب دے دیا لیکن جب اکتوبر ۱۷۹۱ء میں پوٹمکن چل بسا اور اتحادیوں نے بھی زیادہ اصرار کیا۔ تو وہ صلح کی گفتگو کرنے پر رضامند ہو گئی۔ اتحادیوں نے آسٹریا کی طرح روس کے سامنے بھی یہی شرط پیش کی۔ کہ فریقین دوران جنگ کے تمام مفتوحات سے ہاتھ اٹھالیں۔ کیتھرائن نے یہ شرط مسترد کر دی۔ اور اتحادی اس پر دباؤ ڈالنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

انگلستان کی جدید روش

انگلستان اب تک روس کا حامی اور دولت عثمانیہ کا مخالف چلا آ رہا تھا۔ جیسا کہ اس کے وزیر اعظم لارڈ چیتھم اور وزیر خارجہ کی پالیسی سے ظاہر ہے۔ اسی وجہ سے جب ۱۷۹۱ء میں انگلستان کے نوجوان وزیر اعظم مسٹر پٹ نے باب عالی کی حمایت میں روس کو صلح پر مجبور کرنا چاہا۔ تو سارا انگلستان پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گیا۔ لیکن پٹ اپنے اصول پر قائم رہا۔ اور ۱۷۹۲ء کے اجلاس میں جب یہ مسئلہ پھر زیر بحث لایا گیا۔ تو اس نے صاف صاف کہہ دیا:۔

"آئندہ انگلستان کی سیاست خارجہ کا بنیادی اصول یہ ہو گا۔ کہ یورپ میں قوت کا تعاون قائم رکھا جائے۔ اور اسی بنا پر جہاں تک ممکن ہو۔ نہ سلطنت روس کی قوت بڑھنے

دی جائے۔ اور نہ دولت عثمانیہ کی قوت گھٹنے دی جائے"۔

پارلیمنٹ نے پٹ کی اس تجویز پر منظوری کی مہر ثبت کردی۔

صلح نامہ یاسی

کیتھرائن نہایت غرض پرست اور زمانہ ساز تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ پولینڈ کے حالات اس کے مصالح کے خلاف ہیں۔ تو اس نے پولینڈ کی دوسری تقسیم کا ارادہ ملتوی کر کے ترکوں کے ساتھ صلح پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ ۹۔ جنوری ۱۷۹۲ء کو یاسی میں فریقین کے درمیان ایک صلح نامہ مرتب ہو گیا جس کی رو سے روس نے قلعہ اوکزاکوف اور دریائے نیسٹر اور دریائے بوگ کے درمیانی علاقے کے سوا تمام فتوحات جو مولڈیویا۔ بسارابیا۔ کیوبان اور ولاچیا کے صوبوں پر شامل تھیں باب عالی کو واپس کر دیں۔ دریائے نیسٹر مملکت روس کی جدید سرحد قرار پایا۔ جس کے مغرب کے تمام علاقے دولت علیا کو واپس دے دئے گئے۔ یونان حسب سابق سلطنت عثمانیہ کے قبضے میں

کیتھرائن کا انتقال

۱۷۹۵ء میں پولینڈ کی آخری تقسیم نے لباسِ عمل پہنا اور کیتھرائن کی آرزو پوری ہو کر اسے پولینڈ کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا۔ اب اس کی مطلب پرست فطرت نے دولت عثمانیہ پر حرص و آز کی نگاہیں ڈالیں۔ اور اس پر حملے کی تیاریوں کے سلسلے میں تین لاکھ سپاہیوں کا لشکر جرار اور ایک عظیم الشان جنگی بیڑا مرتب کر لیا۔ وہ جنگ کا اعلان کرنے ہی کو تھی کہ قضا کے زبردست ہاتھ نے اس کے تمام منصوبوں کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا۔ اور ۱۷۹۶ء میں زارینہ کی موت کے بعد روس کی یہ قیامت آفریں مہم التوا کی آغوش میں چلی گئی۔

انتظام سلطنت

اب سلطان سلیم چاہتا تھا۔ کہ اپنی تمام توجہات مکمل اصلاحات پر صرف کر دے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد فرانس کے ساتھ جنگ شروع ہو جانے کے باعث اصلاحات کا نہایت مفید کام معرض التوا میں پڑ گیا۔ اس زمانے میں دولت عثمانیہ کے نظم و نسق سے متعلق کریسی کے بیان کا اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے:۔

پاشا

سلیم کی سلطنت میں یورپ۔ ایشیا اور افریقہ کی چھبیس ولایتیں شامل تھیں۔ یہ ولایتیں

Marfat.com

ایک سو تریسٹھ علاقوں پر منقسم تھیں۔ جنھیں لوا کہتے تھے۔ ہر لوا میں متعدد قضا یا ضلع ہوتے تھے۔ ہر قضا اپنا انتظام خود کرتا۔ اور وہ عموماً ایک شہر اور اس کے ماتحت علاقوں پر مشتمل ہوتا یا ایک ضلع پر جس میں زیادہ تر چھوٹے چھوٹے قصبے یا گاؤں شامل ہوتے تھے۔ ولایت کا حاکم ایک پاشا ہوتا تھا۔ جسے "سہ اسپ دم" نشان عطا ہوتا تھا۔ ایسے پاشا کا منصب ایک وزیر کے منصب کے برابر ہوتا۔ وہ اپنی ولایت کے ایک یا چند خاص لواؤں پر براہ راست حکومت کرتا۔ بقیہ لواؤں کے مقامی حکام پر وہ ایک عام سیادت رکھتا تھا۔ بہتر لواؤں کی حکومت ایسے پاشاؤں کے سپرد تھی۔ جو "پاشائے دو نشان" تھے۔ انھیں لواؤں اور ولایتوں کو عموماً پاشالق کہتے تھے۔ بالعموم پاشاؤں کا تقرر ہر سال ہوتا تھا۔ لیکن اگر کوئی پاشا اتنا طاقت ور ہوتا کہ اسے برطرف کرنے میں باب عالی کو بغاوت کا اندیشہ ہوتا۔ یا وہ دیوان عالی کے بعض وزراء کو رشوت کے ذریعے سے اپنا حامی بنائے رکھتا۔ تو ایک ہی شخص کئی کئی سال تک بلکہ کبھی کبھی عمر بھر اپنے عہدے پر مامور رہتا۔ بائیس لواؤں کے پاشا مدت العمر کے لئے مقرر تھے۔"

اعیان

انتظام کے سلسلے میں پاشا کی مدد کے لئے باب عالی کی طرف سے دو یا تین آدمی مقرر کئے جاتے تھے۔ جن کا انتخاب اس ولایت کے باشندے کرتے تھے۔ یہ لوگ اعیان کہلاتے تھے۔ کبھی کبھی اعیان کا عہدہ موروثی ہوتا تھا۔ لیکن اس صورت میں یہ ضروری تھا۔ کہ نئے اعیان کو اپنے مورث کی جگہ مقرر ہونے کے لئے باشندوں کی کثرت رائے حاصل ہو۔ عیسائی رعایا کے افسر انھیں کی طاقتوں میں سے مقرر کئے جاتے تھے۔ جو ٹیکس ان کے ضلع پر لگایا جاتا تھا۔ اس کی تشخیص یہی افسر کیا کرتے تھے۔"

ملک میں افراتفری

ان دنوں سلطنت عثمانیہ کے طول و عرض میں شورش اور افراتفری مچی ہوئی تھی۔ عرب میں وہابیوں کا طوطی بول رہا تھا۔ مصر میں حکام عثمانی کا اقتدار دم توڑ چکا تھا۔ شام میں خودمختاری کی ہوائیں چل رہی تھیں۔ یونان کے شمالی علاقوں نے مطلق العنانی پر کمر باندھ لی تھی۔ مونٹی نیگرو اور ہرزگوینا بھی اسی راستے پر گامزن تھے۔ ولاچیا اور مولڈیویا پر ترکوں سے زیادہ روسیوں

Marfat.com

کا اقتدار تھا۔ پاشاؤں میں بغاوت اور خانہ جنگی زوروں پر تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت بھر کا امن وامان تباہ ہوگیا۔ اور رعایا کو جان کے لالے پڑ گئے۔

بیلے اور آغا پاشا کے بعد بے اور آغا کا مرتبہ تھا۔ جو اپنے اپنے علاقے میں پاشا کے برابر صاحب اقتدار تھے۔

جاگیرداروں کی مطلق العنانی نظام جاگیری سے متعلق سلیمان اعظم کے بنائے ہوئے قاعدے تبدیل ہو چکے تھے۔ اور جگہ جگہ جاگیرداروں نے خودسری کا عَلَم بلند کر رکھا تھا۔ باب عالی کمزوری کے باعث ان سے عہدہ برآنہ ہوسکتا تھا۔

سر جان ہاب ہاؤس نے ذاتی مشاہدے کی بنا پر صوبۂ البانیہ سے متعلق دولت عثمانیہ کی بدنظمی کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے۔ اسی سے باقی صوبوں کے حالات کا بھی ... کیا جا سکتا ہے:۔

"البانیہ میں تقریباً ہر قسم کی حکومت کے نمونے ملتے ہیں۔ بعض ضلعوں اور شہروں پر ایک شخص کی حکومت ہے۔ جس کا ترکی لقب بلوک باشی یا یونانی لقب کپتان ہے۔ جو مسیحی یورپ سے لیا گیا ہے۔ بعض اپنے اکابر کے زیر حکومت ہیں۔ اور بعض کسی کی حکومت تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ ہر شخص خود اپنے خاندان کا حاکم ہے۔ چند مقامات پر حکومت معطل ہے۔ اور اگرچہ بظاہر طوائف الملوکی برپا نہیں۔ لیکن کوئی حاکم بھی نہیں۔ ہمارے زمانے میں آرجیرو کاسٹرو کے وسیع شہر کی یہی حالت تھی۔ مفصلات کے بعض علاقے ایسے ہیں۔ جہاں ہر آغا یا بے جو گویا ہمارے قدیم تعلقہ داروں کا جواب ہو سکتا ہے۔ ایک چھوٹا سا سردار ہے۔ اور گاؤں کے لوگوں پر ہر طرح کا حق رکھتا ہے۔ باب عالی کا احترام جس نے سلطنت عثمانیہ کے دور عظمت میں ملک کو چھوٹی چھوٹی پاشائیوں اور امارتوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اب بہت کم رہ گیا ہے۔ اور مختلف علاقوں کی حدود جو اس نے قائم کی تھیں۔ درہم برہم اور فراموش ہو چکی ہیں۔"

غرض انتظام سلطنت کے اونٹ کی کوئی کل سیدھی نہ تھی۔ اور دولت عثمانیہ

زوال وانحطاط کے قعر عمیق میں گر چکی تھی۔ سلطان سلیم کی اصلاحات نے تاریخ کے اس دور میں ایک نیا خوش آئند انقلاب پیدا کر دیا۔ اگرچہ ان اصلاحات کے خلاف ایک طوفان برپا کر دیا گیا۔ لیکن ان کی پیدا کی ہوئی نئی روح قائم رہی۔ جو دولت علیا کے آئندہ حکمرانوں کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی۔

اصلاحات

اصلاحات سے متعلق سلطان سلیم کی مرتب کی ہوئی جامع سکیم کے رو سے قرار پایا۔ کہ موجودہ جاگیرداروں کے انتقال پر ان کی جاگیریں ضبط کر لی جائیں۔ اور ان کی آمدنی بیت المال میں جمع کر کے ایک نئی فوج پر صرف کی جائے۔ پاشاؤں کے اختیارات میں تخفیف کر دی جائے۔ ہر حاکم ولایت کا تقرر تین سال کے لئے ہو۔ اس میعاد کے بعد دوبارہ تقرر وہاں کے باشندوں کی رضامندی سے ہو۔ مال گزاری ٹھیکیداروں کی وساطت سے نہیں۔ بلکہ حکام بیت المال کے ذریعے سے وصول کی جائے۔ مرکزی حکومت میں صدر اعظم کے اختیارات قدرے کم کر دیئے گئے۔ اور تمام اہم معاملات پر دیوان سے رائے لینا ضروری قرار دیا گیا۔

تعلیم

سلطنت کے طول و عرض میں مدرسوں کا جال بچھا دیا گیا۔ یونانیوں نے اس تجویز سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اور ناجائز حرکت یہ کی۔ کہ درس گاہوں اور چھاپہ خانوں کے ذریعے سے باب عالی کے خلاف بغاوت پھیلانے کی کوشش کی۔ لیکن سلیم نے انتہائی عالی ظرفی سے کام لیتے ہوئے ان مکاتب و مطابع کو بند نہ کیا۔ اور قسطنطنیہ میں ایک مطبع قائم کر کے انسداد شورش کے لئے یونانی پادریوں سے کام لینا چاہا۔ سلیم نے مختلف علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے لئے بہت سے مطبع قائم کرنے کے علاوہ فن مصافیات وغیرہ کی بہت سی کتابیں فرانسیسی سے ترجمہ کرا کے ترکی میں شائع کرائیں۔

فوج

سلیم ینی چری کی آئے دن کی سرکشی سے تنگ آ گیا تھا۔ کیونکہ وہ لوگ امن عامہ کے لئے ایک مستقل خطرہ تھے۔ اور اپنے نظام میں کسی قسم کی اصلاح کے روادار نہ تھے۔ اس لئے سلیم نے جدید یورپی نظام کے مطابق ایک نئی اور قابلِ اعتماد فوج مرتب کرنے کا ارادہ کیا۔ صدر اعظم یوسف پاشا نے روسی فوج کے ملازم ایک ترک نیدی

Marfat.com

لفٹننٹ عمر آغا کو یورپی طرز پر ایک دستہ قائم کرنے کی اجازت دی۔ اور یوسف پاشا قسطنطنیہ کی مراجعت پر وہ نیا دستہ ہمراہ لایا۔ سلیم نے معاینہ کرنے پر اسے بہت پسند کیا۔

بحریہ ۱۷۹۲ء میں قپودان پاشا کے منصب پر کوچک حسین کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ اور وہ بارہ برس تک فرائض منصبی انجام دیتا رہا۔ اس دوران میں اس نے ترکی بیڑے اور سلاح خانے کو جدید طرز پر منظم کیا۔ اور متعدد جدید جنگی جہاز تعمیر کرائے۔ سویڈن اور فرانس سے بہت ماہر انجنیر طلب کر کے عثمانیوں کو نئی طرز کی توپیں ڈھالنی سکھائیں قسطنطنیہ کے سابق مدرسہ توپچیہ کو نئے سرے سے منظم کرنے کے علاوہ ایک نیا بحری مدرسہ قائم کیا۔

نپولین اس دوران میں انقلاب فرانس کی سرخ آندھی اٹھی۔ جو دیکھتے دیکھتے فضائے بعید تک چھا گئی۔ نپولین بوناپارٹ ملک پر ملک فتح کرتا ہوا دولت عثمانیہ کی سرحد کے قریب پہنچ گیا۔ باب عالی کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نپولین نے متعدد عثمانی علاقوں اور خصوصاً یونان میں اپنے نمائندے بھیجے۔ اور وہاں کے باشندوں کو اطمینان دلایا کہ ترکوں کے خلاف بغاوت کرنے کی صورت میں فرانسیسی فوج ان کی پشتی بانی کرے گی خیال کیا جاتا تھا۔ کہ سلطنت عثمانیہ کے کسی یورپی صوبے پر یورش ہوگی۔ لیکن نپولین کی تجویز سے فرانس نے مصر کے راستے سے انگلستان پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا۔

حکومت فرانس نے نپولین کو یہ خفیہ احکام بھیجے تھے۔ کہ مصر کو زیر نگیں کرکے انگریزوں سے ان کے ایشیائی مقبوضات چھین لئے جائیں۔ بحیرۂ احمر پر پورا فرانسیسی اقتدار قائم کرکے مالٹا پر تسلط بٹھا لیا جائے۔ علاوہ بریں خود نپولین نے یہ ذاتی سکیم بنا رکھی تھی۔ کہ یورپ میں ایک زبردست سلطنت قائم کرکے یونانیوں اور دوسرے عیسائیوں کو باب عالی کے خلاف برانگیختہ کرے۔ ترکوں کو نیچا دکھا کر قسطنطنیہ پر قابض ہو جائے۔ پھر وہاں سے ... پر فوج کشی کرے۔

مالٹا کی تسخیر ۱۹۔ مئی ۱۷۹۸ء کو نپولین طولون سے روانہ ہو کر تین ہفتے کے بعد مالٹا پہنچا۔ اور اسے آسانی سے فتح کر لیا۔

Marfat.com

سکندریہ کی فتح اس کے بعد نپولین نے جزیرہ کریٹ کی جانب باگ اٹھائی لیکن انگریز امیر البحر نیلسن کے تعاقب کی اطلاع پاکر معاً سکندریہ کا رُخ کر لیا۔

روہ اپنی فوج سے یوں مخاطب ہوا:۔

"سپاہیو! تم ایک ایسی فتح کے لئے جارہے ہو۔ جس کے اثرات دنیا کی تہذیب اور تجارت پر بہت زیادہ ہوں گے۔ تم انگلستان پر موت کی ضرب لگانے سے قبل ہی ایک نہایت یقینی اور کاری ضرب لگاؤ گے۔ ممالیک جو تمام تر انگریزی تجارت کے حامی ہیں۔ تمھارے پہنچنے کے چند ہی روز بعد کالعدم ہوجائیں گے۔"

لم جولائی کو نپولین سکندریہ پہنچا۔ اور اگلے روز اسے فتح کر لیا۔

نپولین نے دولت عثمانیہ سے کہا۔ مصر پر حملے کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ اسے ان ملوکوں سے جنھوں نے عثمانی اقتدار کو محض برائے نام باقی رکھا ہے۔ نجات دلائی جائے۔

اس کے بعد نپولین نے اہلِ مصر کے نام حسب ذیل اعلان شائع کیا:۔

"مدّت دراز سے جارجیا اور قفقاز میں خریدے ہوئے غلاموں کا گروہ دنیا کے سب سے زیادہ خوب صورت مقام کو اپنے مظالم کی آماج گاہ بنائے ہوئے ہے۔ لیکن خداوند عالم جس کے اختیار میں سب کچھ ہے۔ ان کی سلطنت کے ختم کرنے کا فیصلہ کرچکا ہے۔ اے اہلِ مصر! انھوں نے تم سے بیان کیا ہے۔ کہ میں تمھارے مذہب کو برباد کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔ ان کی باتوں کا یقین نہ کرو۔ انھیں یہ جواب دو۔ کہ میں تمھارے حقوق کو دوبارہ قائم کرنے اور غاصبوں کو سزا دینے کے لئے آیا ہوں۔ اور یہ کہ خدا۔ اس کے رسولؐ اور قرآن کی جتنی عزّت ملوک کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ میں کرتا ہوں۔ نہایت خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو ہمارا ساتھ دیں گے۔ ان کی خوش حالی اور مرتبے میں ترقی ہوگی۔ لیکن سخت افسوس ہے ان کی حالت پر جو ملوکوں کے ساتھ ہوکر ہم سے لڑیں گے۔ ہر شخص ملوکوں کی تباہی پر خدا کا شکر ادا کرے گا۔ اور پکارے گا۔ بزرگی اور عظمت ہے سلطان کے لئے۔ بزرگی اور عظمت ہے فرانسیسی فوج کے لئے جو سلطان کی حلیف ہے۔ ملوکوں پر لعنت اور اہلِ مصر کے لئے خوش قسمتی۔"

Marfat.com

کیا ہم نے پوپ کو برباد نہیں کر دیا۔ جو گوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا تھا۔

کیا ہم نے مبارزین مالٹا کو برباد نہیں کر دیا۔ کیونکہ وہ احمق یہ خیال کرتے تھے۔ کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا خدا کی مرضی کے مطابق ہے "۔

قاہرہ پر قبضہ سکندریہ میں ایک دستۂ فوج مقرر کر کے نپولین نے قاہرہ کی جانب پیش قدمی کی۔ لیکن اس کی فوج ریگستان میں دھوپ کی شدت اور پانی کے قحط سے پیاس کی تکلیف برداشت نہ کر سکی۔ اس صورت حالات کے باوجود نپولین صبر و ثبات کا پیکر بنا ہوا تھا۔ ایک دن کسی سپاہی نے مجبور ہو کر کہا۔ "کیا آپ اسی طرح ہمیں ہندوستان لے جائیں گے " نپولین نے معاً جواب دیا " نہیں۔ میں تو جیسے سپاہیوں کے ساتھ اس مہم پر روانہ نہ ہوں گا " اس پر سپاہی اور اس کے دوسرے ساتھیوں پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔

مملوکوں کے سرداروں اور مصر کے حقیقی فرماں رواؤں مراد بے اور ابراہیم بے نے آگے بڑھ کر فرانسیسی فوج کی مزاحمت کی۔ لیکن بے سود۔ نپولین قاہرہ کی حدود میں داخل ہوا۔ ۲۱۔ جولائی ۱۷۹۸ء کو فریقین میں گھمسان کا رن پڑا۔ مراد بے کی فوج بارہ ہزار جوانوں اور نپولین کا لشکر تیس ہزار مبارزین پر مشتمل تھا۔ مراد کو شکست ہوئی۔ اور نپولین نے قاہرہ پر قبضہ کر لیا۔

جنگ نیل اس اثنا میں انگریز امیر البحر نیلسن نے سکندریہ پہنچتے ہی فرانسیسی جہازوں پر یورش کر کے انھیں نیچا دکھایا۔ نپولین کو قاہرہ کی واپسی پر اپنی اس شکست کی اطلاع ملی۔ تو کہنے لگا:۔

" اب ضروری ہے۔ کہ یا تو ہم انھیں ملکوں میں رہ جائیں۔ یا قدما کی طرح بہادرانہ یہاں سے نکلیں۔ انگریز ہمیں مجبور کر رہے ہیں۔ کہ ہم اپنے ارادے سے عظیم تر کارنامے کر دکھائیں "۔

مصر میں جبری قیام جب نپولین نے دیکھا۔ کہ اب فرانس سے کسی طرح امداد نہیں پہنچ سکتی۔ اس لئے مصر میں قیام کرنا ناگزیر ہے

اس کے باکمال ہمراہیوں میں سے بعض نے زراعت شروع کردی۔ بعض نے انگور کے باغ لگائے۔ بعض نے آلات مہیا کرنے کے لئے کارخانے قائم کئے۔ زمین سے شورہ نکالا۔ اور اس کے کارخانوں میں بارود تیار کی۔

علمی خدمت

نپولین نے ایک کیمیائی تجربہ گاہ قائم کی۔ جہاں سائنس کے مشہور فرانسیسی علما تجربے کیا کرتے تھے۔ "ادارۂ مصریہ" کے نام سے ایک انجمن کا سنگ بنیاد رکھا۔ جس میں بہت سے علمی شعبے تھے۔ اس انجمن نے علمی تجربات کے علاوہ مصر کے آثارِ قدیمہ۔ وادئ نیل کی پیمائش اور ارضیاتی تحقیقات کے سلسلے میں بھی بڑا کام کیا۔

قاہرہ میں بغاوت کے شعلے

اگرچہ نپولین نے اہلِ مصر کے ساتھ بہت زیادہ تعلقات قائم کئے۔ ان کے رسم ورواج کو اپنانے کے علاوہ متعدد درس گاہیں قائم کیں۔ اور عقد وازدواج سے بھی مصریوں کے ساتھ رشتہ جوڑا۔ لیکن ان کے دل مٹھی میں نہ لے سکا۔ چنانچہ ۲۱۔ اکتوبر ۱۷۹۸ء کو قاہرہ میں بغاوت کے نہایت ہولناک شعلے بھڑک اٹھے۔ اور بہت سے فرانسیسی ہلاک ہوئے۔ نپولین نے ان سے خوفناک انتقام لیا۔ اس ضمن میں فرانسیسی مؤرخ ارنسٹ ہامیل رقم طراز ہے:۔

"یہ بغاوت ہولناک۔ وحشیانہ اور ظالمانہ طریق سے فرو کی گئی۔ دستے قائم کر کے فوج باغیوں پر ٹوٹ پڑی۔ اور انھیں بیچ بیچ ذبح کر کے رکھ دیا۔ بوناپارٹ نے حکم دے دیا تھا۔ کہ تمام مسلح باشندے جو سڑک پر پائے جائیں۔ قتل کر دئے جائیں۔ باغیوں نے جلد اظہارِ اطاعت کر دیا۔ اگرچہ ان کے پانچ ہزار سے زیادہ آدمی قتل ہو گئے۔ نپولین کی رحم دلی کی بہت کچھ تعریف کی گئی ہے۔ لیکن اس رحم دلی کی ایک مثال ہمارے سامنے ہے۔ ایک مقررہ مدت تک تیس قیدی روزانہ قتل کئے جارہے تھے۔ مقصد یہ تھا۔ کہ لوگوں کے دلوں میں دہشت بیٹھ جائے۔ ایک دن صبح کو فرانسیسی دستے خچروں کی ایک قطار جن پر بورے لدے ہوئے تھے۔ ہنکاتے ہوئے قاہرہ میں لائے۔

اس وقت وہاں لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ اور ہر شخص یہ معلوم کرنے کے لئے بیتاب تھا۔ کہ بوروں میں کیا ہے۔ سپاہیوں نے یک بارگی تمام بورے کھول ڈالے۔ بوروں کے اندر سے سیکڑوں سر نکلے۔ آخر ان بدنصیبوں کا جرم کیا تھا؟ صرف یہ کہ وہ اپنے وطن کو آزاد کرانا چاہتے تھے۔ جسے دشمن نے حملہ کر کے برباد کر ڈالا تھا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ ریگستان کے سیاہ باشندے یورپی تہذیب کے باب میں کوئی اچھی رائے قائم نہ کریں گے۔"

فرانس سے اعلانِ جنگ

بحری طاقت تسلی بخش نہ ہونے کے باعث دولت عثمانیہ کو جمہوریۂ فرانس سے ٹکرا جانے میں قدرے تامل تھا۔ لیکن مصر کی تسخیر سے ہندوستان کے حالات نازک و پُرخطر ہو جانے کا قوی امکان تھا۔ اس لئے انگلستان نے باب عالی سے اتحاد کی پینگیں بڑھائیں۔ روس نے بھی اپنے مفاد کی خاطر ایسا ہی کیا۔ چنانچہ دولت علیہ، انگلستان اور روس کے درمیان معاہدۂ اتحاد قرار پایا۔ اور سلطنت عثمانیہ نے جمہوریۂ فرانس کو جنگ کا الٹی میٹم دے دیا۔

شام پر نپولین کی یورش

سلیم نے یہ سکیم بنائی۔ کہ شامی لشکر مصر میں فرانسیسیوں پر یورش کرے۔ اور اسی وقت مصطفیٰ پاشا روڈس کی فوج کے ساتھ خلیج ابوقیر کی جانب سے چڑھائی کرے۔ لیکن نپولین نے مصر میں ان حملوں کا انتظار کئے بغیر جنوری ۱۷۹۹ء میں پچیس ہزار کی فوج کے ساتھ شام پر فوج کشی کر دی۔ اور العریش غزہ اور یافہ پر قبضہ کر لیا۔ یافہ کے ترکی دستے نے جو پانچ ہزار جوانوں پر مشتمل تھا۔ اس شرط پر اطاعت قبول کی تھی۔ کہ انھیں فوجی قیدی تصوّر کیا جائے گا۔ لیکن نپولین نے معاہدے کو پرزے پرزے کر کے پورے دستے کو تہ تیغ کرا دیا۔

اس کے بعد نپولین نے عکا کی جانب پیش قدمی کی۔ جس کی تسخیر سارے شام کی تسخیر کا پیش خیمہ تھی۔ لیکن دو مہینے تک محاصرہ جاری رکھنے کے باوجود اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کا ایک سبب یہ بھی تھا۔ کہ بحری جانب سے عکا کو برابر کمک پہنچ رہی تھی۔ اور انگریز امیر البحر سڈنی سمتھ نے نپولین کی بھیجی ہوئی بڑی بڑی توپیں چھین کر انھیں فرانسیسیوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا تھا۔ آخر نپولین نے محاصرے سے دست کش ہو کر مصر

Marfat.com

راہ لی۔ اور اس کی مشرقی سلطنت کا خواب ہمیشہ کے لئے پریشان ہو کر رہ گیا۔

مصر میں نپولین کی کامیابی

ادھر نپولین مصر پہنچا۔ اُدھر ترک مجاہدین نے ابوقیر کے فرانسیسی دستے کے دھوئیں بکھیر دئے۔ نپولین کو خبر ہوئی۔ تو وہ فوراً ابوقیر پہنچ گیا۔ فریقین میں گھمسان کا رن پڑا۔ ترکوں نے فرانسیسیوں کے چھکے چھڑا دئے۔ لیکن نشۂ فتح میں چور ہو کر وہ ادھر اُدھر بکھر گئے۔ اور حریف کے مجروح سپاہیوں کے سر کاٹنے لگے۔ نپولین نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنی تازہ دم فوج آگے بڑھا دی۔ ترکوں نے منتشر ہو چکنے کے باعث اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لا کر راہ فرار اختیار کی۔ ناچار ترکوں کے کمان دار مصطفیٰ پاشا نے سپر ڈال دی۔ اور نپولین نے مصر پر قبضہ کر لیا۔

مصر دوبارہ عثمانی قبضے میں

نپولین بعض ناگزیر حالات کے باعث انتظام کی باگ جرنیل کلیبر کے ہاتھ میں دے کر فرانس واپس چلا گیا۔ کلیبر نے پہلے تو صلح کا دامن تھاما۔ پھر اس بنا پر کہ برطانی امیر البحر لارڈ کائتھ نے فرانسیسی فوج سے قبول اطاعت کا مطالبہ کیا تھا۔ صلح نامے کی خلاف ورزی کر کے عثمانی لشکر پر یورش کر دی۔ اور ہلیوپولیس کی جنگ میں اسے نیچا دکھایا۔ لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ تہ تیغ ہو گیا۔ اس کا جانشین منو ویسا قابل نہ تھا۔ اس لئے ۱۸۰۱ء میں فرانسیسیوں نے جنگ کے دوران میں منہ کی کھائی۔ اور مصر دوبارہ عثمانیوں کے زیر نگیں ہو گیا۔

فرانس کے ساتھ مصالحت

مارچ ۱۸۰۲ء میں باب عالی اور فرانس کے درمیان صلح ہو گئی۔ جس کے رو سے نپولین نے مصر پر سلطنت عثمانیہ کی حکومت تسلیم کر لی۔ اور سلطان نے فرانس کے سابق حقوق و مراعات کی تجدید کی۔

ینی چری کی بغاوت

اب سلیم پھر اصلاحات کے کام میں مصروف ہو گیا۔ دو تین سال میں توپچیوں نے ترقی کر کے ینی چری کو بھی مات کر دیا اور ہر طرف "نظام جدید" کی برتری کے نقارے بجنے لگے۔ سلیم نے "نظام جدید" کے دو دستے اور قائم کر کے بہترین یورپی فوجوں کے نمونے پر انھیں تعلیم و تربیت دلائی۔ پاشاؤں

Marfat.com

نے بھی ان فوجی اصلاحات کی تائید کرکے اپنے صوبوں میں ان کا نفاذ کیا۔ سلیم نے دلیری سے کام لے کر ۱۸۰۵ء میں ایک فرمان جاری کیا۔ کہ آئندہ ینی چری اور دوسری فوجوں میں سے بہترین نوجوان چُن کر "نظامِ جدید" میں داخل کئے جائیں۔ اس پر ینی چری نے عَلَمِ بغاوت بلند کرکے سلطنت کے مختلف حصّوں میں شورش و بدنظمی کا طوفان برپا کر دیا۔ سلیم کو ناچار یہ فرمان منسوخ کر دینے کے علاوہ دوسری فوجی اصلاحات بھی سردست بند کردینی پڑیں۔

سلیم کے خلاف سازباز

فوجی اصلاحات کو ملتوی کر دینے سے ینی چری کی شورش کا فتنہ تو ہنگامی طور پر فرو ہوگیا تھا۔ لیکن اصلاحات کے خلاف جذبات بدستور مشتعل تھے۔ ۱۸۰۷ء کے آغاز میں شیخ الاسلام اسعد آفندی نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وہ سلیم کا ایک بے لوث خیر خواہ ہونے کے علاوہ اس کی تمام اصلاحات کا زبردست مؤید بھی تھا۔ اس کی موت سلیم کی معزولی کا باعث بنی۔ علماء کی اکثریت پہلے ہی اصلاحات کے خلاف تھی۔ لیکن سلیم کے عزل میں سب سے پیش پیش قائم مقام موسیٰ پاشا تھا جس نے دُور دُور تک سلیم کے خلاف گہری سازش کا پُرخطر جال بچھا دیا۔ "نظامِ جدید" کا ایک حصّہ اُن دِنوں قلعہ ہائے باسفورس کا تحفّظ کر رہا تھا۔ اس میں دو ہزار خام سپاہی بھی تھے۔ جنھیں "یمقی" کہا جاتا تھا۔ انھیں "نظامِ جدید" سے بتدریج متاثر ہونے کے لئے اس کے ساتھ رکھا گیا تھا۔ لیکن موسیٰ پاشا نے یہ بے پر کی اُڑا دی کہ سلطان انھیں جبراً نظامی دستوں میں مدغم کر دینا چاہتا ہے۔ یہ خبر ان کے خرمن سکون پر برق بے اماں بن کر گری۔ اُدھر اس نے سلیم سے "یمقیوں" کے نام ایک فرمان نافذ کرا دیا۔ کہ وہ نظامیوں جیسی وردی پہن لیں۔ یہ اطلاع پاتے ہی "یمقیوں" نے نہایت جوش وخروش سے عَلَمِ بغاوت بلند کر دیا۔ اور سلطانی قاصد محمد آفندی کو ٹھکانے لگا کر ینی چری کو ساتھ لئے ہوئے آت میدان میں جمع ہوئے۔

سلیم کی معزولی

سلیم اب تک موسیٰ پاشا کے سحرِ فریب میں مبتلا تھا۔ لہٰذا وہ ان حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے قطعاً تیار نہ تھا جب باغیوں کا سرغنہ قباقچی اوغلو آت میدان میں پہنچا۔ تو اس وقت بھی موسیٰ پاشا نے سلیم کو اس

دھوکے میں رکھنے کی سعی کی۔ اور اسے آتش بغاوت کے جلد ٹھنڈا ہو جانے کا یقین دلایا۔ چنانچہ اس نے قصر سلطانی کو محفوظ کرنے کے بجائے سرکشوں کو منانے کے لئے جدوجہد کی۔ لیکن اس باب میں اس کی تمام کوششیں نقش برآب ثابت ہوئیں۔ قبا قجی اوغلو نے اصلاحات کے مخصوص حامیوں کو جبراً آت میدان میں لا کر انھیں بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔ اور کشت وخون کا یہ سلسلہ دو دن تک جاری رہا۔

جب سلیم نے دیکھا کہ اب جلے کی بلا خود اس پر نازل ہونے والی ہے۔ تو اس نے فوراً ایک فرمان کے ذریعے سے تمام اصلاحات پر خط نسخ کھینچ دیا۔ لیکن اس کے عزل کا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔

مفتی اعظم نے جس کا دامن ابتدا ہی سے سازش کے داغوں سے ملوّث تھا۔ اپنے فتوے سے اس فیصلے پر قانون کی مہر بھی لگا دی۔

۲۹۔ مئی ۱۸۰۷ء کو ینی چری موسیٰ پاشا کے زیر قیادت ایوان سلطانی میں داخل ہوئے سلیم کسی قسم کی مزاحمت کے بغیر تخت چھوڑ کر محل کے اس حصے میں چلا گیا۔ جہاں شہزادہ مصطفیٰ اب تک نظر بند تھا۔ باغیوں نے مصطفیٰ کو اورنگ حکومت پر متمکن کیا۔

مصطفیٰ رابع

۱۸۰۷ء تا ۱۸۰۸ء

سلطان سلیم ثالث کے بعد مصطفیٰ رابع تیس سال کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔ لیکن اس کے پردے میں سلیم کو معزول کر کے اسے تخت نشین کرنے والے باغی فضائے حکومت پر چھائے ہوئے تھے۔ قلعہ ہائے باسفورس کی عنانِ انتظام قبا قجی اوغلو کے ہاتھ میں دی گئی۔ اور سلیم کی تمام اصلاحات پر خط استرداد کھینچ کر انھیں نسیاً منسیا کر دیا گیا۔ یہ سن کر ڈنیوب کے ساحلی علاقوں میں روس سے صف آرا ہونے والی عثمانی فوجوں نے اطمینان ومسرت کا سانس لیا۔ لیکن سرعسکر ابراہیم حلمی پاشا صدر اعظم نے

ناک بھوں چڑھائی۔ جس پر ینی چری نے اسے ٹھکانے لگا کر اس کی جگہ چلپی مصطفیٰ پاشا کو سالار فوج اور صدر اعظم مقرر کیا۔

اُن دنوں روسی فوجیں پرشا میں نپولین سے صف آرا تھیں۔ لیکن نپولین نے انھیں ناک چنے چبوا کر نیچا دکھایا۔

نپولین کی غدّاری

زار الگزینڈر نے نپولین سے صلح کی استدعا کی۔ لیکن اسے بروئے کار لانے سے پہلے ہی ہارڈن برگ وزیر اعظم پرشا نے فریقین کے سامنے یہ عجیب وغریب تجویز پیش کی۔ کہ مولڈیویا۔ ولاچیا۔ رومیلیا اور بلغاریہ کے صوبے روس کے حوالے کر دئے جائیں۔ یونان اور جزائر آئیونین فرانس کے زیر نگیں ہوں۔ سرویا اور بوسینیا آسٹریا کی تحویل میں دئے جائیں۔ پولینڈ کی زمام حکومت شاہ سیکسنی کے ہاتھ میں دے کر سیکسنی پر پرشا کا پرچم اقتدار لہرا دیا جائے۔ نپولین نے اس سکیم پر نظر تک ڈالنا گوارا نہ کیا۔

زار اور نپولین میں ایک خفیہ معاہدہ ہوا۔ جس میں قرار پایا۔ کہ اگر سلطنت عثمانیہ نپولین کے حسب منشا روس سے طرح مصالحت نہ ڈالے گی۔ تو فرانس اور روس مل کر ترکوں کو قسطنطنیہ اور رومیلیا کے سوا باقی یورپی علاقوں سے نکال دیں گے۔ اور ان علاقوں کو خود تقسیم کر لیں گے۔ یعنی البانیہ۔ بوسینیا۔ مقدونیہ اور یونان فرانس کے زیر نگیں ہوں گے۔ ولاچیا۔ مولڈیویا۔ بلغاریہ اور دریائے بارٹیز اتک کے تمام علاقے روس کے سپرد کر دئے جائیں گے۔ سرویہ آسٹریا کی تحویل میں دے دیا جائے گا۔

اس خفیہ معاہدے کا لفظ لفظ نپولین کی غدّاری کا راز طشت از بام کر رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نپولین محض ذاتی مقاصد کے پیش نظر اپنے حلیف باب عالی کو قلع قمع کر دینے پر کس حد تک تیار تھا۔ حالانکہ روس سے سلطنت عثمانیہ کی موجودہ جنگ میں زیادہ تر اسی کی مساعی کارفرما تھیں۔ بہر کیف اگست ۱۸۰۷ء میں اس کے ذریعے فریقین کے درمیان عارضی طور پر صلح قرار پا گئی۔

قسطنطنیہ کی حالت

اس اثنا میں قسطنطنیہ کے حالات زیادہ یاس انگیز صورت

اختیار کرتے جارہے تھے۔ سلطان کے پردے میں مفتی اعظم اور قائم مقام موسیٰ پاشا فرماں روائی کا پرچم لہرا رہے تھے۔ لیکن تھوڑے عرصے کے بعد ان میں باہم پھوٹ پڑ گئی۔ اور مفتی اعظم نے قباقجی اوغلو سے ساز باز کر کے موسیٰ پاشا کو معزول اور ملک بدر کرا دیا۔ اس کے منصب پر طاہر پاشا متعین ہوا۔ لیکن اس کی آزادہ روی اور خود مختاری نے اس کی راہ میں کانٹے بو دئے۔ اس لئے وہ بھی برخاست کر دیا گیا۔ اور روستچق کے حکمران اور سلطان سلیم کے وفادار نمک خوار مصطفیٰ پاشا بیرق دار کے پاس جا کر پناہ گزیں ہوا۔

بیرق دار نے اپنے زیر قیادت ایک جماعت قائم کی تھی جس کا مقصد سلیم کو دوبارہ تخت نشین کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے صدر اعظم چلپی مصطفیٰ پاشا اور دوسرے وزیروں کے پاس اپنا خاص آدمی بھیج کر انھیں بتایا۔ کہ مفتی اعظم اور قباقجی اوغلو محض ذاتی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے فوج کے بل بوتے پر حکومت کے سیاہ و سفید کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ صدر اعظم نے اپنے مفاد کی خاطر بیرق دار سے ساز باز کر کے قباقجی اوغلو کے قتل کا فرمان نافذ کر دیا۔ چنانچہ وہ ٹھکانے لگا دیا گیا۔

سلیم کا قتل

اس دوران میں بیرق دار ایک زبردست لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ کی حدود میں پہنچ چکا تھا۔ اس نے امرائے سلطنت کو طلب کر کے باغی فوج کے استیصال اور سلطنت میں امن قائم کرنے کا حلف لیا۔ پھر فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ سلطان مصطفیٰ نے اس خیال سے کہ یہ مظاہرہ مفتی اعظم اور یعقی فوج کے خلاف ہے۔ مفتی کو برخاست کر دیا۔ اور اس فوج کو توڑ دینے کا فرمان جاری کر دیا۔ لیکن جلد ہی اس پر بیرق دار کا حقیقی مقصد آئینہ ہو گیا۔ چنانچہ اسی وقت قصر سلطانی کا دروازہ بند کر لیا گیا۔ اور شاہی دستہ مدافعت کے لئے لیس ہو گیا۔ بیرق دار حملے کا حکم دے کر محل کے اندر داخل ہو گیا۔ لیکن اسی اثنا میں سلطان نے سلیم اور اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ محمود دونوں کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ بیرق دار ابھی سلیم کے مقام نظر بندی تک نہ پہنچ سکا تھا۔ کہ جلادوں نے

Marfat.com

سلیم کا خاتمہ کر دیا۔ بیرق دار اس کی نعش دیکھ کر زار زار رونے لگا۔ قیودان پاشا سعید علی نے اسے کہا۔ "یہ رونے کا وقت نہیں۔ انتقام لینے کا وقت ہے"۔ اس پر بیرق دار نے سلطان مصطفیٰ کے دیوان میں آکر اسے کھینچتے ہوئے تخت سے اتار دیا۔

مصطفیٰ کے حکم سے سلیم کا تو کام تمام کر دیا گیا تھا۔ لیکن محمود کے ایک وفادار غلام نے اسے کسی ایسی پوشیدہ جگہ چھپا دیا تھا۔ کہ جلاد زبردست تلاش کے باوجود اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہے۔ چنانچہ اس کی جان بچ گئی۔

مصطفیٰ کی معزولی

۲۸۔ جولائی ۱۸۰۸ء کو سلطان مصطفیٰ کی معزولی اور شہزادہ محمود کی سر پر آرائی کا اعلان کر دیا گیا۔ چند روز کے بعد مصطفیٰ کو تہ تیغ کرا دیا گیا۔

محمود ثانی

۱۸۰۸ء تا ۱۸۳۹ء

ینی چری کا حاکمانہ اقتدار

مصطفیٰ پاشا بیرق دار نے صدارت عظمیٰ کی باگ ہاتھ میں لیتے ہی اولاً ان غداروں کو کیفر کردار تک پہنچایا جن کے دامن عزل سلیم کے جرم سے آلودہ تھے۔ پھر وہ جدید یورپی نظام کے مطابق ایک نئی فوج تیار کرنے لگا۔ اور البانی اور بوسینی فوجوں کو رخصت کر کے صرف چار ہزار جوان رکھ چھوڑے۔ ینی چری نے موقع پاتے ہی انتقام لینے کی ٹھان لی۔ اور صدر اعظم کے محل پر چڑھائی کر کے اسے نذر آتش کر دیا۔ اسی دوران میں بیرق دار بھی جل کر خاک ہو گیا۔ اس کے بعد ینی چری اور نظام جدید کے درمیان نہایت ہولناک جنگ ہوئی۔ دونوں فوجوں کو اپنے اپنے خیر خواہوں کی طرف سے کمک پہنچ گئی۔ لیکن مقدم الذکر نے فتح پائی اور محمود سے تمام مطالبات منظور کرا لئے۔ تین چار سال تک حکومت کی زمام نظام ینی چری کے ہاتھ میں رہی۔

حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ زار اور نپولین میں ایک خفیہ معاہدہ ہوا۔ نپولین نے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر لینے سے متعلق ایک سکیم پیش کی۔ جسے کریسی نے "قومی رہزنی کی عظیم الشان سکیم" قرار دیا ہے۔ اور جس پر تبصرہ کرتے ہوئے لارڈ ایورسلے رقم طراز ہے:۔

"اس میں شک نہیں۔ کہ نپولین اپنے نئے حلیف ترکوں کو چھوڑ دینے اور ان کی سلطنت کے حصے بخرے کرنے کے لئے ان کے قدیم دشمنوں سے مل جانے پر راضی تھا۔ تاریخ میں غداری کی اس سے بڑی مثال نہیں مل سکتی۔"

سلطنت کا ضعف و اختلال

۱۸۱۲ء میں باب عالی اور روس کے درمیان ایک صلح نامے پر دستخط ہوئے۔ اس میں جو دفعہ سرویہ سے متعلق تھی۔ اس سے آگ بگولا ہو کر اس نے عَلَم بغاوت بلند کر دیا۔ علاوہ بریں سلطنت کے طول و عرض میں عام ضعف و اختلال کا اظہار ہو رہا تھا۔ پاشا آئے دن زیادہ خود سر ہوتے جاتے تھے۔ عرب میں وہابیوں نے زور پکڑ کر حرمین شریفین پر بھی دست تصرف دراز کر دیا تھا۔ مصر میں محمد علی پاشا خود مختاری کی فضا میں پرواز کر رہا تھا۔ مولڈیویا۔ ولاچیا اور یونان کے صوبے بھی سرکشی کے لئے پر تول رہے تھے۔ یہاں تک کہ وہی چری جو سلطنت عثمانیہ کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتے تھے۔ اور جنھوں نے پہلی تین صدیوں میں سلطنت کو ترقی و وسعت دے کر اس کی حدیں یورپ۔ ایشیا اور افریقہ کے وسیع خطوں تک پہنچا دی تھیں۔ اب اپنی ہی مملکت کے لئے ایک دوامی اور بھاری خطرہ بنے ہوئے تھے۔

کمزوری کے آثار زیادہ تر افریقی مقبوضات میں ظاہر ہو رہے تھے۔ جن میں اہم صوبہ مصر کا تھا۔ وہاں کا نظم و نسق مملوکوں کے ہاتھ میں تھا۔ باب عالی کی حکومت برائے نام تھی۔ ۱۸۰۵ء میں سلطان نے محمد علی کو پاشائے مصر بنا کر بھیجا۔ جس سے مصر کی تاریخ میں ایک جدید دور کا آغاز ہوا۔

محمد علی

محمد علی ایک معمولی زمیندار کا بیٹا تھا۔ اور بچپن ہی میں یتیم ہو جانے کے باعث ناخواندہ رہنے کے باوجود حیرت انگیز ذاتی قابلیت سے بتدریج ترقی کرتے

Marfat.com

ہوئے مصر کا فرماں روا بن گیا۔ اس کا قوی تریں اقتدار مملوکوں کی نگاہوں میں کانٹا بن کر کھٹکنے لگا۔ اور انھوں نے اس کی مخالفت پر کمر ہمت چست باندھ لی۔ محمد علی کمال تدبّر سے یہ بھید پا گیا۔ کہ جب تک مملوکوں کو نیست و نابود نہ کردیا جائے گا۔ مصر پر پورا پورا اقتدار قائم نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ وہ سیاسی حکمت عملی کو بروئے کار لایا۔ اور ۱۸۱۱ء میں ان کے تقریباً پانسو جلیل القدر سرداروں کو قاہرہ میں طلب کرکے کہا۔ "ہمیں باہم صلح کرکے وہابیوں کی بیخ کنی کے لئے حجاز کی جانب ایک زبردست فوج بھیجنی چاہیے" مملوک اس جھانسے میں آگئے۔ اور سب کے سب محمد علی کی اس دعوت میں شامل ہوئے کھانے سے فارغ ہوکر محمد علی نے قلعے کے دروازے بند کرا دئے۔ اور البانی سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے چشم زدن میں گولیوں کی بوچھار سے تمام مملوک سرداروں کو ڈھیر کردیا۔ صرف ایک سردار بچ نکلا۔ اس کے بعد ملک کے گوشے گوشے میں مملوکوں کے قتل عام کا بازار گرم ہوگیا۔ اور ان کی ساری آبادی تقریباً فنا ہو کر رہ گئی۔

حجاز کی مہم

محمد علی نے اپنے بیٹے طوسن پاشا کے زیر کمان وہابیوں کی سرکوبی کے لئے حجاز کی طرف فوجیں بھیجیں۔ طوسن پاشا نے وہابیوں کے چھکّے چھڑا کر مدینہ منوّرہ پر قبضہ کرلیا۔ لیکن مکّہ معظمہ اس سے سر نہ ہو سکا۔ اس لئے ۱۸۱۲ء میں محمد علی نے خود مکّہ معظمہ پہنچ کر اسے زیر نگیں کیا۔ اس سے وہابیوں کا ایوانِ قوت متزلزل ہو گیا۔

وہابی بغاوتوں کا استیصال

۱۸۱۴ء میں وہابیوں کے امیر سعود نے وفات پائی۔ اور اس کے فرزند و جانشین عبداللہ بن سعود نے طوسن پاشا سے صلح کی گفتگو کرکے اپنے صدر مقام داعیہ کو اس کے سپرد کرنا منظور کیا۔ لیکن اس دوران میں قاہرہ کی فوج نے محمد علی کے خلاف بغاوت کردی۔ طوسن پاشا مصر کی طرف لوٹ گیا۔

قیام امن کے بعد محمد علی نے اپنے فرزند اکبر ابراہیم پاشا کے زیر کمان نئے سرے وہابیوں کے خلاف فوج بھیجی۔ ۱۸۱۸ء میں ابراہیم پاشا نے داعیہ پہنچ کر اس کا محاصرہ

Marfat.com

عبداللہ بن سعود نے تنگ آکر صلح کر لی۔ ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ ابن سعود قسطنطنیہ جائے گا۔ چنانچہ وہاں پہنچنے کے بعد ۱۸۱۹ء میں قتل کر دیا گیا۔

محمد علی کی تعمیری سرگرمیاں

اس کے بعد محمد علی نے سنار اور نیوبیا کو زیر نگیں کیا۔ یورپ کے جدید فوجی نظام کے مطابق ایک لاکھ سپاہیوں کا لشکرِ جرّار مرتّب کیا۔ ایک عظیم الشان بحری بیڑا تیار کیا۔ گودی اور بندرگاہ تعمیر کرائی۔ توپ خانے اور سلاح خانے بنوائے۔ سکندریہ سے قاہرہ تک ایک نہر نکالی۔ اس نے عدل و انصاف سے کام لے کر رعایا کا دل مٹھی میں لیا۔ امن و امان قائم کیا۔ خوش حالی کو فروغ دیا۔ مصر میں قیامِ امن کے علاوہ ۱۸۲۵ء میں سلطان کے حسب فرمان یونان میں فوجیں روانہ کر کے وہاں کی ہولناک بغاوت کا بھی قلع قمع کر دیا۔

یونان کی بغاوت

یونان کی بغاوت متعدد اسباب پر مبنی تھی۔ بعض اسباب کی ذمہ داری تو خود باب عالی پر عائد ہوتی تھی۔ مثلاً ترکوں نے کسی ملک کی تسخیر کے وقت وہاں کے حاکم سے صرف خراج وصول کرنے پر قناعت کی۔ باشندوں کے مذہب۔ زبان اور رسم و رواج پر ذرا توجہ نہ کی۔ مفتوحین کی عصبیت ختم کر دینے کا کبھی خیال نہ کیا۔ تمام مفتوحہ اقوام کے ساتھ ان کا یہی سلوک تھا۔ اور اس باب میں یونانیوں کے ساتھ تو انھوں نے خصوصیت سے یہی طریق عمل اختیار کیا۔ جیسا کہ سرچارلس ایلیٹ لکھتے ہیں :۔

"جنوب مشرقی یورپ پر حکومت ترکوں کی تھی۔ لیکن اس (انیسویں) صدی تک اس کے مذہب۔ تعلیم۔ تجارت اور مالیات کا انتظام یونانیوں کے ہاتھ میں تھا۔"

بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ حکومت کا نظم و نسق بھی زیادہ تر یونانیوں ہی کے قبضۂ قدرت میں تھا۔ ترکوں نے یونان اور اس کے متعلقہ جزائر کو زیر نگیں کرنے کے بعد مقامی حکومت کی زمامِ انتظام گویا یونانیوں ہی کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ بحیرۂ ایڈریاٹک اور بحیرۂ ایجین کے یونانی جزیروں میں یونانیوں کی حکومت خود اختیاری بالخصوص نمایاں تھی۔ اس ضمن میں شیویل لکھتا ہے :۔

Marfat.com

"بحیرۂ ایجین کے جزیروں میں یہ حیرت انگیز حدود تک پہنچ گئی تھی۔ اس خطے میں ہر جزیرہ اکثر کسی تحریری سند شاہی کی بنا پر اپنے معاملات کا انتظام خود کرتا تھا۔ اور سال میں ایک مرتبہ کے سوا جب خراج کی معہودہ رقم وصول کرنے کے لئے عثمانی عہدہ دار آتا تھا۔ شاید ہی کبھی کوئی سرکاری افسر وہاں دکھائی دیتا ہو۔ پھر تھسلی اور اپیرس کے پہاڑی علاقوں میں گاؤں کے باشندے نہ صرف اپنے ہاں کے ملکی انتظامات کے مالک تھے۔ بلکہ انھیں ہتھیار رکھنے کا غیر معمولی حق بھی حاصل تھا۔ ان کے سلاح بند دستوں نے جو ارماٹولی کے نام سے مشہور تھے۔ مفصلات کو ڈاکوؤں سے پاک رکھنے کی خدمت اپنے ذمے لے رکھی تھی۔ یونانیوں میں حکومت خود اختیاری کی آخری مثال کے طور پر پیلو پونیسس کی حالت پر غور کیجئے، جو موجودہ زمانے میں موریا کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ محاصل کے جمع کرنے میں آسانی پیدا کرنے کے لئے موریا کے پاشا نے ان کی ذمہ داری دولت مند عیسائی زمینداروں کی ایک جماعت پر عائد کردی تھی۔ جنھیں پرائمیٹ کہتے تھے۔ اور یہ لوگ ضلعوں اور دیہات کے منتخب نمائندوں سے مدد لیتے تھے۔ یہ پرائمیٹ ترکوں کے گماشتہ ہونے کی حیثیت سے اگرچہ نادانستہ اور اکثر شاید دانستہ بھی اپنے غریب ہم مذہبوں پر مظالم کرتے رہتے تھے۔ پھر بھی وہ چونکہ حکومت اور رعایا کے درمیان اہل موریا کی ایک نمائندہ جماعت تھے۔ اس لئے موافق حالات میں ایک حقیقی مجلس شوریٰ کی حیثیت اختیار کر سکتے تھے۔"

رفتہ رفتہ یونانیوں نے اپنی بحری اور بری دونوں طاقتیں مضبوط کرلیں۔ اور سلطنت عثمانیہ کے ملکی امور میں بھی یہاں تک اقتدار حاصل کرلیا۔ کہ حکومت کے تمام شعبوں پر چھا گئے۔

عام یونانی رعایا

باب عالی کی عام یونانی رعایا کو یورپ کی دوسری قوموں کی نسبت بہتر مقام حاصل تھا۔ جارج فنلے رقم طراز ہے:۔

"اگرچہ حکومت عثمانیہ بعض پہلوؤں سے یورپ میں سب سے زیادہ مستبد حکومت تھی۔ پھر بھی دوسری حیثیتوں سے سب سے زیادہ متحمل اور روادار بھی تھی۔ یہ جسم

کو قید کرتی۔ لیکن دماغ کو آزاد چھوڑ دیتی تھی۔ اس کی عیسائی رعایا کے نیچے کے طبقے یورپ کے دوسرے حصّوں کے مساوی طبقوں کی نسبت ذہنی اعتبار سے بالعموم زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ یونانی نہ تو صنعت وحرفت کے کارخانوں کے غلام تھے۔ اور نہ زرعی غلام۔ ان کی مزدوری زیادہ آزاد بھی تھی اور زیادہ نفع بخش بھی۔ اور انھیں شہری حقوق اتنے ہی زیادہ حاصل تھے۔ جتنے خود فرانس میں اسی طبقے کے لوگوں کو انقلاب سے پہلے حاصل تھے۔

"اٹھارھویں صدی کے آخر کے قریب عثمانی تسلّط کا بار اس قدر ہلکا ہوگیا تھا۔ کہ یونانی ایک ترقی کرنے والی قوم بن گئے تھے۔ ان میں ایک بڑی تعداد چھوٹے چھوٹے کاشت کار زمینداروں کی تھی جنھیں اپنی حالت کے سدھارنے کے مواقع اکثر حاصل تھے۔ شہروں میں مزدوروں اور تاجروں کی جفاکش آبادی کو دولت مند تاجروں کی جماعت سے جنھیں اکثر غیر ملکی حکومتوں کی حمایت حاصل ہوتی۔ مدد ملتی رہتی تھی۔ ساحلی علاقوں میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ جس میں زیادہ تر یونانی اور تھوڑے سے البانی شامل تھے۔ یونانیوں کو بڑی حد تک شخصی آزادی کے مواقع میسر تھے۔ استحصال بالجبر کا بار ترک کسان اور تاجر پر اسی قدر تھا۔ جس قدر یونانی کسان اور تاجر پر۔ اور معاشرتی مدارج کی ترقی میں یونانیوں کی نسبت ترکوں کے لئے سیاسی رکاوٹیں عموماً زیادہ تھیں۔ صوبوں کے بہت کم ترک باشندوں کو انتظامِ حکومت میں کبھی اتنا دخل حاصل ہؤا۔ جتنا اہلِ فنار کو باقاعدہ اور مستقل طور پر حاصل تھا۔ دیہاتی علاقوں میں اسلامی آبادی کے مسلمان افسر شاذ ہی لوگوں کو بے انصافی سے بچانے کی اتنی قدرت رکھتے تھے۔ جتنی یونانی جماعتوں کو حاصل تھی۔ اور اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ انھیں یونانیوں سے کم حقوق اور مراعات حاصل تھیں۔

غرض ترکوں نے یونانیوں کو یہاں تک کھلا چھوڑ دیا۔ اور ان کا دامنِ تمنّا گوناگوں حقوق واختیارات سے اس قدر مالا مال کر دیا۔ کہ انھیں "رعایا" کے بجائے "معاون"

کہنے لگے۔ فرانسیسی مورخ دلاڑون کیئر تحریر کرتا ہے:۔

"انھوں (ترکوں) نے یونانیوں کا یہاں تک لحاظ رکھا تھا۔ کہ انھیں "رعایا" کے تحقیری نام کے بجائے "معاون" کا لقب دیا تھا۔"

تعلیم کے اعتبار سے بھی یونانی یورپ کی دوسری عیسائی قوموں کے مقابلے میں بڑھے ہوئے تھے۔ اور اسی تعلیم نے ان میں تحریک آزادی کو فروغ دیا۔ یونانی شاعر ریگاز کی قومی نظموں اور ادیب کوریز کے مقدمات نے سیاسی پروپیگنڈے کی آگ کو ہوا دے کر یونان پرستی کی تحریک کو زبردست تقویت پہنچائی۔ اس باب میں ایلیسن فلپس رقم طراز ہے:۔

"مراعات خصوصی سے پہلے بھی سلطان کی عیسائی رعایا اپنے مذہبی ارکان کے ادا کرنے۔ دولت فراہم کرنے اور جس طرح چاہے تعلیم حاصل کرنے میں بالکل آزاد تھی۔ عیسائی کلیسا نیز حکومت کے اونچے درجے تک ترقی کر سکتا تھا۔ ترجمان باب عالی یا کسی صوبے کا گورنر ہو سکتا تھا۔ عثمانی حکومت میں کسانوں کا درجہ اٹھارھویں صدی میں یورپ کے اکثر حصّوں سے بہتر تھا۔ زرعی غلامی جو سارے عیسائی یورپ میں تقریباً عالم گیر تھی۔ ترکی میں مفقود ہو چکی تھی۔ اور مملکتِ ترکی کے بہت سے حصّوں میں کاشت کاروں کو ایسی خوش حالی حاصل تھی۔ کہ اس سے بعض ان قوموں کے کسان جو زیادہ مہذب سمجھی جاتی تھیں۔ واقف بھی نہ تھے۔"

ان حالات کے پیش نظر بغاوت کے میدان میں یونانیوں کا خم ٹھونک کر اتر آنا سخت حیرت انگیز۔ افسوس ناک اور غدّاری کے مترادف ہے۔ علاوہ بریں سلطنت عثمانیہ کا روز افزوں ضعف و اختلال۔ اس کے داخلی امور میں یورپی حکومتوں کا عمل دخل۔ یونان اور روس کی سازباز۔ فرانس کا انقلاب۔ ان سب امور نے مل کر یونان کو برانگیختہ کرتے ہوئے کامل آزادی کے حصول پر آمادہ کیا۔ اور انگلستان۔ روس اور فرانس کی پشتی بانی سے یہ کریلا نیم چڑھا ہو گیا۔

سیاسی انجمن ہتیریا

یونانیوں نے دیکھا۔ کہ تحریر اور تقریر کے زبردست حربوں میں وہ طاقت ہے۔ جس سے حکومتیں زیر و زبر کی جا سکتی ہیں چنانچہ

Marfat.com

انھوں نے ادبی اور سیاسی انجمنیں قائم کیں۔ جن میں فائلیک ہیتریا خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس سیاسی انجمن کا واحد مقصد یونان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک انقلاب کی آگ مشتعل کرنا تھا۔ فنلے لکھتا ہے:۔

"اس کے ابتدائی ارکان دیوالیے تاجر اور سازشی قسمت آزما تھے۔ انجمن کا بنیادی مقصد یہ تھا۔ کہ عثمانیوں کا جوا کندھے سے اتارنے کے بعد مشرق میں نئے سرے سے یونانی سلطنت قائم کی جائے۔ اور اس کے لئے تمام یونانیوں کو فوجی حیثیت سے منظم کیا جائے" اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انجمن نے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے بعض منصوبے عجیب وغریب تھے۔ مثلاً دولت عثمانیہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے اوڈیسہ کے ارکان ہیتریا نے یہ تجویز کیا تھا۔ کہ قسطنطنیہ کو نذرِ آتش کر دیا جائے۔ سلاح خانے کو آگ لگا دی جائے۔ جنگی جہازوں کا بیڑا تباہ کر دیا جائے۔ سلطان اور اس کے وزراء تہ تیغ کر کے قسطنطنیہ کے تمام مسلمان بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالے جائیں۔"

فنلے یونانیوں کی اس سکیم پر رائے زنی کرتے ہوئے رقم طراز ہے:۔

"یہ تجارت پیشہ مفسدہ پرداز خیال کرتے تھے۔ کہ ایک سلاح خانے کو جلا کر اور ایک بادشاہ کو قتل کر کے وہ سلطنت کو تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اس امکان کی طرف سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کہ اس سے کروڑوں جنگ جو مسلمانوں کی آتش غضب بجا طور پر بھڑک اٹھتی۔ اور وہ خونیں انتقام کے جوش میں ترکی حکومت کو بچانے کے لئے قسطنطنیہ کی جانب دوڑ پڑتے۔ اور اگر یہ سازش کرنے والے عثمانی نظامِ حکومت کی تمام خرابیوں کے اصلی سرچشمے کو فنا کر چکے ہوتے۔ تو مسلمانوں نے ایک جدید اور زیادہ طاقت ور ترکی سلطنت کی بنیاد رکھ دی ہوتی۔"

ہیتریا نہایت تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کرنے لگی۔ کیونکہ یونانی سمجھ رہے تھے۔ کہ بس دولت عثمانیہ کوئی دن کی مہمان ہے۔ اور روس بہت جلد قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے یونان کی جنگ آزادی میں اس کی قوتِ بازو بن جائے گا۔ چنانچہ بقول ہیریٹ ۱۸۲۰ء میں ہیتریا کے ارکان کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی۔ اور یہ لوگ سلطنت عثمانیہ کے طول و

Marfat.com

عرض میں پھیل گئے۔

روس کی سرپرستی سے یونانیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے۔ فنلے کا بیان ہے:۔

" روس کی سازشیں جنھوں نے اہلِ یونان پر بہت سے مصائب ڈھائے ہیں۔ عملاً ۱۷۶۲ء میں شروع ہوگئی تھیں۔ چاندلر نے جو ۱۷۶۵ء میں یونان گیا تھا۔ لوگوں کو اکثر یہ گفتگو کرتے سنا۔ کہ انھیں روس کی مدد سے جلد حکومت عثمانیہ سے نجات ملنے والی ہے "۔

روس کی مدد کے ضمن میں فنلے رقم طراز ہے:۔

" بدقسمتی سے روس کے اثر نے یونانیوں کی توجہ مقامی اصلاحات سے ہٹا کر فتح کے منصوبوں کی طرف مبذول کر دی۔ حکومت روس یونانیوں کو ایسی حالت میں دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ کہ وہ دوسروں کی مدد کے بغیر خود اپنی کوششوں سے آزادی حاصل کر سکیں۔ سلطان کی غیر مطمئن رعایا کی حیثیت سے وہ کیتھرائن کی پالیسی کے کارآمد آلے تھے لیکن مقامی حقوق و مراعات کے حاصل ہونے کی صورت میں جن سے انھیں (اہل) کیوس کی طرح اپنی حالت کو بہتر بنانے کا موقع ملتا۔ وہ سلطان کی کارآمد رعایا بن جاتے۔ اور آخرکار سلطنت عثمانیہ کے جائز وارث قرار دیے جاتے "۔

دستور برأت

۱۸۲۰ء میں جب عثمانی فوجیں علی پاشا والیٔ یانینا سے رزم آرا ہوئیں۔ تو یونانیوں کی روش میں اچانک ایک تغیر رونما ہوگیا۔ اور روسی کارندے بھی تیز ہو گئے۔ فنلے کہتا ہے:۔

" عیسائیوں نے جو طریقہ اختیار کیا۔ وہ بسا اوقات باغیانہ تھا۔ روسی کارندے ان کی امداد کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے "۔

یونانیوں کا یہ بدلا ہوا وتیرہ اس دستور برأت کا نتیجہ تھا۔ جو تھوڑے عرصے میں دولت عثمانیہ میں جاری ہوگیا تھا۔ اس کے رو سے سلطان کی رعایا اس کی کسی دوسری دوست حکومت کی رعایا بن سکتی تھی۔ اور کثیر التعداد یونانی اس دستور سے فائدہ اٹھا کر مغربی حکومتوں کی رعایا بن گئے تھے۔

مولڈیویا میں بغاوت کے شعلے

سلطنت عثمانیہ اور علی پاشا کی باہمی آویزش

کے انگارے یونان کی انقلابی جماعت پر پھول بن کر برسنے لگے۔ چنانچہ ۱۸۲۱ء میں یونانی امیر ہپسیلانٹی نے مولڈیویا پہنچ کر بغاوت کے شعلے بھڑکا دیئے۔ اور تمام یونانیوں کو باب عالی کے خلاف جنگ آزما ہونے کی دعوت دی۔ ہپسیلانٹی ہیتریا کا سردار اور روسی فوج کا مشہور افسر ہونے کے علاوہ زار الگزینڈر کے وزیر خارجہ کاؤنٹ کاپوڈ اسٹریا کا ایڈی کانگ بھی تھا۔ اس لئے کہا جاتا تھا۔ کہ ہپسیلانٹی روس کے کھونٹے کے بل کود رہا ہے۔ جیسا کہ اُس کے اس اعلان سے ظاہر ہوتا تھا۔ جو خود اس نے اہلِ مولڈیویا کے نام دعوت نامۂ بغاوت میں بدیں الفاظ کیا تھا۔ کہ "یہ تحریک" ایک بڑی طاقت" کی تائید اور حمایت سے شروع کی گئی ہے"۔ لیکن مولڈیویا کے رہنے والے یونانیوں کو ان کے انتہائی ظلم وستم کے باعث سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس لئے انھوں نے باغیوں کو ذرا مُنہ نہ لگایا۔ ایلیسن فلپس رقم طراز ہے:۔

"رومانی کسانوں کو فناری یونانیوں کی جماعت رہائی دلانے والوں کے لباس میں محض مضحکہ خیز اور دامِ فریب معلوم ہوئی۔ اس وقت تک وہ یونانیوں کو صرف اپنے ہوسپودار (حکم ران) اور اس کے ماتحت افسروں کے ذریعے سے جانتے تھے۔ جو ظلم و تشدّد کے ساتھ ان سے محصول وصول کرتے تھے۔ اور جن کی حکومت میں ان کی حالت اُن کسانوں سے زیادہ دردناک تھی۔ جو براہ راست سلطان کے زیرِ حکومت تھے۔ روس کے نام سے بھی ان کے دلوں میں شکرئیے کا جذبہ پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ ۱۸۰۶ء سے ۱۸۱۲ء تک جب مولڈیویا اور ولاچیا کی ریاستیں روس کے قبضے میں رہیں۔ وہاں کے باشندے حملہ آوروں کے استحصال بالجبر سے مصیبت کی آخری حد تک پہنچ گئے تھے۔ اور اپنے مکانوں اور کھیتوں کو زار کی ظالمانہ پالیسی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوتا ہوا دیکھ چکے تھے۔"

باغیوں نے اپنی خوں ریز سرگرمیوں کا آغاز یوں کیا۔ کہ گلاٹز۔ یاسی اور دوسرے مقامات میں ترکوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ یہ ہولناک خبر جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی۔ اور مسلمان مدافعت کے لئے لیس ہو گئے۔ فنلے رقم طراز ہے:۔

Marfat.com

"یہ صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نازک موقع پر عثمانی تسلط کو سب سے زیادہ موثر مدد یونانیوں کی سفاکی سے پہنچی۔ نہ کہ سلطان محمود کی سرگرمی سے۔ اہل ہتیریا کے مظالم نے ابتدا ہی سے انقلاب کے جنگ استیصال ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے خون آشام مسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کا یہ فیصلہ قبول کر لیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس چیز نے ان کے مقصد کو انصاف اور خدا کے منشا کے مطابق بنا دیا۔ انھوں نے بھائیوں کے خون کا انتقام لینے اور قوم و مذہب کو خونخوار حملہ آوروں سے بچانے کے لئے ہتھیار سنبھال لئے"۔

قسطنطنیہ میں ان خوں چکاں واقعات کی خبر پہنچی۔ تو مسلمانوں پر اچانک یہ راز طشت از بام ہوا۔ کہ عیسائیوں نے ان کے خلاف ہولناک سازش کر رکھی ہے۔ چنانچہ ان کے جوش انتقام کی آگ پورے زور سے بھڑک اٹھی۔ اور انھوں نے قسطنطنیہ۔ سمرنا۔ اور دوسرے شہروں میں بہت سے یونانیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ہتیریا کے خلاف اظہار نفرت

ہپسیلانٹی کی تحریک اپنی کھودی ہوئی قبر میں آپ ہی دفن ہو گئی۔ کیونکہ بطریق قسطنطنیہ نے ہتیریا کے خلاف کفر کا فتویٰ دے دیا۔ روس نے ہتیریا سے قطعی بے تعلقی کا اعلان کیا۔ اور زار الگزینڈر نے ہپسیلانٹی کے طریق عمل پر سخت نفرین کرنے کے بعد اسے روس کی ملازمت سے بھی موقوف کر دیا۔ لیکن وہ کتے کی دم کی طرح ٹیڑھے کا ٹیڑھا ہی رہا۔

بغاوت مولڈیویا کا خاتمہ

روس کا اعلان مولڈیویا کی باغی جماعت کے لئے پیغام اجل ثابت ہوا۔ اور ۱۸۲۱ء میں ترکوں نے دراگستان میں ہپسیلانٹی کی جماعت کو نیچا دکھا کر بغاوت مولڈیویا کا استیصال کر دیا۔ ہپسیلانٹی نے راہ فرار اختیار کی۔ لیکن گرفتار ہو کر ۱۸۲۷ء تک اسیر زندان رہا۔ اور اگلے سال مر گیا۔

موریا میں ترکوں کا قتل عام

موریا میں پہلے ہی بغاوت کی خونیں آندھیاں چل چکی تھیں۔ چنانچہ وہاں کے یونانیوں نے اس انقلابی گیت کے اس مفہوم کے مطابق کہ "ترک اب زندہ نہ رہنے پائیں گے۔ نہ مو

ہیں۔ نہ دنیا کے کسی حصے میں۔" مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اور پچیس ہزار ترکوں نے جام شہادت نوش کیا۔

ترکوں کا جوشِ انتقام

باب عالی نے اس کے جواب میں انتقامی کارروائی کرتے ہوئے چند ممتاز یونانی حکام اور یونانی کلیسا کے بطریق اعظم گریگوریوس کو پھانسی دے دی۔ پھر قسطنطنیہ میں عام مسلمانوں نے سیکڑوں یونانیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس کے بعد سمرنا اور گرد و نواح کے دیہات میں ترکوں نے بہت دنوں تک یونانیوں کے قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔

یونانیوں کی درندگی

بغاوت کے خونی میدان میں یونانی درندوں نے ایسی ہولناک وحشت و بربریت کا ثبوت دیا تھا۔ کہ خود عیسائی مورخوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا۔ قسطنطنیہ میں یونانیوں کے خلاف شورش کے دوران میں سابق شیخ الاسلام نے ایک فرمان کے ذریعے سے مسلمانوں کو یونانیوں پر ہاتھ اٹھانے سے روکا تھا۔ اس کا صلہ یونانیوں نے یہ دیا۔ کہ جب موصوف حج کو روانہ ہوئے۔ تو انھوں نے ان کا جہاز گرفتار کر لیا۔ اور شیخ الاسلام کی آنکھوں کے سامنے ان کی بیٹیوں اور افراد خاندان کو قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا۔ پھر دوسرے ترکوں کو تہ تیغ کیا۔ آخر میں خود شیخ الاسلام کو وحشیانہ اور زہرہ گداز اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا۔ فنلے بیان کرتا ہے:-

"معذور و مجبور بوڑھے مرد۔ اونچے طبقے کی عورتیں۔ خوب صورت لونڈی غلام اور کم سن بچے عرشہ جہاز پر بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالے گئے۔ اس ظالمانہ کارروائی کو ہلکا کرنے کی کوشش بعد میں یہ کہہ کر کی گئی۔ کہ یہ ایک انتقامی فعل تھا۔ یہ بیان غلط ہے۔ جو لوگ ان مظالم کے مرتکب ہوئے۔ انھوں نے شیخ الاسلام کے قتل سے پہلے اپنے بطریق کی پھانسی کا حال نہ سنا تھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ شروع ہی سے سمندر اور خشکی میں دونوں جگہ لڑائی کا مقصد ترکوں کو نیست و نابود کر دینا تھا۔"

Marfat.com

بغاوت کے دوران میں یونانیوں کے دوش بدوش ترکوں سے جنگ کرنے والا یونانیوں کا زبردست حامی انگریز جرنیل کارڈن اپنی کتاب "انقلاب یونان" میں رقم طراز ہے:۔

"یونانیوں نے جو بھی قومی یا شخصی مظالم کئے ہوں۔ ان کے انتقام کی درندگی کو حق بجانب ثابت کرنا غیر ممکن ہے۔"

نوارینو کے محاصرے میں یونانی باغیوں نے اس شرط پر محصور ترکوں سے ہتھیار رکھوالے تھے۔ کہ قلعے کا سارا سامان۔ زروجواہر اور سونے چاندی کے برتن یونانیوں کے سپرد کر دئیے جائیں گے۔ اور ترکوں کو بہ حفاظت مصر یا تونس بھیج دیا جائے گا۔ لیکن یونانیوں نے سارے سامان پر قبضہ کر لینے کے بعد معاہدے کو پارہ پارہ کرتے ہوئے ترکوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اور آن کی آن میں تمام مردوں۔ عورتوں اور بچوں کا خاتمہ کر دیا۔ یونانی پادری فرانٹزس چشم دید حالات کی بنا پر لکھتا ہے:۔

"عورتیں بندوق کی گولیوں اور تیغوں کے وار سے مجروح ہو کر سمندر کی جانب بھاگتی تھیں۔ اور انھیں قصداً گولیوں سے مارا جاتا تھا۔ مائیں شیر خوار بچوں کو سینوں سے لگائے ہوئے اپنی برہنگی کو چھپانے کی غرض سے (ان کے کپڑے بھی چھین لیے گئے تھے) سمندر میں کود پڑتی تھیں۔ لیکن جب وہ پانی میں چھپنے کی کوشش کرتیں۔ تو یہ سنگدل رائفل والے انھیں گولیوں کا نشانہ بناتے۔ شیر خوار بچوں کو ماؤں کے سینوں سے چھین کر چٹانوں سے ٹکراتے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ تین چار سال کے بچے زندہ سمندر میں پھینک دیے جاتے تھے۔"

موریا کے پایہ تخت ٹریپولٹزا کے محاصرے میں بھی قلتِ آب کے باعث ترکوں کو سپر ڈالنی پڑی تھی۔ وہاں کے یونانی توپ خانے کا فرانسیسی افسر کرنیل ربیاد یونانیوں کے مظالم سے متعلق چشم دید حالات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

"عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے پہلے عموماً شدید جسمانی اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ اڑتالیس گھنٹے کے بعد یونانیوں نے قتل عام سے بچے ہوئے مرد۔ عورت۔ بوڑھے۔ بچے خصوصاً عورتوں اور بچوں کو جمع کیا۔ اور پہاڑ کی ایک گھاٹی میں لے جا کر ایک ایک کو قتل کر ڈالا۔"

دو سال کے بعد فنلے اس مقام سے گزرا۔ وہ لکھتا ہے:۔

"میں نے غیر مدفون ہڈیوں کے ڈھیر دیکھے۔ جو سردیوں کی بارش اور گرمیوں کی دھوپ سے سفید ہو گئی تھیں۔ بہت سی ہڈیوں کے ناپ سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ بچوں کی ہڈیاں ہیں"۔

ایلیسن فلپس یونانیوں کی غداریوں اور سفاکیوں پر رائے زنی کرتے ہوئے رقم طراز ہے:۔

"حقیقت یہ ہے۔ کہ ہر جگہ اس بغاوت کی امتیازی صفت غداری اور غیر محدود سفاکی تھی۔ ایک وحشی قوم کی زیادتیوں کا لحاظ کرنا جس کے صدیوں کے دبے ہوئے شدید بغض و عناد کو بالآخر نکلنے کا موقع ملا تھا۔ شاید روا ہو سکتا ہے۔ لیکن کوئی شے اس بے دردانہ غداری کا عذر برارت نہیں ہو سکتی۔ جو تقریباً ہر موقع پر قتل وخون سے پہلے برتی جاتی تھی۔ اور چونکہ یورپ نے ترکوں کے ظالمانہ انتقامات پر بڑی لعنت ملامت کی ہے۔ لہٰذا تاریخ کے اصول انصاف کے رو سے ہمارے لئے ان جرائم کا چھپانا جائز نہیں۔ جو انتقامات کے محرک ہوئے"۔

یونانی باغیوں سے یورپ کی ہمدردی

یورپ نے یونانی باغیوں سے زبردست ہمدردی کا اظہار کیا لیکن انصاف پسند اور بالغ نظر حضرات پر یونانیوں کے مقصد جنگ کی قلعی کھل گئی چنانچہ ۱۸۲۴ء میں جب انگلستان کا مشہور شاعر لارڈ بائرن یونان پہنچ کر باغیوں کی فوج میں شامل ہوا۔ تو یہ حقیقت اس پر آشکارا ہو گئی۔ کہ یونانی سردار سازش اور خود غرضی کا شکار ہیں۔ اسی طرح ایک فرانسیسی جماعت نے بچشم خود حالات کا مشاہدہ کیا۔ اور یونانی درندوں کی جہالت و وحشت سے بیحد اثر پذیر ہو کر فرانسیسی امیر البحر سے استدعا کی۔ کہ اسے فرانس واپس بھیج دیا جائے۔ اس استدعا کے ایک حصے کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"ہماری روانگی فرانس سے قبل لوگ یونانیوں کی شجاعت کی تعریف کرتے تھے۔ کہ بہادری اور عظمت میں اپنے اسلاف سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن ہم نے یہاں ایسے لوگوں کو پایا۔ جو حُبِ مال میں جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور بہت سے ایسے ہیں۔ جو جہالت اور وحشت کی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں"۔

کمان دار بو جول بغاوت یونان کے سلسلے میں ۲۲۔ دسمبر ۱۸۲۶ء کو رقم طراز ہے :۔

" میں مشرق میں آیا ہوں۔ میں یونانیوں کا بہت بڑا مددگار تھا۔ اور تجربے سے پہلے ان کے متعلق میرے حسن ظن میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا تھا۔ لیکن تجربے سے معلوم ہوا۔ کہ وہ وطنیت۔ شجاعت اور اتحاد سے بالکل خالی ہیں۔ ان کے ہر رئیس کی خواہش یہ ہے۔ کہ دولت مند ہو جائے۔ طوائف الملوکی بلاد یونان میں انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ اور بیشتر حکام جو ذلیل تریں لوگوں میں سے ہیں۔ مسلح بحری ڈاکوؤں کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ اگر دول عظمٰی مداخلت نہ کرتیں۔ تو یونانی اس سال سپر ڈال دیتے۔ یورپی اقوام کے ممنون کرم ہو کر بھی یونانی ڈاکو خود انھیں قوموں کی تجارت پر حملے کرتے تھے"۔

برطانیہ کی طرف سے مخالفت

باوجودیکہ انگلستان باب عالی کا دوست تھا۔ لیکن اس نے بھی یونانی باغیوں کی پیٹھ ٹھونکی۔ جس سے دونوں حکومتوں میں اَن بن ہو گئی۔ اس ضمن میں رئیس آفندی عثمانی وزیر خارجہ نے برطانی سفیر لارڈ سٹینگفورڈ سے احتجاجاً کہا :۔

" یہ بات خلاف عقل ہے۔ کہ کوئی حکومت خواہ وہ کسی شکل کی ہو۔ اتنی طاقت نہیں رکھتی۔ کہ اپنی رعایا کو اپنی من مانی لڑائیوں سے باز رکھ سکے۔ یا غیر حکومتوں سے جو معاہدے ہو چکے ہیں۔ ان کے توڑنے پر انھیں سزا دے سکے۔ اگر ایسا ہی ہے۔ تو پھر یورپ کا امن جسے قائم رکھنے کے لئے حکومت برطانیہ اس قدر فکرمندی ظاہر کر رہی ہے۔ غیر سرکاری افراد کی خواہشات پر منحصر ہو کر رہ جائے گا۔ کیونکہ اس وقت ایک مملکت دوسری مملکت سے یہ کہہ سکے گی۔ کہ میں آپ کی مخلص اور وفادار دوست ہوں۔ لیکن میری استدعا ہے۔ کہ آپ بس اسی سے مطمئن رہیں۔ اور ناراض نہ ہوں۔ اگر میری رعایا میں سے کچھ لوگ آپ کی رعایا پر چڑھ دوڑیں۔ اور ان کے گلے کاٹ ڈالیں"۔

فنلے رقم طراز ہے :۔

" اس بے لاگ اور منصفانہ احتجاج میں بالآخر قطعی طور پر یہ مطالبہ کیا گیا تھا۔ کہ برطانی رعایا کو ترکی کے خلاف جنگ کرنے اور اسلحہ۔ روپیہ اور گولہ بارود کے ساتھ یونانیوں

Marfat.com

کی مدد کرنے سے روکا جائے۔"

لیکن بعد کے حالات زبان حال سے شہادت دے رہے ہیں۔ کہ تھوڑے عرصے کے بعد حکومت برطانیہ نے اس ہلکے سے پردے کو بھی اُلٹ دیا۔ اور ہانکے پکارے یونانیوں کی حمایت کے دوران میں اتر آئی۔

محمد علی کی امداد جب بغاوت کا زور کسی طرح ٹوٹ ہی نہ سکا۔ تو ۱۸۲۴ء میں سلطان نے محمد علی پاشا والی مصر سے استمداد کی۔ اور موخرالذکر نے اس وعدے پر امداد دینا منظور کیا۔ کہ دمشق اور کریٹ کے علاقے مصر کے ساتھ شامل کر دئے جائیں۔ چنانچہ محمد علی کے بیٹے ابراہیم پاشا نے ایک لشکر جرّار کے ساتھ نوارینو کا محاصرہ کر لیا۔ اور ۲۶۔ مئی ۱۸۲۵ء کو اسے فتح کر لیا۔

موریا کی فتح اس کے بعد ابراہیم پاشا نے موریا کو مسخّر کر کے اس کے سارے علاقے پر عثمانی تسلّط قائم کر دیا۔

ینی چری کا خاتمہ محمود مدّت سے ینی چری جیسی مار آستین فوج کے استیصال کی تیاریاں کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے توپچیوں کی فوج میں نمایاں اضافہ کر لیا۔ اور عثمانی فوجوں کی جدید تنظیم کے سلسلے میں وزراء و علما کی ایک مجلس کے دستخطوں سے اس مضمون کا ایک فتویٰ شائع کیا گیا۔ کہ ینی چری کے ہر دستے سے سپاہیوں کی ایک مقررہ فوج جدید فوجی قواعد سیکھنے کے لئے بھیجی جائے۔ اس فتوے سے ینی چری میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک غم و غصّہ کی لہر دوڑ گئی۔ اور ۱۸۲۶ء میں انھوں نے عَلَم بغاوت بلند کر کے خاص خاص وزیروں کے قتل کا مطالبہ کرتے ہوئے قصر سلطانی کا رُخ کیا۔ محمود نے مقابلے کا پورا پورا انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ توپچیوں کی فوج کے کمانڈر ابراہیم نے ینی چری کے دھوئیں اُڑا دئے۔ اور اس کا ایک ایک سپاہی مارا گیا۔ پھر سلطنت کے طول و عرض سے اس فوج کے ہزاروں سپاہی چُن چُن کر موت کے گھاٹ اتار دئے گئے۔ اور ینی چری کو بالکل ختم کر کے اس کا نام بھی سرکاری دفتروں سے محو کر دیا گیا۔

Marfat.com

مخالفتیں۔ لڑائیاں اور معاہدے

اس کے بعد محمود نے یورپی نظام کے مطابق اپنی جدید فوج کی تعداد بڑھا کر پینتالیس ہزار کرلی۔ اس میں توپچیوں کی فوج شامل نہ تھی۔ وہ اس جدید فوج کو ڈھائی لاکھ تک پہنچانا چاہتا تھا۔ لیکن دول عظمیٰ اس کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئیں۔ اور انھوں نے محمود کی گوناگوں اصلاحات کا جواب پوری طرح شرمندۂ تعبیر نہ ہونے دیا۔ محمود کا معاصر اور مسلّم الثبوت مورخ مولٹکی لکھتا ہے:۔

"اگر ینی چری کے استیصال کے بعد ترکی کو امن و سکون کے دس سال میسر آجاتے۔ تو سلطان محمود کی فوجی اصلاحات اس مدت میں کچھ قوت حاصل کرلیتیں۔ اور ایک قابل اعتماد فوج کی مدد سے سلطان اپنے ملک کے نظم ونسق میں ضروری اصلاحات جاری کرلیتا۔ سلطنت عثمانیہ کی مردہ شاخوں میں نئی روح پھونک دیتا۔ اور اپنے پڑوسیوں کے لئے خوفناک بن جاتا۔ لیکن روس نے ان میں سے ایک بات بھی نہ ہونے دی۔ اور سلطان کی فوجی اصلاحات کو شروع ہی میں ختم کردیا۔"

اگست ۱۸۲۶ء میں روس نے پرزور مطالبہ کیا۔ کہ ایشیا کے بعض قلعے جو اس کے دعوے کے مطابق صلح نامۂ بخارسٹ میں اسے دئے جاچکے تھے۔ فوراً دے دئے جائیں۔ مولڈیویا اور ولاچیا کے باشندوں کو قبل بغاوت کے تمام حقوق سے بہرہ اندوز کیا جائے۔ اور سرویہ والوں کے سیاسی حقوق بے تاخیر منظور کرلئے جائیں۔ ترک ان مطالبات پر جوش غضب کے پیکر بن گئے۔ لیکن محمود نے اپنی حالت کا بخوبی جائزہ لینے کے بعد مجبوراً سر تسلیم خم کرتے ہوئے ۷۔ اکتوبر ۱۸۲۶ء کو معاہدۂ آق کرمان پر دستخط کردئے۔

یورپ کی عیسائی طاقتوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر دولت عثمانیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ ۶۔ جولائی ۱۸۲۷ء کو لندن میں انگلستان۔ فرانس اور روس کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ جس کا مقصد ترکوں اور یونانیوں میں مصالحت کرانا ظاہر کیا گیا۔ اور صلح کی بنیادی شرط یہ تجویز کی۔ کہ یونان کو عملاً قطعی طور پر آزاد کردیا جائے۔ اور سلطان کو سالانہ خراج کی ایک مقررہ رقم ملتی رہے۔ نیز جنگ فوراً روک دی جائے۔

محمود نے اس مطالبۂ صلح کو نامنظور کرتے ہوئے جواب دیا۔ کہ کوئی حکومت باب عالی کے داخلی امور میں مداخلت کرنے کی مجاز نہیں۔

موریا میں ابراہیم پاشا کی عظیم الشان کامیابی دول ثلاثہ کے لئے خار پہلو ثابت ہوئی۔ اس لئے انھوں نے یونان کی امداد میں اپنے جنگی بیڑے روانہ کرکے امیر البحروں کی وساطت سے ابراہیم پاشا سے مطالبہ کیا۔ کہ اب وہ باغیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے۔ اور فوج وغیرہ لے کر لوٹ جائے۔ ابراہیم پاشا نے انکار کیا۔ تو ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۲۷ء کو اتحادی بیڑوں کے کمان دار انگریز امیر البحر کوڈرنگٹن نے ابراہیم پاشا کی جو موریا کے اندرونی علاقوں میں باغیوں کی سرکوبی کے لئے گیا ہوا تھا۔ غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک ترکی مصری جہازوں پر جو خلیج نوارنیو میں لنگر انداز تھے۔ یورش کردی۔ سبب یہ بیان کیا گیا۔ کہ عثمانیوں کی ایک گولی سے ایک انگریز مرگیا۔ اس ایک عیسائی کی ہلاکت کا بدلہ لینے کے لئے تقریباً پورا عثمانی بیڑا تباہ کردیا گیا۔

سلطنت عثمانیہ اور روس کے تعلقات مدت سے کشیدہ چلے آرہے تھے۔ اور کوئی ایک معاملہ کسی وقت بھی نکولس جیسے زار کے لئے جنگ کی وجہ بن سکتا تھا۔ اس لئے محمود نے نکولس کے یقینی حملے کا انتظار کئے بغیر ۲۰۔ دسمبر ۱۸۲۷ء کو خود ہی جنگ کا اعلان کردیا۔ لڑائی نے طول کھینچا۔ آخر ۱۴۔ اپریل ۱۸۲۹ء کو فریقین میں صلح ہوگئی۔

محمد علی پاشا نے مطالبہ کیا۔ کہ بغاوت یونان کے استیصال کے صلے میں حسب معاہدہ شام۔ دمشق اور کریٹ اس کے حوالے کردئے جائیں۔ محمود نے صرف کریٹ کی حوالگی منظور کی۔ تو محمد علی نے علم بغاوت بلند کردیا۔ محمود نے اس کا پورا مطالبہ منظور کرنے کے علاوہ بیت المقدس۔ طرابلس۔ حلب اور اطنہ کے علاقے بھی اس کے حوالے کردئے۔

چند سال کے بعد ۱۸۳۹ء میں محمد علی سے پھر جنگ شروع ہوگئی۔ کیونکہ وہ شام اور فلسطین میں عجیب وغریب منصوبوں سے کام لے رہا تھا۔ اور عطا کردہ ولایتوں میں کامل خود مختاری اور مطلق العنانی کا طالب تھا۔ محمود نے زبردست فوج بھیجی۔ لیکن افسروں کی غداری کے باعث اسے شکست ہوئی۔

Marfat.com

محمود کا انتقال یکم جولائی ۱۸۳۹ء کو محمود نے سفر آخرت اختیار کیا۔

محمود کی رواداری محمود ہمیشہ رعایا کی فلاح وبہبود میں کوشاں رہتا تھا خصوصاً عیسائیوں کے آرام و آسائش کا ہر وقت خیال رکھتا تھا۔ ڈون کیرز رقمطراز ہے

"اس نے سطالبات کا خیر مقدم کیا۔ شکایات کو سنا۔ حق تلفی کی داد رسی کی۔ تمام شکووں کو دُور کیا۔ اور اپنے اس منشاء کو بخوبی ظاہر کر دیا۔ کہ اس کی ساری رعایا میں قوم وملت کا امتیاز روا رکھے بغیر انصاف کی حکم رانی رہے گی۔"

سلطان عبدالمجید خاں

۱۸۳۹ء تا ۱۸۶۱ء

سلطان محمود ثانی کے بعد اس کا فرزند اکبر سلطان عبدالمجید خاں سولہ سال کی عمر میں سریر آرائے سلطنت ہوا۔

ان دنوں سلطنت عثمانیہ نہایت نازک اور پیچیدہ حالات میں سے گزر رہی تھی۔ فاتحانہ کامرانیوں کے باعث محمد علی کا شہباز خیال شوکت وسطوت۔ جاہ وجلال اور خود مختاری کی بلند فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ یکایک خبر آئی۔ کہ سکندریہ میں محمد علی نے ترکی بیڑے پر قبضہ کر لیا ہے۔ نوعمر سلطان چوکڑی بھول گیا۔ اور محمد علی سے صلح کی طرح ڈال دی۔ محمد علی نے اس شرط پر صلح کرنی منظور کی۔ کہ مصر۔ شام۔ طرابلس (واقع ایشیائے کوچک) کریٹ اور اطنہ کی پاشائیاں اسے میراثاً سپرد کر دی جائیں۔ سلطان نے ابھی کچھ جواب نہ دیا تھا۔ کہ انگلستان فرانس۔ روس۔ آسٹریا اور پرشا کے سفیروں نے اپنے اغراض ومقاصد کے پیش نظر اس استدعا کی۔ کہ ابھی جواب میں قدرے توقف سے کام لیا جائے۔ کیونکہ دول عظمیٰ کی وساطت سے یہ معاملہ باب عالی کے حسب منشا فیصل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ۱۵۔ جولائی ۱۸۴۰ء کو بمقام لندن دولت عثمانیہ۔ انگلستان۔ روس۔ آسٹریا اور پرشا میں معاہدہ ہوا۔ جس میں سلطان اور محمد علی کے درمیان صلح کی شرائط طے کی گئیں۔ فرانس اس میں شامل نہ ہوا۔ کیونکہ وہ خفیہ

Marfat.com

طور پر محمد علی کا طرف دار تھا۔ اتحادیوں نے محمد علی کو الٹی میٹم دیا۔ کہ وہ دس دن کے اندر سلطان سے اظہار اطاعت کر کے شام سے فوجیں واپس بلالے۔ جس کے صلے میں مصر کی حکومت اس کی نسل کے لئے اور شام کی حکم رانی خود اس کے لئے زندگی تک مستقل کر دی جائے گی۔ ورنہ مقررہ مدت کے اندر مطالبہ پورا نہ ہونے کی صورت میں شام کی پاشائی اس سے چھین لینے کے علاوہ مصر کی پاشائی بھی اس کی مدت حیات تک محدود کر دی جائے گی۔

محمد علی نے فرانس کی مدد کے بھروسے پر الٹی میٹم کو ٹھکرا دیا۔ جس پر عثمانی فوجوں نے اتحادیوں کی زبردست امداد سے قلعے پر قلعہ فتح کرتے ہوئے پورے شام کو زیر نگیں کر لیا۔

اس کے بعد انگریزی بیڑے نے سکندریہ کی جانب پیش قدمی کی۔ لیکن محمد علی نے اپنی طاقت کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے صلح کی داغ بیل ڈالی۔ اور ۲۰۔ ستمبر ۱۸۴۱ء کو ایک معاہدہ کے رو سے قرار پایا۔ کہ صرف مصر کی حکومت محمد علی اور اس کی نسل کے لئے مستقل کر دی جائے۔ باقی تمام علاقے اس سے چھین لئے جائیں۔ مصر کی سالانہ آمدنی کا چوتھائی حصہ خراج کے طور پر مقرر کیا گیا۔ پھر چار لاکھ پونڈ سالانہ کی رقم مقرر کی گئی۔ باب عالی کی طلب پر چند بحری اور فوجی دستوں کی فراہمی بھی ضروری قرار دی گئی۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اسے مصر میں اٹھارہ ہزار سے زیادہ فوج رکھنے کا اختیار نہیں۔

اس کے بعد اتحادیوں اور دولت عثمانیہ کے درمیان ایک جداگانہ معاہدے کے رُو سے قرار پایا۔ کہ ترکی جہازوں کے سوا کسی دوسری حکومت کے جنگی جہازوں کو دردانیال اور آبنائے باسفورس میں داخل ہونے کا اختیار نہیں۔

اب سلطان عبدالمجید نے اطمینان سے سلطان محمود ثانی کی تیار کردہ سکیم کے مطابق نفاذ اصلاحات سے متعلق اپنے باپ کے تیار کردہ فرمان کا اعلان کیا۔ جسے "خط شریف گلخانہ" کا تاریخی نام دیا گیا ہے۔ یہ فرمان اپنی نوعیت کے اعتبار سے دولت عثمانیہ کا اہم دستور خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا ملخص یہاں درج کیا جاتا ہے :۔

"یہ امر بخوبی معلوم ہے۔ کہ سلطنت عثمانیہ کے ابتدائی دَور میں قرآن عزیز کے احکام اور سلطنت کے قوانین کا احترام ہمیشہ کیا جاتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ

سلطنت کی طاقت وعظمت میں ترقی ہوتی گئی۔ اور بلا استثنار اس کے تمام باشندوں میں بہت زیادہ خوش حالی اور فارغ البالی پھیل گئی۔

" ڈیڑھ سو سال سے پیہم حادثوں اور مختلف وجوہ سے شریعت نبوی اور قوانین سلطنت کی پابندی جاتی رہی ہے۔ نتیجہ یہ ہے۔ کہ طاقت اور فارغ البالی کمزوری اور افلاس سے بدل گئی ہے۔ کیونکہ جو حکومت اپنے قوانین کی پابندی ترک کردیتی ہے۔ اس کا سارا استحکام بھی کافور ہوجاتا ہے۔

" ہم شروع ہی سے ان معاملات پر غور کر رہے ہیں۔ اور سریر آرائی کے دن سے آج تک بہبودِ عامہ۔ صوبوں کی اصلاح اور قومی بار کی تخفیف ہماری توجہ کا مرکز ہے۔ اگر ہم عثمانی صوبوں کے جغرافی حالات۔ زمین کی زرخیزی۔ باشندوں کی موزونیٔ طبع اور ذکاوتِ فہم کو پیشِ نظر رکھیں۔ تو ہمیں یقین آجائے گا۔ کہ موثر طریقوں کے دریافت اور استعمال کرنے پر امید ہے۔ خدا کی مدد سے خاطر خواہ نتیجہ چند ہی سال میں حاصل ہوجائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی نصرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر پورا اعتماد کرکے ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ کہ جدید قوانین کے ذریعے سے دولت عثمانیہ کے صوبوں میں عمدہ نظم ونسق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ یہ قوانین بالخصوص مندرجۂ تحت امور سے متعلق ہوں گے:۔

(۱) رعایا کی جان۔ آبرو اور مال کے کامل تحفظ کی ضمانت۔

(۲) محاصل کے وصول کرنے کا ایک باقاعدہ نظام۔

(۳) فوج کی بھرتی اور اس کی مدتِ ملازمت کی تعیین کے لئے بھی ایسا ہی باقاعدہ نظام۔

محاصل کی تشخیص کا انتظام نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ سلطنت کو اپنے علاقوں کی حفاظت کرنے میں مختلف مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اور فوجوں نیز دوسری ملازمتوں کے لئے روپے کی ضرورت رہتی ہے۔ جس کے حاصل کرنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں۔ کہ رعایا پر چندے لگائے جائیں۔

" اگرچہ بفضلہ تعالیٰ ہماری رعایا کچھ عرصے سے اجاروں کی مصیبت سے نجات پاچکی

Marfat.com

ہے۔ جنھیں اب تک غلطی سے آمدنی کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ تاہم ایک مہلک دستور اب تک جاری ہے جس کا نتیجہ تباہی اور بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی وہ مراعات جو "الزامات" کے نام سے مشہور ہیں۔

■ اس نظام کے تحت صوبے کا ملکی اور مالی انتظام کسی ایک شخص کی مطلق العنانی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ جو بعض اوقات نہایت سخت گیر اور حریص ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ حاکم اگر نیک نہیں۔ تو وہ اپنے فائدے کے سوا کسی چیز کی پروا نہیں کرتا۔

"لہٰذا ضروری ہے۔ کہ آئندہ ملّتِ عثمانیہ کے ہر فرد پر اس کے حسب حیثیت محصول لگایا جائے۔ اور اس سے زیادہ کا مطالبہ اس سے نہ کیا جائے۔

"یہ بھی ضروری ہے۔ کہ برّی اور بحری فوجوں کے مصارف کی تعیین خاص قوانین کے ذریعے سے کر دی جائے۔ اگرچہ ملک کی حفاظت کا خیال سب پر مقدم ہے۔ اور تمام باشندوں کا فرض ہے کہ اس مقصد کے لئے سپاہی فراہم کریں۔ پھر بھی ضروری ہے کہ وقت کی ضرورت کے لحاظ سے فوجی دستوں کے لئے جو ہر ضلع مہیا کرے۔ قوانین مقرر کر دئے جائیں۔ نیز فوجی سپاہیوں کی مدّت ملازمت کم کر کے چار یا پانچ سال کر دی جائے کیونکہ ضلع کی آبادی کا لحاظ کئے بغیر کسی ضلع سے زیادہ اور کسی سے کم سپاہیوں کا بھرتی کرنا بے انصافی کے علاوہ ملک کی زراعت اور صنعت و حرفت کو بھی ایک مہلک صدمہ پہنچانا ہے۔ اسی طرح سپاہیوں کو عمر بھر فوجی خدمت میں رکھنے کے لئے ان کے اندر مایوسی پیدا ہو جاتی۔ اور ملک کی آبادی بھی کم ہونے لگتی ہے۔

"غرض ان مختلف قوانین کے بغیر جن کی ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے۔ سلطنت میں نہ قوت رہ سکتی ہے۔ نہ دولت۔ نہ خوش حالی۔ نہ امن۔ بہ خلاف اس کے ان جدید قوانین کی موجودگی سے یہ تمام باتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

■ لہٰذا آئندہ ہر ملزم کے مقدمے کی سماعت علانیہ ہمارے شرعی قانون کے مطابق ہوا کرے گی۔ اور جب تک باضابطہ فیصلہ نہ سنا دیا جائے۔ کسی شخص کو اختیار نہ ہوگا۔ کہ دوسرے کو خفیہ طور پر یا علانیہ زہر دے کر یا کسی دوسرے طریقے سے مار ڈالے۔

Marfat.com

"کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ کہ وہ دوسرے کی آبرو پر حملہ کرے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

"ہر شخص اپنے ہر قسم کے مال و متاع پر قابض رہے گا۔ اور پوری آزادی سے اسے فروخت یا منتقل کر سکے گا۔ کسی کو اس میں مزاحمت کا حق نہ ہوگا۔ مثلاً کسی مجرم کے بیگناہ وارث اپنے قانونی حقوق سے محروم نہیں کئے جائیں گے۔ اور نہ اس مجرم کا مال و متاع ضبط کیا جائے گا۔

"یہ مراعات ہماری ساری رعایا کے لئے خواہ وہ کسی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھتی ہو۔ یکساں طور پر جاری ہوں گی۔ اور وہ بلا استثنا ان سے مستفید ہوگی۔

"پس جیسا کہ ہماری مقدس شریعت کے قانون کا تقاضا ہے۔ سلطنت کے تمام باشندوں کو ان کی جان۔ آبرو اور مال کی نسبت ہماری طرف سے کامل ضمانت عطا کی جاتی ہے۔

"دوسرے امور کے لئے چونکہ ضروری ہے۔ کہ اہل الرائے کے اتفاق سے طے کئے جائیں۔ لہٰذا ہماری مجلسِ عدل جس میں چند متعین دنوں میں ہمارے وزراء اور اعیانِ سلطنت بھی شریک ہوا کریں گے۔ جان و مال کی حفاظت اور محاصل کی تشخیص کے متعلق بنیادی قوانین مرتب کرنے کی غرض سے منعقد ہوتی رہے گی۔ ان مجالس میں ہر شخص اپنے خیالات و آراء کا اظہار آزادی سے کرے گا۔

"جو قوانین فوجی ملازمت سے متعلق ہوں گے۔ ان پر مجلس حربی میں بحث ہوگی۔ جس کا اجلاس سر عسکر کے محل میں ہوا کرے گا۔ جس وقت کوئی قانون طے کر لیا جائے گا۔ اور اس غرض سے کہ وہ ہمیشہ کے لئے قائم اور قابل نفاذ ہو جائے۔ ہم اس کی منظوری اپنے دستِ خاص سے اس پر لکھ دیں گے۔

"چونکہ ان قوانین کا مقصد تمام تر مذہب۔ حکومت۔ قوم اور سلطنت کا احیاء ہے۔ اس لئے ہم عہد کرتے ہیں۔ کہ کوئی بات ایسی نہ کریں گے۔ جو ان کے مخالف ہو۔

"اپنے اس عہد کی ضمانت کے طور پر ہمارا ارادہ ہے۔ کہ اس فرمان کو سلطنت کے تمام علماء اور اعیان کی موجودگی میں اس ایوان میں رکھ دینے کے بعد جس میں نبی کریم صلعم

Marfat.com

کے تبرکات رکھے ہوئے ہیں۔ قادر مطلق کے نام پر خود بھی اس کی پابندی کا حلف لیں۔ اور علماء و اعیان کو بھی اس کا حلف دلوائیں۔

" اس کے بعد علماء یا اعیان میں سے کوئی شخص یا کوئی اور جو بھی ان قوانین کی خلاف ورزی کرے گا۔ اسے بلالحاظ اس کے رتبے یا شہرت کے وہ سزا دی جائے گی۔ جو جرم کے ثابت ہونے کی حالت میں مقرر ہے۔ اس کے لئے تعزیری قوانین کا ایک مجموعہ منضبط کیا جائے گا۔

"چونکہ آج سے سلطنت کے تمام عہدہ داروں کو معقول تنخواہیں دی جائیں گی۔ اور جن لوگوں کی خدمات کا معاوضہ اس وقت کافی نہیں ملتا۔ انھیں بھی ترقی دے دی جائے گی۔ اس لئے رشوت ستانی کے خلاف جس کی ممانعت قوانین الٰہی میں آئی ہے۔ اور جو زوالِ سلطنت کے خاص اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ سخت قانون نافذ کیا جائے گا۔

"ان قوانین سے چونکہ قدیم دستوروں کی مکمل تجدید ہوتی ہے۔ اور وہ بالکل بدل جاتے ہیں۔ اس لئے یہ فرمانِ سلطانی قسطنطنیہ اور ہماری سلطنت کے تمام شہروں میں شائع کردیا جائے گا۔ اور حلیف طاقتوں کے تمام سفیروں کو جو قسطنطنیہ میں مقیم ہیں۔ اس کی نقلیں باضابطہ بھیج دی جائیں گی۔ تاکہ وہ ان قوانین کی مراعات کے شاہد رہیں۔ جو اللہ کی عنایت سے ہمیشہ قائم رہیں گی۔

" خدائے قدیر ہم سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے! جو لوگ ان قوانین کے خلاف کوئی بات کریں۔ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی خوشی سے محروم ہو جائیں

دستور ثانی ۱۸۵۶ء

۲۱۔ فروری ۱۸۵۶ء کو سلطان عبدالمجید نے باب عالی کے دوسرے اہم دستور کا اعلان کیا۔ جس کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

" ساری رعایا کی جان و مال اور عزت و آبرو کی ضمانت جو "خط شریعت گلخانہ" میں دی گئی ہے۔ اس کی توثیق کی جاتی ہے۔ اس کے متعلق رعایا کے مراتب و مذاہب میں کسی قسم کا

Marfat.com

امتیاز جائز نہ ہوگا"۔

"ان تمام حقوق و مراعات کی جو نصاریٰ اور سلطنت کے دوسرے فرقوں کو دئے گئے ہیں۔ از سرنو توثیق کی جاتی ہے۔ ان حقوق و مراعات پر بے توقف نظر ثانی کرکے زمانے اور سوسائٹی کی ضروریات کے مطابق انھیں ترقی دی جائے گی۔ اور اس غرض سے بطریق کے زیر صدارت ایک مجلس منعقد کی جائے گی۔ جو مندرجۂ صدر اصلاحات پر بحث کرکے اپنی رائے باب عالی میں پیش کرے گی۔ سلطان محمد فاتح اور اس کے جانشینوں نے جو حقوق بطریق کو عطا کئے تھے۔ ان میں اس جدید حق کا اضافہ کیا جائے گا۔ اور آئندہ بطریق کا انتخاب عمر بھر کے لئے ہوا کرے گا۔

"نصاریٰ اور دوسرے فرقوں کے بطریقوں۔ اسقفوں اور مذہبی عہدہ داروں کو باب عالی کے تجویز کردہ طریقے کے مطابق وفاداری کا حلف لینا پڑے گا۔

"وہ تمام محصول اور چندے جو مختلف فرقوں کے پادری اپنی جماعتوں سے وصول کیا کرتے تھے۔ ممنوع قرار دئے جاتے ہیں۔ مقررہ تنخواہیں بطریقوں۔ اسقفوں اور تمام چھوٹے بڑے مذہبی عہدہ داروں کو ان کے مراتب اور خدمات کے لحاظ سے دی جائیں گی۔ پادریوں کی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

"موجودہ کلیساؤں۔ مدرسوں۔ ہسپتالوں اور قبرستانوں کی مرمت کی عام اجازت ہے۔ لیکن اگر کسی جدید کلیسا۔ مدرسہ۔ قبرستان یا ہسپتال کے تعمیر کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اور بطریق یا اس فرقے کا مذہبی پیشوا اسے منظور کرے گا۔ تو ہر جدید تعمیر کا نقشہ باب عالی میں پیش کیا جائے گا۔ اگر کوئی وجہ مانع نہ ہوگی۔ تو سلطان نقشہ ملاحظہ فرما کر تعمیر کی منظوری خود صادر فرمائے گا۔

"ہر فرقے کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔

"وہ تمام القاب و امتیازات جن سے رعایا کے بعض طبقے اعلیٰ اور بعض ادنیٰ شمار ہوتے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے شاہی دفتر سے خارج کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح عہدہ داروں اور عام لوگوں کو بھی دل آزار اور اہانت آمیز کلمات کے استعمال سے

سختی سے روکا جاتا ہے۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والے سزا کے مستوجب ہونگے۔

"چونکہ تمام مذاہب کو آزادی حاصل ہے۔ اس لئے کوئی شخص اپنے مذہب کی وجہ سے ستایا نہ جائے گا۔ اور نہ کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

" ملکی اور فوجی عہدے ساری رعایا کے لئے یکساں کھلے رہیں گے۔ تقرر صرف قواعد وضوابط کے مطابق اور قابلیت کی بنا پر ہوگا۔

" ہر فرقے کو علوم وفنون کے مدارس قائم کرنے کی اجازت ہے۔ البتہ نصاب تعلیم اور اساتذہ کا انتخاب ایک مخلوط مجلس کے زیر نگرانی ہوگا۔ جو باب عالی کی طرف سے مقرر کی جائے گی۔

" وہ تمام مقدمات جن کا تعلق تجارت یا فوج داری سے ہوگا۔ اور جن میں فریقین مختلف فرقوں کے ہوں گے۔ مخلوط عدالتوں میں پیش کئے جائیں گے۔ اور ان کا اجلاس بر سر عام ہوا کرے گا۔ صوبوں اور سنجقوں کے دیوانی کے مقدمات بھی مخلوط عدالتوں میں وکیل اور قاضی کی موجودگی میں پیش ہوں گے۔ اور ان عدالتوں کا اجلاس بھی بر سر عام ہوگا۔

" جن مقدمات میں فریقین ایک ہی فرقے کے ہوں گے۔ یا جو مقدمات وراثت سے تعلق ہوں گے۔ وہ فریقین کی خواہش کے مطابق یا ان کے بطریق کے سامنے پیش ہوں گے۔ یا ان کی قومی مجلس کے۔

" ایک ضابطۂ تجارت و ضابطۂ فوجداری نیز وہ تمام قواعد وضوابط جو مخلوط عدالتوں سے متعلق ہیں۔ حتی الامکان جلد از جلد شائع کر دئے جائیں گے۔ اور سلطنت عثمانیہ میں جتنی زبانیں مستعمل ہیں۔ ان سب میں ان کا ترجمہ کر دیا جائے گا۔

" قید خانوں اور حوالاتوں کی اصلاح کی جائے گی۔ اور معمولی جرائم کے مجرموں کے لئے نئے ضابطے مرتب کئے جائیں گے۔ بجز ان سزاؤں کے جو باب عالی کے پولیس کے ضابطہ کے رو سے مقرر ہوں گی۔ اور تمام ایذائیں یک قلم منسوخ کی جاتی ہیں۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔

Marfat.com

"چونکہ محصولوں کے عائد کرنے میں مساوات برتی جائے گی۔ اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی طرح عیسائی اور دوسرے فرقے کے لوگ بھی فوج میں داخل ہوں۔ لیکن انھیں فوجی خدمات کے معاوضے میں نقد رقم پیش کرنے کی اجازت بھی حاصل رہے گی۔

"مسلمانوں کے علاوہ دوسرے فرقوں کو بھی فوج میں بھرتی کرنے کے ضوابط مرتب کر کے جلد شائع کر دئے جائیں گے۔

"صوبوں کی مجلس میں اصلاح کی جائے گی۔ تاکہ انتخابات بہتر طریق پر ہو سکیں۔ اور باشندوں کی آزاد و صحیح رائے معلوم ہو سکے۔

"چونکہ تجارتی معاملات اور غیر منقولہ جائدادوں کے قوانین ساری رعایا کے لئے یکساں ہیں۔ اس لئے باب عالی جب غیر حکومتوں سے کوئی ایسا معاہدہ کرے گا۔ جس کے رو سے غیر ملکی باشندوں کو سلطنت کے ان قوانین کو تسلیم کر کے ملکی باشندوں کے حساب سے محصول ادا کرنا ضروری ہوگا۔ تو ایسی صورت میں غیر منقولہ جائدادوں کی ملکیت حاصل کرنے کا حق بھی غیر ملکی باشندوں کو عطا کیا جائے گا۔

"اجارہ داروں کی وساطت سے عشر اور دوسرے محصولوں کے وصول کرنے کا جو طریق اب تک رائج تھا۔ وہ موقوف کیا جاتا ہے۔ آئندہ جہاں تک ممکن ہوگا۔ حکومت کے عہدہ دار براہ راست وصول کیا کریں گے۔

"مقامی محصولوں کی تشخیص حتی الامکان اس طرح کی جائے گی۔ کہ پیداوار اور تجارت کی ترقی کو نقصان نہ پہنچے۔

"صوبوں میں محصول ان امور کے لئے عائد کئے جائیں گے۔ جو سب کے لئے مفید ہوں۔ مثلاً سڑکوں کی تعمیر جو اندرون ملک کے علاوہ سمندر کے ساحل تک چلی جائیں گی۔

"ہر عہدہ دار کی تنخواہ متعین کر دی جائے گی۔

"عیسائی اور دوسرے فرقوں کے معاملات کی نگرانی کے لئے ایک ایک افسر

مقرر ہوگا۔ جو اپنے مشوروں سے سٹیٹ کونسل کو مدد دے گا۔ یہ افسر صدر اعظم کی مجلس وزرا میں سے منتخب کئے جائیں گے۔ اور ان کا تقرر ایک سال کے لئے ہوا کرے گا۔

"سٹیٹ کونسل کے ممبروں کو معمولی اور غیر معمولی اجلاسوں میں اپنی رائے آزادانہ ظاہر کرنے کی اجازت ہوگی۔ اور ان پر اس کے خلاف کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالا جائے گا۔

"رشوت ستانی کے قوانین بلا امتیاز ساری رعایا کے لئے یکساں نافذ ہوں گے۔ خواہ اس کے مجرم کسی طبقے یا رتبے کے اشخاص ہوں۔

"باب عالی مالی اعتبار کے قائم کرنے میں حتی الوسع پوری کوشش کرے گا۔ اور جن چیزوں سے اس اعتبار کو تقویت ہوتی ہے۔ مثلاً بنک وغیرہ۔ انہیں فروغ دیگا۔ اور ان کے لئے ضروری سرمایہ فراہم کرے گا۔

"باب عالی ملکی پیداوار کے نقل وحمل کے لئے سڑکیں اور نہریں تعمیر کرائے گا۔ اور تمام رکاوٹیں دُور کرکے زراعت کی ترقی میں آسانیاں بہم پہنچائے گا۔"

دوسری اصلاحات ان کے علاوہ سلطان عبدالمجید نے تعلیم کے شعبے میں بھی اصلاحات نافذ کیں۔ اور بردہ فروشی کی مذموم رسم کو مٹانے کے لئے قوانین جاری کئے۔

فوجی اصلاحات اس سلسلے میں نہایت ضروری اصلاحات نافذ کی گئیں۔ فوج کے دو حصے کردئے گئے۔ (۱) نظام (۲) ردلیف۔ پہلی فوج میدان کارزار میں رہتی تھی۔ اور دوسری حرب گاہ کی مقررہ میعاد ختم کرنے کے بعد آئندہ ضروریات کے لئے تیار رکھی جاتی تھی۔

اصلاحات کا نتیجہ ان اصلاحات کے نفاذ سے مختلف صوبوں میں بغاوتوں کے شعلے بھڑک اٹھے۔ لیکن جرنیل عمر پاشا کی بہادری اور فرزانگی نے بہت جلد اس طوفانِ سرکشی کا زور توڑ دیا۔ اور تجارت و رفاہ عام کے اعتبار سے سلطنت اوج ترقی کی بلندیوں پر پرواز کرنے لگی۔

روس اور آسٹریا نے باب عالی کو انتباہ کیا۔ کہ ترکی میں پناہ لینے والے ہنگری

Marfat.com

کے قومی سرداروں کو دولت علیا سے نکال دیا جائے۔ ورنہ جنگ کے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ لیکن انگلستان کے ڈانٹ پلانے پر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اور انھوں نے سلطنت عثمانیہ سے قطع شدہ سفارتی تعلقات دوبارہ قائم کرلئے۔

جنگ اور صلح

اب روس نے انگلستان کو ساتھ ملاکر دولت عثمانیہ کو پارہ پارہ کرنے کے لئے اس کے سامنے ایک سکیم پیش کی۔ لیکن انگلستان نے اسے مسترد کردیا۔ پھر روس نے باب عالی سے چند مطالبات کی تکمیل کے لئے کہا۔ لیکن سلطان نے انکار کردیا۔ اس پر روس نے جنگ چھیڑ دی۔ لیکن مُنہ کی کھائی۔ پھر بھی روس باز نہ آیا۔ اور ۲۸۔ مارچ ۱۸۵۴ء کو انگلستان اور فرانس نے اس کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔

آخر ۲۵۔ فروری ۱۸۵۶ء کو پیرس میں سلطنت عثمانیہ۔ انگلستان۔ فرانس۔ روس آسٹریا۔ سارڈینیا اور پرشا کے درمیان ایک صلح نامہ قرار پایا۔ جس کی خاص دفعات یہ تھیں:۔

(۱) ان حکومتوں نے باب عالی کو باقاعدہ مجلس دول یورپ کا رکن بنالیا۔ اور اس کی آزادی اور اس کے مقبوضات کی سالمیت کے لئے بالاتفاق ذمہ داری لی۔

(۲) سلطان نے مذہب ونسل کی تفریق کے بغیر ساری رعایا کی اصلاح حال کا وعدہ کیا۔ اور دول یورپ نے واضح اعلان کیا۔ کہ انھیں باب عالی کے داخلی امور میں دخل دینے کا مجموعی یا انفرادی طور پر کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔

(۳) بحیرۂ اسود تمام اقوام کے تجارتی جہازوں کے لئے کھول دیا گیا۔ لیکن جنگی جہازوں کا داخلہ ممنوع قرار پایا۔ روس اور باب عالی کو اس کے ساحلوں پر اسلحہ خانہ قائم کرنے کی بھی ممانعت کردی گئی۔

(۴) فریقین کے تمام مفتوحہ علاقے واپس کردئے گئے۔ چنانچہ قارص سلطنت عثمانیہ کو لوٹا دیا گیا۔ اور کریمیا روس کو۔

(۵) ایک بین الاقوامی کمیشن کے زیر نگرانی دریائے ڈینوب بھی تمام اقوام کے جہازوں

Marfat.com

کے لئے کھول دیا گیا۔

(۶) جنوبی بسرابیا کا علاقہ جو روس نے لے لیا تھا۔ مولڈیویا سے ملحق کر دیا گیا۔ مولڈیویا اور ولاچیا پر دولت علیا کی حکومت بدستور قائم رکھی گئی۔ روس ان ریاستوں کی حمایت کے حق سے جس کا وہ تنہا دعویٰ دار تھا۔ دست کش ہو گیا۔ اور ان کے حقوق کا تحفظ مندرجۂ صدر حکومتوں نے مجموعی طور پر اپنے ذمّے لے لیا۔ ان ریاستوں کو حکومت خود اختیاری کے حقوق عطا کئے گئے۔ انھیں مذہب۔ قانون سازی اور تجارت کی پوری آزادی اور ایک "قومی مسلح فوج" رکھنے کی اجازت دی گئی۔

(۷) سرویہ کو بھی انھیں حقوق سے بہرہ اندوز کیا گیا۔ لیکن اسے "قومی فوج" رکھنے کی رعایت سے محروم کر دیا گیا۔ اس کے داخلی امور میں سلطنت عثمانیہ کی فوجی مداخلت دول یورپ کی اجازت کے بغیر ممنوع قرار دی گئی۔

فتنہ و شورش

صلح نامۂ پیرس کے بعد سلطنت کے مختلف حصوں میں فتنوں کی آندھیاں چلتی رہیں۔ اور شورشوں کے طوفان اٹھتے رہے۔ چنانچہ ۱۸۵۸ء میں کریٹ کے یونانیوں نے دستِ شورش دراز کیا۔ لیکن جلد ہی باغیوں کو نیچا دکھا دیا گیا۔

جولائی ۱۸۵۸ء میں جدہ کے عیسائیوں اور مسلمانوں میں آویزش ہوئی مسلمانوں نے فرانسیسی قنصل اور اس کے سکرٹری کو مجروح اور قنصل کی بیوی کا کام تمام کر دیا۔ انگریزی بیڑے نے جدہ پہنچ کر مجرموں کو پھانسی دینے کا مطالبہ کیا۔ تعمیل میں ذرا توقف ہوا۔ تو انگریزوں نے گولہ باری شروع کر دی۔ اسمٰعیل پاشا نے عثمانی بیڑے کے ساتھ جدہ جا کر گولہ باری بند کرا دی۔ اور مجرموں کو نذر دار کر دینے کا حکم سنایا۔

۱۸۶۰ء میں شام ایک نئے فتنے کی جولان گاہ بن گیا۔ لبنان میں مسلمان فرقہ دروزی اور عیسائی فرقہ مارونی باہم لڑ پڑے۔ رفتہ رفتہ اس جنگ کے بادل مذہبی رنگ اختیار کر کے شام کے اکثر حصوں پر چھا گئے۔ دروزی قوی تر ہونے کے باعث غالب آئے۔ اور انھوں نے ہزاروں عیسائیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔

اس موقع پر امیر عبدالقادر الجزائری نے عیسائیوں کی جو امداد کی۔ اس پر فرانسیسی

Marfat.com

مورخ ولاڈون کیرمر کے حسب ذیل بیان سے روشنی پڑتی ہے:۔

"اگر دمشق میں عبدالقادر نہ ہوتا۔ تو ایک عیسائی کی بھی صورت دکھائی نہ دیتی۔ یہ عرب بہادر جس نے سولہ برس تک فرانسیسیوں سے نہایت بے دردی کے ساتھ جنگ کی تھی۔ دمشق میں تنہائی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ آگ کے شعلے پہلی ہی دفعہ بھڑکے تھے۔ اور درماندوں کی صدا پہلی ہی بار بلند ہوئی تھی۔ کہ اس نے بغیر کسی پس و پیش کے عیسائیوں اور ان کے قاتلوں کے درمیان اپنے آپ کو ڈال دیا۔ اس نے ایک چھوٹی سی فوج کے ساتھ عیسائیوں کو عامۃ الناس سے چھڑایا۔ اور انھیں اپنا محل رہنے کو دیا۔ عیسائیوں کے سکونتی مقام پر عرب سواروں کا پہرہ لگا دیا۔ اس شخص نے جو مسلمان۔ اولاد پیغمبر اسلام اور فرانس کا قدیم دشمن تھا۔ ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر ان خونخوار ٹولیوں کو پس پا کیا۔ جو اسلام اور ترکی کے لئے باعث ننگ تھیں۔ اس نے اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ ان بدقسمتوں پر پوشاک کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کیا۔ جنھیں اس نے موت کے پنجے سے رہائی دی تھی۔ اس نے خود اپنی نگرانی میں عیسائی محافظین کو بیروت پہنچایا۔ جہاں انھیں کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ اس کا یہ ایثار، شرافت اور شریفانہ بہادری ایک لمحے کے لئے بھی کم نہ ہوئی۔ اس کی زندگی کا یہ صفحہ ایسا شاندار ہے۔ جس کے آگے ایک صدی کا کارنامہ بھی ماند پڑجاتا ہے۔"

وفات۔ ۲۵۔ جون ۱۸۶۱ء کو سلطان عبدالمجید نے اس دار فانی سے رحلت کی۔

سلطان عبدالعزیز

۱۸۶۱ء تا ۱۸۷۶ء

سلطان عبدالمجید کے بعد اس کے بھائی سلطان عبدالعزیز نے تخت حکومت کو زینت دی۔

سلطان عبدالعزیز نے اپنے دونوں پیش روؤں کی اصلاحات کو لباس عمل پہنا

Marfat.com

شروع کیا۔ چنانچہ اس نے نظام حکومت میں مفید اصلاحات نافذکیں۔ اور تعمیرات۔ زرعیات معدنیات اور تعلیم کے سلسلے کو ترقی دی۔ ۱۸۶۸ء میں ایک مجلس نظمیہ (کونسل آف سٹیٹ) قائم کی جس کی صدارت کا منصب مدحت پاشا کو عطا کیا۔ فرانسیسی ضابطۂ فوج داری اور ضابطۂ تجارت تو پہلے ہی مرتب ہو چکے تھے۔ ۱۸۷۲ء میں "مجلّہ" کے نام سے ایک جدید ضابطۂ دیوانی جاری کیا گیا۔ جس میں آئین شریعت کو ضروریات وقت کے مطابق مرتب کرنے کی سعی کی گئی۔

یونان کی بغاوت اور مسیحی طاقتوں کی طرف سے اس کی پشتی بانی کے سلسلے میں باب عالی کو سامان جنگ وغیرہ مہیا کرنے کے باعث بہت زیادہ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ تو سلطان محمود ثانی نے ہنڈیاں جاری کیں۔ پھر سلطان عبدالمجید نے اصلاح مالیات کی کوشش کی۔ لیکن کثیر مصارف جنگ کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔

۱۸۶۲ء میں سلطان عبدالعزیز نے فواد پاشا کو صدارت عظمٰی کے منصب پر فائز کرکے مالیہ اور میزانیہ کا انتظام اس کی تحویل میں دے دیا۔ لیکن اسے بھی ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔ ۱۸۶۶ء میں محمد رشدی پاشا صدر اعظم بنا۔ تو اس کی سرگرم کوشش سے ادائے سود کی صورت نکل آئی۔ اور سلطنت دیوالیہ ہونے سے بچ گئی۔

فتنے اور شورشیں ابھی سلطنت مالی کمزوری کی زبردست کھکیڑ سے سنبھلنے نہ پائی تھی۔ کہ سیاسی فتنے اور شورشیں سر اٹھانے لگیں۔ ۱۸۶۷ء میں مولڈیویا اور ولاچیا نے مل کر رومانیہ کی ریاست قائم کرلی۔ اور ۱۸۶۸ء میں جرمن شہزادہ چارلس کو اس کا حکمران مقرر کیا۔ حالانکہ یہ "صلح نامۂ پیرس" کی صریح خلاف ورزی تھی۔

دول عظمٰی کی پشتی بانی کے بل بوتے پر سرویہ نے سلطنت عثمانیہ سے مطالبہ کیا۔ کہ وہ بلغراد اور دوسرے سرحدی قلعوں سے اپنی فوجیں نکال لے۔ دولت علیا نے "معاہدۂ پیرس" کے رو سے اسے مسترد کردیا۔ لیکن بعد میں بغاوت کریٹ کے باعث حالات کی ناسازگاری کی بنا پر ان قلعوں سے اپنی فوجیں واپس بلالیں۔ اور سرویہ کی آزادی مکمل ہوگئی۔

Marfat.com

یونانی مفسدہ پردازوں نے کریٹ میں بغاوت کے شعلے بھڑکا دیئے۔ کیونکہ وہ اس جزیرے کو اپنی سلطنت میں شامل کر لینا چاہتے تھے۔ باب عالی نے آتشِ بغاوت کو سرد کرنے کے لئے انتہائی کوشش سے کام لیا۔ اور اس کی یہ سعی و جہد بڑی حد تک کامیابی کا تاج پہن چکی تھی کہ یکایک دول عظمیٰ اپنی رسوائے عالم خیر اندیشی کا پروانہ لے کر میدان میں آدھمکیں۔ آخر ۱۸۶۹ء میں دول عظمیٰ کی تحریک سے پیرس میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس کے فیصلے کی بنا پر سلطان کی جانب سے کریٹ کو حکومت خود اختیاری کے بعض حقوق عطا کر دیئے گئے۔

۱۸۷۰ء میں روس نے فرانس اور جرمنی کی جنگ سے فائدہ اٹھا کر معاہدۂ پیرس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بحیرۂ اسود پر پھر قبضہ کر لیا۔

بلغاریہ کی جُداگانہ قومی ہستی

پہلے بلقان کی سلافی قومیں بلغاری۔ بوسینی وغیرہ یونانی کلیسا کے ماتحت ہونے کی بنا پر یونانی ہی خیال کی جاتی تھیں۔ لیکن کچھ مدّت سے ان میں بیداری کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ اور وہ اپنا مستقل قومی کلیسا قائم کر کے یونانیوں کے مقابل میں اپنی ایک جداگانہ ہستی قائم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ یونانی کلیسا کے بطریق اعظم نے انھیں چکنی چپڑی باتوں سے بہت تھپکیاں دیں۔ لیکن اہلِ بلغاریہ کچی گولیاں نہ کھیلے تھے۔ انھوں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس موقع پر روس نے ان کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے وعدہ کیا کہ وہ سلطنت عثمانیہ سے کہہ سن کر بلغاریہ کے لئے ایک علیٰحدہ مستقل کلیسا قائم کرنے کی اجازت لے دے گا۔ چنانچہ روسی سفیر جرنیل اگناتیف نے باب عالی میں اہلِ بلغاریہ کی زبردست سفارش کر دی۔ اور ۱۰۔ مارچ ۱۸۷۰ء کو سلطان نے ایک فرمان جاری کر کے بلغاریہ کی جداگانہ ہستی کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے لئے کلیسائے یونان سے آزاد مستقل قومی کلیسا قائم کرنے کی اجازت دے دی۔

اب گویا بلقان میں ایک جدید قومیّت کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ اور بلغاری یونانیوں کے قومی حریف بن کر ان کے مقابلے پر میدان میں آ گئے۔

روس کی تباہ کن سرگرمیاں

جب تک سلطان عبدالعزیز کے نظامِ حکومت کا چمن زار فواد پاشا۔ عالی پاشا۔ رشدی پاشا اور مدحت پاشا جیسی جلیل القدر ہستیوں کی سرفروشانہ آب پاشیوں سے سرسبز و شاداب رہا۔ اس نے دولت عثمانیہ کو ہر اعتبار سے قابلِ رشک اوج و ترقی کا گہوارہ بنائے رکھا۔ لیکن ۱۸۷۲ء میں فواد پاشا اور عالی پاشا کی ناگہانی وفات سے انتظام سلطنت کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ اور بدنظمی و شورش کا بازار گرم ہونے لگا۔

اس صورت حالات سے روس کی پانچوں انگلیاں گھی میں ہو گئیں۔ عالی پاشا کی زندگی میں تو روسی سفیر جرنیل اگناتیف کی دال نہ گل سکتی تھی۔ اب اسے کھل کھیلنے کا موقع مل گیا۔ اور اس نے گہری سیاسی چالوں سے کام لے کر جدید صدر اعظم محمود ندیم پاشا کو اپنے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا لیا۔ چند ہی روز میں اگناتیف پُر اسرار تدبّر کے جادو سے فضائے سلطنت پر چھا گیا۔ اور سلطان کی حکومت گویا راز کی حکومت بن گئی۔ نائٹ اپنی تصنیف "بیداریٔ ترکی" میں رقم طراز ہے:۔

"روسی حکمت عملی نے قسطنطنیہ میں غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ جب دستور قدیم جماعت اصلاح کے خلاف سازش میں مصروف تھی۔ اور سلطنت عثمانیہ کی بربادی کی تدبیریں کر رہی تھی۔"

جمعیت سلافیہ

روس نے دولت عثمانیہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے "جمعیت سلافیہ" کی بنیاد ڈالی۔ جس نے سلافی قوموں میں روسی ادبیات کی اشاعت کا آغاز کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس نے یہاں تک ترقی کی۔ کہ ریاست ہائے بلقان کے تمام عیسائی "جمعیت سلافیہ" کے زیرِ علم جمع ہو گئے۔ اور بغاوت کا پرچم لہرانے کے لئے اس کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ یہ جمعیت روس کے اعیان حکومت پر مشتمل تھی۔ اور اگناتیف اس کی روح و رواں تھا۔ میریٹ بیان کرتا ہے:۔

"جنگ کریمیا کے بعد سے "اتحاد سلافی" کے جدید عقیدے کے مبلغین جن میں زیادہ روسی تھے۔ اپنی ہم مذہب اور ہم نسل قوموں میں برابر پروپیگنڈا کرنے میں مصروف تھے۔"

Marfat.com

۱۸۶۷ء میں "اتحاد سلافی" کی ایک عظیم الشان کانگرس ایک علمی انجمن کے پردے میں بمقام ماسکو منعقد ہوئی۔ اس کانگرس کا نتیجہ یہ ہوا کہ "اتحاد سلافی" کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا صدر مقام ماسکو تھا۔ اور ایک چھوٹی کمیٹی بخارسٹ میں قائم کی گئی۔ کتابیں اور مختلف رسالے بلقان میں تقسیم کئے جا رہے تھے۔ نوجوان سلافی کثرت سے روسی یونیورسٹیوں میں جانے لگے۔ جس طرح رومانیہ کے نوجوان پیرس جاتے تھے۔ سرویہ۔ مونٹی نگرو۔ بوسینیا اور بلغاریہ میں ہر طرف خفیہ جماعتوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ اس تحریک کو سرکاری مدد بھی حاصل تھی۔ عوام کے پروپیگنڈے کی پشت پر اعلیٰ سیاسی قوتیں بھی کام کر رہی تھیں۔ جزیرہ نمائے بلقان میں ہر روسی قنصل "اتحاد سلافی" کا رکن تھا۔ اور جنرل اگناتیف جو اس تحریک کا ایک پُرجوش حامی تھا۔ قسطنطنیہ میں سفیر مقرر کیا گیا تھا۔"

مدحت پاشا کی تعلیمی سکیم کا حشر

روس کے اس تباہ کن پروپیگنڈے کو بے اثر کرنے کے لئے مدحت پاشا نے یہ سکیم مرتب کی۔ کہ بلغاریہ کے خاص شہروں میں ایسی درسگاہیں کھولی جائیں۔ جہاں مسلمان اور عیسائی یک جا اعلیٰ اور ضرورت وقت کے مطابق تعلیم حاصل کر سکیں۔ تاکہ عیسائی طلبہ کو روسی یونیورسٹیوں میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ اور وہ وہاں سے "اتحاد سلافی" کے متعصب مبلغ بن کر نہ لوٹیں۔ جب یہ تعلیمی سکیم باب عالی میں پیش ہوئی۔ تو اگناتیف اسے دیکھتے ہی انگاروں پر لوٹنے لگا۔ اور وہ شطرنج سیاست کی تمام چالوں سے کام لے کر یہ سلطان کے ذہن نشین کراتے ہوئے کہ اس سکیم سے بلغاریہ دولت علیا سے جدا ہو جانے کے بعد مصر کی طرح کامل آزادی کا دم بھرنے لگے گا۔ اسے درہم برہم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ سلطان نے اس نہایت مفید مدبّرانہ اور دور رس تعلیمی سکیم کو مسترد کر دیا۔

سلطان کا اسراف

سلطان نے مطلق العنانی کے نشے میں چُور ہو کر اسراف پر کمر باندھ لی۔ اور تعمیرات کا شوق پورا کرنے کے لئے سنگ مرمر کے محل تیار ہونے لگے۔ سلطنت کی مالی حالت پہلے ہی کمزور تھی۔ اب رہی سہی کسر بھی پوری

دگئی۔ رفاہ عام کے کام بند کر کے چندے وصول کئے جانے لگے۔ ناقابل لوگ صوبوں میں بھیجے جانے لگے۔ جس سے ہر طرف ابتری۔ بدنظمی اور ہنگاموں کے شعلے بھڑکنے لگے۔

مدحت پاشا کی صدارت اور معزولی

اس صورت حال پر سلطان نے ندیم پاشا کو برخاست کر کے ۱۸۷۳ء میں اس کی جگہ مدحت پاشا کو صدر اعظم مقرر کیا۔ اس نے اصلاح مالیات پر زبردست توجہ مبذول کی۔ اور حسابات کی جانچ پڑتال کے دوران میں اسے معلوم ہوا۔ کہ ایک لاکھ ترکی پونڈ کے حسابات کا سراغ نہیں ملتا۔ تحقیقات پر پتا چلا۔ کہ یہ رقم محمود ندیم پاشا کے نام سے برآمد ہو کے قصر سلطانی میں بھیجی گئی ہے۔ اب دارالخلافہ میں دو حریف جماعتیں پیدا ہو گئیں۔

(۱) مدحت پاشا کی جماعت اور (۲) محمود ندیم پاشا کی جماعت۔

اس کے بعد مدحت پاشا نے ایک ایسے معاملے کی تحقیقات کی جس میں خود سلطان کا دامن بھی آلودہ نظر آیا۔ سلطان نے رفع ندامت کے لئے مدحت پاشا کو معزول کر دیا۔

ہرزیگونیا کی بغاوت

اس دوران میں مالیات کا نظام تہ و بالا ہو گیا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ ۷۔ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو دولت عثمانیہ نے اپنے قرض خواہوں کو تحریر کیا۔ "حکومت پورا سود ادا کرنے سے قاصر ہے"۔

اس خبر سے یورپ کے طول و عرض میں غیظ و غضب کی بجلیاں کوند گئیں۔ اور جگہ جگہ ساہوکاروں نے باب عالی کے خلاف جلسے کر کے بغاوت کے ہنگامے برپا ہونے کے لئے زمین تیار کر دی۔

روس برابر مخالفانہ سرگرمیوں کو ہوا دے رہا تھا۔ آسٹریا چاہتا تھا۔ کہ بوسنیا اور ہرزیگونیا میں بغاوت کے انگارے برسا کر خود ان پر قابض ہو جائے۔ یہ دونوں حکومتیں موثر تدبیروں سے کام لے کر جلد ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئیں۔ اور مذکورہ صوبوں میں بغاوتوں کے شعلے پورے زور سے بھڑکنے لگے۔

۱۲۔ دسمبر ۱۸۷۵ء کو سلطان کی طرف سے ایک شاہی فرمان صادر ہوا جس میں باغیوں کے مطالبات منظور کر لئے گئے۔ لیکن بھس میں چنگاری ڈال کر دور کھڑی ہو جانے والی

Marfat.com

بی جمالو یعنی روس اور آسٹریا کی ملی بھگت باغیوں کی پیٹھ ٹھونک رہی تھی۔ اس لئے انھوں
پھر بھی سپر نہ ڈالی۔ اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ دول عظمیٰ نے اس موقع سے فائدہ اٹھا
روس۔ جرمنی اور آسٹریا کے حکمران سر جوڑ کر بیٹھے۔ اور موخرالذکر کے چانسلر کاؤنٹ اندرا
نے بوڈاپسٹ سے اندراسی نوٹ جاری کیا۔

اندراسی نوٹ

اس نوٹ میں یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ دول عظمیٰ قیام امن کے لئے کس قدر بیتاب ہیں۔ اور باب عالی واجب اصلاحات کے نفاذ سے کہاں تک قاصر رہا ہے۔ اس امر پر زور دیا گیا تھا۔ کہ سلطان سے فوراً حسب ذیل مطالبات کی تکمیل کرائی جائے :۔

"بوسینیا اور ہرزیگوینا کے باشندوں کو کامل مذہبی آزادی عطا کی جائے۔ اور مسلم وغیر مسلم رعایا سے یکساں سلوک کیا جائے۔ اجارہ داروں کی وساطت سے ٹیکس وصول کرنے کا طریقہ بند کر دیا جائے۔ اور آئندہ ٹیکس براہ راست عمال حکومت کے ذریعے سے وصول کئے جائیں۔ بوسینیا اور ہرزیگوینا کے باشندوں سے جو ٹیکس لئے جائیں۔ وہ انھیں صوبوں کی مقامی ضروریات پر صرف کئے جائیں۔ ایسے کسانوں کی تعداد بڑھائی جائے۔ جو زمین کے مالک ہوں۔ اور اس طرح دیہی آبادی کی حالت بہتر بنائی جائے۔ ایک کمیشن مقرر کیا جائے۔ جس کے ارکان میں مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد برابر ہو۔ اور وہ اپنی نگرانی میں نہ صرف ان اصلاحات کو جاری کرائے۔ جو دول عظمیٰ کی طرف سے پیش کی گئی ہیں۔ بلکہ انھیں بھی جن کا وعدہ سلطان نے ۲۔ اکتوبر اور ۱۲۔ دسمبر کے فرمان میں کیا ہے۔
اگر مندرجہ صدر مطالبات جلد اور موثر طریقے پر پورے نہ کئے گئے۔ تو دولِ عظمیٰ بغاوت کے روکنے کی کوشش سے بری الذمہ ہو جائیں گی۔"

۳۰۔ جنوری ۱۸۷۶ء کو "اندراسی نوٹ" سلطان کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس نے ایک دفعہ کے سوا جس میں ٹیکسوں کو محض مقامی ضروریات پر صرف کرنے کے لئے کہا گیا تھا۔ باقی تمام منظور کر لیں۔ لیکن اس کے بعد بھی باغیوں نے سپر نہ ڈالی۔ اور اس مطالبے پر ڈٹے رہے۔ کہ پہلے اصلاحات کو لباس نفاذ پہنایا جائے۔ سلطان نے جب

Marfat.com

یا۔ کہ جب تک بغاوت موجود ہے۔ اصلاحات کی کوئی سکیم جامۂ عمل نہیں پہن سکتی۔

اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ بوسینیا نے بھی بغاوت کے ضمن میں ہرزیگوینا کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ اور سرویہ۔ مونٹی نگرو اور بلغاریہ بھی پرچم بغاوت لہرانے کے لئے پر تولنے لگے۔

▪ ۔مئی ۱۸۷۶ء کو سالونیکا میں جرمن اور فرانسیسی قنصل مارے گئے۔ جس سے یورپ بھر میں ترکوں کے خلاف غصہ و عداوت کی لہر دوڑ گئی۔ قتل کا یہ واقعہ ایک بلغاری نومسلم لڑکی کی وجہ سے رونپذیر ہوا۔ جسے یونانی اور بلغاری اٹھا کرلے گئے تھے۔ اس سلسلے میں سلطان نے چھ ترکوں کو نذر دار اور بہتوں کو قید کر دیا۔ لیکن پھر بھی یورپی طاقتوں کے خونیں انتقام کی پیاس نہ بجھی۔ اور وہ ترکوں کے خلاف صلیبی اتحاد کے قیام کی تجویزیں کرنے لگیں۔

بلغاریہ میں بغاوت کے شعلے

اسی دوران میں بلغاریہ سے بھی بغاوت کے شرارے اُڑنے لگے۔ حکام کی درخواست پر سلطان نے قیامِ امن کے لئے وہاں فوجی دستے بھیجنے کا ارادہ کیا۔ تو اگناتیف پھر راستے میں حائل ہو گیا۔ اور کوئی باقاعدہ فوج روانہ نہ کی جا سکی۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس کی زعرا کے عیسائی یکایک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس ضمن میں نائب قنصل بروفی نے سر ہنری الیٹ سفیر برطانیہ مقیم قسطنطنیہ کو یہ اطلاع بھیجی:۔

" اکتوبر ۱۸۷۵ء میں فیصلہ ہو چکا تھا۔ کہ بلغاریہ کے آٹھ دس مقامات پر بیک وقت بغاوت شروع کر دی جائے گی۔ لیکن کسی خاص وجہ کی بنا پر اسے معرض التوا میں ڈال دینا مناسب خیال کیا گیا۔ چنانچہ تمام مرکزوں میں ہرکارے روانہ کر دئے گئے۔ مگر اس کی زعرا میں التوا کی خبر چوبیس گھنٹے بعد پہنچی۔ اور وہاں کے لوگوں نے یہ باور کرتے ہوئے کہ باغیوں کی پوری فوج ان کی حمایت پر کمربستہ ہو جائے گی۔ عَلم بغاوت بلند کر دیا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ گزشتہ مئی (۱۸۷۶ء) کی شورش۔ بغاوت یا انقلاب جو کچھ بھی وہ رہا ہو۔ اکتوبر ۱۸۷۵ء میں واقع ہونے والا تھا۔ مگر نہ ہوا۔"

▪ ۔اگست ۱۸۷۶ء کو فلپوپولیس کے نائب قنصل ڈیوپونی نے لارڈ ڈربی وزیر خارجہ انگلستان کو حسب ذیل رپورٹ ارسال کی:۔

Marfat.com

"صورت حالات یہ تھی - جب ۲- مئی کو ان انقلابی کمیٹیوں کی مرتب و منظم بغاوت جو گزشتہ تیرہ سال سے بخارسٹ اور ماسکو میں قائم تھیں۔ دفعتہً اورات آلان میں شروع ہوگئی۔ تو انقلابیوں کی تجویز یہ تھی۔ اور ان کی امداد دیہات کے پادری اور مدرسوں کے معلم کر رہے تھے۔ کہ ساری ولایت میں ریلوے سٹیشن اور پل برباد کر دیئے جائیں۔ اورنہ اور فلپو پولیس کے شہروں میں آگ لگا دی جائے۔ پانسو آدمیوں کو لے کر تاتار بازار جیق پر چھاپا مارا جائے۔ اور وہاں حکومت کے ذخیرے پر قبضہ کر لیا جائے۔ فوجوں کے لئے گورنر جنرل کے پاس اورنہ تار بھیجا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ اس نے یہ جواب دیا۔ کہ کوئی باضابطہ فوج بھیجنے کے لئے موجود نہیں۔ اس لئے بہتر ہوگا۔ کہ بے ضابطہ دستے فراہم کر لئے جائیں۔ ۸- مئی کو فلپو پولیس کے چند ممتاز اشخاص نے وہاں کے ملا کی صدارت میں ایک جلسہ کیا۔ جس میں گورنر جنرل کی یہ تجویز کہ نفرِ عامی (بے ضابطہ سپاہی) بھرتی کر لئے جائیں۔ منظور کی گئی۔ اور فیصلے کی اطلاع ارکان جلسہ کے دستخطوں سے اورنہ بھیج دی گئی۔ اس کے بعد فوراً باشبوزقول یعنی بے ضابطہ سپاہیوں کو بھرتی کرنے کے لئے ولایت کے مختلف حصوں میں احکام جاری کئے گئے۔"

باغی درندوں نے مسلمانوں کا قتلِ عام شروع کر دیا۔ مرد۔ عورت۔ بوڑھا۔ بچہ کسی کو بھی چھوڑا۔ ڈیو پوئی رقم طراز ہے:۔

"یہ علانیہ کہا جاتا ہے۔ کہ فلپو پولیس کا روسی نائب قنصل ان دردناک مصیبتوں کا تنہا ذمہ دار ہے۔ جو باٹک پر نازل ہوئی ہیں۔ علاوہ بریں بہت سے دیہات میں خود بلغاریوں نے آگ لگا دی۔ تاکہ وہاں کے باشندوں کو بغاوت پر مجبور کریں۔ سنگرلی کے گاؤں کو جو اس وقت صرف کھنڈر ہے۔ ابتداءً میں ایک پادری ہی نے آگ لگائی۔ یہ شخص لوگوں کو حکومت کے خلاف بغاوت پر مجبور کرنے کی غرض سے ہاتھ میں چاقو لے کر ادھر اُدھر دوڑتا پھرتا تھا۔ اور اُن سے کہتا تھا۔ کہ اب تمہاری مخلصی کا وقت آگیا ہے۔ اور روسی سپاہی ترکوں کے مقابلے میں تمہاری مدد کرنے کے لئے قریب پہنچ گئے ہیں۔ قابلِ اعتماد اور آزاد شہادت کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ بلغاریہ کی بغاوت کا خاکہ احتیاط و مستعدی سے ان لوگوں نے

Marfat.com

تیار کیا تھا۔ جو غیر علاقوں سے آئے تھے۔ اور فوجی مصافیات کے ماہر و تجربہ کار تھے۔
اگر ان کی تدبیریں کامیاب ہو جاتیں۔ اور اہلِ بلغاریہ ترکوں پر غلبہ حاصل کر لیتے۔ تو کوئی شبہ نہیں۔ کہ یورپ میں ترکی کا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ اور بلغاریہ والوں نے ان سے کہیں زیادہ مظالم کئے ہوتے۔ جتنے مسلمانوں کے سر عائد کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ابتدائے بغاوت ہی سے مقدم الذکر نے ہر ترک کو جو انھیں ملا۔ عمر یا جنس کا لحاظ کئے بغیر قتل کر ڈالا۔ اور متعدد مرتبہ ان پر ناگفتہ بہ مظالم توڑے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ سفاکیوں کا ارتکاب دونوں طرف سے ہوا ہے۔ مثلاً مجھ سے قابل وثوق طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ کارلوو کے مقام پر بلغاریوں نے ایک ترک لڑکے کی دونوں باہوں کی کھال کہنی تک کھینچ لی۔ اوتلوکوئی میں بلغاریوں نے اسّی مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ اور ایک بچے کو قتل کر کے اس کا گوشت کھلم کھلا فروخت کیا۔ علاوہ بریں عورتوں کو ایسے وحشیانہ مظالم کی آماج گاہ بنایا۔ جنھیں تحریر کرتے ہوئے قلم کا سینہ شق ہوا جاتا ہے۔"

"ڈیلی نیوز" کی مبالغہ آمیز خبروں۔ گلیڈسٹن کی شعلہ بار تقریروں اور اس کے ایک رسالے نے انگلستان بھر میں ترکوں کے خلاف غیظ و غضب کی آگ بھڑکا دی۔ "ڈیلی نیوز" کا جو مضمون انگلستان میں ترکوں کے متعلق مخالفت و عناد کا زہر پھیلا کر شورش و بغاوت کرانے کا موجب ہوا۔ اس کے باب میں مسٹر ہنری ایسٹ ۲۵۔ جولائی ۱۸۷۶ء کو رقم طراز ہیں:۔

"میں یہ یقین کرنے کی وجہ رکھتا ہوں۔ کہ "ڈیلی نیوز" کا نامہ نگار جس کے خطوط نے انگلستان کے لوگوں کو بلغاری سفاکیوں کی جانب اس قدر متوجہ کیا۔ ایک باغی سردار کے دو بلغاری عزیزوں کی باتوں سے فریب کھا گیا۔ ان میں سے ایک قسطنطنیہ میں ایک بلغاری اخبار کا ایڈیٹر تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ اس کے ذریعے سے جو اطلاع حاصل کی گئی ہوگی۔ وہ محض ناقابل اعتماد خیال کی جا سکتی ہے۔"

یورپ کے طول و عرض میں ترکوں کے خلاف اشتعال اور نفرت پھیلانے کا مقصد حاصل کرنے کے لئے یکسر بے بنیاد خبریں بھی سچے واقعات کی طرح صحیح تسلیم کر لی جاتی تھیں۔ مسٹر ہنری ایسٹ تحریر کرتے ہیں:۔

Marfat.com

"بغاوت کے فرو کرنے میں جو زیادتیاں کی گئیں۔ وہ یقیناً بہت بڑی تھیں۔ جیسا کہ اس فوج کی نوعیت کا لازمی تقاضا تھا۔ جس سے فوری ضرورت کے موقع پر باب عالی کو مجبوراً کام لینا پڑا۔ لیکن یہ بھی اسی حد تک یقینی ہے۔ کہ جو تفصیلات دی گئی ہیں۔ وہ تقریباً تمام تر روسی اور بلغاری ذرائع سے ماخوذ ہیں۔ اور ان میں اس شرمناک حد تک مبالغہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ زیادہ توجہ کی مستحق نہیں ہوسکتیں۔ نفرت انگیز مظالم کے واقعات ایسے تفصیلی طریق پر مجھ سے بیان کئے گئے تھے۔ کہ ان کی سچائی میں شبہ کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ لیکن تحقیق کرنے سے وہ سراسر بناوٹی ثابت ہوئے۔"

مسلمانوں کو گوناگوں جبر و تشدد کا تختۂ مشق بنانے سے متعلق بغاوت کی سکیم کے بارے میں نائب قنصل کالورٹ ۲۹۔ اگست کو فلیپو پولیس سے رقم طراز ہے:۔

"عیسائی کمشنر جن میں سے ایک یوانچی آفندی خود بلغاری ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ انھیں اس امر میں ہرگز شک نہیں۔ کہ گزشتہ مئی کے آغاز شورش میں باغیوں کی طرف سے سخت وحشیانہ مظالم کئے گئے۔ اور ان مظالم کا ارتکاب عمداً کیا گیا۔ تاکہ وہ بلغاریہ میں عام بغاوت برپا کرنے کا بہترین ذریعہ ہوں۔ کیونکہ اس کے بعد حاکم قوم کی طرف سے جس بے امتیاز انتقام کا ہونا لازم تھا۔ وہ عیسائیوں کی حالت کو اس قدر ناقابل برداشت بنا دیتا۔ کہ خواہ وہ کتنا ہی پُرامن طریق سے رہنا چاہتے۔ حفاظتِ خود اختیاری کے لئے انھیں مجبوراً اٹھنا ہی پڑتا۔ من جملہ دیگر واقعات کے بلیک بے نے ٹرنوو کے قریب ایک گاؤں کے عیسائی باشندوں کی زبانی یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا۔ کہ بغاوت کے شروع میں باغیوں نے وہاں کے ایک دولت مند ترک کو پکڑا۔ جس سے اس کی عدل پروری اور فیض رسانی کی وجہ سے مسلمان اور عیسائی دونوں یکساں محبت کرتے تھے۔ اور اسے زمین میں کمر تک دفن کر کے پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔"

۴۔ مئی کو اوتلو کوئی کی بغاوت کی خبر دیتے ہوئے سر ہنری الیٹ لارڈ ڈربی کو تحریر کرتے ہیں:۔

"یہ معلوم تھا۔ کہ انقلابی ایجنٹ اہل بلغاریہ میں سرگرمی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔

اور حال میں اسلحہ اور گولہ بارود کثیر مقدار میں باہر سے لایا گیا ہے"۔

حکومت برطانیہ کی طرف سے بھیجے ہوئے والٹر بیرنگ کی تحقیقات سے متعلق ہربرٹ الیٹ ۱۱۔ اگست کو لارڈ ڈربی کے نام لکھتے ہیں :۔

"مسٹر بیرنگ کا ایک خط کل ملا جس میں یہ الفاظ درج ہیں:۔ اس میں قطعاً شبہ نہیں۔ کہ گزشتہ بغاوت کے برپا کرنے میں فلیپو پولیس کا روسی قنصل پیش پیش تھا"۔

یادداشت برلن

۱۱۔ مئی ۱۸۷۶ء کو برلن میں روس۔ آسٹریا اور پرشا کے نمائندوں نے باہم مشورہ کر کے "یادداشت برلن" کے نام سے ایک نوٹ مرتب کیا۔ جس میں ترکوں کے لئے شدید ضرر رساں مطالبات باب عالی میں پیش کر کے آخر میں دھمکی دی گئی تھی۔ کہ دو مہینے تک ان مطالبات کی تکمیل نہ کی گئی۔ تو سلطنت عثمانیہ کے ساتھ تشدّد برتا جائے گا۔

اٹلی اور فرانس نے تو اس یادداشت پر مہر اتفاق ثبت کر دی۔ لیکن برطانیہ نے اس بنا پر ناراضامندی کا اظہار کیا۔ کہ اس کی ترتیب کے وقت اس سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ اور قسطنطنیہ کے تحفظ کی غرض سے انگریزی بیڑے کو خلیج بیسکا میں جو دردانیال کے دہانے پر واقع ہے۔ لنگر انداز ہونے کا حکم دیا۔ برطانیہ کی اس روش سے "یادداشت برلن" کا زور بڑی حد تک ٹوٹ گیا۔

سلطان کی معزولی

سلطنت عثمانیہ گوناگوں مشکلات میں مبتلا تھی۔ جگہ جگہ شورش بغاوت اور مخالفت کے خونیں چشمے اُبل رہے تھے۔ خزانے میں پھوٹی کوڑی تک نہ تھی۔ سلطان ان خطرات کی طرف سے آنکھیں بند کر کے عیش و عشرت میں غرق تھا۔ باب عالی کے داخلی امور میں یورپی طاقتوں کی مداخلت کی رفتار تیز سے تیز تر ہو رہی تھی۔

یہ دیکھ کر عمائد سلطنت نے سلطان کو معزول کر دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن قبل ازیں اس سے صدر اعظم محمود ندیم پاشا اور شیخ الاسلام حسن فہمی آفندی کی موقوفی کا فرمان صادر کرا لیا۔ چنانچہ محمد رشدی پاشا کو صدر اعظم اور حسن خیر اللہ آفندی کو شیخ الاسلام مقرر کیا گیا۔

Marfat.com

چونکہ سلطان کی معزولی کے لئے شیخ الاسلام کا فتویٰ لابدی تھا۔ لہٰذا اس سے فتویٰ حاصل کیا گیا۔ اور ۲۹۔ مئی ۱۸۷۶ء کو وزرائے سلطان عبدالعزیز کو معزول کر کے سلطان عبدالمجید خاں کے بیٹے شہزادہ مراد کو تخت نشین کیا۔ عبدالعزیز نے اس حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ اب تو قسطنطنیہ کی فوج بھی اس کا ساتھ نہ دے گی۔ مزاحمت کا خیال ترک کر کے سکون و سکوت سے علیحدگی اختیار کر لی۔

سلطان مراد خاں خامس

۲۹ مئی ۱۸۷۶ء تا یکم ستمبر ۱۸۷۶ء

سلطان مراد خاں خامس نے تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی صدر اعظم رشدی پاشا کے نام ایک فرمان جاری کیا۔ کہ مجلس وزارت طویل گفت و شنید کے بعد اتفاق رائے سے اصلاحات کی ایک سکیم مرتب کر کے پیش کرے۔ چنانچہ دستوری حکومت کا وہ خاکہ حضور سلطانی میں پیش کر دیا گیا۔ جو مدحت پاشا اور اس کے رفقاء نے سلطان عبدالعزیز کے آخر عہدِ سلطنت میں تیار کیا تھا۔

سلطان مراد پہلے ہی سے اعصابی اختلال میں مبتلا تھا۔ اور نہایت سرگرمی سے بہترین علاج ہو رہا تھا۔ لیکن دو دردانگیز حادثے ایسے پیش آئے۔ کہ اس کی بیماری میں اضافہ ہو گیا۔ سلطان عبدالعزیز نے تخت سلطنت سے دست کش ہونے کے بعد اپنے دونوں بازوؤں کی رگیں کاٹ کر خودکشی کر لی۔ جس کی تصدیق نامور ڈاکٹروں کی متفقہ رپورٹ سے ہو گئی۔

اس سے چند روز بعد سلطان عبدالعزیز کے سابق ایڈی کانگ حسن نے موقع پا کر چھ بھرے ہوئے پستول لئے۔ اور وہ رات کے وقت اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ جہاں مجلسِ وزارت کا اجلاس ہو رہا تھا۔ حسن نے جاتے ہی گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ حسن نے حسین عونی پاشا وزیر جنگ مدحت پاشا کا ملازم احمد آغا اور وزیر بحریات کا ایڈی کانگ

شکری بے تینوں جان بحق ہو گئے۔ حسن بڑی مشکل سے گرفتار ہو کر حوالۂ دار ورسن ہوا۔ شبہ کیا جاتا تھا۔ کہ اس نے اپنے آقا کا انتقام لینے کے لئے یہ کارروائی کی ہے۔

وزارت میں دو جماعتیں

مراد کی علالتِ طبع ان حادثوں کے برداشت کرنے کی تاب نہ لا سکی۔ چنانچہ اس کی صحت یاس انگیز حد تک گر گئی۔ سلطنت کے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی۔ وزارت میں دو جماعتیں بن گئیں (۱) صدر اعظم محمد رشدی پاشا کی جماعت اور (۲) سلطان کے بہنوئی محمود جلال الدین پاشا کی جماعت۔ باب عالی میں پہلی جماعت کا اقتدار تھا۔ اور قصر سلطانی میں دوسری کا۔

عثمانی قانون کے لحاظ سے ناقص دماغ شخص سلطان نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے وزارت نے فیصلہ کیا۔ مدحت پاشا شہزادہ عبدالحمید ولی عہد سے بات چیت کر کے پتا لگالے۔ کہ وہ نفاذ اصلاحات میں ان کے حسب منشا حصہ لے کر ان کا اطمینان کرا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہو۔ تو اسے تخت نشین کرنے سے قبل حسب ذیل شرائط منظور کرالی جائیں :-

(۱) جدید دستور حکومت کا اعلان فی الفور کر دیا جائے گا۔

(۲) حکومت کے معاملات میں صرف ذمہ دار وزراء سے رائے لی جائے گی۔

(۳) ضیا بے اور کمال بے کو کاتبِ خاص (پرائیویٹ سکرٹری) اور سعد اللہ بے کو باش کاتب (چیف سکرٹری) بنایا جائے گا۔

عبدالحمید نے یہ شرائط مان لیں۔ شیخ الاسلام نے اختلال دماغ کی بنا پر مراد کی معزولی کا فتویٰ دیا۔ اور یکم ستمبر ۱۸۷۶ء کو وزراء نے مراد کو تخت سے اتار کر اس کی جگہ تاجِ سلطنت شہزادہ عبدالحمید کے سر پر رکھ دیا۔

Marfat.com

سلطان عبدالحمید خاں ثانی

۱۸۷۶ء تا ۱۹۰۹ء

سلطان عبدالحمید خاں ثانی جن تین شرائط کو منظور کرنے کے بعد سریر آرائے سلطنت ہوا تھا۔ ان میں سے آخری دو شرطیں تو اس نے قطعاً پوری نہ کیں۔ اور پہلی شرط کی برائے نام پابندی کی۔ مدحت پاشا غصّے سے آگ بگولا ہوگیا۔ اور محمود پاشا۔ جودت پاشا اور ان کی جماعت کے ارکان کو زبردست انتباہ کیا۔ کہ اگر اس بنیادی مسئلے کے تصفیے میں ذرا بھی لیت ولعل کی گئی۔ تو وہ اپنے عہدے سے استعفا دے دے گا۔ آخر ۲۳۔ دسمبر ۱۸۷۶ء کو دستور اساسی کا اعلان کر دیا گیا۔ اس کے رو سے ایک مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے دو ایوان تھے (۱) دارالاعیان اور (۲) دارالمبعوثین قرار پایا۔ کہ مقدم الذکر ایوان کے ارکان تام زندگی سے اور مؤخرالذکر کے کثرت رائے سے منتخب ہوں گے۔ مجلس شوریٰ کے ماتحت ایک مجلس وزارت بھی قائم کی گئی۔ ساری رعایا کو بے امتیاز مذہب وملت مساوی حقوق عطا کئے گئے۔ اور حکومت کے عہدوں کے دروازے سب کے لئے برابر کھول دئے گئے۔

اس اعلان پر سلطنت کے طول وعرض میں تمام حلقوں کی طرف سے مسرت و شادمانی کا اظہار کیا گیا۔ لیکن یورپی طاقتوں اور بالخصوص برطانیہ کے گوشے گوشے میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ کیونکہ اس سے سلطنت عثمانیہ کے داخلی امور میں مداخلت کو روکنے کے لئے ان کے راستے میں آہنی دیوار کھڑی ہو گئی تھی۔ تعریضاً کہا گیا۔ اس دستور کے نفاذ کا واحد مقصد یہ ہے۔ کہ عیسائیوں کے تحفظ حقوق کے لئے قسطنطنیہ میں ہونے والی یورپی کانفرنس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے۔ لیکن یہ اعتراض بے بنیاد تھا۔ کیونکہ اس کے لئے مدحت پاشا اور اس کے رفقاء ایک سال سے سرگرم جدوجہد میں مصروف تھے۔ جیسا کہ سرہنری الیٹ سفیر برطانیہ کے حسب ذیل مکتوب سے واضح ہوتا ہے:۔

"دسمبر ۱۸۷۵ء کے آغاز میں مجھ سے مدحت پاشا کے ایک رفیق نے بیان کیا۔ جو حکومت کے بعض اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکا تھا۔ کہ مدحت پاشا کی پارٹی کا مقصد ایک دستور اساسی حاصل کرنا تھا۔ یہ واقعہ اعلان دستور کے وقت سے ایک سال سے زیادہ پہلے کا ہے۔ جب یہ کہا گیا۔ دستور کا اعلان صرف اس لئے کیا گیا ہے۔ کہ اس کانفرنس کو شکست دی جائے۔ جو اُس وقت قسطنطنیہ میں منعقد کی گئی تھی۔ چند روز کے بعد مدحت پاشا خود خود مجھ سے ملاقات کو آئے۔ اور اپنے خیالات اس تفصیل سے بیان کئے۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ کئے تھے۔ حالانکہ میں ان خیالات کے عام مقصد سے واقف تھا۔ انھوں نے بیان کیا۔ کہ سلطنت تیزی سے بربادی کی طرف لائی جارہی ہے۔ رشوت خواری اور دوسری بدنظمیاں جس حد تک پہنچ چکی ہیں۔ اس سے پہلے کبھی نہ پہنچی تھیں۔ سرکاری محکمے روپے سے بالکل خالی ہیں۔ لیکن کروڑوں روپے قصر سلطانی میں پہنچ رہے ہیں۔ صوبے گورنروں کی جنھوں نے اپنے عہدے قصر سلطانی سے خریدے ہیں۔ بے روک لوٹ سے برباد ہو رہے ہیں۔ جب تک پورا نظام نہ بدل دیا جائے۔ کوئی چیز سلطنت کو بچا نہیں سکتی۔ مدحت پاشا کے نزدیک اس کا واحد علاج یہ تھا۔ کہ پہلے سلطان پر قابو حاصل کیا جائے۔ اس طرح کہ وزراء کو ذمہ دار بنا کر خصوصاً مالیات میں ایک قومی مجلس عمومی کا جواب دہ بنایا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس مجلس کو صحیح معنی میں قومی بنایا جائے۔ جس کی صورت یہ ہے۔ کہ مختلف جماعتوں اور مذہبوں کے تمام امتیازات مٹا دئے جائیں۔ اور عیسائیوں کو مسلمانوں کے بالکل مساوی حقوق دئے جائیں۔ تیسرے یہ کہ مرکزیت توڑ کر مقامی حکومت قائم کر دی جائے۔ اور گورنروں کو صوبائی نگرانی کے ماتحت رکھا جائے۔

یقیناً اسے تسلیم کرنا چاہیے۔ کہ یہ خیالات روشن خیالی پر مبنی اور مدبرانہ تھے۔ اور حوصلہ افزائی کے مستحق تھے۔ مدحت پاشا نے بار بار اس کا ذکر کیا۔ کہ انگریز قوم کی ہمدردی مصلحین کے لئے کس قدر قیمتی ہوگی۔ اور کس طرح ان کے ہم وطن انگلستان کی مثال کو سامنے رکھ کر اس کی تقلید کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا۔ مجھے اس

Marfat.com

میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ کہ ان کے قائم کئے ہوئے اصولوں پر جو تجویزیں مرتب کی جائیں گی۔ انھیں ہر انگریز جو میری طرح مطلقیت کے لئے دستوری حکومت کی پابندیوں کے فوائد کا قائل ہے۔ ضرور پسند کرے گا۔ اور ان کی کامیابی چاہے گا۔ میں نے دیانتداری سے انھیں اس کا یقین دلایا تھا۔ کیونکہ بلاشبہ سب سے آخری چیز جس کی میں توقع کر سکتا تھا۔ یہ تھی۔ کہ جو لوگ اس ملک میں دستوری اصولوں کے لئے اپنی سرگرمی کا سب سے زیادہ مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہی سب سے پہلے ان لوگوں کی تحقیر و تذلیل اور ان کی تجویزوں کا استہزا کریں گے۔ جو ان اصولوں کو اپنے ملک میں رائج کرنے کی کوشش کر رہے تھے "

اس ضمن میں برطانی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر جوزف کاوین کی اس تقریر کا حسب ذیل اقتباس بھی قابل ملاحظہ ہے۔ جو انھوں نے ۳۱۔ جنوری ۱۸۷۸ء کو انگلستان کی خارجی پالیسی کے موضوع پر کی تھی:۔

" ترکی میں برسوں سے ایک سرگرم اور محب وطن جماعت موجود ہے۔ جو اپنے اداروں کو مغربی طرز زندگی اور یورپی ضروریات کے مطابق بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس جماعت کا سیدھا سادہ پروگرام یہ ہے۔ کہ اس جزیرہ نما کی مختلف قوموں کو باہم ملا کر ایک متحدہ حکومت قائم کی جائے۔ جس کی بنیاد سب کی مذہبی اور سیاسی مساوات پر ہو۔ فواد پاشا اور عالی پاشا نے ان اصولوں کے لئے مدت تک جدوجہد کی۔ اور اب انھیں اصولوں کو اسی خلوص سے مدحت پاشا اور ان کے حامی پیش کر رہے ہیں۔ ہر مذہب اور قوم کے لوگ ایک ہی سطح پر رکھے جائیں گے۔ اس پروگرام کی تائید عیسائی اور مسلمان دونوں یکساں کر رہے ہیں۔ لیکن ان ترک مصلحین کی مخلصانہ کوششوں کا ذکر جس حقارت سے انگلستان کے آزاد خیال سیاست دان کرتے تھے۔ وہ اس بحث کے من جملہ دیگر قابل افسوس واقعات کے ایک نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک واقعہ تھا۔ اور جو بھی ترکی دستور پر آوازے کستا۔ یقیناً یہ آزاد خیال گورنمنٹ کے حامیوں کا کام نہ تھا۔ کہ وہ اس کے لئے تحقیر و استہزا کا طریقہ اختیار کرتے۔ بیشک

Marfat.com

ایسی حکومت کے قیام کا تصور ناممکن نہیں جس میں مسلمان اور عیسائی دونوں متحد ہوں۔ اور جو مہلک اثر اس وقت قسطنطنیہ پر غالب ہے۔ وہ ترکی کی سیاسی زندگی سے دُور کر دیا جائے "

قسطنطنیہ کی کانفرنس

دستور اساسی کے اعلان ہی کے روز ۲۳۔ دسمبر ۱۸۷۶ء کو قسطنطنیہ میں دول عظمٰی کے نمائندوں کی کانفرنس بھی منعقد ہوئی۔ جس میں متعدد تجویزیں پیش ہوئیں۔ اور ہنگامہ خیز بحث و تمحیص ہوئی۔ آخری ترمیم شدہ تجویز دول عظمٰی کی طرف سے پیش کی گئی۔ کہ مقامی حکام کی امداد کے لئے ایک قنصل کمیشن متعین کر دیا جائے۔ اور بلغاریہ۔ بوسینیا اور ہرزیگوینا کے حکمران پہلے پانچ سال تک دول عظمٰی کی منظوری سے مقرر کئے جائیں۔ ترکوں نے اسے بھی منظور نہ کیا۔ تو دول عظمٰی کے نمائندوں نے یہی تجویز باب عالی میں ارسال کر کے دعوت جنگ کے طور پر اسے دھمکی دی۔ کہ اگر انھیں ایک ہفتے کے اندر اس کا اطمینان بخش جواب موصول نہ ہوا۔ تو وہ قسطنطنیہ سے چل دیں گے۔

ترکوں کا فیصلہ

اس پر ترکوں نے اپنی ایک نمائندہ مجلس عالیہ منعقد کر کے کانفرنس کی اس آخری تجویز پر بحث کی۔ اور ہنگامہ خیز تقریروں کے بعد اسے منظور کر کے فیصلے کی اطلاع دول عظمٰی کے نمائندوں کو بھیج دی گئی۔ ۲۰۔ جنوری ۱۸۷۷ء کو انھوں نے قسطنطنیہ سے رخت سفر باندھ لیا۔

روس سے جنگ اور صلح

۲۴۔ اپریل ۱۸۷۷ء کو روس نے باب عالی سے جنگ شروع کر دی۔ جس میں ترکوں کو پس پا ہونا پڑا۔ اور ۳۱۔ جنوری ۱۸۷۸ء کو "مضبط ادرنہ" کے نام سے ایک صلح نامے پر فریقین کے دستخط ہو گئے۔

معاہدۂ سان سٹیفانو

۳۔ مارچ ۱۸۷۸ء کو روس اور باب عالی کے درمیان "معاہدۂ سان سٹیفانو" قرار پایا۔ جس کے رو سے قسطنطنیہ۔ صوبہ تھریس اور ادرنہ پر ترکوں کا قبضہ قائم رکھا گیا۔ سردیہ۔ رومانیہ اور مونٹی نگرو کو خود مختاری دے دینے کے علاوہ ان کی حدود بڑھا دی گئیں۔ لیکن ادھر یہ معاہدہ شائع ہوا۔ اُدھر

اطراف واکناف سے مخالفت کا طوفان برپا ہو گیا۔

معاہدۂ برلن

۱۳۔جون ۱۸۷۸ء کو برلن میں دول عظمیٰ کے نمائندوں کی ایک کانگرس منعقد ہوئی۔ ایک ماہ کی معرکہ آرا بحث وتمحیص کے بعد ۱۲ جولائی کو معاہدۂ برلن مرتب ہوا۔ جس پر کانگرس کے ارکان نے دستخط ثبت کئے۔ اس معاہدے سے معاہدۂ سان سٹیفانو تقریباً سارے کا سارا منسوخ ہو گیا۔

معاہدۂ برلن دولت عثمانیہ کے یورپی مقبوضات کے لئے تباہ کن ایٹم بم ثابت ہوا۔ عثمانی صوبوں کی جگہ یونان۔ سرویہ۔ بلغاریہ۔ رومانیہ اور مونٹی نگرو کی مطلق العنان حکومتیں معرض وجود میں آگئیں۔ باقی صوبوں میں تحریک آزادی کے شعلے بھڑک اٹھے۔

جنگ یونان

یونان نے توسیع حدود کے نشے میں چُور ہو کر مقدونیہ کے بعض علاقوں پر تاخت وتاراج شروع کر دی۔ ۷۔اپریل ۱۸۹۷ء کو باب عالی نے بھی جواباً جنگ کا نقارہ بجا دیا۔ اور یونانیوں کے چھکے چھڑا کر انھیں راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

عبدالحمید کا استبداد

استبداد پسندی عبدالحمید کے رگ وپے میں جاری وساری تھی اگرچہ بظاہر اس نے دستور اساسی کا اعلان اور مجلس شوریٰ کا افتتاح کر کے دول یورپ اور مدحت پاشا کی حزب الاصلاح دونوں کے مطالبات کو لباسِ تکمیل پہنا دیا تھا۔ لیکن حقیقتاً وہ دستوری حکومت کا سخت مخالف تھا۔ اسی بنا پر اس نے قسطنطنیہ کی کانفرنس کے بعد مجلس شوریٰ کو بھی توڑ دیا۔ اور دستور کی روح وروان مدحت پاشا کو پہلے جلا وطن کر دیا۔ پھر قتل کا الزام عائد کر کے اسے پھانسی کی سزا دے دی۔

مدحت پاشا خود تو آغوشِ لحد میں جا سویا۔ لیکن اس کے پیدا کئے ہوئے خیالات زندہ تھے۔ اور ہر فرد قوم کی نس نس میں خون بن کر دوڑ رہے تھے۔ عبدالحمید اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھا۔ چونکہ یہ خیالات بیشتر مغربی تعلیم اور یورپ کی سیاحت کا ثمرہ تھے۔ لہٰذا اس نے ان دونوں چیزوں کو شدید پابندی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ مسٹر ناٹ رقم طراز ہیں:۔

"عبدالحمید اپنی مسلمان رعایا کو ان پڑھ رکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ کسی کو اس کی اطاعت سے روگردانی کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔ اسے معلوم تھا۔ کہ جدید یورپ کی آزاد خیالی کا بیج ترکی کی زمین میں بو دیا گیا ہے۔ اور اس نے عزم کر لیا تھا۔ کہ اس بیج کو بالکل نکال پھینکے گا۔ یا کم از کم اس کی نشوونما نہ ہونے دے گا۔ اس نے ترکی کو مغربی ترقی کے اثر سے علیحدہ رکھنے کی جدوجہد کی۔ اور کسی حد تک اس میں کامیابی بھی حاصل کر لی۔ چند مستثنیات کے سوا اس کی رعایا کے لئے اجنبی ممالک میں سفر کرنا ممنوع تھا۔ اور سلطنت کے اندر بھی لوگوں کی نقل و حرکت شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھی۔"

خالدہ ادیب خانم لکھتی ہیں :۔

"جس کسی کے پاس تنظیمات کے متعلق کوئی کتاب پکڑی جاتی تھی۔ اسے شدید سزا کے شکنجے میں جکڑ دیا جاتا تھا۔ ایسی کتابوں کا ایک صفحہ بھی پکڑ لینا بغاوت پر محمول کیا جاتا تھا۔ آزادی۔ دستور۔ حُبِّ وطن اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ لغت کی کتابوں سے نکال ڈالے گئے۔"

فوج کی تعلیم

ان تمام مساعی کے باوجود عبدالحمید فوج کو یورپ کے اثر سے محفوظ رکھنے پر قادر نہ ہو سکا۔ کیونکہ اسے علم تھا۔ کہ جدید یورپی اصولوں پر فوج کی تربیت اور تنظیم بقائے سلطنت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا حکم رکھتی ہے۔ چنانچہ اسے مجبوراً فوجی تعلیم گاہیں قائم کرنی پڑیں۔ البتہ وہ اتنی احتیاط ضرور کرتا تھا۔ کہ جدید تعلیم یافتہ افسروں کو دُور دراز مقامات پر بھیج دیتا تھا۔ تاکہ دارالخلافہ ان کے خیالات کے اثر سے بچا رہے۔

نظام جاسوسی

جاسوسی کا نظام بہت دُور رس اور پُراسرار تھا۔ وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ اس پر بالاوسط بیس لاکھ پونڈ سالانہ خرچ ہوتا تھا۔ ساری سلطنت کے طول و عرض میں کوئی مقام۔ کوئی طبقہ اور کوئی گھر جاسوسوں کی زد سے محفوظ نہ تھا۔ اس سلسلے میں عبدالحمید کے جبر و تشدد کا نزلہ بالخصوص عالی خاندان۔ روشن دماغ۔ محب وطن اور شریف النفس افراد پر گرتا تھا۔ جاسوسوں

Marfat.com

کی یہ اَن گنت فوج سلطان کے پاس اطلاعات بھیجتی رہتی تھی۔ جن کی بنا پر بے شمار ترک۔ ایر
ملک بدری اور قتل کی سزائیں پاتے تھے۔

خالدہ ادیب خانم رقم طراز ہیں:۔

"عبدالحمید نے کُردوں۔ عربوں اور البانی رئیسوں پر جود و کرم کا مینہ برسا دیا۔ اور انھیں اپنے مقربین میں شامل کر لیا۔ تنظیمات کے متعلق جو کچھ لکھا گیا تھا۔ وہ ترکی زبان میں تھا۔ اور دوسرے مسلمانوں پر ان خیالات کا اثر نہ ہُوا تھا۔ لہٰذا ان پر اس دورِ استبداد میں اتنی سختیاں نہ ہوئیں۔ جتنی ترکوں پر کی گئیں۔ اور ابھی ان میں اس بات کے سمجھنے کی صلاحیت نہ تھی۔ کہ یہ مرحمت خسروانہ محض رشوت ہے۔ جو انھیں اس لئے دی جاتی ہے۔ کہ وہ ترقی نہ کر سکیں۔ اور انھیں نئے خیالات کی ہوا نہ لگنے پائے۔"

عام لوگوں کی بیزاری

عوام پر گوناگوں مظالم اس کثرت سے ہوتے تھے۔ کہ ان بے چاروں پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تھا۔ بھاری ٹیکسوں سے ترک کسانوں کی کمریں دُہری ہو گئی تھیں۔ تعمیرات۔ پولیس اور عدالتوں کے محکمے عوام کو دھڑی دھڑی کر کے لُوٹ رہے تھے۔

علاوہ بریں فوجی نظام بھی زیر و زبر ہو رہا تھا۔ سپاہیوں کو غذا و لباس کی تکلیف کے علاوہ قلتِ اسلحہ کی بھی شکایت رہتی تھی۔

سٹر نائٹ بیان کرتے ہیں:۔

"ترکی میں فوجی خدمت کا بار تمام تر مسلمان آبادی پر ہے۔ عیسائی اب تک اس سے بالکل بری ہیں۔ اس کے عوض وہ صرف ایک خفیف ٹیکس دیتے ہیں۔ ترک سپاہی جفاکشی اور بہادری کے لحاظ سے دنیا کے بہترین سپاہیوں میں ہے۔ … بڑی بڑی سختیوں کو بغیر شکایت کے برداشت کر لے گا۔ تاہم اس کی برداشت کی بھی ایک حد ہے۔ سابق دورِ حکومت میں ان اعلیٰ درجے کی فوجوں کی جو قابلِ رحم حالت میں نے قلعوں اور فوجی چوکیوں میں دیکھی۔ اس کے بیان میں مبالغہ مشکل سے ہو سکتا ہے۔ ان فوجوں کو پُورا راشن کبھی نہ ملتا تھا۔ بعض اوقات ان پر فاقے گزرتے تھے۔ بلقان کی شدید

Marfat.com

سردیوں کے زمانے میں بھی جب وہ سرحد کی حفاظت پر متعین رہتیں۔ انھیں کافی لباس میسر نہ تھا۔ اکثر ان کی وردیاں پرانی ہو کر چیتھڑے چیتھڑے ہوجاتی تھیں۔ اور جو بھی ملکی لباس مل سکتا۔ وہ اسی کو پہن کر بسر کرلیتیں۔ ان کی قلیل تنخواہ ہمیشہ بقایا میں پڑی رہتی۔ وہ فوجی تربیت اور تنظیم سے بھی محروم تھیں۔ یعنی یورپ کا بہترین فوجی جوہر افسوس ناک طریق پر ضائع ہو رہا تھا۔ خود افسروں کی تنخواہ بھی باقاعدہ نہ ملتی تھی۔ ان میں اتنی استطاعت نہ تھی۔ کہ صاف ستھری زندگی کا سامان فراہم کرسکتے۔ نفرت انگیز نظام جاسوسی کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے بھی کشیدہ رہتے تھے۔ ان حالات میں وہ اپنے سپاہیوں کے اندر وہ بلند فوجی روح پیدا نہ کرسکتے تھے۔ جو پہلے ترکی فوج کا طغرائے امتیاز تھی۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود جب لڑائی کا موقع آتا تھا۔ تو یہ لوگ یاد رکھتے تھے۔ کہ ہم ترک سپاہی ہیں۔ اور خوب لڑتے تھے"۔

انجمن اتحاد و ترقی اس سلطنت گیر عام بیزاری نے آخر یہ گل کھلایا۔ کہ ملک کے گوشے گوشے میں انقلاب کی بادسموم چلنے لگی۔ کچھ عرصے کے بعد سب سے پہلے جنیوا میں اصلاح کے سرگرم کارکنوں اور فدائے ملک و قوم جلاوطن نوجوان ترکوں نے "انجمن اتحاد و ترقی" کی داغ بیل ڈالی جس کی غرض و غایت یہ تھی۔ کہ ہر امکانی کوشش سے کام لے کر سلطنت کے چپے چپے پر اصلاحات کے چشمے بہا دیئے جائیں۔ رفتہ رفتہ اس انجمن نے یہاں تک ترقی کرلی۔ کہ لندن اور دول یورپ کے دوسرے دارالحکومتوں میں اس کی شاخوں کا جال بچھا دیا گیا۔

نوجوان ترکوں نے یہ راز معلوم کرلیا تھا۔ کہ سلطنت کے بقا و استحکام کے لئے رعایا کے تمام طبقوں کا دامن بے امتیاز قوم و مذہب یکسانی حقوق کے موتیوں سے مالامال کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ انھوں نے پیرس کی آرمینی۔ بلغاری اور دوسری غیر مسلم انقلابی انجمنوں کو ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ اور سنہ ۱۹۰۲ء میں آرمینی انجمنوں کے ساتھ معاہدۂ اتحاد قرار پایا۔ مسٹر نائٹ رقم طراز ہیں:۔

"نوجوان ترکوں اور آرمینی انقلابیوں کے درمیان سمجھوتے کی راہ میں سیاسی مشکلات

بہت کم تھیں۔ یہ مسئلہ ایسا نہ تھا۔ جیساکہ مقدونیہ میں یونانیوں اور سلافیوں کا مسئلہ جن کی ہم قوم خود مختار حکومتیں سرحد پر موجود تھیں۔ جن کی مدد وہ حاصل کر سکتے تھے۔ اور جن سے حمایت اور اگر اتفاق نے مساعدت کی۔ تو الحاق کی امید بھی کر سکتے تھے۔ کیونکہ آرمینیا اب صرف ایک جغرافیائی اصطلاح ہے۔ اور قدیم آرمینیا ترکی۔ روس اور ایران کے درمیان تقسیم ہو چکا ہے۔ ترکی آرمینیا میں ارمنوں سے بہت زیادہ مسلمانوں کی تعداد ہے۔ اور ایک خود مختار آرمینی علاقے کا پیدا کرنا جیساکہ انقلابیوں کی ایک جماعت کی خواہش تھی۔ ظاہر ہے۔ کہ ایک ناقابلِ عمل سکیم تھی۔ چنانچہ ارمنوں میں جو لوگ زیادہ سمجھ دار تھے۔ انھوں نے بخوبی جان لیا تھا۔ کہ ترکی حکومت کا واحد بدل روسی حکومت ہو سکتی ہے۔ اور سرحد پار ان کے بھائیوں کے تجربے نے ثابت کر دیا تھا۔ کہ ان دونوں میں ترکی حکومت قابلِ ترجیح ہے۔ کیونکہ اس کے ماتحت انھیں ایک حد تک نسلی خود مختاری اور مختلف رعایتیں حاصل تھیں۔ یہ سچ ہے۔ کہ عبدالحمید کے استبداد سے یہ رعایتیں بہت محدود ہو گئی تھیں۔ لیکن حکومت روس جو ہمیشہ اپنی ماتحت قوموں کو روسی بنانے پر تلی رہتی تھی۔ انھیں ہرگز یہ مراعات نہ دیتی۔"

پیرس کی انقلابی کانگرس

اس کے بعد نوجوان ترکوں نے دوسری غیر مسلم انقلابی انجمنوں کو اپنا ہم نوا و معاون بنانے پر توجہ مبذول کی۔ اور دسمبر ۱۹۰۶ء میں بمقام پیرس ایک انقلابی کانگرس منعقد ہوئی۔ جس میں انجمن اتحاد و ترقی۔ آرمینی۔ بلغاری۔ یہودی۔ عرب۔ البانی اور دوسری انجمنیں شامل ہوئیں۔ اور تمام نمائندوں نے بالاتفاق حسب ذیل امور پر منظوری کی مہر ثبت کی:۔

(۱) سلطان عبدالحمید خاں تخت سے اتار دئے جائیں۔

(۲) دولت عثمانیہ کی سلامتی کا تحفظ کیا جائے۔

(۳) قانون کی نظر میں تمام نسلوں اور مذہبوں کو کامل مساوات حاصل ہو۔

(۴) مدحت پاشا کے وضع کئے ہوئے دستور اساسی کی بنیاد پر دستوری حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے۔

Marfat.com

سالونیکا کمیٹی

ان حالات نے نوجوان ترکوں کو ان کی تحریک انقلاب کی نشر و اشاعت میں بڑی مدد دی۔ مقدونیہ میں "انجمن اتحاد و ترقی" نے اپنی خفیہ سوسائٹی کا بڑا دفتر سالونیکا میں قائم کیا۔ اور مقدونیہ اور البانیہ میں جگہ جگہ اس کی شاخیں کھول دی گئیں۔ مسٹر نائٹ تحریر کرتے ہیں:۔

"سالونیکا کمیٹی" کے ارکان میں سے اکثر کے ساتھ میں نے ملاقات کی ہے۔ وہ سب اعلیٰ اور متوسط طبقے کے لوگ تھے۔ فوج کے نوجوان افسر تھے۔ جنھوں نے مدارس حربیہ میں تعلیم پائی تھی۔ اور بیرن فانڈر گولٹز کے اعلیٰ نظام کے تربیت یافتہ تھے۔ وکیل تھے۔ ڈاکٹر تھے۔ اور چند علما تھے۔ اونچے درجے کے افسروں اور محکمۂ دیوانی کے اعلیٰ عہدہ داروں میں سے کوئی بھی اس کمیٹی کا ممبر نہ تھا۔ یہ تمام افراد جن میں سے بیشتر متوسط عمر سے کم کے اور خفیہ کمیٹی کے ممبر بنے تھے۔ اپنی شدید اور بے غرض وطن دوستی کے لئے ممتاز تھے۔ یہ ایسے لوگ تھے۔ کہ جس غیر ملکی شخص کو بھی ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ وہ ان کا احترام اور تعریف و توصیف کرنے پر مجبور ہوا۔ یہ انقلاب نیچے سے یعنی ذلیل شہری مخلوق یا جاہل کسانوں سے شروع نہیں ہوا۔ بلکہ اوپر سے آیا۔ جو ترکی کا بہترین حصہ تھا۔"

انقلاب کا اعلان

آخر سالونیکا کمیٹی نے ماحول پر گہری نظر ڈالنے کے بعد اعلان انقلاب کا حکم صادر کر دیا۔ جس کے مطابق ۵۔ جولائی ۱۹۰۸ء کو میجر نیازی بے نے دو سو اشخاص ہمراہ لے کر رسنا کی پہاڑیوں پر سلطان عبدالحمید کے استبداد کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ اور آن کی آن میں ہر طرف انقلاب کی ہوائیں چلنے لگیں۔ اس پر سلطان نے اس تحریک کو فنا کر دینے پر کمر باندھ لی۔

دستوری حکومت کا اعلان

سلطان کی امکانی سعی و جہد نقش بر آب ثابت ہوئی۔ لہٰذا اس نے "انجمن اتحاد و ترقی" کی انقلاب انگیز اور خونیں سرگرمیوں سے مرعوب ہو کر مجلس وزارت کے ایک فوری اجلاس کے اس فیصلے پر کہ دستوری حکومت کا اعلان کر دیا جائے۔ منظوری کی مُہر ثبت کر دی۔

Marfat.com

۲۴-جولائی کو "انجمن اتحاد و ترقی" کے نام تار بھیجا گیا۔ کہ سلطان نے دستوری حکومت کا قیام منظور فرمالیا۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی مملکت اسلامیہ کی فضا شادیانوں کی فردوس گوش آوازسے لبریز ہوگئی۔ انور بے نے اعلان کیا۔

"استبدادی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور آج سے ہم سب بھائی ہیں۔ اب نہ کوئی بلغاری ہے۔ نہ یونانی۔ نہ رومانی ہے۔ نہ یہودی۔ نہ ترک۔ اس نیل گوں آسمان کے نیچے ہم سب برابر ہیں۔ اور صرف عثمانی ہونے پر فخر کرتے ہیں۔"

دستوری حکومت کے اعلان سے ترکوں کو علی الخصوص مسرت و شادمانی حاصل ہوئی کیونکہ سلطانی استبداد کی بجلیاں زیادہ تر انھیں پر گرتی تھیں۔ بکسٹن تحریر کرتا ہے:۔

"بڑے سے بڑا ترک بھی جاسوسی کی زد سے محفوظ نہ تھا۔ اور چھوٹے سے چھوٹا سخت گیری سے۔ تعلیم یافتہ طبقوں میں مشکل سے کوئی گھر ایسا تھا۔ جہاں کسی فرد خاندان کی مشتبہ موت کا ماتم یا اس کی ناگہانی جلاوطنی کی یاد تازہ نہ رہی ہو۔ اب یہ تمام باتیں رخصت ہوگئیں۔ لوگ آزادی سے سانس لینے لگے۔ تیس برس کے بعد پہلی بار وہ کھل کر باتیں کرسکتے تھے۔ پڑھ سکتے تھے۔ اپنے دوستوں سے ملاقاتیں کرسکتے تھے۔ غیر ملکیوں سے بل جُل سکتے تھے۔ اور اِدھر اُدھر سفر کرسکتے تھے۔

ایک نوجوان ترک نے مجھ سے بیان کیا۔ "اب تک میں زندہ تھا ہی نہیں"

لیکن اس وفور شادمانی کے باوجود ترک اپنی فطری متانت کی حد سے ایک اِنچ بھی اِدھر اُدھر نہ ہوئے۔ مسٹر نائٹ عینی شہادت کی بنا پر لکھتے ہیں:۔

"قسطنطنیہ نے اپنے انقلاب کا خیر مقدم عاقلانہ طریق پر کیا۔ تمام پرانی بندشیں ٹوٹ چکی تھیں۔ لیکن آزادی نے مطلق العنانی کی صورت اختیار نہ کی تھی۔ اگرچہ اب مطبوعات کا احتساب نہ تھا۔ پھر بھی ترکی اخبارات اپنے لب و لہجہ میں باوقار اعتدال برت رہے تھے۔ دارالخلافے میں ہجوم کا ہجوم سیاسی جلسوں میں شریک ہوتا تھا۔ لیکن نہ کوئی نقض امن تھا۔ نہ پولیس یا فوج کی ضرورت تھی۔ بجز اس موقع کے جب یونانیوں نے انتخابات کے دوران میں مظاہرے کیے۔ یہ لوگ اس وقت

Marfat.com

تک خوش نہیں رہ سکتے۔ جب تک انھیں شور وغل مچانے کے لئے کوئی حقیقی یا خیالی شکایت حاصل نہ ہو"

خط ہمایوں یکم اگست ۱۹۰۸ء کو سلطان عبدالحمید خاں نے ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں حسب ذیل امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱) تمام عثمانی رعایا کو کسی نسلی امتیاز کے بغیر ذاتی آزادی حاصل ہوگی۔ اور حقوق اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے سب برابر ہوں گے۔

(۲) قانونی وجوہ کے بغیر نہ کسی شخص سے مواخذہ کیا جائے گا۔ نہ اسے گرفتار یا قید کیا جائے گا۔ اور نہ کسی طریق پر سزا دی جائے گی۔

(۳) غیر معمولی عدالتیں بند کر دی جائیں گی۔ اور عدالتِ مجاز کے شعبے سے باہر کوئی شخص قانوناً طلب نہ کیا جائے گا۔

(۴) قانونی صورت کے سوا کسی شخص کے مکان میں داخل ہونے یا مکان کی نگرانی کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۵) حکومت کے چھوٹے یا بڑے عہدہ دار کسی شخص کو قتل کی سزا نہ دیں گے۔ سوا اس صورت کے جس کی تصریح قانون نے کر دی ہو۔

(۶) سلطان کی رعایا کا ہر فرد مجاز ہوگا۔ کہ جہاں چاہے رہے۔ اور جس سے چاہے ربط ضبط رکھے۔

(۷) اخبارات کے احتساب پر خط نسخ کھینچ دیا جائے گا۔ خطوط اور اخبارات راستے میں روکے نہ جائیں گے۔ اخبارات کے جرائم کی تحقیقات معمولی عدالتوں میں ہوگی۔

(۸) تعلیم کا کوئی معاوضہ نہ لیا جائے گا۔

(۹) حکومت کے حکام قانون کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور خلافِ قانون احکام کی تعمیل پر مجبور نہ کئے جائیں گے۔

(۱۰) شیخ الاسلام۔ وزیر جنگ اور وزیر بحریات کے سوا تمام وزیروں کا انتخاب صدر اعظم کے ہاتھ میں ہوگا۔ اور وہ ان کے نام سلطان کی خدمت میں منظوری

Marfat.com

کے لئے پیش کرے گا۔ صدر اعظم ہی سفارت خانے کے حکام۔ والیوں اور کونسل آف سٹیٹ کے ارکان کا انتخاب کرے گا۔ اور اس ضمن میں وزیر داخلہ۔ وزیر خارجہ اور پریزیڈنٹ کونسل آف سٹیٹ کی منظوری لے گا۔ جہاں تک ان سے تعلق ہوگا۔

دفعات ۱۱ و ۱۲ میں وہ فرائض درج تھے جن کا تعلق صوبوں کے حکام سے تھا۔

دفعات ۱۳ میزانیہ سے متعلق تھی۔ اور اس میں وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ میزانیہ ہر سال کے آغاز میں، شائع کر دیا جائے گا۔

(۱۴) وزارتوں اور ولایتوں کی نسبت رائج قوانین پر نظرثانی کرنے کے بعد موجودہ ضروریات کے لحاظ سے ان میں تبدیلی کرنے کے لئے تجویزیں مرتب کی جائیں گی تاکہ جب عنقریب مجلس نائبین کا اجلاس ہو۔ تو وہ اس کے سامنے پیش کی جائیں۔

(۱۵) فوج کو ترقی دی جائے ۔اور اسلحہ میں اصلاحات جاری کی جائیں۔

انجمن کا سیاسی نظامِ عمل

۲۳۔ دسمبر کو "انجمن اتحاد و ترقی" نے اپنا سیاسی نظامِ عمل نشر کیا جس کی پابندی انجمن کے ہونے والے پارلیمانی ارکان پر عائد کی گئی۔ اس نظامِ عمل کی اہم دفعات یہ تھیں:۔

(۱) وزارت کو مجلس نائبین کا جواب دہ ہونا چاہیے۔

(۲) ترکی بدستور سلطنت کی سرکاری زبان رہے گی۔

(۳) تمام اقوام کو برابر کے حقوق حاصل ہوں گے۔

(۴) غیر مسلموں پر بھی فوجی خدمت کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

(۵) فوجی خدمت کی میعاد گھٹا دی جائے گی۔

(۶) زمینوں سے محروم کسانوں کو ان کے حصول میں امداد دی جائے گی لیکن اس طرح کہ موجودہ زمینداروں کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔

(۷) تعلیم جبری ہوگی۔ اور اس کا کوئی معاوضہ نہ لیا جائے گا۔

پارلیمنٹ کا افتتاح

۱۰ دسمبر ۱۹۰۸ء کو سلطان عبد الحمید خاں نے پارلیمنٹ کا افتتاح کیا۔ اور تقریر کے دوران میں تحفظ دستور کا

Marfat.com

وعدہ کیا۔

انجمن کے مخالف عناصر

انجمن اتحاد و ترقی نے جاسوسوں کی بھاری فوج کو جس پر بارہ لاکھ پونڈ سالانہ کی رقم صرف ہوتی تھی۔ یکبارگی توڑ دیا۔ جس سے ہزاروں اشخاص معاش سے محروم ہو کر انجمن کی مخالفت پر تل گئے۔

جدید وزارت نے قصر یلدیز کے زیر اثر سیکڑوں بے ضرورت آدمیوں کو جواب دے دیا تھا۔ انھوں نے بھی مخالفت پر کمر باندھ لی۔

"جمعیت محمدیہ" دستوری حکومت کی حمایت کے ساتھ ساتھ تمام معاملات میں محض شریعت اسلامی کا نفاذ چاہتی تھی۔ یہ اس بنا پر انجمن کے خلاف تھی۔ کہ اس کے خیال میں انجمن کے ارکان کتاب و سنّت پر عامل نہ تھے۔

ایک زبردست جماعت "لبرل یونین" بھی انجمن کی مخالفت پر اُدھار کھائے بیٹھی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ہر فرقہ حکومت خود اختیاری کے حقوق سے بہرہ یاب کر دیا جائے۔

ایک گروہ اس وجہ سے عَلَم بغاوت بلند کر رہا تھا۔ کہ اسے دستوری حکومت کے دوران میں رشوت خواری کا موقع نہ مل سکتا تھا۔

بغاوت

مخالفت کا یہ طوفان رنگ لایا۔ ۱۳۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو یکایک قسطنطنیہ کی فوج میں بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اور وہ پارلیمنٹ ہاؤس پر قابض ہو گئی۔ انجمن کے بہت سے ممبر جو فوج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ وزیر عدالت کا کام تمام کر دیا گیا۔ وزیر بحریات پر گولی چلائی گئی۔ لیکن وہ صرف مجروح ہوا۔ اور جان بچ گئی۔ علاوہ بریں بہت سے نوجوان ترک قتل کر دیئے گئے۔ باغیوں نے اس شورش کو مذہب کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ خالدہ ادیب خانم رقم طراز ہیں :۔

> "یہ بڑی خونریز اور ناپاک شورش تھی۔ بہت سے نوجوان صرف اس لئے قتل کر دیئے گئے۔ کہ وہ کالر لگاتے تھے۔ کالر مذہب کی شدید مخالفت سمجھا جاتا تھا۔"

بغاوت کی بیخ کنی

بغاوت کی اطلاع پاتے ہی افواج مقدونیہ کے سالار محمود شوکت

Marfat.com

پاشا نے قسطنطنیہ کا رُخ کیا۔ وہاں پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کیا گیا۔ اور محمود شوکت پاشا کی یہ تجویزیں بالاتفاق منظور کی گئیں۔ کہ فوجی قانون نافذ کر دیا جائے۔ باغی کیفر کردار کو پہنچائے جائیں۔ اور قسطنطنیہ کا فوجی دستہ توڑ دیا جائے۔ چنانچہ ۲۵۔ اپریل کو محمود شوکت پاشا فوج لے کر قسطنطنیہ پہنچے۔ اور پانچ گھنٹے کی خوں ریز لڑائی کے بعد باغیوں کا قلع قمع کیا گیا۔ سرغنوں کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں۔ اور ان کے چالیس بڑے بڑے رہنما بر سرِ عام پھانسی پر لٹکا دیئے گئے۔

سلطان کی معزولی

۲۷۔ اپریل ۱۹۰۹ء کو مجلسِ ملّی کے اجلاس میں رائے عامہ کے مطابق سلطان کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ اگرچہ بظاہر اس نے باغیوں کو امداد نہیں دی۔ لیکن خفیہ طور پر اس بغاوت میں اس کا ہاتھ تھا۔ شیخ الاسلام نے استفتا کے جواب میں سلطان کی معزولی کا فتویٰ دیا۔ اس پر سلطان نے بے تامل تخت سے علٰحدگی اختیار کر لی۔ اور وہ سالونیکا بھیج کر نظر بند کر دیا گیا۔ جہاں ۱۹۱۸ء میں اس نے انتقال کیا۔ مجلس ملّی نے اس کے بھائی شہزادہ محمد رشاد کو محمد خامس کے نام سے تخت نشین کیا۔

جنگِ طرابلس

افریقہ کی ساحلی حکومتیں سلطنت عثمانیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر خود مختاری کا عَلَم بلند کرتی چلی گئیں۔ اور دول مغرب ان پر گدھوں کی طرح جھپٹ پڑیں۔ چنانچہ انگلستان نے مصر کو دبوچ لیا۔ اور فرانس نے تونس اور الجزائر پر دست تصرّف دراز کیا۔ اب رہ گیا طرابلس۔ اسے اٹلی نے بھاگتے چور کی لنگوٹی سمجھ کر ہتھیا لیا۔

۱۹۱۰ء کے خاتمے تک حکومت اٹلی یہی اعلان کرتی آئی تھی۔ کہ وہ دولت عثمانیہ کے کسی حصے پر نظرِ ہوس نہیں ڈالے گی۔ لیکن اس اعلان کے تقریباً دس ہی ماہ بعد اس نے یکایک بے وجہ دولت علیا کو دعوتِ جنگ دے دی۔ اور پچاس ہزار کا لشکر جرار طرابلس پر چڑھائی

کے لئے بھیج دیا۔

سلطان عبدالحمید خاں نے بحری بیڑے کو مضبوط بنانے کی طرف قطعاً توجہ نہ کی تھی۔ طرابلس میں ترکوں کا فوجی دستہ صرف بیس ہزار نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ بحری راستے سے فوجی امداد پہنچانا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ سمندر پر اٹلی کا قبضہ تھا۔ برّی راستے سے بھی کمک نہ پہنچ سکتی تھی۔ کیونکہ مصر برطانیہ کے اقتدار میں تھا۔ اور اس نے مصر کی غیر جانبداری کا اعلان کر کے اس کے راستے سے ترکی فوجوں کو طرابلس جانے سے منع کر دیا تھا۔ ایسے ناسازگار حالات کے باوجود نوجوان ترکوں نے حیرت انگیز بہادری سے کام لے کر دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ انور بے کسی نہ کسی طرح طرابلس پہنچ گئے۔ اور انھوں نے عدیم المثال شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے محیر العقول۔ نادر الوجود اور شہرہ آفاق کارنامے انجام دیئے۔ جن کی ایک جھلک "الہلال" کلکتہ کے الفاظ میں یہاں دکھائی جاتی ہے:۔

"انور بے نے طرابلس میں قدم رکھنے کے بعد اطراف وجوانب کے قبائل میں دعوت جہاد شروع کر دی۔ اور چند دنوں کے بعد جنود الٰہی کی عظیم الشان صفیں اس کے یمین و یسار نیزے بلند کئے ہوئے چلی آرہی تھیں۔ وہی تن تنہا فرد مقدس دشمن کے بیشمار لشکر کے سامنے حریفانہ و مساویانہ آکر کھڑا ہو گیا۔ اور پھر پورے نو مہینوں کے اندر ایک دن بھی شکست و ہزیمت اس کے دامنِ عزت پر دھبّا نہ لگا سکی۔ تمام اہل عرب جن کو عثمانی خلافت کا قدیمی مخالف سمجھا جاتا تھا۔ اوامر سلطانی کے آگے پوری اطاعت و فرماں برداری کے ساتھ جھک گئے۔ اور آج عثمانی فوج کے مفہوم میں بلا کسی اختلاف و شبہ کے عربی افواج داخل ہیں۔ عربی فوج کے مرتب کرنے میں جو مشکلیں اجتماع کے بعد پیش آئیں۔ وہ ابتدائی مشکلات سے کم نہ تھیں۔ سب سے پہلی مشکل مختلف قبائل کی عربی عصبیت اور ان کی باہمی بغض و مخالفت تھی۔ جو نسلاً بعد نسلٍ قدیم سے چلی آتی ہے۔ انور بے نے تمام قبیلوں کو مختلف۔ موثر اور دل میں اتر جانے والے طریقے سے سمجھا کر (جو اس اعجاز آفریں سحر بیان کا وصف مخصوص ہے)

Marfat.com

ان میں باہم رشتہ داریاں قائم کرادیں۔ اور اس طرح اس دعوتِ جہاد کی بدولت صدیوں کی عداوت اور دشمنیاں عہد اخوت و مودّت سے بدل گئیں۔

"دوسری مشکل قبائل کی بے نظمی اور اصولِ جنگ سے ناواقفیت تھی۔ غازی انور بے نے بغیر اس کے کہ ایک لحہ بھی فکر و تردّد میں ضائع کرتے۔ فوراً تمام قبائل کو چند پلٹنوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر پلٹن کی تعلیم کے لئے ایک افسر مقرر کر کے شب و روز قواعد کرانی شروع کرادی۔ خود عربوں نے جب معلوم کر لیا۔ کہ بغیر ان قواعد کے سیکھے ہم دشمن کے حملے کا جواب نہ دے سکیں گے۔ اور ان کی ابتدائی دست برد کا انتقام نہیں لیا جا سکے گا۔ تو خود ان کے اندر جوش و غیرت نے ایک ایسی خارق عادت ذہانت اور قوّت اخذ و تحصیل پیدا کردی۔ کہ مہینوں کی مشق ایک چوبیس گھنٹے کے اندر حاصل کرنے لگے۔

"قبائل کی باہمی رقابت سے بھی اس موقع پر بڑی مدد ملی۔ انور بے نے اعلان کر دیا۔ کہ جو قبیلہ پہلے قواعدِ جنگ کے امتحان میں کامیاب ہوگا۔ اسے عزّت و ناموری کے نشان کے طور پر ایک طلاکار اطلس کا عَلَم دیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی ہر قبیلہ مسابقت کی کوشش کرنے لگا۔ اور شب و روز پورا وقت فوجی نقل و حرکت اور قواعد کے سیکھنے اور مشق میں صرف ہونے لگا۔

"اسی اثنا میں جب اطالویوں کی جرأتوں نے ایک دو قدم آگے بڑھائے۔ اور بم کے گولے بکثرت آنے لگے۔ تو قبیلہ حسا نے ایک دن ہجوم کر کے ہلّہ کر دیا۔ اور سیکڑوں اطالویوں کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر بقیۃ السیف کو کوسوں دُور بھگا دیا۔ انور بے نے اس کارنامے کی بڑی قدر کی۔ اور اس قبیلے کو اپنا وضع کردہ نشانِ عزّت (اطلسی عَلَم) عطا فرمایا۔

دوسرے قبائل نے جب قبیلہ حسا کے خیموں پر اس طلاکار عَلَم کو لہراتے دیکھا۔ تو انور بے کے پاس دوڑے ہوئے آئے۔ اور کہا۔ ہم کو بھی موقع دیا جائے۔ کہ اس عَلَم کے لینے کا استحقاق ثابت کریں۔ رات کے وقت جب اٹالین کیمپ طرابلس پر قابض ہونے کی خوشی میں بکثرت شراب پی کر بدمست پڑا تھا۔ یکایک عرب

Marfat.com

قبائل کے صحرائی نعروں کی گونج سے ایک زلزلۂ عظیم محسوس ہوا۔ چند لمحوں کے اندر بے تحاشا بھاگ گئے۔ اور پورا اٹالین کیمپ خالی ہوگیا۔ اطالویوں کے جبن و نامردی نے اہلِ عرب کو ان کے اوّلین حملے ہی میں فتح و نصرت کی ایسی چاٹ لگادی۔ کہ اب میدانِ قتال ان کے لئے بچّوں کا کھیل بن کر رہ گیا۔ بغیر کسی نقصان کے انھوں نے کھیلتے کودتے ایک پوری اٹالین پلٹن برباد کردی۔ اور بکثرت مالِ غنیمت ساتھ لئے ہوئے اور وطنی گیت گاتے ہوئے عثمانی کیمپ میں واپس آکر اپنی فتوحات ڈھیر کردیں۔ اس مالِ غنیمت میں آٹھ سو سے زیادہ توبندوقیں تھیں۔ اور اور قسم کی اشیا اس کے علاوہ۔ ان بندوقوں کی لوٹ سے انور بے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ عمدہ اسلحہ کی کیمپ میں بہت کمی تھی۔ انور بے نے حکومت کے نام سے فوراً ان کا نیلام کردیا۔ اور وہ دو دو عثمانی گنی پر فروخت کردی گئیں۔ اس خدمت کے صلے میں ان کی آرزوئے دل کے مطابق طلاکار اطلسی عَلَم ان کو عطا کیا گیا۔

"اس کے بعد تو ہر قبیلہ اس عَلَم کے لئے اٹھنے لگا۔ اور دشمن پر برقِ ہلاکت بن کر گرنے لگا۔ ہر قبیلے کی کوشش ہوتی۔ کہ دوسروں سے زیادہ تعداد میں دشمنوں کو قتل کریں۔ اور سب سے زیادہ مالِ غنیمت انور بے کے سامنے انبار کرسکیں۔ تاکہ شجاعت و وطن پرستی کا اعلیٰ سے اعلیٰ نشان اور تمغہ صرف ہمیں کو حاصل ہو۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے کے اندر عثمانی کیمپ میں پندرہ ہزار سے زیادہ قیمتی اور جدید ایجاد کی بندوقیں جمع ہوگئیں۔"

صلح نامۂ لوزان

اطالوی یہ رنگ دیکھ کر چوکڑی بھول گئے۔ اور اندھا دھند انسان سے درندے بن کر ترکوں پر وحشیانہ مظالم توڑنے لگے۔ یہ تیر بھی نشانے پر نہ بیٹھا۔ تو بحری جنگ پر اُتر آئے۔ اور مئی ۱۹۱۲ء میں روڈس اور بحیرۂ ایجین کے بعض دوسرے جزیروں پر قابض ہوگئے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ اب ترک صلح پر رضامند ہوجائیں گے۔ لیکن ترکوں نے صلح کرنے سے صاف جواب دے دیا۔

Marfat.com

اس دوران میں البانیہ کے اندر بغاوت کی سُرخ آندھیاں چلنے لگیں۔ اور بلقان کی فضا ایک متحدہ اور ہولناک جنگ کی سائیں سائیں سے گونجنے لگی۔ اس صورت حالات سے مجبور ہوکر باب عالی نے صلح کا دامن تھاما۔ اور ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو صلح نامۂ لوزان پر فریقین کے دستخط ہو گئے۔ جس کے رو سے طرابلس اٹلی کے دستِ تصرّف میں آگیا اور اٹلی نے عہد کیا۔ کہ وہ بحیرۂ ایجین کے مفتوحہ جزائر باب عالی کو واپس کر دے گا۔ لیکن یہ عہد عہدِ محبوب کی طرح کبھی ایفا سے شناسا نہ ہؤا۔

جنگِ بلقان

دستوری حکومت کے رو سے سلطنت کی تمام قوموں کو مساوی حقوق سے بہرہ اند کیا گیا تھا۔ اور عیسائی رعایا نے انتہائی مسرت [redacted] گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا تھا۔ لیکن جلد ہی ان کے منافقانہ جوشِ پذیرائی کی قلعی کھل گئی۔ کیونکہ حقوق حاصل کرنے کے لئے تو وہ پیش پیش نظر آئے۔ لیکن جب ان فرائض کے انجام دینے کا وقت آیا۔ جن کا دامن حقوق کے دامن سے وابستہ تھا۔ تو وہ پیچھے ہٹنے لگے چنانچہ جب نئی حکومت نے عیسائیوں پر بھی فوجی خدمت کی پابندی لگائی۔ جو پہلے نہ تھی۔ تو وہ اسے جور و ظلم قرار دے کر دہائی دیتے ہوئے عیسائی طاقتوں سے امداد کے طالب ہوئے۔

اب ایک طرف تو بلقانی ریاستیں متحد ہوکر سلطنت عثمانیہ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں۔ دوسرے خود ترکی کی اندرونی حالت نہایت نازک ہو رہی تھی نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ ترکوں کو شکست ہوئی۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لارڈ ایورسلے رقم طراز ہے:۔

"عثمانی فوجوں کی بدنظمی اور ابتری کے خاص اسباب کے علاوہ ایک سبب یہ بھی تھا۔ کہ سامان رسد کا انتظام بالکل نہ تھا۔ تین تین چار چار

Marfat.com

دن تک فوجوں کا بغیر غذا کے رہ جانا کوئی استثنائی واقعہ نہ تھا۔ بلکہ بالعموم ایسا ہی ہوتا تھا۔

"دوسرا سبب یہ تھا۔ کہ یورپ کی اس جنگ میں عثمانی فوجوں میں بڑی تعداد دیہاتی عیسائیوں کی تھی۔ جو پہلی دفعہ جبری طور پر بھرتی کئے گئے تھے۔ ان کی ہمدردی کلیۃً دشمن کے ساتھ تھی۔ اور اس میں شبہ نہیں۔ کہ ترکی صفوں کے ٹوٹنے کے وقت فوج کی پراگندگی اور فرار زیادہ تر انہیں کے بھاگنے کی وجہ سے ہوتا تھا۔ جو لوگ باقی رہ جاتے تھے۔ وہ اپنے گھروں کو بھاگ جاتے تھے۔"

خالدہ ادیب خانم تحریر کرتی ہیں:۔

"بدنظمی کے اعتبار سے جنگ بلقان سے بڑھ کر کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ حفظان صحت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور خطوطِ مدافعت کے پیچھے انتظامات کی ابتری نہایت افسوسناک تھی۔ بھیڑیں گاڑیوں میں بھوکی مر رہی تھیں۔ اور آٹا گوداموں میں سڑ رہا تھا۔ لیکن نصف میل سے کم ہی فاصلے پر لوگ فاقے سے جان دے رہے تھے۔ جب ترک پناہ گیر قتل عام سے بھاگ کر سراسیمہ قسطنطنیہ پہنچے۔ جب باہر سے آنے والوں اور فوج میں ہیضہ پھیلا۔ جب آبادی کی آبادی مسجدوں کے صحن میں سردی کی شدت سے دم توڑتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ تو قسطنطنیہ کی مصیبت کا منظر اتنا ہولناک تھا۔ کہ خیالی معلوم ہوتا تھا۔"

حالات کی نیرنگی

۳۔ دسمبر ۱۹۱۲ء کو ترکی۔ سرویہ اور بلغاریہ کے درمیان ایک عارضی صلح ہو گئی۔ لیکن یونان اور مونٹی نگرو سے لڑائی جاری رہی صورت حال یہ تھی۔ کہ مقدونیہ تقریباً سارا تھریس اور اپائرس کے علاقے ترکوں کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ قسطنطنیہ کے علاوہ یورپ میں صرف ادرنہ۔ سقوطری اور یانینا ان کے پاس رہ گئے تھے۔ لیکن ان تینوں کا بھی دشمن نے محاصرہ کر رکھا تھا۔

۱۷۔ جنوری ۱۹۱۳ء کو لندن کی صلح کانفرنس کے رو سے صدر اعظم کامل پاشا دول عظمیٰ کے نوٹ کے مطابق اس فیصلے کو تسلیم کرنے پر آمادہ تھا۔ کہ ادرنہ ریاست ہائے بلقان کے سپرد کیا جائے۔ اور جزائر ایجین کا معاملہ دول عظمیٰ کے فیصلے پر چھوڑ دیا جائے۔ گویا

Marfat.com

ترکی اپنے محضر قتل پر خود اپنے خون سے مُہر لگا دیے۔ کہ بمصداق (ع)
مردے از غیب بروں آید و کارے بہ کند۔ یکایک انور بے آموجود ہوئے۔ اور انھوں نے
مجلس وزراء کی یادداشت کو جو دول عظمیٰ کے پاس بھیجی جانے والی تھی۔ پرزے پرزے کر کے
موجودہ وزارت کا تختہ اُلٹ دیا۔ اور اس کے بعد قائم ہونے والی وزارت نے حوالگی ادرنہ
سے قطعاً انکار کر دیا۔ جس کے ساتھ ہی صلح کانفرنس بھی ٹوٹ گئی۔ اور جنگ نئے سرے
سے شروع ہو گئی۔ ۲۶۔ مارچ کو بلغاریہ نے ادرنہ پر قبضہ کر لیا۔

اس دوران میں بلقان کے اتحادی خود برسرپیکار ہو گئے۔ اور یونان۔ سرویہ اور رومانیہ
نے بلغاریہ کے خلاف جنگ چھیڑ دی جس میں بلغاریہ کو شکست ہوئی۔

بلغاریہ کی اس بدحالی سے ترکوں نے بھی فائدہ اٹھایا۔ ۱۵۔ مارچ ۱۹۱۳ء کو انور پاشا
تھریس میں داخل ہوئے۔ ۲۰ جولائی کو ادرنہ پر فتح کا پرچم لہرایا۔ اور ڈیموٹیکا اور قرق کلیسہ
بھی دوبارہ زیرنگیں کر لئے۔

۱۰۔ اگست ۱۹۱۳ء کو ریاست ہائے بلقان کے نمائندوں نے صلح نامہ بخارسٹ پر دستخط
کر دیے۔

۲۹۔ ستمبر کو باب عالی اور بلغاریہ کے درمیان بھی معاہدۂ صلح قرار پایا۔ اب یورپ میں
باب عالی کے پاس صرف ادرنہ۔ ڈیموٹیکا اور قرق کلیسہ باقی رہ گئے تھے۔ باقی سارا علاقہ
ریاست ہائے بلقان میں تقسیم ہو گیا تھا۔

خالدہ ادیب خانم نے جنگ بلقان کے نتائج اور اثرات پر یوں روشنی ڈالی ہے
"(۱) ترکوں کی شکست سے مغربی حکومتوں کے خیالات میں بہت بڑا تغیر واقع ہوا۔
(الف) روس ترکوں کے ہارنے سے خوش ہوا۔ لیکن ان کا اس بری طرح ہارنا اس کی
مصلحتوں کے خلاف تھا۔ جنگ بلقان کے آغاز کے وقت اسوولسکی نے لکھا تھا۔
"ترکوں کی کامل شکست سے اتحاد میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہے"۔ وہ ترکی سلطنت
کا خاتمہ بلقان کے ہاتھ سے نہیں۔ بلکہ مغربی حکومتوں کے ہاتھ سے چاہتا تھا۔
(ب) بلغاریہ والوں کی قابلیت اور من چلے پن سے بھی روس کو اندیشہ پیدا

ہوگیا۔ اس کی اور فرانس کی نظرِ عنایت اب سرویہ کی طرف زیادہ ہوگئی۔ اور وہی آسٹریا کی سلطنت کا وارث قرار دیا گیا۔ بلغاریہ کی طرف سے شبہ تھا۔ کہ وہ آسٹریا سے ساز باز رکھتا ہے۔

"(ج) فرانس اور انگلستان کو ترکی کی تباہی کا یقین ہوگیا۔ اس کی اہمیت ان کی نظر میں فوجی قوت کی وجہ سے تھی۔ اب انھیں اس سے مدد ملنے کی امید نہ رہی۔ اور انھوں نے یہ خیال چھوڑ دیا۔ کہ اس سے بین الاقوامی ریاست کے کھیل میں مہرے کا کام لیں۔

"(۲) ترکوں پر اس شکست کے جو اثرات ہوئے۔ وہ اس سے بھی زیادہ گہرے تھے۔

"(ا) شکست کی بڑی وجوہ یہ تھیں۔ کامل پاشا کا ضعف جو بڑھاپے میں پیدا ہوگیا تھا۔ اُس کی خود بینی۔ اس کا مغرب کی حکومتوں پر آنکھ بند کرکے بھروسا کرنا۔ جس کی وجہ سے اس نے اپنی آزمودہ کار فوج کو منتشر کر دیا۔ پرانی طرز کے افسروں کی عام نااہلی اور بے تدبیری۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یہ پرانے لوگ سپاہی اور مدبر دونوں کی حیثیت سے بے وقعت ہو گئے۔

"(ب) شکست کی مصیبت تو تھی ہی۔ اس پر طرہ یہ ہوا۔ کہ بلقانیوں نے مسلمانوں کی آبادی کو جو جنگ میں شریک نہ تھی۔ اور جس میں زیادہ تر عورتیں۔ بچے اور بوڑھے تھے۔ قتل کرنا شروع کیا۔ اور یہ لوگ بھاگ کر ترکی میں پناہ لینے لگے۔ اسیرانِ جنگ کو قتل کرنا۔ انھیں فاقوں مارنا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹنا۔ عام باشندوں کو اذیت پہنچانا۔ اور ان کا خون بہانا۔ ان سب چیزوں کی ابتدا زمانۂ حال کی لڑائی میں بلقانیوں نے مسلمانوں کے مقابلے میں کی۔

"(ج) مغرب ان ہولناک مظالم کو چپ چاپ دیکھتا رہا۔ لیکن جب بلقان کی ریاستوں نے ایک دوسری کی عیسائی رعایا کے ساتھ بھی یہی حرکتیں شروع کیں۔ تو مغرب سے مخالفت کی آواز اٹھی۔ دوسری جنگ بلقان کے بعد کارنیگی نے ایک بین الاقوامی کمیشن تحقیقات کے لئے بھیجا۔

Marfat.com

"جب ترکی عورتوں نے استنبول کے یونیورسٹی ہال میں جمع ہو کر یورپ کی بادشاہ بیگموں سے اپیل کی تھی۔ کہ انسانی ہمدردی کی خاطر بلقان کی مسلم آبادی کی حمایت کریں تو جواب تک نہ ملا تھا۔ ترکوں نے دیکھا۔ کہ مسلمانوں کی فریاد سے یہ بے اعتنائی اور عیسائیوں کو اسی حال میں دیکھ کر یہ جوش وخروش۔ تو ان پر بہت بُرا اثر ہوا۔ مقدونیہ سے ہزاروں مسلمان بھاگ کر اناطولیہ میں آتے اور اپنی مظلومی کی داستان سناتے تھے۔ اس کی وجہ سے اناطولیہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلقات جو اب تک بہت اچھے تھے۔ بہت خراب ہو گئے۔

"(د) ہونا تو یہ چاہیے تھا۔ کہ اس مصیبت میں سلطنت کی مسلمان رعایا کے درمیان باہمی ہمدردی اور محبت بڑھ جاتی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ دوسرے ملکوں کے مسلمان بھائیوں کے ہم بے حد احسان مند ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے ہر طریق سے مدد دی۔ اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ لیکن سلطنت کے اندر مسلمانوں میں تفریق کا رجحان اور بھی قوی ہو گیا۔"

جنگِ عظیم

ترک سالہا سال تک خونریز معرکہ آرائیوں میں مشغول رہنے کے باعث اب تھک کر چُور ہو گئے تھے۔ اور امن وامان کی تلاش میں اپنی تمام قوتیں صرف کر رہے تھے یہاں تک کہ اپنے سب سے بڑے اور سب سے پرانے دشمن روس سے بھی پیمان باندھنے کی کوشش کی۔ اسی طرح فرانس۔ انگلستان اور یونان کی طرف بھی دست بڑھانے کی سعی کی۔ لیکن تدبیر کند بندہ۔ تقدیر زند خندہ۔ نوجوان ترکوں کی یہ تمام مساعی مصالحت اور قیام امن کی آرزوئیں کامیاب اور شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکیں۔ اگست سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگِ عظیم چھڑ جانے پر انھیں حسب ذیل وجوہ سے مجبوراً اس میں شریک ہونا پڑا۔

Marfat.com

(۱) سلطنت عثمانیہ ان پابندیوں کے طوق وسلاسل سے آزاد ہونا چاہتی تھی۔ جو یورپی طاقتوں نے مراعات خصوصی کے پردے میں اس پر عائد کر رکھی تھیں۔ دولت علیا کے طول وعرض میں یورپی قوموں کی اپنی عدالتیں قائم تھیں۔ انھیں حد سے زیادہ تجارتی آزادی حاصل تھی۔ جگہ جگہ ان کے اپنے ڈاک خانوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ان رعایتوں سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یہ لوگ عیسائی رعایا میں باغیانہ خیالات پھیلاتے تھے۔ آغاز جنگ کے بعد جب انگلستان اور فرانس نے ترکی سے غیر جانب دار رہنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو اس نے اس کے معاوضے میں اتحادیوں سے مراعات پر خط نسخ کھینچ دینے کا مطالبہ کیا۔ لیکن اتحادیوں نے اسے منظور نہ کیا۔ اعتدال پسند ترک اتحادیوں کا ساتھ دینا چاہتے تھے۔ لیکن اتحادی انھیں اپنے ساتھ ملانے کے قطعاً روادار نہ تھے جس کا ایک سبب بقول خالدہ ادیب خانم یہ بھی تھا۔ کہ :-

"روس نے جو اتحادیوں میں شریک غالب کی حیثیت رکھتا تھا۔ جنگ چھیڑی ہی اس غرض سے تھی۔ کہ ترکی کے حصے بخرے کر لئے جائیں۔"

(۲) روس مدت سے اس امر کے لئے دندان آز تیز کئے بیٹھا تھا۔ کہ جونہی موقع ملے۔ قسطنطنیہ کو منہ کا نوالہ بنالے۔ لہٰذا ترکی کے لئے روس کی مخالف طاقت کا ساتھ دینا ضروری تھا۔

(۳) اتحادیوں نے ہمیشہ دولت عثمانیہ کی عیسائی رعایا کے لئے سر بکف کوشش کی۔ کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ان کی سیاسی اور اقتصادی برتری قائم واستوار کردیں۔ اس وجہ سے بھی ترکوں کو ان کے مخالف فریق کا ساتھ دینا پڑا۔

(۴) ترکوں کا ایک با اقتدار فریق جرمنی کا ساتھ دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ جرمنی روس کا دشمن اور روس باب عالی کا دیرینہ مخالف تھا۔ خود انور پاشا جرمنی سے اتحاد کرنے میں پیش پیش تھے۔ اور انھیں کی سرگرم کوششوں سے ۲۔ اگست ۱۹۱۴ء کو قسطنطنیہ میں جرمنی اور باب عالی کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ ہوا تھا۔ اس کے رو سے ترکوں نے انگلستان اور فرانس کے متعلق غیر جانب دار رہنے کا اظہار کیا تھا۔ اور وہ صرف روس کے مقابلے

Marfat.com

میں جرمنی کی حمایت کے طلب گار تھے۔ معاہدے کی دوسری دفعہ یہ تھی۔ کہ روس کی طرف سے مداخلت ہونے کی صورت میں جرمنی کو آسٹریا ہنگری کی حمایت کرنی پڑی۔ تو ترکی بھی جرمنی کے دوش بدوش چلے گا۔ چنانچہ جب جرمنی نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ تو ترکی کو جرمنی کی حمایت کرنی پڑی۔

(۵) ترکی ابھی تک انگلستان اور فرانس کے باب میں حسب وعدہ پوری طرح غیر جانبدار رہا تھا۔ لیکن برطانیہ نے خود اس میں رخنہ اندازی کی۔ انگلستان میں ترکی کے دو جنگی جہاز تعمیر ہو رہے تھے۔ جو آغازِ جنگ سے پہلے مکمل بھی ہو چکے تھے۔ اور ترک افسر انھیں لینے کے لئے وہاں پہنچ گئے تھے۔ مگر جونہی جرمنی نے اعلانِ جنگ کیا۔ برطانیہ نے انھیں ضبط کر لیا۔ حالانکہ ان کی رقم ادا ہو چکی تھی۔ اور اس وقت تک ترکی و برطانیہ کے درمیان لڑائی شروع نہ ہوئی تھی۔ یہ صورت حال بھی ترکوں کے لئے آتشین و خونیں سمندر میں کودنے اور جرمنی کی حمایت کرنے کا موجب بنی۔

دردانیال

ترکی کے شریک جنگ ہونے کے باعث اتحادیوں کو سخت مشکلات اور تشویش سے دوچار ہونا پڑا۔ ترکی نے آبنائے باسفورس اور دردانیال کو حریف کے جہازوں کے لئے بند کر دیا۔ اس پر ۱۹۔ فروری ۱۹۱۵ء کو برطانیہ اور فرانس کے جنگی جہازوں نے دردانیال پر گولے برسانے شروع کر دئے۔ لیکن منہ کی کھائی۔ ۵ سے ۷۔ مارچ تک پھر یورش کی۔ مگر اب کے بھی ناکامی ہوئی۔ بلکہ اتحادیوں کے تقریباً پچاس ہزار سپاہی مارے گئے۔ اور بہت سے جنگی جہاز غرق ہوئے۔

گیلی پولی

بحری حملے میں بری طرح شکست کھانے کے بعد اب اتحادیوں نے بری حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور قرار پایا۔ کہ جزیرہ نمائے گیلی پولی کے مغربی اور جنوبی ساحلوں پر فوجیں جمع کر کے عقب سے دردانیال پر چڑھائی کی جائے۔ چنانچہ نہایت شاندار تیاریوں سے اس تجویز کو لباسِ عمل پہنایا گیا۔ لیکن انھیں اپنے چالیس ہزار آدمیوں کی جانیں گنوانے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ ایشیائی ساحل پر اترنے والی فوج کو راہِ فرار اختیار کرنی پڑی اب ان کی قوتوں اور امیدوں کا مرکز گیلی پولی کا مغربی ساحل ہی رہ گیا تھا۔

Marfat.com

اتحادیوں نے چار زبردست حملے کئے۔ آخر ان کی فوجیں آری برون کے مقام پر اتریں جو چناق بیر کے دامن میں واقع ہے۔ یہ پہاڑی دردانیال کی کنجی تھی۔ اور دردانیال کی تسخیر گویا قسطنطنیہ کی تسخیر تھی۔ اتحادیوں نے نہایت زبردست تیاریوں کے بعد ۶۔ اگست کو انتہائی شدت سے حملہ کیا۔ اور وہ فتح حاصل کیا ہی چاہتے تھے۔ کہ ترکی اور جرمن جہازوں نے اتحادیوں کے مشہور جنگی جہاز "الزبتھ" اور دوسرے بہت سے جہازوں کو غرق کر دیا۔ اتحادی جہاز پھر گولہ باری پر اتر آئے۔ اور آری برون کی چوٹی پر قابض ہونے کے لئے تمام قوتیں صرف کرنے لگے۔ یہ ترکوں کے لئے نہایت نازک وقت تھا۔ ترکی فوجوں کے سالار اعظم جرمن جرنیل سانڈرس نے اس محاذ کی کمان مصطفیٰ کمال کے ہاتھ میں دے دی۔ بہت دنوں تک آتش وخون کا سمندر موج زن رہا۔ آخر اتحادی فوجوں کے دھوئیں اڑا دیئے گئے اور وہ اتنی زبردست شکست کھانے کے بعد کہ اس سے پہلے کبھی انھیں سابقہ نہ پڑا تھا۔ ہزاروں لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس عظیم الشان معرکے کے سر کرنے میں مصطفیٰ کمال نے ایسا عدیم النظیر زریں کارنامہ انجام دیا۔ کہ ساری دنیا پر ان کی غیر معمولی فوجی قابلیت اور فوق الفطرت شجاعت کی دھاک بیٹھ گئی۔

جنوری ۱۹۱۶ء کے پہلے ہفتے تک اتحادیوں کی فوجیں واپس چلی گئیں۔ ان کے ہلاک و مجروح سپاہیوں کی تعداد ایک لاکھ بارہ ہزار تھی۔ ترکوں نے بھی بہت زیادہ نقصان اٹھایا۔ لیکن دنیا کو معلوم ہو گیا۔ کہ یورپ کا "مرد بیمار" یعنی ترکی نہایت کمزوری کی حالت میں بھی اپنے اندر کس قدر محیر العقول طاقت رکھتا ہے۔

دوسرے محاذات جنگ

اس کے بعد ایشیائے کوچک اور عراق میں ترکوں کو فتوحات حاصل نہ ہو سکیں۔ عرب میں انگریزوں نے ترکوں کے خلاف بغاوت کرادی۔ مصر میں ترک قابلِ ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

مارچ ۱۹۱۷ء میں روس بالشویک انقلاب کی جولان گاہ بن گیا۔ ۱۶۔ اپریل کو امریکہ نے اتحادیوں کی حمایت میں شریک جنگ ہونے کا اعلان کیا۔ روسی انقلاب سے ترکوں کو معتدبہ فائدہ پہنچا۔ اور انھوں نے روس سے اپنے تمام علاقے واپس لے لئے۔

شام اور فلسطین میں ترکوں کو بھاری شکست ہوئی۔ اور اکتوبر ۱۹۱۸ء کے آخر تک حجاز شام۔ لبنان اور عراق عرب کے تمام علاقے ترکوں کے قبضے سے نکل کر اتحادیوں کے زیر نگیں ہو گئے۔

صلح نامۂ مدروس

جنگ کے شروع میں ترکی نے دس لاکھ سے زیادہ فوج میدانِ جنگ میں روانہ کی تھی۔ جس میں سے چار لاکھ ستائیس ہزار جوان مقتول اور چار لاکھ مجروح ہوئے۔ ایک لاکھ تیرہ ہزار اسیر یا بے نشان ہو گئے مال کا نقصان بے اندازہ ہوا۔ ترکی کے حلیف بلغاریہ نے اتحادیوں سے غیر مشروط اظہار اطاعت کر دیا تھا۔ جرمنی بھی جنگ سے دست کش ہو رہا تھا۔ ان حالات میں ترکی کے لئے اتحادیوں سے صلح کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ ۳۰۔ اکتوبر کو مدروس میں اتحادیوں اور ترکوں کے درمیان ایک معاہدۂ صلح قرار پایا۔

اس دوران میں انور پاشا۔ جمال پاشا۔ طلعت پاشا اور " انجمن اتحاد و ترقی " کے بہت سے ارکان نے دیکھا۔ کہ اب ملک کا تحفظ غیر ممکن ہے۔ اور وہ اتحادیوں کی شرائط پر بھی رضا مند نہیں ہو سکتے۔ تو اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ گئے۔ اور حکومت کی زمام انتظام نا اہل لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ گئے۔

اتحادی بھیڑیوں کی درندگی

ترکی کے فوجی زور کی شکست و ریخت اور عام بد نظمی سے فائدہ اٹھا کر اتحادی ان خفیہ معاہدوں کی تکمیل پر تل گئے۔ جو دورانِ جنگ میں کئے گئے تھے۔ اور معاہدۂ قسطنطنیہ۔ معاہدۂ لندن اور معاہدۂ سائیکس پیکو کی شرائط کے مطابق ترکی کے مقبوضات کو دھڑی کر کے لوٹ لیا۔

سمرنا پر یونانی تصرف

پیرس کی صلح کانفرنس منعقدہ ۱۸۔ جنوری ۱۹۱۹ء میں دینز یلوس وزیر اعظم یونان نے اس مضمون کے سیکڑوں جعلی تار پیش کئے۔ کہ ترکوں نے سمرنا کے علاقے میں قتلِ عام کا طوفان برپا کر رکھا ہے۔ اور اس کے ماتحتوں نے غلط نقشے پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ کہ سمرنا

Marfat.com

شہر اور علاقے میں یونانیوں کی تعداد ترکوں سے بہت زیادہ ہے۔ اتحادیوں نے وینزیلوس کے بیان پر یقین کر کے یونانیوں کو سمرنا پر قابض ہونے کا حکم دے دیا۔ مسٹر ٹوائنبی رقمطراز ہیں :۔

" اتحادیوں کے اس فیصلے کے حقیقی مقصد دو تھے۔ (۱) یونان کو موقع دیا جائے کہ ایشیائے کوچک میں اپنی قدیم سلطنت کو دوبارہ قائم کرنے کی حسرت پوری کرے۔ (۲) اطالوی ناجائز طور پر اس علاقے کو نہ ہتھیالیں جس سے بین الاقوامی پیچیدگیوں میں اضافہ ہو جانے کا اندیشہ ہے"۔

لیکن سبب یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ اس علاقے میں ترک بدامنی پھیلا رہے ہیں جس کی وجہ سے یونانی باشندوں اور دوسری اقلیتوں کو شدید خطرے کا سامنا ہے۔ مگر اس ضمن میں اتحادیوں کے تحقیقاتی کمیشن کی حسب ذیل رپورٹ سے اس بیان کی صداقت کا تار و پود بکھر کر رہ جاتا ہے :۔

" تحقیقات سے ثابت ہو گیا ہے۔ کہ عارضی صلح کے بعد سے ولایت ایدین کے عیسائیوں کی حالت قابل اطمینان رہی ہے۔ اور ان کی سلامتی خطرے میں نہ تھی۔ اگر سمرنا پر قبضے کا حکم صلح کانفرنس نے غلط اطلاع کی بنا پر دیا۔ تو اس کی ذمہ داری سب سے پہلے ان اشخاص یا حکومتوں پر عائد ہوتی ہے۔ جنھوں نے بے پروائی سے ایسی اطلاع بہم پہنچائی۔ لہٰذا یہ ظاہر ہے۔ کہ اس قبضے کے لئے مطلق کوئی وجہ جواز نہ تھی۔ اور اس سے عارضی صلح کی ان شرائط کی خلاف ورزی ہوئی۔ جو دول متحدہ اور ترکی کے درمیان طے ہوئی تھیں "۔

سمرنا میں ترکوں کا قتلِ عام

بہرکیف ۱۵ مئی ۱۹۱۹ء کو یونانی فوجوں نے سمرنا پہنچ کر شہر اور گردو نواح کے تمام اہم مقامات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ آرم اسٹرنگ تحریر کرتا ہے :۔

" انھوں نے ساحل پر اترنے کے بعد فوراً ہی قتل عام شروع کر دیا۔ بندرگاہ کے قریب جو برطانی جنگی جہاز لنگرانداز تھا۔ اس کے افسروں اور آدمیوں کو حکم تھا۔ کہ

Marfat.com

بالکل خاموش رہیں۔ حالانکہ چند ہی گز کے فاصلے پر یونانی فوجیں قتل و غارت کا بازار گرم کیے ہوئے تھیں۔ سمرنا کے بعد یونانی آگے بڑھے۔ مکانوں میں آگ لگاتے۔ لوٹ مار کرتے۔ اور عورتوں کی آبرو ریزی کرتے ہوئے جیساکہ بلقان کی قومیں جنگ کی حالت میں کرتی ہیں۔"

ٹوائنبی لکھتا ہے:۔

"۱۵۔ مئی ۱۹۱۹ء کو مغربی اناطولیہ پر ایک بلائے ناگہانی نازل ہوگئی۔ جیسے کوہِ آتش فشاں پھٹتا ہے۔ اور لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ یہ کیا ہوگیا۔ جنگ یورپ کے خاتمے کے چھ ماہ بعد ایک دن دفعۃً سمرنا کی گلیوں میں شہر کے لوگوں اور نہتے سپاہیوں کا قتلِ عام شروع ہوگیا۔ محلّے کے محلّے اور گاؤں کے گاؤں لوٹ لیے گئے۔ عقبی خطّے کی زرخیز وادیوں میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ اور خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ایک فوجی دیوار کھڑی ہوگئی جس نے قسطنطنیہ اور سمرنا کی بندرگاہوں کو اندرونِ ملک سے جدا کر کے تجارت کو تباہ کر دیا۔ لڑائی کے دوران میں مکان۔ پل اور سڑکیں مسمار کر دی گئیں۔ ملک کے باشندے تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ اور جو بچ رہے۔ وہ یا تو زبردستی فوج میں بھرتی کر لیے گئے۔ یا جلاوطن کر دیے گئے۔ غرض قتل و غارت کا یہ سیلاب سمرنا سے شروع ہوا۔ اور دُور دور تک پھیلتا چلا گیا۔"

قومی تحریک

ترکوں پر ہمت گسل اور حوصلہ شکن مصائب و حوادث کے جو پہاڑ ٹوٹے تھے۔ ان سے ان کی اجتماعی قوت میں تو ضعف آگیا تھا لیکن خودداری اور قومیت کی روح اُسی طرح زندہ تھی۔ چنانچہ یونانی درندوں کے وحشیانہ مظالم کے بعد ترکوں کے متعدد عہدہ دار تھریس پہنچے۔ اور چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بنا کر رزم آرائی کرنے لگے۔ یونانیوں کا لشکر اسّی ہزار سے زیادہ وہاں پہنچ چکا تھا۔ سمرنا پر یونانی قبضے کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ترکی کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ جگہ جگہ احتجاجی جلسے منعقد ہونے لگے۔ اور یکایک مملکت کے گوشے گوشے میں قومی تحریک کی رو موج برق کی طرح دوڑ گئی۔ لاریب اس تحریک کی روحِ رواں غازی مصطفیٰ کمال پاشا تھے۔ لیکن یونانی بھیڑیوں

ی چنگیزی خونریزیوں کا قیامت خیز طوفان سمرنا سے اٹھ کر سلطنت کے اطراف واکناف میں بجلی کی تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ اس نے ہر ترک مرد۔ عورت اور بچے کے دل میں تحفظ وطن کا سچا جوش پیدا کر دیا تھا۔ اور جانباز ترکوں کی جماعت اس طوفان کو پیچھے ہٹانے کے لئے بنیان مرصوص بن کر کھڑی ہو گئی تھی۔

یہی قومی تحریک جمہوریۂ ترکیہ کے ایوان فلک بوس کا سنگ بنیاد تصور کی جاتی ہے۔ کہنے کو تو سلطنت سنہ ۱۹۲۳ء تک وجود پذیر رہی۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ سنہ ۱۹۱۸ء میں اتحادیوں کی خون آشام چھری اس کی شہ رگ حیات کاٹ چکی تھی۔ مملکت ترکی نے تو دم توڑ دیا تھا۔ لیکن ترک قوم کی رگ رگ میں زندگی کا گرم وصالح خون دوڑ رہا تھا۔ جس کا روشن اور ناقابلِ تردید ثبوت آئندہ صفحات میں پیش کیا جائیگا۔

Marfat.com

اکیسواں باب

احرارِ ترک

ترکوں اور یونانیوں میں جنگ

اب ترکانِ احرار کے بچے بچے کی رگ حمیت پھڑک اٹھی۔ اور جون ۱۹۲۰ء میں وہ یونانیوں کے مقابلے پر صف آرا ہو گئے۔ یونانیوں کے اسی ہزار سپاہی جدید آلات حرب سے پوری طرح لیس تھے۔ اور ترکوں کو جدید محاذ کا کافی تجربہ نہ تھا۔ اس ترک ناکام رہے۔ یونانیوں نے مدانیہ۔ بروصہ اور اسجد پر قبضہ کر لیا۔ اور وہ اناطولیہ کی فتح کا خواب دیکھنے لگے۔

لندن کانفرنس

فریقین میں چپقلش جاری رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۱ء میں لندن کانفرنس منعقد ہوئی۔ لیکن حکومت انگورہ نے اتحادیوں کا فیصلہ منظور نہ کیا۔ اس پر دول متحدہ نے جنگ ترکی و یونان میں غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر دیا۔

فتح سقاریہ

۲۴۔ اگست ۱۹۲۱ء کو سقاریہ کی عظیم الشان تاریخی جنگ ہوئی جس میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے حیرت انگیز شجاعت سے کام لے کر یونانی فوج کے چھکے چھڑا دئے۔

فرانس اور اٹلی سے معاہدے

۲۰۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ترکی اور فرانس میں معاہدہ ہوا۔ جس کے رو سے فرانس نے

سلیشیا کا علاقہ ترکی کے حوالے کر دیا۔

اس کے علاوہ ترکی اور اٹلی کے درمیان بھی ایک معاہدہ قرار پایا۔

پیرس کانفرنس

مارچ ۱۹۲۲ء میں پیرس کانفرنس منعقد ہوئی جس میں عارضی صلح کرنے کی ترغیب دی گئی۔

ترکی اور یونان میں پھر جنگ

۱۷۔جولائی ۱۹۲۲ء کو یونانی ہائی کمشنر مقیم سمرنا نے اعلان کیا۔کہ اناطولیہ کا الحاق یونان کے ساتھ باضابطہ عمل میں لایا گیا ہے۔ حکومت انگورہ نے اس اعلان پر آگ بگولا ہوکر زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا۔اب یونان نے قسطنطنیہ کو بھی ہڑپ کر جانے کے لئے دندان آز تیز کرنے شروع کئے۔لیکن اس پر خود برطانیہ کی حریصانہ نگاہیں تھیں۔لہٰذا اس نے یونان کو آنکھیں دکھا کر اس اقدام سے منع کر دیا۔اس سے یونانی بھڑک اٹھے۔اور ترکی و یونان میں پھر جنگ شروع ہو گئی۔

اس خونریز معرکے میں ترکوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔اور انھوں نے بروصہ۔افیوم قرہ حصار۔عشاق اور سمرنا پر فتح کا پرچم لہرا دیا۔

صلح نامہ مدانیہ

ترک ظفر و کامرانی کے نشے میں سرشار تھریس کی جانب قدم بڑھانے لگے۔تو چناق پر برطانیہ نے انھیں روک لیا۔مگر فرانس اور اٹلی نے اس کے اشارۂ ابرو پر رقص کرنے سے انکار کر دیا۔چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۲ء میں صلح نامہ مدانیہ قرار پایا جس کے رو سے یونان نے تھریس سے دست کشی اختیار کر لی۔

لوزان کانفرنس

دول متحدہ نے جنگ کو نازیبا سمجھتے ہوئے صلح کا دامن تھام لیا۔اور ۴۔فروری ۱۹۲۳ء کو لوزان میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں ترکوں نے مساوی شرائط پر صلح کرنے کی شرط پیش کی۔اتحادی نہ مانے۔اور کانفرنس ناکام ہو کر رہ گئی۔

۲۳۔اپریل کو دوبارہ کانفرنس منعقد ہوئی جس نے تین ماہ تک طول کھینچا۔اور ۲۴ جولائی کو معاہدۂ لوزان مکمل ہو گیا جس کے رو سے مشرقی تھریس۔ایڈریا نوپل اور قسطنطنیہ بھی

Marfat.com

ترکی کی سلطنت میں شامل کر لئے گئے۔

جمہوریۂ ترکیہ

جمہوریۂ ترکیہ اب ترکی کی دنیا میں نئی زندگی کا ایک جدید۔ روشن ترین اور عظیم الشان انقلاب رونما ہوا۔ جس نے اس سلطنت کو ثری کی پستیوں سے ثریا کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ یورپ کے اس "مرد بیمار" کو جس شہرۂ آفاق اور یگانۂ روزگار ہستی نے اعجاز مسیحائی سے تندرست کر کے دنیا کی قوی ترین اقوام کی صف اول میں ایک ممتاز مقام پر کھڑا کر دیا۔ وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا آدمی بطل جلیل غازی مصطفیٰ کمال پاشا یا کمال اتاترک تھا۔ اسی عظیم المرتبت شخصیت نے جمہوریۂ ترکیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور یہی اس کے صدر اول قرار دئے گئے۔

تنسیخ خلافت اور اصلاحات نام نہاد خلافت پر خط نسخ کھینچ دیا گیا۔ اور ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء کے اجلاس میں مصطفیٰ کمال نے آئین میں حسب ذیل اصلاحات پیش کیں :۔

(۱) جمہوریت کا ایک صدر ہوگا۔ جس کا انتخاب چار سال کے لئے عمل میں آئے گا۔ اور وہ دوسری مرتبہ بھی منتخب ہو سکے گا۔

(۲) صدر جمہوریت مجلس وزارت کے صدر کو نام زد کرے گا۔

(۳) صدر وزارت پارلیمنٹ کی مرضی سے وزراء کا انتخاب کرے گا۔

مصطفیٰ کمال نے اپنی صدارت کے زمانے میں متعدد اصلاحات نافذ کیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں :۔

(۱) ترکوں کو عہد اوسط کی تہذیب سے دست بردار کر کے بین الاقوامی تہذیب اختیار کرنے کی تلقین کی۔

(۲) عربی رسم الخط کی جگہ لاطینی رسم الخط جاری کیا۔

(۳) عثمانی قانون کو منسوخ کر کے سوستانی قانون نافذ کیا۔
(۴) ترکے میں لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر کا حصہ دار قرار دیا۔
(۵) غیر اقوام سے شادی بیاہ کے تعلقات کو جرم ٹھہرایا۔
(۶) پردے کی پابندی اٹھادی۔

مخالفانہ الزامات کا جواب

مغرب کے متعصب اور مکار مدبرین اپنے جذبات مخالفت کو تسکین دینے کے لئے ترکوں کے خلاف اس قسم کے بے بنیاد الزامات عائد کرتے رہتے ہیں۔ کہ انھوں نے اسلام کو ترک کر دیا ہے اور وہ شریعت مقدسہ کی ہنسی اڑاتے رہتے ہیں۔ یہاں اس دروغ بے فروغ اور جھوٹے پروپیگنڈے کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں:۔

ڈاکٹر ملک عبدالرؤف اپنے سفر ترکی کے دوران میں چشم دید حالات کی بنا پر لکھتے ہیں:۔

"ترک خواتین نے پرانے برقع کی جگہ نئی طرز کا اصلاح یافتہ برقع اختیار کر لیا۔ عموماً ترک عورتیں بے پردگی کی حامی نہیں۔ اس لئے قدیم برقع کے استعمال کی ضرورت نئے سرے سے محسوس کی جا رہی ہے۔

جب ہماری ٹریم گاڑی جامعہ ایا صوفیہ کی سڑک سے گزری۔ تو ایک بلند مینار سے اللہ اکبر کی آواز سنائی دی۔ ہم نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ تو مؤذن قدیم رسم و رواج کے خلاف انگریزی لباس پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کی شکل و صورت یکسر یورپی تھی۔ مغرب کی نماز تیار تھی۔ ترک خواتین یورپی لباس میں نماز کے لئے آرہی تھیں۔ مجھے بتایا گیا۔ کہ یہ شجر جمہوریت کا ثمر ہے۔ کہ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ مسجد میں نماز کے لئے آنے لگی ہیں۔"

ایک عراقی ایڈیٹر رقم طراز ہے:۔

"اس سال ہم نے اکثر ایسے مسافروں سے ملاقات کی۔ جو ترکی کے تاریخی شہروں قسطنطنیہ۔ انگورہ وغیرہ کی سیاحت کے لئے اکٹھے ہو کر گئے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ جب

Marfat.com

ہم قسطنطنیہ میں تھے۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہ تمام مسجدیں نمازیوں سے بھری ہوتی تھیں۔ نماز کے اوقات میں مسجد کے اندر مشکل سے جگہ ملتی ہے۔ مذہب کے معاملے میں حکومت اور قوم کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔ حکومت مذہب سے بالکل بے تعلق ہے۔ لوگوں کے مذہب کے معاملے میں حکومت قطعاً دخل نہیں دیتی۔ لیکن اذان کو عربی کی جگہ ترکی میں تبدیل کرنے کا معاملہ اس باب میں نہایت متصرفانہ اقدام ہے۔ اور اس کی مخالفت بھی ہوئی ہے۔ بروصہ میں اس مسئلے پر یہاں تک ہیجان برپا ہوا۔ کہ حکومت کو گرفتاریاں بھی کرنی پڑیں۔ بایں ہمہ اسے "اصلاح" سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اسے بسرعت ترقی ہو رہی ہے۔"

اخبار "ہند" اپنی اشاعت مورخہ ۱۱۔ فروری ۱۹۳۵ء میں لکھتا ہے:۔

"تازہ مصری رسائل میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی دین داری کے متعلق ایک مضمون نظر سے گزرا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

"یہ کہنا سراسر بے بنیاد ہے۔ کہ غازی مصطفیٰ کمال پاشا مادہ پرست ہیں۔ دین سے دور ہیں۔ روحانیت سے خالی ہیں۔ غازی کے متعلق یہ خیال اس لئے قائم کر لیا گیا ہے کہ انھوں نے خلافت منسوخ کر دی ہے۔ مذہب کو حکومت سے علٰحدہ کر دیا ہے۔ پیروں اور ملاؤں کا قلع قمع کر ڈالا ہے۔ ملک میں نئے قانون رائج کئے ہیں۔ اور مغربی لباس عام کر دیا ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود جو لوگ غازی کی نجی زندگی سے واقف ہیں۔ انھیں معلوم ہے۔ کہ وہ مذہب کے قائل اور روحانیت سے بھرپور ہیں۔"

"غازی نے ملاؤں اور پیروں کی بیخ کنی اس لئے نہیں کی۔ کہ وہ مذہب کے دشمن ہیں بلکہ انھوں نے مذہب کی دوستی کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ غازی کا خیال ہے۔ کہ اسلام کا سرچشمہ کتاب اللہ یعنی قرآن ہے۔ لہٰذا اسلام کو بلاواسطہ قرآن ہی سے لینا چاہئے۔ حدیث شریف قرآن کی تفسیر و تشریح ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے۔ اس کا ماننا ضروری نہیں۔"

"ایک دفعہ غازی نے بیان کیا۔" پیروں اور ملاؤں نے اسلام کو مسخ کر ڈالا ہے

بالکل اسی طرح جس طرح عیسائی اور یہودی پیشوا اپنے اپنے دین مسخ کر چکے ہیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو قرآن و حدیث سے بہت دُور کر دیا ہے۔ تاکہ انھیں جس طرح چاہیں۔ گمراہ کر سکیں۔ اور جس طرح چاہیں لُوٹ سکیں۔ میں نے ترکی میں ان لوگوں کا خاتمہ کر ڈالا ہے۔ تاکہ ترک بلا واسطہ قرآن و حدیث سے ہدایت حاصل کر سکیں۔

"مذہب کو حکومت سے علٰحدہ کرنے کی نسبت غازی نے فرمایا" بادشاہوں نے دین کو اپنی سیاسی اغراض کا آلہ بنا رکھا تھا۔ اور اس طرح دین میں بہت سی بے دینیاں پیدا کر دی تھیں۔ میں نے دین کو حکومت سے علٰحدہ کر دیا ہے۔ تاکہ ترک سیاسی اغراض و مقاصد سے الگ ہو کر دین کا مطالعہ کریں۔ اور اس کے احکام بجا لائیں۔

"یہ واقعہ ہے۔ کہ غازی پر اسلام کا بہت اثر ہے۔ اور ان کا دل روحانیت سے لبریز ہے۔ غازی کے خاص کمرے میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلی نظر ایک اونچی تپائی پر پڑتی ہے۔ جس پر بیش قیمت ریشمی رومال پڑا رہتا ہے۔ رومال کے نیچے قرآن حکیم کا ایک حسین ترین نسخہ رکھا ہوا ہے۔ جسے مصطفیٰ کمال ہر روز بے ناغہ تلاوت کرتے ہیں۔

"اب اس قرآن کو تاریخی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ کیونکہ یہ تمام جنگوں میں غازی کے ساتھ رہا ہے۔ اور لوگوں کو یہ معلوم کر کے بے شک بہت تعجب ہوگا۔ کہ غازی کے خیال میں انھیں تمام فتوحات اسی کتاب کی برکت سے حاصل ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان کا یہ خیال ضعف اعتقاد بلکہ توہم پرستی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان پر مذہب کا غیر معمولی اثر ہے۔ اگر وہ بے دین ہوتے۔ تو ہرگز اس قسم کا خیال نہ رکھ سکتے تھے۔ غازی کے جاننے والوں کا یہ بھی بیان ہے۔ کہ غازی نے اپنی تمام جنگیں شروع کرتے وقت پہلے قرآن عزیز کی تلاوت کی ہے۔ اس کے بعد حملہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

"سقاریہ کی فیصلہ کن جنگ نہایت ہولناک تھی۔ اسی جنگ میں غازی نے یونانیوں کو تہس نہس کر ڈالا۔ مگر اس جنگ کو شروع کرنے سے پہلے انھوں نے

Marfat.com

انتہائی خضوع و خشوع سے قرآن مجید کی تلاوت کی تھی۔ پھر حکم دیا تھا۔ کہ حملہ جاری کیا جائے۔ غازی کی والدہ حد سے زیادہ مذہبی خاتون تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی بے حد پابند تھیں۔ غازی کو بہت چاہتی تھیں۔ اور انھیں نے ان کے دل میں دینداری استوار کر دی تھی۔ جواب تک باقی ہے۔ اور ہر موقع پر ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے۔ کہ غازی ریاکاری کو اچھا نہیں سمجھتے۔ انھوں نے آج تک کبھی لوگوں کو یہ دکھانے کی کوشش نہیں کی۔ کہ وہ مذہب کے کس قدر دلدادہ ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ غازی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اپنے نقطۂ نظر سے مرتب کی ہے۔ جسے ترکی حکومت جلد شائع کرنے والی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ کتاب بہت محققانہ ہوگی۔ اور علمی دنیا میں ہل چل ڈال دے گی۔

"اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ غازی کے خیال میں انھیں تمام جنگی فتوحات صرف قرآن پاک کی برکت سے حاصل ہوئی ہیں۔ اسی قسم کی ایک اور روایت بھی ان کے جاننے والے بیان کرتے ہیں۔ اور اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ غازی خوش عقیدہ واقع ہوئے ہیں۔

"واقعہ یہ ہے۔ پچھلے دنوں غازی کی صحت خراب ہو گئی تھی۔ اور اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ کہیں وفات نہ پا جائیں۔ یورپ والوں نے ان کی بیماری کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ اور مشہور کر دیا۔ کہ مصطفیٰ کمال جلد انتقال کرنے والے ہیں۔ ان کے بعد ترکی میں پھر انقلاب آجائے گا۔ اسی قدر نہیں۔ بلکہ ترکی کے دشمنوں نے فوراً اپنی سازش کا جال بچھا دیا۔ اور فتنہ پسند عناصر سر اٹھانے لگے۔ لیکن غازی نے اپنی بیماری حیرت انگیز طور پر دور کر دی۔ کس طرح؟ کہتے ہیں۔ کہ غازی کو ایک ترک بزرگ سے عقیدت ہے۔ جو کسی دور دراز گاؤں میں رہتے ہیں۔ غازی نے حکم دیا۔ کہ ہوائی جہاز جائے۔ اور بزرگ کو ان کے پاس انگورہ لے آئے۔ چنانچہ جہاز گیا۔ اور بزرگ کو لے آیا۔ غازی نے ان سے درخواست

Marfat.com

کی۔ کہ میرے روبرو اپنی زبان سے قرآن کی تلاوت کیجئے۔ پھر دعا کیجئے۔ کہ میں اچھا ہو جاؤں۔ بزرگ نے یہی کیا۔ دعا ختم ہوتے ہی غازی اچھے ہو گئے۔ فوراً اٹھ بیٹھے۔ اور عام مجمع میں بہت پُرزور تقریر کی۔ جسے سُن کر تمام لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ کیونکہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ غازی بالکل تندرست ہیں"۔

علمی ترقی

جدید ترکی نے تعلیم کے میدان میں بڑی سبک گامی سے کام لیا۔ اور قانوناً ہر ترکی باشندے کے لئے تعلیم لازمی کر دی۔ دینی تعلیم الگ کر دی گئی۔ اور اس کے حصول و ترقی کے لئے استنبول میں "شعبہ دینیات" کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ کھولا گیا۔ جہاں طلبہ خالص مذہبی تعلیم کے زیور سے آراستہ کئے جاتے ہیں۔ سرکاری درسگاہوں میں عام تعلیم دی جاتی ہے۔

سنہ ۱۹۲۶ء میں یونیورسٹی کے طلبہ اور طالبات کی تعداد علی الترتیب چار ہزار اور ایک ہزار تھی۔ لیکن تعلیم کا شوق بجلی کی سی تیز رفتاری سے بڑھتا گیا۔ اور حکومت نے بھی معتدبہ امداد دی جس کا یہ شاندار نتیجہ رونما ہوا۔ کہ آج ان لڑکوں اور لڑکیوں کی کل تعداد دس ہزار سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ استنبول اور انگورہ میں ایک ہزار سو لڑکے حکومت کے مصارف پر اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انجنیرنگ کالج کے طلبہ کی تعداد پانسو اور پروفیسروں کی پچاس ہے۔ تجارتی مدرسے میں سات سو پچیس طلبہ پڑھتے ہیں۔ جن کے لئے بتّیس پروفیسر مقرر ہیں۔ زراعتی کالج صنعتی کالج۔ سیاسی کالج۔ طبّیہ کالج۔ فوجی کالج وغیرہ ان کے علاوہ ہیں۔

مسٹر ویبسٹر رقم طراز ہیں۔

"سنہ ۱۹۳۳ء میں ترکی کے ستاون صوبوں میں سے اکیس صوبوں میں سات سو دارالمطالعے قائم تھے۔ کتب خانے ایک سو دو ہیں۔ پڑھنے والوں میں ۴۵ فیصدی طالب علم۔ ۲۷ فی صدی استاد۔ ۱۳ فی صدی سول اور فوجی افسر۔ ۵ فی صدی خواتین اور باقی عام لوگ تھے۔ کتب خانوں کے لئے حکومت ہر سال ایک لاکھ تیرہ ہزار پونڈ کی امداد دیتی ہے۔ اور عوام کے چندوں سے بھی لاکھوں پونڈ کی۔

Marfat.com

آمدنی ہو جاتی ہے۔"

مالی ترقی

ترکی کی مالی ترقی نہایت امید افزا ہے۔ ۱۹۲۴ء میں حکومت کا میزانیہ دو کر
باسٹھ لاکھ اور ۱۹۳۹ء میں ۲۵ کروڑ تھا۔ ۱۹۴۸ء میں یہ رقم ۴۰ کروڑ تک جا پہنچی۔

ترکی کے بنکوں میں تقریباً ۴ کروڑ ترکی پونڈ کا خالص سونا زر محفوظ کی صورت میں مو
ہے۔ اور پچاس کروڑ کا سرمایہ حساب رواں میں ہے۔ آٹھ بہت بڑے اور مشہور بنکو
علاوہ اور بھی بہت سے بنک قائم ہیں۔ چالیس نیشنل بنک ہیں۔ جن کا سرمایہ ۳۰ کروڑ
۳۱۔ دسمبر ۱۹۳۹ء کو ترکی میں ۲۸ کروڑ پونڈ کے نوٹ چل رہے تھے۔ طلائی سکّے تعدا
دو کروڑ ساٹھ لاکھ تھے۔۔ ۳۰ کروڑ پونڈ سیونگ بنک میں اور دس کروڑ پونڈ حکومت کی
پر قومی قرضہ وصول ہوا تھا۔ اس کے بعد سال بہ سال سرمائے میں نمایاں اضافہ ہوتا ر

صنعتی ترقی

لوہا اور کوئلہ صنعتی ترقی کے قالب میں روح کا حکم رکھتے ہیں۔ اور
حقیقی نے ترکی کو یہ دونوں چیزیں وافر مقدار میں عطا فرما رکھی
کازلو۔ زنگلاک اور ارض روم میں کوئلے کی زبردست کانیں ہیں۔ جہاں سے تقری
ٹن زائد کوئلہ نکالنے کا انتظام کر لیا گیا ہے۔

قرابک لوہے کی کانوں کا خزانہ ہے۔ اس لئے وہاں ایک بہت بڑا کارخانہ قا
گیا ہے۔ جہاں طرح طرح کے آلات حرب اور سامانِ جنگ تیار کیا جاتا ہے۔
خرپت۔ ارغانہ اور دیار بکر میں تانبا۔ بولگیر میں جست۔ رانگ۔ ٹین۔ ورالگ
کیسی برلو میں گندھک۔ طرابزون میں سنگ سلیمان۔ عقیق۔ یشب۔ بروصہ اور قرا
میں دودھیا اور دوسرے قیمتی پتھر۔ ساحل بحیرۂ اسود پر عنبر۔ کستا موتی اور سرت
اور چار مقامات پر چاندی کثرت سے ملتی ہے۔ سنگ مرمر بڑی بھاری مقدا
جاتا ہے۔ علاوہ بریں سیلسہ۔ کرنٹ۔ بورکس۔ پارہ۔ سرمہ وغیرہ کی کانیں بھی موجود
سیمنٹ کے کارخانے ترکی کے گوشے گوشے میں قائم ہیں۔ جن سے تین لا
سالانہ سیمنٹ تیار ہوتا ہے۔

قالین سازی کی صنعت بھی زوروں پر ہے۔ اوراب کثیر تعداد میں ترکی قالینوں کی برآمد کا سلسلہ جاری ہے۔

سنہ ۱۹۳۴ء تک ترکی میں ۱۴۰۰ کارخانے تھے۔ جن میں چھ لاکھ مزدور کام کرتے تھے۔ اب کارخانوں کے ساتھ مزدوروں کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہوگیا ہے۔

قیصریہ کے ایک زبردست کارخانے میں جنگی ہوائی جہاز تیار کئے جاتے ہیں۔ جن کی تعداد دوسو سے زائد ہے۔ اس کارخانے سے بارہ ہزار مزدوروں کا پیٹ پلتا ہے۔

تجارتی ترقی

پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکی کی تجارت تباہی کی ہولناک چٹان سے ٹکرا گئی۔ جونہی فاتح اقوام کے ساتھ معاہدوں کی میعاد ختم ہوئی۔ جدید ترکی ترقی کے میدان میں طرارے بھرنے لگا۔ اور انقرہ میں خارجہ تجارت سے متعلق ایک علیحدہ دفتر قائم کیا گیا۔

سنہ ۱۹۳۸ء میں ترکی کی خارجہ تجارت تقریباً ۴۰ ارب ترکی پونڈ تھی۔ جو بعد میں بہت زیادہ ترقی کر گئی۔ اس کی تجارت برآمد میں یہ چیزیں شامل ہیں:۔

انقرہ کی بکری کا اون۔ کھالیں سوت۔ انڈا۔ مچھلی۔ گندم۔ جو۔ میدہ۔ کنگنی۔ زیتون تیل۔ انجیر۔ بادام اور سمرنا کی کشمش۔

آمد و رفت کا انتظام

ترکی نے پرانی سڑکوں کی مرمت کے علاوہ نئی سڑکیں اور ریلوے لائنیں بھی بکثرت اور خاص توجہ سے بنوائیں۔

پہلی بڑی سڑک استنبول سے بلغاریہ تک ۲۵۶ کیلو میٹر لمبی اور دوسری ایران سے طرابزون تک ۶۴۵ کیلو میٹر طویل ہے۔ ملک بھر میں پکی سڑکوں کی لمبائی ۱۹۶۴۱ کیلو میٹر ہے۔ ایک اور نئی سڑک لاکھوں پونڈ کے خرچ سے استنبول سے انقرہ تک تیار کی گئی ہے۔

سنہ ۱۹۳۵ء میں ترکی کی موٹروں اور لاریوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ سنہ ۱۹۴۸ء میں تیس ہزار سے بھی بڑھ گئی۔

سنہ ۱۹۳۴ء سے سنہ ۱۹۳۹ء تک ۵۰ کروڑ کی پونڈ کے صرف سے ۸۶ پل بنوائے گئے۔

Marfat.com

جمہوریۂ ترکیہ کے قیام پر ترکی کی ریلوے لائنیں ۲۴۷۵ میل میں پھیلی ہوئی تھیں
جدید ترکی نے اس سلسلے میں ایسی زبردست مستعدی سے کام لیا۔ کہ ۱۹۴۰ء میں ریلوں
کا طول ۷۱۵۸ میل تک پہنچ گیا۔ اور ۱۹۴۸ء میں آٹھ ہزار سے بھی بڑھ گیا۔

بحری بیڑا کبھی ترکی کا بحری بیڑا یورپ بھر میں بے مثال تھا۔ بحیرۂ روم اس کے
زیر اقتدار ہو جانے کی وجہ سے مصر۔ سویز۔ طرابلس۔ یونان اور بلقان
سب اس کے قبضے میں تھے۔ لیکن بعد میں غفلت اور داخلی بدنظمی نے اسے اس اعلیٰ
سے قعرِ پستی میں گرا دیا۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اِدھر توجہ کرکے اسے زوال کے
گڑھے سے نکال کر عروج کی بلندیوں پر پہنچایا۔ حسب ذیل اعداد و شمار ترکی بیڑے کی
قوت پر دھندلی سی روشنی ڈالتے ہیں :۔

(۱) بڑا جنگی کروزر (اگوبن)	ایک	۲۶ ہزار ٹن کا
(۲) جنگی جہاز	۴	فی ۶ سے ۸ ہزار ٹن
(۳) ہلکے کروزر	۴	فی ۳ سے ۵ ہزار ٹن
(۴) تباہ کن جہاز	۱۶	
(۵) آب دوزیں	۲۰	

ان کے علاوہ سیر و سفر کے۔ باربرداری کے۔ سرنگیں بچھانے والے۔ سرنگیں صاف
کرنے والے۔ کوئلہ اور تیل لے جانے والے۔ گن بوٹ اور طلایہ کے جہاز بھی ہیں
ترکی میں ایک اعلیٰ درجے کا بحری کالج ہے جس سے ملاح اور افسر فارغ التحصیل
ہو کر نکلتے ہیں۔ موجودہ ترکی بیڑا ساٹھ ہزار سپاہیوں اور بارہ سو افسروں پر شامل
ترکی نے بحری بیڑے کی ترقی کے ضمن میں ایسا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا
کہ آج ۱۹۴۸ء میں روس کے سوا کوئی طاقت ترکی کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتی

ہوائی طاقت ترکی نے ہوائی تعلیم و تربیت کے لئے فوجی کالج قائم کئے۔
ہزار سے زیادہ طلبہ ہوائی فوجی تربیت حاصل کرنے کے
انگلستان روانہ کئے۔ ۱۹۳۸ء میں ترکی میں چار ہزار ہوا باز تھے۔ اور اب یہ تعداد

Marfat.com

س ہزار سے زیادہ ہو چکی ہے۔ ڈیڑھ ہزار ہوائی جنگی جہاز ہیں۔ طیارہ سازی کے آٹھ کارخانے
ھولے گئے ہیں۔ جنھیں زیادہ سے زیادہ وسعت دی جا رہی ہے۔

ری طاقت

اس میدان میں ترکی کا توسنِ ترقی طرارے بھرتا۔ لمبیاں لیتا اور اُڑتا چلا جاتا ہے۔ اور اسی کمال کے تابناک جلووں سے اس کا آفتاب
ہرت وعظمت عروج کے نصف النہار پر چمک رہا ہے۔ ترکی میں بہت سے فوجی
لج ہیں۔ جن کا طریق تربیت جرمنی اور امریکہ سے ٹکراتا ہے۔ فوجی خدمت لازمی
ردی گئی ہے۔ دو سال تک ہر شخص کو فوجی تربیت ضرور حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس
نت ترکی میں تربیت یافتہ آدمیوں کی تعداد ۲۵ لاکھ ہے۔ جن میں سے سات لاکھ
ت دن صرف جنگی مشق کرتے رہتے ہیں۔ ضرورت پڑنے پر ترکی کے دس پندرہ لاکھ
پاہی میدان میں آسکتے ہیں۔ اب امریکی ماہرین جنگ کے ترکی پہنچ جانے سے اس
بری طاقت یقیناً رشک انگیز طریق سے بڑھ جائے گی۔

ہوائی ترقی

اس پہلو میں ترکی کی معجزانہ ترقی دیکھ کر یورپ جیسے عروج یافتہ براعظم کی بھی آنکھیں فرطِ حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئی ہیں۔ درسگاہوں
ں طلبہ اور متعلمات دونوں ساتھ ساتھ تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن نشستیں علیحدہ علیحدہ ہوتی
یں۔ دس سال کی ترقی کے اعداد و شمار یہ ہیں:۔

	سنہ ۱۹۲۴ء	سنہ ۱۹۳۴ء
پرائمری تعلیم میں متعلمات	۶۲۹۵۴	۲۰۵۹۲۲
ثانوی مدارس	۲۰۷۲	۱۱۳۷۶
سرکاری ثانوی مدارس	۶۱۲	۲۳۲۱
یونیورسٹی تعلیم	۳۸۵	۹۳۳
صنعتی مدارس	۵۹۲	۹۹۰
استانیوں کے مدارس	۷۸۲	۲۵۳۷

سنہ ۱۹۲۴ء سے سنہ ۱۹۳۴ء تک کی ترقی بالاوسط دس گنی قرار دی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

تعلیم میں کھانا پکانا۔ سینا پرونا۔ بچوں کی پرورش وغیرہ گھریلو کام لازمی کر دیے گئے ہیں۔

صحت کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے ورزش لازم قرار دی گئی ہے اس ضمن میں ایک ترک خاتون لکھتی ہیں:۔

"کمال اتاترک نے زمام اقتدار ہاتھ میں لیتے ہی عورتوں کو قیود سے آزاد کر دیا۔ ۱۹۲۶ء کے سول قانون نے کثرت ازدواج کو نہ صرف متروک بلکہ خلاف قانون قرار دیا طلاق اور خلع کا اختیار عدالتوں کے سپرد کر دیا۔ عورتوں کو تمام حقوق عطا کئے۔ اور وراثت کے باب میں بھی عورتوں کو مردوں کے ساتھ حقوق سے حصہ یاب کیا۔ قوم کی زندگی میں ان کا کھویا ہوا درجہ بحال کیا۔ عورتیں بھی ان حقوق سے مستفید ہوئیں۔ وہ اپنی قوتوں کو جو چھ سو سال سے بیکار پڑی تھیں۔ کام میں لائیں۔ اور دنیا کو مسخر کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ عورتوں میں عظیم ترین انقلاب یہ نہیں ہوا۔ کہ وہ کاموں میں حصہ لینے لگیں۔ بلکہ یہ کہ مرد ان کی رائے کو وقیع سمجھنے اور انھیں اپنا رفیق و مددگار جاننے لگے ہیں۔ آج ترک عورتیں مردوں کے شانہ بہ شانہ ڈاکٹر۔ استانی۔ وکیل۔ انجنیر۔ ٹیلیفون اوپریٹر وغیرہ کے فرائض ادا کرنے کے علاوہ ہوائی اور بری فوج میں بھی برابر کام کر رہی ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے حقوق اور ذمہ داریاں یکساں ہیں۔"

طب کے شعبے میں بھی عورتیں نہایت سرگرمی سے قابل قدر خدمات انجام دیتی ہیں۔ وہ شفاخانوں کے انتظام۔ بیماروں کی عیادت اور زخمیوں کی مرہم پٹی میں نمایاں حصہ لیتی اور بے حد انہماک کا اظہار کرتی ہیں۔ ترکی میں سو سے زائد وکیل عورتیں ہیں ترکی کی مجلس دستور ساز میں ۱۷ خواتین رکن منتخب کی گئی ہیں۔ فوجی درسگاہوں کی کیفیت یہ ہے:۔

فوجی افسروں کے امتحان میں ۳۰۴۳ طلبہ اور ۱۰۲۰ متعلمات شریک ہوئیں ہوابازوں کے امتحان میں ۲۷۰۰ طلبہ اور ۹۲ متعلمات اور عام فوجی تعلیم میں ۰۰..

طلبہ اور ۱۲۰۰ متعلمات۔

ایک فوجی اجتماع میں ایک خاتون نے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا :۔

"ہم نے یہ فوجی تعلیم اس لئے حاصل کی ہے۔ کہ ملک کے سپاہیوں کی دیکھ بھال کریں۔ اگر ہم دیکھیں۔ کہ ان سے ملک کی حفاظت میں کوتاہی ہو رہی ہے۔ تو ہم وہ بار اپنے دوش پر اٹھالیں۔ ہماری تعلیم کی غرض محض یہ نہیں۔ کہ میدان کارزار میں جا کر لڑیں۔ بلکہ یہ بھی ہے۔ کہ اپنی قومی روایات قائم رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ ہمارا بچہ بچہ فوجی ہے۔ اور جو فوجی نہیں۔ وہ ہماری قوم سے نہیں۔ ہمارے لئے میدان جنگ میں جانا ضروری نہیں۔ لیکن جب گھر ہی میدان بن جائے۔ تو پھر ترک خاتون کا یہ کام نہیں۔ کہ وہ پیچھے رہ جائے۔ ہماری تعلیم کا مدعا محض یہ ہے۔ کہ مصیبت کے وقت عورت بے بس ثابت نہ ہو۔ اور وہ اپنا بار مردوں پر نہ ڈالے۔ بلکہ اپنی حفاظت آپ کر سکے۔"

مجلسی ترقی ترکوں کو مجلسی ترقی کا بھی خاص خیال رہتا ہے۔ "کوکلر کوتم" ان کی ایک تربیت گاہ ہے۔ جس میں آوارہ گرد لاوارث داخل کئے جاتے ہیں۔ ایک ماہر نفسیات معلم رکھا گیا ہے۔ جو ان کی خرابیاں دور کر کے انھیں مفید شہری بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور روزی کمانے کے لئے کوئی ہنر بھی سکھا دیتا ہے۔

بالغوں کی تعلیم سے بہرہ اندوز کرنے کے لئے انجمن "خانہائے عوام" قائم کی گئی ہے۔ اس نے دس سال تک گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ترکی کے دیہات میں کوئی ناخواندہ آدمی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔

ایک قابلِ قدر جماعت "فلاحِ عام" ہے۔ جس کی دو شاخیں ہیں (۱) فلاحِ اطفال اور (۲) فلاحِ زچگان۔

"فلاحِ اطفال" کے فرائض یہ ہیں۔ کہ ابتدائی اور وسطی جماعت کے طلبہ کے لئے کتب خانے اور دارالمطالعے قائم کرے۔ غریب بچوں کے لئے انجمن خود خوراک۔ لباس

Marfat.com

اور کتابیں مفت مہیا کرتی۔ اور سیر و تفریح کا انتظام کیا جاتا ہے۔

"فلاح زچگان" خواتین کے زیر انتظام ہے۔ یہ انجمن عورتوں کو علم کے زیور سے آراستہ کرنے میں سرگرم جدوجہد کرتی اور حاملہ عورتوں کو ضروری امداد دیتی ہے۔

"انجمن ہلالِ احمر" دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کا وقار اور اثر ایسا زبردست ہے۔ کہ اس کے ایک ہی اشارے سے ستر ہزار خواتین بیماروں کی عیادت کے لئے آسکتی ہیں۔ یہ تمام عورتیں امداد اولین مجروحین اور دوسری ضروری تعلیم کی دولت سے مالا مال ہیں۔

غازی عصمت اینونو

نومبر ۱۹۳۸ء میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ان کی جگہ غازی عصمت اینونو جمہوریۂ ترکیہ کے صدر منتخب کئے گئے۔

جس زمانے میں اتحادیوں نے جبر و تشدد سے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک دن غازی عصمت پاشا نے اندھی بھکارن کے بھیس میں قسطنطنیہ کو خیر باد کہی وہ اتاترک کی فوج میں شامل ہو گیا۔

اب یہ دونوں بہادر تسخیر بلاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور جگہ جگہ فتح مندیاں اور کامیابیاں ان کے قدم چومنے لگیں۔ غازی عصمت پاشا نے اینونو کے مقام پر یونانیوں کو بھاری شکست دی۔ جس کے بعد وہ عصمت اینونو کہلانے لگے۔

جب عصمت پاشا لوزان کانفرنس سے کامیاب واپس آئے۔ تو وزیر اعظم مقرر کیے گئے۔ اور پندرہ سال تک انتہائی قابلیت سے اپنے فرائض منصبی ادا کیے۔

عصمت پاشا نے ترکی کے ہمسایہ ملکوں سے خوش گوار تعلقات پیدا کیے۔ ترکی۔ برطانیہ اور فرانس میں ایک معاہدہ ہوا تھا۔ جس کے رو سے تینوں کو کسی ایک حریف سے مل کر دشمن کے مقابلے میں جنگ آزما ہونا پڑتا تھا۔

Marfat.com

جنگ یورپ کے آغاز میں برطانیہ اور فرانس نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ترکی کو جرمنی سے ایسا معاہدہ کرنے پر راضی کیا جس میں وہ غیر جانبدار رہنے کا عہد کرے۔ ترکی نے اتحادیوں کا کہنا مان کر جرمنی سے ایسا معاہدہ کرلیا۔

عصمت اینونو معاہدوں کے بھی پابند رہے۔ اور حفظ ماتقدم کے طور پر دفاع کے لئے ایک لشکرِ جرّار بھی تیار کرلیا۔ چنانچہ آج ترکی میں آٹھ لاکھ بہادروں کی فوج ظفر موج جدید آلاتِ جنگ سے مسلح موجود ہے۔

اب ترکی اور امریکہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا۔ جس کے رو سے امریکہ ترکی کو دو ارب روپیہ اس کی فوجی طاقت کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنانے کے لئے مدد دیگا اور جدید آلات حرب کا استعمال سکھانے کی غرض سے اپنے ماہرین فن کو بھی وہاں بھیجے گا۔ امریکہ کا مقصد یہ ہے۔ کہ دردانیال اور ترکی کی سرحدیں پوری طرح مضبوط ہو جائیں۔ اور اگر روس جنگ و جدل کا بازار گرم کرے۔ تو برطانیہ اور امریکہ اس کے خلاف ترکی میں نبرد آزما ہو سکیں۔

Marfat.com

بائیسواں باب

مصر

انیسویں صدی کے صنعتی انقلاب سے پہلے مصر کو دنیا صرف اس حیثیت سے جانتی تھی۔ کہ وہاں فراعنہ کی حکومت ہے۔ اور اس کے مشہور تاریخی مینار اہرام کے نام سے عجائبات عالم میں شمار ہوتے ہیں۔ لیکن یورپ میں صنعتی انقلاب آجانے پر ہر قوم یورپ اور ایشیا کے اس درمیانی دروازے پر قبضہ کرنے کے لئے آگے بڑھی۔ چنانچہ ۱۷۹۸ء میں نپولین نے اس پر فوج کشی کر کے اسے فتح کر لیا۔ لیکن وہ یورپ کے بکھیڑوں کے باعث زیادہ عرصے تک اسے زیر نگیں نہ رکھ سکا۔ ۱۸۰۵ء میں محمد علی پاشا نے اسے مسخر کیا۔ جس پر سلطان ترکی نے اسے والیٔ مصر بنا کر "پاشا" کا خطاب دیا۔

اس کے باوجود دول یورپ مصر کو زیر اقتدار لانے کے لئے جوڑ توڑ کرتی رہیں۔ جن میں برطانیہ۔ فرانس اور اٹلی پیش پیش تھے۔ محمد علی پاشا نے تو ان طاقتوں کا زور نہ چلنے دیا۔ لیکن اس کے بعد ان کی متصرفانہ ریشہ دوانیاں خوب رنگ لائیں۔ ۱۸۶۳ء میں جب مصر کی زمام حکومت اسمٰعیل پاشا کے ہاتھ میں آئی۔ تو اس کے عہد میں نہر سویز کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

اسمٰعیل پاشا کے سامنے ایک عظیم الشان تعمیری نظام عمل تھا۔ چنانچہ اس نے بے دریغ روپیہ لگانا شروع کر دیا۔ لیکن روپیہ تو ختم ہو گیا۔ اور اس کا کام ابھی باقی تھا۔ ۱۸۷۵ء میں اس نے نہر سویز سے متعلق مصر کے ایک لاکھ ستر ہزار حصے برطانیہ کے ہاتھ صرف چالیس لاکھ گنی میں فروخت کر دیے۔ اب برطانیہ کی پانچوں انگلیاں گھی میں تھیں۔ چنانچہ اس

نے نہر کی دیکھ بھال کے بہانے سے اپنی فوجیں مصر میں داخل کردیں۔
نہر سویز کو فروخت کرڈالنے کے باوجود والئ مصر کی گردن سے قرض کا بھاری بوجھ نہ اتر سکا۔ اس کا افسوس ناک نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ مصر کی ساری آمدنی برطانیہ اور فرانس کی ملی بھگت سے ان دونوں حکومتوں کے خزانوں میں جمع ہونے لگی۔ اس طرح برطانیہ نے مصر پر قابض ہونے کی داغ بیل ڈال دی۔
اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ برطانیہ کی بیدار بختی سے دو موقعے ایسے آئے۔ جن سے فائدہ اٹھا کر اس نے مصر کو تسلّط اقتدار کی فولادی زنجیروں میں مضبوطی سے جکڑ لیا۔
پہلا موقع ۱۸۸۲ء میں رو پذیر ہوُا۔ جب مصریوں نے عربی پاشا وزیر جنگ کے زیر قیادت ترکی اور فرنگی دونوں اقتداروں کے خلاف عَلَم بغاوت بلند کیا۔ برطانیہ نے والئ مصر، ترکی اور فرانس کے سامنے اس بغاوت کو نہایت بُرے رنگ میں پیش کرکے ان کی امداد حاصل کی۔ اور مصر کی اس پہلی تحریک آزادی کو کچل کر رکھ دیا۔
دوسرا موقع مہدی سوڈانی کے مقابلے کے وقت صورت نما ہوُا۔ اس کا اصلی نام محمد احمد تھا۔ ۱۸۸۱ء میں اس نے اعلان کردیا۔ کہ مہدی موعود میں ہی ہوں۔ چنانچہ لوگوں نے انھیں اپنا رہنما تسلیم کرکے تحریک آزادی کو دوبارہ فروغ دینا شروع کیا۔ مہدی نے اپنے بے شمار پیروؤں کا ایک لشکرِ جرّار تیار کرکے سوڈان کو مسخّر کرنے کی مہم شروع کردی۔ یہ تحریک مصر، ترکی اور برطانیہ تینوں حکومتوں کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹکنے لگی۔ مصر اور ترکی میں اس آتش بغاوت کو ٹھنڈا کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس لئے برطانیہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ۱۸۸۹ء میں حکومت مصر سے سوڈان کی نگرانی اپنی جانب منتقل کرالی۔
۱۸۸۹ء میں برطانیہ اور مصر کے درمیان ایک معاہدہ قرار پایا۔ جس کے رو سے سوڈان کا تقریباً پورا اقتدار برطانیہ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اور مصر میں حکومت کی دیکھ بھال کے لئے برطانیہ کی طرف سے لارڈ کچنر کو گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔

Marfat.com

اب مصر اور سوڈان دونوں حقیقتاً برطانیہ کے زیر اقتدار تھے۔ لیکن دنیا کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کے لئے مصر کو ترکی کا ایک صوبہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ برطانی ایجنٹ کے ماتحت مصر کی حکومت کا زہرہ گداز نقشہ برطانیہ کے مشہور فلسفی شاعر اور ادیب نارڈ شا نے اپنے ایک ڈرامے کے دیباچے میں یوں کھینچا ہے:۔

"۱۳۔ جون ۱۹۰۶ء کو پانچ انگریز افسر خاکی لباس پہنے ایک گاؤں میں پہنچے۔ اور کبوتروں کا شکار کرنا چاہا۔ مصر میں رواج ہے۔ کہ دیہاتی لوگ گاؤں کے آس پاس کچی اینٹوں کے گنبد بنا کر ان میں کبوتر پالتے ہیں۔ یہ کبوتر دیہاتیوں کی معاش کا بہت بڑا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے انگریز افسروں کو حکم تھا۔ کہ وہ گاؤں کے "چودھری" سے اجازت لئے بغیر کبوتروں کا شکار نہ کریں۔ یہ حکم اس لئے دیا گیا تھا۔ کہ گاؤں کا "چودھری" انھیں بتا سکے۔ فلاں حد تک جو کبوتر ہیں۔ وہ کاشت کاروں سے متعلق ہیں۔ اس لئے اس حد کے اندر کسی کبوتر پر گولی نہ چلائیں۔ یا اگر وہ اسے بھی نامناسب سمجھے۔ تو شکار کی اجازت ہی نہ دے۔

"جب یہ انگریز افسر گاؤں میں پہنچے، تو اتفاق سے اس وقت "چودھری" موجود نہ تھا۔ اس لئے وہ "نائب چودھری" کے پاس گئے۔ اور اُسے ڈانٹ ڈپٹ کر اجازت چاہی۔ اس بیچارے نے ڈر کر کہا۔ کہ گاؤں کے اندر تو نہیں۔ البتہ گاؤں کی حدود سے کافی فاصلے پر آپ شکار کر سکتے ہیں۔ یہ اجازت پا کر انھوں نے گاؤں سے صرف سو ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر پہنچ کر دنا دن بندوقیں چلانی شروع کر دیں۔ قدرتاً اتنی دور تک کبوتر اڑتے ہی رہتے ہیں۔ اور اگر نہ بھی اڑیں۔ تو گولی ان تک اُڑ کر جا سکتی ہے۔ گاؤں کے قریب کسانوں نے جب اپنی جائداد یوں گولیوں کا نشانہ بنتے دیکھی تو پہلے بہت کچھ چیخ پکار کی۔ لیکن جب ان کی کسی نے نہ سنی۔ تو انھوں نے ایک نوجوان افسر کے ہاتھ سے بندوق چھیننی چاہی۔ اس چھین جھپٹ میں بندوق چل گئی۔ جس سے تین مصری کسان اور ایک نوجوان لڑکی زخمی ہو گئے۔ لیکن لڑکی کا زخم چونکہ ٹھیک چھاتی پر تھا۔ اس لئے وہ جانبر نہ ہو سکی۔ اور کچھ دیر

بعد مرگئی۔ ادھر اس لڑکی کے نوجوان شوہر عبدالنبی کے غلّہ گاہنے کے فرش میں آگ لگ گئی۔ اس پر سارا گاؤں بھڑک اٹھا۔ اور تمام چھوٹے بڑے بوڑھے جوان اکٹھے ہو گئے۔ عبدالنبی نے مشتعل ہوکر اپنی بیوی کے قاتل پر لاٹھی سے حملہ کیا۔ ایک اور شخص حسن محفوظ نے بھی جس کی عمر ساٹھ سال تھی۔ اور جو کبوتروں کے شکار اور انگریزوں کے طریقِ عمل سے تنگ آچکا تھا۔ لاٹھی سنبھالی۔ لڑکوں نے پتھر اور اینٹیں پھینکیں ان افسروں میں دو آئرلینڈ کے رہنے والے تھے۔ اور ایک انگلستان کا۔ جب ہجوم بہت ہو گیا۔ تو دو افسر بھاگے۔ تاکہ مدد لے کر آئیں۔ لیکن موسم چونکہ سخت گرمی کا تھا۔ اس لئے ایک افسر کو تو لُو لگ گئی۔ اور وہ قریب کے ایک گاؤں تک جاتے جاتے مرگیا۔ دوسرا پولیس کی چوکی تک پہنچا۔ اور مدد لے کر روانہ ہوا۔ اس دوران میں باقی تین افسروں کو گاؤں کے چودھری اور بعض دوسرے بوڑھے مصری کسانوں نے ہجوم کے نرغے سے چھڑا کر اپنے گھر میں پناہ دے دی تھی۔ البتہ اس وقت ہجوم نے ان کی خوب مرمت کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے ایک افسر کی ہڈی پہنچے کے قریب سے ٹوٹ گئی تھی۔ لیکن جب انھیں چھڑا لیا گیا۔ تو فوراً ہی بہ حفاظت تمام ایک گاڑی میں بٹھا کر ان کے کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔"

انگریز ایجنٹ لارڈ کرومر اس واقعے کی اطلاع پاتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ فوراً تمام دیہاتی گرفتار کرلئے گئے۔ اور سرسری تفتیش کے بعد حسب ذیل تفصیل سے سزائیں دی گئیں۔

"عبدالنبی کو عمر بھر کی قید بامشقت۔ اس کے ساتھ ایک اور ۲۰ سالہ نوجوان کو بھی یہی سزا۔ ۶۰ سالہ حسن محفوظ کو پھانسی۔ اور وہ بھی اس کے گھر کے سامنے۔ جہاں اس کے عزیزوں نے چھت پر کھڑے ہو کر یہ دل دوز منظر دیکھا۔ علاوہ بریں تین اور دیہاتیوں کو حوالۂ دار و رسن کیا گیا۔ جن کی عمریں پچاس۔ بائیس اور بیس سال تھیں۔ پھر پھانسی دینے کا طریقہ یہ رکھا گیا۔ کہ ہر پھانسی پانے والے کو آدھ گھنٹے تک لٹکا رہنے دیا جاتا تھا۔ اور اس آدھ گھنٹے کے دوران میں باقی کسانوں کو

Marfat.com

پچاس پچاس کوڑے مارے جاتے تھے۔ پھانسی اور عمر قید کی ان سزاؤں کے علاوہ ایک کو پندرہ سال قید سخت۔ چھ کو سات سات سال قید سخت۔ تین کو ایک ایک سال قید سخت اور پچاس پچاس کوڑے اور پانچ کو صرف پچاس پچاس کوڑے۔"

جمال الدین افغانی

اسی سیاسی بدنظمی کے زمانے میں عالم گیر اتحاد اسلامی کے رہنمائے اعظم سید جمال الدین افغانی مصر پہنچے۔ اسمٰعیل پاشا کی بے راہ روی سے مصر کے گوشے گوشے میں تباہی و بربادی کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ملک کے باشندوں نے جمال الدین کی ذات گرامی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر ان کے خیر مقدم کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دئے۔ انھوں نے اپنی ہر دل عزیزی کا صحیح اندازہ کرکے ایک سیاسی انجمن کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور ان کا حیات افروز پیغام ہر مرد و زن اور ہر پیر و جواں کی رگ رگ میں خون بن کر دوڑنے لگا۔

اسمٰعیل پاشا کے بعد اس کے بیٹے توفیق پاشا نے جمال الدین کا عقیدت مند ہونے کے باوجود اپنی بے دست و پائی کے احساس اور معزولی کے خوف سے متاثر ہو کر انھیں جلاوطن کرنے کا حکم دے دیا۔ انھوں نے پیرس سے العروۃ الوثقیٰ کے نام سے ایک اخبار شائع کیا۔ جس کے مطالعے نے مصری نوجوانوں کے سینوں میں سیاسی بیداری اور حیات تازہ کی بجلیاں بھر دیں۔

جنگِ عظیم

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز ہوا۔ تو برطانیہ نے مصر کے متعلق حسب ذیل اعلان کیا:۔

"مصر کو ملک معظم کی حمایت میں لیا جاتا ہے۔ آج کے بعد اسے برطانیہ کا زیر حمایت علاقہ سمجھا جائے گا۔"

اس اعلان اور بعد میں برطانیہ کے حریت کش طریق عمل سے مصر کے طول و عرض میں غیظ و غضب کے انگارے برسنے لگے۔ اس وقت کے سب سے بڑے رہنما سعد زاغلول پاشا نے مصر کے مطالبۂ آزادی کو تسلیم کرانے کے لئے "وفد" کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی۔ جس نے ملک بھر میں ایک انقلاب عظیم پیدا

Marfat.com

کر دیا۔ یہ دیکھ کر برطانیہ نے مارچ ۱۹۱۹ء میں زاغلول پاشا اور ان کے تین جلیل القدر وفدائے وطن رفقاء کو گرفتار کر کے ملک بدر کر دیا۔

مصری پہلے ہی بھرے بیٹھے تھے۔ اب ان رہنماؤں کی گرفتاری اور جلاوطنی سے مجروح دلوں پر اور بھی چرکے لگے۔ تو ان کے اشتعال و غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔ عوام کے جذبات قابو سے باہر ہو گئے۔ اور انھوں نے "شکست و ریخت کا جہاد" پوری شدت اور تیزی سے شروع کر دیا۔ بجلی کے تار کاٹ دیئے گئے۔ ریلوں کی پٹڑیاں اکھاڑ دی گئیں۔ اور وائرلیس کا سلسلہ تباہ کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن امن و سکون سے اور قتل و غارت کے بغیر۔ البتہ صرف ایک گاؤں میں عوام نے وفور جوش سے بے قابو ہو کر قتل کی کچھ وارداتیں کر ڈالی تھیں۔

برطانیہ نے لارڈ ایلن بائی کو ہائی کمشنر متعین کیا۔ اس نے تشدد کے بجائے مفاہمت سے کام لے کر زاغلول پاشا اور ان کے ساتھیوں کو رہا کرا دیا۔ پھر رہنماؤں کا ایک اجلاس طلب کر کے اپیل کی۔ کہ اگر موجودہ بدنظمی بند کر دی جائے۔ تو برطانیہ مصر کا مطالبۂ آزادی پورا کر دے گا۔

آزادی کا اعلان

اپیل پر شکست و ریخت کا جہاد بند کر دیا گیا۔ اور ۲۸ فروری ۱۹۲۲ء کو برطانیہ نے حسب ذیل شرائط کے ساتھ مصر کی آزادی کا اعلان کر دیا۔

"جب تک وہ وقت آئے۔ کہ فریقین کی آزادانہ گفت و شنید اور دوستانہ صلح جوئی سے کوئی مفاہمت ہو۔ حسب ذیل امور پوری طرح برطانی اختیار میں رہیں گے۔

۱۔ سلطنت برطانیہ کے مصری ذرائع کی نگرانی۔

۲۔ مصر پر حملہ یا مداخلت کرنے والی ہر اجنبی طاقت کا مقابلہ۔ خواہ یہ حملہ یا مداخلت بلاواسطہ ہو یا بالواسطہ۔

۳۔ اقلیتوں کا تحفظ اور مصر کے خارجی معاملات کا فیصلہ۔

۴۔ سوڈان کی حکومت۔

ان شرائط پر مصریوں نے چراغ پا ہو کر جوش و غصہ کا ایک طوفان برپا کردیا۔

اس مشروط آزادی کے بعد اپریل ۱۹۲۳ء میں فواد پاشا مصر کی طرف سے ایک جمہوری دستور حکومت کا اعلان کیا گیا۔ جس کے مطابق دو ایوان قائم کئے گئے (۱) مجلس الشیوخ (اپر چیمبر) اور (۲) مجلس النواب (لوئر چیمبر)۔ مصری پارلیمنٹ کے پہلے انتخاب میں وفد پارٹی کے نمائندے بہت بڑی اکثریت سے کامیاب ہوئے۔ اور سعد زاغلول پاشا نے وزیر اعظم کی حیثیت سے وزارت قائم کی۔

مصر کامل آزادی طلب کرتا تھا۔ زاغلول پاشا نے اس نازک۔ پیچیدہ اور اہم عقیدے کو بہ طریق احسن سلجھانے کے لئے برطانیہ کے سامنے متعدد معقول حل پیش کیے لیکن برطانیہ برابر" میں نہ مانوں" کی رٹ لگاتا گیا۔ اس کا الم ناک نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عوام کے مشتعل جذبات قابو سے باہر ہو گئے۔ اور ملک کے طول و عرض میں دہشت انگیزی اور قتل و جرح کی خونیں آندھیاں چلنے لگیں۔ حتیٰ کہ ۱۹۲۴ء میں مصری افواج کا کمان دار اعظم اور سوڈان کا گورنر جنرل بھی فنا کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ اس پر برطانیہ میں شور و غوغا کا ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اور سارا الزام زاغلول پاشا پر عائد کیا گیا۔ چنانچہ انھیں مجبور کر کے وزارت عظمیٰ سے استعفا دلا دیا گیا۔

ظلم و تشدد کا دور

اب شاہ فواد نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور وہ من مانی کارروائیاں کرنے لگا۔ اس کے دور میں ظلم و تشدد کا سیلاب امنڈ آیا۔ پاشا کی ہاں میں ہاں ملانے والے لوگ وزیر بنائے گئے۔ اور برطانیہ کا کلیجا ٹھنڈا ہوا۔

۱۹۲۶ء تک اسی طرح استبداد کی زہریلی ہوائیں چلتی رہیں۔ یہاں تک کہ پھر انتخاب کا وقت آیا۔ اور وفد پارٹی کے ارکان نے پالا مار لیا۔ مصر کا ہائی کمشنر لارڈ لائڈ زاغلول پاشا کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے پھر "سرکاری وزارت" مرتب کی گئی۔ اور خلاف آئین طور پر وفد پارٹی کو قطعاً نظر انداز کر دیا گیا۔ ۱۹۲۷ء میں سعد زاغلول پاشا کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

مصر کے بام و در سے نالۂ ماتم بلند ہوا۔ اب اگرچہ مصریوں کا محبوب و جلیل المرتبت رہنما ان میں موجود نہ تھا۔ لیکن اس کا پیدا کیا ہوا ولولۂ بیداری جوشِ زندگی اور جذبۂ آزادی ان کے رگ و پے میں کروٹیں لے رہا تھا۔ برطانیہ نے ان کے اس ابھرے ہوئے سیاسی شعور کو دبانے کی لاکھ کوشش کی۔ لیکن جتنے زور سے اسے دبایا جاتا تھا۔ اس سے کئی گنا زور کے ساتھ وہ پھر ابھر آتا تھا۔ آخر سنہ ۱۹۲۹ء میں ریمزے میکڈانلڈ کی مزدور حکومت نے مصر سے ایک اور سمجھوتا کیا۔ لیکن وہ بھی "شرائط" کی تلخ آمیزش کے باعث بے اثر ہو کر رہ گیا۔

شاہ فواد نے اپنے ایک مصاحب صدقی پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ اس نے یہاں تک پاؤں پھیلائے۔ کہ سنہ ۱۹۳۱ء میں انتخاب کے موقع پر سرکاری ارکان اکثریت کے ساتھ کامیاب کرا دئے۔ اور دیو استبداد جمہوریت کی قبا پہن کر پاکوبی کرنے لگا۔

آزادی کا دوسرا اعلان

مصر کا جہاد آزادی برابر جاری رہا۔ اور سعد زاغلول پاشا کے بعد نحاس پاشا نے وفد پارٹی کی عنان قیادت ہاتھ میں لی۔ سنہ ۱۹۳۵ء میں شاہ فواد نے سنہ ۱۹۲۳ء کے منسوخ شدہ جمہوری آئین کے دوبارہ اجرا کا اعلان کیا۔ جس سے وفد پارٹی پھر برسر اقتدار آگئی۔ اس پر وطنیت پرستوں اور سرکار پرستوں میں معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ آخر ایک غیر جانب دار وزارت کے ذریعے سے سنہ ۱۹۳۶ء اور سنہ ۱۹۳۷ء میں برطانیہ نے مصر سے معاہدے کئے۔ جن کے رو سے قرار پایا۔ کہ :-

(۱) برطانیہ مصر سے اپنی فوجیں نکال لے گا۔

(۲) نہر سویز کی حفاظت کے لئے کچھ برطانی فوج رہے گی۔ لیکن جب مصری فوج طاقت حاصل کر کے اس کی حفاظت بطور خود کرنے کے قابل ہوجائے گی۔ تو برطانی فوج واپس بلالی جائے گی۔

(۳) سودان کی حکومت سنہ ۱۸۹۹ء کی مفاہمت کے مطابق بدستور انگریزوں کے ہاتھ میں رہے گی۔

(۴) یورپی باشندوں سے جو امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اسے ختم کر دیا جائے گا
اور مصری قانون کا اطلاق تمام ملکی اور غیر ملکی باشندوں پر یکساں ہو گا۔
حکومت مصر کوئی ایسا قانون منظور نہ کر سکے گی۔ جس کا اطلاق صرف غیر مصریوں پر
ہوتا ہو۔

دوسری جنگِ عظیم اور مصر

سنہ ۱۹۳۶ء میں شاہ فواد نے وفات پائی۔ اور اس کا بیٹا شاہ فاروق تخت نشین ہوا۔ لیکن اس کی نابالغی کے باعث حکومت کا انتظام ریجنسی کے سپرد کیا گیا۔
سنہ ۱۹۳۹ء میں جب برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ تو مصر کو جرمنی اور اٹلی دونوں سے اپنے تعلقات منقطع کر لینے پر مجبور کیا گیا۔
اس دوسری جنگِ عظیم میں برطانیہ کی طرف سے یہ ظاہر کیا گیا۔ کہ مصر برطانیہ کے حلیف کی حیثیت سے جرمنی کے خلاف نبرد آزما ہونے کا آرزومند ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ مصر نے جنگ کے خاتمے سے کچھ عرصہ پہلے تک اپنی غیر جانب داری قائم رکھی۔

متفرق حالات

مصر کی آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہے۔ جس میں صرف دس لاکھ عیسائی ہیں۔ باقی تمام مسلمان۔
مصر میں فوجی تربیت کا کام بخوبی انجام پا رہا ہے۔ پانچ لاکھ آدمی تربیت پا رہے ہیں۔ چار سو کے قریب ہوائی جہاز ہیں۔ سنہ ۱۹۴۱ء میں حکومت مصر کی آمدنی ۶۵ کروڑ روپے اور خرچ ۶۳½ کروڑ روپے تھا۔ اب سنہ ۱۹۴۸ء میں معتدبہ اضافہ ہو گیا ہے۔
مصر میں دو عظیم الشان درس گاہیں ہیں۔ (۱) سرکاری یونیورسٹی اور (۲) جامعہ ازہر۔ جامعہ ازہر دنیا کی قدیم ترین درس گاہوں میں ہے۔ یہ سنہ ۹۷۲ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس میں ہزارہا طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔
سنہ ۱۹۳۳ء سے کم سن بچوں کے لئے تعلیم جبری کر دی گئی۔ سنہ ۴۱-۱۹۴۰ء میں ابتدائی مدارس کی تعداد ۹۶ ہزار تھی۔ جن میں ۷۲ ہزار لڑکوں کے اور ۲۴ ہزار لڑکیوں کے تھے۔ ان مدارس کا خرچ قومی چندوں سے پورا کیا جاتا ہے۔ حکومت سے بھی ایک قلیل رقم بطور امداد

ملتی ہے۔

۱۹۴۰-۱۹۴۱ء میں سرکاری یونیورسٹی کے گریجویٹ درجوں میں متعلمین اور متعلمات کی تعداد یہ تھی:۔

	متعلمین	متعلمات
۱۔ قانون (ایل۔ایل۔بی)	۲۴۰۸	۳۴
۲۔ سائنس (بی۔ایس۔سی اور ایم۔ایس۔سی)	۶۹۳	۵۵
۳۔ آرٹس (بی۔اے اور ایم۔اے)	۱۱۹۳	۲۰۴
۴۔ تحقیقات آثارِ قدیمہ (آرکیالوجی)	۵۱	۶
۵۔ معالجات (ایم۔بی۔بی۔ایس)	۸۲۸	۷۲
۶۔ نرسنگ	۰	۳۵۲
۷۔ دندان سازی	۵۶	۳
۸۔ دواسازی	۱۵۷	۲

یہ تو اعلیٰ تعلیم کی کیفیت تھی جس میں طالبات کی تعداد طلبہ سے کم ہے۔ لیکن ابتدائی تعلیم میں متعلمین اور متعلمات کا تناسب تقریباً برابر ہے۔ چنانچہ جبری ابتدائی مکتبوں میں اسی یونیورسٹی کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد حسب ذیل تھی:۔

لڑکے	لڑکیاں
۲۴۲۹۵	۱۹۳۲۵

مصر میں بیس سے زیادہ اخبارات کی اشاعت پانچ ہزار سے پچاس ہزار تک ہے "الاہرام" اور "البلاغ" کی اشاعت سب سے زیادہ ہے۔ وفد پارٹی کے خاص جریدے "المصری"۔ اور "الوفد المصری" ہیں۔

انگریزی۔ فرانسیسی اور یونانی میں بھی اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ جن کی کافی اشاعت ہے۔ "المقطم" عربی کا اخبار ہے۔ مگر برطانیہ کی حمایت کرتا ہے۔

یہاں کی خاص پیداوار اعلیٰ قسم کی روئی ہے۔ جو مصر اور سوڈان کے سوا دنیا کے

Marfat.com

کسی حصے میں پیدا نہیں ہوتی۔ ۱۹۳۱ء میں مصر نے دو کروڑ پونڈ سے زیادہ کی روئی برآمد کی تھی۔ اس کے سوا دوسری تجارتی اشیا بہت کم ہوتی ہیں۔ چنانچہ سال مذکور میں دوسری چیزوں کی قیمت برآمد ۴۳ لاکھ ۱۱ ہزار پونڈ سے زائد نہ تھی۔

غلہ اس قدر پیدا ہوتا ہے۔ جو اہلِ مصر کی شکم پُری کے لئے بالکل کافی ہے۔

مویشی کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

ریلوے کا محکمہ حکومت کے قبضے میں ہے۔ ۴۱-۱۹۴۰ء میں ۳۶۸۶ میل کی ریلوے لائن موجود تھی۔ علاوہ بریں کارخانوں کے لئے تقریباً ۹۰۰ میل چھوٹی لائن بھی ہے جو کارخانہ داروں کی ذاتی ملکیت خیال کی جاتی ہے۔ اور صرف سامان لے جاتی ہے

سودان

محمد احمد مہدی سودانی مارچ ۱۸۴۸ء میں مقام جزیرہ بنت پیدا ہوا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ اس نے چھوٹی ہی عمر میں علوم دینیہ پر فاضلانہ قدرت حاصل کر لی پھر علوم باطنیہ میں مہارت تامہ پیدا کر کے سارے علاقے کو اپنے حلقۂ ارادت میں لے لیا۔ اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

مہدی نے حیرت انگیز ہمت و دلاوری سے کام لے کر خرطوم کو زیرنگیں کیا۔ ترکوں اور برطانیہ کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ مہدی نے پیش قدمی کی رفتار تیز سے تیز تر کر کے سودان کے چپے چپے پر قبضہ کر لیا۔ اس نے قرآن و حدیث کی روشنی میں "دولت درویشیہ" کے نام سے ایک نہایت طاقتور حکومت قائم کی۔ اور تمام حریفوں سے اپنی تیغ شجاعت اور شمشیر نظام کا لوہا منوا لیا۔

کچھ عرصے کے بعد یکایک مہدی کی طبیعت نے مالش کی۔ اور وہ صاحب فراش ہو گیا۔ متعدد ماہر فن معالجوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن (ع)

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

Marfat.com

آخر بیماری خطرناک درجے میں پہنچ گئی۔ اور اسے اپنی موت کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ اس نے امرائے سلطنت کو طلب کر کے عبداللہ التعاشی کو اپنی نیابت کا منصب عطا کیا۔ تعاشی بیعت لینے میں مصروف ہو گیا۔ اور مہدی نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کر لیں۔

مہدی کے خلفاء میں پھوٹ پڑ گئی۔ "دولت درویشیہ" کا ستارۂ اقبال دیکھتے دیکھتے ڈوب گیا۔ اور ۱۸۹۹ء میں اس اسلامی حکومت نے دم توڑ دیا۔

تیئیسواں باب

جزیرۃ العرب

نجد و حجاز

اٹھارھویں صدی کی ابتدا سے نجدی حکومت کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے ۱۷۰۳ء
میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے عرب میں احیائے سنت کی دعوت کی داغ بیل
ڈالی۔ اور ۱۷۴۲ء میں درعیہ کا شیخ محمد بن سعود اس دعوت میں شامل ہوا۔ ۱۷۶۶
میں آس پاس کے قبیلوں سے ان کی جنگ شروع ہو گئی۔ اور ان کا اثر و اقتدار تر
کرنے لگا۔ حتیٰ کہ شرفائے مکہ نے انھیں حج سے منع کر دیا۔

۱۷۹۸ء میں شریف مکہ نے مجبوراً محمد بن سعود کے بیٹے عبدالعزیز کو حج کرنے
اجازت دے دی۔ پھر وقتاً فوقتاً وہابیوں اور شرفائے مکہ میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ تا
نجدیوں نے کربلا۔ طائف اور بحرین پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۰۵ء میں سعود بن عبدالع
نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو زیر نگیں کر کے شریف غالب کو مطیع و منقاد بنایا۔

اس کے بعد کچھ عرصے تک محمد علی پاشا والیٔ مصر اور نجدیوں کے درمیان حرب
ضرب کا بازار گرم رہا۔ ۱۸۳۰ء میں نجدی حکومت کا صدر مقام درعیہ کے بجا
ریاض مقرر کیا گیا۔

سلطان عبدالعزیز والیٔ نجد و حجاز | آج کل اسی سلسلے کے روشن دیـ

حکمران سلطان ابن سعود نجد و حجاز کے تخت حکومت پر متمکن ہیں۔ انھوں نے ۱۹۱۲ء میں محمد بن رشید سے ریاض کو واپس لے کر اپنی سلطنت میں شامل کیا۔

جنگِ عظیم سے پہلے انگریزوں کے ساتھ سلطان کے تعلقات خوش گوار تھے۔ بعد میں وہ بات نہ رہی۔

سلطان ابن سعود اتحاد عرب کے لئے نہایت سرگرم کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے۔ کہ تمام اسلامی حکومتیں متحد ہو کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ اور اگر کوئی اجنبی طاقت ان سے ٹکرانے کا اقدام کرے۔ تو وہ خود ہی پاش پاش ہو کر رہ جائے۔

نظامِ حکومت ملک کی حکومت مختلف اضلاع پر منقسم ہے۔ ہر صدر مقام میں ایک اعلیٰ حاکم رہتا ہے۔ نظام سلطنت شریعت اسلامی کے مطابق ہے اس لئے مملکت کے گوشے گوشے میں امن و امان اور عدل و انصاف کے پھول برستے ہیں۔

فوج فوج کی تعداد کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ مشہور مقامات پر قیامِ امن کے لئے تھوڑی بہت فوج مقرر ہے۔ لیکن ضرورت پڑنے پر "مجنون اخوان" کی جماعت سے فوجی خدمت لی جاتی ہے۔ یہ رضاکاروں کی ایک زبردست جمعیت ہے۔ جو زمانۂ جنگ میں منادی ہو جانے پر ملک کے کونے کونے سے سمٹ کر کثیر تعداد میں جمع ہو جاتی ہے۔

جذبۂ جہاد اس فوج کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ خدا اور رسولؐ کے نام پر پروانہ وار فدا ہو جانا ان کا مرغوب ترین کھیل ہے۔ لیلائے توحید و رسالت کے یہ مجنون فتح سے زیادہ شہادت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ دور کشت و خون میں ان کا ولولہ انگیز نعرہ یہ ہوتا ہے۔

"جنت کی ہوا چل رہی ہے۔ اس کا طالب کہاں ہے"؟

آمدنی زکوٰۃ اور پیداوار کے دسویں حصے سے کافی آمدنی ہو جاتی ہے۔ ٹیکسوں سے بھی معقول رقم فراہم کر لی جاتی ہے۔ بازار بھی معتدبہ آمدنی کا زبردست ذریعہ ہیں۔ حجاز سے لاکھوں روپے سالانہ موصول ہو جاتے ہیں۔

تعلیم اور دوسری اصلاحات تعلیم کا انتظام خاص ہے۔ اخوان کا ایک طبقہ

"مطاوعہ" مذہبی تعلیم کا ذمہ دار ہے۔ عنیزہ اور دوسرے خاص مقامات میں تعلیم کی رفتار اچھی ہے۔ شاہی خاندان میں تعلیم نہایت اعلیٰ پیمانے پر پہنچی ہوئی ہے۔ خود سلطان کے فرزند مصر میں جدید تعلیم پا رہے ہیں۔

حفظانِ صحت اور تعمیرات کے لئے قابل ڈاکٹر اور انجنیر مقرر کئے گئے ہیں۔ "ہجر" کے نام سے چھوٹی چھوٹی بستیاں تعمیر کی جا رہی ہیں۔ جن میں فارغ التحصیل لوگ آکر آباد ہو جاتے ہیں۔

باشندے

نجد کے باشندے تین طبقات پر منقسم ہیں۔ (۱) وحشی اور مجنون نجدی ان میں عقل اور روحانیت نام کو نہیں۔ یہ لوگ فوج میں بھرتی کئے جاتے ہیں۔

(۲) معتدل۔ یہ لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔

(۳) سست اور بے عمل۔ ان سے تجارتی اور سیاسی خدمت لی جاتی ہے۔

یمن

حکومت یمن عرب کی ایک مابہ الامتیاز حکومت ہے۔ اس کی زمام نظام امام یحییٰ بن حمید الدین زیدی کے ہاتھ میں ہے۔ شیعوں کی زیدی جماعت زید بن علی زین العابدین کی طرف منسوب ہے۔

یہاں تیسری صدی ہجری میں زیدی مذہب کی دعوت کا آغاز ہوا تھا۔ سید یحییٰ حسین رستی اس کے اوّلین مبلغ تھے۔ پھر ان کی اولاد میں سے قاسم بن محمد رستی نے امامت قائم کی۔ ازمنۂ ماضیہ میں زیدی حکومت دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ایک جانب عمان اور حضرموت سے حجاز تک اور دوسری جانب عسیر اور تہامہ تک یہ سلسلہ چلا جاتا تھا۔

زیدیوں کو وقتاً فوقتاً ترکوں اور سادات سے بھی جنگ کرنی پڑی۔

موجودہ امام یحییٰ زیدی ۱۹۰۲ء میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔

Marfat.com

نظام حکومت امام یمن بہت مدبّر اور بالغ نظر حکمران ہیں۔ فطرت میں تعصب نام کو بھی نہیں۔ امور مملکت انتہائی انہماک۔ پابندی اور قابلیّت سے انجام دیتے ہیں۔ ظلم و جور کو مٹانے اور رعایا کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے وہ دربار کے علاوہ دن کے کسی حصے میں محل سے باہر جاکر کھلے میدان میں یا کسی درخت کے نیچے بیٹھ جاتے ہیں۔ تاکہ غریب اور بے وسیلہ مظلوم بے روک ٹوک اپنی اپنی شکایات پیش کرسکیں۔ امام نہایت لطف وکرم سے ان کی دادرسی کرتے ہیں۔

آمدنی یمن کی زمین زرخیز ہے۔ اناج کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ باغات ہر قسم کے پھلوں سے مالا مال ہیں۔ پیداوار کا دسواں حصّہ حکومت لیتی ہے۔ رعایا سے مختلف قسم کے بہت سے ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ علاوہ بریں زکوٰۃ۔ صدقۂ فطر اور جنگی ضروریات کا چندہ لیا جاتا ہے۔ ان گوناگوں محاصل سے حکومت کا خزانہ بھرا رہتا ہے۔

صنعتی اور تجارتی ترقی یمن نے صنعت وحرفت اور تجارت میں خاصی ترقّی کی ہے۔ یمن کا ایک خاص کپڑا جو مصر میں غزنیہ اور شام میں دیمہ کہلاتا ہے۔ بہت مشہور ہے۔ ازار اور سادہ ورنگین فرش نہایت نفیس تیّار کئے جاتے ہیں۔ تانبا کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس پر قابل تعریف سادہ اور نقشی کام کیا جاتا ہے۔ متعدد مقامات میں کپڑا بننے کے کارخانے ہیں۔

فوج فوج کی مجموعی تعداد تین لاکھ کے قریب ہے۔ جو تمام بڑے بڑے مرکزوں پر متعین ہے۔ اسلحہ خانے میں چار لاکھ بندوقیں اور دوسو توپیں ہیں۔ کارتوس سازی کا ایک کارخانہ ہے۔ جس میں چار ہزار کارتوس ہر روز تیّار کئے جاتے ہیں۔ بہرکیف امام کی فوجی طاقت زبردست ہے۔

تعلیم ملک میں تعلیم کا خوب چرچا ہے۔ جگہ جگہ مدرسوں کے جال بچھے ہوئے ہیں۔ دارالخلافہ میں ایک عظیم الشّان تربیتی درس گاہ ہے۔ ایک بڑا فوجی کالج اور ایک مدرسۂ شبینہ ہے۔

صنعاء صنعاء یمن کا دارالحکومت ہے۔ جس کا دامن قدرتی نعمتوں سے مالا مال ہے۔ آب و ہوا خوشگوار اور موسم روح افزا ہے۔ باشندے ذہین۔ عمارتیں عالیشان اور سڑکیں وسیع ہیں۔

اوصاف عرب کے تمام فرماں رواؤں میں امام یحییٰ تدبر اور علوِ نظر کے اعتبار سے ممتاز ہیں۔ ادب و شعر میں عالی پایہ رکھتے ہیں۔ اور یورپ کی جدید سیاسیات سے بخوبی آگاہ ہیں۔

بحرین

بحرین خلیج فارس کا ایک مشہور جزیرہ ہے۔ اس خلیج کی زبردست تاریخی اہمیت رولنسن کے حسب ذیل قول سے جو اس نے مستند حوالوں سے نقل کیا ہے۔ واضح ہوتی ہے:۔

"سب سے قدیم ایشیائی سلطنت خلیج فارس ہی کے دہانے پر قائم ہوئی تھی۔"

تاریخ اسلام کے آغاز سے تاتاریوں کے آشوب تک بحرین پر مختلف اسلامی فرماں رواؤں اور امرائے عرب کی حکومت رہی۔ آخر تیمور لنگ نے اس پر دست تصرف دراز کیا۔ پھر یورپ کے جہازیوں نے ادھر توجہ کی۔ تو یہ علاقہ پرتگالیوں کے قبضے میں آگیا۔

چالیس سال کے بعد پرتگالیوں نے بھی یہاں سے بوریا بدھنا اٹھا لیا۔ بحرین کے شیعہ امراء اور پرتگالیوں میں آن بن ہوگئی۔ شیعہ امرا نے شاہ عباس حاکم ایران سے استمداد کی۔ شاہ عباس نے انھیں پرتگالیوں کے پنجے سے تو رہائی دلادی۔ لیکن خود ان پر اپنے فولادی پنجے گاڑ کر بحرین پر قبضہ کر لیا۔ آخر ۱۷۸۲ء میں شیخ احمد فاتح آل خلیفہ نے ایرانی حاکم شیخ نصر کو شکست دے کر اپنی آزاد حکومت کا سنگِ بنیاد رکھا۔

مدت دراز تک بحرین مختلف حملہ آوروں کی جولان گاہ بنا رہا۔ تا آنکہ خود آل خلیفہ

Marfat.com

ہیں دو حریف جماعتیں پیدا ہو گئیں (۱) آلِ عبداللہ اور (۲) آلِ سلیمان۔ انگریزوں نے اس پھوٹ سے فائدہ اٹھا کر دخل اندازی شروع کر دی۔ ان دنوں شیخ محمد بحرین کا حکم ران تھا۔

انگریزوں نے بوشہر سے اپنے پولیٹکل ایجنٹ کو امیر بحرین کے پاس روانہ کیا۔ اس نے برطانیہ کی طرف سے اس مضمون کا ایک معاہدہ پیش کیا۔ کہ شیخ محمد حکومت برطانیہ کی امداد کریں۔ اس کے صلے میں وہ ان کے ملک میں امن قائم کرنے کی ذمہ دار ہوگی معاہدہ کی ایک دفعہ کے الفاظ یہ بھی تھے :۔

"چونکہ حکومت برطانیہ بحرین پر بحری حملوں کی مدافعت کی ذمہ دار ہے۔ اس لئے شیخ محمد کو بحری فوج اور جنگی بیڑا رکھنے کی ضرورت نہیں"۔

اب انگریزوں نے اپنی رسوائے عالم پالیسی کے گولے برسانے شروع کر دئے۔ اور قسم قسم کی ریشہ دوانیوں سے کام لے کر شیخ عیسیٰ کو جو شیخ علی کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا۔ معزول کر کے اس کی جگہ شیخ حمدون کو تخت نشین کیا۔ اس کے بعد بحرین کا نظام حکومت بالکل بدل گیا۔ اور برطانیہ نے ایک مخلوط عدالت قائم کر کے جس میں شیخ حمدون اور انگریز پولیٹکل ایجنٹ دونوں مل کر بحرین کے داخلی معاملات کی سماعت کرتے تھے۔ بحرین کی برائے نام آزادی کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا۔

تجارت بحرین کے موتی دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ یہاں کے مخزن سے تین کروڑ سالانہ کے موتی نکلتے ہیں۔ موتیوں کے علاوہ دوسری تمام تجارتی اشیا کی بھی گرم بازاری رہتی ہے۔

تعلیم بحرین تعلیم کے باب میں عرب کے دوسرے حصوں سے گوئے سبقت لے گیا ہے۔ ادب اور شاعری کے نشے میں تو ہر کس و ناکس چور نظر آتا ہے۔ وہاں بہت سے دار المطالعے۔ کتب خانے اور درس گاہیں ہیں۔

Marfat.com

عراق

پہلی جنگِ عظیم کے آغاز تک عراق باب عالی کے ماتحت تھا۔ لیکن جنگ کے دوران میں برطانیہ نے اس پر ایسا روغن قاز ملا۔ کہ "آزاد حکومت" کی جھلک دکھا کر اس پری کو شیشے میں اُتار لیا۔ اب عراق بھی اتحادیوں کا کلمہ پڑھنے لگا۔

۱۹۱۸ء میں جنگ کے خاتمے پر دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہوگیا۔ اور عراق کو آزادی کے بدلے انگریزوں کی "فوجی حکومت" کی غلامی نصیب ہوئی۔

دو سال کے بعد عراق کے مسئلے کا فیصلہ ہوا۔ تو اسے انتداب کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا۔ اس فیصلے سے عراق کے طول و عرض میں شورش و بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے اور قتل و جرح کا بازار گرم ہوگیا۔ دو ہزار برطانی سپاہی ہلاک و مجروح ہوئے۔ عربوں کے آٹھ ہزار چار سو پچاس سپاہی مقتول اور زخمی ہوئے۔

برطانیہ کو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑی۔ کہ عراق کی ہمدردی حاصل کئے بغیر اس پر حکومت کرنا غیر ممکن ہے۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں ہائی کمشنر نے عراقی رہنماؤں کو طلب کرکے ان کی وزارت بنائی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ تاج حکومت بھی کسی عراقی ہی کے سر پر رکھا جائے گا۔ برطانیہ نے اپنی معروف حکمت عملی سے کام لے کر اہلِ عراق کے انتخاب کئے ہوئے امیدوار کو جلاوطن کرنے کے بعد ۲۳۔ اگست ۱۹۲۱ء کو اپنے وفادار اور معتمد علیہ فیصل کو سریر آرائے سلطنت کر دیا۔

جون ۱۹۲۴ء میں عراق کے لئے ایک دستور اساسی مرتب کیا گیا۔ جس کے رو سے عراق کی مجلس آئین ساز دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ (۱) مجلس نوّاب (لوئر ہاؤس) اور (۲) مجلس اعیان (اپر ہاؤس)۔ اس آئین کے مطابق عراق پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ۱۹۲۵ء میں منعقد ہوا۔

انقلاب پسند اور آزادی خواہ عراق کامل آزادی کے طلب گار تھے۔ وہ برطانی انتداب سے طوق بہ گلو اور پا بہ جولاں ہونے کو ہرگز تیار نہ تھے۔ ان لوگوں نے اپنی

سرگرمیوں کی رفتار تیز کردی۔ اس پر ۱۹۲۷ء میں برطانیہ نے عراق سے ایک اور معاہدہ کرلیا۔ اور اسے جمعیت الاقوام کا رکن بنانے کی سفارش کے لئے ہامی بھرلی۔ لیکن سفارش کا معاملہ پانچ سال تک کھٹائی میں پڑا رہا۔ اور ۱۹۳۲ء میں عراق اس رکنیت سے بہرہ اندوز ہوا۔ مگر معاہدۂ مذکور کے رو سے برطانیہ اس امر کا مجاز قرار دیا گیا۔ کہ عراق میں ہوائی جہاز کے سٹیشن تعمیر کرلے۔ اور ان کی حفاظت کے لئے تھوڑی سی فوج بھی رکھ لے۔ یہ بھی قرار پایا۔ کہ حکومت عراق میں بعض انگریز مشیر رکھے جائیں گے چنانچہ آج تک فوجی وزارت کے سر پر "برٹش ملٹری مشن" کی ننگی تلوار لٹک رہی ہے۔ خفیہ پولیس میں بھی دو تین انگریز اعلیٰ افسر متعین ہیں۔

تیل کے چشمے عراق میں بہت سے تیل کے چشمے پائے جاتے ہیں جس نے دنیا بھر میں اس کی اہمیت کو چار چاند لگادئے ہیں۔ برطانیہ اور فرانس اس شمع پر پروانوں کی طرح گرے۔ اور باہم بندر بانٹ کرلی۔

تجارت عراق ایک زرعی ملک ہے۔ صنعت و حرفت ابتدائی حالت میں ہے۔ اسی لئے یہاں برآمد سے درآمد زیادہ ہوتی ہے۔ برآمد تجارت کی اشیا یہ ہیں۔ جئی۔ جو۔ روئی۔ اون۔ چمڑا۔ مویشی۔ کھجوروں کی تجارت سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

آمد و رفت اور تعلیم بغداد ریلوے تقویم پارینہ ہوگئی۔ آج کل بصرہ سے بغداد اور وہاں سے ترکی ہوتے ہوئے یورپ کے دور دراز مقامات تک ریل کی سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔

عراق میں ایک یونیورسٹی اور متعدد کالج ہیں۔ ابتدائی تعلیم کا جبری قانون نافذ ہے انجنیری۔ فوجی اور طبی کالجوں کے سوا باقی تمام کالجوں میں طلبہ اور طالبات یک جا تعلیم پاتے ہیں۔

فیصل عراق کا پہلا حکمران فیصل بڑا مدبر اور بالغ نظر تھا۔ اگرچہ سارا زمانہ اس کے خلاف تھا۔ لیکن اس نے دوررس حکمت عملی سے ہر ایک کو خوش

Marfat.com

کرنے کی سعی کی۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں فیصل کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کے بیٹے شاہ غازی نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ ابھی اس کی سلطنت گھٹنوں ہی چل رہی تھی۔ کہ ۴۔ اپریل ۱۹۳۹ء کو ایک اچانک حادثے کے باعث اس نے وفات پائی۔ اور اس کا بیٹا فیصل دوم تخت نشین ہوا۔

شرق اردن

برطانیہ اور فرانس نے عرب حکومتوں کو اپنی سیاسی منصوبہ سازیوں کا بازیچہ بناتے ہوئے فیصل کو عراق، حسین کو حجاز اور عبداللہ کو شرق اردن کا علاقہ دے دیا۔ چنانچہ اپریل ۱۹۲۱ء میں بمقام عمان عبداللہ کی تقریب سریر آرائی منائی گئی۔

اپریل ۱۹۲۳ء میں جمعیت الاقوام کی منظوری سے شرق اردن کی مکمل آزادی تسلیم کرلی گئی۔

۱۹۲۹ء میں برطانی ہائی کمشنر کے حسب ہدایات ایک دستور اساسی وضع کیا گیا۔ اور اسے برطانی انتداب کی "نعمت" سے نوازا گیا۔

۴۰-۱۹۳۹ء میں شرق اردن کا میزانیہ ۵ لاکھ ۱۳ ہزار پونڈ تھا۔ برطانیہ بھی اسے تھوڑی سی مالی امداد دیتا ہے۔

تعلیمی رفتار سست ہے۔ کالج کوئی نہیں۔ سکول جاری ہیں۔

۲۵۔ مئی ۱۹۴۶ء کو امیر عبداللہ "والی" سے "سلطان" بن کر آزاد بادشاہ تسلیم کئے گئے۔ اور انھیں ۱۰۱ توپوں کی سلامی دی گئی۔

Marfat.com

شام

۱۹۱۴ء کی جنگِ عظیم سے قبل شام کا علاقہ سلطان ترکی کے ماتحت تھا لیکن اتحادیوں نے اہلِ شام سے وعدہ کیا۔ کہ اگر وہ ترکوں کے خلاف ان کی امداد کریں گے۔ تو جنگ کے خاتمے پر انھیں کامل آزادی عطا کردی جائے گی۔ ایک تو عربوں کے دل میں ترکوں سے دیرینہ عداوت کے جذبات پرورش پا رہے تھے۔ دوسرے آزاد حکومت کے لالچ سے ان کے منہ میں پانی بھر آیا۔ چنانچہ چار لاکھ سے زائد عرب جو ترکوں کی فوج میں شامل تھے۔ عَلَمِ بغاوت بلند کرکے اتحادیوں کے ساتھ مل گئے۔

برطانیہ اور فرانس نے ایک خفیہ معاہدے کے رو سے طے کیا۔ کہ:۔

(۱) فلسطین کا علاقہ بین الاقوامی بنا دیا جائے گا۔

(۲) حیفہ کی فلسطینی بندرگاہ اور بغداد و بصرہ کے علاقے پر خلیج فارس کے ساحل تک برطانی قبضہ ہوگا۔

(۳) شام کا ساحلی علاقہ فرانس کے زیرِ نگیں ہوگا۔

(۴) ساحل شام کا مشرقی علاقہ۔ حلب اور دمشق سے موصل تک۔ آزاد عرب ریاست بنا دیا جائے گا۔ لیکن اس "آزاد ریاست" کا جنوبی حصہ برطانیہ کے زیرِ اثر رہے گا۔ اور اس کے لئے برطانیہ سیاسی مشیر مہیا کیا کرے گا۔

شمالی علاقے میں یہی حق فرانس کو حاصل ہوگا۔

عرب اس معاہدے سے بالکل بے خبر تھے۔ مصر کے برطانی ہائی کمشنر سر ہنری میکموہن نے حسین شریف مکہ سے وعدہ کیا تھا۔ کہ اس کی متعیّنہ حدود عرب کی آزادی تسلیم کرلی جائے گی۔ اور عربوں کی جنگ آزادی میں اسے مدد دی جائے گی۔

۱۹۱۷ء میں جب روس کے اندر انقلاب کا کوہ آتش فشاں پھٹ پڑا۔ اور زار کی حکومت کا تختہ الٹ کر عوام کی اشتراکی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ تو اس جدید سلطنت نے برطانیہ و فرانس کے اس خفیہ معاہدے کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ اسی سال

لارڈ بالفور وزیر خارجہ برطانیہ نے اعلان کر دیا۔ کہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنایا جائے گا
ان حالات نے عربوں کے جذبات مشتعل کر دئے۔ اس پر ۹۔ نومبر ۱۹۱۸ء کو برطانیہ و فرانس نے یک جائی اعلان کے چھینٹوں سے عربوں کی شعلہ افروز آتش اضطراب کو سرد کر دیا۔

جنگ کے اختتام پر سادہ لوح عرب یہ خیال کر کے خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے کہ اب وہ لیلائے آزادی سے ہم آغوش ہو کر دُرہائے مقصود سے دامن بھریں گے۔ لیکن جب اتحادیوں کی تماشا گاہ کا پردہ اٹھا۔ تو عرب یہ دیکھ کر مبہوت و ششدر رہ گئے۔ کہ پردۂ سیمین پر آرزو کی پری کے بجائے خون آرزو کا دیو سامعہ خراش صداؤں کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔ اس وقت انھیں برطانیہ و فرانس کے چکنے چپڑے وعدوں کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اور انھوں نے چشم یقین سے دیکھ لیا۔ کہ وہ اب تک احمقوں کی جنت میں گھوم رہے ہیں۔ غرض ہزار شیوہ اتحادیوں نے جادو کی پٹاری سے انتداب کا ایک عجیب الہیئت جانور نکالا۔ جس نے جدید اور مخصوص بولی میں دنیا کو اور خاص طور پر عربوں کو بتایا۔ کہ جو نو آبادیاں اور علاقے زمانے کی موجودہ کشمکش میں اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ انھیں ترقی یافتہ ممالک کی سرپرستی میں دے دیا جائے۔ تاکہ وہ جمعیت اقوام کی طرف سے انھیں اپنی حکومت کے سائے میں لے لیں۔

آخر ۱۹۲۰ء میں یہ فیصلہ کن اعلان کیا گیا۔ کہ عراق برطانیہ کے زیر انتداب رہے گا۔ شام کے ساحل پر جو لبنان اور اس کے شمالی علاقے پر مشتمل ہے۔ فرانس کا انتداب قائم ہو گا۔ لیکن شام سے فلسطین اور شرق اردن کے علاقے علٰحدہ کر دئے جائیں گے۔ اور ان علاقوں پر برطانیہ کا قبضہ ہو گا۔ حسین کو والی حجاز۔ اس کے ایک بیٹے عبداللہ کو شاہ عراق اور دوسرے بیٹے فیصل کو فرماں روائے شام بنایا جائے گا۔

اس فیصلے کے مطابق فرانس شام کے ساحل پر قابض ہو گیا۔ لیکن پورے شام کو زیر نگیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے حکومت فیصل کو غیر منصفانہ قرار دیتے ہوئے ملک میں بدامنی پھوٹ پڑنے کا بہانہ کر کے شام پر فوج کشی کر دی

Marfat.com

اور پورے ملک پر قبضہ کر لیا۔
شام کے آزادی خواہ عوام نے ملک کے طول و عرض میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ فرانس نے جواب میں ۴۸ گھنٹوں تک دمشق میں گولہ باری کر کے دنیا کے اس قدیم تریں اور حسین و شاداب شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔
شام کی تحریک آزادی برابر جاری رہی۔ آخر سنہ ۱۹۳۶ء میں فرانس نے ایک صلح نامہ کے رو سے شام کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔
شام میں تعلیم کی رفتار اطمینان بخش ہے۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں یہاں ۳۲۰۰ مدارس قائم تھے۔ جن میں تین لاکھ کے قریب طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔
اس علاقے میں اشیائے تجارت کی درآمد زیادہ ہوتی ہے۔ اور برآمد کم۔

لبنان

لبنان شام ہی کا ایک صوبہ ہے۔ جس پر فرانس کا انتداب قائم ہے۔
یہاں کی ایک آزادی پسند جماعت مدت سے مستقل حکومت کے لئے سرگرم کوشش کر رہی تھی۔ چنانچہ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء میں فرانس نے اپنے ماتحت لبنان میں ایک مستقل حکومت قائم کر دی۔ اور اس کی پہلی حدیں جبل عامل۔ وادی تیم۔ بعلبک۔ بقاع۔ طرابلس۔ عکا اور حصن صافیا تک بڑھا دیں۔
ان علاقوں کے باشندوں نے فرانس کی خلاف ورزی اعلان کی بنا پر پُرزور صدائے احتجاج بلند کی۔ لیکن وہ صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔
مستقل حکومت قائم ہونے کے بعد لبنان میں یہ مشکل پیش آئی۔ کہ یہاں کی مختلف جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت سے مقرر کیا ہوا حاکم تمام جماعتوں کو خوش اور مطمئن رکھنے سے قاصر رہتا۔ اس لئے حکومت فرانس نے فرانسیسی حاکم مقرر کر دیے۔
لبنان میں ایک پارلیمنٹ قائم ہے۔ جو جمہوریہ فرانس کے ماتحت لبنان کا انتظام

Marfat.com

کرتی اور قانون بناتی ہے۔

مرکزی مقام بیروت ہے۔ اگرچہ مرکزی حکومت کی باگ ملکی آدمیوں کے ہاتھ میں ہے پھر بھی ان کے ساتھ ایک ایک فرانسیسی مشیر مقرر ہے۔

فلسطین

فلسطین شام کا ایک ضلع ہے۔ لیکن پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۲۰ء میں عرب کی نئی تقسیم کے مطابق اسے شام سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور دنیا بھر کے یہودیوں کو یہاں لاکر آباد کر دینے کا اعلان کیا گیا۔ جولائی ۱۹۲۲ء میں جمعیت الاقوام نے اس علاقے پر برطانیہ کا انتداب منظور کر لیا۔

فلسطین پر برطانیہ کا انتداب عربوں کے خرمن امید پر برق ہلاکت بن کر گرا۔ چنانچہ اس کے گوشے گوشے میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ اور جگہ جگہ فساد۔ بلوے اور لوٹ مار شروع ہو گئی۔ فلسطین کے برطانی اور یہودی ہائی کمشنر سر ہربرٹ سیموئل نے قیام امن کے لئے سرگرم کوشش کی۔ مگر بے سود۔

۱۹۲۵ء میں سر سیموئل کو واپس بلا کر اس کے بجائے لارڈ پلو کو ہائی کمشنر مقرر کیا گیا۔ اس نے ممدوح الطرفین ہونے کی غرض سے عربوں اور یہودیوں کا دل مٹھی میں لینے کی کوشش کی۔ لیکن وہ کسی جماعت کو بھی مطمئن نہ کر سکا۔ ۱۹۲۶ء میں لارڈ پلور نے یہودیوں کو ایسے حقوق عطا کئے۔ جن سے فلسطین میں ان کی حیثیت بہت مضبوط ہو گئی۔ لیکن عرب بگڑ بیٹھے۔ اور ملک بھر میں بغاوت اور شور و ہنگامہ کا ایک سیلاب امنڈ آیا۔ ۱۹۲۹ء میں پلور مستعفی ہو گیا۔ اور برطانیہ نے حالات کا رخ دیکھ کر اپنی پالیسی میں تبدیلی پیدا کر لی چنانچہ اس نے ایک تحقیقاتی کمیشن روانہ کیا۔ اور اس کی رپورٹ پر پارلیمنٹ کی طرف سے ایک اعلان (قرطاس ابیض) شائع کیا گیا جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ:۔

"اعلان بالفور کی سپرٹ کے مطابق عربوں کا مفاد ملحوظ رکھتے ہوئے یہودیوں کی

آمد محدود کر دی جائے گی۔ یعنی ان کا جو طوفان بے مزاحمت چلا آرہا ہے۔ اس پر ایک پابندی عائد کر دی جائے گی"۔

اس پر یہودی جوشِ غضب سے آگ بگولا ہو گئے۔ اور شورش و بغاوت کے زبردست ہنگاموں سے حکومت برطانیہ کا ناک میں دم کر دیا۔ چنانچہ مسٹر ریمزے میکڈانلڈ وزیر اعظم نے حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اس اعلان کی تشریح پُرپیچ الفاظ میں کر کے اسے بے اثر بنا دیا۔

بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ یہودیوں کی بن آئی۔ سوکھے دھانوں پانی پڑا۔ دیوانے کتے کھلے چھوڑ دیے گئے۔ اور یہودیوں نے اپنی واحد نمائندہ جماعت یعنی دنیا بھر کے یہودیوں کی صیہونی انجمن کا دامن تھام کر اطراف و اکناف عالم سے ٹڈی دل کی طرح انبوہ در انبوہ آکر فلسطین میں آباد ہونا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ۱۹۲۲ء کی پہلی مردم شماری میں فلسطین کے یہودیوں کی تعداد ساڑھے سات لاکھ کی کل آبادی میں ایک لاکھ سے بھی کم تھی۔ اور بیس سال کے بعد ۱۹۴۲ء میں سولہ لاکھ کی کل آبادی میں ان کی تعداد پانچ لاکھ سے بھی زائد ہو گئی۔

ان حالات کا قدرتی نتیجہ اس صورت میں رونما ہوا۔ کہ اعراب فلسطین نے آزادی کی خفیہ اور علانیہ تحریکوں سے دہشت انگیز فضا پیدا کر دی۔ آخر ۱۹۳۶ء میں تحقیقات کے لئے ایک شاہی کمیشن مقرر ہوا۔ جس نے اپنی رپورٹ میں تسلیم کیا۔ کہ فلسطین کی اقتصادی حالت کے پیش نظر یہودیوں کی آزادانہ آمد پر پابندی عائد کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اور ایک محدود تعداد کے بعد مزید نو آبادکاروں کو اس ملک میں بسنے کی اجازت نہ ہونی چاہیئے۔

عربوں اور یہودیوں دونوں نے اس سفارش کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا عربوں کا مطالبہ تھا۔ کہ یہودیوں کا داخلہ فوراً بند کر دینا چاہیئے۔ اور فلسطین کو فی الفور آزاد کر دیا جائے۔ یہودیوں نے اقلیت میں ہونے کی بنا پر آزادی فلسطین کی زبردست مخالفت کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی۔ کہ فلسطین کو اس صورت میں آزادی دے دی

Marfat.com

جائے۔ کہ یہودی اکثریت کے علاقے قطع کر کے ایک علیحدہ حکومت میں تبدیل کر دئے جائیں برطانیہ نے یہودیوں کی اس تجویز کو گوش قبول سے سنتے ہوئے ۱۹۳۸ء میں اس قضیے کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک شاہی کمیشن بھیجا۔ جس نے اپنی رپورٹ میں یہودیوں کے مطالبۂ تقسیم کو حق بجانب قرار دینے کی کوشش کی۔

۱۹۳۹ء کی دوسری جنگِ عظیم کے آغاز میں عربوں کی تحریک نہایت زوروں پر تھی۔ لیکن اس کے رہنما مفتی امین الحسینی نے برطانیہ اور اتحادیوں کی اخلاقی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے اعلان کر دیا۔ کہ جنگ کے جاری رہنے تک تحریک کے متعلق ہر جدوجہد بند رکھی جائے گی۔ چنانچہ فلسطین میں کامل امن وسکون قائم ہو گیا۔

برطانیہ اور امریکہ نے اپنے اپنے حفظ مفاد کے لئے جلد ہی امن وسکون کا یہ سلسلہ درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ اور یہودیوں کی پیٹھ ٹھونک کر انھیں وہاں آباد کرنے کے لئے برابر امداد دیتے رہے۔ تقسیم فلسطین کے فیصلے پر عربوں نے زبردست صدائے مخالفت بلند کرتے ہوئے جہاد کا اعلان کر دیا۔ فلسطین کے طول وعرض میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان حرب وضرب کا بازار گرم ہو گیا۔ آتش وخون کے اس طوفان کو روکنے کے لئے مجلس اقوام متحدہ قائم ہوئی۔ جس نے اس نازک مسئلے کو حل کرنے کی موثر تدابیر سوچنے کے لئے فریقین کو جنگ سے دست کش ہو جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ جنگ بند ہو گئی۔ لیکن یہودیوں کی طرف سے معاہدے کی خلاف ورزی جاری رہی۔ کچھ عرصے کے بعد مجلس مذکورہ نے اس ملک کو تقسیم کر کے افلاس تدبّر کا افسوس ناک ثبوت پیش کیا۔ اور جزیرۃ العرب کے گوشے گوشے میں غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ ✓

۳۔ نومبر ۱۹۴۱ء کو عرب لیگ کے جنرل سکریٹری عبدالرحمٰن عظام پاشا نے حسب ذیل اعلان کیا:۔

"عرب ممالک کسی ملک کے خلاف فوجی کارروائی کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر ہمیں مجبور کیا گیا۔ تو ہم حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام قوتیں صرف کر دیں گے"۔

۱۹۔ نومبر کو مجلس اقوام متحدہ کے عرب نمائندوں نے مندرجہ ذیل مشترکہ اعلان کیا:۔

Marfat.com

" مجلس کو تقسیم فلسطین کا کوئی حق حاصل نہیں۔ فلسطین ہر حالت میں متحد رہے گا۔
تقسیم فلسطین کی تجویز دستور انتداب کے خلاف ہے۔ اور اس کے ذریعے سے اقوام متحدہ کی منشور شکنی کی گئی ہے۔ فلسطین میں عرب حکومت کا مطالبہ جائز اور معقول ہے۔
اعلان بالفور اور انتداب کے معاملے کو بین الاقوامی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔"

۲۱۔ نومبر کو سلطان ابن سعود نے صدر ٹرومین کو اس مضمون کا ایک مکتوب ارسال کیا۔ کہ " اگر امریکہ فلسطین سے متعلق موجودہ حکمت عملی پر کاربند رہا۔ تو عرب جہاد کا اعلان کر دیں گے"۔ ۲۶۔ نومبر کو جمال الحسینی نے فلسطین میں کمیٹی کے اجلاس کے بعد اعلان کیا۔ کہ " عرب تقسیم فلسطین کی مخالفت پر تل گئے ہیں۔ فلسطین کا آخری فیصلہ نیویارک میں نہیں۔ بلکہ فلسطین ہی میں ہوگا"۔ مصری نمائندے نے کہا۔ " عربوں کو مجلس اقوام متحدہ پر ذرا اعتماد نہیں رہا۔ اور وہ فلسطین کی مقدس سرزمین کو یہودیوں کے ناپاک قدموں سے پاک کرنے کا آخری فیصلہ کر چکے ہیں"۔ ۲۹۔ نومبر کو عبدالرحمٰن عظام پاشا نے کہا۔ " اگر مجلس اقوام متحدہ نے تقسیم فلسطین کے حق میں فیصلہ کیا۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ عرب ممالک یہودیوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیں گے۔

اسی تاریخ کو مجلس مذکورہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو تقسیم کر دینے کا فیصلہ کر دیا۔ تاکہ عربوں اور یہودیوں کی علٰحدہ علٰحدہ آزاد حکومتیں قائم کر دی جائیں۔

یکم دسمبر کو عرب مجلس اعلیٰ نے اعلان کیا۔ کہ یہودیوں کا مکمل مقاطعہ کیا جائے۔ اور ان سے لین دین کرنے والوں کو غدارِ قوم تصور کیا جائے۔ فیصلہ کیا گیا۔ کہ جب تک ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان نہ کر دیا جائے۔ مقاطعہ بدستور جاری رکھا جائے۔ مجلس نے تقسیم فلسطین کے فیصلے یکسر نامنظور کر دیئے۔ اور ملک میں ۲۔ دسمبر سے تین دن کی عام اجتماعی سڑتال کا اعلان کر دیا گیا۔ ۴۔ دسمبر کو شام کے عرب گروہ در گروہ فلسطین میں آنے لگے۔

۶۔ دسمبر کو حکومت لبنان نے فلسطین کے لیے دس لاکھ پونڈ کی منظوری دی۔

۲۱۔ جنوری سنہ ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کے فلسطین کمیشن نے فوجیں روانہ کرنے کی سکیم پر غور و خوض کیا۔ ۲۷۔ جنوری کو عربوں نے پندرہ ہزار یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔

Marfat.com

۲۶۔ فروری کو لیک سکس کے یہودیوں نے حکومت امریکہ پر الزام عائد کیا۔ کہ اس نے فلسطین کے باب میں یک بام و دو ہوا کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے۔ اگر وہ عربوں کے خلاف کوئی آواز بلند کرے۔ تو اسے تیل سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ اگر یہودیوں کو چھوڑے تو مشرق اوسط میں دخل سے محرومی کا خطرہ ہے۔ لیکن جب عربوں کو یہود نواز اقوام متحدہ کے خفیہ عزائم سے آگاہی ہوئی۔ تو مسلح عربوں اور سامانِ جنگ سے لدی ہوئی لاریاں فلسطین میں داخل ہو گئیں۔ اور تقریباً سو عربوں نے یہودی پولیس کو لے جانے والی لاری پر حملہ کر کے دو سو کے قریب یہودیوں کو ڈھیر کر دیا۔

۳۰۔ مارچ کو سلامتی کونسل کے اجلاس میں امریکی وفد نے یہ تجاویز پیش کیں۔ کہ

(۱) فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان صلح کرائی جائے۔

(۲) فلسطین کو تولیت میں دینے کی تجویز پر غور کرنے کے لئے جنرل اسمبلی کا اجلاس طلب کیا جائے۔

اپریل کے پہلے ہفتے تک روس تقسیم کا حامی۔ امریکہ تولیت کی سکیم کا آرزو مند اور برطانیہ فلسطین خالی کرنے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ عربوں نے بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے یہودیوں کی ناکہ بندی کر دی۔

۱۵۔ اپریل کو مجلس متحدہ کے فلسطینی کمیشن نے عربوں اور یہودیوں سے حسب ذیل مطالبہ کیا:۔

(۱) وہ فی الفور فوجی اور نیم فوجی سرگرمیاں ترک کر دیں۔

(۲) فلسطین میں مسلح گروہوں کی درآمد روک دیں۔

(۳) جنگی سامان حاصل کرنے۔ اس کے حصول میں امداد دینے یا اس کی درآمد کی حوصلہ افزائی کا سلسلہ بند کر دیں۔

۱۷۔ اپریل کو سلامتی کونسل کے عام اجلاس میں عربوں اور یہودیوں میں عارضی صلح کرانے کی تجویز پر بحث ہوئی۔

۴۔ مئی کو جنرل اسمبلی۔ برطانی دار العوام۔ تولیتی کونسل۔ سلامتی کونسل۔ یہودی

اور عرب نمائندوں کے اجلاس منعقد ہوئے۔

عرب ممالک نے فیصلہ کیا۔ کہ:۔

(۱) شامی اور لبنانی دستے شمالی فلسطین پر حملہ کریں۔

(۲) شرق اردن کی عرب فوج اور عراقی دستے وسطی فلسطین پر ہلہ بول دیں۔

(۳) پندرہ ہزار مصری دستے جنوبی فلسطین پر یورش کریں۔

۱۰۔ مئی کو مصری فوجیں فلسطین میں ۷۵ میل چلی گئیں۔ ۱۲۔ مئی تک عارضی صلح کی ساری گفت و شنید ناکام ہو کر رہ گئی۔ مصری پارلیمنٹ نے فلسطین پر مصری فوجوں کے حملہ آور ہونے کی تجویز پیش کر دی۔ یہودیوں نے اسرائیلی حکومت کے اعلان قیام کی تیاری مکمل کر لی۔ ۱۲ مئی کو سلامتی کونسل کے اجلاس میں تولیتی کمیشن کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۵۔ مئی سنہ ۱۹۴۸ء کو برطانی انتداب نے دم توڑ دیا۔ یہودی ریاست کے قیام کا اعلان ہو گیا۔ متحدہ فلسطین کا مطالبہ دہرایا گیا۔ فلسطین کمیشن کی رپورٹیں تلف ہو گئیں تقسیم فلسطین کی سکیم نامنظور ہو گئی۔

اس کے بعد عربوں اور یہودیوں نے اتحادیوں کے ثالث کی تجویز کے مطابق جنگ بند کر دی۔ لیکن اس نازک واہم مسئلے کا صحیح حل ابھی دریافت نہیں ہو سکا۔

طرابلس الغرب

سنہ ۱۹۱۲ء میں انگلستان۔ فرانس اور اٹلی نے ایک خفیہ مفاہمت کے رو سے فیصلہ کیا۔ کہ اٹلی طرابلس پر۔ فرانس مراکش پر، اور انگلستان مصر پر قبضہ کر لے۔ اور ان میں سے کوئی طاقت کسی کے خلاف نہ بولے۔ چنانچہ اٹلی نے طرابلس پر یورش کر کے اسے فتح کر لیا۔ ان دنوں ترکی کا آفتاب اقتدار ڈھل رہا تھا۔ اس لئے وہ اس صوبے کو اطالوی حملہ آوروں سے بچا نہ سکا۔ لیکن طرابلس کے آزادی پسند طبقے برابر مقابلے پر ڈٹے رہے۔

پہلی جنگِ عظیم کے اختتام پر اتحادیوں نے ترکی سے معاہدہ کیا۔ تو سب سے طرابلس

پر اٹلی کا قبضہ تسلیم کر لیا۔ لیکن طرابلس کے پروانگان حریت نے اس معاہدے کو پرکاہ سے بھی زیادہ وقعت نہ دی۔ اور جدوجہد کی رفتار تیز تر کر دی۔ اس جنگ آزادی کی روح و رواں سنوّسی تحریک تھی۔

سنوّسی تحریک کے بانی سید محمد بن علی تھے۔ جو اٹھارھویں صدی کے آخر میں الجزائر کے قصبہ سنوّس میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے انیسویں صدی کے نصف اول میں سنوّسی جماعت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اس کے اصول یہ تھے۔ کہ سنّت و شریعت پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ کام شروع کرنے کا طریق یہ تھا۔ کہ عوام کی اصلاح و ترقی کے لئے ایک "تربیت گاہ" قائم کی جاتی تھی۔ جس میں ہر شخص اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتا تھا۔ عبادت کے علاوہ مذہبی اور فوجی تعلیم پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ یہ "تربیت گاہیں" بہت جلد مقبول ہو گئیں۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں مصر۔ سوڈان اور حجاز تک ان کے جال بچھا دیئے گئے۔

اٹلی کا مختار مطلق مسولینی سنوّسیوں کے جہاد سے سخت پریشان ہوا۔ تو اس نے ان کے خلاف سارے یورپ میں یہ مخالفانہ پروپیگنڈا کیا۔ کہ سنوّسی تحریک روئے زمین سے عیسائیت کا نام و نشان تک مٹا دینا چاہتی ہے۔ برطانیہ اور فرانس نے اپنے اپنے مفاد کے پیش نظر اس پروپیگنڈے کو وسیع کرنے میں زبردست امداد دی۔ اٹلی نے ان طاقتوں کی شہ پا کر اس تحریک کو فنا کر دینے کا بیڑا اٹھا لیا۔ اہل طرابلس سنوّسی رہنماؤں کی تائید و حمایت سے بنیان مرصوص بن کر اٹلی کے مقابلے میں ڈٹے رہے۔ لیکن اٹلی کی پشت پر سارا یورپ تھا۔ اور سنوّسیوں کو کہیں سے بھی جنگی اور مالی امداد میسّر نہ تھی۔ اس کا قدرتی اور لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ۱۳۔ جنوری ۱۹۳۱ء کو اطالوی فوج نے سنوّسی تحریک کے مرکزی مقام کفرہ پر قبضہ کر لیا۔

اس تصرّف کے بعد اطالوی درندوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ عورتوں کی آبروریزی کی گئی۔ قرآن عزیز کی جلدیں اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹکی اور پاؤں سے مسلی گئیں۔ مذہبی کتابیں شراب میں ترکی گئیں۔ بڑے بڑے علماء کو ہوائی جہازوں میں سوار

Marfat.com

گرا کے یکے بعد دیگرے بلندی سے نیچے گرادیا گیا۔ مسجدیں۔ عبادت گاہیں اور خانقاہیں توڑ پھوڑ کر تباہ و برباد کردی گئیں۔

یورپی طاقتیں تو اٹلی کے ان وحشیانہ مظالم پر منہ میں گھنگنیاں بھر کر بیٹھی رہیں لیکن دنیائے اسلام میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک غیظ و غضب اور جوش و اضطراب کا ایک طوفان برپا ہوگیا۔ اور اطالوی مال کے مقاطعے کی تحریک پورے زور سے شروع کردی گئی۔ اب اٹلی کو ہوش آیا۔ اور اس نے خونچکاں واقعات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے لاکھوں بے خانماں مسلمانوں کو ان کے وطن میں واپس بلانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ لیکن تیر کمان سے نکال چکا تھا۔ صرف تھوڑے سے لوگ واپس گئے۔ جنھیں زمینوں پر محنت مزدوری کرنے کا کام دیا گیا۔

۱۹۴۳ء میں اتحادی فوجوں نے طرابلس پر قبضہ کرلیا۔

تونس

مدت سے فرانس شمالی افریقہ پر دندان حرص و آز تیز کئے بیٹھا تھا۔ چنانچہ ۱۸۸۱ء میں اس نے تونس پر فوج کشی کردی۔ حالانکہ اس سے ایک سال قبل اس نے صاف صاف اعلان کردیا تھا۔ کہ اسے تونس پر دست درازی کا کوئی خیال نہیں۔ فرانس کے اس حملے سے یورپ کے طول و عرض میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ لیکن اس نے مشہور طاقتوں سے خفیہ معاہدے کرکے ان کے لبوں پر مہر سکوت لگادی۔

آخر یہ راز بے نقاب ہوگیا۔ اور ۱۸۹۳ء میں فرانس کے ایک وزیر ویڈنگٹن نے ڈنکے کی چوٹ کہہ دیا۔ کہ:۔

"ہم نے انگلستان سے ایک خفیہ معاہدہ کرکے تونس کے تمام حقوق فرانس کے واسطے حاصل کرلئے تھے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ہم نے اس پر اپنا جھنڈا لہرایا۔ تو یورپ میں کوئی خاص مخالفت نہ ہوئی۔"

Marfat.com

دول یورپ کی اس ساز باز کا یہ دردناک نتیجہ رونما ہوا۔ کہ تونس کا سلطان فرانسیسی سرپرستی میں دے دیا گیا۔ ترکی میں ہنگامہ آرائی کا دم خم ہی نہ تھا۔ اس لئے مغربی طاقتوں نے فرعونی و نمرودی روش سے کام لے کر من مانی کارروائیاں کرلیں۔ اس وقت سے اب تک یہاں ایک نام نہاد سلطان تخت حکومت پر متمکن چلا آتا ہے۔ لیکن عملاً نظم و نسق کی باگ فرانس کے ہاتھ میں ہے۔

۱۹۱۴ء کی پہلی جنگِ عظیم میں فرانس نے تونس کو یقین دلایا۔ کہ اگر یہاں کے باشندے فوجی بھرتی اور چندے سے زبردست امداد دیں گے۔ تو ان کا دامنِ تمنا اصلاحات کے لعل و گوہر سے یوں بھر دیا جائے گا۔ کہ ان کی کھوئی ہوئی آزادی انھیں واپس مل جائے گی۔ اہلِ تونس نے فرانس کے بھروں میں آکر پوری قوت سے اسے جانی و مالی امداد دی۔ لیکن اِدھر جنگ ختم ہوئی۔ اور اُدھر فرانس نے طوطے کی طرح آنکھیں بدل لیں اس پر عوام میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔ لیکن فرانس نے روغن قاز مل کر جمہوری اصلاحات کے نفاذ کا وعدہ کرتے ہوئے اس آتش غیظ و غضب کو ٹھنڈا کیا۔ ۱۹۲۲ء میں یہ وعدہ یوں ایفا کیا گیا۔ کہ ایک "مجلس کبیر" قائم کی گئی۔ جس کی مستقل اور دائمی صدارت فرانس کے ریذیڈنٹ جنرل کو عطا کی گئی۔ اور اس کے گیارہ ارکان میں سے آٹھ تو ۷ فی صدی فرانیسی آبادی اور صرف تین ۹۳ فی صدی عرب آبادی سے لئے گئے۔

فرانس کے لئے تونس کی زبردست اہمیت کا اندازہ چیمبرس انسائیکلوپیڈیا کے حسب ذیل الفاظ سے بخوبی ہو سکتا ہے:۔

"فرانس کے تمام مقبوضات میں تونس بے حد اہم ہے۔ تونس کی وجہ سے فرانس کو ایک بہت بڑا بحری ساحل حاصل ہے۔ جس کی بہت سی محفوظ بندرگاہوں کی بدولت فرانس کو "شمالی افریقہ کی ملکہ" کا درجہ مل گیا ہے۔ بحیرۂ روم میں تونس کا محلِ وقوع اتنا اہم ہے۔ کہ جبل الطارق اور مالٹا بھی اس کے آگے دوم درجے کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

مراکش

یہ بحیرۂ روم کے مغربی دروازے پر ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ جس کے ایک حصّے پر فرانس اور دوسرے پر ہسپانیہ قابض ہے۔ مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری میں اسے زیرنگیں کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک زبردست حکومت قائم کرلی۔ ہسپانیہ میں اسلامی سلطنت کا علم اقتدار سرنگوں ہوا۔ تو مراکش پر بھی سیاسی ابتری کی گھٹائیں چھاگئیں۔ اور ایک صدی سے زیادہ عرصے تک خانہ جنگیوں کی آگ بھڑکتی رہی۔ آخر سترھویں صدی عیسوی کے آخر میں مولائے اسمٰعیل نے فساد و بدنظمی کے شعلے امن و نظام کے پانی سے بجھادئے۔

۱۹۱۴ء میں سلطان حسن کی وفات کے بعد اس کا کم سن بیٹا عبدالعزیز سریر آرائے سلطنت ہوا۔ لیکن اس کی نابالغی کے باعث نظام حکومت ایک ریجنسی کی تحویل میں دے دیا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں عنان حکومت عبدالعزیز کے ہاتھ میں دے دی گئی۔ اس نوجوان نے رنگ برنگ کے شوق پورے کرنے کے لئے بے دریغ روپیہ خرچ کرنا شروع کردیا۔ تو عوام میں جوش و اضطراب پھیل گیا۔ اور بعض قبائل کے درمیان شورش و بغاوت کے شرارے اڑنے لگے۔

اندھا کیا چاہے۔ دو آنکھیں۔ فرانس کے گھر میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ اور اسے مراکش پر تسلط جمانے کے لئے ایک زرّیں موقع ہاتھ آگیا۔ چنانچہ اس نے برطانیہ، ہسپانیہ اور اٹلی سے خفیہ سازش کی۔ اور ایک وفد کے ذریعے سے سلطان مراکش کو پیغام بھیجا کہ

"آپ کے ملک میں بدامنی کا دور دورہ ہے۔ جس سے فرانس کو دکھ پہنچ رہا ہے۔ لہٰذا وہ نہایت خوشی سے اس صورت میں اپنی خدمات پیش کرنے پر آمادہ ہے۔ کہ آپ کی پولیس کو جدید طریقوں کے مطابق تربیت دینے کے لئے بعض فرانسیسی افسر بھیج دئے جائیں گے۔ اور سڑکوں۔ برقی نظام اور بنک کے سلسلے میں بھی فرانس آپ کی مدد کے لئے شوق سے حاضر ہے۔"

اس کے بعد فرانس نے سلطان کو سیاسی اصلاحات جاری کرنے کے لئے دو کروڑ بیس

Marfat.com

لاکھ فرانک قرض دیا۔ اور مراکش کے سیاہ و سپید پر قابض ہو جانے کا انتظام کر لیا۔

اگرچہ بظاہر اہلِ مراکش مغلوب کر لئے گئے۔ لیکن ان کے دلیرانہ جذبۂ آزادی پر کوئی طاقت غلبہ نہ پاسکی۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں یہاں بغاوت کا بازار پوری شدت سے گرم ہو گیا۔ اور کوہستان ریف کے بہادر قومی رہنما غازی عبدالکریم نے دشمن کی فوج کو شکست فاش دے کر لاکھوں کے سامان جنگ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ۱۹۲۶ء میں فرانس اور ہسپانیہ دونوں نے مل کر بے پناہ یورش کر دی۔ اور غازی سپر ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔

آج کل فرانسیسی مراکش اور ہسپانوی مراکش دونوں کی یہ حالت ہے۔ کہ بظاہر تو سلطان حکمران ہے۔ لیکن دراصل فرانس اور ہسپانیہ کو اپنے اپنے علاقوں میں تمام محکموں پر پورا پورا قبضہ اور اقتدار حاصل ہے۔

الجزائر

الجزائر مراکش کے مشرق میں واقع ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک اس پر ترکی کا پرچم اقتدار لہرا رہا تھا۔ لیکن ترکی آئے دن زوال کے گڑھے میں گر رہا تھا۔ اس لئے سنہ ۱۸۳۰ء میں فرانس نے اس پر فوج کشی کر دی۔ ترکوں نے کسی قدر مقابلہ کیا۔ لیکن فرانس کی زبردست و جدید تیاریوں کے باعث انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ترکی نے تو الجزائر کو فرانس کے رحم پر چھوڑ کر جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور الجزائر کے باشندے فرانس کے محکوم ہو گئے۔ لیکن ان کے جوش آزادی میں ذرا فرق نہ آیا۔ چنانچہ ان کی تحریک آزادی کے سب سے بڑے رہنما سید عبدالقادر نے تخت یا تختہ کے اصول پر غلامی کی زنجیریں ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔ اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ ایسی بے جگری سے فرانس کے ٹڈی دل لشکر کا مقابلہ کیا۔ کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ عبدالقادر عرصے تک پٹے کے ہاتھ دکھا کر فرانس کو تگنی کا ناچ نچاتا رہا۔ لیکن فرانس

Marfat.com

کی پشت پر دنیا بھر کی طاقت ور حکومتیں تھیں۔ اور الجزائر یکہ و تنہا تھا۔ آخر ۱۸۴۷ء میں عبدالقادر کو قیدی کی حیثیت سے فرانس لے گئے۔ اور وہیں وہ مع اہل و عیال نظر بند کر دیا گیا۔

عبدالقادر کے بعد بھی اس کی پیدا کی ہوئی روح آزادی عوام میں شدت سے کارفرما رہی۔ چنانچہ ۱۸۵۶-۵۷ء میں نہایت ہولناک خوں ریز لڑائیاں ہوئیں۔ لیکن فرانس نے انتہائی جبر و تشدد اور بغایت وحشت و بربریت کا مظاہرہ کر کے عارضی طور پر آتش بغاوت فرو کر دی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح ہندوستان میں برطانیہ نے جنگ آزادی کے خونیں سیلاب کو وقتی طور پر روک دیا تھا۔

جب فرانس نے دیکھا۔ کہ الجزائر پر تصرف کرنے کا کوئی معقول بہانہ نہیں۔ تو اس کے فریب کار اور حیلہ ساز دماغ نے یہ تدبیر سوچی۔ کہ ادنیٰ درجے کے یورپیوں کو الجزائر کے شمالی حصے میں آباد کر کے وہاں ایک جدید اقلیت کی تخلیق کر لی جائے۔ اور اس اقلیت کی آڑ میں الجزائر کو تونس کا ایک حصہ ظاہر کیا جائے۔ یہ تیر نشانے پر بیٹھا۔ اور ۱۸۶۴ء میں نپولین ثالث کے ایک شاہی اعلان کے ذریعے سے الجزائر کو فرانس کا ایک صوبہ قرار دے دیا گیا۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً اہل الجزائر نے حصول آزادی کے لئے ہنگامہ خیز معرکہ آرائیاں کیں۔ لیکن انھیں کوئی قابلِ ذکر کامیابی نہ ہوئی۔ اب فرانس نے گوناگوں سختیوں اور بیداد آرائیوں سے الجزائر کی تمام قوتیں شل کر دینے کی کوشش کی۔ جس سے وہاں مدت تک ایک طرح کا سکون طاری رہا۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کے چھڑ جانے پر فرانس کو الجزائر سے مدد لینے کی ضرورت پیش آئی۔ تو اس نے آزادی دے دینے کا اعلان کر کے وہاں کے باشندوں کو جانی و مالی قربانی کے میدان میں اُتر آنے پر آمادہ کیا۔ انھوں نے آزادی کا گوہر مقصود حاصل کرنے کے لئے آتش و خون کے بھیانک طوفانی سمندر میں غوطہ زنی کی۔ اور ۶۲ ہزار آدمی آزادی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گئے۔ لیکن جنگ کے خاتمہ پر پُرشور ہنگامہ آرائی کے بعد کامل آزادی کے بجائے ان کی جھولی میں تین قسم کی اصلاحات

Marfat.com

کے ٹکڑے ڈال دیئے گئے۔ (۱) قصبوں اور شہروں کے نظم ونسق سے متعلق محدود الاختیارات بلدیات۔ (۲) فوج میں الجزائریوں کو معمولی عہدے پالینے کا حق اور (۳) فرانسیسی شہریت کے حقوق۔

غرض آج کل الجزائر فرانسیسی اقتدار کے ماتحت غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ اور فرانس نے اسے جمہوریت کا نام دے رکھا ہے۔

Marfat.com

چوبیسواں باب

ایران

۱۸۵۰ء کے بعد سلطنت ایران کی فضا بادشاہ کی عیش پرستیوں کے باعث ابتری اور بدنظمی کے گردوغبار سے لبریز ہوگئی۔ یورپی سرمایہ داروں نے یہاں کی سرزمین کو نیل اور تمباکو سے مالا مال دیکھ کر ان دونوں چیزوں کی تجارت پر قابض ہوجانے کے لئے سرگرم جدوجہد شروع کردی۔ شاہ قاچار حاکم ایران نے اسمٰعیل خدیو مصر کی طرح حکومت کے ادارے رہن رکھ کر قرض لینا شروع کر دیا۔ لیکن جب ۱۸۹۰ء میں سارے ایرانی تمباکو کی کاشت۔ فروخت اور برآمد کا ٹھیکہ ایک انگریز کمپنی کو دیا گیا۔ تو ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہیجان واضطراب کا ایک طوفان برپا ہوگیا۔

اسی زمانے میں سید جمال الدین افغانی نے ایران پہنچ کر حالات کو درست کرنے کی کوشش کی۔ لیکن بادشاہ نے انھیں اپنے ڈھب کا نہ پاکر گرفتار کرنے کے بعد جلا وطن کردیا۔ انھوں نے حاجی مرزا حسن شیرازی مجتہد اعظم کے نام ایک مکتوب میں ایران کے حسب ذیل چشم دید حالات تحریر کئے:۔

"اے پیشوائے اعظم! لاریب بادشاہ کا دل ودماغ کمزور ہے۔ اس کی سیرت نہایت بُری اور دل ناپاک ہے۔ وہ ملک پر حکومت اور رعایا کی اصلاح کرنے کا ہرگز اہل نہیں۔ اس نے فاسق وفاجر اور ظالم وسیاہ باطن افراد کے ہاتھ میں زمام اختیار واقتدار دے رکھی ہے۔ وہ رسول کریم کا مضحکہ اڑاتا اور آئین شریعت کی توہین کرتا ہے۔ وہ شریعت

کے نافذ کرنے والوں کی تحقیر اور علمائے اسلام کو نفرت سے یاد کرتا ہے۔ وہ نیک و پرہیزگار اشخاص کی بے عزّتی کرتا ہے۔ اور آلِ رسولؐ سے تعلق رکھنے والے افراد کی تذلیل سے باز نہیں آتا۔ علاوہ بریں جب سے وہ کفّار کے ملک سے واپس آیا ہے۔ یکسر شتر بے مہار ہوگیا ہے۔ کھُلے بندوں شراب پیتا اور بے دینوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتا ہے۔

"اس نے ایران کا ایک طویل و عریض علاقہ اس کے تمام منافع کے ساتھ کفّار کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ نیز سڑکیں۔ کارواں سرائے۔ باغ اور کھیت سب کے سب ان کے سپرد کر دئے ہیں۔

"تمباکو کی ساری کاشت مع کھیتوں کے۔ انگوروں کے تمام باغ۔ صابون۔ موم بتیاں اور شکر سازی کے تمام کارخانے کفار کو دے ڈالے ہیں۔ یہاں تک کہ بنک بھی۔ میں آپ کو کیونکر بتاؤں۔ کہ بنک کیا ہے۔ مختصر یہ کہ ساری سلطنت اعدائے اسلام کی تحویل میں دے دی ہے۔ اس کے بعد جو باقی بچا۔ وہ روس کے حوالے کر دیا گیا۔ یعنی مندب رشت۔ دریائے طبرستان۔ انزال اور خراسان کی درمیانی سڑک۔ اس کے ساتھ آس پاس کے تمام مکانات۔ کارواں سرائے اور قابلِ کاشت زمین بھی دے دی گئی۔ لیکن روس اب بھی مطمئن نہیں۔ وہ تو خراسان۔ آذربائیجان اور ماژندران کے پورے صوبوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

"اس ملعون نے مجھے اس وقت گرفتار کرایا۔ جب میں خانقاہ عبد العظیم میں مقیم اور سخت بیمار تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے حکّام نے جاڑے کے موسم میں طہران کی اس سڑک پر جو برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ مجھے گھسیٹا۔ اِنّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔ اس کے حکّام نے میری بیماری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک لدّو ٹٹّو پر مجھے بٹھایا۔ اور زنجیروں میں جکڑ دیا۔ اور جب جاڑے کی ٹھٹھرا دینے والی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اور ہر طرف برف ہی برف پڑ رہی تھی۔ مجھے خانقین پہنچایا گیا۔ اور یہاں سے بصرہ بھیج دیا گیا۔"

ایران سے جلاوطن ہو کر سیّد جمال الدین لندن پہنچے۔ اور رسالہ "ضیاء الخافقین" شائع کر کے ایران کی رائے عامہ کو بیدار و تیار کیا۔

اس داخلی وخارجی شورش کا یہ اثر ہوا۔ کہ علماء ایران نے تمباکو پینے کے خلاف ایک متفقہ فتوئی شائع کیا جس سے شاہ ایران کے خدام تک نے اسے حقہ بھر کر دینے سے انکار کر دیا شاہ کو مجبوراً تمباکو کا ٹھیکہ منسوخ کرنا پڑا۔

اس تدبیر سے عوام کا اضطراب کم نہ ہوا۔ کیونکہ ابھی دوسرے ذرائع معاش برابر برطانی اور روسی سرمایہ داروں کے قبضے میں تھے۔ آخر ۱۸۹۶ء میں ایک شخص مرزا رضا خاں نے شاہ ایران کو تہ تیغ کر دیا۔ اور گرفتاری کے بعد عدالت میں بیان دیتے ہوئے کہا۔

"...... سید جمال الدین نے سچی باتوں کے سوا اور کیا کہا تھا؟ لیکن اس کی پاداش میں ان کی یہ درگت بنائی گئی۔ کہ اسے جو آلِ رسولؐ سے تھا۔ ایک مقدس خانقاہ کی چار دیواری سے اس بے رحمی کے ساتھ گھسیٹ کر نکالا گیا۔ کہ اس کے کپڑے تک پھٹ گئے۔

میں نے جن احساسات کی بنا پر یہ قتل کیا ہے۔ ان میں میرے ساتھ ایران کے بے شمار افراد شریک ہیں۔ جن میں علماء بھی ہیں۔ امراء بھی۔ تاجر بھی ہیں اور مزدور بھی۔

اب تو ہر شخص کے جذبات واحساسات وہی ہیں۔ جو میرے ہیں۔ لیکن میں اس خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ جو سید جمال کا اور تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ کہ میں نے سید جمال الدین کے سوا اس قتل کے ارادے کی اطلاع اور کسی کو نہ دی تھی۔ مگر سید صاحب تو اب قسطنطنیہ میں ہیں۔ جو کچھ تم کر سکتے ہو کرو۔"

قتل شاہ کے باوجود نظام حکومت جوں کا توں رہا۔ اور حالات میں کوئی تغیر رونما نہ ہوا۔ پروفیسر براؤن رقم طراز ہیں:۔

"نیا بادشاہ بھی اپنے پیش رو کے رنگ میں رنگا گیا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی۔ کہ یورپ کی رنگین فضاؤں میں رنگ رلیاں منانے کا شوق ان بادشاہوں کو بار بار قرض لینے پر مجبور کرتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۰ء میں روس سے دو کروڑ پچیس لاکھ روبل لیا گیا۔ پھر دو سال بعد ۱۹۰۲ء میں اس پر ایک کروڑ کا اضافہ ہوا۔ اس قرض کا نتیجہ یہ ہوتا تھا۔ کہ حکومت کے محکمے تو روسی کفالت میں بطور ضمانت چلے جاتے تھے۔ اور قرض کی رقم یورپ کے ہوٹلوں کی نذر ہو جاتی تھی۔ جہاں ایک ایک دن کے مصارف کا بل چھ چھ ہزار فرانک (تقریباً

Marfat.com

چار ہزار روپیہ) تک پہنچتا تھا۔

کاغذ کی ناؤ کب تک بہتی۔ رعایا راعی کے ہولناک مظالم کب تک سہتی؟ آخر شورش و بغاوت کے زلزلے آنے لگے۔ اور بادشاہ کو عوام کے مطالبۂ حکومت دستوری کے آگے جھکنا پڑا۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء میں ایک نمائندۂ عوام مجلس نے دستور اساسی مرتب کیا جس کے رو سے بادشاہ کے اختیارات کو آئین و دستور کا پابند بنانے کی سعی کی گئی۔

اس پر روس اور برطانیہ کے کان کھڑے ہوئے۔ اور انھوں نے اپنے اپنے آبگینۂ مفاد کو ٹھیس سے بچانے کے لئے ۱۹۰۷ء میں شاہ ایران کو ایک معاہدہ کرنے پر مجبور کیا۔ جس کے رو سے ایران کے ذرائع معاش دو حصوں میں بانٹ دیئے گئے۔ (۱) شمالی اور (۲) جنوبی شمالی حصے کے معاشی ذرائع پر روس کو اور جنوبی حصے پر برطانیہ کو مختار بنا دیا گیا۔ اس معاہدہ نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا۔ عوام کے جذبات حد سے زیادہ بھڑک اٹھے۔ بادشاہ نے رہنماؤں کو نذر دار کر دیا۔ اور لوگوں کے گھر لوٹ لئے گئے۔ اس پر آتش انقلاب کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ بغاوت کی صرصر نے پورے زور سے سائیں سائیں کر کے دلوں کو ہلا دیا۔ آخر ۱۹۰۹ء میں شاہ نے راہ فرار اختیار کر کے جان بچائی۔ اور تاج و تخت اس کے بیٹے سلطان احمد کے سپرد کیا گیا۔

۱۹۱۷ء میں روس کی سرزمین توسن انقلاب کی ٹاپوں سے پامال ہو گئی۔ اور زاریت کا تختہ الٹ کر بالشویت کا طوطی بولنے لگا۔ روس کی جدید حکومت ایران پر قبضہ قائم نہ رکھ سکی۔ اور وہاں سے روسی اقتدار کے اٹھ جانے کا اعلان کر دیا گیا۔

بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ برطانیہ کی منہ مانگی مراد بر آئی۔ اور ۱۹۱۹ء میں اس کے وزیر خارجہ لارڈ کرزن نے شاہ ایران سے ایک معاہدے پر دستخط کرا کے اس کے سارے ملک کو برطانیہ کے فوجی اور سیاسی اقتدار کی بھٹی میں جھونک دیا۔ اب عام طور پر یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ایران کے شمال میں اشتراکیت کا پھریرا اڑے گا۔ اور جنوب میں برطانیہ اپنے اقتدار کا سکہ بٹھائے گا۔

رضا شاہ پہلوی | اسی دوران میں ایک گمنام فوجی افسر رضا شاہ پہلوی نے ۱۹۲۱ء

تھوڑی سی فوج لے کر قصر شاہی پر چڑھائی کر دی۔ شاہ ایران نے اسے طلب کر کے اس سے گفتگو کی۔ اس نے باتوں باتوں میں کہہ دیا۔ کہ:۔

"ایران کا مطلع سیاست مکدّر ہو چکا ہے۔ اور وہ دن دُور نہیں۔ کہ یہ نام نہاد شاہی بھی آخری ہچکی لے کر دم توڑ دے۔ ایران پر اجنبی طاقتوں کے بھیانک سائے پڑ رہے ہیں۔ جن سے نجات پانے کی یہی واحد صورت ہے۔ کہ آپ مجھے مقدر آزمائی کا موقع دیں۔ اور موجودہ کمان دار اعظم اور وزیر اعظم کو معزول کر کے ان کا کام میری تحویل میں دے دیں"

شاہ ایران نے بے بسی کی حالت میں رضا شاہ کا مطالبہ منظور کر لیا۔ اور ملک گوناگوں و روز افزوں مشکلات کے گرداب میں پھنس کر ساحل پر ابھر آیا۔ برطانی فوجیں ایران سے لوٹ گئیں۔ اور ایران پر پھر ایرانیوں کے اقتدار کا پرچم لہرانے لگا۔

دسمبر ۱۹۲۵ء میں شاہ ایران کو معزول کر کے شاہی اختیارات کی باگ رضا شاہ کے ہاتھ میں دے دی گئی۔

اب رضا شاہ کو دو سب سے بڑے مسئلے حل کرنے تھے۔ (۱) امن عامہ کا قیام اور (۲) ملک کی معاشی حالت کی اصلاح۔ چنانچہ پہلے اس نے فوج کی تائید و حمایت سے ایران میں امن و امان کی فضا پیدا کی۔

اس کے بعد وہ معاشی حالت کو درست کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ لیکن اس کی پوری اصلاح کوئی منہ کا نوالہ نہ تھی۔ صنعت و حرفت کے میدان میں وہ تیزی سے گرم جولان ہے۔ قالین۔ شال اور ریشمی کپڑے نہایت نفاست و کثرت سے تیار کئے جاتے ہیں۔ زرکاری بھی بہت اچھی کی جاتی ہے۔ البتہ مشین بنانے کی رفتار سست ہے۔ شکر۔ دیا سلائی اور کپڑے کے کچھ کارخانے قائم کئے گئے ہیں۔ لیکن دوسری مصنوعات کے باب میں ایران ابھی یورپ سے بے نیاز نہیں ہوا۔ پھر بھی ایران کی عام حالت ہندوستان سے مقابلۃً بہتر ہے۔

اے۔ ٹی۔ ولسن کا بیان ہے:۔

"ایران کا معیار زندگی ہندوستان سے بلند ہے۔ اگرچہ یورپ کا مقابلہ نہیں کرتا۔

Marfat.com

ایران کے معمولی خوش حال کسان اور دیہاتی بھی خمیری روٹی۔ پنیر۔ گوشت۔ چاول مرغ اور انڈے استعمال کرتے ہیں۔ البتہ زیادہ غریب دیہاتیوں کی گزران صرف جو کی روٹی پر ہوتی ہے۔ شکر اور چائے کا استعمال ایران میں بہت زیادہ ہے۔ لوگ بالعموم خوش پوش ہیں۔ اور بہت کم چہروں پر مفلسی کی مردنی نظر آتی ہے۔ ایران میں انتہائی غریبی اور انتہائی دولت کے نظارے بہت کم دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ صنعتی یورپ میں دیکھے جاتے ہیں۔ یہاں کا عام معیار زندگی سادہ ہے۔ لیکن ایسا جو انسانی ضروریات کی کافی تکمیل کرتا ہے"۔

جنوبی ساحل کے قریب تیل کے چشمے ہیں۔ اور اس انتہائی نفع بخش چیز کی بنا پر ایران کو دنیا بھر میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن ان چشموں کی آمدنی سے بہت زیادہ فائدہ برطانیہ حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان میں ایران اور برطانیہ دونوں کا سرمایہ لگا ہوا ہے۔ اور ایرانی سرمایہ برطانی سرمائے کا چوتھا حصّہ ہے۔

مذہبی تعصب کے باعث اسلامی ممالک سے ایران کے افسوس ناک انقطاع کو شاہ ایران نے سختی سے محسوس کر کے ۱۹۳۷ء میں افغانستان۔ عراق اور ترکی کے ساتھ معاہدہ موّدت کیا۔ جو میثاق سعد آباد کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدے سے عالم اسلام کے ساتھ ایران کے تعلقات دوستانہ ہو گئے۔

تعلیمی حالت پہلے سے بہت اچھی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں یہاں صرف ۶۱۲ مدرسے تھے۔ جن میں ۵۵ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۳۷ء میں مدارس کی تعداد پانچ ہزار اور طلبہ کی پونے تین لاکھ ہو گئی۔

فوجی حالت بھی بہتر ہے۔ اکیس سال سے زیادہ عمر والوں کے لئے فوجی تربیت لازمی اور جبری کر دی گئی ہے۔ ہوائی فوج بھی ہے جس کے سپاہیوں کو تربیت کے لئے یورپ بھیجا جاتا ہے۔

۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اور ۱۹۴۱ء میں اتحادی فوجوں نے اس کی حدود میں ڈیرے ڈال دئے۔ آج کل ایران کو روس کی طرف سے بھی خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اور وہ گوناگوں سیاسی و معاشی الجھنوں میں پھنسا ہوا ہے۔

Marfat.com

پچیسواں باب

افغانستان

برطانیہ نے جس طرح ہندوستان کا مشرقی بازو مضبوط کرنے کے لئے برما کو زیر نگیں کیا۔ اسی طرح اس کے مغربی بازو کو تقویت پہنچانے کی خاطر افغانستان پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ۱۸۳۸ء میں پہلی مرتبہ ادھر کا رخ کیا۔ اور چار سال تک حرب و ضرب کا بازار گرم رکھا۔ لیکن ہندوستان کی طرح چونکہ وہاں رنگ رنگ کی قومیں نہیں بستیں۔ اور بھانت بھانت کی بولیاں نہیں بولی جاتیں۔ لہٰذا انگریزوں کی اس رسوائے عالم پالیسی کا "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" زہریلا پودا افغانستان کی سرزمین میں کامیابی کے برگ و بار نہ لا سکا۔ اگرچہ برطانی فوجوں نے متعدد مرتبہ یورش کر کے افغانستان کے بعض اہم مقامات کو زیر نگیں کر لیا۔ لیکن ان پر قبضہ قائم نہ رہ سکا۔ اور انھیں ہر دفعہ واپس ہٹ جانا پڑا۔

اٹھارھویں صدی تک افغانستان کے مغربی حصے پر حکومت ایران کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے۔ اور مشرقی حصہ دولت مغلیہ کے زیر تصرف تھا۔ لیکن نادر شاہ اور اورنگ زیب کے بعد افغانستان پر ایران اور ہندوستان کے اقتدار کی کڑیاں بوسیدہ ہو کر ٹوٹنے لگیں۔ اور سو سال تک یہاں خانہ جنگیوں کے ہولناک طوفان قیامتیں برساتے رہے۔ برطانیہ چابک دست صیاد کی طرح کمان میں تیر جوڑے کمین گاہ میں بیٹھا شکار کے زد پر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ آخر انیسویں صدی کے نصف اول میں انگریزوں نے خفیہ طور پر سکھ حکمران رنجیت سنگھ کی امداد کر کے افغانستان پر دست درازی کرنی چاہی۔ مگر

Marfat.com

۱۸۳۲ء میں امیر دوست محمد خاں نے سکھوں کے دھوئیں اُڑا کر انھیں ایسے ناک چنے چبوائے۔ کہ افغانستان کو منہ کا نوالہ بنانے سے متعلق برطانیہ کے تمام ہوائی قلعے دھڑام سے زمین پر آ رہے۔ بلکہ الٹا اس کے سر پر افغانستان کی بڑھتی ہوئی طاقت کا دہشت ناک بھوت سوار ہوگیا۔ اور ۱۸۳۸ء میں اس نے اسی بوکھلاہٹ کے جوش میں رنجیت سنگھ کے ساتھ اپنی دوستی کا بہانہ بنا کر افغانستان پر فوج کشی کردی۔ اور برطانی لشکر نے جس میں انگریزوں کی نسبت ہندوستانی سپاہی تعداد میں زیادہ تھے۔ یہاں کے مشہور مقامات پر تسلط بٹھالیا۔

کہنے کو تو انگریزوں نے افغانستان پر قبضہ جمالیا۔ لیکن یہاں کے حالات ہندوستان سے مختلف تھے۔ چنانچہ اس کے چپے چپے پر بغاوت کے جراثیم پرورش پاتے رہے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں شورش کی چنگاریاں فلک بوس شعلوں میں تبدیل ہوگئیں۔ ہزاروں سلاح بند افغانیوں نے بے شمار انگریز افسروں اور سپاہیوں کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر ڈالا۔

اب برطانیہ کو ہوش آیا۔ اور اس نے افغانستان میں عدم مداخلت کی پالیسی پر عمل کرنا شروع کیا۔ لیکن کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس خطرے کے پیشِ نظر کہیں روس کا اثر افغانستان سے آگے بڑھ کر ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں نہ لے۔ وہ پھر پاؤں پھیلانے لگا۔ اور ۱۸۸۷ء میں مکرر افغانستان پر یلغار کر کے اس کے مشہور شہر سر کر لیے مگر اب کے بھی وہ افغانیوں کو مغلوب کرنے میں ناکام رہا۔ اور ہزاروں مسلح افغانیوں نے کابل کی ریزیڈنسی پر دھاوا بول کر ریزیڈنٹ اور اس کے عملے کو تکا بوٹی کر ڈالا۔ اس دندان شکن شکست سے انگریزوں کو پورا پورا یقین ہوگیا۔ کہ افغانستان پر غلامی کی کمندیں پھینکنا ان کی طاقت سے باہر ہے۔ چنانچہ انھوں نے ہوا کا رُخ پہچانتے ہی یہاں کی حکومت سے دوستی کی پینگیں بڑھانی شروع کیں۔

امیر عبدالرحمٰن خاں

۱۸۸۰ء میں امیر عبدالرحمٰن خاں تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ جو بہت بڑے مدبر۔ بالغ نظر۔ ماہر سیاست...

اور عالی دماغ شخص تھے۔ وہ باتوں باتوں میں انگریزوں کو اپنے ڈھب پر لے آئے۔ اور ایک ہی سال کے بعد برطانیہ نے اپنی تمام فوجیں افغانستان سے واپس بلالیں۔

امیر عبدالرحمٰن خاں کے دورِ حکومت نے افغانستان کی تاریخ ہی بدل کر رکھ دی۔ اور اس سرزمین کے تاریک افق سے روشن آفتاب اُبھر آیا۔ یہ افغانستان کے پہلے حکمران ہیں۔ جنھوں نے روس اور برطانیہ کے ساتھ اچھے مراسم پیدا کر کے بیرونی مداخلت کا دروازہ بند کیا۔ اور بکھرے ہوئے قبائل کو مجتمع کر کے ایک ناقابل تسخیر جمعیت میں منتقل کر دیا۔

امیر عبدالرحمٰن خاں جدید شہنشاہیت کے پُراسرار ہتھکنڈوں سے کماحقہٗ آگاہ تھے۔ اس لئے انھوں نے روس اور برطانیہ دونوں کے تعلیمی۔ تجارتی۔ معاشی اور تبلیغی کارندوں کے لئے اپنے ملک میں داخل ہونے کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔ اس پر انھیں بیگانگیٔ تہذیب اور گنوارپن کے تیروں کی آماج گاہ بنایا گیا۔ لیکن انھوں نے یہ جواب دیا:۔

"میں یہ گوارا کرتا ہوں۔ کہ اہلِ یورپ افغانستان کو جاہل اور گنوار کہیں۔ لیکن یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ اپنی آزادی و خود مختاری فروخت کر کے تہذیب و تعلیم کا سبق حاصل کیا جائے۔"

امیر حبیب اللہ خاں

۱۹۰۱ء میں امیر عبدالرحمٰن خاں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اور ان کے فرزند امیر حبیب اللہ خاں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ وہ سیاسی معاملہ فہمی کی منزل میں اپنے والد سے پیچھے تھے۔ اس لئے انگریزوں نے انھیں نہایت آسانی کے ساتھ "تہذیب و تعلیم" کے جادو سے مسحور کر لیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں برطانی کارندے "تہذیب و ترقی" کی شعلیں ہاتھوں میں لئے افغانستان کے گوشے گوشے میں دندنانے لگے۔ حریت خواہ افغانیوں کی غیرت نے انگریزوں کی یہ مداخلت بے جا گوارا نہ کی۔ اور ملک کی سیاسی فضا کے پُرسکون سمندر میں اضطراب و اشتعال کی موجیں اٹھنے لگیں۔

Marfat.com

آخر ۱۹۰۷ء میں انگریزوں کے ساتھ ایک جدید معاہدہ قرار پایا جس سے بے چینی کے مدسنے جزاکی صورت اختیار کرلی۔ لیکن اب بھی افغانستان کے مراسم برطانیہ کے ساتھ قائم تھے۔

امیر امان اللہ خاں

افغانستان کے عوام لیلائے آزادی کے دیوانے تھے۔ اور اپنے وطن پر برطانیہ کی گرفت کسی صورت گوارا نہ کرسکتے تھے چنانچہ امیر حبیب اللہ خاں کے خلاف ناراضی کے جذبات برانگیختہ ہوتے رہے۔ آخر ۱۹۱۹ء میں انھیں قتل کردیا گیا۔ اور امیر امان اللہ خاں تخت نشین ہوئے۔ انھوں نے عامۃ الناس سے وعدہ کیا۔ کہ وہ افغانستان کو انگریزوں کے اثر و اقتدار کی زنجیروں سے یکسر آزاد کرادیں گے۔ اور عوام کا دل مٹھی میں لینے کے لئے ہندوستان پر یورش بھی کردی۔

۱۹۲۱ء میں ایک جدید معاہدہ مرتب ہوا جس کے رو سے افغانستان نے برطانی اثرات کی قبا کو تار تار کر پارہ پارہ کردیا۔ اور سرحدی مسائل کا مساویانہ تصفیہ عمل میں آیا۔

اس وقت تک افغانستان کے حکمران کو "امیر" کہا جاتا تھا۔ لیکن ۱۹۲۶ء میں امان اللہ خاں نے "بادشاہ" کا لقب اختیار کیا۔ اور تمام سلطنتوں نے شاہ افغانستان کو شاہ برطانیہ کا ہم پلہ تسلیم کرلیا۔

امان اللہ خاں چاہتے تھے۔ کہ وہ بھی افغانستان کو ترکی اور ایران کی طرح ترقی کی شاہراہ پر ڈال دیں۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء میں افغانستان کا اولین "دستور اساسی" مرتب ہوا۔ جس کے مطابق بادشاہ کے اختیارات کو آئین و قوانین کی قید میں لایا گیا۔ اور عوام کے لئے نظام حکومت میں داخل ہونے کے دروازے کھول دیے گئے۔

ساتھ ہی امان اللہ خاں نے معاشرتی اصلاح کا بیڑا بھی اٹھالیا۔ لیکن افغانستان کے عوام ان جدید اصلاحات کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ملک بھر میں شورش اور ہیجان برپا ہوگیا۔ برطانیہ کے دل میں یہ کانٹا خلش افزا تھا کہ معاہدہ ۱۹۲۱ء کے مطابق افغانستان سے برطانی اقتدار کا جنازہ نکل گیا تھا۔ غرض ان وجوہ سے بغاوت کی خونیں آندھیاں اٹھیں۔ بدنظمی کے سیلاب امڈے۔ ابتری کے بادل گرجے۔ اور

Marfat.com

ہولناک تباہی و بربادی کی لگاتار اور موسلادھار بارشیں ہوئیں۔ امان اللہ خاں کو مجبوراً افغانستان سے بھاگنا پڑا۔

نادر خاں جرنیل نادر خاں (مقیم یورپ) افغانستان لوٹے۔ اور بغاوت کا گلا گھونٹ کر امان اللہ خاں کے بجائے اپنے تخت پر متمکن ہونے کا اعلان کر دیا۔ انگریزوں نے نادر خاں کو ساڑھے سات سو پونڈ قرض بے سود۔ دس ہزار رائفلیں اور پچاس لاکھ کارتوس دے کر رام کر لیا۔

ظاہر شاہ انگریزوں کے ساتھ جرنیل نادر خاں کے مراسم خوش گوار تھے۔ مگر ان کی یہ پالیسی ان کے لئے سازگار ثابت نہ ہوئی۔ اور ۱۹۳۳ء میں کسی دشمن کے ہاتھوں تہ تیغ کر دئے گئے۔ ان کے بعد ان کا فرزند ظاہر شاہ سریر آرائے سلطنت ہوا۔ افغانستان کا ہر باشندہ پیدائشی سپاہی ہے۔ لیکن جدید تعلیم و تربیت کی کمی کے باعث وہ سائنس کی نئی روشنی کے ساتھ ساتھ نہیں چل سکتا۔ بہر نوع رفتہ رفتہ سیاسی شعور ترقی کر رہا ہے۔ اور زمانہ شناس و روشن دماغ شخصیتیں پیدا ہو رہی ہیں۔

فوج یہاں باقاعدہ تنخواہ دار فوج کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے۔ قبائلی علاقے ہر وقت سلاح بند رہتے ہیں۔ اور ضرورت پڑنے پر وہ لوگ فوراً طلب کر لئے جاتے ہیں۔

تعلیم پہلے تو تعلیمی حالت مایوس کن تھی۔ اب چند سال سے امید افزا رفتار کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم مفت دی جاتی ہے ۱۹۳۲ء میں بمقام کابل ایک دارالعلوم قائم کیا گیا جس میں سائنس۔ کیمسٹری۔ ڈاکٹری اور قانون کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔

صنعت و حرفت صنعتی میدان میں افغانستان ابھی بہت پیچھے ہے۔ صنعت و حرفت سے تعلق رکھنے والے لوگ نفرت و حقارت سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن اب لوگوں کا رجحان اس طرف ہونے لگا ہے۔ چنانچہ ٹمین۔ دیا سلائی۔ چمڑا۔ جوتا۔ مکان کی آرائش کا سامان۔ شکر۔ سوت۔ اُون وغیرہ چیزوں

کے کارخانے قائم کئے گئے ہیں۔ موٹر کا ایک معمولی سا کارخانہ بھی کھولا گیا ہے۔ علاوہ بریں مشترک سرمائے کی کمپنیوں کی صورت میں پھل۔ چمڑے۔ اون وغیرہ کی داخلی و خارجی تجارت بھی اعلیٰ پیمانے پر کی جاتی ہے۔

میزانیہ۔ حکومت کا سالانہ میزانیہ تخمیناً اٹھارہ کروڑ افغانی ہے۔

Marfat.com

بلند کر دیا۔ اور ایک خاص علاقے میں اپنی حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ جمہوریہ کی مرکزی حکومت اور اشتراکیوں میں خانہ جنگی کا بازار گرم ہو گیا۔

ڈچ حکومت کی فوج کشی

دوسری جانب ڈچ حکومت نے جمہوریہ کے سامنے یہ شرط پیش کی۔ کہ جمہوریہ کی فوج پوری طرح ڈچ حکومت کے قبضے میں ہو۔ ڈاکٹر محمد حتیٰ (؟) یہ غلامانہ شرط مان لینے پر بھی آمادہ تھے کہ جمہوریہ کی فوج دونوں کے زیر اقتدار رہے۔ لیکن ڈچ حکومت یہ بھی نہ مانی۔ اور بے اطلاع فوج کشی کر دی۔

گوناگوں ترقیاں

انڈونیشیا کی نوخیز مسلم جمہوریہ نے ترقی کے میدان میں تیزی سے گام زن ہونا شروع کر دیا ہے۔ مغربی علوم و فنون کا شوق روز افزوں ہے۔ تعلیمی ترقی کی رفتار امید افزا ہے۔ کتب خانے بہت سے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۰ء تک ۲۶۸۹ کتب خانے قائم تھے۔ بعض شہروں میں متحرک کتب خانوں کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔

Marfat.com

ستائیسواں باب

ہندوستان اسلامی عہد میں

اسلامی حکومت کا آغاز

۸۵ھ/۷۰۵ء میں اموی بادشاہ ولید بن عبدالملک کے ماتحت حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا حاکم تھا۔ اور سندھ۔ مکران اور بلوچستان کے سرحدی علاقے بھی اس کے زیر نگیں تھے چونکہ ان دنوں ایشیا۔ یورپ اور افریقہ میں اسلامی حکومت کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے اس لئے مختلف ممالک کے حکمران دربار خلافت میں تحفوں کے ساتھ اپنے سفیر روانہ کرتے تھے۔ چنانچہ لنکا کے راجے نے اپنے ملک کے متوفی عرب تاجروں کی عورتیں مختلف تحائف کے ساتھ حجاج بن یوسف کی وساطت سے خلیفۂ اسلام کی خدمت میں روانہ کیں۔

سندھیوں نے دیبل کے پاس اس قافلے کے جہاز لوٹ لئے۔ حجاج نے راجہ داہر کو اس واقعے کی اطلاع دے کر عرب خواتین کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ لیکن راجہ نے انکار کر دیا۔

حجاج نے سرحد کے افسر عبداللہ کے نام حکم صادر کر کے اسے اس بحری راستے میں امن قائم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن وہ جنگ میں کام آیا۔ اس کے بعد یہ فریضہ بدیل کے سپرد کیا گیا۔ مگر اس کے گھوڑے نے سکندری کھائی۔ اور بدیل اس پر سے گرتے ہی جان بحق ہو گیا۔ پھر حجاج نے محمد بن قاسم ثقفی کو اس مہم پر بھیجا۔

Marfat.com

712ء یا ۹۳ھ میں محمد بن قاسم نے دیبل کا قلعہ سر کر لیا۔ پھر نیرون پر قبضہ کیا۔ اور رفتہ رفتہ سندھ کو زیر نگیں کرنا شروع کر دیا۔ تین ہی سال میں کشمیر سے کچھ اور بحیرۂ عرب سے مالوہ۔ راجپوتانہ۔ مارواڑ اور دریائے راوی کے ساحل تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

محمد بن قاسم کے بعد متعدد اشخاص یکے بعد دیگرے سندھ کے حاکم مقرر ہوئے۔ ۲۳۹ھ میں سندھ کی زمام حکومت ہارون کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے حجازیوں اور یمنیوں کا توازن قائم نہ رہ سکا جس کی بنا پر حجازیوں کا سردار عمر بن عبدالعزیز ہباری اسے تہ تیغ کر کے خلیفہ متوکل سے فرمان حاصل کرنے کے بعد سریر آرائے سلطنت ہوا۔ ۲۵۷ھ میں سندھ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ شمالی حصے کا صدر مقام ملتان اور جنوبی حصے کا منصورہ مقرر ہوا۔ ہباری خاندان ۳۸۵ھ تک یہاں حکومت کرتا رہا۔

بعد از آں اسمٰعیلی فرقے نے اقتدار حاصل کیا۔ جس کا پہلا حکمران جلم بن شیبان تھا پھر شیخ حمید۔ شیخ نصر اور داؤد ایک دوسرے کے بعد تخت نشین ہوئے۔

داؤد نے محمود غزنوی کے خلاف راجہ جے پال کو فوجی کمک بہم پہنچائی تھی۔ اس لئے ۴۰۱ھ میں محمود ملتان کو مسخر کر کے داؤد کو غزنہ لے گیا۔ جہاں چند روز کے بعد اس نے وفات پائی۔ ملتان سے اسمٰعیلیوں نے منصورہ کا رخ کیا۔ لیکن ۴۱۶ھ میں محمود غزنوی نے ریاست منصورہ پر بھی اپنا پرچم اقتدار لہرایا۔ اس زمانے سے سندھ کے سارے علاقے پر غزنوی بادشاہوں کی حکومت کا طوطی بولنے لگا۔

غزنوی خاندان

اسمٰعیل سامانی حاکم بخارا کے ترک امیر الپتگین نے غزنہ میں ایک خود مختار حکومت کی داغ بیل ڈالی۔ اس کی وفات پر اس کے داماد سبکتگین نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ جو کابل اور پشاور پر بھی قابض ہو گیا۔ اسی سبکتگین کا بیٹا محمود غزنوی تھا جس کے بہادرانہ زریں کارنامے شہرۂ آفاق ہیں۔ محمود پہلا بادشاہ تھا جس نے ہندوستان کے شمال میں اسلامی سلطنت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یہ جب حملہ کرتا تھا۔ تو سارے ہندوستان کے در و دیوار لرز جاتے تھے۔ ۱۰۲۵ء میں اس کا مشہور حملہ سومنات (گجرات) پر ہوا۔ جہاں اس نے زر و جواہر سے لدا ہوا بت توڑ کر

"بت شکن" کا خطاب حاصل کیا۔ سونے کا بت کہاں گیا ؟

اس کے بعد غزنوی خاندان کے حسب ذیل بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے۔

محمد۔ مسعود۔ مودود۔ علی۔ عبدالرشید۔ فرخ زاد۔ ابراہیم۔ مسعود بن ابراہیم۔ بہرام شاہ خسرو شاہ۔ خسرو ملک۔

غوری اور ان کے غلام

کابل کی حدود میں غزنہ سے آگے ایک پہاڑ غور ہے۔ جہاں مدت سے شہاب الدین محمد کا خاندان بود و باش رکھتا تھا۔ جب غزنہ کے حکمران خاندان کا آفتاب اقبال ڈھل گیا۔ تو غوری خاندان نے قوت پاکر غزنہ اور ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۱۷۵ء میں سلطان شہاب الدین محمد غوری نے ملتان پر حملہ کیا۔ پھر سندھ کے شہر اوچ پر قبضہ کیا۔ ۱۱۷۸ء میں گجرات پر چڑھائی کی لیکن شکست کھائی۔ ۱۱۸۶ء میں لاہور فتح ہوا۔ ۱۱۹۲ء میں اس نے بھٹنڈا کو زیرنگیں کیا۔ جو دہلی کے راجہ رائے پتھورا کے زیر اقتدار تھا۔ راجہ لڑائی پر تل گیا۔ ترائن میں فریقین کے درمیان مقابلہ ہوا۔ محمد غوری کو ناکامی ہوئی۔ ۱۱۹۳ء میں محمد غوری نے پھر اسی میدان میں پوری تیاری سے نبرد آزما ہو کر حریف کے چھکے چھڑا دیئے۔ رائے پتھورا تلوار کے گھاٹ اتارا گیا۔ اور دہلی پر محمد غوری کا پرچم تسلط لہرانے لگا۔

۱۱۹۵ء میں محمد غوری نے جے چند راجہ قنوج کو شکست دی۔ اور قنوج سے بنارس تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ ۱۲۰۶ء میں ایک کھوکر اسمٰعیلی کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔

محمد غوری کے بعد اس کے غلاموں نے نہایت قابلیت سے فرائض سلطنت انجام دیئے۔ جن میں سے حسب ذیل خاص طور پر قابل ذکر ہیں:۔

قطب الدین ایبک۔ شمس الدین التمش۔ رضیہ بیگم۔ ناصر الدین محمود۔ غیاث الدین بلبن۔ معز الدین کیقباد۔

خلجی خاندان

خلج ترکستان کے ایک قبیلے کا نام تھا۔ اس قبیلے کے لوگوں نے غزنویوں اور غوریوں کے زمانے میں زبردست ترقی کرکے بڑے بڑے

منصب حاصل کئے۔ معزالدین کیقباد کے زمانے میں فیروز خلجی وزارت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوا۔ اور بادشاہ کے انتقال پر سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی جلال الدین لقب اختیار کیا۔ سب سے پہلے اس نے بغاوتوں کا قلع قمع کیا۔ اور مالوہ پر دوبارہ تسلط بٹھایا۔ ۱۲۹۱ء میں مغلوں نے پنجاب کو تاخت وتاراج کرنا شروع کیا۔ تو جلال الدین فیروز خلجی نے خود لاہور پہنچ کر ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اور وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ رحم دل بادشاہ نے ہزاروں مغل قیدیوں کو معاف کر کے مراجعت وطن کی اجازت دے دی۔ جس سے متاثر ہو کر وہ داخل اسلام ہو گئے۔

فیروز خلجی کو اپنے بھتیجے اور داماد علاء الدین سے بڑی محبت تھی۔ بادشاہ نے اسے کڑا کی حکومت سپرد کی۔ اس نے بہت سے قلعے سر کئے۔ اور ہر طرف امن وامان قائم کیا۔ جلال الدین اس کی بہادری سے بے حد مسرور ہوا۔ علاء الدین نے کڑا سے دکن کی جانب پیش قدمی کی۔ اور قلیل فوج اور معمولی سازو سامان سے ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی جو تاریخ کے صفحات پر زریں حروف میں ثبت ہے۔

جلال الدین کڑا میں علاء الدین سے ملنے گیا۔ تو اس کے آدمیوں نے بادشاہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد ۱۲۹۶ء میں سلطان علاء الدین خلجی دہلی کے تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس نے ملک پر ملک فتح کر کے اپنی سلطنت کو یہاں تک وسیع کیا۔ کہ بنگال سے گجرات اور پنجاب سے دکن تک اس کی ملک گیری کے ڈنکے بجنے لگے۔ علاء الدین گویا سارے ہندوستان کا پہلا مسلمان شہنشاہ تھا۔

تغلق خاندان

ملک تغلق علاء الدین خلجی کے بھائی الغ خاں کی فوج میں ایک معمولی سپاہی تھا۔ لیکن حیرت انگیز ذاتی قابلیت کے زور و قوت سے پہلے سرحدی صوبے کا گورنر۔ پھر ۱۳۲۰ء میں ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ اور غیاث الدین لقب اختیار کیا۔

سلطان غیاث الدین تغلق نے دہلی کے انتظام سے فراغت حاصل کر کے صوبوں کے نظم ونسق پر توجہ مبذول کی۔ اور شمالی ہندوستان کے صوبوں میں معتبر افسر مقرر کئے۔

دکن کے راجوں نے علم بغاوت بلند کر کے ادائے خراج سے انکار کر دیا تھا غیاث الدین نے اپنے فرزند محمد جونا کو ایک زبردست فوج دے کر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ وہ قلعہ پر قلعہ سر کرتا ہوا ۱۳۲۳ء میں سارے دکن کو مسخر کر کے راجوں کو مطیع و منقاد بنانے کے بعد واپس آیا۔

تغلق خاندان نے تقریباً سو برس تک ہندوستان میں کوس لمن الملک بجایا۔ اور سلطنت کا دامن گوناگوں ترقیوں کے لعل و گوہر سے مالامال کر دیا۔ ۱۳۲۴ء میں غیاث الدین تغلق ایک عارضی چوبی مکان کی چھت گر پڑنے سے دب کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اس خاندان کے مندرجہ ذیل بادشاہ تخت حکومت پر متمکن ہوئے:۔

محمد تغلق۔ فیروز شاہ تغلق۔ محمد شاہ۔ محمود شاہ۔

سادات خاندان

۱۴۱۴ء میں خضر خاں حاکم پنجاب نے دہلی کے تاج و تخت پر قبضہ کر لیا۔ اور عمر بھر باغیوں سے جنگ کرتا رہا۔

۱۴۲۱ء میں اس کے بیٹے مبارک شاہ نے تخت سلطنت کو زینت دی۔ اور دھوم دھام سے پنجاب پر حکومت کرتا رہا۔

۱۴۳۵ء میں مبارک شاہ امراء و وزراء کی سازش سے ٹھکانے لگا دیا گیا۔ اور خضر خاں کے ایک پوتے کو محمد شاہ نام سے تخت حکومت پر متمکن کیا۔ ۱۴۴۵ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

بعد ازاں اس کے بیٹے علاء الدین نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ لیکن وہ نا اہل تھا۔ اس لئے دہلی کے سوا سب کچھ ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ آخر دہلی بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اس نے بداؤں جا کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

۱۴۷۸ء میں اس نے وفات پائی۔ اور دہلی پر بہلول خاں لودھی نے دست تصرف دراز کیا۔

لودھی خاندان

بہلول لودھی نے مالوہ کی جنگ میں تیغ شجاعت کے خوب جوہر دکھائے جس پر محمد شاہ نے اسے پنجاب کی حکومت تفویض کر دی۔ اس کو

سلطنت کی وسعت پنجاب سے بہار تک تھی۔ علاء الدین بدایوں چلا گیا۔ تو اسے دہلی کی حکومت مل گئی۔ پھر اس نے جون پور پر قبضہ کر لیا۔ ۱۴۸۸ء میں وہ چل بسا۔

بہلول لودھی کے بعد اس کا بیٹا سکندر لودھی تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنی حکومت مالوہ سے بنگال تک وسعت دی۔ اور آتشِ بغاوت فرو کر کے امن قائم کیا۔ ۱۵۱۷ء میں وفات پائی۔

سکندر لودھی کے بعد اس کا فرزند ابراہیم لودھی سریر آرائے سلطنت ہوا۔ پہلے تو اس نے جون پور فتح کیا۔ پھر گوالیار کے قلعے پر تسلّط بٹھایا۔

دولت خاں لودھی حاکم لاہور نے مغلوں کے سردار بابر بادشاہ حاکم کابل کو تسخیر دہلی کے لئے طلب کیا۔ بابر نے آتے ہی پہلے تو دولت خاں کو جس نے اس کی مخالفت پر کمر باندھی تھی۔ نیچا دکھا کر لاہور کو زیر نگیں کیا۔ پھر دہلی کی جانب اقدام کیا۔ ابراہیم لودھی بھی مقابلے کے لئے نکلا۔ ۱۵۲۶ء میں پانی پت کا میدان آگ اور خون کا سمندر بن گیا۔ ابراہیم کی فوج تعداد میں زیادہ لیکن تجربے میں کم تھی۔ بابر کی فوج [illegible] تجربہ کار تھی۔ اور اس کے پاس ایک زبردست توپ خانہ بھی تھا۔ طرفین میں گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آخر افغانوں کی فوج کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور نصرت الٰہی نے آگے بڑھ کر بابر کے لئے فتح و ظفر کے دروازے کھول دئے۔

ظہیر الدین بابر

مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر آگرہ پہنچ کر حکومت کے نظم و نسق میں مصروف ہو گیا۔ چند ہی روز کے بعد اسے اطلاع ملی۔ کہ راجہ سانگا جو قوی ترین ہندو راجہ ہے۔ راجپوتانہ سے ٹڈی دل لشکر لے کر آگرہ کی جانب بڑھا چلا آ رہا ہے۔ بابر نے بھی برگزیدہ سواروں اور توپ خانے کے ہمراہ اجمیر کی جانب باگ اٹھائی۔ بیانہ کے پاس فریقین میں رزم آرائی ہوئی۔ جس میں فتح و کامرانی بابر کے قدموں پر نثار ہوئی۔ راجہ سانگا نے مجروح ہو کر راہ فرار

اختیار کی۔ اور گھر پہنچتے ہی ختم ہو گیا۔

بابر نے مالوہ کے پاس چندیری کا قلعہ بھی سر کر لیا۔ اور اب اس کی حدود سلطنت جون پور سے بنگال تک وسیع ہو گئیں۔ لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ اور ۱۵۳۰ء میں پچاس سال کی عمر پا کر سفر آخرت اختیار کیا۔ ظہیرالدین بابر

نصیر الدّین ہمایوں

ظہیر الدین بابر بادشاہ کے بعد اس کے فرزند اکبر نصیر الدین ہمایوں نے تاج سلطنت زیب سر کیا۔ اور مختلف صوبوں کی حکومتیں بھائیوں میں تقسیم کر کے کالنجر کا محاصرہ کر لیا۔ پھر باغیوں کی گوشمالی کے لئے جون پور اور چنار گڑھ کی راہ لی۔ جہاں سے وہ شیر شاہ کو مغلوب کر کے واپس آیا۔ ۱۵۳۲ء میں بہادر شاہ والی گجرات سے جنگ آزما ہوا۔ کیونکہ اس نے بعض باغی مغلوں کو پناہ دی تھی۔ اسی دوران میں اسے بہار سے شیر شاہ کے باغی ہونے کی خبر ملی۔ ہمایوں نے بہار کی طرف باگ اٹھائی۔ لیکن شیر شاہ بھاگ گیا۔

شیر شاہ نے بہار سے جون پور کا رخ کیا۔ ہمایوں چل دیا۔ لیکن گنگا کے گھاٹ آ کر پتا چلا۔ کہ شیر شاہ نے وہاں سے لوٹ کرنا کا بندی کر رکھی ہے۔ شیر شاہ نے موقع شناسی سے کام لے کر صلح کا دامن پھیلایا۔ ہمایوں رضامند ہو گیا۔ لیکن شیر شاہ نے مغل فوج کو غافل پا کر دھوکے سے شب خون مارا۔ جس سے ہزاروں مغل سپاہی کھیت رہے۔ ہمایوں سخت دشواری سے ساحل دریا پر پہنچا۔

اس کے بعد ہمایوں آگرہ سے دہلی ہوتے ہوئے پنجاب میں داخل ہوا۔ لیکن تمام بھائی برادران یوسف ثابت ہوئے۔ اور شیر شاہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے پنجاب تک آ گیا۔ ہمایوں راجپوتانہ کی راہ سندھ چلا گیا۔ وہ امرکوٹ میں اقامت گزیں تھا کہ اکبر پیدا ہوا۔ اور کمر سے مشک نافہ کھول کر لوگوں میں تقسیم کیا۔ اس کی روح افزا خوشبو ہوا کے دوش پر اڑ کر چاروں طرف پھیل گئی جسے تمام لوگوں نے نیک شگون خیال

ہمایوں نے سندھ سے قندھار کی طرف باگ اٹھائی۔ جہاں کی عنان حکومت اس کے بھائی کے ہاتھ میں تھی۔ پھر اس سے دو دو ہاتھ کرتے ہوئے ایران پہنچ گیا۔ وہاں کے حکم ران نے اسے سر آنکھوں پر بٹھاتے ہوئے انتہائی قدر و منزلت کی۔ وہ مدت تک وہاں مہمان کی حیثیت سے مقیم رہ کر موقع تلاش کرتا رہا۔

سُوری پٹھان

شیر شاہ سُوری

فرید خاں نے بنگال اور بہار کے علاوہ جون پور۔ آگرہ۔ دہلی اور پنجاب کو بھی دست تصرف میں لا کر شیر شاہ کا لقب اختیار کرتے ہوئے دہلی کے تخت سلطنت پر قدم رکھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں مالوہ اور رجپوتانے کے بھی متعدد قلعے سر کر لیے۔

شیر شاہ نے کالنجر کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ کہ بارود میں آگ لگ گئی۔ جس نے شیر شاہ کے خرمنِ زندگی کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور ۱۵۴۵ء میں ادھر قلعہ سر ہوا۔ اُدھر شاہ کا قصر حیات زمیں بوس ہوا۔

شیر شاہ نے بنگال سے پنجاب تک ایک طویل و عریض سڑک بنوائی۔ دونوں طرف سایہ دار درخت لگوائے۔ ہر کوس پر سرائے۔ کنواں اور مسجد تعمیر کرائی۔ سرائے میں ہر شخص کو بے امتیاز مذہب و ملت سرکاری کھانا ملتا تھا۔ اس کا عدل و آئین مشہور ہے۔

اس کے بعد سُوری خاندان کے حسب ذیل بادشاہ تخت نشین ہوئے۔
سلیم شاہ۔ محمد شاہ عادل۔ ابراہیم سُوری۔ سکندر سوری۔

Marfat.com

خود مختار ریاستیں

اِدھر تغلق خاندان کی حکومت نے آخری ہچکی لی۔ اُدھر صوبوں کے حاکم خود مختاری کی بلند فضاؤں میں پرواز کرنے لگے۔ دہلی کی سلطنت قرب وجوار کے صوبوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔ شیر شاہ نے بدنظمی کے شعلوں کو آبِ تدبیر کی بوچھار سے ٹھنڈا کرنے کی انتہائی جدوجہد کی۔ لیکن حیات مستعار نے اسے زیادہ مہلت نہ دی۔ اور اس کے بعد تو سوریوں کا ستارۂ اقبال آفتاب لبِ بام ہو گیا۔

جس زمانے میں سُوری خاندان زوال کی پستیوں میں گرتا چلا جا رہا تھا۔ سندھ میں ارغون خاندان عروج کی بلندیوں پر متمکن تھا۔ ملتان میں خاندان لنگاہ۔ دہلی۔ آگرہ اور جون پور میں عادل شاہ کا وزیر ہیمو بقال۔ بہار اور بنگال میں پٹھان برسر اقتدار تھے۔ مارواڑ اور راجپوتانہ راجپوتوں کے زیر نگیں تھے۔ مالوہ کی علاحدہ ایک اسلامی ریاست تھی۔ گجرات پر مظفر شاہ کا قبضہ تھا۔ بہمنی خاندان کے خاتمے پر دکن میں پانچ ریاستیں بن گئی تھیں۔ بیجاپور میں عادل شاہی۔ گول کنڈا میں قطب شاہی۔ احمد نگر میں نظام شاہی۔ بیدر میں برید شاہی اور برار میں عماد شاہی خاندان کے اقتدار کا سکّہ چل رہا تھا۔ ہندوؤں کی زبردست سلطنت وجیانگر کو دکن کی اسلامی ریاستوں نے مسخر کر کے اس کے حصّے بخرے کر لینے کے بعد اپنے اپنے علاقے میں شامل کر لیا۔ اورنگ زیب کے عہدِ سلطنت میں دکن کا سارا علاقہ سلطنت مغلیہ میں شامل ہو گیا۔

خاندان مغلیہ

ظہیر الدین بابر

ہمایوں کی مراجعت

۱۵۴۵ء میں ہمایوں ایران سے ۱۴ ہزار جانباز سپاہیوں کا لشکر لے کر قندھار آیا۔ اور تقریباً دس سال کے دوران میں کابل۔ سیستان اور بدخشاں کو زیر نگیں کیا۔

۱۵۵۴ء میں تمام بھائیوں کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے ۱۵ ہزار سواروں سے لاہور قلعہ سر کیا۔ اور سر ہند کے قریب سکندر سوری کے بھی چھکے چھڑا دئے۔

اب ہمایوں کا آفتاب اقبال دہلی اور آگرہ کی وسعتوں پر شاہانہ جاہ و جلال کی تجلیاں برسا رہا تھا۔ سکندر سوری میں ابھی دم خم باقی تھا۔ اور وہ حکومت کے ساتھ ٹکر لگانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس لئے ہمایوں نے شہزادہ اکبر کو اس کے اتالیق بیرم خاں کی معیت میں سکندر سوری کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ انھیں دنوں ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے بمقام دہلی داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

جلال الدین اکبر

اسی سال اکبر نے تیرہ سال نو ماہ کی عمر میں بمقام کلانور تاج سلطنت زیب سر کیا۔ اور جلال الدین لقب اختیار کیا۔

بہرام خاں نے مغل فوج کو لے کر دہلی کی جانب پیش قدمی کی۔ اُدھر ہیمو بقال بھی اکبر کو پنجاب سے نکالنے کے لئے روانہ ہو گیا۔ ۱۵۵۶ء میں پانی پت کا میدان فریقین کی رزم گاہ قرار پایا۔ مغل بہادروں نے ہیمو کی فوج کے دھوئیں اُڑا کر رکھ دئے۔ ہیمو گرفتار ہو کر تہ تیغ کیا گیا۔ اور دہلی پر اکبر کا پرچم فتح لہرانے لگا۔

بیرم خاں حج کو جاتے ہوئے ایک پٹھان کے ہاتھ سے جس کے باپ کو اس نے کسی زمانے میں مار ڈالا تھا۔ فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ تو امور مملکت کا سارا بوجھ اکبر کی گردن پر آ پڑا۔ لیکن اس نے بہادری اور دانش مندی سے تمام مشکلات کا مقابلہ کیا۔ جب اکبر نے دیکھا۔ کہ پنجاب پر حکیم مرزا نے ہلّہ بول دیا ہے۔ مالوہ میں ادھم خاں نے علمِ خود مختاری بلند کر دیا ہے۔ اور اودھ و قنوج پر خان زماں نے دست درازی شروع کر دی ہے۔ تو ہر مقام پر خود جا کر باغیوں کو نیچا دکھایا۔ پھر چتوڑ کے مشہور و مضبوط قلعے کو مسخر کیا۔

بعد ازاں اس کم سن مگر صاحبِ عزم۔ با تدبیر اور جواں ہمت بادشاہ نے گجرات۔ بہار۔ بنگال۔ کشمیر۔ قندھار۔ سندھ۔ برار۔ خاندیش اور احمد نگر کا کچھ حصہ فتح کر کے ان تمام علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔ گویا اکبر کے عہد میں ہندوستان کی متحدہ سلطنت کا قیام دوبارہ عمل میں آیا۔

Marfat.com

اکبر نے ۴۹ سال سلطنت کی۔ اور ۱۶۰۵ء میں ۶۳ سال کی عمر پاکر سفر آخرت اختیار کیا۔

اکبر ناخواندہ لیکن بلا کا ذہین۔ مدبر اور بہادر تھا۔ اگرچہ آخر عمر میں اس کے مذہبی خیالات نے اور ہی رنگ اختیار کر لیا تھا۔ لیکن زبردست ملکی اور جنگی نظام قائم کرنے کے اعتبار سے ہندوستان بھر میں اس کا کوئی حریف نہ تھا۔

نورالدین جہانگیر (سلیم)

۱۶۰۵ء میں اکبر کا بیٹا سلیم سریر آرائے سلطنت ہوا۔ اور نورالدین جہانگیر لقب اختیار کیا۔ جہانگیر کے بیٹے خسرو نے عَلم بغاوت بلند کیا۔ لیکن گرفتار ہو کر نظر بند ہوا۔ اور اسی حالت میں انتقال کیا۔

۱۶۱۴ء میں شہزادہ خرم نے رانا اودے پور سے اظہار اطاعت کرا کے اسے دربار میں حاضر کیا۔ ۱۶۲۵ء میں دکن جاکر سلطنت احمد نگر کو زیر نگیں کیا۔ اور نظام شاہیوں کے باغی سالار فوج ملک عنبر حبشی کی سرکوبی کر کے اسے صلح پر مجبور کیا۔

ایرانیوں نے قندھار پر قبضہ کر لیا۔ جہانگیر نے خرم کو اس مہم کے سر کرنے کا حکم دیا خرم نے خیال کیا۔ کہ نورجہاں اسے اس تدبیر سے محروم تخت و تاج کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا اس نے آگرہ کی جانب پیش قدمی کی۔ مہابت خاں سپہ سالار نے جنگ کر کے اسے شکست دی۔ لیکن خود مہابت خاں شہزادہ پرویز کا حامی تھا۔ نورجہاں نے اس پتھر کو بھی راستے سے ہٹا دینا چاہا۔ مہابت خاں پانچ ہزار کی فوج لے کر آ پہنچا۔ اور موقع پاکر بادشاہ کو نظر بند کر دیا۔ مہابت خاں کی فوج میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور باہم سر پھٹول ہونے لگی۔ لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر بادشاہ کو رہا کرا لیا۔ نورجہاں نے مہابت خاں کو اس شرط پر معافی دی کہ وہ خرم کو گرفتار کر لائے۔ لیکن مہابت خاں نے خرم سے ساز باز کر لی۔ ۱۶۲۶ء میں شہزادہ پرویز نے دکن میں وفات پائی۔ اور ۱۶۲۷ء میں خود بادشاہ نے کشمیر سے واپس آتے ہوئے لاہور پہنچ کر انتقال کیا۔

جہانگیر حسن ذوق میں اپنی نظیر آپ تھا۔ علمی مذاق ایسا تھا۔ کہ اس نے تزک جہانگیری تصنیف کی۔ اس کی بیگم نورجہاں بھی علم پرور و جدت پسند تھی۔ چنانچہ گلاب کا عطر اور چاندنی کا فرش اس کی مشہور ایجادیں ہیں۔

Marfat.com

شہاب الدین شاہ جہاں

۱۶۲۷ء میں جہانگیر کا بیٹا خرم شہاب الدین شاہجہاں کے لقب سے تختِ سلطنت پر متمکن ہوا۔ ۱۶۳۰ء میں خان جہاں لودھی حاکم دکن نے علم بغاوت بلند کیا۔ لیکن اسے ٹھکانے لگا دیا گیا۔ ۱۶۳۱ء میں دولت آباد اور احمد نگر کی سلطنت پوری طرح سلطنت مغلیہ میں شامل کرلی گئی تھوڑے ہی عرصے میں دکن کی بغاوت کا استیصال کر دیا گیا۔ اور ۱۶۳۶ء میں شہزادہ اورنگ زیب کو دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا گیا۔

ہگلی میں پرتگیزوں کی چیرہ دستی کو آغوشِ لحد میں لٹا کر قلعے پر قبضہ کر لیا گیا۔ ۱۶۳۸ء میں قندھار کو زیر نگیں کیا گیا۔

۱۶۵۷ء میں شاہ جہاں کی طبیعت بہت زیادہ علیل ہو گئی۔ اور شہزادہ داراشکوہ نے عنانِ سلطنت ہاتھ میں لے لی۔ یہ دیکھ کر ہر بھائی تاج و تخت پر قابض ہونے کے لئے کوشش کرنے لگا۔ اور ان میں زبردست خانہ جنگی ہوئی۔ آخر عالم گیر نے آگرہ پر قبضہ کر لیا۔

عالم گیر نے مصلحت ملکی کے پیش نظر شاہ جہاں کو آگرہ کے قلعے میں نظر بند کر دیا اور سات سال کے بعد شاہ جہاں نے عالم بقا کی راہ لی۔ 1663

شاہ جہاں نے بہت سی عظیم الشان عمارتیں بنوائیں۔ جن میں آگرہ کا تاج محل۔ دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد بہت مشہور اور بے نظیر ہیں۔ مقدم الذکر عمارت تو دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتی ہے۔

شاہ جہاں کا تخت طاؤس شہرۂ آفاق ہے۔ جس پر کروڑوں روپے صرف ہوئے اس کے دورِ سلطنت میں ہندوستان کی مال گزاری ۲۷½ کروڑ روپیہ تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس بادشاہ کا عہد "عہدِ زرّیں" کہلاتا ہے۔

محی الدین اورنگ زیب عالم گیر

داراشکوہ بھاری لشکر لئے لاہور میں پڑا تھا۔ اورنگ زیب اپنے بھائی مراد کو ساتھ لے کر آگرہ سے لاہور کی جانب روانہ ہوا۔ لیکن مراد وعدے سے پھر گیا۔ اس

Marfat.com

لئے اسے قید کرکے یلغار کرتا ہوا لاہور چلا۔ دارا شکوہ کو خبر ہوئی۔ تو وہ عازم ملتان ہو گیا۔ عالم گیر نے بھی اُدھر کا رُخ کیا۔ دارا شکوہ کو پھر پرچہ لگا۔ تو اس نے ملتان سے سندھ کی راہ لی۔ عالم گیر دو تین افسروں کو ادھر بھیج کر خود دہلی لوٹ آیا۔

یہاں آکر پتا چلا۔ کہ شہزادہ شجاع نقض عہد کرکے لشکر لئے بنارس تک آ پہنچا ہے۔ عالم گیر اسے روکنے کے لئے چلا۔ اٹاوہ کے قریب طرفین میں میدانِ کارزار گرم ہوا۔ جس میں شہزادہ شجاع کو شکست فاش ہوئی۔ عالم گیر تو دہلی لوٹ آیا۔ اور میر جملہ سالار فوج کو شجاع کے تعاقب میں بھیجا۔ اس نے شجاع کو بنگال سے نکال کر کوچ بہار۔ آسام اور چاٹگام کو فتح کرنے کے بعد سلطنت مغلیہ میں شامل کر لیا۔ شجاع برما پہنچا جہاں سے وہ عازم پیگو ہونا چاہتا تھا۔ لیکن راستے ہی میں مارا گیا۔

دارا شکوہ سندھ سے گجرات گیا۔ عالم گیر نے ادھر فوج بھیجی جس نے اجمیر کے پاس دارا شکوہ کو نیچا دکھایا۔ دارا پھر سندھ پہنچا۔ لیکن وہاں کے ایک زمیندار جیون نے اسے گرفتار کرکے عالم گیر کے پاس روانہ کر دیا۔ اور وہ تہ تیغ کر دیا گیا۔

سنہ ۱۶۵۸ء میں عالم گیر نے بھائیوں کی بغاوت کا خاتمہ کرکے سلطنت ہندوستان کا تاج زیب سر کیا۔ سنہ ۱۶۶۲ء میں حاکم کشمیر۔ سنہ ۱۶۶۹ء میں افغان اور سنہ ۱۶۷۱ء میں ست نامی فقیر علم افراز بغاوت ہوئے۔ عالم گیر نے انھیں مغلوب کیا۔

سنہ ۱۶۷۸ء میں اس راجہ نے جودھ پور کی بغاوت کا استیصال کیا۔

اس کے بعد اسے دکن کے مرہٹوں سے جنگ کرنی پڑی۔ ان کا سردار سیواجی بڑا حیلہ ساز اور فتنہ پرداز تھا۔ اورنگ زیب نے اسے شکست پر شکست دی۔ لیکن اس نے بھی ہمت نہ ہاری۔ اور برابر مفسدہ انگیزیوں میں مصروف رہا۔ آخر سنہ ۱۷۰۲ء میں تمام مرہٹوں نے سپر ڈال دی۔ اور دکن اور مرہٹوں کا ملک پوری طرح سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے گئے۔

سنہ ۱۷۰۶ء میں اورنگ زیب نے دار فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت کی۔

ہندوستان میں زمانۂ قدیم سے آج تک محی الدین اورنگ زیب عالم گیر جیسا

عظیم الشان بادشاہ کوئی نہیں گزرا۔ اس نے ۵۰ سال سے زیادہ عرصے تک ہندوستان میں حکومت کا ڈنکا بجایا۔ اس کی حدود سلطنت بلخ سے راس کماری اور کراچی سے آسام تک پھیلی ہوئی تھیں۔

کوئی ثبوت

اورنگ زیب ایک پکا اور سچا مسلمان۔ خدا ترس۔ صاحب دل۔ صاحب نظر۔ عالی فکر۔ ماہر سیاسیات اور مستقل مزاج تھا۔ عالم ہونے کے ساتھ علم نواز بھی تھا۔ فارسی کا بلند پایہ ادیب تھا۔ جس کی شہادت کے لئے رقعات عالم گیری کے صفحات کافی ہیں۔ اس نے اپنے عہد سلطنت میں ہندوؤں پر مناصب جلیلہ کی نعمتوں کا مینہ برسا دیا۔ اور مندروں کے لئے متعدد جاگیریں وقف کیں۔

محمد معظم شاہ عالم بہادر شاہ اوّل

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں شہزادہ معظم اور شہزادہ اعظم میں شدید جنگ ہوئی۔ جس میں اعظم مارا گیا۔ اور معظم "شاہ عالم بہادر شاہ" کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اسے متعدد راجوں کی بغاوتیں فرو کرنی پڑیں۔

۱۷۱۲ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔

اس کے بعد جہاں دار شاہ۔ فرخ سیر۔ محمد شاہ۔ احمد شاہ۔ شاہ عالم دوم اور معین الدین اکبر دوم یکے بعد دیگرے تخت پر بیٹھے۔

ریاست میسور کی تسخیر

ہندوستان کے عین جنوب میں میسور ایک ہندو ریاست تھی۔ راجہ کی حکم رانی تو برائے نام تھی۔ حقیقۃً حکومت کی باگ وزیر "دلوائی" کے ہاتھ میں تھی۔ اس کی فوج میں حیدر علی ایک رسال دار تھا۔ جس نے مستعدی اور بہادری کے باعث طاقت حاصل کرلی۔ وزیر نے اسے برطرف کرنے کی ٹھان لی۔ حیدر علی کو پتا چل گیا۔ ان بن نے لڑائی کی صورت اختیار کرلی۔ حیدر علی کو فتح حاصل ہوئی۔ اس نے راجہ اور وزیر دونوں کو دودھ

Marfat.com

کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا۔ اور خود سلطنت کے سیاہ و سپید کا مالک بن گیا۔
۱۷۶۵ء میں انگریزوں نے نظام حیدر آباد اور مرہٹوں کی مدد سے حیدر علی کو زک دینی چاہی۔ لیکن حیدر علی نے خود مدراس جا کر انگریزوں کو صلح پر مجبور کر دیا۔ ۱۷۸۱ء میں انگریزوں نے شرائط صلح کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ماہی بندر کو ہتھیا لیا جس پر حیدر علی نے جنگ چھیڑ دی۔ لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ اور وہ میسور لوٹ آیا۔ اسی سال اسّی سال کی عمر میں حیدر علی نے کنج لحد میں پناہ لی۔

اس کے بعد اس کے بیٹے فتح علی نے جسے عوام ٹیپو سلطان کے نام سے جانتے ہیں۔ میسور کے تخت حکومت پر قدم رکھا۔ 1781ء

ٹیپو غیر معمولی شجاع اور جانباز مجاہد تھا۔ اس نے تھوڑے ہی عرصے میں بہت سے مقامات مسخر کر لئے۔ جب بنگلور پر پرچم فتح لہرایا۔ تو انگریزوں سے مصالحت ہو گئی۔ جب ٹیپو نے جرم نافرمانی کا مزہ چکھانے کے لئے راجہ ٹراونکور کی گوشمالی پر کمر باندھی تو انگریز اس کی ہوا خواہی کا دم بھرتے ہوئے میدان میں آ کودے۔ اور نظام الملک کی مدد سے ٹیپو کو گھیر لیا۔ پھر نصف سلطنت لے کر اس سے پیمان مصالحت استوار کیا۔ ۱۷۹۸ء میں لارڈ ولزلی گورنر جنرل نے ہندوستان کی تمام ریاستوں کا صفایا کرنے کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے ٹیپو سلطان سے جنگ کی طرح ڈال دی۔ اور نظام الملک سے ساز باز کر کے سرنگا پٹم کا محاصرہ کر لیا۔ اس طرح ٹیپو سلطان گھر گیا۔ مزید برآں سلطان کے معتمد خاص میر صادق علی نے غداری سے کام لیا۔ جس سے انگریز قلعے میں درانہ چلے آئے۔ سلطان نے شیر کی طرح بہادرانہ مقابلہ کیا۔ اور لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔

Marfat.com

سلطنت مغلیہ کا خاتمہ

۱۸۳۷ء میں معین الدین اکبر دوم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ تو اس کا بیٹا سراج الدین ابوظفر بہادر شاہ دوم تخت نشین ہوا۔ انگریزوں نے اس کے باپ کی طرح اسے بھی سالانہ وظیفہ عطا کیا۔ اور ۱۸۵۷ء تک وہ دہلی کے لال قلعہ میں مقیم رہا۔

یوں تو لارڈ ڈلہوزی کی ظالمانہ روش سے ہندوستانی لوگوں کے دلوں میں انگریزوں سے نفرت کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ لیکن لارڈ کیننگ کے زمانے میں ان شعلوں نے قیامت خیز آگ کی صورت اختیار کرلی۔ وہ اس طرح کہ انگریزوں نے ایک عجیب وغریب کارتوس ایجاد کیا۔ جسے چاقو کے بجائے دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس پر یہ خبر گرم ہو گئی۔ کہ کارتوس گائے اور خنزیر کی چربی سے بنایا جاتا ہے۔ اس سے ہر مذہب کے فوجیوں کے جذبات اشتعال کی انتہائی حد تک پہنچ گئے۔

۱۸۵۷ء میں ان لوگوں نے بہادر شاہ کے زیر قیادت علم بغاوت بلند کر دیا جس سے بے شمار انگریز موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ انگریزوں نے نظام دکن۔ راجہ نیپال اور سکھوں سے مدد لے کر اس بغاوت کو رفع کیا۔ مغل شہزادے نہایت سنگ دلی سے قتل کر دیئے گئے۔ اور ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کا چراغ گل ہو گیا۔

اس جنگ آزادی کے بعد ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کے بجائے براہ راست برطانیہ کا پرچم سلطنت لہرانے لگا۔

Marfat.com

Marfat.com

چھٹی جلد

Marfat.com

Asif Asif

Imran Aslam

پاکستان

پاکستان

پاکستان

پاکستان

پاکستان

پاکستان

Pakistan

پاکستان

پاکستان

Pakistan

پاکستان

Marfat.com

اٹھائیسواں باب

پاکستان

انگریزوں نے ہندوستان کی عنانِ سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی یہ حقیقت بخوبی محسوس کرلی۔ کہ اس ملک میں بہت سی قومیں آباد ہیں۔ اور سیکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ گویا یہ ایک برّصغیر ہے۔ اس کی حیرت انگیز زرخیزی دیکھ کر برطانیہ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ حکمران قوم نے دیکھا۔ کہ یہاں سب سے بڑی دو قومیں آباد ہیں (۱) ہندو اور (۲) مسلمان۔ ان میں مذہبی۔ تمدنی اور ثقافتی اعتبار سے زمین آسمان کا فرق ہے۔ ہندوؤں کے متعلق تو اس نے خیال کیا۔ کہ یہ صدیوں سے محکوم چلے آتے ہیں۔ ان سے کوئی خطرہ نہیں۔ البتہ مسلمانوں کے باب میں گوناگوں ہول آفریں خیالات اس کے دماغ میں موج زن ہونے لگے۔ حکومت سوچنے لگی۔ کہ ایک تو مسلمان تقریباً ہزار سال تک یہاں نہایت تزک و احتشام اور جاہ و جلال کے ساتھ حکومت کرچکے ہیں۔ اور ابھی ان کے دماغوں میں سطوت شاہانہ کا اثر باقی ہے۔ دوسرے ان کے مذہبی صحیفہ قرآن میں جہاد کی تعلیم بڑے زور شور سے دی گئی ہے۔ لہٰذا اس نے مسلمانوں کی شاہی تمکنت کی روح۔ زور و قوت۔ عام مذہبی جوش اور جذبۂ جہاد کو فنا کرنے کے لئے مختلف سکیمیں تیار کیں۔ مثلاً اس نے ترقی اور روشنی کے دل فریب پردوں میں ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک الحاد آموز درس گاہوں کا جال بچھا دیا۔ نصاب کی کتابوں میں مذہبی تعلیم کا نام و نشان تک باقی نہ رکھا۔ اور اپنی "پھوٹ ڈالو اور حکومت

Marfat.com

کرو" کی رسوائے عالم پالیسی کے پیشِ نظر تاریخ ہند میں فرضی باتوں اور جھوٹے افسانوں کو سچے واقعات کا رنگ دے کر اس طرح بیان کیا۔ کہ ہندو مسلمان۔ سکھ اور عیسائی رعایا کے افراد ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جائیں۔

پھر ہندوستان کا اربوں من غلّہ اور دوسری اَن گنت اور انمول پیداوار انگلستان اور اپنی سلطنت کے دوسرے ملکوں میں لے جانے کے لئے ریل گاڑیاں اور جہاز چلائے گئے نیز انگریزی تعلیم اور یورپی تہذیب کی زبردست نشر و اشاعت کی گئی۔ ان دور رس تدابیر کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ ہندوستان میں بسنے والی عام اقوام بالعموم اور ہندو۔ سکھ۔ مسلمان قومیں بالخصوص آپس میں جانی دشمن ہو کر ایک دوسری کو نیست و نابود کر دینے پر تُل گئیں ہندوستان جو ربع مسکون میں "سونے کی چڑیا" کے نام سے مشہور تھا۔ اور جس میں مال و دولت کے دریا بہتے تھے۔ غریب۔ تنگ دست اور انگریز کا محتاج ہو گیا۔ اور اس ملک کے تمام باشندے اپنے اپنے مذہب سے بیگانہ ہو کر فرنگی تہذیب و تمدّن کی رنگینیوں میں کھو گئے۔

انگریزی تعلیم نے سالہا سال کے بعد "جاہل" اہلِ ہند کو رفتہ رفتہ اس قدر باخبر کر دیا کہ وہ دنیا بھر کی سیاسیات کو سمجھنے اور تبصرہ کرنے کے قابل ہو گئے۔ اُسی زمانے میں ہندوستان کی قدیم ترین اور سب سے بڑی سیاسی جماعت کانگرس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ جس کا مقصد آزادی کا حصول قرار دیا گیا۔ کانگرس میں مذہب و ملّت کی تفریق کے بغیر تمام قوموں کے نمائندے شامل ہوئے۔ لیکن برسوں کے تلخ تجربات کے بعد مسلمانوں نے اپنے حقوق کی پامالی دیکھتے ہوئے دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا سنگِ بنیاد رکھا مسلمانانِ ہند نے تین سال تک اپنی اس عظیم ترین سیاسی اور قومی نمائندہ جماعت کے ماتحت زبردست سرگرمیاں دکھائیں۔ اور حریت افروز مظاہرے کئے۔ جن کا یہ اثر ہوا۔ کہ سنہ ۱۹۰۹ء میں منٹو مارلے اصلاحات میں پہلی بار مسلمانوں کا علٰحدہ سیاسی وجود تسلیم کیا گیا۔ اور انھیں جداگانہ انتخاب کا حق عطا کیا گیا۔ جداگانہ انتخاب کا یہی حق ہندوستان میں دو قوموں کے نظریے کی بنیاد قرار پایا۔

Marfat.com

اس کے بعد مسلم رہنماؤں نے ہندوؤں سے مفاہمت کی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ اور ۱۹۱۰ء میں بمقام الہ آباد اتحاد کانفرنس ہوئی۔ تقسیم بنگال۔ جنگ طرابلس وغیرہ سے مسلمانوں میں انگریزوں کی دشمنی کا جو زبردست جذبہ پیدا ہوا۔ اس نے مسلمان رہنماؤں کو اور بھی تقویت پہنچائی۔ مسلم لیگ کی یہ معقول روش او نچے اسلامی طبقوں میں بیحد پسند کی گئی۔ چنانچہ قائداعظم بھی جو مدت سے کانگرس میں کام کر رہے تھے مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے۔ اور رکنیت قبول کر لینے کے بعد اس کا نظام عمل بھی تبدیل کرا دیا۔

۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۰ء تک کے سیاسی حالات مسلم رہنماؤں کی سادہ طبعی اور فریب خوردگی کا اعلان کر رہے ہیں۔ ہندو برابر اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کا غلام بنا کر رکھا جائے گا۔ لیکن مسلمان متواتر ہندو مسلم اتحاد کی رٹ لگائے جا رہے تھے۔

کانگرسی ہندو بظاہر مسلمانوں کی دوستی کا دم بھر کر انھیں انگریزوں سے ٹکرا رہے تھے۔ تاکہ ان کی قربانیوں سے نخل آزادی کی آب یاری کی جائے۔ غیر کانگرسی ہندو مسلمانوں کی قربانیوں کو بے اثر بناتے ہوئے ہندوؤں کو مسلمانوں کا دشمن بنا رہے تھے وہ ہانکے پکارے کہہ رہے تھے۔ کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد یا تو مسلمان ہندوستان سے خارج کر دیئے جائیں گے۔ یا غلام بنا کر رکھے جائیں گے۔ اور اگر مسلمانوں نے ان دونوں میں سے کوئی بھی بات نہ مانی۔ تو وہ ہندو بنا لئے جائیں گے۔ یا گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے جائیں گے۔

جمہوری آزادی کی منزل مقصود کی طرف گام زن ہوتے ہوئے ہر مرحلے پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان سیاسی حقوق کی تقسیم کا سوال سامنے آیا۔ لیکن ہندوؤں نے قدم قدم پر مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دینے کی زبردست مخالفت کی۔

اسی تقسیم حقوق کے سلسلے میں مسلمانوں نے خیال کیا۔ کہ حصول آزادی کی صورت میں ہندوؤں کی بے پناہ اکثریت کے تباہ کن سیلاب سے محفوظ رہنے کے لئے

Marfat.com

مسلمانوں کی اکثریت والے علاقوں کو علیحدہ کر کے ایک آزاد سلطنت قائم کرنا ضروری ہے اسی طرح ہندو بھی اپنی اکثریت والے صوبوں میں آزاد مملکت بنا سکتے ہیں چنانچہ چودھری رحمت علی لائل پوری نے مسلمانوں کی آزاد سلطنت کا نام "پاکستان" تجویز کیا۔ اور اس کی توضیح یوں کی۔ کہ "پ" سے پنجاب۔ "الف" سے افغانستان۔ "ک" سے کشمیر۔ "س" سے سندھ۔ "ستان" سے بلوچستان مراد ہے۔ ۱۹۳۱ء میں حضرت علامہ سر اقبالؒ نے آل انڈیا مسلم لیگ کا خطبۂ صدارت ارشاد فرماتے ہوئے یہ تخیل مسلمانانِ ہند کے سامنے پیش کیا۔ اور ۱۹۴۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے سالانہ اجلاس میں جو بمقام لاہور قائد اعظم محمد علی جناح کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ سر سکندر حیات خاں مرحوم (وزیر اعظم پنجاب) کی تحریک پر اس تخیّل کو کلمہ گویان ہند کا نصب العین قرار دے دیا۔ قرارداد کے الفاظ یہ تھے:۔

"قرار پایا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کی جچی تلی رائے یہ ہے۔ کہ اس ملک میں دستور بندی کی کوئی تجویز جو مندرجہ تحت بنیادی اصول پر وضع نہ کی جائے گی کسی صورت میں قابلِ عمل یا مسلمانوں کے لئے قابلِ قبول نہیں ہوسکتی۔

اصول یہ ہے۔ کہ جغرافیائی لحاظ سے متّصل واقع ہونے والے قطعاتِ ملکی کو الگ الگ حلقے قرار دے کر ان کی حدبندی مناسب دروبست کے ساتھ اس طریق سے کر دی جائے۔ کہ وہ رقبے جن میں مسلمان بہ اعتبار تعداد آبادی کی اکثریت رکھتے ہیں۔ آزاد ریاستیں قائم کرسکیں۔ مثلاً وہ منطقے جو ہندوستان کے شمال مغرب اور مشرق میں واقع ہیں۔ اس مقصد کے لئے الگ الگ کر دئے جائیں۔ اور ان منطقوں کے داخلی اجزا اپنی اپنی جگہ خود مختار اور با سیادت سمجھے جائیں"۔

اس پر کانگرس غم و غصہ سے سانپ کی طرح بل کھانے لگی۔ اور ہندوؤں نے "پاکستان" کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانا شروع کر دیا۔ غرض ۱۹۴۰ء کے بعد کانگرس نے اپنے سیاسی نصب العین "اکھنڈ ہندوستان" اور مسلم لیگ نے "پاکستان" حاصل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

Marfat.com

کانگرسی اور لیگی وزارتیں

۱۹۴۶ء میں حکومت برطانیہ کے حسب وعدہ نئے انتخابات کرائے گئے۔ جن کی بنا پر ہندو اکثریت والے صوبوں مثلاً صوبجات متحدہ۔ بہار۔ صوبجات متوسط۔ بمبئی۔ مدراس اور اڑیسہ میں بروئے آئین ۱۹۳۵ء کانگرسی وزارتیں اور سندھ و بنگال میں لیگی وزارتیں قائم کی گئیں۔ صوبہ سرحد میں کانگرسی مسلمانوں نے وزارت بنائی۔ پنجاب میں یونینسٹ پارٹی کی وزارت کا قیام عمل میں آیا۔ آسام میں کانگرس پارٹی کو وزارت کا ڈول ڈالنے میں کامیابی ہوئی۔

پنڈت جواہر لال نہرو کے مخالفانہ اعلانات

۳۔ اپریل ۱۹۴۶ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے ایسوشی ایٹڈ پریس امریکہ اور رائٹر ایجنسی کو بیانات دیتے ہوئے قائد اعظم کے مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی اور حسب ذیل اعلان کیا:۔

"کانگرس چاہتی ہے۔ کہ موجودہ گفتگوؤں کے ذریعے سے تمام معاملات پرامن طریق پر طے ہو جائیں۔ لیکن اگر تاخیر ہوئی۔ تو زبردست ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ اور خود کانگرس بھی اس پر قابو نہ پا سکے گی۔"

۵۔ اپریل کو پنڈت نہرو نے اخبارات کے نام مندرجہ تحت بیان جاری کیا:۔

"مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کو کانگرس کسی صورت قبول نہیں کر سکتی۔ اگر برطانی کابینہ نے اسے منظور بھی کر لیا۔ تو بھی ہم اسے مسترد کر دیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت حتیٰ کہ یو۔ این۔ او (متحدہ نظام اقوام) بھی اس پاکستان کو معرض وجود میں نہیں لا سکتی جس کا مطالبہ مسٹر جناح کر رہے ہیں۔ اگر ملک کا کوئی حصہ ہمارے خلاف اپنے آپ کو مسلح کرنا شروع کر دے گا۔ تو ہماری طرف سے اعلیٰ درجے کی اسلحہ بندی معرض وجود میں آ جائے گی۔ آئندہ ایٹم بم جنگوں کا فیصلہ کیا کرے گا۔"

مسلم لیگ کا اعلان

مسلم لیگ نے حکومت برطانیہ اور اس کے وزارتی مشن پر دس کروڑ مسلمانان ہند کے عزم راسخ کا اظہار کرنے کے لئے دہلی میں صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے مسلم ارکان کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کیا۔

Marfat.com

جو تین دن ۸-۹-۱۰- اپریل تک جاری رہا- اس میں حسب ذیل صاف اور کھلے لفظوں میں اعلان کیا گیا۔

" اگر حکومت برطانیہ اور ہندو کانگرس کی ملی بھگت نے ہندوستان میں عارضی یا مستقل طور پر ہندو راج قائم کرنے کی کوشش کی- اور مسلمانوں کو پاکستان نہ دیا- تو مسلمان ہر طریق سے اس کی مزاحمت کریں گے- اور اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔"

بعض مسلم رہنماؤں نے نہایت زبردست تقریریں کر کے یہ اعلان کر دیا :-

" اگر حکومت برطانیہ نے ملکی اقتدار کی باگ کانگرس کے ہاتھ میں دے کر سارے ہندوستان پر ہندو اکثریت کا راج قائم کرنے کا اقدام کر لیا- تو مسلمان جہاد حریت کے لئے تیار ہو جائیں گے"

اس کے بعد وزارتی مشن نے آزادیٔ ہند کے متعلق حسب ذیل تجویز پیش کی :-

" (۱) ہندوستان میں ایک یونین گورنمنٹ قائم کی جائے جس میں دیسی ریاستیں بھی شامل ہوں- یہ یونین گورنمنٹ دفاع- رسل و رسائل اور امور خارجہ کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھے-

"(۲) آزاد ملک کا بنیادی آئین بنانے کے لئے ایک دستور ساز اسمبلی قائم کی جائے- جسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے- سیکشن " الف " مدراس- بمبئی- صوبجات متحدہ- صوبجات متوسط- بہار- اڑیسہ- دہلی اور اجمیر کے نمائندوں پر- سیکشن " ب " پنجاب- سرحد- سندھ اور بلوچستان پر اور سیکشن " ج " بنگال اور آسام پر مشتمل ہو- یہ سیکشن اپنی اپنی مرضی کے مطابق آئین بنائیں- نیز فیصلہ کریں- کہ آیا انھیں کوئی متحدہ آئین بھی بنانا ہے یا نہیں- اگر متحد رہنا ہے- تو صوبوں اور گروپ کے درمیان تقسیم اختیارات کی صورت کیا ہو-

"(۳) جب یہ سیکشن اپنے اپنے گروپ اور اس گروپ کے صوبوں کے لئے آئین بنالیں- اور اس آئین کے مطابق صوبوں میں پہلا انتخابی مرحلہ طے ہو جائے- تو ہر صوبے کو اس امر کا اختیار ہو- کہ آیا وہ گروپ میں شامل رہنا چاہتا ہے یا نہیں-

"(۴) دستور ساز اسمبلی اپنی مکمل صورت میں یونین گورنمنٹ کا آئین بنائے- جس میں

Marfat.com

ریاستوں کے نمائندے بھی شامل ہوں۔

(۵) بنیادی قانون میں ایک شرط اس مطلب کی رکھی جائے۔ کہ ہر صوبے کو ہر دس سال کے بعد دستور اساسی پر از سر نو غور کرنے کا حق حاصل ہوگا"۔

اس تجویز کے ساتھ ہی وزارتی مشن نے اعلان کیا۔ کہ سر دست ہندوستان میں ایک عارضی عبوری حکومت قائم کر دی جائے گی۔ مشن نے تجویز کے آخر میں رہنمایان ہند سے اسے منظور کر لینے کی اپیل کرتے ہوئے یہ تنبیہ بھی کر دی:۔

"آپ اس صورت پر بھی غور فرمالیں۔ جو ان تجاویز کو قبول نہ کرنے کی صورت میں رونما ہو کر رہے گی۔ ہم صاف طور پر کہہ دینا چاہتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس بات کی بہت کم امید ہے۔ کہ ہندوستان کی سیاسی پارٹیاں بطور خود کسی مفاہمت کے ذریعے سے کسی پرامن تصفیے پر پہنچ سکیں۔ لہٰذا دوسری صورت فقط یہ ہے۔ کہ ملک میں تشدد بدنظمی۔ بلکہ خانہ جنگی رونما ہو جائے۔ یہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایسی بدامنی کا نتیجہ کس شکل میں برآمد ہو۔ اور وہ کب تک جاری رہے۔ لیکن ایک بات یقینی ہے۔ کہ ایسی بدامنی لاکھوں مردوں۔ عورتوں اور بچوں کے لئے تباہی کا باعث ہوگی۔ یہ ایک ایسی امکانی صورت ہے۔ جسے اہل ہند۔ ہمارے ہم وطن اور ساری دنیا کے لوگ بہ حیثیت مجموعی یکساں طور پر نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے"۔

مسلم لیگ کی طرف سے سکیم کی منظوری

جون ۱۹۴۶ء کے آغاز میں مسلم لیگ کونسل کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس نے ایک قرارداد منظور کر کے حسب ذیل اعلان کیا:۔

"مسلمانوں کے جذبات کو ان نامناسب الفاظ سے جو وزارتی مشن کے بیان میں موجود ہیں۔ سخت صدمہ پہنچا ہے۔ لیکن مشن کی تجویز میں چھ مسلم صوبوں کو "ب" اور "ج" کے لازمی گروپوں میں رکھ کر پاکستان کا بنیادی اصول تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اور لیگ مجوزہ دستور ساز اسمبلی کے ساتھ تعاون کرنے کے لئے آمادہ ہو گئی ہے۔ مسلم لیگ کو توقع ہے۔ کہ اس کا نتیجہ آزاد پاکستان کے قیام کی صورت میں رونما ہوگا۔ ساتھ ہی

Marfat.com

اس وسیع براعظم کی دونوں بڑی قومیں اور اس کے تمام باشندے آزادی کی منزل تک پہنچ جائیں گے۔ یہ ہیں وہ وجوہ جن کی بنا پر مسلم لیگ یہ سکیم منظور کر رہی ہے۔ مسلم لیگ دستور ساز اسمبلی میں شامل ہوگی۔ اور علیحدگی کا اختیار بہ حق خود محفوظ رکھے گی"۔

کانگریس نے ابھی اس سکیم کے باب میں اپنے فیصلے کا اعلان نہ کیا تھا۔ کہ ۱۶۔ جون سنہ ۱۹۴۶ء کو وائسرائے نے عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔

۲۵۔ جون سنہ ۱۹۴۶ء کو کانگرس نے وائسرائے کو اطلاع دی۔ کہ کانگرس ۱۶۔ مئی کی سکیم کی ان پیش نہادوں کو قبول کرتی ہے۔ جو دستور سازی سے متعلق ہیں۔ لیکن عبوری حکومت کے قیام کی تجویز سے متفق نہیں۔

۲۶۔ جون کو وائسرائے اور وزارتی مشن کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا:۔

"موجودہ صورت میں عبوری حکومت کی تشکیل ممکن نہیں۔ پھر بھی اس کے قیام کے لئے کوشش جاری رہے گی۔ اور جب تک عبوری حکومت نہیں بنتی۔ اس وقت تک وائسرائے سرکاری عہدہ داروں کی عارضی حکومت بنا کر کام چلائیں گے"۔

اس اعلان سے مسلم لیگ کے رہنما سخت مایوس ہوئے۔

ڈائرکٹ ایکشن

اب مسلم لیگ اپنے طریق عمل پر نئے سرے سے غور کرنے کے لئے مجبور ہوگئی۔ چنانچہ ۲۷۔ جولائی سنہ ۱۹۴۶ء کو بمبئی میں مسلم لیگ نے اپنے اجلاس میں ایک قرارداد منظور کر کے حسب ذیل اعلان کیا:۔

"حکومت برطانیہ کانگرس کو خوش رکھنے کے لئے ان تمام وعدوں سے پھر گئی ہے۔ جو اس نے وقتاً فوقتاً مسلمانوں سے کئے تھے۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔ کہ مجوزہ دستور ساز اسمبلی میں مسلمانوں کی شرکت خطرے سے خالی نہیں۔ اندریں حالات وہ موجودہ قرارداد کے رو سے اپنی اس منظوری کو واپس لیتی ہے۔ جو ۶۔ جون کو وزارتی مشن کی تجاویز (مجریہ ۱۶۔ مئی) کے متعلق صادر کی گئی تھی۔ اور جس کی اطلاع مسلم لیگ کے صدر نے اپنے مکتوب مورخہ ۶۔ جون ۱۹۴۶ء کے ذریعے سے وزیر ہند کو دے دی تھی"۔

Marfat.com

اس اجلاس میں مسلم لیگ کے تمام خطاب یافتہ رہنماؤں نے اپنے خطابات ترک کر دینے کا اعلان کیا۔ اور فیصلہ ہوا۔ کہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ مسلمانوں کے لئے ڈائرکٹ ایکشن (براہ راست عمل) کا کوئی پروگرام مرتب کرے۔ اجلاس کے اختتام پر قائد اعظم نے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا:۔

"آج کا کارنامہ ہماری اس تاریخ میں بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ مسلم لیگ کی ساری زندگی میں ہم نے آئین پسندی کے سوا اور کوئی طریق کار اختیار نہیں کیا۔ لیکن آج ہم مجبور ہو چکے ہیں۔ اور ہمیں اضطراری حالت میں یہ پوزیشن اختیار کرنی پڑی ہے۔ آج ہم آئینی طریق کار کو دداعی سلام عرض کر رہے ہیں۔ برطانیہ اور کانگرس دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک پستول ہوا کرتا تھا۔ برطانیہ کے ہاتھ میں حکومت اور اسلحہ کا اور کانگرس کے ہاتھ میں عمومی جدوجہد اور عدم تعاون کا۔ آج ہم نے بھی ایک پستول بنا لیا ہے۔ جسے استعمال کرنے کے لئے ہم تیار ہو چکے ہیں۔"

اس کے بعد کونسل نے مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کو ڈائرکٹ ایکشن کے پروگرام کی تیاری کا حکم دے دیا۔

فسادات کے شعلے

سنہ ۱۹۴۶ء کے شروع میں انتخابات کی معرکہ آرائی اکھنڈ ہندوستان اور پاکستان کے ٹکٹوں پر عمل میں آئی۔ اس لئے اخبارات اور جلسوں میں تحریر و تقریر کے اسلحہ سے شدید رزم آرائی ہوئی۔ عوام کے جذبات مشتعل ہو گئے۔ اور جگہ جگہ فسادات کے شعلے بھڑکنے لگے۔ گوالیار۔ احمد آباد۔ گجرات۔ دہلی۔ بریلی۔ الہ آباد۔ بمبئی۔ بہار وغیرہ میں قرآن عزیز کو نذر آتش کرنے۔ مسجدوں کو گرانے اور چھرا گھونپ کر مسلمانوں کو ہلاک کر دینے کے واقعات رونپذیر ہونے لگے۔ یہ فسادات زیادہ تر ان صوبوں میں صورت پذیر ہو رہے تھے۔ جن میں کانگرسی وزارتیں قائم ہو چکی تھیں انھیں فسادات کے دوران میں یہ بات عوام پر ظاہر ہوئی۔ کہ ہندوؤں کی ایک جماعت راشٹریہ سیوک سنگ کے نام سے قائم ہوئی ہے۔ جو تیز دھار والے آلات کے استعمال کی مشق کر رہی ہے۔

مرکزی وزارت کانگرس کے ہاتھ میں

۲۔ اگست ۱۹۴۶ء کو وائسرائے نے عبوری حکومت کے قیام کی ایک اور صورت پیش کرتے ہوئے اعلان کیا۔ کہ اس حکومت میں کانگرس کے چھ اور مسلم لیگ کے پانچ نمائندے لئے جائیں گے۔ ایک اینگلو انڈین نمائندہ مزید ہوگا۔ مسلم لیگ تو پہلے ہی عبوری حکومت اور دستور ساز اسمبلی سے علیحدہ رہنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ اور کانگرس نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وائسرائے کی اس پیش کش کو منظور کر لیا۔

۱۵۔ اگست کو پنڈت نہرو نے قائد اعظم سے ملاقات کے دوران میں کہا۔ کہ وہ عبوری حکومت کی پانچ نشستوں پر راضی ہو جائیں۔ اور ان میں سے ایک نشست کانگرسی مسلمانوں کو دے دیں۔ قائد اعظم رضامند نہ ہوئے۔ اور ۲۴۔ اگست کو وائسرائے نے عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کر کے کانگرس پارٹی کو اس کے سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا۔ قرار پایا۔ کہ اس حکومت کے ارکان چودہ ہوں گے۔ جن میں سے نو کانگرسی۔ دو ایسے مسلمان جو نہ کانگرسی ہوں اور نہ لیگی۔ ایک سکھ۔ ایک عیسائی اور ایک پارسی ہوگا۔ علاوہ بریں کانگرس کی اس عبوری حکومت کو نصب کرنے کے لئے ۲۔ ستمبر ۱۹۴۶ء کی تاریخ مقرر ہو گئی۔

اس موقع پر یہ حقیقت خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ کہ جب کانگرس نے عبوری حکومت کی شمولیت سے انکار کیا تھا۔ تو حکومت برطانیہ نے مرکزی وزارت کے کلّی اختیارات مسلم لیگ کو تفویض نہ کئے تھے۔ لیکن جب مسلم لیگ نے انکار کیا۔ تو اسی وقت کانگرسی وزارت قائم کر دی گئی۔

یومِ عمل

۱۴۔ اگست کو قائد اعظم نے ایک اعلان میں مسلمانانِ ہند سے اپیل کی تھی۔ کہ وہ ۱۶۔ اگست کو کامل ضبط و تنظم اور امن و امان سے "یومِ عمل" منائیں۔ چنانچہ ملک بھر میں مسلمانوں نے پُرامن طریق پر یہ دن منایا۔ جلسے کئے۔ جلوس نکالے۔ مکانوں اور دکانوں پر جھنڈیاں لہرائیں۔

کلکتہ میں فساد

یہ دن ہندوستان کے اور تمام مقامات پر تو امن سے گزر گیا لیکن کلکتہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ہولناک فساد

ہو گیا۔ جو گیارہ دن تک نہایت شدت سے جاری رہا۔ فساد کی ابتدا ہندوؤں نے کی جنھوں نے مسلمانوں کے پُرامن جلوسوں پر اینٹ پتھر برسائے۔ ۲۷۔ اگست کو آتش فساد کسی قدر فرو ہونے لگی۔ اس فساد میں سرکاری اطلاع کے مطابق ۳۸۴۷ آدمی ہلاک اور ۱۲۴۴ مجروح ہوئے۔ بارہ سو سے زیادہ مقامات پر آتش زنی اور بہت سی جگہوں میں لُوٹ مار کی وارداتیں رونما ہوئیں۔ ہندو غنڈوں نے مسلمانوں کو چُن چُن کر قتل کیا۔ سکھ درندوں نے مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہادیں۔ جن میں ان کی کرپانیں سرخ مچھلیاں بن کر تیرنے لگیں۔

اسی اگست کے آخری ہفتے میں پٹنہ۔ ڈھاکہ۔ چاٹگام اور دہلی میں بھی فسادات کی خونیں آندھیاں اٹھیں۔

یوم ماتم

۲۔ ستمبر ۱۹۴۶ء کو عبوری حکومت کی زمام انتظام باضابطہ پنڈت نہرو اور ان کے رفقاء کے ہاتھ میں دے دی گئی۔ اُدھر مسلم لیگ نے اسی دن کو مسلمانوں کے لئے یوم ماتم قرار دے رکھا تھا۔ اور نواب زادہ لیاقت علی خاں جنرل سکریٹری نے حسب ذیل ہدایات جاری کردی تھیں:۔

"مسلمان ۲۔ ستمبر کو اپنے گھروں۔ مکانوں۔ دکانوں۔ اداروں۔ سکولوں اور کالجوں پر سیاہ جھنڈے لہرائیں۔ تاکہ وہ کانگرسی حکومت کے قیام کے خلاف دلی نفرت کا اظہار کرسکیں۔ مسجدوں میں جاکر اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں۔ کہ وہ ہمیں اس جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کی جرأت و طاقت عطا فرمائے۔ تاکہ وہ اس بے انصافی اور کوشش کو جو ان کے گلوں میں ہمیشہ کے لئے غلامی کا طوق پہنانے کی غرض سے کی گئی ہے۔ ناکام بناسکیں"۔

مسلمانوں نے ملک بھر میں ان ہدایات کے مطابق بڑے زور شور سے "یوم ماتم" منایا

بمبئی میں فساد

۱۶۔ اگست کے "یوم عمل" پر ہندوؤں نے کلکتہ میں جہاں ان کی آبادی ستر فی صدی سے زائد تھی۔ فسادات برپا کر کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی تھی۔ اور ۲۔ ستمبر کے "یوم ماتم" پر بمبئی میں جہاں ہندوؤں کی بھاری اکثریت تھی۔ انھوں نے مسلمانوں کے قتل و جرح کی مہم شروع کر کے اپنی وحشت و بربریت کا ثبوت پیش کیا۔ ۳۔ ستمبر کو فسادات نے زیادہ ہولناک صورت اختیار کرلی۔

Marfat.com

چند روز تک تو خون و آتش کا یہ کھیل بڑی شدت سے جاری رہا۔ لیکن پھر اس میں کچھ تخفیف ہو گئی۔ اس کے بعد فسادات کا یہ سلسلہ مہینوں جاری رہا۔ کبھی اس کی رفتار تیز ہو جاتی تھی کبھی مدھم۔

۱۴۔ستمبر کو کلکتہ کی فضا پھر فسادات کی زہریلی ہواؤں سے لبریز ہو گئی۔ اور یہ خونیں ہنگامے بمبئی کی طرح عمل جاری بن گئے۔

۱۷۔ستمبر کو احمد آباد میں اور ۱۹۔ستمبر کو ڈھاکہ اور اس کے قریبی دیہات میں فسادات کے سرخ چشمے پھوٹ پڑے۔

مسلم لیگ عبوری حکومت میں

وائسرائے اور کانگرس نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں شامل کرنے کے لئے زبردست جدوجہد جاری رکھی۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۴۶ء کے آخری ہفتے میں قائداعظم اور وائسرائے کے درمیان متعدد ملاقاتیں ہوئیں۔ اور موضوع گفتگو یہ تھا کہ مسلم لیگ کن شرائط پر عبوری حکومت میں شامل ہو اپنی پانچ نشستوں میں سے ایک دو کانگرسی مسلمانوں کو دے یا نہ دے۔ اور کون کون سے صیغوں کی عنانِ نظام ہاتھ میں لے۔

آخر مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے عبوری حکومت میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا۔ اور قائداعظم نے وائسرائے کو اس فیصلے سے مطلع کر دیا۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو نئی دہلی سے یہ سرکاری اعلان جاری ہوا:۔

"مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور ہز میجسٹی ملک معظم نے ازراہ مسرت مندرجہ تحت حضرات کو عبوری حکومت کا ممبر مقرر فرمایا ہے:۔

"مسٹر لیاقت علی خاں۔ مسٹر آئی آئی چندریگر۔ مسٹر عبدالرب نشتر۔ مسٹر غضنفر علی خاں۔ مسٹر جوگندر ناتھ منڈل"۔

"کابینہ میں اصلاح کے کام کو ممکن بنانے کے لئے حسب ذیل ارکان نے استعفا دے دیا ہے:۔

مسٹر سرت چندر بوس۔ سر شفاعت احمد خاں۔ سید علی ظہیر۔

"موجودہ کابینہ کے مندرجہ ذیل ارکان اپنے مناصب پر بدستور قائم رہیں گے:۔

" پنڈت جواہر لال نہرو۔ مسٹر ولبھ بھائی پٹیل۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد۔ مسٹر آصف علی۔ مسٹر سی راج گوپال اچاریہ۔ ڈاکٹر جان متھائی۔ سردار بلدیو سنگھ۔ مسٹر جگ جیون رام۔ مسٹر کودرجی ہرمزجی "۔

مسلم لیگ کے نمائندوں کو یہ محکمے تفویض کئے گئے:۔

خزانہ۔ ڈاک۔ تجارت۔ انتظام مجالس وضع قوانین۔ حفظان صحت۔

کانگرس نے حسب ذیل صیغے اپنے ہاتھ میں رکھے:۔

دفاع۔ صنعت و حرفت اور سپلائی۔ تعلیم۔ امور خارجہ۔ امور داخلہ و نشریات۔ خوراک وزراعت۔ ریلوے اور ٹرانسپورٹ۔ تعمیرات و معدنیات۔

نواکھلی میں فساد

کلکتہ۔ بمبئی اور دوسرے مقامات میں ابھی فسادات کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اوائل اکتوبر میں ہز ہائی نس نواب حمید اللہ خاں والی بھوپال کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت کرانے کی زبردست کوشش کر رہے تھے۔ کہ ۱۰۔ اکتوبر کو مشرقی بنگال کے ضلع نواکھلی میں فرقہ دار فساد کا طوفان امنڈ پڑا۔ اس ضلع میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ اس کی دو تحصیلوں فینی اور چاند پور میں مسلمان بلوائیوں نے ہندوؤں پر حملے کئے۔ حملہ آور کہہ رہے تھے۔ کہ ہم ان مظالم کا بدلہ لے رہے ہیں۔ جو کلکتہ کے ہندو مسلمانوں پر ڈھا رہے ہیں۔ اس فساد میں پانسو کے قریب آدمی ہلاک ہوئے۔ اور بعض مقامات پر مکان بھی جلائے گئے۔

کانگرسی اور مہاسبھائی رہنماؤں۔ ہندو اخباروں اور ہندوؤں کی خبر رساں ایجنسیوں نے رائی کا پہاڑ بنا کر واقعات کو نہایت اشتعال انگیز رنگ میں پیش کرتے ہوئے ہندوؤں کو اس بات پر ابھارا۔ کہ وہ تنظیم اور طاقت کے بل پر مسلمانوں سے نواکھلی کا بدلہ لیں۔

پنڈت نہرو کا اعلان جنگ

اس دوران میں ۱۶۔ اکتوبر کو پنڈت نہرو شمال مغربی سرحد کے قبائلی علاقے کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ لیکن جہاں کہیں گئے۔ ان کا استقبال سیاہ جھنڈیوں سے کیا گیا۔ اور انھیں مسلمانوں کا دشمن کہہ کر قبائلی علاقے میں دورے کا خیال ترک کرنے کے لئے انتباہ کیا گیا۔ لیکن وہ باز نہ آئے۔

اور برطانی فوجوں کی سنگینوں کے سائے میں دورہ جاری رکھا۔ واپسی پر انہوں نے کانگرسی پٹھانو کے ایک جلسے میں پُرغضب تقریر کرتے ہوئے آخر میں یہ الفاظ بھی کہہ دیئے:۔

"جو لوگ لڑائی کا راستہ دکھا رہے ہیں۔ وہ لڑائی میں مبتلا کئے جائیں گے"۔

بہار میں مسلمانوں کا قتل عام

مسلمانانِ ہند کو پنڈت نہرو کے اس اعلانِ جنگ کے بعد ان کے واپس دہلی پہنچنے پر ۲۳۔ اکتوبر کو کانگرس کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں پنڈت جی نے کانگرسی رہناؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے ہولناک انتقام لینے کے لئے ایک زبردست سازش تیار کی اور اسے لباس عمل پہنانے کے لئے ۱۴ فی صدی مسلم آبادی کے علاقہ بہار پر نظر انتخاب ڈالی گئی۔

بہار میں ۲۵۔ اکتوبر کو ہندوؤں نے "نواکھلی کا دن" منایا۔ اور جگہ جگہ جلسے کر کے نہایت اشتعال انگیز تقریریں کیں۔ ۲۶۔ اکتوبر کو چھپرا میں ہندو بلوائیوں نے فساد کی آگ بھڑکا دی دوسرے دن بہار کے کانگرسی وزیر اعظم مسٹر سنہا نے چھپرا جا کر ہندوؤں کے ایک عام جلسے میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"لوگوں کو فساد سے باز رہنا اور حکومت کا حکم ماننا چاہیئے۔ کیونکہ یہ حکومت جو ان کی اپنی ہے۔ فسادیوں کو پہلی برطانوی سرکار کی طرح بندوق کی گولیوں کا نشانہ نہیں بنا سکتی"۔

بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ مسٹر سنہا کے اس فقرے سے کہ حکومت فسادیوں پر گولی نہ چلائے گی۔ ہندوؤں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ اور انہوں نے ہر شہر۔ ہر قصبے اور ہر گاؤں میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ ہندو اور سکھ درندوں نے مسلمان مردوں۔ عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں۔ بیماروں اور تندرستوں کو بے فرق و امتیاز وحشیانہ سنگ دلی سے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ سامان لوٹ لیا۔ اور مکانوں کو آگ لگا دی۔

نومبر ۱۹۴۶ء میں دہلی۔ میرٹھ۔ غازی آباد۔ کانپور۔ بنارس۔ صوبجات متوسط کے بعض مقامات رہتک اور گڑھ مکتیشور کی سرزمین کو بھی مسلمانوں کے خون سے لالہ زار کیا گیا۔

Marfat.com

انتقال اختیارات اور وائسرائے کی تبدیلی

۲۰-فروری ۱۹۴۷ء کو مسٹر اٹیلی وزیراعظم برطانیہ نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ جون ۱۹۴۸ء تک حکومت ہند کے کلی اختیارات ہندوستانیوں کے ہاتھ میں منتقل کر دینے کا حتمی ارادہ کر چکی ہے۔ انھوں نے یہ بھی اعلان کیا۔ کہ ہندوستان کے وائسرائے لارڈ ویول کی میعاد حکومت ختم کر دی گئی ہے۔ اور اب ان کی جگہ وائی کاؤنٹ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل مقرر کئے گئے ہیں۔ جو مارچ میں لارڈ ویول سے اپنے عہدے کا چارج لے لیں گے۔

پنجاب میں فسادات

۴-مارچ کو لاہور میں ہندوؤں نے ایک مسلمان کو شاہ عالمی دروازہ کے باہر مسجد کے اندر ادائے نماز کے دوران میں چھرا گھونپ کر ہلاک کر دیا۔ مچھی ہٹہ میں بھی ایک مسلمان مارا گیا۔ اس پر شہر کے اندرونی حصے میں عام فساد شروع ہو گیا۔ ۵-مارچ کو سارا لاہور قتل و خونریزی کی لپیٹ میں آگیا۔ پھر امرتسر۔ گوجرانوالہ۔ راولپنڈی۔ ملتان وغیرہ میں انسان درندے بن کر ایک دوسرے کو چیرنے پھاڑنے لگے۔

ہندوستان اور پاکستان

۱۵-اگست ۱۹۴۷ء کو آزادی کا آفتاب ضیا افروز ہوا۔ تو کراچی میں پاکستان کا ہلالی پرچم اور دہلی میں ہندوستان کا ترنگا جھنڈا لہرانے لگا۔ لیکن ان دونوں آزاد سلطنتوں کی حد بندی کا اعلان ۱۷-اگست ۱۹۴۷ء کو کیا گیا اس کے رُو سے پاکستان دو حصوں میں منقسم ہوا۔ (۱) مغربی پاکستان جس میں مغربی پنجاب۔ صوبہ سرحد۔ صوبہ سندھ اور بلوچستان شامل ہیں (۲) مشرقی پاکستان جو مشرقی بنگال اور سلہٹ پر مشتمل ہے۔

ریاستوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ کہ وہ جغرافیائی حدود کی پابندی کرتے ہوئے خواہ پاکستان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ خواہ ہندوستان کے ساتھ۔ یا ان کے حکمران اپنی اپنی ریاست کو آزاد مملکت بنالیں۔

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام

حد بندی کا اعلان ہوتے ہی ہندو اور سکھ درندوں نے مشرقی پنجاب میں

Marfat.com

مسلمانوں کے قتلِ عام کی قیامت خیز مہم نہایت وسیع پیمانے پر شروع کر دی جس کی ایک دھندلی سی تصویر مؤلف "اخراج اسلام از ہند" کے موقلم سے یہاں پیش کی جاتی ہے:-

"۱۷-۱۸-اور ۱۹-اگست کو ماسٹر تارا سنگھ کی پرائیویٹ آرمی" اکال سینا" کے دستے مشرقی پنجاب میں جا بجا حرکت میں آئے۔ ان جتھوں کو فرید کوٹ۔ پٹیالہ۔ جیند۔ نابھہ اور کپورتھلہ کی سکھ ریاستوں کی باقاعدہ افواج کی ..... کمک حاصل تھی۔ اور انھیں امرتسر شہر میں عملی طور پر اور دیگر مقامات پر زبانی طور پر یقین دلایا جا چکا تھا کہ ان سرحدی افواج کے جو پنجاب کے بارہ اضلاع میں امن قائم کرنے کی ذمہ دار ہیں۔ تین چوتھائی ہندو اور سکھ جوان آڑے وقت پر تمھاری امداد کریں گے۔

"سکھوں کے جتھے اکال سینا کے دستوں کی قیادت میں مسلمانوں کے دیہات پر دن دہاڑے حملے کرتے تھے۔ چھوٹے چھوٹے دیہات کی آبادیاں گاؤں خالی کر کے بھاگ جاتی تھیں۔ اس گاؤں کو آگ لگا دیتے تھے۔ اور اگر کوئی بچا کھچا مرد۔ عورت یا بچہ مل جاتا تھا۔ تو اسے بیدردی کے ساتھ قتل کر دیتے تھے۔ کسی قصبے میں مسلمانوں کی جمعیت سے مقابلہ آن پڑتا۔ گھنٹوں دونوں طرف سے بندوقوں کے فیر ہوتے۔ اور کہیں کہیں نیزوں۔ بھالوں۔ تلواروں اور کلہاڑیوں سے دست بدست لڑائی کی نوبت آ جاتی۔ جن مقامات پر سکھوں کی جمعیتیں شکست کھا کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔ وہاں اسی دن یا اس سے اگلے دن سرحدی فوج آ جاتی۔ جو مسلمان آبادی کو مشین گنوں۔ برین گنوں اور رائفلوں کی بے پناہ آگ کے آگے دھر کر بھون ڈالتی۔ پہلے دن کے فاتح مسلمان بھاری جانی نقصان اٹھا کر بھاگنے پر مجبور ہو جاتے۔

"جس مقام پر سکھوں کی جمعیت مسلمانوں پر غالب آ جاتی۔ وہاں سکھ قصبے میں گھس کر ہر مسلمان کو جو انھیں ملتا۔ قتل کر دیتے۔ زندہ بچوں کو نیزوں میں پرو کر اوپر اٹھاتے۔ عورتوں کو ذبح کر دیتے اور جوان لڑکیوں کو اپنے ساتھ گھسیٹ لے جاتے۔

"اس قسم کے واقعات کے بکثرت ظہور کے باعث مشرقی پنجاب کے مسلمانوں میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ہراس پھیل گیا۔ انھوں نے بھی نیزے۔ بھالے۔

Marfat.com

خنجر۔ تلواریں اور ٹکوے وغیرہ بنانے کی سرگرمیاں تیز کردیں۔ بعض مقامات پر بندوق کے تتبع میں بارود سے چلنے والی نالیاں بھی بننے لگیں۔ یعنی ہر جگہ کے مسلمان یہ سمجھ کر کہ ایک نہ ایک دن ان پر بھی حملہ ہو کر رہے گا۔ مقابلے اور دفاع کی تیاری کرنے لگے۔ قریب قریب کے دیہات نے فیصلہ کیا۔ کہ خطرے کے وقت نقارے بجائے جائیں۔ اور جس طرف سے نقارے کی آواز آئے۔ لڑنے والے جوان فی الفور اس طرف ٹوٹ پڑیں۔ اور سکھوں کا مقابلہ کریں۔

"مسلمانوں کے اکثر دیہات نے جن پر عام سکھ جتھوں نے ماسٹر تارا سنگھ کی اکال سینا کی سرکردگی میں حملہ کیا۔ سکھوں کا منہ موڑ دیا۔ سکھوں نے بھاری جانی نقصان اٹھا کر راہ فرار اختیار کی۔ لیکن ملٹری یعنی سرکاری فوج کا مقابلہ کرنا نہتے۔ بے سروسامان اور غیر منظم مسلمانوں کے لئے مشکل تھا۔ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کو کبھی خواب میں بھی یہ خیال نہ آیا تھا۔ کہ انھیں کبھی سرکار ہند کی فوجوں کا مقابلہ بھی کرنا پڑے گا۔ یہ لوگ چار پانچ پشتوں سے امن وعافیت کی زندگی بسر کرتے چلے آئے تھے۔ رائفل اور مشین گن کے فیران کے لئے بالکل نئی بات تھے۔ عسکری تنظیم کے نام تک سے واقف نہ تھے۔ اس علاقے کے سکھ بھی ان سے مختلف نہ تھے۔ لہٰذا اگر مقابلہ محض سکھ آبادی کے فسادی عنصر سے ہوتا۔ تو مسلمان اس سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکتے تھے۔ لیکن جب انھیں سکھ جتھوں کے علاوہ ریاستی بھگوڑوں (سکھ ریاستوں سے بھاگے ہوئے سپاہی) اور (خدا جانے کس سرکار کی) سرحدی فوج سے واسطہ پڑنے لگا۔ تو وہ اپنے آبائی گھروں۔ گاؤں اور زمینوں کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگنے لگے۔ اور ایسے اقطاع میں پہنچنے لگے۔ جہاں کی مسلم آبادیاں ابھی حملوں سے محفوظ تھیں۔

"اس کے ساتھ ہی سکھوں کے منظم جتھوں نے مسلمان مسافروں کا قتل عام کرنے کے لئے ریلوے ٹرینوں کو روکنا شروع کر دیا۔ ریلوے سٹیشنوں کے بابو جتھوں سے مل کر ٹرین روک لیتے تھے یا جس جگہ حملہ کرنا ہوتا تھا۔ وہاں سے لائن اکھاڑ دیتے تھے۔ ریل گاڑی کو روک کر ہندو اور سکھ مسافروں کو اتار لیتے تھے۔ اور تمام مسلمان مسافروں

کو کرپانوں۔ نیزوں اور برچھوں سے چھید ڈالتے تھے۔

" مسلمانوں کے قتل عام کی یہ مہم ۱۸۔ اگست کو فیروز پور۔ جالندھر۔ ہوشیار پور۔ امرتسر اور گورداس پور کے اضلاع میں بیک وقت جس وسیع پیمانے پر نہایت تیزی اور شدت کے ساتھ اختیار کی گئی۔ اس پر ہم سب کو ماسٹر تارا سنگھ کی تنظیمی قابلیتوں کی داد دینی چاہئے۔ ماسٹر موصوف نے ۲۴۔ جولائی کو اعلان کر دیا تھا۔ کہ سکھ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو باہر نکال دینے کی طاقت و صلاحیت رکھتے ہیں" اس کا یہ کہنا اس جتھا بندی اور تیاری کے بل پر تھا۔ جو سکھ قوم اس دن کے لئے پایۂ تکمیل تک پہنچا چکی تھی۔ اور جس کے لئے سکھ لیڈروں نے شب و روز ایک کر کے مہینوں کام کیا تھا۔ سکھ ریاستوں کے راجاؤں اور مہاراجاؤں تک کو اپنی سازش کا شریک بنا لیا تھا۔ ہندوستان کے ہندو لیڈروں کو گانٹھ رکھا تھا۔ بلکہ ریڈ کلف صاحب تک کو اس بات پر آمادہ کر لیا۔ کہ وہ حد بندی کے متعلق اپنے فیصلے کا اعلان اس تاریخ کو کریں۔ جسے سکھ لیڈر مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے کی مہم شروع کرنے کے لئے مقرر کر چکے ہیں۔ یعنی مسلمانوں کی عید کا دن ۔

" اس کے برعکس مسلمان لیڈروں نے یہ سوچنے کی زحمت تک گوارا نہ کی تھی۔ کہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا مستقبل کیا ہوگا۔ چہ جائیکہ وہ انھیں از طریق رہنمائی کچھ راہ عمل یا راہ عمل نہ سہی۔ راہ فرار ہی بتا چکے ہوتے ۔

" ہاں تو ۱۸۔ اگست کے بعد مشرقی پنجاب کے شہروں۔ قصبوں اور گاؤں میں مسلمانوں کے گھروں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے ۔ دیہات کے دیہات اور محلوں کے محلے دھڑا دھڑ جلتے نظر آنے لگے۔ فضائیں آگ کی لپٹوں اور دھوؤں سے تیرہ و تار ہونے لگیں۔ مشرقی پنجاب کی خاک مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوتی گئی۔ مسلمانوں کی نعشیں کس مپرسی کے عالم میں پڑی سڑنے لگیں۔ اور کتوں۔ گدھوں۔ چیلوں اور کوؤں کی خوراک بن گئیں۔ قتل عام کی مہم ایسی تند اور ہمہ گیر تھی۔ کہ مردوں۔ عورتوں بچوں۔ بوڑھوں۔ بیماروں۔ اپاہجوں اور درویشوں سب کو بلا امتیاز تہ تیغ کیا گیا۔

Marfat.com

جوان عورتوں کی آبروریزی ایسے ایسے بہیمانہ طریقوں سے کی گئی کہ بیچاری یکے بعد دیگرے درجنوں مردوں کا تختۂ مشق بننے کے باعث نیم جاں ہوگئیں۔ یا مرگئیں معصوم بچوں کو ان کی ماؤں کے سامنے نیزوں میں پرو پرو کر "پاکستان کے جھنڈے" بنائے گئے۔ بچوں کو یک جا کر کے بھڑکائی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زمانۂ قبل از تاریخ کی کسی وحشی قوم کے غول بیسویں صدی عیسی کی مہذب لیکن نہتی آبادیوں پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ یا سدھائے ہوئے شکاری کتے پالتو خرگوشوں کے ڈربوں پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ یا بھوکے بھیڑیوں کے غول بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں میں گھس آئے ہیں۔

ان مثالوں سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ یہ سکھ لوگ جنگی میدان کے مردان کار تھے۔ یا وہ بہادر لڑاکے تھے۔ جن کی شجاعت و پامردی کے آگے مسلمان عاجز آگئے۔ نہیں۔ بلکہ تارا سنگھ کا یہ لشکر حقیقی جنگ کے میدان کا ایک نہایت ہی ڈرپوک جانور تھا۔ مقابلے سے جی چراتا تھا۔ ٹکر ہو جانے پر دم دبا کر بھاگ کھڑا ہوتا تھا۔ لیکن اس کے سفاکانہ کارناموں کا مدار محض ہندوستان کی حکومت کی پولیس۔ جنرل ریس کی سرحدی فوج۔ سرکار ہند کے ملکی حکام اور سکھ ریاستوں کی طرف سے آئے ہوئے مسلح دستوں پر تھا۔ جن سب کی کھلم کھلا امداد اسے حاصل تھی۔ یہ عناصر جدید ترین آتشیں اسلحہ رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے پاس لائسنس کی سرکاری بندوقوں یا اپنی بنائی ہوئی بارود سے چلنے والی نالیوں کے سوا اور کوئی آتش بار ہتھیار نہ تھا۔ اور ان بندوقوں اور نالیوں کی تعداد بھی بہت ہی کم تھی۔ مثلاً چار پانچ دیہات میں ایک شکاری بندوق اور چار پانچ نالیاں۔ ان عناصر کی بدولت سکھ وحشیوں کے جتھے مسلمانوں پر غالب آجاتے تھے۔ اور غالب آجانے کے بعد وہ ان بے بس مردوں۔ عورتوں۔ بچوں بوڑھوں اور بیماروں کی تکا بوٹی کر دیتے تھے۔ جو ان کے ہاتھ لگ جاتے تھے۔

"اس طرح سکھوں کے گروہ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے شہروں۔ قصبوں۔ اور گاؤں کو بڑی تیز رفتاری کے ساتھ نذرِ آتش کرنے لگے۔ مسلمان غیر مسلم ملٹری کی

Marfat.com

آمد پر جب گولیوں کی بے پناہ بارش کے سامنے دھر لئے جاتے۔ تو اپنے مساکن کو چھوڑ کر سراسیمہ ہو کر بھاگتے۔ ان کی جمعیتیں باہر کھیتوں میں۔ جنگلوں میں اور دریاؤں کے قریب دریاؤں کے جزیروں میں پناہ لیتیں۔ یا ایسے اقطاع کی طرف چلی جاتیں۔ جہاں ابھی مسلمانوں کی آبادیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں ہوئی تھی۔ اس طرح مشرقی پنجاب میں جا بجا بے خانماں مسلمانوں کے کیمپ بننے لگے۔

"لیکن مسلمانوں کو اپنے گھروں سے بے دخل کرنے پر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔ ماسٹر تارا سنگھ کے لشکر جو سرکاری فوجی دستوں۔ پولیس کے جوانوں۔ اکال سینا کی مسلح ٹولیوں۔ ریاستی فوجوں اور عام سکھوں کے جتھوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ مسلمانوں کے قافلوں اور کیمپوں پر حملے کر کے انسانی جانوں کا شکار کھیلتے تھے۔ ان کا مقصد مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں قتل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس بے پناہ خوں ریزی سے وہ بزعم خود مغربی پنجاب کے ان سکھوں کا بدلہ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں سے لے رہے تھے جنھیں مارچ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں مسلمانوں کے ہاتھ سے گزند پہنچا تھا۔ جو ماسٹر تارا سنگھ نے اسمبلی چیمبر کی سیڑھیوں پر ننگی کرپان کا مظاہرہ کر کے شروع کئے تھے۔ سکھ اب مسلمانوں سے سود در سود کے حساب سے بدلے لے رہے تھے۔ کیونکہ اب ملک کی حکومت ہندوستان کی ساری فوجی طاقت۔ پولیس کی جمعیت۔ حکام اور ریاستی افواج کی پوری امداد انھیں حاصل ہو گئی تھی۔ اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں کے پاس۔ ان مسلمانوں کے پاس جنھیں ان کے لیڈروں نے اپنے حصولِ اقتدار کی خاطر کمال بے اعتنائی سے بھیڑیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ اپنی حفاظت و مدافعت کے لئے نیزوں۔ بھالوں اور لاٹھیوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ دفاعی تنظیمات اور حفاظتی جتھا بندی کے گُروں سے وہ نا آشنائے محض تھے۔ لیڈروں نے انھیں ان باتوں سے واقف بنانے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی۔ اس موقع پر مجھے نہایت شرمساری کے ساتھ اس امر کا اعتراف بھی کرنا ہے۔ کہ مشرقی پنجاب کے امن پسند۔ عافیت پسند اور صلح جو مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی۔ جنھیں "بزدل۔ ڈرپوک اور نامرد" کہا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کا وتیرہ یہ تھا۔ کہ اگر حملے

کا خطرہ گاؤں کے شمال کی جانب سے ہو۔ تو یہ حضرات جنوب کی سمت کے "نا کے روکنے کے لئے" جلد بازی سے کام لیتے تھے۔ اور جب کسی دُور کے گاؤں کی مدد کے لئے جہاں جنگ جاری ہوتی تھی۔ جاتے تھے۔ تو کسی نہ کسی بہانے سے راستے ہی سے لوٹ آتے تھے۔ موت چاروں طرف سے ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔ لیکن ایسے لوگ مردانہ وار مقابلہ کر کے جان دینے کا فیصلہ کرنے کے بجائے چوہوں کی طرح جان بچانے کے لئے بِل ڈھونڈتے پھرتے تھے۔

"........ اور ہاں مسلمانوں کی قوم ایسے بہادر مردوں اور بہادر عورتوں کے وجود سے بھی خالی نہ تھی۔ جنھوں نے سچی جواں مردی اور حقیقی اسلامی شجاعت سے کام لیا۔ جو گولیوں کی بارش کے سامنے سینہ سپر ہو کر لڑے اور شہید ہوئے۔ جنھوں نے سکھوں کو اپنے برچھوں اور نیزوں پر دھر لیا۔ اور انھیں شکستیں دیں۔ جنھوں نے کئی کئی دن تک ہزاروں کی جمعیتوں کے ساتھ مقابلے جاری رکھے۔ اور ہندو اور سکھ ملٹری تک کے منہ موڑ دئے۔

"اسلام کی وہ بہادر خواتین ہماری تاریخ کے لئے مایۂ ناز ہیں۔ جنھوں نے جوانمردوں کی طرح وحشی سکھوں سے لڑ کر جام ہائے شہادت نوش کئے۔ جو اپنی عزت و آبرو بچانے کی خاطر دریاؤں میں کود پڑیں۔ اور ان کی لہروں میں ہمیشہ کے لئے غائب ہو گئیں جنھوں نے محصور ہو جانے کی صورت میں گھر کی دوسری اور تیسری منزل پر چڑھ کر چھلانگیں لگا دیں۔ تاکہ دشمن ان کے جیتے جی ان کے پاک جسموں کو ہاتھ نہ لگانے پائیں۔ جنھوں نے کنوؤں میں کود کر اپنی زندگیوں کا خاتمہ کرنے کی ٹھان لی۔ لیکن دشمن کے ہاتھ قید ہونا گوارا نہ کیا۔ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں میں ایسے بہادر عنصر کی کمی نہ تھی۔ کاش اسے پہلے سے منظم و مسلح کیا ہوتا۔ یا اسے بروقت کسی طرف سے سہارا مل سکتا۔ اگر یہ میسر آ جاتا۔ تو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی تاریخ کا رنگ یکسر دوسرا ہوتا۔

"اگست کے آخر تک امرتسر۔ گورداس پور۔ فیروز پور۔ جالندھر۔ ہوشیار پور اور لدھیانہ کے اضلاع سے مسلم آبادیوں کا حصۂ غالب اپنے گھروں۔ زمینوں اور جائدادوں سے بیدخل

Marfat.com

ہو کر کامل بے سروسامانی کی حالت میں کیمپوں میں جمع ہو رہا تھا۔ ان میں سے پانچ لاکھ خانماں برباد مسلسل چلنے والے قافلوں کی صورت میں چل کر پاکستان کی حدود میں داخل ہو چکے تھے۔ اور لاکھوں مسلمان کیمپوں میں پڑے پاکستان کی طرف روانہ ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے شہر۔ محلے۔ قصبے اور دیہات نذر آتش کر دئے گئے تھے یا لوٹے جا چکے تھے۔ کہیں کہیں مسلمان آبادیوں کا کوئی اجتماع محفوظ بیٹھا اس ساعت کا انتظار کر رہا تھا۔ جب سکھ لشکر دوسرے مقامات سے فارغ ہو کر ان کی خبر لینے کے لئے آگے بڑھیں۔ سکھوں کی طرف سے مسلمانوں کے قتل عام کا پروگرام برابر جاری تھا۔ اگر مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کو بے دخل کرنا اور نکالنا مقصود تھا۔ تو وہ انڈین یونین کی آزاد حکومت اور سکھ ریاستوں کی امداد سے اس مقصد میں بہت بڑی حد تک کامیاب ہو چکے تھے۔ لیکن ان کا مقصود صرف یہ نہ تھا۔ وہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا چاہتے تھے۔ اس لئے انھیں گھروں سے نکال دینے کے باوجود ان کا شکار کھیل رہے تھے۔ ان کی بچی کھچی آبادیوں کو اجاڑ دینے کے درپے تھے۔ ان کے بھاگتے ہوئے قافلوں پر حملے کرتے تھے۔ ان کے اجتماعوں اور کیمپوں پر شب خون مارتے تھے۔ ان کاموں سے انھیں روکنے والا کوئی نہ تھا۔ بلکہ ہندوستان کی حکومت کی فوج اور پولیس انھیں کھلم کھلا امداد دے رہی تھی۔ حکام ان کی پیٹھ ٹھونکتے تھے۔ وحشت و بربریت۔ سفاکی و درندگی کے کارناموں پر انھیں شاباش دی جا رہی تھی۔ اس وقت سکھ ایسی وحشی قوم کو انسانیت سوز مظالم سے روکنے کا طریق صرف یہ تھا۔ کہ پاکستان کی فوجیں مشرقی پنجاب پر چڑھائی کر دیتیں۔ پاکستان کی حکومت ہندوستان کی حکومت کو جنگ کا باقاعدہ الٹی میٹم بھیج کر جواب طلب کرتی۔ کہ اس کی سرزمین میں زمانۂ قبل از تاریخ کے یہ وحشیانہ کھیل کیوں کھیلے جا رہے ہیں۔ لیکن اس طرف الٹی میٹم دینے اور جواب طلب کرنے کی ہمت کسے ہو سکتی تھی۔ پاکستان کے حکمران تو صرف عہدے اور اقتدار لے کر آئے تھے۔ فوجیں دور دراز مقامات پر بکھری پڑی تھیں۔ جنگی ساز و سامان کا بیشتر حصہ ابھی ہندوستان میں اٹک رہا تھا۔ خزانے کا پچپن کروڑ روپیہ حریفوں کے ہاتھ میں تھا۔ راقم الحروف کا خیال

Marfat.com

ہے۔ کہ ان غفلتوں اور فروگزاشتوں کے باوجود اگر پاکستان کے حکمران ہمت سے کام لیتے۔ تو وہ ہندوستان کو جنگ کا الٹی میٹم دے کر عام مسلمانوں کو مشرقی پنجاب پر چڑھائی کرنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ اس صورت میں ماسٹر تارا سنگھ کے سکھوں پر فی الفور ہراس طاری ہو جاتا۔ انھیں مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے بجائے اپنی جان کے لالے پڑ جاتے۔ مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کے پاؤں جم جاتے۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک صحیح صاف اور ستھری جنگ شروع ہو جاتی۔ جس کے نتائج خدائے عزوجل کی طرف سے آنے والی نصرت کے طفیل مسلمانوں کے حق میں بدرجہا بہتر نکلتے۔ مسلمان اس جنگ میں فتح یاب ہوتے یا مردانہ وار لڑ کر مٹ جاتے۔ لیکن اس ذلت و نامرادی کا کلنک اپنے ماتھے پر لگوانے سے بچے رہتے۔ جو انھیں اپنے ارباب اقتدار کی عاقبت نااندیشیوں کے باعث جھیلنی پڑی۔

▪ سارے مشرقی پنجاب میں بڑے وسیع پیمانے پر انتہائی تندی اور تیز رفتاری کے ساتھ مسلمانوں کے قتل عام کی مہم جاری تھی۔ اور ہندوستان کے ارباب اقتدار نے یہ انتظام کر رکھا تھا۔ کہ خبریں نشر نہ ہونے پائیں۔ مشرقی پنجاب میں آمد و رفت کی تمام راہیں مخدوش اور پُر خطر ہو چکی تھیں۔ اس لئے ضلع کے ایک گوشے کے حالات کی صحیح صحیح خبریں دوسرے گوشے تک پہنچنی ناممکن ہو گئی تھیں۔ چہ جائیکہ یہ معلوم ہو سکتا کہ دور افتادہ اقطاع میں مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے۔ ان اضلاع میں امن قائم رکھنے کی ذمہ دار میجر جنرل ریس کی سرحدی افواج تھیں۔ جو چار بٹالینوں پر مشتمل تھیں۔ اور بارہ اضلاع کے وسیع رقبے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان افواج کا ۷۵ فی صد ہندو اور سکھ عنصر صحیح طور پر اپنے ہم قوموں کی امداد کر رہا تھا۔ ان افواج کی ٹولیاں جس فساد زدہ رقبے میں جاتی تھیں۔ مسلمانوں ہی کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا لیتی تھیں۔ سکھوں اور ہندوؤں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتی تھیں۔ کیفیت یہ تھی۔ لیکن میجر جنرل ریس کے ہیڈ کوارٹرز سے ۱۹۔ اگست کو یہ اعلان جاری کیا گیا۔

"سرحدی افواج نے ایسے جتھوں کو جن سے ان کی مڈبھیڑ ہوئی۔ غیر جانب دار

رہ کر نقصان پہنچایا ہے۔ یہ افواج آئندہ بھی ایسے فسادی جتھوں کو بے طرف رہتے ہوئے فساد سے باز رکھنے کی کوشش کریں گی۔ بشرطیکہ ان کی موجودگی کی اطلاع ٹھیک وقت پر مل جائے۔"

"عامتہ المسلمین کے لئے اس اعلان کی آخری شرط کا پورا کرنا ہی قریب قریب غیر ممکن تھا۔ کیونکہ دیہات میں خبر تک نہ دی گئی تھی۔ کہ ان افواج کی چوکیاں کہاں کہاں ہیں۔ مزید برآں قبل اس کے کہ سرحدی افواج کی کسی چوکی کو اطلاع بہم پہنچتی۔ سکھ جتھے اپنا کام کرکے دوسری اطراف کا رخ کر لیتے۔ اور اطلاع ملنے پر بھی یہ فوجیں مسلمان آبادیوں ہی کو اپنے فیروں اور اپنی دوسری تشدد آمیز کارگزاریوں کا تختۂ مشق بنا لیتی تھیں۔ جن اقطاع پر سکھوں کو دوسرے تیسرے دن حملہ کرنا ہوتا تھا۔ ان کے سرکردہ مسلمانوں کو پہلے ہی گرفتار کرکے لے جاتی تھیں۔ اور ان اقطاع کے مسلمانوں سے ہتھیار چھین کر انہیں نہتا اور بے بس بنا دیتی تھیں۔ حالت یہ تھی۔ لیکن ان افواج کا ہیڈ کوارٹر مغربی پنجاب کے مسلمانوں اور دنیا کو فریب دینے کے لئے بڑی ڈھٹائی اور ستم ظریفی کے ساتھ اعلان جاری کر رہا تھا۔ کہ یہ فوجیں غیر جانبدارانہ اپنا کام کر رہی ہیں۔ اس کے علاوہ ان فوجوں کے ہیڈ کوارٹر سے کیفیت حال کی جو اطلاعات نشر کی جاتی تھیں۔ ان میں بھی صحیح حالات پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اور یہ ظاہر کیا جاتا تھا۔ کہ مشرقی پنجاب کے فسادات بہت معمولی نوعیت کے ہیں۔

"ادھر ۱۶۔ اگست کو منظم سازش کے ماتحت مسلمانوں کے قتل عام کی مہم شروع کی گئی۔ ادھر ماسٹر تارا سنگھ۔ گیانی کرتار سنگھ اور دوسرے سکھ لیڈروں نے قیام امن کے بہانے سے ان اضلاع کے دورے شروع کر دئے۔ جن کا مقصد آتش فساد کو تیز تر کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ یہ لیڈر جہاں جہاں گئے۔ سکھوں نے وہاں مسلمانوں کے قتل عام کی مہم کے سلسلے میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔

"پاکستان کے عام مسلمانوں بلکہ ان کے اکابر کو مشرقی پنجاب کے حالات کی اطلاع محض پناہ گیروں کے ان قافلوں کی حالت سے ملتی تھی۔ جو جوق در جوق پاکستان کی

Marfat.com

حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ لیکن ان سے بھی وہ ہولناک کیفیات کا صحیح اندازہ لگانے سے قاصر تھے۔ اُدھر ہمہ گیر سازش اور مکمل تیاری کے ساتھ بڑی سرعت سے مسلمانوں کو کلی طور پر فنا کر دینے کی مہم پورے زور شور سے جاری تھی۔ اِدھر پاکستان اور مغربی پنجاب کے ارباب اقتدار مبہوت اور دم بخود کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ ان کے دماغ معطل ہو چکے تھے۔ ان کے قوائے فکر و عمل جواب دے چکے تھے۔ انھوں نے حالات کے ارتقا کے اس پہلو پر کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔ کہ لنگڑے اور اپاہج پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ان کے حریف مشرقی پنجاب اور ہندوستان میں مسلمانوں کے قتل عام۔ اخراج اور افنا کی مہم شروع کر دیں گے۔ حالانکہ حالات و واقعات کی رفتار الیہ بہار کے وقت ہی سے انتباہ پر انتباہ کرتی چلی آرہی تھی۔ اور ماسٹر تارا سنگھ لگی لپٹی رکھے بغیر اعلان کر چکے تھے۔ کہ سکھ مسلمانوں کو نہ صرف مشرقی پنجاب سے نکال کر رہیں گے۔ بلکہ وہ انھیں مغربی پنجاب سے بھی بے دخل کرنے کی کوشش کریں گے۔

"پاکستان کے اکابر کی آنکھیں اُس وقت کھلیں۔ جب مشرقی پنجاب میں سکھ اپنا کام کر چکے تھے۔ ۲۲۔ اگست کو مغربی پنجاب کے وزرا نے مشرقی پنجاب کے وزیروں کے ساتھ لاسلکی پر نامہ و پیام کیا۔ تو اُدھر سے یہ جواب آیا۔

"آپ فکر نہ کریں۔ ہم قیام امن کے لئے جالندھر پہنچ رہے ہیں۔ آپ مغربی پنجاب میں امن قائم رکھیے۔"

"اس روز مشرقی اور مغربی پنجاب کے وزرا کی ایک کانفرنس جالندھر میں منعقد ہوئی۔ لیکن نتیجہ معلوم۔ ۲۶۔ اگست کو پاکستان ریڈیو پر پہلی دفعہ یہ اعلان کیا گیا۔ کہ مشرقی پنجاب میں سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر رکھا ہے۔ اس مہم کو شروع ہوئے سات آٹھ دن گزر چکے تھے۔ اور سکھوں کو اپنے مقصد میں بہت بڑی حد تک کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ اور قتل عام کی مہم زوروں پر جاری تھی۔ لیکن مشرقی پنجاب کے وزیر سورن سنگھ نے ۲۷۔ اگست کو

Marfat.com

ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ مغربی پنجاب کی حکومت مشرقی پنجاب کے فسادات کو مسلمانوں کا قتل عام ظاہر کر رہی ہے۔ حالانکہ اس طرف محض فساد کے معمولی سے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ کہیں کہیں قتل کی کوئی واردات ہو جاتی ہے۔ ویسے سب خیریت ہے۔

" ۲۹۔ اگست کو لاہور میں قائد اعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان اور لارڈ مونٹ بیٹن گورنر جنرل ہندوستان کے درمیان کانفرنس ہوئی۔ اور یہ بات طے کر لی گئی۔ کہ اضلاع امرتسر۔ گورداسپور اور جالندھر ڈویژن یعنی اضلاع فیروز پور۔ لدھیانہ و جالندھر و ہوشیار پور کانگڑہ مسلمان آبادی کو پاکستان کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ اور مغربی پنجاب کے اضلاع سے ہندوؤں اور سکھوں کو ہندوستان کی طرف بھیج دیا جائے۔

" اس کانفرنس کے بعد پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر لیاقت علی خاں ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی معیت میں مشرقی پنجاب کے فساد زدہ اضلاع کا دورہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ دونوں بزرگ ضلع ہوشیار پور کے ایک گاؤں موضع کپور میں پہنچے۔ تو وہاں کے خوف زدہ مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے۔ پنڈت نہرو نے وہاں ایک تقریر ارشاد فرمائی۔ اور کہا:۔

" تم اس قدر بدحواس کیوں ہو رہے ہو۔ اگر تم میں سے کسی کو گزند پہنچا۔ تو میں انتہائی فوجی کارروائی کرنے میں بھی تامل سے کام نہ لوں گا۔ اس بدبخت ضلع میں جو کچھ ہو چکا ہے مجھے اس کا علم ہے۔ ہم اس بربریت کو برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم امن قائم کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ جو شخص مشرقی پنجاب میں رہنے کا خواہش مند ہو گا۔ اس کی حفاظت کی جائے گی"۔

کیا ستم ظریفی اور زخموں پر نمک پاشی کی اس سے روشن تر مثال کوئی ہو سکتی ہے؟

" وحشت و بربریت کے اس معرکے کی اطلاعات جو ہمہ گیر منظم سازش کے ماتحت انتہائی شدت اور سرعت رفتار کے ساتھ جاری کیا گیا تھا۔ ہندوستان کے اخبارات میں تو شائع ہو ہی نہیں سکتی تھیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنی حکومت کی طرح اس سازش

Marfat.com

میں شریک تھے۔ مزید برآں دُور افتادہ مقامات تک صحیح حالات کی خبریں پہنچنا ایک محال امر تھا۔ پاکستان کے اخبارات تو کیا۔ اکابر حکمران بھی صحیح طور پر اندازہ کرنے سے قاصر تھے۔ کہ مشرقی پنجاب میں کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ صرف برطانی اور امریکی اخبارات کے نمائندوں نے جو ان دنوں مشرقی پنجاب میں موجود تھے۔ یا فسادات کی اطلاع پا کر اپنے فرض منصبی کی بجا آوری کی خاطر بھاگے بھاگے مشرقی پنجاب میں پہنچے۔ اپنے اخبارات کو ایسی اطلاعات بھیجیں۔ جو حقیقت حال کی جھلک دکھا رہی تھیں۔ ان خبروں کی اشاعت پر ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو بہت برہم ہوئے۔ انھوں نے ۲۹ اگست کو ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا:۔

ان حضرات نے (غیر ملکی اخبارات کے نامہ نگاروں نے) مشرقی پنجاب کے واقعات کی اطلاعات اپنے اخبارات کو بھیج کر ہندوستان کی مہمان نوازی سے سراسر ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔"

"یعنی ہندوستان کا وزیراعظم یہ چاہتا تھا۔ کہ غیر ملکی لوگ بھی مسلمانوں کے قتل عام کی اسی سازش میں ہندوستان کے حکمرانوں کے شریک حال بن جاتے۔ تاکہ مشرقی پنجاب کے بے گناہ مسلمانوں کے خون ناحق پر شہادت دینے والا ایک متنفس بھی حاضر نہ ہو سکتا۔

"حقیقت یہ ہے۔ کہ سکھوں اور ہندوؤں نے آزادی حاصل کر لینے کے نشے سے بدمست ہو کر سفاکی۔ خوں ریزی۔ غارت گری اور درندگی کے جن وحشیانہ جرائم کا ارتکاب کیا۔ انھیں کسی مورخ یا ادیب کا قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ چہ جائیکہ ان کی صحیح صحیح تصویر کھینچ کر دکھائی جاسکے۔ جنگل کے درندے اور کوہستانوں کے بھوکے بھیڑیے تو اپنے شکار کو محض چیرنے پھاڑنے ہی تک اکتفا کر لیتے ہیں۔ لیکن شمالی ہند کے ان آدم نما حیوانوں نے صنف نازک پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے۔ جو ازمنۂ قبل از تاریخ کے وحشی انسانوں کے وہم و گمان میں بھی نہ آئے ہوں گے۔ دَورِ وحشت کا انسان بھی عورتوں پر بے جا دست درازی کرنے سے طبعاً ہچکچاتا تھا۔ لیکن سکھوں اور ہندوؤں نے بیسویں صدی مسیحی کے دَورِ تہذیب میں وہ کچھ کر دکھایا۔ جس پر انسانیت قیامت تک اپنا سر پیٹتی

Marfat.com

رہے گی۔ آئندہ ادوار کے لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے۔ کہ آیا انسانوں کی کوئی جماعت منظم سازش اور مصمم ارادے کے ساتھ ان ننگ انسانیت افعال کا ارتکاب کر سکتی ہے۔
جو ۱۹۴۷ء کے تین چار مہینوں میں دریائے موّاج کی سی روانی اور بحر زخار کی سی فراوانی کے ساتھ صفحۂ ایام پر ثبت کر کے دکھائے گئے۔ اس سلسلے میں جو تصویر ہم کھینچ رہے ہیں۔ اسے حقیقت حال کا ایک مجمل سا خاکہ سمجھنا چاہیئے۔ اس تصویر کا ایک ایک خط سیکڑوں بلکہ ہزاروں واقعات کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اور ان سچّی اور صحیح اطلاعات پر مبنی ہے۔ جو ہزاروں انسانوں نے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر بیان کی ہیں۔

" حکومت کی فوج اور پولیس نے عامۃ النّاس کے لشکروں سے مل کر نہتے۔ بے بس اور بے خبر مسلمانوں کو گھیرے میں لے لے کر بندوقوں۔ رائفلوں۔ برین گنوں۔ سٹین گنوں۔ بموں۔ ہتھ گولوں۔ برچھیوں۔ نیزوں۔ تلواروں۔ کلہاڑیوں اور دوسرے ہتھیاروں سے بے دریغ موت کے گھاٹ اتارا۔ قتل عام کیا۔ اور خاک و خون میں لوٹایا۔

" اس قتل عام میں بوڑھوں۔ عورتوں اور بچوں تک کو تہ تیغ کر ڈالا گیا۔ بلکہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے جنینوں تک کو نیزوں کی انیوں پر لٹکایا گیا۔

" مسلمان مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ بچوں کو زندہ اس آگ کے شعلوں میں پھینکا گیا۔ جو ان وحشیوں نے مکانوں اور گھروں کو جلانے کے لئے بھڑکائی تھی۔ زخمیوں کو زندہ دفن کرا دیا گیا۔

" لاشوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ اعضاء جوارح کاٹ کاٹ کر الگ الگ پھینک دیئے گئے۔ مردوں کے آلات تناسل کاٹ کر ان کے منہوں میں ڈال دیئے گئے۔

" بچوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت ان کی ماؤں کے منہوں میں ٹھونسا گیا۔ اور ماؤں کو اپنے بچوں کا خون پینے پر مجبور کیا گیا۔

" دودھ پیتے بچوں کو کیلیں ٹھونک کر دیواروں سے ٹانگ دیا گیا۔ اور ان کے تڑپ تڑپ کر جان دینے کا تماشا دیکھا گیا۔

" عورتوں کی چھاتیاں کاٹ دی گئیں۔ اور سکھ درندوں نے ان کٹی ہوئی چھاتیوں

کے ہار پرو پرو کر اپنے گلوں میں ڈالے۔

"بے بس عورتوں کو مادرزاد برہنہ کرکے ان کے جلوس نکالے گئے۔ اور ان کے ساتھ ایسی ایسی وحشیانہ حرکات کی گئیں۔ جو سراسر ناقابلِ بیان ہیں۔"

"یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ ہم نے اِکا دُکا واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ نہیں۔ بلکہ ایسے وحشت انگیز اور بربریت خیز جرائم کا ارتکاب مشرقی پنجاب۔ دہلی اور ریاستوں میں جا بجا بہت وسیع پیمانے پر کیا گیا۔ مسلمانوں کی تذلیل کی اس مہم کے نمایاں خط و خال یہ تھے بمعلوم ہوتا ہے۔ کہ سفاکوں اور درندوں کو خاص طور پر ایسی ایسی حرکات کے ارتکاب کی ہدایات دی گئی تھیں۔"

ریاست جموں و کشمیر

ریاست جموں و کشمیر کی عنانِ حکومت ہندو ڈوگرہ راجے کے ہاتھ میں ہے۔ یہاں اسّی فی صدی مسلمان آباد ہیں۔ دنیا کے دوسرے مقامات کی طرح یہاں بھی آزادی کی تحریک مدت دراز سے جاری تھی۔ جب ۳۔ جون ۱۹۴۷ء کو حکومت برطانیہ کے اس فیصلے کا اعلان کیا گیا کہ ہندوستان اور پاکستان میں بہت جلد درجۂ نوآبادیات کی آزاد حکومتیں قائم کر دی جائیں گی تو کشمیر کے راجے نے اپنی رعایا کو گوناگوں مظالم کا تختۂ مشق بنا رکھا تھا۔ خصوصاً ڈوگرہ فوج اہل پونچھ پر جبر و تشدد کی بجلیاں گرا رہی تھی۔

اعلان تقسیم ہند کے ساتھ ہی مشرقی پنجاب اور شمالی ہند کی غیر مسلم ریاستوں کی طرح اس ریاست میں بھی مسلمانوں کے قتل عام اور اخراج کا ہولناک کھیل شروع کر دیا گیا۔ ڈوگرہ فوج کے انسان نما درندے مسلمانوں کے گھروں میں زبردستی داخل ہو کر انھیں موت کے گھاٹ اتارنے اور مکانوں کو نذرِ آتش کرنے لگے۔ اکھنور میں ۱۴ ہزار۔ جموں میں تقریباً ۲۵ ہزار۔ سانبہ میں ۱۴ ہزار اور کٹھوعہ میں آٹھ ہزار مسلمان تہ تیغ کیے گئے۔ مجاہدین پونچھ نے یہ خونیں اطلاعات سنیں۔ تو انھوں نے ڈوگرہ فوج سے صف آرا ہو کر ان کے چھکے چھڑا دیے۔

راجہ کشمیر نے اپنی فوج کی تباہی و بربادی پر نظر ڈالی۔ تو وہ چوکڑی بھول گیا۔ اور الحاق

Marfat.com

ریاست کی پیش کش کرتے ہوئے انڈین یونین سے استمداد کی۔ چنانچہ ہندوستان کی ٹڈی دل فوجیں مجاہدین سے نبرد آزما ہونے کے لئے کشمیر کے جنگی میدانوں میں پہنچ گئیں۔

عرصے تک فریقین میں کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ آخر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کشمیر میں آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ جس کے صدر سردار محمد ابراہیم قرار پائے۔ اس آزاد حکومت نے اپنے اولین سرکاری اعلان میں تمام غیور مسلمانوں کے نام حسب ذیل احکام صادر کئے:۔

(۱) ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے بعد ہری سنگھ یا کسی اور شخص یا اشخاص نے ہری سنگھ کی ہدایات کے مطابق کشمیر پر حکومت کرنے کا دعویٰ کیا۔ تو اسے جمہوری حکومت کے قوانین کے ماتحت سزا دی جائے گی۔

(۲) ریاست کا کوئی شخص ہری سنگھ۔ اس کے رشتہ دار۔ دوست یا اس کے کسی گماشتے یا مقرر کئے ہوئے افسر کے حکم کی تعمیل نہ کرے۔

(۳) ریاست کے تمام باشندے آزاد حکومت کے ان احکام پر عمل کریں۔ جو وہ آج کے بعد جاری کرے گی۔

مسٹر لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان نے ایک نشری تقریر کے دوران میں کشمیر سے متعلق مفصل بیان دیتے ہوئے کہا:۔

" آج کشمیر کے عوام اپنی آزادی ہی کے لئے نہیں لڑ رہے۔ بلکہ وہ زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ مشرقی پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی جو بڑی سکیم تیار کی گئی تھی۔ اور جو الور۔ بھرت پور۔ پٹیالہ۔ فرید کوٹ اور کپور تھلہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچائی گئی۔ اس میں کشمیر کے مسلمانوں کو بھی شامل کر لیا گیا۔ اور اس سکیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کشمیر کی بزدل حکومت نے انڈین یونین میں شمولیت کا اعلان کر کے فوجی امداد حاصل کی۔ تا کہ کشمیر کی حسین و جمیل وادی کو بے گناہ مسلمانوں کے خون سے گل رنگ بنا دیا جائے۔ مشرقی پنجاب اور پنجاب کی ریاستوں میں مسلمانوں کے خون کی ہولی کھیلنے کے بعد ان تباہ کن طاقتوں نے کشمیر کا رخ کیا۔ ستمبر کے اواخر میں آئی۔ این۔ اے اور راشٹریہ سیوک سنگ کے ہیڈ کوارٹر امرتسر سے

جموں منتقل کردئے گئے۔ اور ہزاروں نام نہاد پناہ گزیں سکھ جدید آلات حرب سے لیس ہو کر کشمیر میں داخل ہو گئے۔ یہ لوگ مغربی پنجاب کے راستے سے نہیں۔ بلکہ شرقی پنجاب سے کشمیر میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ خود بخود چلنے والے ہتھیاروں سے مسلح تھے۔ اور انھیں مزید ہتھیار حکومت کے حکام نے بہم پہنچائے۔ اور ان درندوں نے جموں اور پونچھ میں اس خونی ڈرامے کو دہرانا چاہا۔ جو اس سے قبل وہ مشرقی پنجاب اور سکھ اور جاٹ ریاستوں میں کھیل چکے تھے۔ ان لوگوں نے جموں اور پونچھ کے معصوم باشندوں کا خون بہانا شروع کر دیا۔ پونچھ میں ان کے مکانات جلا دئے گئے۔ ان دیہات کے شعلے مری اور کوہالہ سے نظر آتے تھے۔ جبر و تشدد اور وحشت و بربریت کی ان طاقتوں نے پونچھ اور کشمیر کے لوگوں کو مجبور کر دیا۔ کہ وہ اپنے عزت و ناموس اور زندگیوں کو بچانے کے لئے اس طاقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ جو ایک صدی سے انھیں کچل رہی۔ اور اپنا غلام بنائے ہوئے ہے۔

" انڈین یونین کی فوجیں ان لوگوں کو غلام بنانے اور ختم کرنے کے لئے جو اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔ کشمیر اور جموں کے ظالموں کی مدد کر رہی ہیں۔ انڈین یونین گورنمنٹ کا مقصد وحید یہ ہے۔ کہ راجہ کے ہاتھ مضبوط کرنا چاہتی ہے۔ جس کے باب میں ہندوستان کے لیڈر بخوبی جانتے ہیں۔ گو آج ان حقائق کو فراموش کر دیں۔ انڈین یونین گورنمنٹ دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈالنے اور دھوکا دینے کے لئے کشمیریوں کی جنگ استقلال وطن کو بغاوت سے تعبیر کر رہی ہے۔ اور محبان وطن کو حملہ آور کے الفاظ سے پکار رہی ہے۔ اور یہ الزام حکومت پاکستان پر لگایا جا رہا ہے۔ کہ وہ محبان وطن کی امداد کر رہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ پونچھ کے ساٹھ ہزار سابق فوجیوں نے جو اسلحہ کا استعمال بخوبی جانتے اور ہندوستان کی حملہ آور فوج سے ہتھیار چھیننے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ حملہ آوروں اور ڈوگرہ فوجوں سے بھاری تعداد میں ہتھیار چھینے اور وہ انھیں ہتھیاروں کو استعمال میں لا رہے ہیں۔

" انڈین یونین کی فوجیں جوناگڑھ اور مناودر کی پاکستانی ریاستوں میں داخل ہو گئی

Marfat.com

ہیں۔ پاکستانی فوجیں کشمیر میں داخل نہیں ہوئیں۔ ہندوستانی حکومت نے ریاست جوناگڑھ
کے پاکستان میں شمول کو اپنی سلامتی کے لئے خطرہ قرار دیا تھا۔ لیکن کشمیر کا انڈین یونین
میں شامل ہو جانا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کشمیریوں کی قوم کو جو بہت سی
خوبیوں اور صلاحیتوں کی مالک ہے۔ آج انڈین یونین کے طیارے بم باری اور اس
کی فوجیں آتش باری کر کے ختم کر رہی ہیں۔ ایک صدی کا ذکر ہے۔ کہ انگریزوں نے امرتسر
کے رسوائے عالم معاہدے کے رو سے ۷۵ لاکھ روپے کے عوض کشمیر کو موجودہ راجے
کے جد امجد کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ اخلاقی اور قانونی طور پر یہ معاہدہ ختم ہو چکا
ہے۔ اور موجودہ بزدل حکمران کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ چالیس لاکھ انسانوں کو اپنی
غلامی کے چنگل میں بہ نوک سنگین پھنسائے رکھے۔

"کشمیر کے لوگوں نے ڈوگرہ شاہی کے خلاف گزشتہ چند سال میں بہت دفعہ
حصول آزادی کے لئے کوشش کی۔ لیکن انھیں فوجی طاقت کے بل پر دبا دیا گیا۔ ایک
صدی کے کچلے ہوئے چالیس لاکھ انسان مجبور ہو گئے۔ کہ وہ ڈوگرہ غلامی کا جوا اتار
پھینکیں۔ وہ اس وقت زندگی اور موت کی جنگ میں مصروف ہیں۔ اگر وہ اس جنگ
میں ناکام رہے۔ تو مٹا دیئے جائیں گے۔ اور ان کا نام تک باقی نہ رہے گا۔ مجھے یقین
ہے۔ کہ کشمیر کے محبان وطن جو اپنی آزادی اور تحفظ حیات کے لئے نبرد آزما ہیں۔ بالآخر تمام
رکاوٹوں کو پامال کرتے ہوئے کامیابی۔ نصرت اور فتح کی منزل سے ہم کنار ہو جائیں گے۔
ہمارے دل اس وقت ان مجاہدین کے درمیان ہیں۔ جو وادیٔ کشمیر میں اپنی آزادی اور
زندگی کے لئے لڑ رہے ہیں۔

"پونچھ کے باشندوں پر جو مظالم ڈھائے گئے۔ اور جو تشدد ان کے خلاف روا رکھا
گیا۔ اس کی وجہ سے ہزارہ اور مغربی پنجاب میں آباد پونچھیوں کے رشتہ داروں میں
جوش پھیل گیا۔ اس کا اثر قبائل پر بھی پڑا۔ اور تھوڑی تعداد میں یہ لوگ اپنے پونچھی
عزیزوں کی امداد کے لئے ریاست میں داخل ہو گئے۔ انڈین یونین انھیں حملہ آور کے
نام نہاد خطاب سے پکار رہی ہے۔ حالانکہ حملہ آور انڈین یونین کی فوج راشٹریہ سیوک سنگھ

اور وہ ہزاروں سکھ ہیں۔ جو مشرقی پنجاب کے راستے سے کشمیر میں داخل ہوئے۔ جب الور۔ بھرت پور۔ پٹیالہ۔ فریدکوٹ اور کپورتھلہ میں مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا تھا۔ تو ہم نے انڈین یونین گورنمنٹ سے مطالبہ کیا۔ کہ وہ ان ریاستوں میں مسلمانوں کو تباہی اور ہلاکت کے منہ سے بچائے۔ لیکن انڈین یونین گورنمنٹ نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ وہ ریاستوں کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اب وہی حکومت کشمیر کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہی ہے۔ اور فوجی امداد کے ذریعے سے مسلمانانِ کشمیر کو موت کی نیند سلا دینا چاہتی ہے۔ انڈین یونین گورنمنٹ نے دنیا کو دھوکا دینے کے لئے جو یہ رٹ لگائی ہے۔ کہ کشمیر پر باہر سے حملہ ہوا ہے۔ یہ قطعاً غلط۔ بے بنیاد اور جھوٹ ہے۔ ایسا کہنا نہایت بددیانتی ہوگی۔

"میں تمام واقعات کی تفصیل سامنے لانا چاہتا ہوں۔ تاکہ دنیا پر حقیقت حال واضح ہو جائے۔ کشمیر کے شرکت ہندوستان کے دھوکے کو پاکستان کی حکومت کبھی منظور نہ کرے گی۔ کشمیر کے بزدل اور ظالم حکمران نے کشمیریوں کو غلام بنانے کے لئے انڈین یونین کی طرف سے فوجی امداد لی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے۔ کہ محبانِ وطن کا عزم و استقلال تمام رکاوٹوں پر غالب آ جائے گا۔ اور وہ کامیاب ہوں گے۔"

غرض جہادِ کشمیر نہایت کامیابی سے جاری رہا۔ اور قدم قدم پر فتح و ظفر مجاہدین کے قدم چومنے لگی۔ جب انڈین یونین نے دیکھا۔ کہ اب تو کشمیر ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ تو اس نے حسب معمول انگریز کے آگے ہاتھ جوڑے۔ چنانچہ یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں پیش کر دیا گیا۔ اور آخری فیصلے کا انتظار کرنے کے لئے دونوں طرف سے جنگ بند کر دی گئی۔ سلامتی کونسل نے متعدد اجلاس منعقد کئے۔ اور ۲۲۔ اپریل ۱۹۴۸ء کو آخری فیصلہ کر کے کشمیر کمیشن کے تقرر کی سفارش کی۔ دسمبر ۱۹۴۸ء کے اختتام تک مسئلہ کشمیر اس مرحلے پر پہنچ گیا۔ کہ کمیشن نے گہرے تدبر سے کام لے کر فریقین سے گفت و شنید کرنے کے بعد اپنی طویل رپورٹ مرتب کی۔ لیکن معاملہ بدستور فیصلہ طلب رہا۔ بہر نوع کمیشن کا بیان ہے۔ کہ وہ ابھی مایوس نہیں ہوا۔ اور کوئی ایسا حل منظر عام پر لانے کے لئے جو فریقین کے لئے قابلِ قبول ہو۔ شب و روز انتہائی جدوجہد سے گرم عمل ہے۔

Marfat.com

حیدرآباد پر حملہ

ہندوستان اور پاکستان کو آزاد حکومتیں مل جانے کے بعد کلکتہ میں ان دونوں کے درمیان ایک معاہدہ قرار پایا۔ کہ جو ہوا۔ سو ہوا۔ اب ان دونوں آزاد ہمسایہ سلطنتوں کو ایک دوسری کی دوست اور خیر اندیش بن کر ترقی کی راہ میں گامزن ہونا چاہئے۔ اس معاہدے کی ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ دستاویز آزادی کے رو سے ریاستوں کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے۔ اور انھیں خود مختار رہنے یا کسی ایک سلطنت کے ساتھ الحاق کرنے کے باب میں آزاد چھوڑ دیا جائے لیکن ہندوستان نے نقض عہد کرتے ہوئے اپنی جوع الارض کی آگ بجھانے کے لئے پہلے جوناگڑھ کی اسلامی ریاست کو مُنہ کا نوالہ بنا لیا۔ پھر ادھر ۱۱۔ ستمبر ۱۹۴۸ء کو قائداعظم محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان عازم فردوس ہوئے۔ اور ۱۴۔ ستمبر کو ان کی جگہ خواجہ ناظم الدین بالقا کا تقرر عمل میں آیا۔ اور اُدھر ہندوستان نے ملک کی سب سے بڑی اسلامی ریاست حیدرآ (دکن) پر حملہ کر دیا۔

مشرقی پنجاب اور ہندو سکھ ریاستوں کی طرح یہاں بھی ہندو سکھ غنڈوں اور انسان نما درندوں نے مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے ان کے خون سے ہولی کھیلی۔ غرض امن ام کا منافقانہ اور بلند بانگ نعرہ لگانے والے نہرو نے ریاست حیدرآباد کے رشک جناں چم کو بھیانک ویرانہ بنا دیا۔ نظام کو تمام اختیارات سے محروم کر کے ریاست کے سیاہ و سپید پر غاصبانہ قبضہ جما لیا۔ امراء وزراء کی جائدادیں ضبط کر لیں۔ ان پر مقدمے دائر کر دئے۔ ر کے مخلص فداکاروں اور آزادی کی حقیقی تڑپ رکھنے والے قابل صد احترام رہنماؤں کو گونا جبر و تشدد کا تختۂ مشق بنایا۔ اور ریاست کے در و دیوار سے اسلام کا ہر نقش و رنگ مٹا کر اسے تمام پہلوؤں سے ایک ہندو ریاست بنا لیا۔

Marfat.com

پاکستان ایک نظر میں

مغربی پنجاب میں آزادی کا پہلا سال

محکمۂ رابطہ عامہ کے ڈائرکٹر میر سید نور احمد صاحب رقم طراز ہیں :-

" پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کو مغربی پنجاب کا نیا صوبہ معرض وجود میں آیا۔ جو پہلے پنجاب کا ایک حصہ تھا۔ ۱۸۔ اگست کو تعین سرحدات کے رو سے توقعات کے خلاف پہلے سے اعلان کردہ اصولوں کے برعکس اور حق و انصاف کے تمام قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلسل مسلم آبادی کے بڑے بڑے قطعات جو مغربی پنجاب کی معاشی زندگی کے اہم اجزا ہیں۔ اس صوبے سے کاٹ کر ہندوستانی یونین کے حوالے کر دیئے گئے۔

" اس علاقائی قطع و برید ہی کے نتائج صوبے اور اس کے نظم و نسق کے لئے کافی تشویش ناک ہوتے۔ لیکن پیدا ہوتے ہی صوبے کو جن دوسرے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ ان کے سامنے ان کی کچھ حقیقت نہ رہی۔ ایک مسئلہ یہ تھا۔ کہ مشرقی پنجاب کے جہنم کدے سے لاکھوں مسلمانوں کو نکالا جائے۔ اور انھیں پناہ دی جائے۔ پھر اپنی سرحدوں کے اندر قیام امن کا مسئلہ تھا ایک اور اہم مسئلہ یہ تھا۔ کہ تجارت اور کاروبار کے میدان سے ہندوؤں اور سکھوں کے یکایک غائب ہو جانے کے بعد صوبے کے نظم و نسق اور معاشی زندگی کو تباہ و برباد ہونے سے بچایا جائے۔

مشرقی پنجاب کی حشر ساماں خونیں مہم

" مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتلِ عام کی مشہور مہم میں پہلی گولیاں ۱۰۔ اگست ۱۹۴۷ء کے لگ بھگ چلائی گئیں۔ اس مہم کے دوران میں مشرقی پنجاب کی مسلم

اقلیت پر جو مظالم توڑے گئے۔ ان کی داستان بیان اور تفصیل کی محتاج نہیں شروع شروع میں مسلمان ڈٹ کر مقابلہ کرتے رہے۔ لیکن پولیس اور فوج کے باقاعدہ حملوں اور قاتلوں اور لٹیروں کے ساتھ تمام شہری حکام کی مکمل سازباز نے ان کے حوصلے توڑ دیئے۔ اور انھیں ہزاروں کی تعداد میں مغربی پنجاب کی طرف بھاگنا پڑا۔

نئی وزارت کی مشکلات

"جب خان افتخار حسین خاں ممدوٹ کی قیادت میں پہلی مسلم لیگی وزارت نے ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کو مغربی پنجاب کے نظم و نسق کی ذمہ داری سنبھالی۔ تو مشرقی پنجاب کے ہزاروں مسلم پناہ گیر اس صوبے میں آچکے تھے۔ اور لحہ بہ لحہ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مشرقی پنجاب کے ہولناک واقعات کا ردعمل سرحد کے اس طرف بھی ظاہر ہوا۔ اور خود یہ صوبہ بھی وسیع پیمانے پر فرقہ وار کشیدگی اور گڑبڑ کا اکھاڑا بن گیا۔ ہندو اور سکھ یہاں کی تجارت اور کاروبار کے اجارہ دار تھے۔ اور جو تھوڑی بہت صنعت و حرفت صوبے میں موجود تھی۔ وہ بھی زیادہ تر انھیں کے دم قدم سے تھی۔ فسادات کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ انھوں نے تمام بنک۔ دکانیں اور کارخانے بند کر دئے۔ اور خود یا تو گھروں میں بیٹھ گئے۔ یا غیر مسلموں کے کیمپوں میں پہنچ گئے۔ اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں کی لاکھوں ایکڑ زمین بھی اپنے حال پر چھوڑ دی گئی۔ اور منڈیاں اور اجناس کی تقسیم کے عام ذرائع مسدود ہو گئے۔ ریل اور سڑک کے ذریعے سے نقل و حرکت کا کام بھی تلپٹ ہو گیا۔ اور صوبے کی معاشی زندگی میں ایک جمود سا پیدا ہو گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ نئی وزارت کے پاس ان خوفناک حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے جو انتظامیہ مشینری تھی۔ وہ بھی کسی طرح منظم نہ تھی۔ ہندو اور سکھ مشرقی پنجاب میں ملازمت کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اور یہاں اپنی ملازمتیں چھوڑ چکے تھے۔ متعدد محکمے ایسے تھے۔ جن میں مسلمان افسر خال خال تھے۔ مثلاً میڈیکل اور آب پاشی کے محکمے۔

"ان عظیم مسائل کے پہاڑ کے سائے میں مسلمان وزراء اور اعلیٰ افسروں کا ایک اجلاس ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء کو سول سکرٹیریٹ میں منعقد ہوا جس میں یہ عزم کیا گیا۔ کہ پوری جدوجہد سے ناساعد حالات کی انتہائی مشکلات کا مقابلہ کیا جائے۔

پناہ گیروں کا انخلا اور امداد

"چنانچہ انھوں نے خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔ سرحد پار سے آنے والے مسلمان پناہ گیروں کے لئے کیمپ قائم کئے گئے۔ اور یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کو بھی کیمپوں کی صورت میں محفوظ کر دیا گیا۔ کیونکہ وہ اپنے گھروں میں غیر محفوظ ہو چکے تھے۔ اب ان دونوں قسم کے پناہ گیروں کی خوراک اور دوسری ضروریات زندگی کی بہم رسانی کا سوال تھا۔ اور اس سے زیادہ ضروری اور مشکل کام مشرقی پنجاب سے آنے والے زخمیوں اور بیماروں کی فوری طبی امداد اور دیکھ بھال کا تھا۔ ڈاکٹروں اور ادویہ کی سخت قلت تھی۔ اناج اور ایندھن کے ذخیرے ناکافی اور وہ بھی ضرورت کے مقامات سے کافی دور تھے۔ موٹروں۔ ٹرکوں اور دوسرے ذرائع نقل وحمل کی سخت کمی تھی۔ موٹروں اور لاریوں کے ہندو سکھ مالک اپنی گاڑیوں کے ساتھ صوبے سے رخصت ہو چکے تھے۔ دکانیں اور کارخانے تمام کے تمام بند ہو چکے تھے۔ ان حالات میں جو بھی ذرائع موجود تھے۔ انھیں منظم کر کے کام میں لایا گیا۔ ابھی ان مسلمانوں کے لئے بھی گاڑیاں مہیا کرنا ضروری تھا۔ جو مشرقی پنجاب میں گرفتار بلا تھے۔ پناہ گیروں کی ہر لہر اپنے ساتھ کشت وخون کی طویل داستانیں سنانے کو لاتی۔ جو اس وقت مشرقی پنجاب کے مختلف حصوں میں جاری تھا۔ اور ہر روز مغربی پنجاب کے وزراء کے دفتروں اور کوٹھیوں کے باہر ایسے لوگوں کا ہجوم رہتا۔ جو خطرے میں گھرے ہوئے لوگوں کے فوری انخلا کے لئے بیتاب تھا۔

▪ لوگ اپنے پیچھے رہنے والے عزیزوں اور قرابت داروں کے متعلق اضطراب انگیز تشویش کے باعث ٹرک حاصل کرنے کے لئے دیوانہ وار ہاتھ پاؤں مار رہے تھے۔

Marfat.com

ہر شخص کا مطالبہ یہ تھا۔ کہ موٹر ٹرک خاص اس کے گاؤں تک پہنچے۔ کبھی وہ وزیروں کی منت سماجت کرتے۔ کبھی ان سے بحث کرتے۔ اور کبھی انھیں کوسنا شروع کر دیتے۔ لیکن انھیں یہ کون سمجھاتا۔ کہ ان تمام کے مطالبات کو ایک ہی وقت میں پورا کر دینے کا معجزہ کوئی نہیں دکھا سکتا۔ ایک نظام ایسا قائم کیا گیا۔ جو مشرقی پنجاب کے دور افتادہ کونوں اور رقبوں سے مسلمانوں کو نکالنے کے سلسلے میں پناہ گیروں کے مطالبات اور تجاویز کو جمع کرتا گیا۔ ان اطلاعات کی بنا پر ایک خاص افسر اور اس کا عملہ گاڑیوں کا انتظام کرنے لگا۔ اور حکام کو مشورہ دینے لگا۔ جو انخلا کے اصل کام پر مامور تھے۔ اُدھر ہندوستانی حکام بھی مغربی پنجاب سے ہندوؤں اور سکھوں کو نکالنے کے لئے بیتاب تھے۔ ان کے ساتھ مل کر ایسا انتظام کیا گیا۔ کہ ریل اور ٹرک کے ذریعے سے اور بعد ازاں پیدل قافلوں کی صورت میں کم از کم وقت میں زیادہ سے زیادہ آدمیوں کی نقل و حرکت عمل میں آسکے۔ تجربے کی روشنی میں رفتہ رفتہ اس انتظام میں اصلاح اور ضروری ترمیم ہونے لگی۔

Marfat.com

۵۱ ہزار پناہ گیر فی یوم

" اس افراتفری کے عالم میں مہاجرین کے بڑھتے ہوئے ہجوم کو صوبے کے مختلف حصوں میں پھیلا دینے کے انتظام کئے گئے۔ ان میں سے ہزاروں لوگ اپنی مرضی ہی سے صوبے کے مختلف حصوں میں پہنچ گئے۔ ان لوگوں کے گھر چھوڑنے کے حالات۔ ان کی کثیر تعداد اور دوسرے اسباب کے پیشِ نظر یہ غیر ممکن تھا۔ کہ اس عظیم آبادی کی بحالی کسی قاعدے اور گروہ بندی کے مطابق ہوتی۔ بلکہ فی الحقیقت مہاجرین کی کثیر تعداد اس گروہ بندی اور انتخاب کا انتظار ہی نہ کر سکتی تھی۔ اور وہ خود بخود صوبے کے طول و عرض بالخصوص نہری نو آبادیوں میں پھیلتی چلی گئی۔ یہ صورت حال جاری رہی۔ ستمبر اور اکتوبر میں سخت بارشوں اور سیلاب نے دونوں طرف سے پناہ گزینوں کی نقل و حرکت کے کام کی رفتار بہت مدھم کر دی۔

" اس وقت ۱۹ لاکھ کے قریب مسلمان اضلاع امرتسر و گورداسپور اور جالندھر ڈویژن سے لائے جا چکے تھے۔ ان کی آمد کا روزانہ اوسط پیدل دستوں کے شمول کے ساتھ ۵۱ ہزار تھا۔

عظیم الشّان کارنامہ

" کل ۵۵ لاکھ مسلمان جن پر ان کے وطن مالوف میں عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا تھا۔ سرحد کو عبور کر کے مغربی پنجاب پہنچ چکے تھے۔ اس عرصے میں ۳۵ لاکھ کے قریب ہندو اور سکھ ہندوستان جا چکے تھے۔ یہ کام اتنا بڑا تھا۔ کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کام کو اتنے قلیل عرصے میں ختم کرنا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ اس تیزی کے باوجود مشرقی پنجاب میں لاکھوں مسلمان قتل اور غارت گری کی مہم کا نشانہ بن گئے۔ ان فسادات کے دوران میں مشرقی پنجاب اور الور۔ بھرت پور پٹیالہ۔ فریدکوٹ۔ نابھہ۔ کپور تھلہ وغیرہ ہندوستانی ریاستوں میں جو مسلمان ختم ہوئے۔ ان کی صحیح تعداد غالباً کبھی معلوم نہ ہو سکے گی۔ بڑے محتاط تخمینے کے مطابق یہ تعداد پانچ لاکھ سے کسی صورت کم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ گمان غالب ہے۔ کہ دس لاکھ کے لگ بھگ ہو گی۔ ان کے علاوہ پچاس ہزار سے زیادہ مسلمان عورتوں کو ان کے کنبوں سے چھین کر غائب کر دیا گیا۔ ان میں سے اب تک دونوں ملکوں سے بچھڑی ہوئی عورتوں اور بچوں کی بازیابی کی مہم کے سلسلے میں تقریباً ۸۴۴ عورتیں واپس لائی جا چکی ہیں۔ یہ کام دونوں طرف کے درد دل رکھنے والے افراد نے شروع کر رکھا ہے۔ اب تک مغربی پنجاب سے تقریباً ۵۹۵۲ غیر مسلم بچھڑی ہوئی عورتیں ہندوستان پہنچائی جا چکی ہیں۔

طبّی امداد کی توسیع

" مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کا انخلاء تو سارے مسئلے کا صرف ایک حصّہ تھا۔

Marfat.com

دوسرا زیادہ مشکل حصہ مہاجرین کی کثیر تعداد کے لئے طعام۔ قیام۔ طبی امداد کا انتظام کرنے اور انھیں جلد از جلد صوبے کے طول و عرض میں پھیلانے پر مشتمل تھا۔

"اس وقت صوبے میں صرف ایک میڈیکل کالج ہے۔ جو نہ صرف مغربی پنجاب کے لئے ہے۔ بلکہ صوبہ سرحد۔ بلوچستان اور پاکستانی ریاستوں کی ضروریات کا بھی کفیل ہے۔ صوبائی حکومت اب لاہور میں ایک زنانہ میڈیکل کالج کے قیام کی تجویز پر غور کر رہی ہے۔ اس کالج میں میڈیکل اور ہیلتھ اسسٹنٹوں کی کلاس بھی ہوگی۔ جس میں مختلف ہسپتالوں اور ڈسپنسریوں کے لئے امدادی کاموں کی ترتیب دی جائے گی۔

خون کے بنک

"صوبے میں جدید طرز کے طبی انتظامات کو مکمل کرنے کے سلسلے میں صوبہ بھر میں انتقال خون کے ادارے قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ یہ سکیم تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ لاہور میں انتقال خون کے ایک صوبائی افسر کا تقرر عمل میں آچکا ہے۔ جو

دوسرے مفید محکمے اور بجلی کی بہم رسانی

"ڈاکٹروں اور میڈیکل محکمے کی طرح تعمیرات عامہ کے محکمے اور انجنیرنگ کے پیشے میں بھی تقسیم سے پہلے غیر مسلموں کی اکثریت ہوا کرتی تھی۔ ان کے چلے جانے کے بعد بھی جن مٹھی بھر مسلمان انجنیروں کے ذمے نہروں اور بجلی کا انتظام اور سڑکوں اور سرکاری عمارتوں کی دیکھ بھال کا کام رہا۔ انھوں نے کسی نہ کسی طرح ان اہم کاموں کو چلا کر دکھا ہی دیا۔

"تقسیم سے قبل پنجاب میں برق آبی کی بہم رسانی کا مرکز منڈی میں تھا۔ جو مشرقی پنجاب کے حصے میں آیا۔ ایک معاہدے کے رو سے مغربی پنجاب کو بجلی کا ایک حصہ ملتا رہا۔ لیکن مغربی پنجاب میں برق آبی کے اپنے وسائل مکمل کرنے

Marfat.com

کے کام کی رفتار بھی تیز تر کر دی گئی۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ دو سال تک رسول ہائیڈل سٹیشن سے ۲۲ ہزار کلوواٹ بجلی کی طاقت جاری ہو جائے گی۔

آب پاشی

"محکمۂ آب پاشی نے بھی اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے نباہا۔ فیصلہ کیا گیا۔ کہ تھل پروجیکٹ کی تعمیر کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے۔ تقسیم سے پہلے خیال تھا۔ کہ اس پروجیکٹ کی تکمیل میں تقریباً دس سال صرف ہوں گے۔ اب اس پروجیکٹ کے افسروں اور کارکنوں نے جس بے جگری سے کام شروع کر رکھا ہے۔ اس کے پیشِ نظر اندازہ کیا گیا ہے۔ کہ سارا کام ۱۹۵۰ء میں مکمل ہو جائے گا۔

"مکمل ہو جانے پر یہ پروجیکٹ ۱۰ لاکھ ایکڑ بنجر اراضی کو سیراب کرے گا۔ اس رقبے کی آبادکاری کی سکیم پر ابھی سے عمل شروع ہے۔ پچھلے سال ۱۵ ہزار ایکڑ کے قریب اراضی پر ربیع کی فصل گندم کی کاشت کی گئی۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ آئندہ فصل ربیع ڈیڑھ لاکھ ایکڑ تک پھیل جائے گی۔

مہاجروں کی آباد کاری

"اب تک مغربی پنجاب کے سولہ اضلاع میں ۵۱ لاکھ سے زیادہ مہاجرین آباد کئے جا چکے ہیں۔ یہاں سے جانے والے ہندوؤں اور سکھوں کی تعداد ... ۳۵۶۵ ہے۔ ابھی ۱/۲ ۳ لاکھ مہاجروں کی آبادی کا کام باقی ہے۔ یہ لوگ ابھی تک صوبے کے مختلف کیمپوں میں ہیں۔ صوبے کے زرعی کاموں کو جاری رکھنے کے لئے ناگزیر طور پر بحالی کے کام میں کسی ترتیب کے بجائے سرعت کا زیادہ خیال رکھا گیا۔ صوبائی حکومت کی پالیسی یہ تھی۔ کہ مغربی پنجاب میں چھوڑی ہوئی زرعی زمین کی الاٹمنٹ کے سلسلے میں ان مہاجروں کو ترجیح دی جائے۔ جو مشرقی پنجاب میں خود کاشت کرتے تھے۔ اس وقت اہم قومی مسئلہ یہ تھا۔ کہ کاشت کاری کا کام ہندو

اور سکھ جس مرحلے پر چھوڑ گئے ہیں۔ اسی مرحلے پر اسے کسی قسم کی تاخیر کے بغیر شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ اس مسئلے کی موجودگی میں متعلقہ افسر اس پالیسی پر سختی سے عمل نہ کر سکے۔ ایک اور سب سے بڑی دقت یہ تھی۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہ مل سکتا تھا۔ کہ مشرقی پنجاب میں کون شخص کاشت کار تھا۔ اور کون نہیں۔ چنانچہ اس کام میں نہ صرف بہت سی غلطیاں ہوتی گئیں۔ بلکہ افسوس سے اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ کافی پیمانے پر خویش نوازی۔ بد دیانتی اور رشوت کا دور دورہ رہا۔ مغربی پنجاب کی زرخیز نہری آبادیوں میں زمین حاصل کرنے کا بہت زور رہا۔ اور بعض جگہ اس جدوجہد میں انصار بھی مہاجرین کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔ لوگ غلط اور فرضی دعوے پیش کرتے رہے۔ اور ناجائز طور پر فائدہ پہنچانے والے ملازم ایسی باتوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

• اس دوران میں وسیع قومی نقطہ نظر سے تسلی بخش امر یہ تھا۔ کہ غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی زرعی زمینیں خالی نہیں پڑی رہی تھیں۔ ایک فصل تو تیار تھی۔ اسے کاٹ لیا گیا۔ اور دوسری فصل کاشت کر دی گئی۔ اس کی پیداوار بھی معمول کے مطابق ہوئی۔ تقسیم کے بعد مغربی پنجاب کی پہلی فصل ربیع میں صرف گندم کی پیداوار ۲۲ لاکھ ٹن کے قریب تھی۔ جہاں تک زمین کی غلط تقسیم کا تعلق تھا۔ ان غلطیوں کا ازالہ بعد میں ہو سکتا تھا چنانچہ اب اس سلسلے میں بھی مناسب قدم اٹھایا جا چکا ہے۔ تقسیم اراضی کی جانچ پڑتال کے لئے ایک خاص کمیٹی مقرر ہو چکی ہے۔ جس میں خاص خاص تجربہ کار افسر شامل ہیں۔ یہ کمیٹی تقسیم اراضی کی جانچ پڑتال اور بے قاعدگیوں کا ازالہ کرتی ہے۔ اور زمینوں کو ناجائز قبضے سے نکال کر مستحق مہاجروں کو دے دیتی ہے۔ صرف ۲۴۔ اپریل سے ۳۰ جون تک اس خاص عملہ نے ۹۶ ہزار ایکڑ سے زیادہ زمین ناجائز قبضے سے نکالی۔ ہر ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے بھی خاص طور پر تقسیم کی جانچ پڑتال کی۔ ان کی کوششوں سے کل ۳۹۳۹۹۶ ایکڑ زمین برآمد ہوئی۔ اس زمین پر ساڑھے تین لاکھ

سے زیادہ پناہ گیر آباد کئے جا چکے ہیں۔

"اب تک تقریباً چالیس لاکھ زراعت پیشہ مہاجرین زمینوں پر آباد ہو چکے ہیں۔ ان زمینوں پر غیر مسلموں کی چھوڑی ہوئی زمینوں کے علاوہ سرکاری قابل کاشت اراضی بھی شامل ہے۔ ہر مہاجر کنبے کو جس میں ایک کام کرنے والا شخص اور باقی اس کے متعلقین ہوں۔ ۵ سے ۸ ایکڑ تک نہری اور ۱۲ ایکڑ تک بارانی زمین دی گئی۔

کاشت کاروں کی امداد

مہاجر کاشت کاروں کو آباد ہونے کے لئے زمینیں دینے کے علاوہ حکومت ان کی مالی امداد کی طرف سے بھی غافل نہ رہی۔ کیونکہ بہت سے مہاجر مفلس اور قلاش ہو چکے تھے۔ اس سلسلے میں پہلا قدم یہ اٹھایا گیا۔ کہ خریف ۴۸-۱۹۴۷ء کے لئے مالیہ اراضی اور آبیانہ وصول کرنے کے ساتھ دو آنے فی روپیہ کے حساب سے مہاجرین کی امداد کے لئے روپیہ جمع کیا گیا۔ پھر ۱۵۔ اگست ۱۹۴۷ء سے ۱۵۔ مارچ ۱۹۴۸ء تک ۲۱ لاکھ ۵۹ ہزار ۲۹۰ روپے کے تقاوی قرضوں کا انتظام کیا گیا۔ ڈپٹی کمشنروں سے کہا گیا۔ کہ یہ قرضے دیتے وقت لمبا چوڑا طریق عمل اختیار نہ کیا جائے۔ بلکہ مہاجر کاشت کاروں کو زیادہ سے زیادہ آسانی کے ساتھ چار سو روپے تک کی رقوم مہیا کی جائیں۔ جن سے وہ حسب ضرورت مویشی خرید سکیں۔ زراعتی آلات۔ بیج اور کھاد حاصل کر سکیں۔ یا کنوؤں کی مرمت وغیرہ کرا سکیں۔

"آئندہ مالی سال کے دوران میں کاشت کاروں کے سود و بہبود کی سکیموں پر تین لاکھ روپیہ خرچ کیا جائے گا۔

وٹرنری محکمہ

"وٹرنری محکمہ مویشیوں کی بیماریوں۔ نسل کشی اور تحقیقاتی کاموں کے متعلق متعدد سکیمیں تیار کر چکا ہے۔ مقصد یہ ہے۔ کہ اعلیٰ نسل کے مویشیوں کی حوصلہ افزائی کی

Marfat.com

جائے۔ حصار کی طرح مغربی پنجاب میں بھی اسی قسم کا ایک بڑا فارم قائم کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ اس مرکزی فارم کے ماتحت صوبہ بھر میں چھوٹے فارموں اور ڈیریوں کا جال بچھا دیا جائے گا۔ ان فارموں کا کل رقبہ تقریباً ۱۲ ہزار ۹۲ ایکڑ ہوگا۔ اور ان میں ۱۳۵۰ مویشی رکھے جائیں گے۔ صوبے میں اس وقت ۱۵ ڈیریاں کام کر رہی ہیں۔ اب تجویز کی گئی ہے۔ کہ صوبے کی دودھ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ۱۷۰ اتنی ڈیریاں کھولی جائیں۔

" صوبے میں ہر سال ۶۷ لاکھ سے زیادہ مویشی چیچک یا سیتلا کی وبا سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اس کی روک تھام کے لئے وسیع پیمانے پر انتظامات کئے گئے ہیں۔ اس وقت صوبے میں ۱۹۳ ہسپتال۔ ۹۳ ڈسپنسریاں اور ۵۰۷ چھوٹی ڈسپنسریاں جاری ہیں۔

جنگلات

" جدید معیار کے مطابق کسی ملک کا ۲۰ سے ۲۵ فی صدی تک رقبہ جنگلات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ لیکن مغربی پنجاب میں یہ رقبہ کل رقبے کا صرف ۲٫۶ فی صدی ہے۔ محکمہ جنگلات نے اس ہولناک کمی کو دور کرنے کی ایک جامع سکیم تیار کی ہے۔ جس کے ماتحت بیکار زمینوں پر۔ سڑکوں۔ نہروں اور ریلوے لائنوں کے ساتھ ساتھ اور کھیتوں کے کناروں پر کثرت سے درخت اگائے جائیں گے۔ حکومت دیہات میں جنگلات پیدا کرنے کا ایک ایکٹ بھی نافذ کرنے والی ہے۔ کاشت کاروں کو درخت اگانے کے سلسلے میں ہر قسم کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

صنعت وحرفت

" صوبے کی تقسیم سے مغربی پنجاب کی صنعتی زندگی کو زبردست دھکا لگا۔ صنعت وحرفت کا بہت سا عملہ غیر مسلموں پر مشتمل تھا۔ جو سب کے سب رخصت ہو گئے۔ اس کے

Marfat.com

علاوہ بہت سے صنعتی ادارے۔ سکول اور لیبارٹریاں مشرقی پنجاب کے حصے میں آئیں۔

" صوبے میں کپڑے کی ہولناک قلت کے پیشِ نظر فوری طور پر یہ فیصلہ کیا گیا۔ کہ گھریلو کھڈیوں اور چرخوں کے کام کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جائے۔ ملتان۔ لائل پور۔ جھنگ۔ اوکاڑہ۔ شاہ پور اور گوجرانوالہ میں محکمہ امداد باہمی کے تعاون سے پارچہ بافوں کی نوآبادیاں قائم کی گئیں۔ ان نوآبادیوں کی سب سے بڑی ضرورت کپاس تھی۔ لیکن کپاس کی منڈی کا نظام بالکل درہم برہم ہو چکا تھا۔ اور کپاس اوٹنے کے کارخانے اگست ۱۹۴۷ء ہی میں بند ہو چکے تھے۔ مہاجروں نے کھیتوں سے کپاس چن لی تھی۔ لیکن اس کی فروخت کا کہیں انتظام نہ تھا۔ نہ کوئی منڈی کھلی تھی۔ اور نہ کوئی بنک۔ نہ کوئی خریدار تھا۔ اور نہ اسے کارخانوں تک پہنچانے کے لئے نقل وحمل ہی کا کوئی ذریعہ تھا۔

کپاس اوٹنا

" یہ کام بہت اہم تھا۔ سب سے پہلے اس امر کی ضرورت تھی۔ کہ کپاس اوٹنے کے کارخانے چلائے جائیں۔ مغربی پنجاب میں ان کارخانوں کی کل تعداد ۲۲۲ ہے۔ جن میں سے ہر سال پونے دو سو کے قریب کارخانوں میں پورے زور شور سے کام ہوا کرتا تھا۔ ان میں سے ۴۳ کارخانوں کے مالک ہندوستانی تھے۔ چونکہ فصل معمول سے کم تھی۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا۔ کہ صرف ۱۴۰ کارخانے چلائے جائیں۔ چنانچہ یہ کارخانے مہاجرین اور دوسرے مستحق لوگوں کو الاٹ کئے گئے۔ چند کارخانے محکمۂ امداد باہمی نے سنبھال لئے۔ ریلوے سے ترجیحی نقل وحرکت کا انتظام کر کے پنجاب اور بلوچستان کا کچھ کوئلہ ان کارخانوں تک پہنچایا گیا۔ پھر ٹاٹ اور گٹھے باندھنے کے حلقے نایاب تھے۔ اور روئی کو کھلا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ چنانچہ تمام موجودہ ذخیروں پر قبضہ کر کے انھیں کارخانوں کے نام الاٹ کیا گیا۔ برآمد کے لئے ہر قسم

Marfat.com

کی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ اور گٹھے باندھنے کے حلقوں کے لئے آرڈر دے دیا گیا۔
ان سب باتوں کا یہ اثر ہوا۔ کہ کپاس کے نرخ پھر بحال ہو گئے۔ یہ نرخ پہلے خطرناک طور پر گر گئے تھے۔ آخری حربہ یہ استعمال کیا گیا۔ کہ حکومت خود خریدار بنی۔ اور اچھے نرخ پر بہت سی کپاس جمع کر لی گئی۔ حالات کے معمول پر آنے اور حکومت کی ان کوششوں سے امید کی جاتی ہے۔ کہ کپاس کے نرخ آئندہ نہیں گریں گے۔ اب کپاس کی آئندہ فصل کے متعلق وقت پر انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

تعلیم

"تقسیم کے بعد پناہ گیر طلبہ اور استادوں کی بحالی کا کام بہت اہمیت رکھتا تھا۔ محکمہ تعلیم نے اس سلسلے میں ایک بنیادی پالیسی وضع کی۔ چنانچہ مشرقی پنجاب کی لوکل باڈیز (ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپل کمیٹیاں وغیرہ) کے تقریباً تمام استاد مغربی پنجاب کی لوکل باڈیز میں ملازم ہو چکے ہیں۔ ایسے ۱۹۳۳ استادوں میں سے ۱۹۰۰ استاد ملازمت حاصل کر چکے ہیں۔ کل پانچ ہزار سے زائد استادوں کی بحالی کا انتظام ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ صوبے میں متعدد نئے سکول بھی کھولے گئے ہیں۔ جن میں تمام مہاجر طلبہ داخل ہو چکے ہیں۔ سرکاری ملازمت کے مہاجر معلموں کے ۴۰۷۲ روپے کے قرضے بلا سود دیئے گئے۔ یہ قرضے آسان قسطوں میں وصول کئے جائیں گے۔ مشرقی پنجاب کے ۲۶ اسلامیہ سکولوں میں سے ۱۶ سکول غیر مسلم سکولوں کی عمارات میں جاری ہو چکے ہیں۔ متعدد سکولوں کی انتظامیہ کمیٹیوں کو اپنی تعلیمی سرگرمیاں وسیع تر کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔

"حکومت نے مہاجر طلبہ کی مالی امداد کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ ہر مستحق طالب علم کو کم از کم ڈیڑھ سال تک تعلیمی مصارف سے بے نیاز کرنے کی سکیم تیار کی گئی۔ ۲۵ فی صدی مہاجر طلبہ کی پوری فیس معاف کی گئی۔ اور ۲۵ فی صدی کی نصف۔

Marfat.com

"ان سب کاموں کے لئے حکومت نے محکمہ تعلیم کو اگست ۱۹۴۷ء سے مارچ ۱۹۴۸ء تک ۵ لاکھ اور ۴۹-۱۹۴۸ء کے مالی سال کے لئے ۹ لاکھ روپیہ دیا۔ سرکاری گرانٹ کے علاوہ غیر سرکاری امدادی فنڈ بھی جاری کئے گئے۔ ہر ضلع کے ڈپٹی کمشنر نے اس کام میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ اور مہاجرین طلبہ کی امداد کے لئے رقوم جمع کیں۔ جو ہیڈ ماسٹروں کی وساطت سے تقسیم کی گئیں۔

نیا نصاب

"نصاب تعلیم کو بدلنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہو چکی ہے جو ملکی ضروریات کے عین مطابق نیا نصاب تجویز کرے گی۔ سکولوں میں اُردو کو جلد از جلد ذریعۂ تعلیم بنانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ ہائی کلاسوں میں اُردو کو لازمی مضمون قرار دیا جا چکا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں اُردو کی ایم۔اے کی کلاس بھی کھولی جا رہی ہے۔ ایک اور فیصلہ یہ کیا گیا ہے۔ کہ پہلی سے آٹھویں جماعت تک دینیات کی تعلیم لازمی ہوگی۔ سکولوں میں لازمی جسمانی تربیت کا خاطر خواہ انتظام کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے۔

قانونِ شریعت

قانون سازی کے دائرے میں سب سے اہم کام شریعت بل ہے۔ جسے مغربی پنجاب کی قانون ساز اسمبلی نے جنوری ۱۹۴۸ء میں منظور کیا۔ اس ایکٹ کے رو سے شریعت کا قانون ہر مسلمان پر حاوی ہوگا۔ چنانچہ اس صوبے کے مختلف قبیلوں کے رواجوں کو یک قلم منسوخ کر کے شادی۔ طلاق۔ وراثت۔ تقسیم جائداد۔ وقف وغیرہ کے سلسلے میں تمام مسلمانوں کے لئے ایک ہی ضابطہ مقرر ہو گیا۔ مختلف قبیلوں اور برادریوں میں جو رسوم صدیوں سے چلی آتی تھیں۔ وہ اس قانون کے ماتحت سب ختم ہو گئیں۔

Marfat.com

"مغربی پنجاب کی حکومت نے یکم اپریل ۱۹۴۸ء سے کھلے بندوں شراب پینے کی ممانعت کر دی ہے۔ چنانچہ اب کسی ریستوران یا دکان میں کسی گاہک کو شراب پیش کرنا جرم ہے۔ اب فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ کہ ۳۰۔ ستمبر کے بعد صوبے میں شراب کی قطعی ممانعت نافذ کر دی جائے۔ اور شراب کی فروخت اور کشید کے لئے سخت سزا دی جائے۔ اس تاریخ کے بعد کوئی مسلمان اپنے قبضے میں پینے یا بیچنے کے لئے شراب نہ رکھ سکے گا۔

میزانیہ

"تقسیم کے بعد مغربی پنجاب کے سامنے مسائل کے پہاڑ کھڑے تھے۔ مہاجرین کے انخلا اور آبادکاری پر بہت سا روپیہ خرچ ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میزانیہ کا توازن برابر نہ رہ سکا۔ ۳۱۔ مارچ ۱۹۴۸ء تک تین کروڑ روپے سے زیادہ مہاجرین پر خرچ ہو چکا تھا۔ مالی سال رواں (۱۹۴۸-۴۹ء) کے دوران میں یہ خرچ چار کروڑ تک پہنچ جائے گا۔ اگر یہ غیر متوقع خرچ نہ ہوتا۔ تو میزانیے میں کافی بچت ہوتی۔ اب یہ خرچ بار بار نہ ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آئندہ میزانیہ صوبے کی خوش حالی کا بخوبی ضامن بن سکے گا"

پاکستان کی صنعتی ترقی سندھ اور مغربی پنجاب میں روئی صاف کرنے اور گانٹھیں باندھنے کے تقریباً دو سو کارخانے ہیں۔ پاکستانی مالیاتی کار[illegible] ایک کروڑ روپے کے سرمائے سے قائم کی گئی۔

اس وقت مشرقی پاکستان میں جوٹ کی گانٹھیں باندھنے کے کارخانے ہیں۔ جن [illegible] ۲۰ لاکھ گانٹھیں سالانہ باندھی جا سکتی ہیں۔ صنعتی کانفرنس منعقدہ کراچی نے سفارش کی ہے۔ کہ ۱۹۵۰-۵۱ء تک۔ ۳۰ لاکھ گانٹھیں سالانہ باندھنے کا انتظام کیا جائے۔

Marfat.com

کراچی انڈسٹریل ٹریڈنگ اسٹیٹ

دسمبر ۱۹۴۷ء میں حکومت سندھ نے کارخانہ داروں کے لئے مناسب کرائے پر بجلی۔ پانی۔ سڑکیں۔ ریلوے سائڈنگ اور ڈاک کی آسانیاں مہیا کرنے کے لئے کراچی انڈسٹریل ٹریڈنگ اسٹیٹ کا افتتاح کیا تھا۔ یہ ۲۴۰ ایکڑ پر پھیلی ہوئی ہے۔ اس پر ۱/۲ ۱ کروڑ روپیہ صرف ہوگا۔ حکومت سوتی اور اونی کپڑے۔ جوتے اور چمڑے کی دوسری چیزوں۔ لوہے ٹیوب ٹائر۔ کیمیائی ادویہ۔ سگرٹ۔ گھڑیوں۔ بھاری آئل انجن۔ بناس پتی گھی۔ استرے۔ صابن۔ تیل۔ برش وغیرہ کے کارخانے قائم کرنے والی ہے۔

کوئلہ

پاکستان کو عموماً ۱/۲ ۲ لاکھ ٹن ماہانہ کوئلے کی ضرورت تھی۔ اس میں سے حکومت ہندوستان صرف ایک لاکھ بارہ ہزار ٹن ماہانہ دے سکتی تھی۔ اور ۹۰۰۰۰ ٹن کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اب ضروری اشیاء کی رسد بھیجنے کے بین المستعمراتی معاہدے کے رو سے باقی مقدار فراہم کرنے کے لئے برطانیہ سے استدعا کی گئی ہے۔

شکر۔ تمباکو۔ سیمنٹ وغیرہ کے کارخانے

پاکستان میں صرف ۲۵ ہزار ٹن سالانہ شکر پیدا ہوتی ہے۔ اور شکر کا سب سے بڑا کارخانہ مردان میں ہے۔ حکومت پاکستان نے ۱ سے ۲۵ لاکھ روپیہ قرض دیا۔ اور باہر سے مشینری درآمد کرانے کی تمام سہولتیں مہیا کیں۔ اب امید ہے۔ کہ یہ آئندہ رس نکالنے کی فصل میں جاری ہو جائے گا۔

سنہ ۳۹-۱۹۳۸ء کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں ۱۵۶۳۰۰ ٹن سالانہ تمباکو پیدا ہوتا ہے۔ صنعتی کانفرنس نے صوبہ سرحد۔ مغربی پنجاب اور مشرقی بنگال میں سگرٹ بنانے کا ایک ایک کارخانہ قائم کرنے کی سفارش کی ہے۔ اس وزارت کی کوشش سے امپیریل ٹوبیکو

Marfat.com

کمپنی (انڈیا) لمٹیڈ نے عنقریب کراچی میں سگرٹ کا کارخانہ کھولنا منظور کیا ہے۔ بعد ازاں جہلم اور چاٹگام میں بھی کارخانے کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

پاکستان میں سیمنٹ ضرورت سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی بیرونی تجارت کو ترقی دینے کے امکانات ہیں۔ چنانچہ ۴۰ ہزار ٹن سیمنٹ برآمد کرنے کے لائسنس جاری کئے جا چکے ہیں۔

پاکستان میں فولاد بنانے کا کوئی کارخانہ نہیں۔ مغربی پنجاب اور سندھ میں پرانے لوہے سے سلاخیں بنانے کے کارخانے ہیں۔ جن میں لوہے اور فولاد کی چیزیں بنتی ہیں۔ برطانیہ۔ امریکہ۔ بلجیم اور ہندوستان سے فولاد درآمد کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔

حکومت نے طبقات الارض کی پیمائش کے لئے گیارہ لاکھ روپے سالانہ کی رقم منظور کی ہے۔ محکمہ طبقات الارض کا صدر دفتر کوئٹہ میں اور ایک شاخ مشرقی پاکستان میں ہے۔ پاکستان کا باقاعدہ طبقات الارض نقشہ تیار کرنا۔ معدنیات کی تحقیقات اور ان کا علوم سے متعلق سائنس کے مطابق تحقیقات کرنا اس محکمے کے فرائض میں داخل ہے۔ علاوہ بریں یہ محکمہ انجنیئرنگ کے باب میں بھی مشورہ دے گا۔

اقتصادی ترقی

یکم مارچ ۱۹۴۸ء کو وزارت امور اقتصادی قائم کی گئی۔ یہ وزارت امریکہ کے جنگی املاک کے انتظامی ادارے سے ایک کروڑ ڈالر کی مالیت کا سامان قرض پر خریدنے کا انتظام کرنے میں کامیاب ہوئی۔

وزارت نے ۲۶ اپریل سے ۲۸ اپریل تک اقتصادی کنٹرول کانفرنس منعقد کی جس کے مقاصد حسب ذیل تھے:۔

(۱) اقتصادی کنٹرول پر اس نظر سے غور کرنا کہ اسے دور کر دیا جائے۔ یا اس میں نرمی پیدا کی جائے۔

(۲) خصوصاً شہری علاقوں میں ضروری اشیائے غذا کی قیمتیں کیونکر کم کی جائیں۔

(۳) ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے اور ہاتھ سے کاتے ہوئے سوت کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے طریقے تجویز کئے جائیں۔ اور ان چیزوں کے استعمال کی رغبت دلائی جائے

Marfat.com